UNIVERSAL
LIBRARY

OU_226593

UNIVERSAL
LIBRARY

ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

حسب فرمایش جناب حاجی محمد سعید صاحب تاجر کتب کلکتہ خلاصی محلہ نمبر (۸۵)

سیرت سید المرسلین

اردو

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم

باہتمام احقر العبید حاجی رحمت ارباب رشید محمد عبد المجید غفرلہ اللہ الحمید

در مطبع مجتبائی واقع کانپور مطبوع گردید

عاجز کے کارخانے سے ترجمہ کی کابین بہت عمدہ کاغذ جلد دیدہ زیب سوا روپیہ ہدیہ ترجمہ محمد سعید تاجر کتب کلکتہ مطبع مجتبائی

فہرست مضامین تفسیر فتح العزیز سیپارۂ تبارک

Checked 1965

مضامین	صفحہ
سورۃ الملک	۵
اُن چیزون کا بیان جو بادشاہ حقیقی کے لائق ہین۔	۹
دس ذکرون کا بیان	۱۰
نوع انسان کے کارخانے کی ایجاد کا بیان	۱۲
رجم شیاطین کے طریقے کا بیان	۲۰
علمائے دین اور عربیت والونکے سوال و جواب	۳۹
سورۃ النون	۴۳
نام ان لوگون کے جو پہلے ایمان لائے ہین	//
بیان حرف نون کا جو سورۃ کے اول مین واقع ہے	۴۷
دریا کے پانی بڑھنے اور گھٹنے کا سبب	۴۸
پہلا قصہ آنحضرتؐ کی دانائی وغیرہ کا	۶۲
آنحضرتؐ کے اخلاق کا بیان	۶۸
وعظ شرعی	۷۶
مدارات اور مداہنت کے معنون کا بیان	//
منکرون اور بدعتیون کے ساتھ دوستی رکھنا اور انکی مجلس مین بیٹھنا نہ چاہیے	//
آنحضرتؐ کے کلام مین قسم کی کثرت کی وجہ	۷۸

مضامین	صفحہ
ضروان کے باغ والون کا قصہ	۸۳
مسئلہ شرعی	۸۴
عرب کی سلطنت کی مدت	۸۸
غیر اللہ کے پوجنے والونکا حال قیامت کے دن	۹۸
حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ	۱۰۱
لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ کے پڑھنے کا طریق	۱۱۰
چشم زخم یعنی نظر لگ جانے کی روایت	۱۱۳
نظر کی دعا اور دوسری ترکیب اسکے دفع کی	۱۱۴
نفوس انسانی کی تاثیر دو قسم کی ہوتی ہے	۱۱۶
سورۃ الحاقۃ	۱۱۷
بیان بادشاہون کے لقب کا	۱۳۱
مدین نام ہے حضرت ابراہیم کے بیٹے کا	//
فرعون کے ظلمون کا بیان بنی اسرائیل پر	//
حضرت شعیبؑ کی قوم کے گناہون کا شمار	۱۳۳
بیان اُن گناہونکا جو حضرت لوط کی قوم مین رائج تھے	//
حضرت نوح کی کشتی کا بیان	۱۳۷
آنحضرتؐ کے اہل بیت کی مناسبت کی وجہ حضرت نوح کی کشتی کے ساتھ	۱۴۱

مضامین	صفحہ
صور کی شکل کا بیان	۱۴۴
بیان اس مضمون کا جو صور میں پھونکا جائیگا	۱۴۵
مسنون روزون کا بیان	۱۵۸
بہشتیون کی دستاویز کی شرح	//
مسئلہ شرعی	۱۶۲
خلق اللہ کے ساتھ احسان کرنا کافرونکا انکے عذاب مین تخفیف کا سبب ہوگا	//
سورۃ المعارج	۱۷۴
جتنے فعل اور تاثیرین عالم مین ہین وہ سب تین چیزونکے واسطے سے ظاہر ہوتی ہین	۱۷۷
متعہ کی قباحتون کا بیان	۱۹۸
جو عورتین حرام ہین اور جو جو طریقے شہوت رانی کے خلاف شریعت ہین انکا بیان	۲۰۲
امانت کی قسمون کا بیان	۲۰۳
نماز کے مفسدات اور مکروہات کا بیان	۲۰۵
آدمی کی کرامت اور رذالت کا بیان	۲۰۶
حرص اور بصیری نسانکی خلقت مین زیادہ کردینے کا بیان	۲۰۷
سورۃ النوح	۲۱۲
حضرت ادریس کے فوت ہونیکے بعد بت پرستی ہونیکا سبب جسکے واسطے حضرت نوح بھیجے گئے	۲۱۶
وغیرہ ان الی اللہ کے طریق و سلوک کا بیان	۲۱۹
حضرت نوح کی مناسبت کا بیان آنحضرتؐ کے ساتھ	۲۲۰
اجل مبرم و معلق و معین کا بیان	۲۲۷
پیغمبر کے مقابلے مین جو کافر مکر کرتے تھے انکا بیان	۲۴۵
گنہگار نافرمان کو عذاب قبر سے خلاصی نہین	۲۵۳
سورۃ الجن	۲۶۱
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جسطرح آدمیون کے نبی تھے اسی طرح جنون کے بھی نبی تھے	۲۶۶
فائدۂ غریبہ	۲۷۲
حق تعالیٰ کا کوئی نہ بزور شریک ہوسکے اور نہ برضا	۲۸۰
بیماری مین لوگ جنکے واسطے کھانا بھی مقرر کرتے ہین	۲۸۲
جنات کے ضرر سے بچنے کی دعا اور ان سے مدد طلب کرنے کی ممانعت	۲۸۴
جن بھی مذاہب مختلف رکھتے ہین	۲۹۲
ابلیس کے پرپوتے کی حکایت	۳۱۲
جو جن صحابہ ہین انکے نام	۳۱۳
بہت جن بھی صحابیت کے درجے کو پہونچے ہین	//
کافر جنون کے فرقون کا بیان	۳۱۴
ملحدون کے اعتراض کا جواب	۳۱۵
استقامت کی مدح	۳۱۸
مسجد کے لفظ کی تحقیق	۳۱۹
لوگ اپنی نافہمی سے دنیا کے مقدمونمین نااہلونکی	

مضامین	صفحہ
طرف رجوع کرتے ہیں	۳۲۲
تحریف نام ہے امر حق کو باطل کی طرف پھیر دینے کا	۳۲۳
شیطانی وحی سے مراد اس کا وسوسہ ہے	۳۲۹
اشکال کا جواب	//
سورۃ المزمل	۳۳۳
ترتیل کا بیان	۳۳۹
پیر پرستوں کے شبہے کا بیان	۳۴۲
آدھی رات پچھلی کی خصوصیت کا سبب	۳۵۰
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ کا بیان	۳۵۳
بتتل کے طریقے کا بیان	۳۵۷
توکل کے تین مرتبے ہیں	۳۶۱
زبانی ایذا تین قسم کی ہوتی ہے	۳۶۳
آنحضرت کو جو کافروں نے ایذا دی تھی اس کی تفصیل	۳۶۴
رافضیوں کے غرابیہ فرقے کے اعتقاد کا بیان	۳۶۵
ہجر جمیل کا بیان	۳۶۷
قرآن شریف کے ختم کے طریقوں کا بیان	۳۸۰
قرض دینے کا ثواب صدقے سے زیادہ ہوتا ہے	۳۸۹
سورۃ المدثر	۳۹۱
ولید پلید کا حال	۴۰۴
ولید کے بیٹوں کے نام	۴۰۵
کفر کی قسموں کا بیان	۴۰۷
قریش کے سرداروں کے نام	۴۰۹

مضامین	صفحہ
دوزخ کے موکلوں کی شکل و صورت کا بیان	۴۱۷
بند کھانا کھلانے کا ثواب چند شرطوں پر موقوف ہے	۴۳۳
بدصحبت کی آفتوں کا بیان۔	//
قیامت کے دن کے واقعوں کا بیان	۴۳۴
قیامت کے دن شفاعت کرنیوالوں کا بیان	۴۳۵
سورۃ القیامۃ	۴۴۰
آدمی کے نفسوں کی قسموں کا بیان	۴۴۵
ان چیزوں کا بیان جنکی تقدیم یا تاخیر مناسب ہے	۴۵۱
قیامت کے دن دو بار صور آکاش میں مرتبہ ہوگی	۴۵۴
علم کی تعلیم کا طریقہ	۴۵۷
اللہ تعالیٰ کی رویت کی حقیقت کا بیان	۴۶۰
سورۃ الدھر	۴۷۳
انسان کی پیدائش کی وجہ	۴۷۹
کیمیا کے دو وسوسوں کی برائی	۴۸۴
سورۂ دہر کے نازل ہونے کا سبب	۴۹۲
[illegible]	۴۹۳
نذر طاعت کی قسم میں [illegible] کفارہ میں	//
کھانا کھلانا مسکین اور یتیم اور قیدی کو عبادت ہے	
[illegible]	//
[illegible]	۵۰۸
[illegible]	۵۰۹
سورۃ المرسلات	۵۱۷
[illegible]	۵۳۶

عبارت مقدمہ از جانب حضرت مترجم علیہ الرحمۃ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَشَفِیْعِنَا وَنَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ۔ حمد و نعت کے بعد فقیر سراپا تقصیر قلیل البضاعۃ عدیم الاستطاعۃ خادم علمائے زمان احقر العباد **محمد حسن خان** مصطفےٰ آبادی عرف رسیوری تجاوز اللہ عن ذنبہ المعنوی والصوری خدمتمین برادران دیندار اور محبان تقویٰ شعار کی عرض کرتا ہی کہ قبل اس کے سنہ ۱۲۶۱ ہجریہ مقدسۂ نبویہ مین جب تفسیر فتح العزیز فارسی کے سیپارہ عم کا ترجمہ بموجب حکم منہل جود و سخا منبع فیض و عطا محسن دوران فیاض زمان قدردان علما و شرفا جناب نا وخدا **محمد علی بن محمد حسین** صاحب دام مجدہم و ادام کرمہم و احسانہم و برکاتہم کے بزبان ہندی عام فہم چھپکر شائع ہوا اور حق تعالیٰ کے فضل و کرم سے نہایت مرغوب طبائع ہوا تو ہر شخص بکمال شوق و رغبت کہنے لگا کہ اگر سیپارۂ تبارک الذی کی تفسیر بھی مثل اسکے ہندی زبان مین ترجمہ ہوکر چھپ جاے تو دین کا بڑا فائدہ ہو اور بخوبی ہم لوگونکی سمجھ مین آوے پس انکی خواہش و خواستگاری کے سبب جناب ناوخدا صاحب ممدوح کو منظور ہوا کہ اسکا بھی ہندی مین ترجمہ ہوکر چھپے تاکہ کوئی اس فیض سے محروم نہ رہے الحاصل کہ حسب اشارہ و حسن نیت جناب موصوف کے سنہ ۱۲۶۲ ہجری مین اسکا بھی ترجمہ مطبع محمدی مین چھپنا شروع ہوگیا اللہ تعالیٰ مقبول فرماے اور نفع اسکا دینی بھائیون کو پہونچاے ۔ **فائدہ** معلوم ہو کہ اس ترجمے مین کئی باتون کی رعایت کی گئی ہی سو دریافت کرنا انکا مطالعہ کرنیوالون کے واسطے ضرور ہی (۱) اس مین لفظی ترجمہ کا لحاظ نہین کیا بلکہ ہندی محاورے کے موافق آسانی کے ساتھ مطلب سمجھایا گیا (۲) اصل مضمون مین نہ زیادتی اور نہ کمی نہین کی ہان کہین اجمال کی تفصیل مین چند الفاظ بڑھا دیے مگر مطلب وہی ہی (۳) جہان کوئی مطلب دقیق ہوا اسکا سمجھنا کسی دوسری علم پر موقوف ہی جیسے کوئی قاعدہ علم یا اصطلاحی بات ہوا تو اسکا فقط ترجمہ کردیا اور اسکی اصطلاحی باتونکی طول طویل تصریح نہین کی کہ یہان تفسیر قرآن شریف کی ہی علم منطق یا قواعد حکمی کی تحقیق (۴) ترجمہ بکلکتہ کی چھپی ہوئی فارسی تفسیر عزیزی کے موافق ہی کہ عبارت اسکی نہایت صحت کے ساتھ چھپی تھی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الملک اسمین تیس آیتین ہین اور تین سو پینتیس کلمے اور ایک ہزار تین سو تیرہ حرف ہین اور اس سورۃ کے مکی یا مدنی ہونے مین اختلاف ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت آئی ہے کہ یہ سورۃ مکی ہے اور الم تنزیل السجدہ کے بعد مکے مین نازل ہوئی ہے اور اسکے بعد سورۂ حاقہ اور سورۂ معارج نازل ہوئی ہین اور حسن بصری رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابیون کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورۃ مدنی ہے اور اسمین تیس آیتین ہین موافق صحیح حدیث کے جو صحاح مین حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک سورۃ ہے حق تعالیٰ کی کتاب سے جسکی کل تیس آیتین ہین ایک شخص گنہگار کی شفاعت مین اسقدر اصرار اور ہٹ کیا کہ اسکو جہنم کے گڑھے سے نکال کے بہشت مین داخل کیا اور وہ سورۂ تبارک الذی ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت آئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین دوست رکھتا ہون اس بات کو کہ یہ سورۃ ہر مسلمان کے دل مین ہو یعنے اس سورۃ کو چاہیے کہ ہر مسلمان یاد کرے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی روایت سے ثابت ہوا ہے کہ مردے کو جب قبر مین رکھتے ہین اور عذاب کے فرشتے آتے ہین تو یہ سورۃ اس مردے کی حمایت کرتی ہے اور ان فرشتون کو منع کرتی ہے اگر وے پانون کی طرف سے ارادہ آنے کا کرتے ہین تو ادھر سے انکو منع کرتی ہے اور کہتی ہے کہ مین ادھر سے تم کو آنے نہ دونگی بواسطے کہ اس شخص نے کھڑے ہوکر مجکو نماز مین پڑھا تھا پھر اگر وے سر کی طرف سے ارادہ آنیکا کرتے ہین تو ادھر سے

بھی منع کرتی ہی اور کہتی ہی کہ اس شخص نے مجکو اس منھ سے پڑھا ہی سو مین تمکو اس طرف سے بھی آنے
نہ دونگی اور اسی طرح داہنے اور بائین سے بھی منع کرتی ہی اور کہتی ہی کہ ان دونون طرف سے بھی تمکو
آنے نہ دونگی اسواسطے کہ اس شخص نے اپنے سینے مین مجکو یاد رکھا ہی اور حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ
عشا کی نماز کے بعد اس سورۃ کو دو رکعت نفل مین بیٹھکے پڑھا کرتے تھے اور حدیث شریف مین آیا ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر شب کو سونے کے پہلے اس سورہ کو ضرور پڑھتے تھے اسی اسطے اس سورۃ
کا نام حدیث شریف مین مانعہ و منجیہ و رواقیہ آیا ہی اسواسطے کہ اپنے پڑھنے والی کو قبر کے عذاب سے بچاتی ہی
اور نجات بخشتی ہی اور قیامت کے ہول اور صدمون سے محفوظ رکھتی ہی اور اس سورۃ کے ربط کی وجہ
سورۂ تحریم سے یہ ہی کہ سورۂ تحریم مین گھر کے انتظام اور بندوبست کی شرطین بیان ہین کہ آدمی کو
اپنی عورتون اور گھر والون کے ساتھ کس طرح گذران کرنا چاہیے اور اگر اسکے اہل و عیال کسی گناہ مین مبتلا ہون
اور دوزخ والونکے کام کرنا شروع کرین تو اس شخص پر لازم ہی کہ انکو اس راہ سے روکے اور اس راہ پر
چلنے نہ دے اور اس سورۃ مین خدائی اور شاہنشاہی کے دستور اور آئین کو بیان کیا ہی اور اس سورۃ مین ایک گھر
کی ریاست کا انتظام مذکور ہی اور اس سورۃ مین تمام جہان کی ریاست کا انتظام مذکور ہی اور ادنے سے
اعلی کی طرف ترقی کرنے کا قاعدہ یہی ثابت کرنا چاہتا ہی کہ وہ سورۃ پہلے ہو اور یہ اسکے بعد ہو اور یہ بھی
ہی کہ اس سورۃ مین دوزخ کی آگ کی صفت اس مضمون سے بیان فرمائی کہ وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ یعنے
ایندھن دوزخ کا آدمی ہی اور پتھر اور عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ
یعنے اس دوزخ پر مقرر ہین نے رحم اور سخت فرشتے بے حکمی نہین کرتے اللہ تعالی کی جو حکم کرے انکو اور اس سورۃ مین
اس مضمون کو اس طرح سے بیان فرمایا ہی کہ إِذَا أُلْقُوا فِيهَا سَمِعُوا لَهَا شَهِيقًا وَهِيَ تَفُورُ یعنے جب
ڈالے جاوینگے اسی دوزخ مین تو اسکی آواز اور وہ جوش مین ہوگی اور یہ بھی ہی کہ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا
أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ یعنی پوچھینگے نگہبان دوزخ کے کیا نہین آیا تھا تم پاس کوئی ڈرانیوالا اور یہ دونون
مضمون آپس مین بہت قریب ہین اور اس سورۃ مین یہ بھی ہی کہ إِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ
حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ یعنی جب چھپا کر کہی نبی نے کسی اپنی بی بی سے ایک بات

پھر جبرئیل سے خبر دی اسکی اور بتا دیا اللہ نے نبی کو اور اس سورۃ میں مذکور ہے کہ وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ یعنی چھپا کر کہو اپنی بات یا ظاہر کر کے کہو مقرر وہ جانتا ہے سینوں کی بات کو اور اس سورۃ میں مذکور ہے کہ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ یعنی اگر غلبہ کرو گے تم دونوں پیغمبر تو اسکا مولیٰ یعنی کام بنانیوالا اللہ تعالیٰ ہے اور اس سورۃ میں مذکور ہے کہ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا یعنی تو کہہ وہ معبود رحمٰن ہے اسی کا ایمان لائے ہم اور اسی پر بھروسا کیا ہم نے اور یہ بھی اس سورۃ میں مذکور ہے کہ اپنی جورو کی خاطر داری کے واسطے اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیز کو کیوں اپنے اوپر حرام کیا تو نے اور اس سورۃ میں مذکور ہے کہ سلطنت اور حکومت سچی اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے پھر اسکے حکموں کے بدلنے میں اور انکی پیروی کرنا نہ چاہیے اسواسطے کہ حکم کرنا بادشاہ ہونے کے واسطے خاص ہے کسی کی خاطر کے واسطے بادشاہ کے حکم کے خلاف کرنا ہرگز درست نہیں ہوا اسی پر قیاس کر کے اگر مناسبت کی وجہ کو ڈھونڈھیے تو بہت نکل سکتی ہیں اور اس سورۃ کا نام سورۃ الملک اسواسطے رکھا ہے کہ اس میں جو چیزیں حقیقی بادشاہ کے واسطے لائق ہیں انکو اس مالک الملک علی الاطلاق کے واسطے ثابت کیا ہے اور وہ بہت سی چیزیں ہیں چنانچہ خیرات کی کثرت اور انعام اور احسان کی زیادتی سو یہ تبارک کی لفظ سے سمجھی جاتی ہے اور دوسری قدرت کا عام ہونا یعنی سب چیز کو شامل ہونا یہانتک کہ مارنا اور جلانا بھی اختیار میں ہو جو کسی بادشاہ کی قدرت اور اختیار میں نہ تھا سو یہ مضمون وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کے لفظ سے اور خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ کے لفظ سے سمجھا جاتا ہے اور تیسری اپنی رعایا کے اور منصب داروں اور ملک کے حاکموں کے کاموں سے باخبر ہونا کہ یہ بھی سلطنت کے لوازموں میں سے ہے سو یہ بات لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا کے لفظ سے اور اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ کے لفظ سے سمجھی جاتی ہے اور چوتھی غلبہ اور عزت اور مرتبہ ہونا سو عزیز کی لفظ اس پر دلالت کرتی ہے پانچویں بخشش اور گناہوں کا معاف کرنا جو غَفُوْرٌ کے لفظ سے سمجھا جاتا ہے چھٹی اپنے اہل کاروں اور غلاموں اور نوکروں کے واسطے بڑی بڑی عالیشان مکان تیار کرنا سو یہ مضمون خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا میں پایا جاتا ہے

ساتوین آسمانون کی رعایا مین کسی طرح کی کمی بیشی اور تفاوت نکرنا جو مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ کے مضمون سے بوجھا جاتا ہی آٹھوین ملک کے شہرون کو آراستہ کرنا اور شیشے بندی اور روشنی کرکے زینت دینا سو یہ بات اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ کے مضمون سے بوجھی جاتی ہی نوین دشمنون کے مقابلے کے واسطے لڑائی کا سامان جیسے توپ بندوق گولہ بارود قیدخانہ پیادے تیار رکھنا سو یہ مضمون وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّیٰطِیْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِیْرِ اور سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَذِیْرٌ مین پایا جاتا ہی دسوین بہت سے اسباب سرفرازی اور حرمت کے اپنے دوستون اور فرمان بردارون کے واسطے تیار رکھنا جو اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِیْرٌ کی آیت سے بوجھا جاتا ہی اور اَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ مین پے درپے تین آیتون تک دو مضمون تاکید کے طور پر بوجھے جاتے ہین گیارھوین وحشی اور پالو جانورون کو قوشخانہ مین رکھنا سو یہ مضمون اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ سے بوجھا جاتا ہی بارھوین ملک مین امن اور غلہ کی ارزانی اور رزق اور روزینے اور درملے اور سالیانے کی وسعت اور کشادگی کرنا سو یہ مضمون ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ مین اور بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ تک ان سب آیتون مین یہی مضمون بوجھا جاتا ہی تیرھوین یہ بات کہ کسی کو قدر نہ بڑھانا جو ان گاؤں کے مردودون اور نکالے ہوون کو بٹھاوے یا حمایت اور طرفداری کرے ان بارگاہ کے محروم اور بے نصیب کو کچھ روزی پہونچاوے یا کچھ دیوے کہ اسکا کوئی کام نکلجاوے یا کسی طرح سے اسکو نفع پہونچاوے سو یہ مضمون اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ کی آیت بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ تک بوجھا جاتا ہی اور یہ سورۃ رحمانیات کی سورتون سے ہی یعنی جن مین اسم ذات کے مقام پر رحمٰن کی لفظ کو لائے ہین جیسے سورۂ انبیا اور سورۂ یٰسین اور سورۂ مریم اور سورۂ طٰہٰ اور سورۂ حاقہ اور سوا انکے بھی اور سورتین ہین اسی طرح یعنی سورتین ثانیات ہین یعنی ان تین ذات کے مقام پر رب کے نام کو لائے ہین جیسے سورۂ ہود اور سورۂ یوسف بڑی سورتون مین اور سورۂ والفجر وغیرہ چھوٹی سورتون مین ہین واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تبٰرک الذی بیدہ الملک بڑی برکت والا ہی نام پاک اُسکا جسکے قبضۂ قدرت مین ہے
سلطنت آسمان زمین کی اور جو ان دونون کے درمیان مین ہی اب بیان پر جاننا چاہیے کہ اذکار عشرہ
یعنی دس ذکر جیسے تسبیح یعنی سبحان اللہ اور تحمید یعنی الحمد للہ اور تکبیر یعنی اللہ اکبر اور تہلیل یعنی لا الٰہ الا اللہ
اور توحید یعنی وحدہ لا شریک لہ اور حوقلہ یعنی لا حول ولا قوۃ الا باللہ اور حسبلہ یعنی حسبی اللہ اور بسملہ
یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم اور استعانت اور تبارک یہ دس ذکر ہر شریعت مین مختلف لفظون
سے رائج اور معمول ہین چنانچہ قرآن شریف مین یہ ذکر یعنی تبارک کا دو سورتون کی ابتدا مین واقع
ہوا ہی ایک سورۃ اور دوسری سورۃ فرقان اور تحمید کا ذکر پانچ سورتون کی ابتدا مین ہی اول
سورۂ فاتحہ دوسری سورۂ انعام تیسری سورہ کہف چوتھی سورہ سبا پانچوین سورۂ فاطر اور تسبیح
کا ذکر سات سورتون کی ابتدا مین ہی اول سورۂ بنی اسرائیل دوسری سورۂ حدید تیسری سورۂ حشر چوتھی
سورۂ صف پانچوین سورۂ جمعہ چھٹی سورۂ تغابن ساتوین سورۂ سبح اسم اور اس ذکر کی حقیقت اللہ
تعالی کے انعامات اور احسانات کی کثرت کا ملاحظہ کرنا ہی جو ہر ہر ذرہ مین فی الجملہ عالم سے جلوہ گر
ہین اور یہ بات ہمیشگی کے ساتھ پائی جاتی ہی کبھی جدا نہین ہوتی اسواسطے کہ برکت کے مفہوم مین
دونون چیزین داخل ہین ایک خیر کا پایا جانا اور دوسری ہمیشہ اس مین رہنا اسی واسطے جس مین خیر
پائی جاوے اُسکو مبارک نہین کہتے ہین بلکہ جس سے ایک بار یا دو بار خیر پائی جاوے اسکو بھی مبارک
نہین کہتے ہین بلکہ مبارک اسی کو کہتے ہین جسمین ہمیشہ خیر کا صدور پایا جاوے اور یہ بھی جاننا چاہیے
کہ تمام ان بے انتہا عالمون کے اصل یعنی جرد و عالم ہین ایک کا نام ملک ہے جسکو عالم اجسام کہتے ہین
وہ عرش سے فرش تک ہے اور دوسرے کا نام ملکوت جسکو عالم ارواح کہتے ہین وہ عالم اعلی سے
نفس ناطقہ انسانیہ تک ہے اور اس مالک علی الاطلاق کا حکم ان دونون عالمون مین بادشاہون اور
مالکون کے مانند جاری ہی سو اس مالکیت اور تصرف کے اعتبار سے عالم ملک اپنے مالک کا

وصف تبارک کی لفظ سے بیان کرتے ہین سو اسطے کہ یہ لفظ ہمیشہ کی کثرت خیر پر دلالت کرتی ہے اور
یہ بات ظاہر ہے کہ یہ عالم روز بروز زیادتی اور ترقی پر ہے اور ہر ساعت اور ہر لمحہ مین کیسین عجیب و
صفتین غریب اور نادر جو علم الٰہی مین پوشیدہ ہین ظاہر ہوا کرتی ہین اور تسخیر اور گھیر لینے کے اعتبار سے عالم
ملکوت اپنے ارادے کی خواہش سے ان مالک الملک کا وصف تسبیح کے لفظ سے کرتے ہین جو تنزیہ
اور تقدیس کے معنون مین ہے یعنی ہر عیب سے اسکی ذات پاک ہے چنانچہ سورۂ یٰسین کے آخر مین فرمایا ہے
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ یعنی پاک ذات ہے اسکی جسکے قبضۂ قدرت مین ہے حکومت
ہر چیز کی اور یہ تسبیح کے لفظ سے ذکر کرنا سو اسطے ہے کہ تنزہ اور تقدس عالم ارواح کے مناسب ہے اور
جب تبارک الذی کے جملے کے بیان کرنے سے قدرت الٰہی کے عجائبات کی طرف عالم ملک
مین ظاہر اور محسوس ہین اور امکان کے پردے سے نکل کر وجود کے میدان مین جلوہ گر ہو رہے ہین اور وے
اسقدر ہین کہ شمار اور گنتی کی حد سے باہر ہین تمام اشارہ ہو چکا تو اب بیان فرماتے ہین کہ تصرف
اور تدبیر اللہ تعالی کی اس عالم مین جو چیز کہ موجود اور محسوس ہے اسی پر منحصر نہین ہے بلکہ جسپر صفت
امکان کی صادق آسکتی ہے اور کہہ سکتے ہین کہ یہ ممکن ہے اگرچہ وہ چیز امکان کے پردے مین چھپی ہو
لیکن قدرت اللہ تعالی کی اسکے ساتھ متعلق ہے یعنی یہ کہہ سکتے ہین کہ وہ اس پر قادر ہے چاہے
تو ظاہر کردے وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور وہ یعنی اللہ تعالی ہر چیز پر قادر ہے وہ چیز موجود
ہوا ہو معتاد ہوا ہو اور یہی وجہ ہے کہ موجودات کی امکانیہ صورتون کی انتہا نہین ہے اور
اسکی قدرت کے خزانے اسقدر معمور اور پر ہین کہ انکی گنتی اور شمار کوئی نہین کر سکتا چنانچہ
دوسری جگہ خود فرمایا ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُہٗ وَمَا نُنَزِّلُہٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ
یعنی جو چیز ہے اسکے خزانے ہمارے پاس بھرے پڑے ہین اور نہین اتارتے ہین ہم اسمین سے
مگر ایک اندازہ کے ساتھ جو معلوم ہے یہان اب غور کرکے دیکھا چاہیے کہ یہ کثرت ہر چیز کے خزانون
کی کسی بادشاہ کے واسطے متصور نہین ہو سکتی چنانچہ یہان پر کتنے کارخانے اس کی قدرت
کاملہ کے بیان کیے جاتے ہین انکو خوب غور اور تامل سے دیکھا چاہیے کہ کیا کیا اسکی قدرت کے

عجائب اور غرائب نشانیاں ظاہر ہوتی ہیں تاکہ انکو دیکھیں اور سمجھ کے اُسکی بادشاہت کی وسعت تمھارے
ذہنوں میں کچھ در آوے اور ایک تھوڑی سی معرفت جو اُس جناب پاک کی طرف رجوع اور متوجہ ہونے کا
سبب ہو سکے تمکو حاصل ہووے اب اُن کارخانوں میں سے پہلے اپنی نوع اور قسم کے کارخانے کو جو خاص سرکار
کے چیلے ہیں خوب غور اور فکر سے دیکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی برکت نے اِن بات کو چاہا کہ ایک قسم کو اپنی
مخلوقات سے اپنی قدرت اور اختیار کا ظل اور نمونہ بناوے اور خاص اپنے علم اور شعور کی روشنی سے
کچھ اسکو عنایت کرے تاکہ اپنے اختیار سے ہمیشہ نیک بات کرنے میں اللہ تعالیٰ کے خُلق کی صفت کے ساتھ
مشابہت پیدا کرے سو اسطے کہ سوائے انسان کے جتنے اور مخلوقات آتی ہیں وہ بہت نیک بات کے کرنے
میں اس قسم کا اختیار نہیں رکھتے بلکہ انسے نیک بات جو ہوتی ہے یا تو وہ اِن میں اختیار محض ہوتے ہیں جیسے
آسمانوں کی گردش اور عناصر اور معادن اور نباتات کی تاثیر کہ یہ بات یعنی تاثیر انکے اختیار
میں نہیں ہے یا کچھ ضعیف اختیار رکھتے ہیں لیکن وہ اختیار طبیعت اور عادت کے طور پر ہوتا ہے اسی سبب سے
وہ بھلائی اور برائی کے سزاوار نہیں ہوتے ہیں اور نیکو بیاں انکی ہمیشہ نہیں ہو سکتیں جیسے حیوان یا اختیار
رکھتے ہیں لیکن یہ میں بیوقوف ہیں اپنے خاوند کے سامنے بے اختیاروں کی طرح سے مقہور جیسے فرشتے
اور کام کرنے والی روحیں اس سبب سے انسان کی قسم کو حق تعالیٰ نے پیدا کیا اور قدرت اور
اختیار اور شعور اور رجحان جیسی چاہیے ویسی اُسکو دی تاوہ انسان ایسے کام کرے جنکی تاثیر ہمیشہ ہے
اور عالم کی آبادی کا سبب ہو پھر ایسی نر اور قسم کو پیدا کر کے اپنا خلیفہ کیا اور اُسکو اُسی کے طور پر محتاج
کر کے چھوڑا پھر اُسکے واسطے کوئی چیز ایسی چاہیے جو اُسکو نیک بات کی طرف رغبت دلاوے اور
بری خواہشوں اور برائیوں سے اُسکو باز رکھے سو اللہ تعالیٰ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ
ایسا قدرت والا بادشاہ ہے جس نے موت اور زندگی کے سبب سے تم اختیاری کاموں پر قدرت پاؤ اور
موت کے سبب سے اُن کاموں کے نیک آثار ظاہر ہووے پس یوں بوجھنا چاہیے کہ زندگی گویا بیج اور کام
کے درخت کی پیدائش کا سبب ہے اور موت اُن درختوں میں پھل لگنے اور اُسکے آثار ظاہر ہونے کا سبب ہے اور یہ
عجیب اور غریب حق تعالیٰ نے سو اسطے کی ہے لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا تاکہ تم کو جانچے کہ

کون تم مین سے بہتر اور اچھا ہی کام کرنے مین اور نیک عمل کرنے مین کہ جو کے تفاوت کے سبب سے تمھاری شایستگی کے مرتبے بھی اپنے خالق کے ساتھ گھٹ بڑھ جاتے ہین جسقدر خلوص نیت اور للہیت نیک کام مین زیادہ ہوگی اُسیقدر اللہ تعالی کی برکت کا ظہور تم مین زیادہ ہوویگا پس اس تدبیر سے برکت کہ جسکو اللہ تعالی نے بویا ہی تاکہ حاصل اُسکا ایک عالم کی آبادی کا سبب ہووے اور اُس عالم کا نام آخرت ہی اور یہ تدبیر بلاشبہ اُن بڑے خزانے والون کی تدبیر کے مانند ہی جو چاہتے ہین کہ اپنے خزانے کو کھیتی یا تجارت سے بڑھاوین تاکہ ایک نگاہ دوسرا پیدا ہووے اور صنعت دوسری حاصل ہووے پس ان دونون تدبیرون مین فرق اتنا ہی کہ خزانے والے اپنے خزانے کے بڑھانے مین دوسرون کی طرف محتاج ہوتے ہین اور وہ مالک علی الاطلاق کسی کام مین دوسرے کی طرف احتیاج نہین رکھتا بلکہ اپنی بعضی مخلوقات کو بعضی سے ترکیب یا کیاس نقش کی صورت ظاہر کرنے ہی سبب کر باوجود اس بات کے کہ اپنے بندے بڑی قدرت اور اختیار والون کو اُس نقش کے حاصل کرنے مین اسطہ گردانا ہی اور اُس کام کو اُن ہی کے ذمہ پر چھوڑ دیا ہی چنانچہ حدیث قدسی مین آیا ہے انما ھی اعمالکم احصیھا علیکم یعنی یہ تمھارے عمل ہین کہ جنکو ہم تم پر لیکن اُسکے غلبے اور عزت مین ہرگز خلل نہین پڑتا باسواسطے کہ ہر چیز کے اختیار کی باگ اپنے ہی قبضۂ قدرت مین رکھی ہی وھو الغنی الحمید اور وہی ہر ایک عزت والا کہ ویسی عزت کسی دوسرے مین متصور نہین ہوسکتی اور اگر ایسی عزت اُسکی نہوتی تو نافرمانی اور عصیان کی پاس مخلوق کو یعنی انسان کو کہ اپنا خلیفہ بناکر تصرف مین مختار کیا ہی موانعہ اور تنبیہ کرسکتا جیسے دنیا کے بادشاہ کہ اگر کسی کو اپنا نائب بناکر اور نیابت کی خلعت پہناکر بالکل اختیار دیتے ہین پھر اُس سے اُس منصب کا لینا دشوار ہوجاتا ہی اور ہرگز اُسکو موقوف نہین کرسکتے بلکہ اگر اُس سے کوئی خلاف یا اپنی نامرضی بات ظاہر ہوتی ہی تو بھی اُسکو مواخذہ اور غصہ اور عذاب ہی نہین کرسکتے سو اللہ تعالی کی ذات اس نقصان سے پاک ہی اور باوجود اس عزت اور غلبے کے کہ اُس کا ملک الملک مین پایا جاتا ہی ایک صفت اور بھی ہی کہ الغفور بخشنے والا اور عیب ڈھانکنے والا ہی یعنی اپنے بندون کی نافرمانی

اور تقصیرون پر جھٹ پٹ نہین پکڑتا بلکہ مہلت دیتا ہی پھر اگر انھون نے اپنی تقصیر پر ہٹ کی اور نافرمانی کو اپنا پیشہ ٹھہرالیا یہانتک کہ لائق مغفرت کے نہ رہی تو البتہ انکو سزا دیتا ہی اب یہان دو سوال ہین جواب طلب پہلا سوال یہ ہی کہ موت کو حیات پر کیون مقدم کیا ہی اسواسطے کہ ظاہر مین پہلے زندگی ہی اسکے بعد موت ہی اسکا جواب ہی کہ عمل نیک ظاہر ہونے کا سبب حقیقت مین موت ہی اور اس جگہ پر منظور نیک عمل کا امتحان ہی پس عمل پر مطلع کرنا تو اصل مقصود موت ہوئی اسواسطے کہ مقصد کا سبب ہے اور زندگی اسکا وسیلہ ہی اسواسطے کہ زندگی اس کام کا سبب ہے جو وسیلہ ہی وَلِلْمَقَاصِدِ تَقَدُّمٌ مَّبْنِيٌّ عَلَى الْوَسَائِلِ وَإِنْكَانَ لِلْوَسَائِلِ تَقَدُّمٌ زَمَانِيٌّ عَلَى الْمَقَاصِدِ یعنی مقصد کا رتبہ مقدم ہی وسیلہ کے رتبے پر اگرچہ وسیلہ کا وجود تقدم ہوتا ہی مقصد پر اور دوسرا جواب ہی کہ موت عالم ملک مین ذاتی ہی یعنی قائم بالذات ہے اور حیات عرضی یعنی قائم بالغیر اور ذاتی مقدم ہوتی ہی عرضی پر اور تیسرا جواب یہ ہی کہ موت کو حیات پر اسواسطے مقدم کیا کہ موت ہر وقت آدمی کے سامنے رہتی ہی اور وہ کبھی اس سے غافل نہین ہوتا چنانچہ حدیث شریف مین بھی وارد ہی کہ اَكْثِرُوا ذِكْرَ هَادِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتَ یعنی بہت یاد کرو اور پیش نظر رکھو موت کو دینے والی لذتون کو یعنی موت کو اور دوسری حدیث مین بھی ہی کہ بِئْسَ الْعَبْدُ نَسِيَ الْمَقَابِرَ وَالْبِلَى یعنے بہت برا وہ بندہ ہی جو بھول گیا قبرون کو اور سمجھین جو آدمی پر گذرتا ہی یعنی سڑ گل جانا اور نیست و نابود ہوجانا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی گئی ہی کہ موت سے دنیا کی موت مراد ہی اور حیات سے آخرت کی حیات اور دنیا کی موت پہلے ہی آخرت کی زندگی سے اور بعضے مفسرون سے یون منقول ہی کہ موت سے مراد نطفے کی حالت اور حیات سے مراد دنیا کی زندگی اور نطفے کی حالت زندگی کے پہلے ہوتی ہی اب اس تفسیر لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا کے ساتھ مناسبت اس طرح پر پوچھا چاہیے کہ پہلے تمکو مردہ کیا پھر زندہ کیا تو تمکو لازم ہی کہ اس بات کو بوجھ لو کہ تمکو ہر موت کے بعد زندگی ہی اور اپنے نیک عملون کا فائدہ اس زندگی مین تمکو پہونچنا ہے اور بدعملون کی سزا مین گرفتار ہونا ہی سو تمکو چاہیے کہ اس بات کو سوچ کے نیک عمل کے کرنے مین کوشش کرو اور بدعملون سے اپنے تئین دور رکھو اور **دوسرا سوال**

یہ ہی کہ موت کے پیدا کرنے کے کیا معنی اسواسطے کہ موت نام ہی زندگی کے جانے کا اور جانا ہر چیز کا نیست
ہوجانا اُس چیز کا ہی اور یہ مخلوق نہین ہی پس پیدا نہ کرنا ایک چیز کا یہی اُسکے نیستی کے بیان مین کافی
ہی۔ اُسکا جواب یہ ہی کہ موت اور حیات کے درمیان مین نسبت عدم اور ملکہ کی پائی جاتی ہے
اسواسطے کہ اپنی خواہش اور ارادے سے حرکت کرنے کا نام حیات ہی اگرچہ وہ حرکت اُسکی بقرار ہی سے
ہو جیسے ہم کہ خود بخود بھیر جاتا ہی اور اوپر آتا ہی اور جو چیز کہ لیاقت حرکت کی رکھتی ہو پھر اُس سے
حرکت اپنے ارادے سے نہو سکے اُسکا نام موت ہی اسی واسطے لکڑی اور پتھر کو مُردہ نہین کہتے ہین
اور ملکے کا عدم ہونا اس طور سے ہی کہ بالکل عدم ہو نہین سکتا بلکہ کچھ وجود کا شائبہ اور بو اُس مین باقی ہوتی ہی
یہی سبب ہی کہ جو محل اُسکی قابلیت کی لیاقت نہین رکھتا اُسمین موت نہین پائی جاتی پھر جب اُسمین
شائبہ وجود کا پایا گیا تو قابلیت مخلوق ہونے کی بھی اُسمین پائی گئی جیسے حیات مین اور دوسرا جواب
حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہی کہ موت اور حیات کی خلقت سے اُن دونون
کی صورت مثالیہ مراد ہی اسواسطے کہ عالم مثال مین موت کو چت کبری بکری کی صورت پر پیدا کیا ہی
کہ جب کسی چیز پر اُسکا گذر ہوا اور اُسکی بو اُسکے دماغ مین پہونچتی ہو اُسی وقت وہ مر جاتی ہی اور حیات کو
ابلق گھوڑے کی صورت پر پیدا کیا ہی کہ جب کسی چیز پر اُسکا گذر ہوا اور اُسکی بو اُسکے دماغ مین پہونچی ہی
وہ چیز زندہ ہوگئی اور یہی وجہ ہی کہ حدیث صحیح مین وارد ہی کہ قیامت کے دن بعد داخل ہونے
بہشتیون کے بہشت مین اور دوزخیون کے دوزخ مین موت کو بکری کی صورت پر لاکر ذبح
کر ڈالین گے تا کہ دوزخ والون کو غم دوتا ہو وے اور بہشتیون کو بے انتہا خوشی حاصل ہووے
اور سامری کے قصے مین بھی واقع ہی کہ اُسنے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ابلق گھوڑی پر سوار دیکھا اور
اُسکے سُم کے نیچے سے ایک مٹھی خاک اُٹھائی تھی اور اُسکو بچھڑے مین جو قبطیون کے زیور سے
بنایا تھا ڈالدی تھی اور اُسکو ایک طلسم بنا کر اپنا معبود قرار دیا تھا اور حدیث شریف مین وارد ہی
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس آیت کو پڑھا اور اپنے اصحاب سے کہا کہ تم کو کہ کون
احسن عملا تو آپ نے اُسکی تفسیر مین ارشاد فرمایا کہ اکثرکم احسن عقلا اور ورع عن محارم اللہ

وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ یعنی کوئی تم میں سے بات عقل کرو اور بہت دھیرے بولو اللہ تعالیٰ کے محارم سے
اور جلدی کرنے والا اللہ تعالیٰ کی بندگی میں یعنی نیک عمل سے لفظوں کی کثرت مراد نہیں ہے بلکہ آداب
کی رعایت کرنا اور اپنے نفس کو ممنوعات سے باز رکھنا مراد ہے اسواسطے کہ گناہ جب عبادت میں
پایا جاتا ہے تو اُس عبادت کے اثر کو ضعیف کر دیتا ہے پھر اب اُس سلطنت کی عمارتوں کو اور
عالی بناؤں کے کارخانے کو غور سے دیکھا چاہیے اور وہ ظاہر ہے کہ عالم ملک میں نہایت
کمال درجے کی پیدائش آسمان ہے اسواسطے کہ کوئی چیز ایسی مضبوط اور سڈول اور آراستہ سب چیزوں
سے برابر دنیا میں پائی نہیں جاتی سو وہ اللہ تعالےٰ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ
ایسا بادشاہ قدرت والا ہے جس نے پیدا کیے سات آسمان تاکہ ہر آسمان سے ایک فیض خاص عالم
پر نازل فرماوے اور اس فیض کو آدمی میں اس آسمان کی صرف یا ستاروں کی طرف یا اُن دونوں
کی طرف جو اس آسمان سے تعلق رکھتی ہیں نسبت کریں اور اُس مالک علی الاطلاق کا فعل اُس
پردے میں چھپا ہوا رہے جیسے ظاہری بادشاہوں کی عادت ہوتی ہے کہ اپنے کاموں کو اہلکاروں
سے لیا کرتے ہیں اور اپنے فعل کو پردے میں چھپا رکھتے ہیں اور جاننا چاہیے کہ جو نعمت دنیا
میں پائی جاتی ہے اُسکا اصل و مبدا کسی آسمان سے علاقہ رکھتا ہے اور اُس آسمان کے رہنے والے
اُس نعمت کے پہونچانے کے واسطے پڑے ہیں اور ان آسمانوں کو جدا جدا بنایا تاکہ لوگوں فیض
پہونچنے میں اختلاف نزدیکی اور دوری کا واقع ہو بلکہ کیا ان ساتوں آسمانوں کو طباقاً
طبقے طبقے یعنے ہر آسمان اپنے نیچے والے آسمان کو محیط اور گھیرے ہوئے ہے اور جو فیض کہ اوپر
کے آسمان سے نازل ہوتا ہے وہ اس آسمان پر جو اُسکے نیچے ہے اول ہوتا ہے پھر جو اُسکے نیچے
ہے اسی طرح ہر نیچے کے آسمانوں پر نازل ہوتا ہوا بلکہ ہر آسمان کے فیض کو شامل ہوتا ہوا
زمین پر نازل ہوتا ہے یعنی ہر کہ ساتوں آسمانوں کو آپس میں طباق ایک دوسرے
کے بنایا تاکہ [illegible] موافقت [illegible] کسی طرح کا خلل و فساد دنیا کے حکموں میں
راہ نہ پاوے [illegible] کے فیض علوی کی تمامی کا سبب ہووے

یہی سبب ہے کہ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ میں دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی پیدائش میں
نہ عالم علوی اور نہ عالم کون و فساد میں یعنی دنیا میں مرئی تفاوت کسی طرح کا تفاوت
اور نقصان نہ حکمت کی رعایت میں اور نہ آرائش میں اور نہ کسی چیز سے تاثیر و اثر کے
صادر ہونے میں جو مطلوب ہیں اگرچہ تفاوت کہ ظاہر میں پایا جاتا ہے سو وہ صورتوعیہ
کی طبیعتوں کے مختلف ہونے کے سبب سے اور اختیار والوں کے ارادے اور
خلائش مختلف ہونے کے سبب سے ہے اور یہ تفاوت میں حکمت اور جہاں داری
کا مقتضا ہے اگر یہ تفاوت نہ ہوتا تو عجیب عجیب آثار اور غرائب اور ترکیبیں ظاہر نہ ہوتیں
سو اے سننے والے اگر اس امر میں تجھ کو کچھ بھی شک و شبہہ ہو اور اس تفاوت
کو اسکی حکمت کی رعایت کے نقصان کا موجب سمجھے تو فَارْجِعِ الْبَصَرَ پس
پھیر اپنی آنکھ کو عالم علوی کی طرف اسواسطے کہ اعلیٰ اور پیدا ہونے والی اور فاسد
ہونے والی چیز کا وہی ہے اور جب تک چیز کی اصل پر نظر نہیں کرتا ہے تب تک
اُس چیز میں کسی طرح کا نقصان متصور نہیں ہو سکتا هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ کیا
دیکھتا ہے تو عالم علوی میں کوئی شگاف یا دراڑ جو اسکی حکمت کے نقصان پر
دلالت کرے اور اگر ایک مرتبہ کے دیکھنے میں تجھکو تشفی اور خاطر جمعی حاصل
نہ ہو اور تو کہے کہ پہلی نظر کا اعتبار نہیں تو ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ پھر پھیر اپنی عقل کی
آنکھ کو اور اس عالم کے احوال کو دیکھ کَرَّتَیْنِ دو بار کہ یعنی مکرر دیکھ
یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا پھر آویگی نظر تیری تیری طرف
ہانکی ہوئی اور رکھدی گئی گویا اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کی دلیلوں میں نقصان
تلاش کرنے والے کو ہانکتے ہیں وَهُوَ حَسِیْرٌ اور وہ نظر تھک گئی اور
عاجز ہوئی پس یہ امر صریح دلیل ہے اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز میں حکمت کو
دوست رکھتا ہے تو تمہارے اعتقاد کی کمزوری بھی اسی بات کو

دوست رکھتا ہی کہ اچھی وجہ سے جسقدر کہ ممکن ہی واقع ہووین اور پائے جاوین اور کسی طرح کا نقصان اور رخنہ جو حکمت کے خلاف ہو پایا نجاوے تاکہ اپنے خالق سے حتی المقدور مشابہت حاصل کروا ور اس آیت مین اسم ذات کی جگہ رحمن کے لفظ کو اسواسطے لائے ہین کہ عالم کی پیدایش مین حکمت کی رعایت کرنا سب نعمتون کا مبدا ہی اور یہ انعام کا عام ہونا رحمانیت کی صفت کا اثر ہی جو عموم رحمت کے معنون مین ہی اور اس جگہ پر جاننا چاہیے کہ آسمان کا جوہر بسیط ہی یعنی مرکب نہین ہی عناصر اور مرکبات عنصریہ کے جوہرون کے سوا جسطرح پانی اور آگ اور ہوا اور خاک کو نہین کہہ سکتے ہین کہ فلانی چیز سے مرکب ہین اسی طرح آسمان کو بھی نہین کہہ سکتے کہ فلانے جوہر سے مرکب ہی اور جو وہ ہین کہ حضرت کعب الاحبار وغیرہ سے آئی ہین کہ دنیا کا آسمان پانی کی موج ہی کہ بے لگاؤ کھڑا ہی اور دوسرا آسمان سفید موتی کا ہی اور تیسرا آسمان لوہے کا ہی اور چوتھا آسمان تانبے کا ہی اور پانچوان آسمان چاندی کا ہی اور چھٹا آسمان سونے کا ہی اور ساتوان آسمان یاقوت سرخ کا ہی سو یہ سب مشابہت اور تمثیل کے طور پر ہین یعنی اگر آسمانی جوہرون کو دنیا کے جوہر معلومہ سے تطبیق اور تمثیل دیوین تو یہ جوہر فلانے آسمان کے ساتھ مشابہ ہوگا اور یہ فلانے کے ساتھ چنانچہ اسی طور کی تطبیق اور تشبیہ کے سبب سے آفتاب کو زرین یعنی سنہرا اور چاند کو سیمین یعنی روپہلا خیال کرتے ہین اور دن کو شعب یعنی سفید اور رات کو ادہم یعنی سیاہ کہتے ہین اور جب حکمت کی رعایت کے بیان سے اور عالم علوی اور عالم سفلی کی عمارت کے کارخانے کی عمل کی مضبوطی کے بیان سے فرغت پائی اور اتنا معلوم کرلینا ضرور ہی کہ عالم علوی کی بنائین بادشاہی توزک کے قائم مقام ہین اور عالم سفلی کی بنائین جو کائنات اور فاسدات کو شامل ہین سو عالم علوی کی نسبت سے شہر کے رعایا کے گھرون کے قائم مقام ہین تو اب ان سب بیانون کے بعد فرماتے ہین کہ اس عمارت کے حسن فانی کی تکمیل ملین اور ہر کام کو اچھی پوری حکمت کے ساتھ ادا کرنے مین کوئی نقصان باقی نہین رہا

خصوصًا عارضی بھلائیون اور زینتون کو بھی کمال کو پہونچایا ہی ہمنے اور ان ہی زینتون اور نکوئیون
کو دشمنون پر عذاب کا سبب اور چورون کے واسطے نگاہبانی کا سبب کیا ہی کہ اس سبب سے
چور اور ٹھگ ہرگز اس محل خاص کے نزدیک نہین ہوسکتے اور یہ ایک عجیب تدبیر ہے
جو کسی بادشاہ کو میسر نہین ہوئی یعنی ایک ہی چیز ہی کہ اسکو سلطنت کی زینت اور رونق
اور اسی کو دشمنون پر قہر اور عذاب اور چورون اور مفسدون پر سیاست اور نگاہبانی کا
سبب کردیا ہی چنانچہ ارشاد ہوتا ہی وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا اور تحقیق
زینت دی ہم نے دنیا کے آسمان کو جو زمین کے نزدیک ہی اور چاند اس مین پایا جاتا ہی
بِمَصَابِيحَ بہت چراغون سے جو اس آسمان کے اوپر درجہ بدرجہ اپنے اپنے
مقام مناسب پر لٹکے ہوئے ہین چنانچہ ثوابت یعنی وے ستارے جنکو حرکت نہین ہی وے
سب کرسی مین معلق ہین اور زحل ساتوین آسمان مین اور مشتری چھٹے مین اور مریخ پانچوین مین
اور سورج چوتھے مین اور زہرہ تیسرے مین اور عطارد دوسرے مین اور چاند پہلے مین
اور ان سب کی روشنی نے پہلے آسمان کو یعنی جو دنیا کے قریب اور سب کے نیچے ہے
روشن کر رکھا ہی اور زینت دی رکھی ہی یہان پر جاننا چاہیے کہ کسی مکان کو چراغون سے
زینت دینا اس بات پر موقوف نہین ہی کہ سب چراغ اسی مکان مین رکھے ہوون بلکہ اوپر سے
رسیون اور زنجیرون کو لگا کر قندیلون کو لٹکا دینا اسطور سے کہ اسکی روشنی سے وہ سب
مکان روشن ہوجاوے اسی کا نام زینت ہی اور اگر بہت سے چراغ اس مکان مین رکھدیے
جاوین تو انکی روشنی اکثر باہر جاویگی اس مکان کی چندان زینت نہووے گی تو اب
اس آیت سے سب ستارون کا دنیا ہی کے آسمان پر پایا جانا سمجھنا عرف کے خلاف ہے
اور حقیقت مین سب ستارون کے سبب سے زینت اسی دنیا کے آسمان کو ہی اسواسطے کہ یہ
سب کے نیچے ہی اور سب کی چمک اسی پر پڑتی ہی خصوصًا زمین والون کے دیکھنے مین کہ
سب آسمانون کی شفافیت اور صفائی کے سبب ایسا معلوم ہوتا ہی کہ سب ستارے

اسی آسمان مین ہین اور زینت مین یہی امر معتبر ہی جو سب آدمیون کے دیکھنے مین آوے نہ وہ جو واقعی
امر ہو جیسے چاندی پر سونے کا ملمع کر دیتے ہین تاکہ دیکھنے مین اچھا معلوم ہووے اور ایک چراغ
کو ہزارہین کے شیشے مین رکھتے ہین تاکہ بہت چراغ معلوم ہووے یہ اور زینت حاصل
ہووے اور دنیا کے آسمان کو اسواسطے خاص کر کے ذکر فرمایا کہ یہ آسمان عالم علوی کے دروازے
کے قائم مقام ہی جیسا دنیا مین بادشاہی توپخانہ کا حکم رکھتا ہی اور دروازے کو زینت اور زینت دیکر آراستہ
کرنا اور نگاہبان اور چوکیداروں کو دروازے پر مقرر کرنا بادشاہی توپخانہ کے موافق ہی اور اس
زینت کے بیان مین یہ بھی اشارہ ہی کہ آدمی کو بھی ایسے مرتبے دیکر ہم زینت دیتے ہین جو
اسوقت اسکی قدر سے زیادہ ہوتے ہین لیکن حقیقت مین وے مرتبے اسکے اوپر والون کے
مرتبے ہین جو اس مین ظاہر ہوتے ہین تاکہ جو کچھ اس مین استعداد پیدا کیگئی ہی آخر حال مین
ظاہر ہووے وَجَعَلْنَاهَا اور کر دیا ہمنے اُن چراغون کو توپ کے گولے کی طرح
رُجُومًا لِّلشَّيَاطِينِ سنگسار کرنے کو شیطانون کے جو خبرون کے سننے کے لیے
اور عالم علوی کی تدبیرون کی جاسوسی کے واسطے جاتے ہین تاکہ ان خبرون اور تدبیرون کو
زمین والون پر پہونچا دین اور اس سبب سے انکے عملون کو فاسد کر دین اور اپنے تئین اُن دیوتون کے
نزدیک تمہیر آلیہ کا شریک اور غیب کی جاننے والا ظاہر کر دین اور اُن لوگون سے اپنی
پرستش کراوین اور نذر نیاز اپنی اور اپنے پجاریون کی اُن سے لیوین اور سارون سے
شیطانون کو سنگسار کرنے کا طریقہ یہ ہی کہ دنیا کے آسمان کے ستارون کی روشنی سے فرشتے
انگارا سلگا لیتے ہین اور جو شیطان خبر دریافت کرنے کو آسمان کے قریب پہونچتا ہی اُسکو
اُن انگارے سے مارتے ہین اور آسمان دنیا کی خصوصیت اس کام کے واسطے اس سبب سے
ہی کہ اوپر کے آسمانون مین ایسا جسم کوئی نہین پایا جاتا جو اس کیفیت کو قبول کرے اور
ستارے کی روشنی اُس جسم مین تاثیر کر کے اُسکو روشن کرے اور اس جسم کو مثل انگارے کے کر دے
واسطے کوئی فاعل مین فاعل کے تغیر مین کرتا بجلاف نیلے آسمان کے کہ

یہان ہوا لطیف اور پاکیزہ اور بخارات اوپر چڑھتے ہوے جو اس کیفیت کو قبول کرین اور ستارون کی روشنی اُن مین تاثیر کرکے انکو اپنا سا بنا دے بہت سے موجود ہین اور یہ بات ثابت ہو کہ آفتاب کی شعاع اور تابش زمین اور پتھر پر زیادہ تاثیر کرتی ہو اور گرم کرتی ہو بخلاف آسمانون کے جسمون کے بلکہ ہوا کے کرے کے طبقون مین بھی اتنی تاثیر نہین کرتی اور اسکی گرمی ظاہر نہین ہوتی اسواسطے کہ وے جسم یہ قابلیت نہین رکھتے تو اب اگر کہا جاے کہ زمین اور پتھر کو اتنا استعداد اور قابلیت اسکی دی ہو کہ آفتاب کی تابش سے گرم ہو جاوین اور وجود آفتاب کے دور ہونے کے تو صحیح ہوگا اور جو حکیمون نے کہا ہو کہ اسفل کی طرف گلارون کی جو آسمان پر گرتے ہوے معلوم ہوتے ہین یہی بخارات زمین کے ہین جو اوپر جاکے اسطرح کے معلوم ہوتے ہین سو اسکے معنی یہ ہین کہ تاثیر کے قابل بھی بخارات ہین کہ ستارون کی روشنی سے فرشتے اُن کو روشن کر دیتے ہین یہ معنی اس کلام کے نہین کہ ستارون کی روشنی کو یا فرشتون کو اُن کے روشن کرنے مین کچھ دخل نہین ہو اسواسطے کہ اگر وے بخارات آگ کے کرے مین داخل ہوکر خود بخود روشن ہو جاتے تو اوپر چڑھنے مین اُنکو اور قوت حاصل ہوتی اور خط مستقیم سے بھی گذر جاتے اسواسطے کہ اس حالت مین اُن کی حرکت محیط طبعی کی طرف ہوتی یعنی کرۂ ناری کی طرف اور حال یہ ہو کہ اکثر دیکھا جاتا ہو کہ یہ بخارات بعد روشن ہونے کے کبھی نیچے اور کبھی بائین اور کبھی داہنے جاتے ہین اور حرکت عارضی اُن مین صریح دریافت ہوتی ہو اور صاف معلوم ہوتا ہو کہ یہ بات کسی دوسری چیز کے سبب سے اُن مین پائی جاتی ہو چنانچہ جنکو اس امر مین کچھ دخل ہو اور اُنھون نے تجربہ بھی کیا ہے اُن پر یہ بات خوب طرح سے ظاہر ہو وَاعْتَدْنَا لَهُمْ اور تیار کیا ہو ہم نے اُن شیطانون کی دوسری نافرمانیون پر جو اس چوری کے سوا ہین اسواسطے کہ متعلق ہو اُن کا اس سے گمراہ کرنا بنی آدم کا ہو عَذَابَ السَّعِيرِ عذاب دوزخ کی آگ مین جلنے کا اگرچہ یہ بھی آگ سے پیدا کیے گئے ہین لیکن انکے واسطے کہ یعنی اہل کو جو [illegible]

ترکیب پر مسلط اور غالب کرکے عذاب کرینگے اسواسطے کہ جب تک صورت مادے پر غالب ہے تب ہی تک بہتری ہے اور طبیعت کے موافق ہے اور جب مادہ صورت پر غالب ہوا تو بنیاد اور سب کاموں میں خلل واقع ہوا چنانچہ یہ امر مرض کے پیدا ہونے میں تجربے اور امتحان میں آچکا ہے کہ خون یا بلغم یا سودا یا صفرا کے غلبے سے آدمی کا مزاج بدل جاتا ہے اور مرض پیدا ہوتا ہے اور سب کاموں میں خلل آجاتا ہے باوجود اس امر کے کہ اصل آدمی کے بدن کی بھی چار خلط ہیں باقی رہے یہاں پر کتنے سوال جنکا جواب ضروری ہے پہلا سوال یہ ہے کہ اس سورۃ کے شروع سے یہاں تک حق تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کو غائب کے صیغے سے یاد فرمایا یعنے وہ اللہ ایسا اور ایسا ہے اور اس آیت میں غائب سے متکلم کی طرف التفات فرمایا اور یوں ارشاد ہوا کہ ہمنے ایسا اور ایسا کیا اس عبارت کے اسلوب کے تغیر اور پھیرنے میں کیا نکتہ ہے اسکا جواب یہ ہے کہ اس سورۃ کے شروع سے ایسے وصف بیان فرماتے ہیں جنکا ظاہر ہونا مخلوقات سے کسی طور پر متصور نہیں ہے جیسے زندگی اور موت کا پیدا کرنا اور آسمانوں کا بنانا تو وہاں پر متکلم کے صیغے سے بیان کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ سب انسان اور عقلمند اس بات کو جانتے ہیں کہ یہ کام سوائے اس ذات پاک کے کوئی نہیں کرسکتا اور اس آیت میں ایسے کام ذکر کیے ہیں کہ جنمیں آدمی کو بھی دخل ہے اور وے کام آدمی بھی ظاہر کرسکتا ہے جیسے قندیلوں اور چراغوں سے مکانوں کو آراستہ کرنا اور دشمنوں کو سنگسار کرنا اور دشمنوں کی خرابی کا اسباب جو درکھنا کہ یہ سب کام آدمی بھی کرتے ہیں تو یہاں پر متکلم کا صیغہ جو معرفہ کی قسموں میں انتہا درجے کی تعریف کو پہونچا ہے ذکر کرنا ضرور ہوا تاکہ کسی طرح کا شبہ باقی نہ رہے اور سب تفسیروں سے عجائب و غرائب ایک تفسیر اس آیت کی ہے جو بعضے ترے فقیہوں سے ذکر کی گئی ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ رجوما وہی گمانوں کے معنی میں ہے جیسے بولتے ہیں کہ فلانا یرجم بالغیب کہتا ہے یعنی بے اصل بات کہتا ہے اور اسکا گمان فاسد ہے اور شیاطین سے مراد نجومی ہیں کہ اپنی جھوٹی باتوں سے آدمیوں کے دلوں میں وہم اور

وسواس ڈالتے ہین اور جسکی تقدیم لازم ہی اسکی تاخیر اور جسکی تاخیر لازم ہے اسکی تقدیم مین
آدمیون کو گرفتار کرتے ہین تو معنی اس آیت کے اس تفسیر کی رو سے یون ہونگے کہ ہم نے
ان ستارون کو بنایا ہی بجو میون کے جھوٹ بولنے کا اسباب اور انکے غیب دانی کے
دعوے پر اور ستارون کی تاثیرون کے معتقد ہونے پر جلنے کا عذاب انکے واسطے تیار کیا
ہی ہم نے وَلِلَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ اور ان لوگون کے واسطے جو شیطانون
کے بہکانے سے اپنے رب سے منکر اور کافر ہوے ہین ایک دوسرا عذاب ہی جسمین
طرح طرح کی مصیبت اور تکلیف بھری ہوئی ہی اسواسطے کہ ان لوگون نے بھی اپنے
پروردگار کے انکار اور کفر سے قسم قسم کی برائیان اپنے مین جمع کی تھین اور وہ عذاب
عَذَابُ جَهَنَّمَ دوزخ کا عذاب ہی جسمین ہر قسم کا عذاب موجود ہی چنانچہ
آگ کی سوزش اور زمہریر کی سردی اور سانپ بچھوؤن کا کاٹنا اور زنجیر اور طوقون کا
پہننا اور پیٹ اور پیٹھ پر کھانا اور گرم پانی اور زخمون کا زرد پانی بہا ہوا پینا اور آگ کے
پہاڑ پر جسکا نام صعود ہی چڑھنا اور سوا اسکے بہت قسم کے عذاب ہین وَبِئْسَ
الْمَصِيرُ اور وہ دوزخ بری جگہ ہی پھر جانے کی اسواسطے کہ مکان کی برائی
دو قسم سے ہوتی ہی یا اس مکان ہی کے سبب سے ہوتی ہی جیسے تنگ مکان جس مین ہوا نہ آنے
کہ یہ برائی اس مکان کی ذات مین پائی جاتی ہی یا اس مکان کے رہنے والون اور مالکون
کے سبب سے ہوتی ہی جیسے ایک مکان کھلا ہوا اور کشادہ ہو لیکن دیو یا بھوت وہان رہتا ہو
کہ جو اس مکان مین جاوے اسکو ایذا دیوے سو دوزخ مین دونون قسم کی برائیان پائی
جاتی ہین یعنی دوزخ کی ذات وہان کے جانے والون کے ساتھ اس طرح سے پیش
آویگی کہ اِذَا أُلْقُوا فِيهَا جب یہ کافر اس دوزخ کے سامنے لائے جاوینگے اسمین
ڈالنے کے واسطے تو مرحبا اور استقبال اور تعظیم کی جگہ سَمِعُوا لَهَا شَهِيقًا
سُنین گے اس دوزخ سے ایک آواز بہت بڑی جیسے گدھے کی آواز لیکن اس آواز

اور اس آواز میں فرق ہوگا کہ گدھا بول کر چپ ہتا ہے وہی تَفُوْرُ اور وہ دوزخ
اور زیادہ جوش میں آویگی جیسے دیگ کا جوش کہ زیادہ ہوتا جاتا ہے اور اس آواز کرنے
اور جوش مارنے سے غصہ اور غضب اسکا کچھ کم نہوگا بلکہ ان کافرون کے دیکھنے سے
اسقدر اسکو غصے کی زیادتی ہوگی کہ تقاضے اور تمیز نزدیک ہوگی کہ ٹکڑے ٹکڑے
ہوجاوے اور کافرون پر آپڑے مِنَ الْغَيْظِ نہایت غصے سے اسواسطے کہ
یہ کافر بھی اس دوزخ کے پروردگار کو غصے میں لائے تھے اور رسولون کی زبانی اللہ
تعالیٰ نے جو پیغام انکے پاس بھیجا تھا سو اسکے سننے سے اسکو بھی نہایت غصہ آیا تھا
اور اپنے بندون پر اور اپنی رحم اور آئین پر نہایت کھمنڈ کرکے جوش اور خروش میں آئے
تھے اور جوش و خروش کی حالت میں غصے کے زیادہ ہونے کا سبب ہے کہ غصے میں
دل کا خون جوش میں آتا ہے اور یہ دستور ہے کہ جب خون جوش کرتا ہے تو جسم اسکا بڑھ جاتا ہے
اور اسکی مقدار زیادہ ہوجاتی ہے اور ہر عضو پھول جاتا ہے یہان تک کہ قریب پھٹنے اور ٹوٹنے
کے ہوجاتا ہے چنانچہ خون کی زیادتی سے جو وارم ہوتے ہین ان مین یہ بات بخوبی پہچانی جاتی
ہے اور اس دوزخ کے نگہبان اس طرح کے بداخلق اور طعنہ مارنے والے ہین کہ ایک مرتبے
کے طعنہ دینے اور سرزنش کرنے پر اکتفا کرنے بلکہ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ جب
ڈالے جاوینگے دوزخ مین کسی گروہ جو انکی دین مین شریک تھے اور اس نبی کی فرمانبرداری مین
قتل اور اسکے دین کے دستور اور آئین کے خلاف کرتے تھے اور اگر جہاں تم کے گروہ دوزخ
مین بہت سے ہونگے لیکن ڈالے جانے دوزخ کے اندر اگے پیچھے ہونگے اسواسطے کہ بعضے تقدیم کے
مستحق ہونگے اور بعضے تاخیر کے اور بعضے نیچے کے طبقے کے اور بعضے اوپر کے طبقے کے سزاوار
ہونگے حاصل کلام کا یہ ہے کہ دوزخ کے نگہبان بھروسا کرکے دوزخ مین بدون
اس بات کے کہ انکو مہلت اور فرصت دیوین طعن و تشنیع سے پیش آوینگے اور سَاَلَهُمْ
خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ پوچھینگے ان سے محافظان دوزخ کے

کیا دنیا میں کوئی ڈرانیوالا اور نصیحت کرنیوالا تمھارے پاس نہ آیا تھا جو اس بلا سے تمکو خبردار کر دیتا اور تم اپنے بچاؤ کی فکر کر لیتے سو اسلئے کہ عاقل اور دانا لوگ کوئی نوت کی بات اگر عوام بلکہ ادنی کے منھ سے جو سنتے ہیں تو اس سے بچاؤ کی تدبیر حتی المقدور کر لیتے ہیں اور اگر کوئی معتبر شخص سے ایسی بات سنتے ہیں پھر تو سنورانکی تدبیر کرتے ہیں ان نکاہبانوں کا قصد اس پوچھنے سے یہ ہوگا کہ اگر یہ لوگ رسولوں کے آنے کا انکار کرین تو ہمارا غصہ اور زیادہ ہو اور انکو خوب مار دھاڑ کرین اور کافر بھی یہ بات قرینے سے دریافت کرینگے کہ پوچھنے سے غرض انکی یہ ہے ناچار ہو کر سچ بول دینگے قَالُوا بَلٰی قَدْ جَآءَنَا نَذِیْرٌ کہینگے ہان آیا تھا ڈرانیوالا ہمارے پاس اور بہت لوگ ہم میں ہی اسکی بات سچی جانکر اسکے ساتھ ہو لیے تھے اور ہمکو بھی وہ لوگ ڈراتے اور سمجھاتے تھے اور انکا نام ہم نے ملا اور وہ ہمکو ناصح رکھتا تھا فَکَذَّبْنَا پھر جھٹلایا ہم نے ان سب کو باوجود ان باتکے کہ انکے ساتھ دلیلیں اور معجزے بھی تھے اور ایک کلام یعنے کتاب بھی ہمکو بتلاتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ کلام اللہ تعالی نے اتارا ہے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے تم سب کو ڈرایا ہے لیکن ہم نے ان کی بات کو نہ مانا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰہُ مِنْ شَیْءٍ اور کہا ہم نے کہ اللہ تعالی نے کچھ بھی نہیں اتارا ہے کسی کام کرنے کا حکم کیا ہے اور نہ کسی کام سے منع کیا ہے اور نہ کسی اچھی بات پر ثواب کا وعدہ دیا ہے اور نہ کسی بری بات پر عذاب کا اور نہ کچھ پند اور نصیحت کی ہے اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ کَبِیْرٍ تم لوگ نہیں ہو مگر بڑی گمراہی میں پھنسے ہوئے کہ اللہ تعالی پر جھوٹھ باندھتے ہو اسواسطے کہ آدمی حق تعالی کی طرف جھکیں اور اسکی عبادت میں مشغول ہوویں تو دنیا میں کوئی فتنہ اور فساد اور لڑائی اور جھگڑے سب جاتے رہیں اور اس جھوٹھ باندھنے کو تم سمجھتے ہو کہ اللہ تعالی ہمیں ہم سے راضی ہوگا اسواسطے کہ یہ بات ہم اسی لیے واسطے کرتے ہیں اور اسی کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ جھوٹھ باندھنا بہت

بری چیز ہی جس سے ہوا اور اب ہمکو معلوم ہوا کہ ہمارا گمان غلط تھا اور ہم ہی گمراہی میں پھنسے
تھے جو پیغمبروں کو جھوٹا جانا اور نصیحت کرنیوالوں اور دوستوں پر بدگمانی کی اور وہ لوگ جو ہماری
بہتری کی بات کہتے تھے ہم نے نہ سنا اور کچھ بھی اپنی عقل کو دخل نہ دیا اور ان لوگوں کے
حال میں ہمنے کچھ غور اور فکر نہ کی کہ وہ لوگ جھوٹے بہانے کرتے تھے وَقَالُوا لَوْ كُنَّا
نَسْمَعُ اور کہتے تھے کہ اگر ہم لوگ انکی بات سنتے اور جو معجزے انکی سچائی پر گواہی دیتے
تھے انکو مانتے اور جو خبریں ثواب و خوف کی باتیں اور شرع کے حکم جو وے کہتے تھے انکو سچا
جانتے اور نَعْقِلُ یا جیسے ہم کہ پیغمبروں سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اچھی اور سچی
باتیں ہمکو پہنچائی ہیں مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ نہوتے ہم دوزخ کے
رہنے والوں میں یعنی ہم تم جیسے ظالم رہتے اور جو اللہ تعالیٰ کی تکلیفوں اور حکمتوں کی کہ لیلیں
یعنی قسم کی ہیں کچھ نقلی یا عقلی یعنی جو کان سے سنی جاتی ہیں یا عقل سے دریافت کیجاتی
ہیں اسی سبب سے ان دونوں پیرون میں یعنی معجزات اور عقلیات میں تامل اور فکر نہ کرتے
ہیں کہ نقلی اور بعضے مفسرون نے نَسْمَعُ کو تقلید پر اور نَعْقِلُ کو تحقیق اور اجتہاد
پر حمل کیا ہے کہ ان دونون لفظون سے یہی مراد ہے اسواسطے کہ یہ دونون صفات کی
لازم ہیں اور صاحب کشاف نے کہا ہے وَمِنْ بَدَائِعِ التَّفَاسِيرِ أَنَّ الْمُرَادَ لَوْ كُنَّا
عَلَى مَذْهَبِ أَهْلِ الْحَدِيثِ أَوْ هُمْ يَقُولُونَ لَوْ نَاجِي مَا كُنَّا فِي حَضِيضِ یعنی اور یہ
اس آیت کی یون تفسیر کرنا کہ مراد اس آیت سے یہ ہے کہ اگر ہمنے ہم محدثون کے مذہب پر عمل
والون کے یعنی فقیرون کے مذہب پر توجہ نہ کی ہم دوزخ میں نہ پڑتے اسکے بعد اعتزال کے تعصب سے
بعض معتزلی مذہب کی جانبداری کے سبب اس تفسیر کے باطل کرنے میں بہت ہاتھ پانون
مارے ہیں اور بڑی لمبی چوڑی تقریر کی ہے لیکن وہ سب جانبداری اور ناانصافی سے بھری ہوئی
ہے قابل لکھنے کے نہیں ہے کہ علما اسکی طرف التفات نہیں کرتے ایسی پوچ تقریر ہے کہ علما کے دیکھتے ہی جواب
دینے کے قابل نہیں ہے حاصل کلام کا یہ ہے کہ وہ کافر دوزخ میں پڑینگے بعد پیغمبرون

کی سچائی اور اپنی گمراہی کا اقرار کرینگے فَاعْتَرَفُوا بِذَنْۢبِهِمْ پھر قائل ہوئے اپنے گناہ پر اور اقرار کیا کہ ہم نے پیغمبروں کو اور عقلوں کو ناحق جھٹلایا اور بڑے بڑے معجزے جن میں کچھ شک اور شبہہ نہ تھا ان سے بے وجہ انکار کی اور عقل کی بات سے بھی دور رہے اور جو بات کہ عقل کے خلاف کی لیکن اس وقت ان لوگوں کا ڈرنا اور قائل ہونا کچھ انکے کام نہ آویگا فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ پھر اب بہت دوری ہے آگ والوں کو نجات اور خلاصی سے اور اللہ تعالیٰ کی شفقت اور رحمت اس اقرار کرنے اور ڈرنے سے ہرگز انکے حال پر متوجہ نہوگی اور انکے گناہوں کی ہرگز بخشش نہوگی البتہ اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ بیشک جو لوگ ڈرتے ہیں اپنے پروردگار سے غائبانہ ہیں دیکھے دوزخ کے عذاب کے اور بدوں سنے اسکے جوش اور خروش کے اور بے دیکھے گرفتاری اور دھرپکڑ دوزخ کے موکلوں کی اور ابتدا اس دیکھنے کی موت کے وقت سے شروع ہوتی ہے اور ہر چند کہ خواہش اور غصے نفسانی کے غلبے سے بُرے کام انسے ہوئے لیکن اس ڈرنے کے سبب سے جو ڈر کے وقت یعنی دنیا میں کتے تھے اور وہی ڈر اس بُرے کام کرنے کے بعد ندامت اور شرمندگی کا سبب پڑتا تھا اور انکو نجات کے دریا میں ڈبو دیتا تھا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ انکے واسطے بخشش ہے ان گناہوں سے جو خواہش اور غصے کے غلبے سے انسے ہوگئے تھے وَاَجْرٌ كَبِيْرٌ اور ثواب بہت بڑا اس انکے ڈرنے پر اور برائی سے شرمندہ ہونے پر چنانچہ دوسری جگہ فرمایا ہے وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ یعنی اور جو شخص ڈر الکھڑا ہونے سے سامنے اپنے پروردگار کے اسکے واسطے دو باغ ہونگے اور حقیقت میں ذات پاک پروردگار کی اسی لائق ہے کہ بن دیکھے اس سے ڈرا چاہیے اسواسطے کہ پوشیدہ ہونا ہی شخص سے اسوقت غفلت اور بیخبری کا سبب ہوتا ہے کہ اس شخص کو اسکے قول اور فعل پر پوشیدگی کی حالت میں خبر نہو اور اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے کہ کوئی چیز چھپی ہوئی اس سے غائب نہیں ہے اسکا علم سب کو گھیرے ہوئے ہے وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ اور پوشیدہ کرو

اپنی بات کو اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ یا پکار کر کہو اس بات کو اللہ تعالیٰ دونوں کو جانتا ہے اور
سنتا اِنَّهٗ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ بیشک وہ اللہ جانتا ہے سینے کی باتوں کو بہت
مفسرین نے روایت کی ہے کہ قریش کے کافر بڑائیاں اور بدگوئیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی اور اسلام اور قرآن کی اپنی مجلسوں اور محفلوں میں طعن کے طور پر بیان کیا کرتے تھے اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی یا الہام سے وہ سب باتیں معلوم ہوتی تھیں اور جب ان
کافروں سے ملاقات ہوتی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انسے کہتے کہ تمنے فلانے روز فلانی مجلس
میں ایسی بری بات ہم کو کہی تھی یہ بات تم کو مناسب نہ تھی ایسی باتیں سنکر کافر حیران ہوتے تھے
پھر آپس میں تقید کیا کہ جب کچھ ذکر اس قسم کا منظور ہو تو پکار کر مت کہا کرو بلکہ آہستہ آپس میں
کہا کرو ان کافروں کو گمان اس بات کا تھا کہ کوئی شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستداروں میں
سے ہماری مجلس میں ہوتا ہے اور وہ اس بات کو ان تک پہونچا دیتا ہے حق تعالیٰ جل شانہ نے
یہ آیت بھیجی اور ارشاد فرمایا کہ یہ حق تعالیٰ کا علم ہے کہ چھپا اور کھلا آہستہ اور پکار کر کہنا سب
اسکے نزدیک برابر ہے بلکہ جو تم دل میں کچھ منصوبہ کرتے ہو وہ بھی حق تعالیٰ جانتا ہے
اور اگر اس بات کو تم چھپا جانتے ہو اور یہ خیال آتا ہے کہ بے نزدیک اور حاضر ہونے کے
کس طرح کوئی ہمارے قول و فعل کو معلوم کریگا خصوصاً وہ چیزیں جو ہم دل میں سوچتے ہیں
اور ہر گز ان کو زبان پر نہیں لاتے وہ باتیں کس طرح کسی کو معلوم ہونگی تو ہم کہتے ہیں
اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ کیا نہیں جانتا ہے وہ جس نے اس سوچ اور فکر کو تمھارے دلوں میں
پیدا کیا اور باتوں کو تمھاری زبان سے نکلوایا اور اٹھنا بیٹھنا چلنا تمھارے ہاتھ پیر کو سکھلایا
بلکہ وہ جانتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ پیدا کرنا کسی چیز کا بدون اسکے احوال کی تفصیل جانے ہوئے
ممکن نہیں ہے اگر وہ یہ کہیں کہ ان چیزوں کو ہم نے آپ پیدا کیا ہے نہ خدا نے جیسا معتزلیوں
اور بلکاؤں کا مذہب ہے تو اسکے جواب میں ہم کہیں گے کہ اس بات سے تو خود معتزلہ اور سلکا بھی
قائل ہیں کہ جو چیزیں واقع اور ظاہر ہونیوالی ہیں ان کا علم مجرد ان کو ضروری ہے

وَهُوَ اللَّطِيفُ اور اللہ تعالیٰ سب مجردات سے زیادہ لطیف ہے کہ کسی طرح مادے سے
علاقہ نہیں رکھتا پھر اس قسم کے مجرد کو نفس الامر اور واقع ہونیوالی حقیقتوں کا نہ معلوم ہونا
کسی طرح متصور نہیں البتہ اتنا ہے کہ متوجہ ہونا اور التفات کرنا ان حقیقتوں کی طرف انکے
ظاہر کرنے کے واسطے ضروری اور شرط ہے سو وہ اللہ تعالیٰ الْخَبِيرُ بڑا خبردار ہے کہ ہر ذرے
کے احوال کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور کسی وقت کسی ذرے کے احوال سے اُس کو غفلت
نہیں ہوتی پھر دوسرے اُسکے کارخانے کی طرف جو اُسکی بادشاہت کے کارخانوں میں سے
ہے نظر اور غور کرو کہ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا وہ اللہ تعالےٰ
ایسا فیاض اور فیض بخش ہے کہ کر دیا تمھارے واسطے زمین کو تابعدار اور تم کو زمینداروں اور
جاگیرداروں کے مانند اس زمین پر آباد کیا اور جو کچھ زمین میں ہے جیسے کانیں جواہرات کی
اور چشمے اور بڑھانیوالی قوتیں اور جانور جو تمھارے کام آوین جیسے گائے بیل اونٹ گھوڑا
گدھا ان سب کو تمھارے قبضے میں کر دیا تاکہ تم ان جانوروں کو اپنے کام میں لاؤ اور
کھیتی اور باغ اُنکے سبب سے تیار کرو اور کنوئیں اور چشمے کھودو اور بناؤ اور پانی اُن سے نکالو
اور عمارتوں کو آراستہ کرو فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا پھر چلو اُس زمین کے کندھوں پر
سوداگری کے واسطے اور ایک ملک کی چیز دوسرے ملک میں لیجانے کے واسطے
اور سیر اور تماشے اور ہر ملک کے خواص اور پانی اور ہوا پہونچانے کے واسطے وَكُلُوا
مِن رِّزْقِهِ اور کھاؤ اللہ تعالیٰ کے رزق دیے ہوئے سے جو زمین سے نکلتا ہے
سو تم سب اس معاملے میں کسانوں اور عملداروں اور پٹیلوں کے قائم مقام ہوئے کہ تمھاری
تنخواہ تمھارے ہی ہاتھ کے کام سے نکلتی ہے لیکن باوجود ان سب باتوں کے تم لوگوں سے
مطلوب ہے کہ بادشاہ کا حق بھی ادا کرتے رہو اور مسکینوں اور محتاجوں اور یتیموں اور راہیوں کو
بھی دیتے رہو کہ یہ لوگ بھی تنخواہ داروں کے مانند ہیں اور بادشاہی سند کے وسیلے سے
تم سے اپنی تنخواہ مانگتے ہیں سو تم کو چاہیئے کہ انکو محروم اور بے نصیب نہ رکھو واسطے کہ

عملداری کی مدت تمام ہونے کے بعد آخر تمکو یہاں سے جانا ہی اور اسکے حامل اور رفع
سے ہاتھ اٹھانا ہی وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ اور اسی کی طرف زندہ ہوکر اٹھ جانا ہی پھر ایک
ایک کا تم سے حساب سمجھے گا اور جو جو کچھ تم نافرمانیاں تم سے ہوئی ہونگی اُن پر تمکو پکڑیگا اور آپ
غرور مست کرنا اور دھوکا مت کھانا کہ تم زمین کا مالک و مختار کردیا ہی اور زمین تمھارے
طوع پر چھوڑ دیا ہی کہ جو چاہو سو کرو اور یہ بھی مت سمجھنا کہ لشکر اسکا یعنی تدبیر کرنیوالی روحیں اور فرشتے
آسمانوں پر ہیں اور آسمان ہم سے ہزاروں برس کی راہ دور ہیں یا گر وہ فرشتے اور روحیں ایما دکریں
کہ ہمارے گناہ پر ہمکو تنبیہ کریں اور کچھ سزا دیویں تو بسبب دوری کے ایسا نکر سکینگے اگرچہ اللہ تعالے
کا حکم بھی ہماری تنبیہ کے واسطے صادر ہووے اَاَمِنْتُمْ کیا نڈر ہو گئے تم مَنْ
فِی السَّمَآءِ اس شاہنشاہ سے جسکی سلطنت کا ظہور اور اسکے فرمان بردار خادم آسمان پر
ہیں اور تم بوگنہگار ہیں پھر اتنی دور سے کس طرح تمھارا انتظام کرسکینگے سو یہ خیال تمھارا
فاسد ہی نڈر مت ہو اَنْ یَّخْسِفَ بِکُمُ الْاَرْضَ اس بات سے کہ دھنسا دے تم کو
زمین میں جس طرح اپنے زمین پر حاکم بنے پھر رہے ہو اور نہیں پوچھتے کہ جس نے تم کو زمین پر سوار کیا ہی
وہ چاہی زمین کو تم پر سوار کردی فَاِذَا ہِیَ تَمُوْرُ پھر کیا کہ وہ زمین ہلنے اور دریا کی طرح
موج مارنے لگے اور تم کو اپنے اندر لیکر موج کے تھپیڑوں سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے پھر بالکل
نیست اور نابود ہو جاؤ اور اگر یہ جو ہی دلیل روشن کے پھر بھی تم اپنی نادانی سے آسمان
کی دوری کے سبب سے زمین پر اسکا حکم جاری ہونے میں کچھ شک اور شبہہ رکھتے ہو
تو ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ کیا نڈر ہو گئے تم اس شاہنشاہ
سے جسکی سلطنت کا ظہور آسمان پر ہی اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْکُمْ حَاصِبًا اس بات سے
کہ بھیجے تم پر ولی جیسے پہلے قوم عاد پر بھیجی تھی جس طرح اب بدلی سے پانی برستا ہی اور اسکے سبب سے
تمھارے واسطے رزق کی پیدایش ہوتی ہی اسی طرح وہ چاہے تو پانی کی جگہ تم پر پتھر برسا دے
جو تمھاری ہلاکت کا سبب پڑے اور اگر فرض کیا جاوے کہ اس شاہنشاہ نے تمکو

دنیا میں چھوڑ دیا فَسَتَعْلَمُوْنَ پھر تم کو معلوم ہو جائے گا یعنی مرنے کے وقت جب پہلی منزل آخرت کے سفر کی ہو کہ کیف کیسے کیسے پتے ہاتھ سے ڈھیلے ہو لے اور اگر یہ کافر اس ڈرانے کی خبر تم سے نکر لقین نہ لاویں اور کہیں کہ ہم کو خدا اور تمہاروں سے پتھروں کا برسانا عادت کے خلاف ہے کبھی ایسا نہیں ہوا تو تم لقین جان لو کہ یہ کافر تمہارے جھٹلا کرنے پر اڑ گئے ہیں وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اور البتہ جھٹلا یا تھا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے ایسے عذاب کو جو عادت کے خلاف ہو جیسے قارون اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نے فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ پھر کیسی ہوئی انکار ہماری کہ قارون کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور قیامت تک دھنستا جاوے گا اور زمین نے اسکے واسطے دریا کا حکم پایا تھا سو اسکو غرق کر دیا اور موسیٰ کے لشکروں نے اسکو ادھر سے اُدھر اور اُدھر سے ادھر کرنی چاہی ہو اور حضرت لوط کی قوم پر کھنکر کی قسم کے پتھر برسے کہ جسکے سر پر گرتے تھے تو اسکے پیٹ سے نکل جاتے تھے اور اسکو ہلاک کرتے تھے اور اگر یہ لوگ باوجود ان قصوں کے سننے کے نہیں مانتے اور تمہارے خوف دلانے کو باور نہ کرتے ہیں کہ شنیدہ کے بود مانند دیدہ تم لقین جانو کہ یہ سب نہایت نادانی اور غفلت میں پھنسے ہوئے ہیں اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ کیا انہوں نے دیکھا نہیں اڑنے والی چڑیوں کی طرف ہوا میں جو ہماری بنائی ہوئی ہیں تمہارے واسطے اور اُن کی بھی ہماری ہی ہوا اور جو چیز مٹی سے پیدا ہوتی ہو تو کل اور بھاری ہے کہ جسے مرکز کا وقت پیچھے ہی گرنے کو چاہتی ہے لیکن یہ چڑیاں اللہ تعالیٰ کے حکم سے فَوْقَهُمْ اُن کے سروں پر رہتی ہیں وہ چڑیاں کچھ ایک گز دو گز ہوتی ہیں اور اُنکے دل میں جب گذرتا ہے تو ایسے زور سے چھوٹی پتھریوں کی طرح اڑتی ہوئی بلکہ صَافَّاتٍ صف باندھے سیکڑوں اور ہزاروں اڑا کرتی ہیں جیسے کبوتر اور مرغابی اور بگلے کہ انکا صف باندھکر اڑنا سب دیکھتے ہیں اور اگر یہ لوگ پھر کہیں کہ یہ چڑیوں کے پروں کی خاصیت ہے کہ ہوا میں ٹھہرتی ہیں اور تیرتی ہیں جیسے

دوسرے جانور پانی پر تیرتے ہین تو ہم کہتے ہین کہ اڑنے کی حالت مین کبھی پروں کو لھولتی
کبھی ہین وَيَقْبِضْنَ اور کبھی پروں کو بند بھی کر لیتی ہین پھر اس حالت مین بھی زمین پر
نہین گرتی ہین تو معلوم ہوا کہ انکا ہوا پر ٹھہرنا جو اُن کی طبیعت کے خلاف ہے فقط اللہ تعالی
کی قدرت سے ہے مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا الرَّحْمٰنُ نہین تھامتا ہے انکو ہوا پر مگر وہ ذات
جو رحمانیت کی صفت سے موصوف ہے اور یہی صفت چاہتی ہے کہ انکے نفع کی چیزین انکو پہنچین
سو وے نفعے ہوا کے طبقون مین پیدا کین تو جب تک انکو ہوا مین نہ رکھین وے نفعے انکو کس طرح
سے پہنچین سو حق تعالی اُنکی حاجتون کو دیکھتا ہے اور ایک غیبی تدبیر سے اُن نفعون کو ہوا
مین انکو پہونچا کر نگاہ رکھتا ہے اِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيرٌ بے شک وہ اللہ تعالی ہر چیز کو
دیکھتا ہے اور نفع اور ضرر ہر چیز کا جانتا ہے اور نفع لینے اور نقصان دور کرنے کی تدبیرین انکو
سکھلاتا ہے بس ان چڑیون کو جنکی اصل خاک ہے ہوا پر تھامے رکھنا اللہ تعالی کی قدرت کی
دلیل ہے دونون چیزون پر یعنے دھنسنے اور پتھر کے برسنے پر اسواسطے کہ دھنسنے کی حقیقت یہی
ہے کہ ہوا زمین کے ٹکڑون مین در آتی ہے اور انکو ہلا کر دبا دیتی ہے اور آسمان سے پتھر برسنا بھی
موقوف ہے اس بات پر کہ پہلے زمین سے اُن چڑیون کو جو پتھر ہو جانے کی صلاحیت رکھتی ہین
ہوا کے زور سے اوپر لیجانا پھر انکو اُس جگہ تھامے رکھنا یہان تک کہ بھاری پن مین پتھر کے
مانند ہو جاوین پھر انکو انکی اصل طبیعت کی طرف پھیرنا تاکہ اپنی طبیعت کی خواہش سے
زمین پر گرین بلکہ اگر تامل اور غور کیا جاوے چڑیون کے احوال مین تو معلوم ہو جاوے کہ انکا
حال اُن دونون سے عجیب تر ہے اسواسطے کہ اگر کوئی شخص اپنے تئین ہوا کے کرے مین خیال کرے
اور ہوا مین جانورون کے اڑنے کو غور باندھکر اور علیحدہ علیحدہ ایک کے بعد ایک کو ملاحظہ کرے
تو یہی اسکو یقین ہوگا کہ زمین سے بدلی اٹھتی ہے اور پتھر برساتی ہے اور زمین کے ٹکڑے
آسمان کی طرف دوڑے آتے ہین اور اس طرح کے عجائب اور غرائب زمین کے دھنسنے
اور آسمان سے پتھر برسنے مین نہین پائے جاتے اسواسطے کہ ان دونون صورتون

مین زمین کے جز نیچے کی طرف حرکت کرتے ہین تو معلوم ہوا کہ اس زمین اور آسمان کے شاہنشاہ کی پکڑ سے انکا بے خوف اور بے دہشت ہونا کچھ انکی عاجزی کے وہم سے نہین ہے بلکہ ان کو اس بات کا وہم سمایا ہے کہ ہم اس کا مقابلہ کر سکتے ہین سو اب اُن سے پوچھا چاہیے کہ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ بھلا ایسا کون شخص ہے کہ وہ تمھارا لشکر ہو سکے اور نوکرون کی طرح تمھارے دشمن کے مقابلے مین ہر وقت حاضر ہو کر یَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ مدد کرے تمھاری رحمن کے مقابلے مین آکر اور اگر یہ لوگ اپنی بیوقوفی اور نادانی سے کہ بیٹھین کہ ہان ہمارے معبودون اور شیطانون کا ایک لشکر ہے کہ جب کام آپڑیگا تو حق تعالیٰ کے عذاب کو ہم سے دفع کر دیگا تو یقین جان لینا کہ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍ نہین ہین یہ کافر مگر فریفتگی مین پھنسے ہوئے کہ حقیقت کو چھوڑ کر ظاہر پر فریفتہ ہوئے ہین اور اسباب کو مسبب کے مقابلے مین کرتے ہین اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ بھلا کون ہے ایسا شخص جو روزی دے تم کو اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ اگر بند کر دے حق تعالیٰ اپنے رزق کو یا رزق کے اسباب کو جیسے پانی کا برسنا اور ہوا کا چلنا اور سورج کی گرمی اور چاند کی خنکی اور غلہ اور جانور جنسے کھیت کو جوتتے اور سینچتے ہو اور یہ بات ظاہر اور سب جانتے ہین کہ اگر ایک بھی سبب رزق کا ان اسبابون سے بند ہو جاتا ہے جیسے پانی اگر نہ برسے تو ہر گز انکے بُت اور معبود اسکو برسا نہین سکتے اور اُن کی مصیبت مین کام نہین آسکتے اور انکی فریادرسی نہین کر سکتے پھر اور اسباب کب ہو سکتے ہین بس معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کے مقابلہ کا جو انکو وہم ہے وہ باطل ہے کوئی اس درگاہ کے مردود کو مقبول نہین کر سکتا لیکن یہ احمق اپنی بے اصل باتون کو جھوٹھ نہین جانتے اور اپنی بیہودہ گوئی کو نہین بوجھتے بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّ نُفُوْرٍ بلکہ اڑے ہین شرارت اور سرکشی مین اور نفرت کرتے ہین حق بات کے قبول کرنے سے اور اصل اس بات کی یہ ہے کہ سیدھی راہ یہ لوگ بھول گئے ہین اور سفلی اسباب پر اپنی نظرون کو

روک رکھا ہی اور مسبب الاسباب سے بالکل غافل ہو گئے ہین تو اب ان سے پوچھا چاہیے کہ اَفَمَنْ یَّمْشِیْ مُکِبًّا عَلٰی وَجْهِهٖ کیا پھر وہ شخص جو اوندھا اپنے منھ کے بل چلتا ہی اور نیچے کی چیزین جیسے زمین اور جو زمین پر ہی اُسکے سوائے کچھ نہین دیکھتا اَهْدٰٓی بڑا راہ پانیوالا ہی اَمَّنْ یَّمْشِیْ سَوِیًّا یا وہ شخص جو سیدھی راہ چلتا ہی کھڑی ہو کر اور آسمان اور ستارے اور نشان اور منارے سب اُسکی نظر مین ہین چنانچہ یہ بات موحد کو حاصل ہی کہ ہر چیز کو مسبب الاسباب سے جانتا ہی سو وہ اس سبب سے عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ثابت ہی سیدھی راہ پر اور اسباب کو اسمائے الٰہیہ کا مظاہر یعنی جلوے ظہور جانتا ہی اور حق تعالیٰ کو بے اسباب کے مؤثر جانتا ہی اور اُسکی تاثیر کو اسباب کے ہونے پر موقوف نہین رکھتا ہی واسطے سب کاموں کی تدبیرین حکمت کی رعایت کرتا ہی اور اُنکے اسباب کی تلاش کرتا ہی لیکن تدبیر اور اسباب پر اعتماد نہین کرتا ہی بخلاف اُس شخص کے کہ فقط مسبب پر بھروسا کر کے تدبیر اور اسباب کو بیکار محض جانکر چھوڑ بیٹھا ہی تو گویا وہ شخص اسکی حکمت کے کارخانے کو نہین بوجھا ہی اور راہ متوسط چھوڑ دی ہے پھر اگر یہ کافر ایسی واضح دلیلون کے بیان کرنے سے بھی راہ پر نہ آوین تو اپنی کج فہمی سے اصل مطلب کو نہ سمجھین تو دوسری طرح سے انکو سمجھاؤ اور قُلْ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَكُمْ کہہ کہ وہ اللہ تعالیٰ ایسا مسبب الاسباب ہے جس نے پیدا کیا تمکو نیستی کے پردے سے نکال کر اس عالم مین لاکر موجود کیا اس نیستی کے عالم مین کوئی چیز ایسی نہ تھی جو تمھارے وجود کے ظہور کی خواہش کرتی واسطے کہ دنیا مین لڑکے کی پیدائش کے بڑے اسباب ماں باپ کا وجود ہی اور اُنکا آپس مین صحبت کرنا اور یہ بات سب کو معلوم ہی کہ لڑکے کی پیدائش مین ماں باپ کی صحبت کو کچھ تاثیر نہین ہی بہت لوگ برسون صحبت کیا کرتے ہین اور اولاد کی آرزو مین رہتے ہین لیکن یہ آرزو میسر نہین ہوتی اور لڑکے کے سب اعضا درست کرنے مین اور ہر ایک عضو کو اُسکے مناسب قوت دینے مین اور اُسکی شکل اور صورت ٹھیک کر دینے مین ماں باپ کی صحبت کو کچھ بھی دخل نہین ہی بس وہی خالق ہی کہ جس نے اپنی قدرت کاملہ سے تمکو پیدا کیا

وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ اور کردیے تمھارے
واسطے کان سُننے کو اور آنکھ دیکھنے کو اور دل بوجھنے کو سو ان ہی تینون چیزون سے تم نے
تمام دنیا کی چیزون کو دریافت کرنا شروع کیا اور ہر چیز کے سبب کو پہچانا اگر یہ تینون چیزین
نہوتین تو ہرگز تم کسی سبب کو معلوم نکر سکتے پس حقیقت مین ان سببون کو تم نے سبب گردانا ہی
والاحق تعالی کے کام ایک کے بعد ایک ہوتے چلے جاتے ہین کوئی سبب وہان درکار
نہین ہی قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ بہت تھوڑا تم شکر کرتے ہو اسواسطے کہ یہ دونون
حاستے یعنے آنکھ اور کان اور دل جو عقل و شعور کا مکان ہی اسواسطے تمکو دیے تھے کہ اُسکی
توحید کا حق ادا کرو اور مؤثر حقیقی فقط اُسی کو جانو اور اسباب کو اُسکی حکمت کے ظہور کا مقام
معلوم کرو لیکن تم نے اپنی نافہمی سے ایسی عمدہ چیزون کو یعنی آنکھ کان دل کو اسباب ہی
کے دریافت کرنے مین گنوایا اور اسقدر اسباب کے دریافت مین زیادتی کی کہ اُسکی توحید سے
بھی محروم رہے اور اُسکو تاثیر مین منفرد نہ جانا اور اگر اس طور کے سمجھانے سے بھی یہ لوگ
راہ پر نہ آوین اور اپنی بداعتقادی سے اسباب ہی کو مؤثر حقیقی جانین اور اس اعتقاد سے
نہ پھرین تو دوسرے طور سے اُنکو سمجھاؤ اور جو اُن کی بات سے اُن پر لازم ہوتا ہے
اُنکو اختیار کرو اور اُنکو الزام دو اور قُلْ کہہ کہ اگر جو تم کہتے ہو وہ صحیح ہی تو تمھارے کام
بھی تمھاری جزا کا سبب پڑینگے اسواسطے کہ هُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ واللہ تعالی ایسا
قدرت والا ہی کہ تمکو پیدا کرکے بکھیر دیا ہی فِي الْاَرْضِ زمین مین تاکہ طرح طرح کے کام
تم سے زمین پر صادر ہوون وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ اور اُسی کی طرف جمع کیے جاؤگے
تاکہ اپنے اپنے کیے کا عوض پاؤ تس سے معلوم ہوا کہ تمھارے کام بھی اُن ہی اسباب
مین سے ہین پھر اُنکو کیون بیکار اور بیفائدہ چھوڑتے ہو اور بُرے کامون سے ڈرتے
نہین ہو وَيَقُوْلُوْنَ اور کہتے ہین اس الزام کے جواب مین کہ اسواسطے ہم ان اپنے
عقلون کو معطل اور بیکار چھوڑتے ہین اور اُنکے سبب ہونے کا اعتقاد ہم کو نہین آتا تاکہ ہزارون

برس اور قرن گذر گئے اور ان عملون کی تاثیرین کچھ بھی ظاہر نہوئین لیکن تم لوگ ان عملون کی تاثیرون کے ظہور کا وعدہ بہت دور اور دراز کرتے ہو سو جب تک اس اپنے وعدے کا ایک وقت مقرر نہ کروگے تو ہم کب ایسے وعدے کو یقین کرینگے مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ کب ہوگا یہ وعدہ اگر تم لوگ سچے ہو اسواسطے کہ اگر حشر اور جزا اس وعدے کے موافق واقع ہووے تو تمکو سچا جانینگے اور اگر تمھارے کہنے کے موافق نہوئی تو تمھارا جھوٹھ ظاہر ہوجاوے گا سو انکی اس بات کے جواب مین قُلْ تو کہہ کہ ہم اس وعدے کو معین نہین کرسکتے اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اسکا علم نہین دیا بلکہ اس وعدے کو مبہم اور پوشیدہ رکھا ہے اور اُسکے مبہم اور پوشیدہ رکھنے مین ایک بڑی حکمت ہے وہ یہ ہے کہ اگر اسکے پہلے آنیوالی چیزون پر نگاہ کرکے جو بعد مرنے کے ہر شخص کو پیش آوینگی اسکو نزدیک بیان کرتے اور ہر شخص کو اُسکی موت کا ایک نشان مقرر کرکے بتلادیتے تو دنیا کا کارخانہ نہ چلتا اور سب کام معطل ہوجاتے اور موت کے خوف سے ہر شخص اپنے ہوش و حواس بجا نہ پاتا اور اگر اس وعدے کی انتہا یعنی خاص قیامت کے دن پر نظر کرکے اُسکے آنے کو دور بیان کرتے تو آدمی بے دہشت اور نڈر ہوجاتے اور بُرے کامون پر جُرأت اور دلیری کرتے اسواسطے کہ انسان کی جبلی اور پیدائشی یہ خصلت ہے کہ اپنے زمانے سے دور والی چیز پر التفات نہین کرتا اور اسکا ڈر اُسکے دل مین اثر نہین کرتا اسواسطے اسکا علم کسی مخلوقات کو عنایت نہین ہوا بلکہ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ نہین ہے اس وقت کا علم مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلکہ ہر شخص کی موت کا علم بھی اُسی اللہ تعالےٰ کے پاس ہے سو اُسکے کوئی نہین جانتا وَاِنَّمَا اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ اور نہین ہون مین مگر ایک ڈرانیوالا کھولکر یعنی قطعی دلیلون اور سچے معجزون سے اُسکے واقع ہونے کو ثابت کرتا ہون مین بھر باوجود ایسی دلیلون اور ایسے معجزون کے دیکھنے کے مجھے سچا نہ جانتا بلکہ میری سچائی کو اسکے وقت کے بیان کرنے پر موقوف رکھنا بڑی نادانی اور حماقت ہے

سوائے اسکے اُسوقت کا دریافت کرنا اور جاننا کافرون کے حق مین بہت بُرا ہے
چنانچہ جب اُس وعدے کا وقت آویگا اور کافر بھی اُسوقت زندہ کیے جاوینگے
فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً پھر جب دیکھینگے کہ وہ وعدہ نزدیک آپہونچا سِيْٓـَٔتْ
وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بدشکل کردیے جائین گے چہرے اُن لوگون کے جنہون نے
کفر کیا تھا اور سیاہی اور تاریکی اور غبار آلودگی اُن پر چھائیگی وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ
كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ اور کہا جائیگا یہ وہ چیز ہی جسکو تم بڑی خواہش سے طلب کرتے
تھے اور اگر یہ کافر کہین کہ یہ واقعہ جسکی تم خبر دیتے ہو اگر جسطرح تم کہتے ہو اسی طرح ہوا تو ہم
اور تم سب اس دن گرفتار اور ہلاک ہونگے اور سب کی روحین قبض ہونگی تو قُلْ
اَرَءَيْتُمْ کہہ کیا دیکھا اور فکر کیا تم نے اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ کہ اگر
ہلاک کرے مجکو اللہ تعالی اور اُن لوگون کو جو میرے ساتھ ہین موت سے یا پہلی بار کے صور
پھونکنے سے یا ہمارے گناہون کی شامت سے آخرت مین اَوْ رَحِمَنَا یا رحم کرے ہم پر اور
اپنی مہربانی سے بعد موت کے رحمت نصیب کرے اور پہلی بار کے صور پھونکنے تک
زندہ نہ رکھے اور آخرت مین سب تقصیرین ہماری معاف کردے اور ہمارے گناہون پر
ہمکو نہ پکڑے پھر تمکو اس سے کیا فائدہ تمھارا ڈر ان چیزون سے جانے کا نہین تمکو چاہیے کہ
اپنے بچاؤ کی فکر کرو اسواسطے کہ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ پھر کون ہی جو پناہ دے گا
کافرون کو مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ دکھ والے عذاب سے قُلْ کہہ تو کہ یہ سب باتین جو مین نے
بیان کی ہین سو فقط تمھارے انکار کرنے کے لحاظ سے نہین تو مجکو اسکی درگاہ سے نجات
اور ثواب کی بڑی امید ہی اسواسطے کہ هُوَ الرَّحْمٰنُ وہ ذات پاک بڑی رحم والی ہی
ہرگز اُسکی طرف سے وہ بات جو رحمت کے خلاف ہی ظاہر نہوگی ہان البتہ اگر ہماری
طرف سے کفر اور سرکشی پائی جائے اور اُسکی رحمت کو ہم غضب سے بدل ڈالین یا اسکی
توحید اور مؤثر حقیقی ہونے کے ہم قائل نہون اور بتون کی شفاعت پر یا دوسرے

وہمی سببون پر اعتماد کرکے اسکی نامرضی باتون کو بے باک ہوکے کرنے لگین ہم تو البتہ اُس کے
غضب کے سزاوار ہونگے سو ان چیزون مین سے ہم مین ایک بھی پائی نہین جاتی بلکہ اٰمَنَّا بِهٖ
ہم تو ایمان لائے ہین اُس پر وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا اور اُسی پر اعتماد اور بھروسا کیا ہی ہم نے
اور اسبابون مین سے کسی سبب پر ہم اعتماد نہین کرتے فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ
ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ سو اب قریب ہے کہ جان لوگے کہ کون ہی ظاہر گمراہی مین پھنسا ہوا ہم یا تم
اور اگر یہ کافر کہین کہ گمراہی ظاہر یہی ہی کہ تم مسلمان لوگ اسباب کو بیکار جانتے ہو اور ہم لوگ
اسباب کی تاثیر کے قائل ہین تو قُلْ اَرَءَيْتُمْ کہہ کیا تم فکر کرچکے ہو اور سوچ چکے ہو کہ
کوئی سبب آسمانی ہو یا زمین کا وقت پر کچھ کام آسکے سو اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ
غَوْرًا اگر صبح کرے پانی تمھارے چشمون اور کنوون اور دریاؤن کا زمین مین دھنسا ہوا یعنے
اگر سب پانی زمین مین غائب ہوجائے اور کوئی چیز اُس پانی کو زمین سے کھود کر نکال نہ سکے
فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ پھر کون لاویگا تمکو پانی جاری جو چشمے کے ملنے سے
ملتا ہی اور حال یہ ہی کہ پانی ایسی چیز ہی کہ ہر وقت درکار ہی اور جب کوئی سبب عالم اسباب سے
خواہ وہ سبب آسمانی ہو یا زمین کا ایسے ضروری کام کے حاصل کرنے مین کام نہ آیا اور بیکار
محض ہوا تو پھر کس طرح ہم اسباب پر اعتماد کرین اور کیونکر اسباب کے معطل اور بیکار ہونے کے
ہم قائل نہون بعضے لوگون سے یہ حکایت منقول ہی کہ ایک نادان حکیم نے یہ آیت سنی
اور کہا کہ اگر ایسا اتفاق ہووے تو ہم پھاوڑے اور کدالی کے زور سے پانی زمین سے
نکال لیوین یہ بات اُسکے مُنھ سے نکلتے ہی نزلے کا پانی کالا اُسکی آنکھون مین اتر آیا اور
دونون آنکھین اندھی ہوگئین اور ایک غیب سے آواز آئی کہ پہلے یہ کالا پانی اپنی آنکھ سے
دور کر اور بینائی کا سفید پانی اُسکی جگہ لے آؤ پھر زمین سے کنوان یا چشمہ کھود کر پانی نکالنا اور
حدیث شریف مین ہی کہ جو شخص اس اخیر کی آیت کو پڑھا کرے اسکو چاہیے کہ بعد اسکے یہ کہے
اَللّٰهُ يَاْتِيْنَا بِهٖ وَهُوَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ یعنی اللہ تعالیٰ لاویگا ہمکو پانی اور وہ پروردگار ہی سارے

تمام عالم کا اب اس سورت کی تفسیر مین کئی سوال جو عزنی کے دقیق اور ایک مطلبون کے دریافت کرنیوالے عالمون نے کیے ہین باقی رہ گئے ان مین سے پہلا سوال یہ ہے کہ حقتعالی نے جو کلکہ فرشتون کی زبان سے کلا اسکو یون بیان فرمایا کہ اَلَمْ یَاْتِکُمْ نَذِیْرٌ اور اسکے جواب مین دوزخ والون نے جو کہا اسکو یون بیان فرمایا کہ قَدْ جَآءَنَا نَذِیْرٌ اور اتیان اور مجی دونون لفظین آپس مین مرادف ہین یعنی دونون کے ایک ہی معنی ہین پھر فرشتون کے کلام کو اتیان سے اور دوزخیون کے کلام کو مجی سے بیان کرنے مین کیا نکتہ ہی جواب اس سوال کا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مین جسکا نام اتقان ہی بیان کیا ہی اور اس بیان سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ یہ دونون لفظین اگرچہ اصل معنون مین متحد ہین لیکن استعمال مین ان دونون لفظون کے فرق ہی اور وہ فرق کئی وجہون سے ہی سو ان آیتون کی مطابقت ہر ایک وجہ کے ساتھ بیان کرنے کو بڑی تفصیل اور طول طویل عبارت چاہیے اور وہ عبارت اس تفسیر مین کہ ابتدا سے اسکی بنیاد اختصار پر ہوئی ہی گنجایش نہین رکھتی لیکن تھوڑا سا مضمون جو اس تفسیر کے لائق ہی اور مطلب سمجھ لینے کو کفایت کرتا ہی بیان کیا جاتا ہی کہ اتیان کی لفظ ہر چیز مین مستعمل ہو سکتی ہی وہ چیز محسوس ہو خواہ غیر محسوس حقیقت مین پائی جاتی ہو خواہ فرض کرلیا ہو بخلاف مجی کی لفظ کے کہ اکثر اسکا استعمال اُن چیزون مین ہوتا ہی جو محسوس ہوتی ہین اور خارج مین پائی جاتی ہین اور یہی سبب ہے کہ حق تعالی کی تجلی دنیا مین جو عزت کے پردے مین چھپی ہوئی ہی اتیان کی لفظ سے تعبیر کی جاتی ہی جیسا کہ فرمایا ہی هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّاْتِیَهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ یعنی کیا منتظر ہین کہ آوے اُنکے پاس اللہ تعالی بدلون مین بدلیون کے اور حق تعالی کی تجلی قہری کو جو آخرت مین بے پردہ ہوگی مجی کی لفظ سے بیان فرمایا ہے قال اللہ تعالی وَجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا یعنی اور آیا رب تیرا اور فرشتے صف صف کی صف باندھے اور اکثر مقدر عذاب کو اتیان کی لفظ سے بیان فرمایا ہی جیسے اَتٰۤی اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ یعنی آپہونچا حکم اللہ کا پھر اسکی جلدی مت کرو اور جو عذاب کہ حقیقت مین آیا اور ظاہر ہوا ہے اُن کو اکثر

مجی کی لفظ سے بیان فرمایا ہی جیسے فَلَمَّا جَآءَهُمْ اَمْرُنَا وَجَآءَهُمْ بَاْسُنَا یعنی جب آیا
اُن پاس حکم ہمارا یا آیا ان پاس عذاب ہمارا سو ان آیتون مین ملائکہ کے کلام کو عام لفظ سے ارشاد
فرمایا یعنی کیا تم پاس کوئی ڈرانیوالا محسوس یا غیر محسوس حقیقت مین یا فرضی آیا تھا سو اسطے کہ
اسقدر مین الزام حجت کا ہوجاتا ہی اور مطلب دلیل سے ثابت ہوجاتا ہی اور بیخبری اور نادانی کا عذر دور
ہوجاتا ہی اور دوزخیون کے کلام کو مجی کی لفظ سے جو نہایت حسرت اور بڑے گناہ اور انتہا
درجے کی خطا کے ظہور پر دلالت کرتی ہی بیان فرمایا یعنی ڈرانیوالا ظاہر مین ہم پاس پہونچا تھا لیکن
ہم نے اسکو دیکھکر سن کے نہ مانا اور اس فرق کی تائید کرتا ہی جو سورۂ مریم مین ان دونون لفظون کا
استعمال آیا ہی اور حق تعالی نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے کلام کو اس سورت مین حکایت کے
طور پر نقل فرمایا ہی یٰٓاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ یَاْتِكَ اے باپ میرے مجکو آئی ہے خبر
ایک چیز کی جو تجکو نہین آئی اور اسی طرح سورۂ مومنون مین واقع ہوا ہی قال اللہ تعالے اَمْ جَآءَهُمْ
مَّا لَمْ یَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِیْنَ یعنی کیا آئی ہی اُن پاس خبر جو نہین آئی تھی اُنکے باپ دادون کے پاس جو
پہلے گذر گئے ہین اور ایک احتمال یہ بھی ہوسکتا ہی کہ جا بجا اس طور کے استعمال کو اختیار کرنا لفظ کے
سلامت رہنے کے واسطے ہو اسواسطے کہ ہمزہ متحرک ابتداء کلام مین اور ہمزہ ساکن انتہاے کلام مین
ثقیل ہوتا ہی چنانچہ جنکے ذہن صحیح اور سلامت ہین ان پر یہ بات پوشیدہ نہین ہی اور دوسرا سوال یہ ہے
کہ سورۂ انعام مین حق تعالی نے فوقانی عذاب کو تحتانی عذاب پر مقدم کیا ہی اور فرمایا کہ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ
عَلٰٓى اَنْ یَّبْعَثَ عَلَیْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ یعنی وہ اللہ تعالی قادر ہی اسپر کہ
بھیجے تمپر عذاب تمھارے اوپر سے یعنی آسمان سے یا تمھارے پیرون کے نیچے سے یعنی زمین سے اور
اس سورت مین تحتانی عذاب کو فوقانی عذاب پر مقدم کیا ہی اور فرمایا ہی ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ
اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ اور پھر اسکے بعد ارشاد ہوا ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْكُمْ
حَاصِبًا اِن دونون سورتون مین اس تقدیم اور تاخیر مین فرق ہونے کی کیا وجہ ہی اس سوال کا جواب

عَلَيْكُمْ حَفَظَةً یعنی وہ اللہ غالب ہے اپنے بندوں پر اور بھیجتا ہے تم پر اپنے نگاہبان سو اس آیت کے مضمون کی رعایت سے فوقانی عذاب کا مقدم لانا وہاں مناسب ہوا اور اس سورۃ میں اس آیت کے پہلے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِنْ رِزْقِهِ اور اس آیت کے مضمون کی رعایت سے تحتانی عذاب یعنی زمین سے علاقہ رکھتا ہے اسکا مقدم لانا بہت مناسب ہوا اور تیسرا سوال یہ ہے کہ صَافَّاتٍ وَيَقْبِضْنَ یہ دونوں لفظ ترکیب میں طیر کی لفظ سے حال پڑی ہیں پھر ایک حال کو اسم فاعل کے صیغے سے مفرد لانا اور دوسرے حال کو مضارع کے صیغے سے جملہ فعلیہ لانے کی کیا وجہ ہے یَصْفُفْنَ وَيَقْبِضْنَ کیوں نہ ارشاد ہوا یا صَافَّاتٍ وَقَابِضَاتٍ کیوں نہ فرمایا تاکہ دونوں میں مطابقت پائی جاتی اس فرق کی کیا وجہ ہے اسکا جواب یہ ہے کہ ہوا میں اڑنا پانی میں تیرنے کے مشابہ ہے اور ان دونوں کاموں میں ہاتھ پیر اور بازو کا کھولنا ہوتا ہے تاکہ چیرنا اور شق کرنا پانی اور ہوا کا آسان ہو جاوے اور اس حالت میں سمیٹ لینا ہاتھ پیر یا بازو کا ضرور ہے واسطے ہوتا جاتا ہے تاکہ طبیعت کو ہر وقت آرام حاصل ہوتا رہے اور نئی قوت پیدا ہوتی جاوے جسطرح دوڑی یا لڑی یا دوسرے جانور چست کرنے اور کودنے کے وقت سمٹ جاتے ہیں اور اسم فاعل کا صیغہ ہمیشگی اور ثبوت پر دلالت کرتا ہے اور جملہ فعلیہ مضارع کے صیغے سے تجدد اور حدوث پر تو گویا اس طرح ارشاد ہوا کہ چڑیاں ہوا میں صف باندھے اڑا کرتی ہیں اور پر اپنے کھولے رہتی ہیں اور کبھی کبھی پر سکوڑ بھی لیتی ہیں تاکہ پر کھولنے اور اڑنے کی اور زیادہ قوت حاصل ہووے جیسے پانی کے تیرنے والے کہ انکا بھی یہی حال رہتا ہے سو یہ فرق بغیر دونوں حال کے صیغے متغیر کیے ہوئے کیونکر سمجھا جاتا چوتھا سوال یہ ہے کہ قبر کے عذاب سے نجات حاصل ہونے کے واسطے اس سورۃ کی تخصیص کی کیا وجہ ہے اسکا جواب یہ ہے کہ قبر کا عذاب اکثر بداعتقادی کے سبب سے ہوتا ہے خصوصاً قبر کے سوال اور اپنے بدعملوں کی پرسش سے غافل ہونا اور دن رات نفس کی خواہش میں پھنسے رہنا اور بجا ستوں سے اپنے کو نہ بچانا کہ یہ چیزیں قبر کے عذاب کی سبب پڑتی ہیں

اور جو شخص کہ اس سورت کو معنی سمجھ کر پڑھتا ہی اسکو پورا یقین ہوتا ہی کہ موت کے بعد جو دنیا مین کیا ہی
اسکا حساب ہونا ہی اسواسطے کہ حق تعالی کا قول خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا
اسی بات پر دلالت کرتا ہی اور اس بات کا بھی اسکو یقین ہوتا ہے کہ حق تعالے سینے کے
بھیتر کے بھید اور دل کے پوشیدہ خیالات سے واقف ہی کچھ اُسپر چھپا نہین ہی اسواسطے کہ اس
آیت وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ یہی بات بوجھی جاتی
ہی سو جس شخص کو ان چیزون کا یقین ہو جاتا ہی تو البتہ اُسکے جوہر نفس کو بُرے خیالون کی تاثیر
کم ہوتی ہی اور بالکل اسکو خراب نہین کر سکتی اور یہ بھی ہی کہ قبر مین جاتے ہی پہلا صدمہ جو آدمی کو پہونچتا
ہی وہ ضغطہ قبر کا ہی اور اسکا دبانا یعنی مردے کے قبر مین پہونچتے ہی زمین مین حرکت پیدا
ہوتی ہی جیسے دریا مین موج اور اس حرکت اور موج کے تھپیڑون سے مردے کا حال تباہ ہو جاتا
ہی سو جب اس آیت کا مضمون یعنی ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ
تَمُوْرُ آدمی کے خیال مین رہتا ہی اور تلاوت اُسکی کیا کرتا ہی تو یہ خوف ہمیشہ اُسکے سامنے رہتا
ہی اور حق تعالی کے قول کے بموجب جو دوسری جگہ فرمایا ہی اور اسکے سچے وعدے کے
بموجب کہ اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ یعنے تحقیق جو لوگ
ڈرتے ہین اپنے رب سے بن دیکھے انکو بخشش ہی اور ثواب بڑا وہ شخص مستحق بخشش اور
معافی کا ہوتا ہی اور آخر کی آیت یعنی اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ
اور درمیان کی آیت یعنی اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا
عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ یہ دونون آیتین اس مضمون سے خوب مناسبت رکھتی ہین
چنانچہ یہ بات تامل اور فکر کرنے سے پوشیدہ نہ رہیگی اور آیت هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ
الْاَرْضَ ذَلُوْلًا بھی قبر کی راحت پر دلالت کرتی ہی بعضے معنون سے اور اس
سورۃ مین عذاب قبر کے دفع ہونے کے مقدمے مین دوسرے بھید بھی ہین سو وے
توضیح اور تشریح پر موقوف ہین اس مختصر مین اسکا بیان گنجایش نہین رکھتا لیکن اتنا بطور

اشارے کے کہا جاتا ہی کہ تبارک کی لفظ مین تامل اور غور کرنا چاہیے کہ اس مین ہمیشگی کی خیر کا
اور انعام اور احسان کا معاملہ بعد موت کے بھی جاری رکھنے کا اشارہ بوجھا جاتا ہے اور
آسمان کا ستارون کی قندیلون سے روشن کرنا اور اسکی روشنی کے سبب گرد نواح آسمان سے
شیطانون کو ہانکنا صاف اشارہ اس بات کی طرف ہی کہ آسمانی کیفیتین اور اسکے احوال
قبر کی تاریکی کو روشن کردینگے اور شیطانون کی شرارت سے بچالینگے اور اس تشویش کو
دور کرینگے بلکہ اگر ان معنون مین خوب غور اور تامل کیا جاوے تو بخوبی ظاہر ہوجاوے
کہ قبر کے داخل ہونے کے بعد زمین کا اوپر کا طبقہ قبر والے کے حق مین دنیا کے آسمان کا
حکم پیدا کرے گا اسواسطے کہ وہ طبقہ ہدایت کے چراغون سے روشن اور آراستہ
ہورہا ہی اور وہ چراغ انبیا اور اولیا کی نورانی روحین ہین جنکی روشنی کی چمک سے زمین منور
ہورہی ہی اور شیطانون کے دفع کے واسطے نیچے کے آدمیون سے مدد پہونچاتے ہین

سُوْرَۃُ نُوْن

اس مین باون آیتین اور تین سو چھ کلمے اور ایک ہزار دو سو پچانوے حرف ہین اور پہلی
آیتین اس سورت کی بلاشبہہ مکی ہین لیکن بعضی آیتون مین اختلاف ہی کہ مکی ہین یا مدنی اور شمار
مین اسکی آیتین پچاس ہین بلا خلاف اور باون ہونے مین اختلاف ہی اور اس سورت کے
نازل ہونے کا سبب یہ تھا کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خلعت نبوت سے سرفراز
ہوے اور آپ پر وحی آنا شروع ہوا اور وضو اور نماز کا طور آپ کو غیب سے سکھلایا گیا تب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دین حق کا ظاہر کرنا شروع کیا اسوقت حضرت خدیجہ اور حضرت
ابوبکر اور حضرت علی اور حضرت زید آپ کے متبنے جسکو ہندی مین لے پالک کہتے ہین
اور حضرت ام ایمن آپ کی خادمہ رضی اللہ عنہم یہ سب ایمان لائے اور نماز پڑھنا آپ کے
اہل بیت مین رائج ہوا اور یہ باتین نئی نئی جو مکے والون نے کبھی نہ دیکھی تھین ہر مکان اور ہر مجلس
مین نقل ہونے لگین اور اس بات کا چرچہ پھیلا بعضے بوالعجب کافرون نے کہنا شروع کیا کہ

وجود کا ظل ہی اور ان دونون کے درمیان مین حکایت اور محکی عنہ کا علاقہ ثابت ہی سو اسواسطے
کہ ظل کا مرتبہ اصل کے مرتبے سے متاخر ہی اس کارخانے کو اس سورت مین یعنی سورۂ نون مین
جو سورۂ ملک کے پیچھے ہی بیان فرمایا تاکہ اس بیان مین ظل اور اصل کے مرتبون کے تفاوت
کی طرف بھی اشارہ یعنی ظل کا مرتبہ اصل کے بعد ہی اسی واسطے اہل قلم کے کارخانے کو
دوسرے کارخانون کے بیان کے ساتھ پہلی سورت مین بیان نفرمایا اور سوائے اسکے ان
دونون سورتون کے مضمون مین بھی بیجا مناسبت ثابت ہی چنانچہ پہلی سورت مین فرمایا ہے
لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا اور اس سورت مین فرمایا إِنَّا بَلَوْنَاهُمْ كَمَا بَلَوْنَا أَصْحَابَ
الْجَنَّةِ اور اس سورت مین کافرون کا عذاب نزع مین اور اسکے موکلون کی جھڑکی حکومت
اور بادشاہت کے طور پر مذکور ہی اور اس سورت مین وے سب مضمون تصدی گری کے
طور پر بیان فرمائے ہین جیسے أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ أَمْ لَكُمْ كِتَابٌ فِيهِ
تَدْرُسُونَ أَمْ لَكُمْ أَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ یعنی کیا کرینگے ہم مسلمانون کو مثل گنہگارون کے
کیا تمھارے پاس کوئی کتاب ہی جسمین پڑھلیتے ہو کیا تمنے ہمسے قسمین لین ہین پوری پہونچتی
بس یہ مضمون صریح سوال مین لکھا پڑھی اور قول و قرار کے دست آویز طلب کرنے سے
اور یہ طور دفتر کے متصدیون کا ہی اور اس سورت مین ضروان کے باغ والون کا حال بھی
مذکور ہی اور وہ بھی متصدی گری کے قاعدے سے تعلق رکھتا ہی اسواسطے کہ جب کسی
گانون کے زمیندار یا کھیتی والے اپنے معمول کے خلاف کرتے ہین اور حاکم کے
تنخواہ دارون کو واجبی حق نہین دیتے تب وہ گانون اُنکے قبضے سے نکال کر سرکار مین
ضبط کرتے ہین اور بالکل اُنکے مال کو فرق کرتے ہین اور اُس سورت مین بھی اسی قسم
کے قصے عبرت اور ڈر کے خوف دلانے کے واسطے سلطنت اور حکومت کے طور پر
بیان فرماتے ہین جیسے هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا اور أَمْ أَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ
أَن يَخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ اور أَمْ أَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ أَن يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا یعنے

محمد صلی اللہ علیہ وسلم دیوانہ ہو گیا ہے اور تمام اپنے گھر والون کو بھی دیوانہ کر ڈالا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو ان باتون کے سننے سے نہایت رنج اور ملال ہوتا تھا اللہ تعالیٰ نے آپ کی
خاطر مبارک کی تسلی کے واسطے یہ سورت نازل فرمائی اور دو مرتبے قسم یاد فرما کے ارشاد
کیا کہ تو ہرگز دیوانہ نہین ہی بلکہ تیری عقل تمام مخلوقات کی عقل پر ترجیح رکھتی ہی کسی کی عقل
تمھاری عقل کے پاسنگ کو بھی نہین پہونچتی اور اس سورت سے ربط کی وجہ سورۂ ملک سے یہ ہی
کہ سورۂ ملک مین اُس شاہنشاہ حقیقی کے اکثر کارخانون کا ذکر جو سلطنت سے تعلق رکھتے ہین
بیان فرمایا ہی چنانچہ اوّل خیرات کی کثرت دوسرے قادر ہونا سب چیز پہ یہانتک
کہ مارنے اور جلانے پر بھی تیسرے ہر شخص کے کامون سے خبردار ہونا یہانتک کے پوشیدہ
بات سے بھی سوچھپی ہوئی دل کی بات بھی اُس درگاہ مین پوشیدہ نہین ہی چوتھے غالب
ہونا سب پر پانچوین بخشنا اور معاف کرنا باوجود قدرت کے چھٹے بڑے بڑے مکان
عالیشان اپنے خادمون کے واسطے تیار کر دینا ساتوین رعایا مین تفاوت اور جانبداری نکرنا
آٹھوین اپنے ممالک محروسہ کے ملکون کو زیبا و رزینت سے آباد اور معمور رکھنا نوین دشمنون
کے ذلیل اور خوار کرنے کے اسباب تیار رکھنا دسوین فرمانبردارون کے واسطے بخشش
اور انعام کے اسباب موجود رکھنا گیارھوین امن و چین کا ہونا یعنے ایسا انتظام ملک
مین کرنا کہ سب رعایا امن و چین سے رہین بارھوین سب چیزون کا نرخ سستا رکھنا
تیرھوین اپنے مخالفون کو کمزور کر رکھنا تاکہ دشمنون کی حمایت نکر سکین اور اس درگاہ کے
محرومون کو رزق نہ پہونچا سکین سو یہ سب کارخانے عمدہ ہین کہ انکے جمع ہونے سے
سلطنت رونق اور قوت پکڑتی ہی باقی رہا یہان پر بیان ایک بڑے کارخانے کا کہ یہ
سب کارخانے اُسی سے تعلق رکھتے ہین سو اُس کارخانے کا ذکر اس سورت مین بہ اسواسطے
تتمہ کے طور پر اس سورت مین اُسکو بیان فرمایا سو وہ کارخانہ دفتر والون اور متصدیون اور اہل قلم کا ہے
بس یہ سورت گویا مملکت کے خطی وجود کا بیان ہی سب کارخانون کے ساتھ اور خطی وجود خارجی

وہ رب ایسا ہی جسنے کر دیا تمھارے واسطے زمین کو پست اور کیا نڈر ہو گئے تم اس سے
جو آسمان مین ہی کہ دھنسا دے تمکو زمین مین اور کیا نڈر ہو گئے تم اس سے جو آسمان مین ہی کہ
ڈالے تم پر پتھر اور اس سورت مین ایک دریا کی مچھلی کا مذکور ہی جو سب مخلوقات کے طبقون
کے نیچے نہ نشین ہی اور حکم الٰہی کی ایسی فرمانبردار ہی کہ ایک پیغمبر جلیل القدر کو اپنے پیٹ کے
قید خانے مین لیکر احتیاط سے رکھا کہ انکے بدن پر کچھ آسیب نہ پہونچا اور اس سورت مین بھی
پرند جانورون کا مذکور ہی کہ حق تعالی کے حکم سے ہوا مین ٹھہرے ہوئے ہین یہ سب گویا
اس بات کی طرف اشارہ ہی کہ مرغ سے ماہی تک ہمارے تابعدار اور فرمانبردار اور
عاجز اور سرنگون ہین اور اسی پر قیاس کر کے اگر آدمی غور کرے تو مناسبت کی وجہین
ان دونون سورتون مین بہت پائی جاتی ہین اور اس سورت کا نام سورۂ نون رکھنے کی
وجہ یہ ہی کہ نون کے عدد جمل کے حساب سے پچاس ہین اور اس سورت کی آیتین جن پر اتفاق
ہوا ہے بھی پچاس ہین اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ بھی پچاس برس
کامل ہوا اس طور سے کہ بعد نبی ہونے کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیئیس برس زندہ رہے
اور مسند نبوت آپ کی ذات پاک سے مزین رہی پھر بعد آپ کے ستائیس برس تک خلفاء
راشدین اسی قانون اور آئین پر اس طور سے عمل کرتے رہے کہ ایک بال کی برابر بھی
شریعت کے احکام مین تفاوت نے راہ نپائی اور سب فرمانبردار اور تابعدار رہے لیکن
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ستائیسوین سال مین وقت کے خلیفہ کو حکومت سے
باز رکھنے کے سبب سے فتنہ برپا ہوا اور نافرمانی شروع ہوئی اور وقت کے خلیفہ کو معزول سمجھا
اس سبب سے گویا نبوت کا دورہ منقطع ہوا اور زمانہ سلطنت اور بادشاہت کا قریب پہونچا
کہ پیغمبر کے خلیفہ کی تابعداری مین قصور ہوا اور اسکا حکم جاری نہوا اگرچہ خلیفہ برحق
کے موجود ہونے کے سبب سے آل خلافت کا نام تیس برس تک باقی رہا لیکن جو پیغمبر کے
خلیفہ کا حکم جاری نہوا تو گویا نبی کا حکم جاری نہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

نبوت کا نشان ہی مٹ گیا اسواسطے کہ نبوت کا حکم اسوقت اسی خلیفہ کی ذات مین منحصر تھا
اور یہ بھی ہو کہ اس سورت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ثبوت اور دیوانگی کی
نفی آپ کی ذات ستودۂ صفات سے بہت واضح کرکے بیان فرمائی ہو اور حرف نون نبوت
کی لفظ کا پہلا حرف ہو اور یہ بھی ہو کہ جتنے عمدہ مطلب اس سورت مین بیان ہین اُن مین نون
کے حرف کو بڑا دخل ہو اسواسطے کہ اول اس سورت مین اپنی نعمت کو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم پر بیان فرماکے دیوانگی کی نفی کی ہو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بے انتہا
ثواب کا وعدہ فرمایا ہو اور آپ کے دشمنون کو مفتون فرمایا یعنے راہ سے بچلے ہوئے
پھر دین کی بات مین کافرون سے سُستی کرنے کو منع فرمایا علی الخصوص اس کافر سے
جسکے دل مین اللہ جل شانہ کی اہانت بس گئی ہو اور چغل خوری اور نیک چیز سے ہر شخص کو
روکنا اسکی عادت ہو گئی ہو اور باوجود ان سب باتون کے وہ ولد الزنا بھی ہو اور اپنے
مال اور اولاد کی زیادتی پر مغرور بھی ہو پھر اسکے بعد اُن باغ والون کا قصہ بیان فرمایا
جو اپنی نیت کے بدلنے سے اور مسکینون کو حق نہ دینے سے اور انشاء اللہ تعالے
کے نہ کہنے کے سبب سے خرابی مین پڑے اور رات کو وے سوتے ہی رہے اور باغ جل گیا
اور پچھلی رات کو خوشی خوشی اٹھ کر باغ کو گئے تاکہ کسی مسکین کو خبر نہو اور وہان جاکر دیکھا تو
باغ سب جلا ہوا پایا پھر اپنے تئین آپ ندامت کرنے لگے پھر اسکے بعد کافرون سے سند
طلب کرنے کا بیان ہو کہ اللہ تعالی کی کوئی سند اُنکے پاس ہو جس سے کہتے ہین کہ جیسا ہم
چاہین گے ویسا ہی اللہ تعالی ہمکو دیگا اللہ تعالی نے اُنسے قسم کھائی ہو کہ جو تم چاہوگے
وہی ملیگا پھر اسکے بعد اللہ تعالی نے بیان فرمایا کہ میرا داؤ بڑا زبردست ہے کہ کوئی اس سے
بچ نہین سکتا پھر اسکے بعد اللہ تعالی نے حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا کہ اس طور
سے مچھلی کے پیٹ مین اللہ تعالی کو پکارا اور اُس قادر علی الاطلاق نے اُن کی فریاد رسی
کی اور اُس دعا کے سبب سے اُنکو اس بلا سے نجات دی اور اخیر حرف نون کی

بیان ہوا اس سورت کے اول نون کا اور

تفسیر مین جو اس سورت کے اول مین واقع ہی اور اس سورت کا نام بھی وہی ہی مفسرون نے
بہت سا اختلاف کیا ہی حضرت عبداللہ ابن عباس اور قتادہ اور سدی اور مقاتل اور کلبی
رضی اللہ عنہم سے اور انکے سوائے دوسرون سے بھی ایسا نقل کیا گیا ہی کہ اس نون سے
مراد وہ مچھلی ہی جسکی پیٹھ پر ساری زمین ہی اور اسکا نام بہموت یا لیونا یا ملہوت یا لونیا ہے
اور ان بزرگون سے ایسی روایت آئی ہی کہ حق تعالی نے جب آسمان اور زمین کو پیدا کیا تو
اسوقت اپنے عرش معلی کے نیچے سے ایک فرشتے کو حکم فرمایا کہ ساتون تہ زمین کے نیچے
جاکر ساری زمین کو اپنے کندھے پر رکھ لے سو اس فرشتے نے آکر سب زمین کو اپنے
اوپر اٹھالیا دونون ہاتھ اسکے کھلے ہین ایک مغرب مین ہی اور دوسرا ہاتھ مشرق مین ہی
اس فرشتے کو دونون پاؤن رکھنے کی جگہ نہ تھی تب حق تعالی نے جنۃ الفردوس سے
ایک بیل کو بھیجا جسکے چالیس ہزار سینگ ہین اور چالیس ہزار پاؤن اس بیل کے
کوہان پر اس فرشتے نے دونون پاؤن اپنے رکھے لیکن اسکے پاؤن ٹھہرتے نہ تھے
تب فرشتون کو حکم ہوا تو ایک ٹکڑا زمرد سبز کا جنۃ الفردوس سے لاکر اس بیل کے
کوہان سے اسکے کان تک رکھدیا پھر اس فرشتے کے پاؤن اس پتھر پر ٹھہر گئے اور اس بیل
کے سینگ زمین کے چارون طرف سے نکل آئے ہین اور دونون نتھنے اس بیل کے
کھارے دریا کے اندر ہین جسوقت وہ بیل دم باہر نکالتا ہی تو دریا مین مد ہوتا ہے جس کو
بنگالے مین جوار اور بمبئی مین بھرتی کہتے ہین اور اسوقت دریا مین کف یعنے پھین بہت
نکلتا ہی اور جسوقت وہ بیل دم بھیتر کو کھینچتا ہی تو اسوقت دریا مین جزر ہوتا ہی جسکو بنگالے
مین بھاٹا اور بمبئی مین اوٹ کہتے ہین پھر اس بیل کے پاؤن کے ٹھہرنے کے واسطے
حق تعالی نے ایک پتھر پیدا کیا جسکا مٹاپا ساتون آسمان اور ساتون زمین کے برابر ہی
اس پتھر پر وہ بیل کھڑا ہی اور یہ وہی پتھر ہی جسکو حضرت لقمان رضی اللہ عنہ نے اپنے
بیٹے کی نصیحت مین سوائے آسمان اور زمین کے ذکر کیا ہی چنانچہ بطور حکایت کے حق تعالی

دریا کے پانی کے بڑھنے گھٹنے کا سبب

فرماتا ہی کہ یا بُنَیَّ اِنَّہَا اِنْ تَکُ مِثْقَالَ حَبَّۃٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَکُنْ فِیْ صَخْرَۃٍ اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ اَوْ فِی الْاَرْضِ یَاْتِ بِہَا اللّٰہُ یعنی اے بیٹے میری اگر کوئی چیز ہوگی برابر رائی کے دانے کے پھر وہ پتھر مین ہو یا آسمانون مین یا زمین مین لاویگا اسکو اللہ تعالی اور اس پتھر کے ٹھہراؤ کے واسطے ایک بڑی مچھلی حق تعالی نے پیدا کی ہی سو یہ پتھر اُسکی مٹھی پر دھرا ہی اور باقی بدن اس مچھلی کا خالی ہی اور وہ مچھلی دریا پر ہی اور دریا ہوا پر اور ہوا اللہ کی قدرت سے تھمی ہوئی ہی تاکہ سرکہ معلوم ہو جاوی کہ اس عالم کی بنیاد برباد ہی اور حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ایک وزیر ابلیس لعین تحت الثری کو پہونچکر اس مچھلی تک پہونچا اور اسکے دل مین یہ وسوسہ ڈالا کہ کسواسطے اتنا بوجھ اپنے اوپر لادی ہوی رنج مین گرفتار ہی ذرا اپنے بدن کو جنبش دے کہ تمام آسمان و زمین اور پہاڑ تیری مٹھی پر سے گر پڑین اور تو اس بوجھ سے خلاصی پاوے اس مچھلی نے چاہا کہ حرکت کرے بجز اس قصد کے حق تعالی نے اپنی قدرت کاملہ سے ایک جانور کو بھیجا وہ جانور اس مچھلی کی ناک سے مٹھی کر دماغ کو پہونچا مچھلی کی حالت تباہ ہوئی اور بیقرار ہو کر جناب باری مین اسکی شکایت کی حق تعالی جل شانہ نے فرمایا کہ یہ سزا اُس شیطانی وسوسہ کی ہی جسکو تو نے قبول کیا تھا پھر اُس جانور کو حکم ہوا کہ اُس مچھلی کے کان کی راہ نکل کر اُسکے منہ کے سامنے حاضر رہ تاکہ اگر دوسری مرتبے پھر وہ مچھلی ایسا ارادہ کری تو پھر تو اسکے دماغ مین گھس جانا اور بعضے مفسرون نے کہا ہی کہ اس نون سے مراد وہ مچھلی ہی جس نے حضرت یونس علیہ السلام کو اللہ تعالی کے حکم سے نگل لیا تھا اور تیس روز یا چالیس روز اپنے پیٹ مین رکھا تھا اور بعضون نے کہا ہی کہ مراد وہ مچھلی ہی کہ جسکے خون مین نمرود مردود کا تیر ڈوب کر آیا تھا اسواسطے کہ یہ دونون مچھلیان اپنی جنس مین ایسی بزرگی رکھتی ہین جو اور مچھلیون مین نہین پائی جاتی ایک مچھلی ایسے پیغمبر جلیل القدر کے قید کرنے پر مسلط ہوئی تھی اور اتنی ادب کی رعایت کی کہ پیغمبر کے بدن پر کسی طرح کی ایذا اور تکلیف نہ پہونچی اور اس دوسری مچھلی نے آپ کو اللہ تعالے کے واسطے فدا کیا اور اپنی جان کو اس پاک پروردگار کے دشمن کے تیر کے مقابلے مین نشانہ بنایا

جس طرح کوئی شخص لڑائی میں اپنے تئیں سردار کے سامنے کرکے دشمن کے تیر گولی کا نشانہ بن جاوے
اور سردار پر کسی طرح کا آسیب آنے دے تو وہ شخص تمام فوج میں ممتاز ہوتا ہے اور سردار کے
نزدیک سرفراز اور ضحاک و حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ نون سے مراد
دوات ہے چنانچہ ایک شاعر قدیم نے کہا ہے کہ اِذَا مَا الشَّوْقُ بَرَّحَ فِی اِلَیْھِمْ ۔ اَلِفْتُ النُّوْنَ بِالدَّمْعِ
السَّجُوْمِ یعنی جس وقت کہ غلبہ کرتا ہے اشتیاق انکا مجھ پر الفت دیتا ہوں میں دوات کو آنسو بہنے والے
کے ساتھ یعنی بھر دیتا ہوں میں دوات کو اور یہ تفسیر قلم کی لفظ کے ساتھ بہت مناسبت رکھتی ہے
اور تائید دینے والی اس تفسیر کی ایک حدیث مرفوع ہے یعنے اَوَّلُ شَیْءٍ خَلَقَ اللّٰہُ الْقَلَمَ ثُمَّ
خَلَقَ النُّوْنَ یعنی الدَّوَاۃَ ثُمَّ قَالَ اُکْتُبْ مَا ھُوَ کَائِنٌ مِنْ عَمَلٍ اَوْ اَثَرٍ اَوْ رِزْقٍ اَوْ اَجَلٍ
فَکَتَبَ مَا کَانَ وَمَا ھُوَ کَائِنٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ ثُمَّ خُتِمَ عَلَی الْقَلَمِ یعنے فرمایا
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پہلے جو چیز اللہ تعالی نے پیدا کی وہ قلم ہے پھر پیدا کیا نون کو
یعنی دوات کو پھر حکم ہوا قلم کو کہ لکھ جو چیز ہونیوالی ہے عمل اور نشان اور رزق اور اجل ہے پھر لکھا
قلم نے جو چیز تھی اور جو ہونیوالی ہے قیامت تک پھر مہر کردی گئی قلم پر اور معاویہ بن قرہ رضی اللہ عنہ
سے مرفوعاً روایت آئی ہے کہ اَلنُّوْنُ لَوْحٌ مِنْ نُوْرٍ یَکْتُبُ فِیْہِ الْمَلَائِکَۃُ مَا یُؤْمَرُوْنَ بِہٖ
یعنی نون ایک تختہ ہے نور کا لکھتے ہیں اس میں فرشتے جو انکو حکم ہوتا ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ
نون ایک نہر کا نام ہے لیکن اس تفسیر پر ایک اعتراض جو علم نحو سے علاقہ رکھتا ہے وارد ہوتا ہے
وہ یہ ہے کہ تمام قاریوں کے نزدیک اس حرف پر وقف لازم ہے اور جب یہ تفسیر ہوئی تو وقف
نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ نون کا لفظ اگر اسم جنس ہے تو جر اور تنوین اسکا حرف قسم اور لام
کی تقدیر سے ہوتا اور علم منصرف ہوتا تو جر اور تنوین اسپر آتا اور اگر غیر منصرف ہوتا تو حرف
قسم کی تقدیر اسکے فتحے کے واسطے ضرور ہوتی اور جواب اس اشکال کا یہ ہے کہ اس لفظ
کا ذکر اس مقام پر کنایہ ہے قسم سے صریح قسم نہیں ہے اور حرف قسم کی تقدیر اور اسکا عمل
دینا اس لفظ میں صریح قسم کو لازم ہے کنایہ کو لازم نہیں اور عطا اور بعضے دوسرے

مفسرون سے منقول ہو کہ یہ نون اشارہ ہو حق تعالی کے نامون سے دو نامون کے پہلے
حرف کی طرف یعنی نور اور ناصر اور محمد بن کعب قرظی نے کہا ہو کہ نون اشارہ ہو مومنین
کی نصرت کی طرف اور حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے منقول ہو کہ اس نون سے یہی
دریا کی مچھلی مراد ہو اور اسکو عارفون اور کاملون سے بہت مناسبت ہے اسواسطے کہ تمام عمر
پانی مین رہتی ہو اور کبھی اسکا جی پانی سے نہین بھرتا اور اسکو پانی سے سیری حاصل نہین ہوتی
اور اگر ایک دم بھر پانی سے علیحدہ ہوتی ہو تو بیقراری سے اپنی جان دیتی ہے اسی طرح
عارف لوگ عمر بھر حقیقت کے دریا مین غوصی کرتے ہین اور غوطے لگاتے ہین لیکن سیر فی اللہ
کے مرتبون سے کبھی سیر نہین ہوتے اور اگر کبھی ایک لمحہ اُسکی یاد سے دور ہوئے تو
وہی سبب ہلاکی کا ہوتا ہو اور کیا اچھی بات کہی ہو مولانا روم علیہ الرحمۃ نے ؎
ہر کہ جز ماہی ز آبش سیر شد + وانکہ بے روزیست روزش دیر شد + یعنی عشق حقیقی ایک
دریا ہو جسکی انتہا نہین ہو سو جو عاشق کامل کہ اس دریا کی مچھلی ہا اُسکو چاہیے کہ سیری
سے ہاتھ دھووے اور ہمیشہ پیاسا رہے اور اسی حالت مین مرے اور جو متوسط حال
ہو وہ اپنی پیاس کو بجھاوے اور کمال سے باز رہے اور جو شخص بے رو یعنی بے عشق
کی لذت کے زندگانی کرتا ہو اسکو غم اور اندوہ مین گذرتا ہو اور رنج کے دن دیر مین
کٹتے ہین سو حرف نون کا لانا شروع مین اس سورت کے سب مطلب سے پہلے اس
بات کی طرف اشارہ ہو کہ تم جو نہایت اشتیاق ہماری طرف رکھتے ہو اور ہر دم اور ہر لحظہ
وہی بات کرتے ہو جسمین ہمارا ذکر ہو اور ہر کام مین یعنی اٹھتے بیٹھتے اور سوتے جاگتے
اور بات چیت مین ہمارا ہی دھیان رکھتے ہو اور نادانون کی عادت کے خلاف کرکے ہمارے
واسطے اپنے تئین ہنساتے ہو اور بے ہمارے شغل اور بے ہماری یاد کے تم رہ نہین سکتے
سو اسواسطے یہ کافر تمھارے تئین مجنون اور دیوانہ کہتے ہین چنانچہ صحیح حدیث مین
آیا ہو کہ اُذکُرُوا اللّٰہَ حَتّٰی یَقُولَ مَجنُونٌ یعنی یاد کرو اللہ تعالی کو یہانتک کہ لوگ تمکو مجنون

ح

کہنے لگیں اور احمق نہیں سمجھتے کہ مچھلی کو دریا سے بھی یہی مناسبت ہے کہ ایک دم بے پانی نہیں رہ سکتی پھر اگر تمکو بھی اپنے محبوب سے یہی حالت ہم پہونچی ہو کہ بے یاد اسکی ایک دم قرار نہو تو کچھ جگہ تعجب کی نہیں اس حالت کو جنون اور دیوانہ پن کہنا انکی نادانی ہے اور حضرات صوفیہ قدس اللہ اسرارہم نے بھی فرمایا ہے کہ نون سے مراد نفس کلیہ ہے جسکو لوح محفوظ اور روحی کا مبداء کہتے ہیں اور قلم سے مراد قلم اعلی ہے یعنی عقل اول جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا مبداء ہے لوح محفوظ میں اور بعضے صوفیہ نے فرمایا ہے کہ نون سے مراد نفس رحمانی ہے جو جناب سالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت کا مبداء ہے اور قلم سے مراد قلم اعلی ہے جو اس روحانیت کے وجود کا مبداء ہے اور بعضوں نے نون سے ولایت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو مراد لیا ہے کہ ظہور اس کا قیامت تک باقی ہے واللہ اعلم بالصواب

س بسم اللہ الرحمن الرحیم

ع ن ۵ یعنی تیری نبوت بیشک اور بے شبہ ثابت ہے اور تیرا نور تمام عالم میں پھیلے گا اور تیری ہی فتح ہوگی اور پچاس برس تک تیرا نفع روز بروز ترقی اور زیادتی میں رہے گا اس جگہ پر جاننا چاہیے کہ نون کا حرف ان حرفوں میں سے ہے جو اپنی شکل کے اعتبار سے اصل ہیں دوسرے حرفوں کی شکل ان ہی حرفوں کی شکل سے نکلی ہے جیسے الف ایک کھڑے خط کا نام ہے اور جب اسکے ساتھ میں نقطے نیچے کی طرف ملا دیے اس طور سے ا ب تو لام ہو گیا اور یہ ایک خط ہے مسطح یعنی بچھا ہوا کہ تے اور ثے اور فے نے ایک یا دو لفظوں کی زیادتی کے سبب سے اس سے علیحدہ ہو کے دوسرا نام پیدا کیا ہے اور نون بھی ایک خط ہے ٹیڑھا کمان کے طور پر کہ ص اور ض اور س اور ش میں اور ق اور ف اسی کی شاخیں ہیں اور تھوڑے ٹیڑھے خط کے ملنے سے یا ایک دو نقطے کے بڑھانے سے دوسرا نام اور دوسری شکل ہو جاتی ہے سو اس نون کے حرف کو نبوت سے بہت مناسبت ہے اور اسی کے حروف جو اس سے نکلتے ہیں

وے اشارہ اور علامت ہین اُن چیزون کی جو نبوت کے لوازمات مین سے ہین جیسے قاف کا اشارہ
ہی قربت بندون کی حق تعالیٰ کی جناب سے اور صاد اشارہ ہی اُنکی دنیا اور آخرت کی صلاح
کی طرف اور سین سے اشارہ ہی سیاست الٰہیہ کی طرف خلافت کے طور پر اور شین
اشارہ ہی اچھے اور بُرے عملون کی شہادت پر اور ضاد اشارہ ہی جھوٹی اور بُری باتون
کی ضد پر سو یہ سب حرف اسی نون کے ظہور اور علامات ہین اور یہ بھی ہے کہ نون کا
حرف اُن تین حرفون مین سے ہی جنکو دوائر کہتے ہین یعنے جب اُن حرفون کا نام لیا جاے
تو آخر مین وہی حرف خود آوے جیسے واو اور میم لیکن واو کے شروع مین زبر ہی اور میم کے
شروع مین زیر اور نون کے شروع مین پیش ہی اور مدے کے حروف یعنے الف اور یے
اور واو ان تینون حرفون کے درمیان مین اسی ترتیب سے آئے ہین سو یہ تینون حرف
ایسی چیز پر دلالت کرتے ہین جسکی ابتدا انتہا کے ساتھ ملی ہوئی ہو اور ابتدا اور انتہا
کے جو درمیان مین ہی وہ نیست اور نابود کا حکم رکھتی ہو اسواسطے کہ مدے کے حرفون
کا گویا وجود نہین ہی فقط حرکت کے ظاہر کرنے کو یعنے زیر زبر پیش کے ظاہر کرنے کو
آتے ہین اسکے سوائے اور کچھ فائدہ نہین لیکن واو ایسی چیز پر دلالت کرتا ہی جو کھلی اور
کشادہ ہو اور میم ایسی چیز پر دلالت کرتا ہی جو مرتبے مین کم ہو اور بلندی سے پستی کیطرف
آوے اور نون ایسی چیز پر دلالت کرتا ہی جو بلند اور اونچی ہو اور حروف تہجی مین کوئی
حرف ایسا نہین ہی کہ اُسکا اول مضموم ہو یعنی شروع مین پیش ہو سوائے نون کے تو
اس حرف کو بڑی مناسبت نبوت کے مرتبے کے ساتھ پیدا ہوئی کہ سلوک الٰہی کے
طریق کا مبدا بھی یہی حرف ہی اور منتہا بھی یہی ہی اور سب ولایتین اسی مرتبے سے
شروع ہوئی ہین اور اسی مرتبے پر رجوع بھی کیا ہی بلکہ ابتدا ہدایت مطلق کی بغیر کسی قید
کے انبیا کی ذات سے ہی اور انتہا ہدایت کی یعنی جنت مین اپنے اپنے مرتبون کے
لائق مکانون مین پہونچنا بھی انبیا کے وسیلے سے ہوگا اور یہ نون ایسا حرف ہے کہ

عرب کی لغت میں ہر متمکن اسم کے ساتھ ملتا ہے اور جب تک ایسکو نہ ملے تب تک اسکے اعراب تمام نہیں ہوتے اور یہی حال ہر نبی کا کہ نبی آدم کے فرقے میں بادشاہ اور ولی اور حکیم سے لیکر دھنیے جولاہے بھنگی تک کوئی ہو جب تک کسی ایک نبی کی طرف انبیاؤں سے رجوع نکرے گا تب تک اسکا دین دنیا کا کام ہر ہیچ پڑیگا اور کسی طرح کا کمال تمام نہوگا اور عرب کی لغت میں اس حرف نون کے عجیب اور غریب معنی ہیں فعل کے آخر میں تاکید کے واسطے آتا ہے اور حرف کے آخر میں تنمہ اور آواز کی تحسین بڑھانے کے واسطے آتا ہے اور اسم کے آخر میں اعراب کے ظاہر کرنیکے واسطے جیسے انبیاؑ کی نبوت کے سبب سے فرشتوں کو جو افعال الٰہی کے قائم مقام ہیں قرب کے مرتبوں کی تاکید حاصل ہوتی ہے اور حیوانوں اور آدمیوں کو کہ اسمائے متصرفہ کے قائم مقام ہیں اپنے کمال کے مرتبے حاصل ہوتے ہیں جو نمونے ہیں اعراب کے اور دوسری مخلوقات کو جیسے حیوانی اور رنگ والی چیزیں اور کان میں پیدا ہونیوالی چیزیں کہ بجائے حروف کے ہیں انبیا کا وجود انکے واسطے فخر اور زینت کا سبب ہے تا ہم اسی واسطے انبیاؑ کا وسیلہ ڈھونڈھنے میں ہمت کرتے ہیں اور انکے کہنے کو قبول کرتے ہیں اور انکی تعظیم اور تکریم میں قصور نہیں کرتے اور یہ بھی ہو کہ علم حروف کے جاننے والے جو آسمانوں اور عناصر پر حرفوں کو قسمت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ افلاک اور عناصر کے کارکن حرفوں کے حقائق ہیں اور کہتے ہیں کہ آسمان گیارہ ہیں بات ساتوں ستاروں کے واسطے اور آٹھواں آسمان کرسی اور نواں آسمان عرش اور دسواں آسمان لوح اور گیارھواں آسمان قلم ہے اور ایسا مقرر ہے کہ نون فلک قمر کا حرف ہے جو عالم وحی اور تنزیل سے عبارت ہے اور اسکو سفلیات میں کوئی حرف نہیں ہے جنانچہ فلک ثوابت کو بھی کہ عالم حیات سے عبارت ہے سفلیات میں کوئی حرف نہیں ہے اور باقی آسمانوں اور عناصر کو کہ تیرہ ہیں علویات میں بھی حرف ہیں اور سفلیات میں بھی سو نون کو نبوت کے ثابت کرنے کے مقام پر لانا بہت مناسبت رکھتا ہے اسواسطے کہ نبوت کی حقیقت وحی اور تنزیل کے سوائے کوئی دوسری چیز نہیں ہے وَالْقَلَمِ اور قسم کھاتا ہوں میں قلم کی جو انسان کے

جواب اور تین کہ مکہ والے اسکو کہتے تھے

غیب کے عالم کی پوشیدہ باتین ظاہر کرتا ہی تاکہ جتنے لوگ ورپڑے ہوئے ہین خواہ زمانے کے سبب سے دوری ہو خواہ مکان کے سبب سے اُن باتون پر مطلع اور خبردار ہو جاویں اور یہی معنی ہین نبوت و پیغمبری کے کہ حق تعالیٰ کے حکم کرنے اور کہنے کے اُسکے بندون کو جو بشریت کے حال مین پھنسے ہوئے دور پڑے ہین پہونچاتے ہین اور حق تعالیٰ کے کلام کو اُسکے بندون پر پڑھتے ہین اور یہ بھی ہی کہ اگر ایک شخص کی حرکت اور اسکی غرض سے واقف اور خبردار نہو اور چاہتا ہو اسکو کسی لکھنے والے کے ہاتھ مین دیکھے کہ سفید کاغذ کو بے سبب لکیرین کر کر کے سیاہ کر رہا ہی اور خود بخود کبھی ٹیڑھا ہوتا ہی اور کبھی دوات کی طرف متوجہ ہوتا ہی اور کبھی پھر کاغذ کی طرف پھرتا ہے تو یقیناً اسکو مجنون اور دیوانہ جانے گا کہ اسطرح کا بیفائدہ کام کر رہا ہی اور حقیقت مین اسکی ہر حرکت اور ہر ٹیڑھے پن مین عجیب اور غریب نکتے اور دقیقے لپٹے ہوئے نکلتے ہین اسواسطے کہا ہے کہ اَلْخَطُّ هِنْدَسَةٌ رُوْحَانِيَّةٌ ظَهَرَتْ بِاٰلَةٍ جِسْمَانِيَّةٍ یعنی خط ایک روحانی رقم ہے جو آلہ جسمانی سے ظاہر ہوئی ہی اور یہ بھی کہا ہی کہ اَلْقَلَمُ لِسَانُ الْيَدِ وَسَفِيْرُ الضَّمِيْرِ وَمُسْتَوْدَعُ الْاَسْرَارِ وَمُنْبَسِطُ الْاَخْبَارِ وَحَافِظُ الْاٰثَارِ یعنی قلم ہاتھ کی زبان ہی اور دل کا درمیانی اور مترجم ہی اور بھیدون کا خزانہ ہی اور خبرون کا ظاہر کرنیوالا ہی اور نشانیون کا یاد رکھنے والا ہی اور قلم کے عجائبات سے ایک یہ بھی ہی کہ دوات سے سیاہی کو لیتا ہی اور کاغذ پر لکھتا ہی اور آدمی کے دل مین اسی کو نور اور روشنائی کر کے پہونچاتا ہی اور ایک یہ بھی ہی کہ قلم کو نہایت مشابہت پیغمبرون کے ساتھ ہی اس بات مین کہ حرکت اور سکون یعنی ہلنا اور ٹھہرنا بولنا اور چپ رہنا قلم کا اسکے خاوند کے ہاتھ مین ہی یہ آپ سے نہ حرکت کرے نہ دم مارے اور یہی حال ہی پیغمبرون کا جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہی یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ یعنی اللہ تعالیٰ کا ہاتھ مدد کا اُنکے ہاتھون پر ہی وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى یعنی نہین بولتے ہین محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش سے نہین ہین وہ بولتے مگر وحی سے جو وحی کی جاتی ہی اور یہ بھی ہی کہ قلم کو اپنی حرکتون مین جیسے رکوع اور سجود و قیام اور بار بار اپنے معہود دوات کے

چشمے سے دھونا اور پاکی حاصل کرنا اور پانچ انگلیون کے درمیان مین ہمیشہ رہنا ان سب چیزون
مین پانچون وقت کی نماز پڑھنے والون کے ساتھ مشابہت تمام پائی جاتی ہی اسی واسطے
بعضے شاعرون نے اسکی تعریف مین دو بیتین کہی ہین عربی زبان مین پہیلی کے طور پر وہ یہ ہین
وَذِی اصْطِبَارٍ رَاکِعٍ سَاجِدٍ ۞ اَعْنِیْ نَحُوْلٍ دَمْعُہٗ جَارِیْ ۞ مُلَازِمُ الْخَمْسِ وَقَائِمًا
مُعْتَکِفٌ فِیْ خِدْمَۃِ الْبَارِیْ یعنی صاحب صبر کا رکوع اور سجدہ کرنیوالا بھائی
لاغری کا آنسو اسکے جاری ہین ملازم پکڑنیوالا پانچون انگلیون کو اپنے وقتون پر یعنے لکھنے کے
وقت قائم ہونیوالا خدمت مین اپنے مالک کی اور یہ بھی ہی کہ قلم کو چار مرتبے رنج کھینچنا
ضروری ہی تاکہ اپنے خاوند کے ہاتھ چومنے کے قابل ہو اور اسکی روح پاک کی ترجمانی کا مرتبہ
حاصل کرے اور ان چاردون کو لکھنے والون کی اصطلاح مین فتح اور تحت اور شق اور قط کہتے
ہین یعنی اوپر سے تراشنا اور نیچے سے اور شگاف کرنا اور قط لگانا اور رسول اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کو بھی چار مرتبے رنج سینہ مبارک کے شق ہونے کا حاصل ہوا یہان تک کہ معراج
کی ملاقات کی قابلیت حاصل ہوئی اور حق جل و علا کی ترجمانی مطلق کے منصب سے
مشرف ہوئے اور یہ بھی ہی کہ بنی آدم کی دین و دنیا کی بہتری قلم ہی سے علاقہ رکھتی ہی
اسواسطے کہ دین کے جتنے حکم ہین سب قلم ہی کے سبب سے محفوظ رہتے ہین اور آدمیون کے
حق جیسے قرض وغیرہ سب اسی کے سبب سے لکھے جاتے ہین اور بھولنے سے بچتے ہین اور اسیطرح
اگلے زمانے کی خبرین اور پہلی امتون کے احوال اسی کے وسیلے سے دریافت ہوتے
ہین اسیواسطے کہا ہے کہ قِوَامُ اُمُوْرِ الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا بِشَیْئَیْنِ اَلْقَلَمُ وَالسَّیْفُ
وَالسَّیْفُ تَحْتَ حُکْمِ الْقَلَمِ یعنی دین اور دنیا کے کامون کی مضبوطی اور ٹھہراؤ دو چیزون
کے سبب سے ہی ایک قلم اور دوسری تلوار لیکن تلوار قلم کے حکم کے نیچے ہے اور اس
مضمون کو بعضے عرب کے شاعرون نے کئی بیتون مین بہت اچھی طرح سے باندھا ہے اور
وے بیتین یہ ہین رَاَیْتُ خَیْرَ مَا یَتَّخِذُہُ الْقَلَمُ السَّیْفَ الَّذِیْ خَفَعَتْ ۞ لَہُ الرِّقَابُ وَدَانَتْ حِذْرَہٗ

الْاُمَمُ فَالْمَوْتُ وَالْمَوْتُ لَا شَیْءَ یُغَالِبُہٗ مَا زَالَ تَتْبَعُ مَا یَجْرِیْ بِہِ الْقَلَمُ لِذَا قَضَی اللّٰہُ
لِلْاَقْلَامِ اِذْ بَرِیَتْ ۔ اِنَّ السُّیُوْفَ لَہَا مُذْ اُرْہِفَتْ خَدَمُ یعنے اگر کاٹتا ہے
قلم تلوار کو جسکے سامنے جھک گئی ہین گردنین اور پرہیز کرتے ہین اُسکی نزدیکی سے خلق اللہ
بس موت اور موت ایسی چیز ہی کہ اُسپر کوئی چیز غالب نہین ہی لیکن ہمیشہ تابعداری کرتی ہی
جو لکھتا ہی قلم اسیواسطے حکم جاری ہی اللہ تعالی کا قلمون کو جب تراشے گئے کہ بے شک
تلوارین جب تنگ ہو جاتی ہین تو خادم ہو جاتی ہین قلم کی یعنی اسیطرح سے آدمیون کی دنیا
اور آخرت کی بہتری پیغمبری کی ذات پر موقوف ہی اسواسطے کہ تمام دین کے حکم ان ہی پیغمبرون
سے معلوم ہوتے ہین اور حشر اور نشر کے احوال ان ہی کی زبان سے سنے جاتے ہین اور
نیک اور بد کامون کے مرتبے ان ہی کے بیان کرنے سے دریافت ہوتے ہین اور
تمام فرقے بنی آدم کے اعلی سے ادنی تک یعنی بادشاہ سے خاکروب تک ان ہی
کے فرمان بردار رہتے ہین وَمَا یَسْطُرُوْنَ اور قسم کھاتا ہون مین اُسکی جو لکھنے والے
قلم سے لکھتے ہین کہ نہایت عجائب اور غرائب اس تحریر مین پائی جاتی ہی اسواسطے کہ قلم
کی کئی قسمین ہین ایک قلم اعلام کا ہی اور ایک قلم احکام کا پھر اعلام یا تکوین اور ایجاد
سے متعلق ہی یا تشریع اور ارشاد سے اور احکام بھی اسیطرح یا تکوین اور ایجاد سے علاقہ
رکھتے ہین یا تشریع اور ارشاد سے اور ہر قلم کے واسطے لکھنے والے ہین علوی یا سفلی علوی
جیسے فرشتے اور سفلی جیسے آدمی اور جہان ہر مقدمے مین قلم علوی اصل ہی اور قلم سفلی اسکا
ظل اور فرع ہی پھر اگر علوی سفلی کے مطابق ہوا تو صواب اور بہتر ہوا اور اگر مطابق نہ پڑا تو
خطا کی اور یہ اختلاف صواب و خطا کا ان چاروں قسمون سے تین قسم مین متصور ہی چوتھی قسم
مین یعنی ان احکام مین جو تکوین اور ایجاد کے متعلق ہین ہرگز متصور نہین ہی اسواسطے کہ وہان
سوا مطابقت کے اختلاف نہین ہو سکتا اور اگر ان چاروں قلمون کی تفصیل ہے اس
مختصر مین بیان کی جگہ گنجایش نہین ہے اور منظور اس بیان سے اجمال ہی ابتدا لیکن بیان کرنے کے

طور پر تھوڑا سا ہم بیان کرتے ہیں کہ قلم کی عظمت اور بزرگی ہر شخص کے دل میں ثابت ہو جاوے
سو جاننا چاہیے کہ قلم اعلام کا جو تکوینی اور ایجاد سے متعلق ہے وہ عالم علوی میں ایک قلم ہے
جسنے خلق کی پیدائش کے پہلے تمام مخلوقات کا احوال لکھا ہے اور علم الٰہی کے مرتبے کا
ظہور کا سبب ہوا چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ جَفَّ الْقَلَمُ عَلٰی عِلْمِ اللّٰہِ یعنے خشک ہوا قلم
علم الٰہی پر یعنی قلم نے معلومات الٰہی کو لکھا اور وہ قلم خشک ہوا اب وہ لکھا متبدل نہیں ہو سکتا
اور اس عالم سفلی میں نجومیوں کا قلم ہے جو ہر سال اور ہر قران میں اس برس اور اس قران کے
حکم تقویموں میں لکھتے ہیں اور رملوں اور جفر والوں کا قلم بھی اسی میں داخل ہے اور اخبار نویس اور
خفیہ نویس اور تاریخ اور سیر نویس اور اگلے بادشاہوں کی لکھنے والے اور ملکوں اور راہ اور پہاڑ اور
دریا اور چشمے اور کنویں اور بستی اور اجاڑ زمین کے حال لکھنے والوں کا قلم بھی اسی قلم کا ایک شعبہ
یعنی شاخ ہے اور کانوں اور پہاڑوں اور جانوروں اور مفرد دوائی اور مرکب ان سب کے خواص اور تاثیر
لکھنے والوں کا قلم بھی اسی قلم کی ایک شاخ ہے اور اسی سے پھل پایا ہے اور فیض کو پہنچا ہے بلکہ
زمین اور آسمان کے درمیان کی مخلوقات سے بحث کرنیوالے اور عناصر کے طبقے اور آسمانوں
کی شکلیں اور رصد کا حال اور ستاروں کی صورت لکھنے والے یہ سب اپنے علم کو اسی قلم
سے نکالتے ہیں اور آئینوالوں کے واسطے لکھتے ہیں اور قلم اعلام کا جو تشریع اور ارشاد
سے علاقہ رکھتا ہے سو عالم علوی میں ملاء اعلیٰ کا قلم ہے یعنی ان فرشتوں کا جنھوں نے
ہر زمانے اور ہر قوم کی استعداد کے بموجب ایک شریعت لکھ رکھی ہے اور شرائع خمسہ کو
اسکے تمام حکموں کے ساتھ جو ہر شریعت میں تفصیل سے بیان ہوتے ہیں اور اس
شریعت کے مجتہدوں کے حکم نکالے ہوئے سب کے سب تفصیل سے لکھ رکھے ہیں اور عالم
سفلی میں چاروں مذہبوں کے فقیہوں کا اور اولیاء اللہ کے مختلف طریقوں کے
شغل اور وظیفے جمع کرنیوالوں کا قلم ہے اور قلم احکام کا جو تکوینی اور ایجاد سے متعلق ہے
وہ عالم علوی میں رزق اور قوت لکھنے والوں کا قلم ہے یعنی حضرت میکائیل علیہ السلام کا

اور دفتر جس مین تمام مخلوقات کا رزق لکھا جاتا ہی اور حضرت عزرائیل علیہ السلام کا دفتر جس مین ہر ایک
کی اجل اور مصیبت لکھی جاتی ہی وہ قلم بھی اسی مین داخل ہی اور عالم سفلی مین ان دونون قلمون
کے شعبے بہت ہین ایک ان مین سے بخشیگری کا قلم ہی کہ لشکر والون کا رزق سوار ہون
یا پیادے اس سے متعلق ہی اور ایک ان مین سے صدارت کا قلم ہی کہ مستحقون اور محتاجون
کا رزق اس سے متعلق ہی اور ایک اُن مین سے استیفے کا قلم ہی کہ زمین کا محصول اور خراج لینا اس سے
علاقہ رکھتا ہی اور ایک اُن مین سے طبیبون کا قلم ہی کہ بیمارون سے صحت اور شفا کا حاصل ہونا
اُس سے علاقہ رکھتا ہی اور ایک اُن مین سے کوتوالی اور سیاست والون کا قلم ہی کہ ہر ایک مجرم
اور گنہگار پر عذاب کرنا جیسے قتل کرنا اور قید کرنا اور مارنا اور باندھنا یہ سب اسی سے علاقہ
رکھتے ہین اور اسی طرح دوسرے بھی قلم ہین اور قلم احکام کا جو تشریع اور ارشاد سے متعلق ہی
وہ عالم علوی مین ملاء اعلیٰ کا قلم ہی یعنی دفتر حضرت جبرئیل علیہ السلام کا جو تازہ بتازہ ہفتہ
کے حکم لکھ لکھ کر بھیجتے رہتے ہین اور یہ وہ قلم ہی جسکی آواز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
معراج کی رات کو سدرۃ المنتہیٰ کے اوپر سُنی تھی چنانچہ معراج کی حدیث مین واقع ہے کہ
فَظَهَرْتُ مُسْتَوِيًا أَسْمَعُ فِيهِ صَرِيفَ الْأَقْلَامِ یعنی پھر ظاہر ہوا ایک میدان سنی مین نے
اُس مین قلمون کی آواز اور عالم سفلی مین قاضیون کا قلم ہی جسمین اور حکمنامے لکھنے مین اور
مفتیون کا قلم ہی ہر واقعہ کی روایت نکالکر فتوے لکھنے مین اور فرائض لکھنے والون کا قلم ہی
وارثون کے حصے مقرر کرنے مین یہ سب اسی قلم کے شعبے ہین جو شخص ان سب لکھنے والون
کی تحریر کو ایک نظر اجمالی سے دیکھے اور اپنے خیال مین لاوے اسکو پورا یقین ان باتون مین
حاصل ہو جاوے کہ علم اور معرفت کا نزول ہر وقت اور ہر لحظہ حق تعالیٰ کی طرف سے جہان والون
پر ہو رہا ہی اور نئے نئے حکم اُس جناب اقدس سے ہر ہر فرد بشر عالم کے ادنیٰ سے اعلیٰ تک
دم بدم پہونچ رہے ہین پھر نبوت کی حقیقت اور سچائی مین اسکو کچھ شک اور شبہہ نرہے اور
نبیون کے قول اور فعل کو جنمین بالکل ان ہی حکمون کی تبلیغ اور ان ہی علمون کی

القا ہی جنون اور دیوانگی کی طرف نسبت نکرے بیواسطے اسکے بعد دو قسموں کو یاد فرماتے
ہیں کہ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ نہیں ہی تو اے محمد اپنے پروردگار کے
فضل اور کرم سے نادان اور دیوانہ جیسا کہ یہ کافر تجھکو کہتے ہیں اور اس سورت کے آخر میں
اس کلام کو کافرون کی زبانی بھی نقل فرمایا ہی اب یہاں ایک سوال ہی جسکا جواب دینا
ضروری ہی اور وہ سوال یہ ہی کہ کافرون کے کلام کو جسمیں جنون کی نسبت آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی طرف پوچھی جاتی ہی حق تعالی نے اس سورت کے آخر میں نقل فرمایا ہی اور جنون
کی نفی کو جو اس کلام کی رد ہی اسکو اس جگہ اول سورت میں بیان فرمایا اور عرف میں مشہور
یون ہی کہ پہلے مخالف کے کلام کو نقل کرتے ہیں پھر اسکو رد کرتے ہیں اس ترتیب متعارف
کے متغیر کرنے میں کیا نکتہ ہی اس سوال کا جواب یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کافرون
کی زبان سے اس کلام کے سننے کے سبب سے بہت رنج اور ملال حاصل ہوا تھا اسواسطے
پہلے جنون کی نفی کرنا اور جنون کے نقصانون کو بیان کرنا ضرور ہوا تاکہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے دل مبارک کو تسلی حاصل ہو پھر اس گمان کے رد کرنے کے بعد تفصیل سے جو
تمام اس سورت میں بیان ہی اس کلام رد کیے ہوئے کو آخر سورت میں نقل فرمایا تاکہ
عاقلون کے منجملہ کا سبب ہووے اور اس طور سے دشمن کے کلام کو رد کرنا عاقل اور
دانشمندون کے نزدیک بہت خوب پسند اور ذہن نشین ہوتا ہی اور اس جگہ یہ جاننا چاہیے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جنون کی نفی کرنے میں ایک اجمالی دلیل کی طرف اشارہ
فرمایا ہی اور اس دلیل سے ہزارون تفصیلی دلیلین نکل سکتی ہیں اور وہ دلیل اجمالی حقتعالی
کی ظاہری اور باطنی نعمتون کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت ہوئی ہین ملاحظہ
کرنا ہی جیسے فصیح ہونا اور عقل میں کامل ہونا اور ذہن تیز ہونا اور ولایت کا رتبہ ملنا اور
سب خلق اللہ کا ہادی ہونا اور سب اچھے خلق کا جامع ہونا سو گویا اس طرف اشارہ ہوا
کہ ان کافرون کے اس گمان کے باطل کرنے کی دلیلین تیری ذات میں اسقدر موجود ہین

کہ اُسکا شمار ممکن نہین ہی مگر اسی جمال کے طور سے اور حقیقت مین جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے انتہا درجے کی عقلمندی کو آپ کی سیرتوں اور خصلتون مین دیکھے اور عرب کے وحشیون
اور جنگلیون کے دل ہاتھ مین لینے کو اور اُن کی خاطرداری اور تسلی کے واسطے جو جو تدبیرین
آپنے کی ہین اُن کو تامل اور غور سے ملاحظہ کرے کہ کس طرح سے ان جنگلیون کو اپنا مطیع
اور تابعدار کر لیا تھا کہ اپنے خویش و اقربا سے آپ کی حمایت اور طرفداری مین لڑائیان کین
اور اُنکو مارا اور آپ مرگئے اور اپنے وطن اور دوستون کو آپکی محبت مین چھوڑ دیا بدون
اس بات کے کہ کچھ پہلے سے تعرف یا پہچان یا کچھ بھی علاقہ آپسے رکھتے ہون تو اُس شخص کو
اس بات کا یقین حاصل ہوگا کہ آپکے برابر عاقل کوئی دنیا مین پیدا نہین ہوا اور جو حضرت
وہب ابن منبہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہی اس مین کچھ شک و شبہہ نہین ہی اور وہ بات یہ ہی
کہ اُنھون نے کہا کہ مین نے اکھتر کتابین اگلے نبیون کی پڑھی ہین اُن سب مین یہ مضمون پایا
کہ ابتداے دنیا کی پیدایش سے قیامت تک جو کچھ حق تعالی نے اپنے کارخانے بے انتہا
سے عقل کی نعمت دوسرے عالمون کو عنایت کی ہی وہ سب آپ کی عقل کے مقابلے
مین ایک ذرے کے برابر ہی تمام دنیا کے رکھتان کی نسبت سے چنانچہ ابو نعیم نے حلیہ مین
اور ابن عساکر نے بھی اسی سے روایت کی ہی اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی
رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مین جسکا نام عوارف المعارف ہی ایک رکھتا روایت کی ہے
کہ حق تعالی نے عقل کے سو حصے کیے تانوے حصے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت
فرمائے اور ایک حصہ تمام مخلوقات پر تقسیم فرمایا اور جس شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
دانائی کی باتین اور حکایتین دریافت کرنا منظور ہو اُسکو چاہیے کہ سیر اور تاریخ کی کتابون کو
خوب غور اور تامل سے مطالعہ کرے تاکہ آپکی دانائی کا کمال اُسپر ظاہر ہو جاوے اور
اُن سب دانائی کی باتون اور قصون کا بیان تفصیل سے اس کتاب مین ہو نہین سکتا لیکن
نمونے کے طور پر کئی قصے یہان بیان کیے جاتے ہین اسی پر اور باتون کو قیاس کر لینا چاہیے

پہلا قصہ کی دانائی کا

پہلا قصہ یہ ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ مجھ میں چار خصلتیں بہت بری ہیں کہ تو نے ناکرنا دوسرا چوری تیسرے شراب پینا چوتھے جھوٹھ بولنا سو ان چاروں چیزوں کا ایکبارگی مجھسے چھوٹنا ممکن نہیں ہے ان چاروں میں سے ایک جو چیز آپ فرماویں اسکو میں چھوڑ دوں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تو جھوٹھ بولنا چھوڑ دے اس نے اسکو آسان سمجھ کر مان لیا اور اپنے گھر میں گیا جب رات ہوئی تو ارادہ کیا کہ شراب پیے اور زنا کرے لیکن اسکے دل میں یہ خیال آیا کہ صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونگا اگر آپ مجھ سے پوچھینگے کہ آج کی رات تو نے شراب پی یا زنا کیا پھر اگر سچ کہونگا تو فضیحت ہونگا اور حد شراب اور زنا کی مجھ پر جاری ہوگی اور اگر انکار کرونگا تو جھوٹھ ہوگا اور جھوٹھ سے میں نے توبہ کی ہے آخر ان دونوں چیزوں کو چھوڑا پھر جب رات بہت آئی اور سب لوگ شہر کے سونے میں مشغول ہوے اسوقت اس نے ارادہ چوری کا کیا لیکن اسکے ساتھ ہی دل میں یہی خیال پھر آیا کہ اگر اس چوری کا حال مجھ سے پوچھینگے پھر میں نے اگر اقرار کیا تو فضیحت ہوا اور ہاتھ کاٹا گیا اور اگر جھوٹھ بولا اور انکار کیا تو توبہ کے خلاف ہوگا حاصل کلام کا اس سے بھی ہاتھ اٹھایا اور صبح کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں مشرف ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ آپنے ایسی چیز کی مجھ سے توبہ لی کہ جتنی بری خصلتیں مجھ میں تھیں خود بخود مجھ سے چھوٹ گئیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی بہت خوش ہوے اور دوسرا قصہ آپکی دانائی کا یہ ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک دوسرے شخص کو گرفتار کیے ہوے لایا اور عرض کیا کہ اس شخص نے میرے بھائی کو مار ڈالا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خون بہا اس سے لیلے اسنے عرض کیا کہ یہ بات مجھے قبول نہیں ہے پھر آپنے فرمایا کہ بخشدے تاکہ تجکو آخرت میں ثواب ملے اسنے کہا کہ مجکو یہ بھی منظور نہیں ہے پھر آپنے فرمایا کہ اپنے بھائی کے عوض میں اسکو

مار ڈال اسواسطے کہ یہ شخص خونِ قتل کا اقرار کرتا ہی پھر وہ اُسکو مارنے کو لے چلا تب آپنے
اور صحابہ جو وہان حاضر تھے اُن سے فرمایا کہ اگر یہ شخص اسکو مار ڈالیگا تو یہ بھی اسی کے
مانند ہو جاویگا لوگون نے اُسی وقت اُس شخص سے جا کر کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس طرح کا کلام تیرے حق مین فرمایا ہی اُس نے اُن باتون کے سُنتے ہی خون بخش دیا اور
اُسکو چھوڑ دیا لوگون نے آپکی خدمت مین حاضر ہو کر یہ ماجرا عرض کیا تب سب کو معلوم ہوا کہ آپکی
غرض اس کلام سے یہ تھی کہ اگر وہ اسکو مارتا تو وہ بھی ایک جان کا قتل کرنیوالا ہوتا نہ یہ کہ گنہگار
ہوتا اور تیسرا قصہ یہ ہی کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہو کر
عرض کیا کہ میرا ہمسایہ نہایت موذی اور شریر ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو جا
اور اپنے گھر کا اسباب نکال کر راستے مین ڈال دے اور اگر لوگ راستے والے تجھ سے پوچھین
کہ تو یہ کیا کرتا ہی تو اُنسے کہنا کہ میرا ہمسایہ بہت موذی تھا مین نے اُسکی شکایت رسول
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کی تھی آپنے مجکو ایسا ارشاد فرمایا ہی الغرض وہ شخص اپنے گھر مین
گیا اور گھر کا اسباب نکالکر راستے مین ڈالدیا لوگ وہان جمع ہو گئے اور پوچھنے لگے کہ تجکو
یہ کیا ہوا اُسنے وہی کلام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہا کہ اس سبب سے
مین نے یہ کام کیا تب لوگون نے اُسکے ہمسایہ کو لعنت ملامت کرنا شروع کیا اور تمام
گلی اور کوچے اور بازار مین یہ خبر مشہور ہو گئی آخر کار اُسکا ہمسایہ اُسکے پاس آ کر کہنے لگا کہ
خدا کے واسطے مجکو اسقدر فضیحت اور رسوا مت کرو اپنا اسباب اپنے گھر مین لیجا اور عہد کیا کہ
پھر کبھی تجکو ایذا نہ دونگا اور چوتھا قصہ یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کے پہلے
ایک مرتبہ مکہ معظمہ مین ایک سیل یعنی ریل آئی تھی کہ تمام دیوارین بیت اللہ شریف کی
جنبش کر گئی تھین اور حجر اسود اپنی جگہ سے اکھڑ گیا تھا اس سیل کے جانے کے بعد قریش کے
سب سردار دین جمع ہو کر بیت اللہ شریف کو بنانا شروع کیا جب حجر اسود کے رکھنے کی نوبت
آئی تب آپس مین جھگڑا شروع ہوا اسواسطے کہ ہر سردار یہ کہتا تھا کہ حجر اسود کو مین اپنے ہاتھ سے

رکھونگا اور یہ جھگڑا بہت طول ہوا آخر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جھگڑے کے فیصلے کے
واسطے حکم مقرر کیا اور کہا کہ ایسا جوان قبل تمام قریش کے قبیلے میں کبھی پیدا نہیں ہوا اس
مقدمہ میں جو فیصلہ کریں وہ ہم سب کو قبول ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف
اسوقت پینتیس برس کی تھی آپنے حکم کیا کہ حجر اسود کو ایک بڑی چادر میں رکھو اور اس چادر
کے کونوں کو ہر ایک سردار اپنے ہاتھ سے پکڑ کر اسکے رکھنے کی جگہ پر لاؤ اور سب ملکے مجکو
اپنا وکیل کرو اسکے بعد میں اسکو اٹھا کر اسکی جگہ پر رکھدوں تو میرا رکھنا گویا تم سب کا
رکھنا ہوگا سب سردار اس فیصلے سے راضی ہوئے اور حجر اسود آپکے دست مبارک سے
رکھا گیا پھر جوان ہونیکے بعد جب کفار قریش سے حدیبیہ میں صلح کا اتفاق ہوا تو ظاہر
میں مغلوب ہونے مسلمانوں کی معلوم ہوتی تھی اسواسطے کہ کافروں نے یہ شرط کی تھی کہ اگر
کوئی مسلمان تمھاری طرف سے بھاگ کر ہم میں ملے گا تو ہم اسکو پھیر دینگے اور اگر کوئی
ہماری طرف سے بھاگکر تم میں ملیگا تو ہم اسکو پھیر لینگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس شرط کو قبول کر لیا صحابہ نے جو یہ حال سنا تو انکو نہایت رنج ہوا اور رسول اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ آپ کس طرح اس شرط کو قبول فرماتے ہیں کہ ایمان
دونوں طرح سے ہماری فضیحت ہو کافر ہمارا بھاگا ہوا ہم سے پھیر لینگے تو ہم بھی اپنا گیا ہوا
ان سے پھیر لینگے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا
کہ اس شرط کو سوچ سمجھ کر اسواسطے کیا ہے کہ جو ہم میں سے بھاگ کر ان میں جا ملیگا وہ نہوگا
مگر منافق جسکے دل میں کفر کی محبت اور کافروں کی رفاقت بھری ہوئی ہو سو ایسے شخص کا
ہم میں نہ ہونا ہی بہتر ہے اور ہمکو چاہیے کہ اسکو اپنے میں سے نکال دیں پھر اگر ایسا شخص آپ ہی
خود بخود چلا جاوے تو اسکو پھیر دینا کیا فائدہ ہے صحابہ نے جو یہ نکتہ سنا تو نہایت خوش
ہوئے اور اپنی عقل و دانائی پر بہت افسوس کیا غرض یہ واقعہ یہ ہے کہ سورۂ
احزاب میں جو یہ آیت نازل ہوئی ہے کہ جب کافروں نے چاروں طرف سے آکر مسلمانوں کو

گھیر لیا اور آنے جانے کی راہ بند کی اور کئی دن تک اسیطرح گھیرے پڑے رہے آخر
ایک دن سب نے ملکر یہ صلاح کی کہ فجر کو دھاوا کر کر مسلمانون پر جا گریے اور کافر قریب بارہ ہزار
کے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اول تین ہزار آدمی ہوئے تھے لیکن کھانے اور
پانی کی قلت کے سبب اور بہت دنون تک گھیرے رہنے کے باعث سے بہت چلے گئے
تھے اور تھوڑے سے لوگ آپکے ہمراہ رہ گئے تھے اور طاقت مقابلہ کی اس انبوہ کثیر کے
ساتھ نر رکھتے تھے بس جس دن یہ بات ٹھہری کہ کل صبح کو سب مل کر حملہ کیجیے اُس رات کو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حذیفہ بن یمان کو جاسوسی کے طور پر کافرون کے لشکر
مین بھیجا اور فرمایا کہ قریش کے ہر ایک سردارون سے علیحدہ علیحدہ ملکر یون سمجھانا کہ صبح کو
دھاوا ہوگا لیکن سب نے یہ صلاح کی ہی کہ تمکو سب کے آگے کرین اسواسطے اس قصے اور فساد
کی اصل تم ہی لوگ ہو اور دوسرے گروہ جتنے ہین وے سب تمھارے پیچھے ہین اور
مسلمان بھی اپنی جان دینے پر مستعد ہین حتی المقدور لڑنے مین کسی طرح قصور نہ کرینگے
اور جو انسے بن پڑیگی اُسمین کسیطرح پہلوتہی نکرینگے پھر یہ سوچ لو کہ دونون طرف سے جو آفت
آویگی سو ہی قریش کے قبیلے پر اور جتنے مارے جاوینگے یا زخمی ہونگے سو ہی قبیلے سے اور
دوسرے قبیلے جتنے ہین سب بچ جاوینگے اور محفوظ رہین گے پھر بعد اسکے دونون صورت
مین یعنی تمھاری فتح ہو یا شکست ستی اور ضعف تمھارے ہی قبیلے مین ہوگا اور اسی
قبیلے کے لوگ تھوڑے رہ جاوینگے پھر تم سب سے کم زور ہو جاؤگے اس بات کو خوب
سوچ کر کام کرنا تاکہ آیندہ کو ندامت نہو حذیفہ نے آپکے ارشاد کے بموجب سب کو
سمجھایا وے سب اس بات کے سنتے ہی گھبرائے اور فکرمند ہوئے اور حملہ کرنے کو موقوف
رکھا آخر یہان تک نوبت پہونچی کہ سب لشکر والون کے دلون مین نفاق ظاہر ہوا
اور بدون کسی سبب ظاہری کے سب اپنے اپنے گھرون کو کوچ کر گئے اور اسطرح کا فتنہ اُٹھا ہو
ایک بات مین اڑ گیا حاصل کلام کا یہ ہی کہ جو شخص اس طرح کا فتنہ اُٹھانا ہو

اسکو دیوانہ اور سودائی گمان کرنا گویا آفتاب پر خاک ڈالنا ہی بلکہ آفتاب کو باوجود اس روشنی
کے تاریک گمان کرنا ہی اور یہ کا کنا کس طرح صحیح ہوسکتا ہی کہ تو دیوانہ ہو وَاِنَّ لَكَ
لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ اور بیشک تیرے واسطے ایسا ثواب ہی کہ قیامت تک
منقطع اور موقوف ہونیوالا نہین ہی اسواسطے کہ تیرے ہاتھسے پرلے درجے کی ہدایت
تمام عالم کو ہوگی اور وہ ہدایت قیامت تک باقی رہیگی اور دیوانے کو اپنے کامون کی
آپ ہی خبر نہین ہوتی ہی دوسرے کو ہدایت کیا کریگا اور دیوانے کا کوئی کام ثواب
کی لیاقت نہین رکھتا ہی اسواسطے کہ بے عقلی کے سبب سے ہر کام اسکا نیت سے خالی ہوتا ہی
اور بے نیت ثواب نہین ملتا پھر بے انتہا ثواب ملنے کا کیا ذکر ہی اور جب غیر منقطع
ثواب کے معنے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے اس مقام پر وعدہ کیا گیا ہے
معلوم ہوچکے کہ آپکی امت کے عملون کا ثواب مراد ہی جو قیامت تک منقطع ہونیوالا نہین
ہی تو وہ اعتراض جو اس مقام پر وارد ہوتا تھا خود بخود اٹھ گیا اور اس اعتراض کا حاصل یہ ہی کہ
سورۂ انشقاق اور سورۂ تین مین اجر غیر ممنون ہر مومن کے واسطے وعدہ کیا گیا ہی پھر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات کے مقام پر اسکے ذکر کرنے کی کیا وجہ ہے
اور اس اعتراض کے دور ہونے کی وجہ یہ ہی کہ جو ہر مومن کے واسطے وعدہ کیا گیا ہے
سو وہ ثواب ہی جو بہشت مین ملے گا اور ہمیشہ رہے گا اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے واسطے خاص ہی وہ قیامت تک عملون کے ثواب کا منقطع نہوتا ہی جسکا منشا ہدایت
عامہ کلیہ ہی جو قیامت تک فسوخ ہونیوالی نہین ہی اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے خصوصیات سے ہی اور ان دونون مین بہت بڑا فرق ہی اور حضرت عبداللہ بن عباس
رضی اللہ عنہما سے منقول ہی کہ ہر نبی کو اسکی امت کے ایمان والون کے نیک عملون کا
ثواب ملتا ہی اسواسطے کہ جو وہ نیک عمل کرتا ہی وہ اسی نبی کی دلالت اور ارشاد
سے کرتا ہی اور آپنے فرمایا ہی اَلدَّالُّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهٖ یعنی نیک بات بتلانیوالے کو

ثواب اُسکے کرنیوالے کے برابر ہوتا ہی اور یہ بات ثابت ہی کہ جتنے اگلے انبیا گذرے ہین
انکا دین انکے بعد کے نبی کے دین سے منسوخ ہوتا چلا آیا یہان تک کہ آخر سب کے حضرت
عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کا دین تھا سو خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے
منسوخ ہوگیا اور منسوخ دین پر عمل کرنے کا کچھ ثواب نہین ہی بس یہ بات بلاشبہہ
ثابت ہوئی کہ اجر اور ثواب اگلے نبیون کا منقطع ہوچکا اور قیامت تک رہا بخلاف
خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے اجر اور ثواب کے کہ وہ قیامت تک باقی ہی اور ہرگز منقطع
ہونیوالا نہین ہی اور دوسرے یہ ہی کہ کس طرح سے یہ لوگ تجکو دیوانہ گمان کرتے ہین
وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ اور بیشک تو ہر آئنہ بڑے خلق پر ثابت ہی اور دیوانے
کو کچھ بھی خلق نہین ہوتا ہی کہ جسپر اعتماد کیا جاوے اسواسطے کہ رنگ بدلتا ہوا احوال کے
اور دھوپ اور چھاؤن کا متبدل ہونا دیوانگی کو لازم ہی اور جب اس طرح کا تغیر و تبدل
ہوا تو خلق کا ثابت رہنا کسی طور سے متصور نہین ہوسکتا اور حدیث شریف مین آیا ہی
کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے لوگون نے پوچھا تھا کہ رسول
اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا کیا خلق تھا جسکی حق تعالی نے قرآن شریف مین تعریف کی
ہی حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپکا خلق قرآن تھا یعنے جس چیز کو حق تعالی
نے اچھا فرمایا ہی وہی آپکی طبیعت چاہتی تھی اور جس چیز کو حق تعالی نے قرآن شریف
مین بُرائی سے یاد کیا ہی اس سے آپ کی طبیعت کو نفرت تھی اور بعضے عالمون نے کہا ہی
کہ آنحضرت صلی علیہ وسلم کا خلق عظیم وہ ہی جو حق تعالی نے اس آیت مین تعلیم فرمایا ہی کہ
خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ یعنی لازم پکڑ معاف کرنے کو اور
حکم کر نیک کام کا اور کنارہ کر جاہلون سے اور حقیقت مین اللہ کی طرف لوگون کو بلانے
مین اور دین حق کی تائید کرنے مین اس سے سخت تر کوئی چیز نہین ہی اور بعضون نے کہا ہی
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق عظیم یہ تھا کہ ظاہر مین خلق سے ملے رہتے تھے اور دین کی

تعلیم کیا کرتے تھے اور باطن سے حق تعالیٰ کی یاد میں جس سے مشغول رہتے تھے اور ہمیشہ ظاہر
اور باطن کی کشش میں اوقات کو گذرانتے تھے اور یہ بات بہت مشکل اور سخت ہے اسواسطے کہ
جب ظاہر اور باطن ایک طرف متوجہ ہوتا ہے تو کام سہل ہوجاتا ہے بخلاف دونوں طرف کے
ح مشغول ہونے کے اور حدیث شریف میں وارد ہے اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ
یعنی میں اسواسطے مبعوث ہوا ہوں کہ اگلے تمام پیغمبروں کی بزرگی اور اچھائیوں کو تمام اور
پورا کروں جیسے صفوت حضرت آدم علیہ السلام کی اور فہم حضرت ادریس علیہ السلام کا اور تذکر
حضرت نوح علیہ السلام کا اور جود حضرت ہود علیہ السلام کا اور عبادت حضرت صالح علیہ السلام کی
اور خلت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اور عزم حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اور صبر حضرت ایوب
علیہ السلام کا اور عدل حضرت داؤد علیہ السلام کا اور تمکین حضرت سلیمان علیہ السلام کی اور امر بالمعروف
اور نہی عن المنکر جو حضرت یحییٰ علیہ السلام رکھتے تھے اور زہد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اور یہی
سبب ہے کہ حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف خلق عظیم کرکے فرمایا اسواسطے کہ ان سب
بزرگوں کے اوصاف آپ میں پائے جاتے تھے ع انچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری
اور یہ بھی حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب آیت خُذِ الْعَفْوَ کی نازل ہوئی تب آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اسکی تفسیر پوچھی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا
کہ اُمِرْتُ بِمَکَارِمِ الْاَخْلَاقِ اَنْ تَصِلَ مَنْ قَطَعَکَ وَتُعْطِیَ مَنْ حَرَمَکَ وَتَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَکَ
یعنی یہ آیت سب خلق کو تجکو تعلیم کرتی ہے سو ان ہی مکارم اخلاق میں سے یہ ہے کہ مل اُس سے جو
تجھے کاٹے اور دے اُسکو جو تجکو محروم رکھے اور نہ دے اور درگذر کر اُس سے جو تجھ پر ظلم کرے
سو جو شخص کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال سے خوب طرح سے واقف ہوجاوے
اسکو اس بات کا یقین ہوجائیگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب مرتبوں کو اُس انتہا کے
درجے کو پہنچایا تھا کہ اس سے زیادہ کسی بشر کی طاقت نہیں ہے کہ کرسکے اور آپ کے معاملات جو
دشمن کافروں کے ساتھ ہوئے ہیں اُن میں سے ایک یہ ہے کہ جب جنگ احد میں کافروں نے

بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے شہید کیا اور اُنکے جگر کو نکال کر چبا کر پھینکدیا اور دوسرے شرعمدہ عمدہ آپ کے صحابیون کو شہید کیا اور اُن سب کو مُثلہ کر ڈالا یعنے انکے کان اور ناک کاٹ ڈالے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کو زخمی کیا اور دندان مبارک کو شہید کیا یہان تک کہ خون آپکے سر اور منھ پر جاری تھا صحابہ اس حالت کو دیکھکر بہت ہی مضطرب اور بیتاب ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کی کہ یا رسول اللہ ان کافرون کا ظلم اور ستم اور بے ادبی حد سے گذر گئی اب انکے واسطے آپ بد دعا کیجیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجکو بد دعا کرنے کے واسطے نہین بھیجا ہے بلکہ رحمت اور ہدایت کے واسطے بھیجا ہے اور یہ دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ وَاھْدِ لِقَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ یعنے یا اللہ بخشدے میری قوم کو اور ہدایت کر میری قوم کو پس بیشک لوگ نہین جانتے ہین اور نادانی سے یہ باتین کرتے ہین اس قصہ کو ابن حبان نے اپنی کتاب صحیح مین معتبر سند سے ذکر کیا ہے اور دوسرے محدثون نے بھی اس قصہ کو روایت کیا ہے اور طبرانی اور حاکم اور ابن حبان اور بیہقی اور دوسرے محدثون نے مغیرہ بن شعبہ کے ایک یہودی عالم کی زبانی روایت کی ہے جسکا نام زید بن ثعنبہ تھا کہ وہ کہتا تھا کہ مین نے اگلی کتابون مین رسول آخر الزمان کی تعریف دیکھی تھی اور وے سب صفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مین پائے جاتے تھے مگر دو وصفون کا حال مجھے معلوم نہ تھا ایک یہ کہ غصے پر حلم غالب ہو اور دوسرا یہ کہ سخت بات سننے سے غصہ نہ آوے بلکہ اور نرمی زیادہ ہو سو مین چاہتا تھا کہ ان دونون باتون کو کسی طرح سے آزماؤن مدت تک اسکی انتظار مین رہا اتفاقات سے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے خرمے قرض مول لیے اور اسکے ادا کرنے کی ایک مدت مقرر کی مین اُس مدت سے دو تین دن پہلے آپکے پاس گیا اور تقاضا اپنے روپیون کا شروع کیا پھر دیکھا مین نے کہ آپ سنکے چپ ہو رہے اور یہ بھی

نہین کہتے ہین کہ ابھی تمھارا وعدہ نہین ہوا تم تقاضا کیون کرتے ہو پھر مین نے سخت تقاضا
کیا اور مین نے دیکھا کہ لوگ آپ کے اصحاب بہت سے جمع ہین ما سوا سطے اور بھی سخت
باتین مین نے کہین کہ شاید ان لوگون کو دیکھ کے کچھ حیا سے غصہ آوے اور کوئی سخت
بات مجھ سے کہین لیکن آپ کو ہرگز غصہ نہ آیا یہانتک کہ مین نے یہ بھی کہا کہ تمھارے
خاندان مین اسی طرح قرض ادا کرنے مین حیلہ حوالہ کیا کرتے ہین کسی قرض خواہ نے تم سے
اپنا قرض آسانی سے نہ پایا ہوگا اس بات کے سننے سے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ
کو غصہ آیا اور مین اُٹھ کے آپ کا پیراہن شریف اور چادر مبارک ہاتھ سے پکڑ کے اپنی
طرف کھینچنے لگا اور غصے کی آنکھون سے مین نے آپ کی طرف دیکھا اور کہا کہ ابھی اُٹھو
اور میرا قرض ادا کرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت عمر بیقرار ہو کے
تلوار لیکر میرے سر پر آپہونچے اور کہنے لگے کہ اے دشمن خدا کے تو نہین آتا ہے ابھی تیرا سر
اڑائے دیتا ہون یہ سوال کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر حضرت عمرؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا
کہ مجکو تم سے یہ توقع نہ تھی تم کو چاہیے تھا کہ مجکو سمجھاتے کہ اسکا قرض اچھی طرح آسانی سے
ادا کیجیے اور اسکو سمجھاتے کہ آہستگی سے تقاضا کرو سوا اسکے خلاف یہ کیا بات ہے جو تم کہتے ہو
حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت شرمندہ ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ اس سے زیادہ
مجھ مین صبر نہین ہے اگر آپ فرمائیے تو مین اسکا قرض ادا کر دون آپ نے فرمایا کہ جاؤ اس کا
جتنا قرض ہے وہ دو اور بیس صاع اس سے اور زیادہ اسکو دو تاکہ اس تمھارے سلوک
اور سخت گوئی کا عوض ہو جائے وہ شخص کہتا ہے کہ مین اس بات کے سنتے ہی ایمان لایا اور
اور آپ کی پیغمبری کا قائل ہوا اور صحیح روایت مین حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے
آیا ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ بیٹھے ہوئے کچھ باتین کر رہے
تھے پھر وہان سے اٹھکر گھر کو تشریف لیچلے مین بھی آپکے ساتھ ہو لیا راستے مین ایک دیہاتی
گنوار جنگل کا رہنے والا ملا اور اس نے آپ کی چادر آپ کے سر سے زور سے

کھینچی یہان تک کہ آپکی گردن مبارک سرخ ہوگئی اور قریب تھا کہ آپکا سر مبارک دیوار سے
جا لگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گنوار کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ تیرا مطلب
کیا ہی تو کہ اُس نے کہا کہ یہ دونون میرے اونٹ غلہ سے بھردے اسواسطے کہ جو
تیرے پاس مال ہی وہ مال خدا کا ہی کچھ تیرا اور تیرے باپ کا نہین ہی آپنے فرمایا کہ تو
سچ کہتا ہی یہ مال حق تعالیٰ کا ہی میرا اور میرے باپکا نہین ہی لیکن آج جو تو نے میری چادر
زور سے کھینچی اور مجکو رنج پہونچایا یہ تو میرا حق ہی اسکا عوض تو مین تجھسے لونگا اُس نے
کہا کہ مین ہرگز اسکا عوض نہ دونگا آپ یہ کلمہ فرماتے تھے اور نہایت خوشی سے مسکراتے
جاتے تھے اور وہ بھی جواب دیتا جاتا تھا جب اسی گفتگو مین تھوڑی دیر گذری تب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بلاکر فرمایا کہ اسکے ایک اونٹ پر خرمے اور دوسرے
اونٹ پر جو بھر کر اُسکے حوالے کرو اس حدیث کو ابو داؤد نے اپنی سنن مین روایت کیا ہی
اور تمام تاریخ والے اس بات پر متفق ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زمانے کے
منافقون کے ساتھ اسقدر سلوک کرتے تھے کہ ہرگز کوئی شخص اپنے دشمنون کے ساتھ
اسقدر سلوک نہین کرسکتا ہی یہان تک کہ حق تعالیٰ جل شانہ نے باوجود اسکے کہ ارحم الراحمین
ہی آپ کو کافرون اور منافقون کے ساتھ سختی کرنے کی تاکید فرمائی اور یہ آیت نازل کی
یَا أَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِینَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ یعنی اے نبی جھگڑ کافرون اور
منافقون سے اور سختی کر اُن پر اور یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے
بارہا فرمایا ہی کہ لَا تُطْرُونِی كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى عِیسَى ابْنَ مَرْیَمَ وَقُولُوا عَبْدُ اللَّهِ
وَرَسُولُهُ یعنی نہ حد سے بڑھاؤ مجکو تعریف کرنے مین جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کی تعریف
مین مبالغہ کرکے بشریت کی حد سے نکال دیا سو میری تعریف مین اسی قدر کہا کرو کہ بندہ خدا
کا اور رسول اسکا ہی اسواسطے کہ حق تعالیٰ کی بندگی کی بزرگی میرے واسطے بس ہی اور صحیح مسلم مین
ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت آئی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کبھی اپنی عمر بھر میں اپنے غلامون کو یا لونڈیون کو یا خدمتگارون کو نہین مارا اور ترمذی مین آیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اپنے خادم کو سخت آواز سے نہین جھڑکا اور اپنے بدلہ لینے کے واسطے کسی کو ایذا نہین پہونچائی اور یہ بھی صحاح مین روایت آئی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی مجلس مین اصحاب کے سامنے پانون مبارک کو نہین پھیلایا اور اگر کوئی آپکی ملاقات کو آتا تھا جب تک وہ بیٹھا رہتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپسے نہین اُٹھ کھڑے ہوتے تھے اور کبھی آپکے دونون زانو بیٹھنے مین کسی کے زانو سے مقدم نہین ہوتے تھے اور جو کوئی آپکے اہل بیت یا آپکے اصحابون سے آپ کو یا رسول اللہ کرکے پکارتا تھا تو آپ اُسکے جواب مین لبیک کے لفظ کو فرماتے تھے اور تاریخ طبری مین مذکور ہی کہ ایک روز سفر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ آج ایک بکری کے کباب بنانا چاہتا ہون مین سب نے عرض کی کہ بہت بہتر پھر ایک نے اُن مین سے کہا کہ مین ذبح کرتا ہون اور دوسرے نے کہا کہ مین کھال کھینچتا ہون اور تیسرے نے کہا کہ گوشت کا درست کرنا اور کوٹنا میرا ذمہ ہی اور چوتھے نے کہا کہ اُسکا پکانا میرا ذمہ ہی حاصل کلام کا سب نے ایک ایک کام اپنے ذمہ پر کرلیا تاکہ جلد کباب تیار ہوجاوین اصحاب سب اس کام مین مشغول ہوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چپکے اٹھے اور جنگل سے ایک گٹھا لکڑی کا تھوڑی دیر مین لے آئے صحابہ نے جو دیکھا تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپنے کیون اتنی تکلیف کی یہ بھی ہم مین سے کوئی کرلیتا آپنے فرمایا کہ حق تعالیٰ اس بات کو مکروہ جانتا ہی کہ کوئی شخص اپنے یارون مین ممتاز ہوکر بیٹھے اور یارون مین شریک نہو اور بخاری مین مذکور ہی کہ کوئی لونڈی مدینہ کی لونڈیون مین سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جہان چاہتی تھی اپنے کام کے واسطے لیجاتی تھی آپ انکار نہین کرتے تھے اور اسکا کام کردیتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین ایک عورت تھی کہ اسکی عقل مین کچھ خلل ہوگیا تھا اکثر وہم اور خیالات فاسد اسکو آیا کرتے تھے اور اُن خیالون کو لوگون کے سامنے ظاہر کرنے مین شرم کرتی تھی سو بار بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتی تھی اور اکیلی آپکے پاس بیٹھ کے

وہی سب واہیات باتین کیا کرتی تھی اور جب کسی کو دور سے آتے ہوئے دیکھتی تو وہم اُسپر غالب ہوتا اور آپسے کہتی تھی کہ اب یہان سے اُٹھو دوسری جگہ پر چل کے بیٹھو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسکی ان سب واہیات باتون کی برداشت کرتے تھے اور کچھ نہ کہتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور یون تھا کہ جب آپ فجر کی نماز سے فراغت پاتے تھے تو اُسوقت لونڈیان اور غلام مدینے والون کے برتن مین پانی لیکر آتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پانی کو اپنے دست مبارک سے چھو لیون تاکہ وہ پانی متبرک ہو جاے اور اُسکو اپنے گھانے اور پینے کی چیزون مین ڈالین اور کبھی سردی کا موسم بھی ہوتا تھا اور برتن بہت سے ہوتے تھے سب مین ہاتھ ڈالنے سے آپکو تکلیف بھی ہوتی لیکن باوجود اس رنج اور تکلیف کے آپ کسی کی خاطر شکنی نہین کرتے تھے اور سب برتنون مین اپنا دست مبارک ڈالتے تھے اور خوش خلقی آپ کی اس درجے کو پہونچی تھی کہ چھوٹے چھوٹے لڑکون سے بھی آپ اُنکی خوشی کی بات فرماتے تھے چنانچہ ایک لڑکا تھا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بھائی اُسنے ایک چڑیا پالی تھی جسکو عربی زبان مین نغیر اور ہندی بولی مین لال کہتے ہین اتفاق سے وہ چڑیا مر گئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گویا تعزیت کے طور پر اُس بچے کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا یَا اَبَا عُمَیْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَیْرُ یعنی اے ابو عمیر کیا کیا لال نے یہ اسواسطے فرمایا کہ اس کلمے متفکا کے سننے سے وہ بچہ خوش ہوا اور رنج نکرے اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے کہا ہے کہ مین نے دس برس آپ کی خدمت کی اُن دس برس مین کبھی آپنے یہ نہین فرمایا کہ یہ کام کیون کیا تو نے اور یہ کام کیون کیا تو نے اور حدیث صحیح مین آیا ہے کہ قیامت کے دن میزان مین ہمارے عمل نیک جو تولے جاوینگے تو سب سے بھاری عمل نیک خلق ہوگا اور یہ بھی حدیث مین آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز اپنے اصحاب سے پوچھا کہ تمکو کچھ معلوم ہے کہ دوزخ مین بہت لوگ کس سبب سے جاوینگے سب نے عرض کی کہ اللہ اور اس کا رسول اس بات کو خوب جانتا ہے تب آپ نے فرمایا کہ دو چیز

کشادہ کے سبب سے ایک منہ اور دوسری شرمگاہ کہ یہی دونون چیزین دوزخ مین جانے کی زیادہ
سبب پڑینگی پھر آپنے فرمایا کہ تمکو کچھ معلوم ہی کہ بہشت مین کس سبب سے بہت لوگ جاوین گے
سب نے عرض کی کہ اللہ اور اُسکا رسول خوب اس بات کو جانتا ہی آپنے فرمایا کہ ایک تو تقوے کے
سبب سے یعنی پرہیزگاری سے اور دوسرے نیک خلق سے اور یہ بھی آیا ہی کہ ایماندار آدمی نیک خلق کے
سبب سے صَآئِمُ النَّهَارِ وَقَآئِمُ اللَّيْلِ کے درجے کو پہونچیگا یعنی جو لوگ ہمیشہ روزہ رکھتے ہین اور رات بھر
نماز پڑھتے ہین اُنکا سا ثواب نیک خلق والے کو ملیگا پھر جب جنون کے گمان کے باطل کرنے سے
جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کافر کرتے تھے فراغت پائی اس طور سے کہ باوجود ایسے
نیک عملون اور انتہا درجے کی ہدایت کے دیکھنے سے جو ثواب بے انتہا اور اجر غیر منقطع کا
سبب ہے اور باوجود آپکے اخلاق کریمہ پر واقف ہونے کے جو عقل کے کامل ہونے پر
دلالت کرتے ہین پھر آپ کی طرف دیوانگی کی نسبت کرنا سراسر باطل اور نامسموع ہی اب
ارشاد ہوتا ہی کہ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ سو قریب ہی کہ تو بھی دیکھ لیگا اور یہ بھی دیکھ
لینگے جسوقت تیرے نیک خلقون کی کشش اور ہدایت کی نشانیان دنیا مین ان کو راہ پر
لاوینگی اور تیرا کمال ان کی نظرون کے سامنے جلوہ گر اور ظاہر ہوگا اور موت کے بعد
اچھی طرح سے دیکھ لینگے اسواسطے کہ اسوقت یہ غفلت کا پردہ اُٹھ جائیگا اور ہر ایک کی
دانائی اور عقلمندی مرتبہ ظاہر ہو جائیگا کہ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ اور کون تم مین سے مجنون اور
خبل ہی تو مجنون ہی جو عالم ملک و ملکوت کے چھپے بھید جوامع الکلم کے ضمن مین انکو
بتاتا ہو یا یہ مجنون ہین جو اپنی ذات کی حقیقت اور حق تعالی کی نشانیون سے جو انکی ذات
مین مثل و ظاہر ہین نادان اور ناواقف ہوکے دیوانے اور باؤلون کی طرح پتھر اور لکڑیون
کی عبادت مین مشغول اور مجنون ہو رہے ہین اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ تحقیق
تیرا رب ہی جو جانتا ہی اسکو جو حقیقت مین مجنون اور دیوانہ ہی اور اُسکی عقل غفلت کے پردون مین
چھپی پڑی ہی وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ گمراہ ہوا اور بہکا اپنے خاوند اور مالک

کی راہ سے اور جانور سے بھی کمتر ہوگیا رتبے مین جو اپنے مالک کے گھر کو پہچانتا ہے وَهُوَ اَعْلَمُ اور وہی خوب جانتا ہی دانا اور صحیح عقل والون کو جنکے حق مین کہا جاتا ہی بِالْمُهْتَدِيْنَ راہ پانیوالے جنھون نے اپنے مالک کی راہ پہچانی ہی اور اُسکی طرف متوجہ ہوئے ہین اور جو ان دونون فرقون مین جدائی اور دوری پہلے درجے کی ہی تو چاہیے کہ ظاہر مین بھی تو اپنے نیک خلق کے سبب سے موافقت اور میل کر جس طرح تو باطن مین اُن سے علیحدہ ہی اور موافقت نہین رکھتا ہی اسواسطے کہ ظاہری موافقت اور ملنا باطنی موافقت کا نشان اور علامت ہے فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ سو تو کہا نمان جھٹلانیوالون کا اور انکی تابعداری مت کر کہتے ہین کہ ولید ابن مغیرہ اور ابوجہل اور اسود بن عبد یغوث اور اخنس بن شریق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے اور کہا کہ اگر تجکو سودا وی خلط ان حرکتون اور ان باتون کا باعث ہوتا ہی تو ہم سے کہدے اسواسطے کہ ہم بھی تمھارے خویش اور اقربا ؤن مین سے ہین اور اگر عیش و عشرت کی خواہش ہو تو بھی کہدے تاکہ اچھی خوبصورت عورتین اور خدمتگار خوبصورت اور مزیدار کھانے اور بہت مال و اسباب تمھارے واسطے ہم موجود کرین اور اگر حکومت و ریاست کی خواہش ہی تو بھی ہمکو خبر کر و کہ ہم سب سردار تمھاری فرمانبردار ہونگے تابعدار ہین تم حکومت کی مسند پر بیٹھو اور اپنا حکم جاری کرو اسواسطے کہ تم عقل اور دانائی اور حسب اور نسب مین ہم سے زیادہ ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان باتون مین ایک بھی بات مجھے منظور نہین ہے مجکو فقط حق تعالی کی بندگی اور اُسکی فرمانبرداری منظور ہی تب ان سب نے کہا کہ اگر یہ تمکو منظور ہی تو بہت خوب ہی ہمارے سر اور آنکھون پر لیکن ایک بات ہم تمکو کہتے ہین وہ یہ ہی کہ ہماری بات مان لو کہ ہمارے بتون کو برا مت کہو اور انکی عبادت سے ہمکو منع مت کرو اور تم آپ حق تعالی کی عبادت مین مشغول رہو ہم تم کو اللہ تعالی کی عبادت کرنے سے منع نہین کرتے اور تم طعن اور تشنیع بھی نکرینگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت کیا اور یہ آیتین نازل ہوئین اور حکم ہوا کہ بتون کی برائی اور اُن کی عبادت کی برائی کے بیان کرنے مین چپ مت رہو اور اس

مقدمے مین ان کی باتون کو مت سنو وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ وہ چاہتے ہین کہ کاشکے تو اپنے آئین اور وضع سے سستی کرے پھر وہ تو سست اور بے حمیت ہین غرض اس کلام سے یہ ہے کہ حقانی آدمی کو مخالفون کی بات ہرگز سننا نچاہیے اور انکی رضامندی کو منظور نہ رکھنا اسواسطے کہ آخر کو یہ بات دین کی سستی کا سبب پڑتی ہے لیکن مدارات یعنی تواضع اور خلق نیک ہر شخص سے بہتر ہے مگر اسقدر کہ اپنی وضع اور آئین مین فتور نہ پڑے اور دین مین سستی نہونے پاوے اور مقام نہایت مشکل ہے اور مداہنت اور مدارات مین فرق کرنا بہت دشوار ہے اکثر لوگ اس جگہ پر لغزش کھاجاتے ہین بعضے خلق اور چاپلوسی اور خاطرداری مین اس طرح ڈوب گئے ہین کہ دین کی باتون مین صراحۃً سستی اور ڈھیل کرنے لگے اور بعضے تعصب اور دین کی حمایت مین اسقدر بڑھ چلے کہ سخت گوئی اور گالی اور بدخلقی کو عین عبادت سمجھے سیدھی راہ شریعت کی پہچاننا موقوف ہے مدارات اور مداہنت کے بوجھنے پر سو اپنے حق کو چھوڑ دینا جیسے تعظیم اور بزرگی اور احسان کسی سے بچا نہانا اور جسقدر ہوسکے ہاتھ اور زبان سے عیب سب کے چھپانا اور خلق اللہ کی خیرخواہی کرنا اسکو مدارات کہتے ہین اور یہ بات بہتر ہے اور دین کے حق لینے مین سستی کرنا جیسے اچھی بات کو نہ کہنا اور بری بات سے منع نکرنا اور شرع کی حد جاری کرنے مین سستی کرنا اور حق بات کے بیان کردینے مین اگرچہ کسی کو بھی بری معلوم ہو کے غفلت کرنا اسکو مداہنت کہتے ہین اور یہ بات بہت بری ہے حاصل کلام کا یہ ہے کہ منکرون کے ساتھ موافقت رکھنا اگرچہ ظاہر مین ہو ہدایت عامہ کلیہ مین خلل ڈالتا ہے اور اجر غیر مقطوع کے مستحق ہونے سے باز رکھتا ہے چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ اِذَا لَقِيتَ الْفَاجِرَ فَالْقَهُ بِوَجْهٍ خَشِنٍ یعنی جب ملاقات کر تو فاجر کی یعنی مشرک یا بدعتی کی تو ملاقات کر ترش روئی سے اور حقایق التنزیل مین ہے کہ سہل بن عبداللہ تستری کہا کرتے تھے کہ مَنْ صَحَّحَ اِيْمَانَهُ وَاَخْلَصَ تَوْحِيْدَهُ فَاِنَّهُ لَا يَاْنَسُ اِلٰى مُبْتَدِعٍ وَلَا يُجَالِسُهُ وَلَا يُوَاكِلُهُ وَلَا يُشَارِبُهُ وَيَحْذَرُهُ مِنْ تَفْسِيْرِ الْعَدَاوَةِ وَمِنْ دَاهِرٍ مُبْتَدِعٍ سَلَبَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ وَمَنْ

وعظ تذکیری

مدارات اور مداہنت کے مضمون کا بیان

منکر اور بدعتی سے دوستی نہ رکھنا چاہیے

یُحِبُّ اِلٰی مُبْتَدِعٍ عِرْنِیْنَ عُنُوْرُ الْاِیْمَانِ مِنْ قَلْبِہٖ یعنی مرد صحیح الایمان کو چاہیے کہ بدعتی لوگون سے محبت اور الفت نرکھے اور اُنکے ساتھ بیٹھنے اور کھانے اور پینے کی عادت نہ ڈالے اور دل سے اُنکے ساتھ عداوت رکھے اور جو شخص بدعتی لوگون سے ملتا ہی اور اُنکی خاطر سے دین کی بات مین سستی کرتا ہی تو اُس سے ایمان کی حلاوت اللہ تعالیٰ لے لیتا ہی اور جو بدعتی لوگون سے دل سے دوستی رکھتا ہی تو اسکے دل سے ایمان کا نور نکال لیا جاتا ہی علی الخصوص ایسے منکرون سے جنکے نفس رذیل ہین یعنی شریر اور بدخلق ہین ان سے ہرگز موافقت نرکھے اگرچہ ظاہری ہی موافقت ہو اسواسطے کہ ان سے ظاہری بھی موافقت رکھنا نیک خلق کے کمال کے نقصان کا سبب پڑتا ہی پس جس شخص کو اللہ تعالیٰ توفیق نیک عنایت کرے اُس شخص کو ایسے لوگون سے احتراز کرنا اور بچنا ضرور ہی تاکہ بہت ہمنشینی اور مصاحبت ایسے بدبختون اور رذیل نفسون کی اُسکے نیک اخلاق مین نقصان نہ ڈالدے چنانچہ حکم ہوتا ہے وَلَا تُطِعْ اور کہا نہ مان اور تابعداری مت کر ان سب منکرون مین سے کُلَّ حَلَّافٍ ہر بڑی قسم کھانیوالے کی جو ہر بات مین خدا کی قسم کھاتا ہی اسواسطے کہ بہت قسم کھانا نفس کے رذالت کی دلیل ہی دو وجہ سے اول یہ کہ اپنے مالک کی عظمت اور بزرگی کی قدر نہین جانتا ہے جو اُسکے نام پاک کو ایسا ذلیل کرتا ہی اور اُسکی ربوبیت کے بھید سے غافل ہی اور نفس کی عزت اپنے بزرگون کے حق پوچھنے سے ہی اور نفس کی رذالت اور کمینہ پن اُنکے حقون کی غفلت سے اور یہی سبب ہی کہ رذیل قوم والے یعنی کمینے ماں باپ کا نام تعظیم سے نہین لیتے ہین اور کوئی شخص دنیا مین اسقدر حقوق کسی بندے کی نسبت سے نہین رکھتا جتنے اپنے خالق اور مالک کے رکھتا ہی اور جب اس طرح کے حقون کو نہ پہچانا اور اُنکی قدر نجانی تو یہ انتہا درجہ کی رذالت اور کمینہ پن کی دلیل ہی اور دوسری وجہ یہ ہی کہ جو شخص قسم بہت کھاتا ہی وہ اکثر جھوٹا ہوتا ہی اور جھوٹ بولنا بڑی حقارت کا سبب ہی لوگون کے نزدیک پھر ایسی حقارت کو جان بوجھکے ہر وقت اپنے اوپر گوارا رکھنا نفس کی رذالت کی دلیل ہی

اور بالکل کمینہ پن ہی اور اس مقام پر ایک لطیفہ اس بہت بڑے دست ہے اور اسکا حاصل یہ ہی کہ
اگر بہت قسم کھانا برائی اور عیب ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں کسواسطے
بہت قسم آئی ہی اور اکثر باتوں میں آپ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ فرماتے تھے یعنی قسم ہی اس ذات
پاک کی جسکے دست قدرت میں جان میری ہی اور جواب اسکا یہ ہی کہ قسم کی کثرت آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں آپ کی قدر اور مرتبے کی زیادتی کا سبب ہے کئی وجہوں سے
اوّل تو یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر بات میں اللہ تعالیٰ کی یاد کو نہیں بھولتے تھے
اور یہ پہلے درجے کی محبت کی علامت ہے بموجب اس قول کے مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ
یعنی جو شخص دوست رکھتا ہی کسی چیز کو تو زیادہ کرتا ہی ذکر اسکا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ
جس طرح بانسری بجانیوالے کے اختیار میں ہوتی ہی اسیطرح سے آپ اپنے تئیں ہر وقت
ہر بات میں حق تعالیٰ کے اختیار میں سمجھتے تھے اسیواسطے قسم کے مقام پر اکثر نَفْسِیْ بِیَدِہٖ
کے لفظ کو فرماتے تھے سو یہ بات عبودیت صحیح اور ثابت کرنے کے واسطے انتہا درجے
کے مرتبوں میں ہی تیسری وجہ یہ ہی کہ وہ مضمون جن پر آپ قسم یاد فرماتے تھے وہ اکثر ایسے
مضمون ہوتے تھے کہ عوام کی عقل اور فکر میں نہیں آسکتے تھے اسواسطے تاکید کی احتیاج پڑتی
تھی تو قسم کے لانے میں دعوت الی اللہ کی تاکید حاصل ہوتی تھی اسی سبب سے دنیا کے کاموں
میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قسم کھانے کا اتفاق نہیں ہوا اور جو قسم آپنے کھائی ہی سو
یا شرعی حکموں کے بیان میں ہی یا حق تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے کے واسطے ہی بخلاف دوسرے
لوگوں کے جو قسمیں بہت کھاتے ہیں یہ دونوں باتیں انکے کلام میں نہیں پائی جاتی ہیں اور
بعضے عالموں نے لکھا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں قسم کے کثرت کی وجہ یہ
تھی کہ آپکے نبی ہونے سے پہلے لوگوں کی زبانوں پر ایسی قسمیں جو شرع میں درست نہیں ہیں
جاری تھیں جیسے اپ کی قسم بیٹے کی قسم فلانے بزرگ کی قسم فلانے پیشوا کی قسم اپنی آنکھ کی قسم اپنے
کان کی قسم فلانے دوست کی قسم فلانے دشمن کی قسم ان سب قسموں کی زبان کے لوگوں کی عادت تھی

پڑگئی تھی سواس عادت کے چھڑانے کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور ہوا کہ اپنے کلام
میں بار بار ایسی قسمیں جو شریعت میں درست ہیں استعمال کریں تاکہ لوگوں کو طریقہ قسم کھانے کا
سکھلادیں اور انکی بری قسموں کی عادت کو چھڑادیں اور اس بات کے واسطے فقط آپ کا منع
کردینا کفایت نہیں کرتا تھا اسواسطے کہ پڑی ہوئی عادت کا چھوٹنا بہت مشکل ہوتا ہی
یہ وجہ ہی آپکے کلام میں قسم کے کثرت کی حاصل کلام یہ ہی کہ بہت قسم کھانا اس شخص کا بہت
معیوب ہے جو صفت بھی کھنا ہو مہین پست ہمت اور رذیل طبع ادنی خطا اور کمی چیز کے
واسطے قسم کھاتا ہی اور یہ نہیں سمجھتا کہ کیسے بزرگ نام کو خسیس چیز کا وسیلہ کرتا ہی بنا بریں ادنی قسمون
کی کثرت اسکے نفس کی رذالت اور ذلت کی دلیل ہی اسواسطے کہ اشراف آدمی بزرگ کی قدر
پہچانتا ہی اور ہر عزت والے کی عزت اور ادب کی رعایت کرتا ہی اور رذیل شخص ہر چیز کو اپنے
اوپر قیاس کرکے ذلیل سمجھتا ہی ہر چند کہ اسطرح رذیل النفس جو حق تعالی کے نام کی عزت نکرے جو
کوئی ہو اس سے کنارہ کشی و احتراز بہتر ہی لیکن اکثر مفسرین نے کہا ہی کہ اس جگہ ولید بن مغیرہ کے حال
سے اشارہ ہی کہ مالدار بھی تھا اور بہت اولاد والا چنانچہ اسکے مال اور اولاد کی تھوڑی تفصیل سورۂ
مدثر میں مذکور ہی پھر باوجود اسکے وہ رذالت اسکے نفس کی نہیں جاتی تھی اور اپنے پروردگار کے
نام کی عزت اور ادب نہیں کرتا تھا کاش اسی پر کفایت کرتا لیکن باوجود اس کمینہ پن کے
یہ صفت بھی رکھتا تھا کہ ہمیشہ طعنہ کرنیوالا اور خلق اللہ کو عیب لگانیوالا کہ لوگوں کے منہ پیچھے بھی
طعن و تشنیع کرتا اور پیٹھ پیچھے بھی انکو برا کہتا اور لوگون کے حسب و نسب اور خلق اور عادت میں عیب
لگاتا گویا ایک کتا تھا بھونکتا رہتا کہ لوگ اسکی صورت سے بیزار تھے اور یہ بھی نہایت کمینہ پن کی دلیل ہے
اسواسطے کہ جو سب کی آبرو گنوادیگا وہ اپنی آبرو پہلے کھودیگا تو گویا اسکو اپنی آبرو کی کچھ پروا نہیں اور
پھر طرفہ یہ ہی کہ لوگون کی آبرو لینے میں فقط طعن و تشنیع پر اکتفا نہیں کرتا تھا بلکہ مشّاءٍ
بنمیمٍ اپنے پانوں سے چل کر چغلی کھاتا تھا یعنی ایک کی بات دوسرے کو پہونچاتا تھا تاکہ آپس
میں لڑ کھا کر لڑ پڑیں اور ایک دوسرے کی آبرو لے اور آپ بھی ایسی بری کتون سے خفیف اور رسوا ہوتا

اسواسطے کہ دانا اون کے نزدیک چغلخوری کرنا بڑی حقارت کی بات ہے چنانچہ شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ
علیہ کہتے ہین ؎ ہر کہ عیب گران پیش تو آورد شمرد بگیان عیب تو پیش دگران عہ یعنی جو لوگون کے
عیب تیرے پاس لیگا تو تیرے عیب بھی لوگون کو پہونچاویگا یہ جو بیان ہوئین وہ اذیتین ہین جسمین
حق تعالی کی بے ادبی اور لوگون کی ہتک حرمت اور آبرو کنوانا ثابت ہوتا ہی اور وہ اذیتین
جنمین لوگون کا مال تلف ہوجاوے اور دین نیلکے قائمے اور حق لوگون کے نیست و نابود ہوجاوین
وے آگے ہین چنانچہ مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ بہت منع کرنیوالا نیک چیز کا یعنی ہرگز اس بات کا روادار نہین
کہ کوئی کسی سے بھلائی کرے یہانتک کہ اپنے لڑکون اور غلامون اور نوکرون سے کہا کرتا تھا کہ تم مین
سے کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور اُنکی باتین سنین تو اُسکا جو مقرر ہی روزینہ یا دراہہ وہ
موقوف کردونگا اور اسکے خویش و اقربا مین سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوتا تھا
اسکے ساتھ برادری کی راہ سے جو سلوک کرتا تھا وہ موقوف کردیتا تھا مُعْتَدٍ ظلم اور تعدی کرتا
اور لوگون کے حق جو لازم ہین نہ دیتا جیسے نوکر کی نوکری اور مزدور کی مزدوری اور کسی معاملہ والے کا حق ادا نکرتا
اَثِيْمٍ بڑا گنہگار کہ شراب بھی پیتا ہی اور زنا اور لونڈے بازی بھی کرتا ہی تو اپنی جان پر بھی
ظلم کرتا ہی کہ اسکو ہمیشہ کی ہلاکت مین ڈالتا ہی اور باوجود ان باتون کے ایک وصف اور بھی رکھتا ہے
کہ عُتُلٍّ گردن کش اور طبیعت کا سخت اور بدخو کہ کسی کی نصیحت اور سمجھانے سے وہ راہ پر نہین
آتا اور خود پسندی کے جال مین گرفتار ہی اگر کسی کی بات سُنتا تو امید ہوتی کہ شاید اسکی اس سخت
بیماریون کو کوئی دوا یعنی کسیکی بات مفید ہوجائیگی سو وہ کسی کی بات نہین سُنتا تو اسکا علاج
سے اچھا ہونا ہی ممکن نہین ہی بَعْدَ ذَالِكَ بعد ان سب عیبون کے جو اُس مین پائے جاتے
ہین زَنِيْمٍ ولد الزنا ہی یعنی حرام زادہ ہی کہ اٹھارہ برس تک کوئی اُسکا باپ مقرر نہ تھا بعد
اٹھارہ برس کے مغیرہ نے کہا کہ یہ میرے نطفے سے پیدا ہوا ہی اسکی ماں سے مین نے بُرا کام کیا تھا
اور بَعْدَ ذَالِكَ کی لفظ مین اس اشارہ ہی اس بات کا کہ یہ صفت بُرائی مین دوسری سب بُرائیون سے بڑھکے ہی
کہ ترقی کرکے سب صفتون کے بعد اس طرف عقل انتقال کرتی ہی ورنہ اُسکا ولد الزنا ہونا خارج

ہین سب صفتون سے مقدم تھا سو جہ سے کہ جب نطفہ خبیث ہوتا ہی اور خلاف شرع حرام طور سے
نکلتا ہی اور حرام جگہ مین جا بیٹھرتا ہی تو سب خبیث ہی خلق پیدا کرتا ہی پس گو یا یہ صفت جتنے
خلق بد ہین سب کو جامع ہی جیسے جھاڑو کا بندھن کہ سب سینکوالی ورکاریون کا جامع ہی اور بعد
شمار کرنے ان سب بُرے خلقون کے یہ خاطر مین آتا ہی سو کاشکے باوجود ان سب بد خلقون اور
کمینہ پن کے کچھ تھوڑی سی عقل بھی رکھتا کہ اسکے سبب سے یہ سب عیب اُسکے چھپتے اور اسقدر
فضیحت نہوتا سو عقل سے ایسا بے نصیب ہی کہ اَنْ کَانَ ذَا مَالٍ وَّ بَنِیْنَ اس
سبب سے کہ ہی بہت مال والا اور بہت اولاد والا سو اس پر ناز ان اور مغرور ہوکے جھٹلانے
اور انکار کرنے مین اسقدر بڑھ چلا کہ جسنے یہ مال و اولاد دی ہی اُسی کا مقابلہ کر بیٹھا اور اُسی کی
آیتون کو جھٹلانا شروع کیا یہان تک اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِ اٰیَاتُنَا جب پڑھی جاتی ہین
اُس پر آیتین ہماری تو باوجود اس بات کے جاننے کے کہ اس طرح کا کلام مخلوقات کے مقدور
سے خارج ہی اور بے شبہہ یہ کلام خالق کا ہی اور وہ ایسا خالق ہی کہ مجھ سے بے حقیقت شخص کو
جسکا نہ سب سے پست ہی نہ نسب پست خلقی اور بد خصلتین علاوہ اسکے اسکو کس کس طرح کی نعمتون سے
یعنے بے انتہا مال و اولاد کی کثرت اور سرداری سے سرفراز کیا ہی تو محبوب لازم ہی کہ ایسے خالق کی
شکرگذاری دل و جان سے کرون سو ان سب باتون کو جان بوجھ کے ایک طرف رکھ دیا اور
ناشکری کر بیٹھا یہان تک کہ قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ کہتا ہی کہ یہ جھوٹے قصے
ہین پہلون کے جو لکھ کر رکھ گئے ہین یہ اللہ تعالی کا کلام نہین ہی سو ایسے موذی بدبخت نافرمان
ناشکرے کے واسطے قیامت کے آنے کا بھی انتظار نکرینگے جو ہر نیک و بد کے جزا و سزا دینے کا
دن مقرر ہی بلکہ سَنَسِمُهٗ عَلَی الْخُرْطُوْمِ قریب ہی کہ داغ دینگے ہم اسکی سونڈ پر یعنی ناک پر
جو آدمی کے فخر اور تکبر کرنے کا عضو ہی اور عزت اور آبرو کا جائے ظہور بھی وہی ناک ہے
تا کہ بڑے گنہگارون کے مانند نکٹا پھرے حضرت عبداللہ بن عباس اور دوسرے صحابہ رضی اللہ
عنہم جمعین سے روایت آئی ہی کہ جنگ بدر کے دن ایک انصاری کی تلوار اسکی ناک پر لگی اور

اُسکی ناک زخمی ہوئی پھر جب بھاگ کر مکہ میں آیا تو کتنی ہی اُس زخم کی دوا کی لیکن وہ اچھا نہوا اور اسی
میں خارشت ہوگئی یہانتک کہ اُسی مرض میں جہنم واصل ہوا علماء نے کہا ہے کہ ولید نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک طعن کی تھی یعنی مجنون کہا تھا سو حق تعالیٰ نے دس طعنین
اُسپر کہ یعنی دس عیب اسکے بیان فرمائے اسلئے جگہ سے دریافت کیا چاہیے کہ حقتعالےٰ
نے عدل و انصاف کی راہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایذا دینے والوں کو ایک ایذا
کی عوض ان کی سزا دی پھر جو لوگ آپ کی محبت اور خدمت اور جان نثاری میں عمر بھر مصروف
رہے ہیں انکو کیسے ہر ایک نیکی کے عوض میں کس انعام سے سرفراز کریگا اسی واسطے
ح حدیث شریف میں آیا ہے مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرًا یعنی آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ مجھپر درود بھیجے گا تو حق تعالیٰ دس مرتبہ اسکو اپنی
رحمت سے نوازیگا اور خرطوم کی لفظ لانے میں جو لغت میں ہاتھی اور سور کی ناک کو کہتے ہیں
کمال حقارت اسکی منظور ہے گویا وہ شخص انسانیت سے نکل کر خبیث پن میں مثل سور کے اور
تکبر اور غرور میں مثل ہاتھی کے ہوگیا ہے اور اصحاب فیل کا قصہ بھی اسنے دیکھا اور سنا تھا
اس قصے کی طرف بھی اشارہ منظور ہے یعنی ہم نے ہی ہیں کہ ابابیلوں کی سونڈوں کو کاٹ ڈالتے
ہیں بارہ کتب میں عالموں نے لکھا ہے کہ ہر جانور کی ناک اوپر کی طرف اٹھی ہوتی ہے لیکن ہاتھی اور
سور کی ناک نیچے کی طرف جھکی اور لٹکی رہتی ہے سو خرطوم کے ذکر میں اس طرف اشارہ ہے کہ
اسکی تمام ہمت پستی کی طرف جھکی تھی گویا ترقی علمیں یعنی اللہ ترقی کی تھی اور مرغ کے
مانند کہ جتنا بڑا اور موٹا ہوتا ہے اسکی پرواز اتنا ہی کم ہوتی جاتی ہے یہی حال اس پست ہمت کا
تھا کہ جسقدر اسکے مال اور اولاد کی کثرت ہوتی جاتی تھی اسیقدر خباثت اور رذالت میں
زیادہ بڑھتا جاتا تھا اور یہی خاصہ رذیل اور ناچیز لوگوں کا اور اگر کسی شخص کو اس لیل پیدا اور
دوسرے کے مانعین کو تنبیہ ہو تو کہاں تک کہ مسلمانوں کی ریاست سے
آنکھ بند کر رکھا تھا اور ان کی حکومت اور فرمانروائی کو مضحکہ جانا تھا اور طرح طرح

گذری کہ اس طرح کے کافرون اور ریاجیون کو کسولئے بڑھاتا تھا اور ایسی متبرک جگہ کی ریاست اور حکومت کیون دیتا تھی تاکہ وہ اس قسم کی برائیان اور قباحتین ظاہر کرین اور لوگ جانچا جائے انکے طریقے کی پیروی مین گرفتار ہوکے گمراہی کے بھنور مین ڈوبکر ہلاک ہوین اور ایسے پیغمبر جلیل القدر کو انکے سبب سے ایذا پہنچے اسکے جواب مین فرماتے ہین کہ اِنَّا بَلَوْنَاهُمْ بیشک ہم جانچتے ہین ان مکہ کے بداخلاق لوگونکو مال اور ریاست دیکے تاکہ ہم دیکھین کہ یہ لوگ ظاہری مال اور مرتبے کی پیروی کرتے ہین اور اُن ہی پاجی کافرون کے حکم اور مشورے پر چلتے ہین اور رسول کے حق کو یعنی اسکی تعظیم اور تابعداری کو چھوڑتے ہین تاکہ اسکی سزا مین قحط اور سردارون کے قتل اور مال کے نقصان اور فوجون کی دہشت مین گرفتار ہوین یا حق کو پہچانتے ہین اور حق شناور حق الرسول کو اپنے سردارون اور مالدارون کی تابعداری پر مقدم کرکے ادا کرتے ہین تاکہ اس حق شناسی کے سبب سے دارین کی سعادت کو پہونچین اور سب ملکون اور شہرون پر غالب ہوکے فتح کریں اور بے گنتی خزانون کے مالک ہوین كَمَا بَلَوْنَا جیسا کہ جانچا تھا ہم نے اسی طرح اَصْحَابَ الْجَنَّةِ باغ والون کو جو باغ ضروان کرکے مشہور تھا اور وہ ایک باغ تھا صنعا شہر کے متصل جو دارالسلطنت یمن کا ہے اس شہر سے تین کوس پر سر راہ اس باغ کا مالک تھا ایک شخص بنی لقیف مین سے اس باغ مین میوہ دار درخت لگائے تھے اور وہ کھیتی جسکا محصول بہت ہوتا تھا اور اسکو اس باغ سے ہر فصل مین بہت کچھ حاصل ہوتا تھا اور اُسنے اپنے اوپر ایسا مقرر کیا تھا کہ میوہ چنے اور کھیت کاٹنے سے جو کچھ باقی رہتا تھا وہ فقیرون کو دیتا تھا اور کھلیان اٹھانے کے وقت جو کچھ ہوا سے اِدھر اُدھر ہوجاتا تھا وہ بھی فقیرون کو دیتا تھا اور میوہ جھاڑنے مین جو کچھ فرش سے باہر گرے وہ بھی فقیرون کو دیتا تھا اور اس باغ کے حاصل کو جب گھر مین لاتا تھا تو دسواں حصہ اسکا بھی فقیرون کو دیتا اور اسی طرح جب اس آٹے کی روٹی پکتی تو دس روٹیون مین سے ایک روٹی فقیرون کو دیتا تھا جب وہ شخص مرا تو اسکے تین بیٹے وے وارث ہوئے اور انھون نے آپس مین

اصحاب ضروان کا قصہ

یہ مشورہ کیا کہ ہم سب اہل و عیال والے ہین جمع بڑا اور بچے رکھتے ہین ہمارے باپ کے ایک گھر تھا
اب ہمارے تین گھر ہوئے تو جتنا ہمارا باپ فقیرون کو دیتا تھا ہم نہین اتنا دے سکتے ہین
اسکی کیا تدبیر کیا چاہیے منجھلے بھائی نے کہا کہ کچھ تدبیر مت کرو اور اپنے باپ کے طریقے پر چلے جاؤ
حق تعالی اسی مین برکت دیگا ان دونون بھائیون نے اسکی بات نہ سُنی اور آپس مین یہ صلاح کی کہ
میوہ توڑنے اور کھیت کاٹنے کے وقت فقیرون کو آنے نہ دینگے بلکہ بے خبر باغ مین جاکر میوہ
توڑ کر اور کھیت کاٹ کر گھر مین لے آوینگے اور فقیرون کا حصہ جدا نکرینگے ہان اگر کوئی فقیر ہمارے
کھانے کے وقت آجائیگا تو کوئی ٹکڑا روٹی کا اسکو بھی دیدینگے اور اس منجھلے بھائی کو بھی کچھ ملاحت
کرکے اور دھمکا کے چپکا اِذْ اَقْسَمُوْا جب آپس مین ان تینون بھائیون نے قسمین
کھائین اس مضمون کی کہ لَیَصْرِمُنَّهَا مقرر کاٹین گے میوہ اور کھیتی اس باغ کی مُصْبِحِیْنَ
صبح ہوتے تاکہ کسی فقیر اور مسکین کو خبر نہو اور انکا باپ دان چڑھے میوہ اور کھیت کاٹا تھا تاکہ سب
فقیر جمع ہوکے اپنا حق لے لین وَلَا یَسْتَثْنُوْنَ اور ہرگز کسی نے انشاء اللہ نہ کہا تاکہ ان پر
قسم نہ پڑنے کا بھی احتمال ہوسکتا اسواسطے کہ شرع کا حکم ایسا ہے کہ اگر کوئی کسی چیز پر قسم کھاوے
اور اسکے ساتھ ہی انشاء اللہ بھی کہے تو وہ قسم اسکے ذمہ پر لازم نہین ہوتی چاہے اس قسم کے
موافق کرے چاہے نہ کرے اور انھون نے اسواسطے انشاء اللہ نہ کہا کہ منجھلے بھائی کا کہنا جو
اس بات پر راضی نہ تھا کسی طرح متصور نہو سکے اور خواہ مخواہ قسم کے موافق کرنا پڑے اور
جس رات کو انھون نے یہ ارادہ کیا اور آپس مین اس ارادے پر عہد و پیمان مضبوط کرکے
سوئے اس رات کو حکم الٰہی دوسرے رنگ پر نازل ہوا یعنے فَطَافَ عَلَیْهَا
پھر گرد پھر گیا اس باغ اور کھیت کے طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ پھرنیوالا تیرے رب کی طرف سے
اور وہ ایک آگ تھی آسمان پر سے گری اور اس باغ کے درخت اور مکان اور مال اور عیال
اور کسانون کو بالکل جلا دیا وَهُمْ نَآئِمُوْنَ اور وے سوتے تھے جس طرح مکے والے
قحط کے آنے اور بدر کی شکست اور دوسری لڑائیون سے غافل ہین اور تیرا حق یعنے تجکو

سلام شرعی

پیغمبر سمجھ کے تعظیم اور تابعداری کرنا اور حق تعالیٰ کی آیتون کا حق یعنی اس پر ایمان لانا اور انکو سچا جاننا ادا نہین کرتے فَاَصْبَحَتْ پھر صبح کو ہوگیا انکا باغ کَالصَّرِیْمِ جیسے کھیت کٹا ہوا کہ کچھ بھی کھیتی اور درختون کا نشان اس مین باقی نہ رہا اور وے صبح ہوتے اس غفلت کی نیند سے اٹھے اور اپنے باغ کے حال سے بے خبر تھے فَتَنَادَوْا مُصْبِحِیْنَ پھر آپس مین پکارا ان تینون بھائیون نے صبح ہوتے اَنِ اغْدُوْا عَلٰی حَرْثِکُمْ کہ سویرے چلو اپنے کھیت پر اِنْ کُنْتُمْ صَارِمِیْنَ اگر ہو تم آج کھیتی کاٹنے والے سو اسطے کہ اگر دیر کروگے تو فقیرون کے ہجوم سے کھیتی کا کاٹنا آج نہ ہوسکے گا پھر کل پر رہیگا اور یہ نہین جانتے تھے کہ ہمارے جانے سے پہلے کھیتی کٹکے دونون حصے مالک کی سرکار مین ضبطی ہوگئے فَانْطَلَقُوْا پھر چلے وے تینون بھائی نوکرون اور مزدورون کو لیکر وَهُمْ یَتَخَافَتُوْنَ اور وے آپس مین چپکے چپکے کہتے تھے اور چھپے چھپے کوچے اور گلیون سے جاتے تھے اور مطلب انکا اَنْ لَّا یَدْخُلَنَّهَا الْیَوْمَ عَلَیْكُمْ مِّسْكِیْنٌ یہ تھا کہ آنے نہ پاوے اس باغ مین آج تمھارے پاس کوئی فقیر اور مسکین اسواسطے کہ اگر کوئی فقیر اس باغ مین آجائیگا تو شرماشرمی کچھ نہ کچھ دینا پڑیگا اسکی تدبیر یہ ہے کہ دروازے پر آدمیون کو بٹھادینا چاہیے تاکہ کسی فقیر کو باغ کے اندر آنے نہ دے چنانچہ مکے والے بھی یہی کرتے تھے کہ شہر کے غریبون اور ضعیفون کو اسلام مین داخل ہونے نہ دیتے تھے وَغَدَوْا عَلٰی حَرْدٍ قٰدِرِیْنَ اور صبح کو سویرے پہونچے فقیرون کے منع کرنے پر مستعد اور ہٹ کرنیوالے ہوکر فَلَمَّا رَاَوْهَا پھر جب دیکھا اس باغ کو جلا ہوا اور اسکے مکان ڈھے پڑے اور درخت اور کھیتی سب نیست و نابود ہوئی تو نہ پہچانا کہ یہ ہمارا باغ ہے اور قَالُوْٓا کہنے لگے آپس مین کہ ہم کہان آگئے یہ تو ہمارا باغ نہین ہے اِنَّا لَضَآلُّوْنَ مقرر ہم راہ بھولے ہین اور پہلی صبح کے اندھیرے کے سبب سے کہین دوسری طرف آگئے پھر جب اپنے باغین خوب غور کرکے دیکھا اور اپنے

باغ کی نشانیان پہچانین تب کہنے لگے کہ ہم راہ نہین بھولے بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ
بلکہ ہم حق تعالیٰ کی درگاہ سے محروم کیے گئے اونصیب ہمارے پھوٹے کہ بدون کسی
ظاہری سبب کے ایسا باغ ہمارا پھلا ہوا جو ہماری گذران کی پونجی تھی سو خاک سیاہ ہوگیا
اسی طرح مکے والے قحط اور بدر کی لڑائی کو دیکھ کر پہلے کہین گے کہ یہ قحط نہین ہے تھوڑے
دنون پانی برسنا تھم گیا ہے آگے چل کے برسے گا اور شکست بدر کی کچھ عذاب الٰہی کی
علامت نہین ہے اگر انکی شکست ہوئی ہے پھر آگے چل کے ہماری فتح ہوگی پھر جب
دیکھین گے کہ قحط پر قحط اور شکست پر شکست ہوتی چلی جاتی ہے تب جانین گے کہ ہمارے نصیب
پھوٹے اور اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے بے نصیب ہوئے جیسا کہ ان باغ والون نے اسوقت جانا
پھر ہاتھ ملنے لگے اور افسوس کرنے لگے حَتّٰى اِذَا قَالَ اَوْسَطُهُمْ کہا اُن کے منجھلے
بھائی نے جب دیکھا کہ اپنی بے نصیبی پر افسوس کر رہے ہین اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ
کیا نہ کہا تھا مین نے تم کو اسکے پہلے کہ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ کیون نہین پاک جانتے ہو
اللہ تعالیٰ کو اس سے کہ اپنے وعدے مین خلاف کرے اور فقیرون کو زکوٰۃ اور خیرات
دینے سے مال مین برکت نہ کرے اور کیون بدگمانی کی اللہ تعالیٰ پر کہ فقیرون کے
دینے سے ہم کو فقر مین گرفتار کردیگا اور ہم محتاج ہوجاوینگے اس جگہ سے معلوم ہوا کہ
بخیل ضرور اللہ تعالیٰ سے بدگمان ہوتا ہے اسی واسطے حدیث شریف مین آیا ہے کہ
ح اَلْبَخِيْلُ بَعِيْدٌ مِّنَ اللّٰهِ بَعِيْدٌ مِّنَ النَّاسِ بَعِيْدٌ مِّنَ الْجَنَّةِ قَرِيْبٌ مِّنَ النَّارِ یعنی بخیل
دور ہے اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے دور ہے لوگون سے دور ہے بہشت سے نزدیک ہے
دوزخ سے اور سخی کو اللہ تعالیٰ کے کرم اور بخشش پر اعتماد کرنا اور اسکے وعدے کو
سچا جاننا لازم ہے اسی واسطے حدیث شریف مین فرمایا ہے کہ اَلسَّخِيُّ قَرِيْبٌ مِّنَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ
ح مِّنَ النَّاسِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْجَنَّةِ بَعِيْدٌ مِّنَ النَّارِ یعنی سخی نزدیک ہے اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے
نزدیک ہے لوگون سے نزدیک ہے بہشت سے دور ہے دوزخ سے اور یہ بھی حدیث شریف

مین آیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزون پر مین قسم کھا کر کہتا ہون اوسطے
کہ ظاہر مین عقل ہی دور معلوم ہوتی ہین اوّل یہ کہ مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِّنْ مَّالٍ یعنی ہرگز کم نہین کرتا ہی
دینا مال کو اگرچہ ظاہر مین ہمکو ری سمجھین نقصان معلوم ہوتا ہی اور دوسرے یہ کہ مَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ اِلَّا
رَفَعَهُ اللّٰهُ یعنی ہرگز اللہ تعالی کے واسطے کوئی جھکتا نہین مگر اللہ تعالی اوسکے مرتبہ کو بلند کرتا ہی
یعنی اللہ تعالی کیواسطے۔ دوسری حدیث مین اسطرح ارشاد فرمایا ہی کہ تین شخص کی تعظیم کرنا اللہ تعالے
کیواسطے جھکنا ہی اوّل قرآن کے حافظ کی تعظیم کرنا اور اوسکے معنی جاننے والے کی اور اوسپر عمل کرنیوالے کی
دوسری بڈھے مسلمان کی تعظیم کرنا تیسرے ماں باپ کی تعظیم اور تیسرے یہ کہ مَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا
بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا یعنی نہین زیادہ ہوتی ہی بندے کو درگذرنے سے مگر عزت یعنی جو شخص باوجود
قدرت کے اپنا عوض دوسرے سے نلے اور اوسکو معاف کردے تو البتہ اللہ تعالی اوس
شخص کو عزت بخشتا ہی اگرچہ ظاہر مین بدلا لینا ذلت معلوم ہوتا ہی پھر جب وہ دونون
بھائی اور اونکے صلاح دینے والے بھلے بھائی کی نصیحت سے خبردار ہوئے تو اس سب
خرابی کے بعد قالُوْا بولے کہ اب ہم بھی معتقد ہوے کہ سُبْحَانَ رَبِّنَا پاک ہی ہمارا پروردگار
اِنْ کُنَّا کہ اپنے وعدے کے خلاف کرے اور اون نئی جوانمردون کو جو اوسکی راہ مین اپنا مال
خرچ کرتے ہین برکت نہ دے اِنَّا کُنَّا ظَالِمِیْنَ بے شک ہم تھے ظلم کرنیوالے
کہ فقیرون کے حق مین نیت بدکی اور اپنے باپ کے طریقے کو چھوڑ دیا اور اعتماد اور بھروسا
اللہ تعالی کے سچے وعدے پر نہ کیا اور جب اپنی تقصیر اور گناہون کا اقرار کیا فَاَقْبَلَ
بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یَّتَلَاوَمُوْنَ پھر متوجہ ہوئے اور متوجہ ہوا ایک نے دوسرے
کی طرف آپس مین ملامت کرنے اور اولاہنا دینے کو چنانچہ ایک بھائی نے دوسرے
بھائی سے کہا کہ پہلے تو نے یہ مشورہ دیا تھا کہ فقیرون کو آنے دیا چاہیے اور صبح کو سویرے
چلے اسنے اوسکو ملامت کی کہ پہلے تو نے یہ کہا تھا اور کہا تھا کہ ہمارے
اہل وعیال جو وطن کے بیت اہل اور محبت آگی تدبیر تیرے بھی ہوئے دونون بھائی

اپنے صلاح کاروں کی طرف پھرے اور انکو ملامت کرنے لگے آخر بعد اس تھکا فضیحتی کے
جب دیکھا کہ اب ملامت کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہے جو کچھ ہونا تھا سو ہو چکا تب مضطر اور
حیران ہوکر قَالُوا بولے سب ملکر یَا وَيْلَنَا اے خرابی ہے ہماری اِنَّا كُنَّا طَاغِينَ بیشک
ہم سب تھے سرکش حد سے بڑھنے والے اسواسطے کہ ہمکو اس بات میں مشورہ لینا کیا ضرور تھا اسلیے
کہ نیک بات میں مشورہ لینا نہ چاہیے اور ہمارے مشورہ دینے والوں کو یہ کیا مناسب تھا کہ حق اللہ کو
بالکل موقوف کہنے کی صلاح دی اور اب ہم کہ اپنی اس ظلم اور نافرمانی پر نادم اور شرمندہ ہوئے ہیں
عَسٰى رَبُّنَا امید رکھتے ہیں اپنے پروردگار سے اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَا
اسکی کہ بدلے میں دے ہم کو اس سے بہتر باغ اور دوسری طرح سے اس سال کی روزی ہم پر
کشادہ کرے اسواسطے کہ ہم نے پہلے اگرچہ اسکے کرم پر بھروسا نہ کیا لیکن اب جو اس ملک کے
دیکھنے کے اسکی مہربانی سے نا امید نہیں ہیں اِنَّا اِلٰى رَبِّنَا رَاغِبُوْنَ بیشک ہم اپنے
پروردگار کی طرف سے آس رکھتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت آئی
ہے کہ حق تعالیٰ نے ان اخلاص کے کلمے کو ان سے پسند کیا اور جب وہ تینوں بھائی افسوس
کرتے ہوئے شہر کو پہنچے اس شہر کے بادشاہ نے یہ انکا حال سنا تو اپنے باغوں میں سے ایک
باغ بہت خوب جسکا نام حیوان تھا انکو عنایت کیا اس باغ میں انکو کھانا خوشہ انگور کا اتنا بڑا ہوتا تھا کہ
ایک خوشہ ایک خچر کا بوجھ ہوتا تھا اسی طرح بہت لوگ مکے کے اپنے ماں باپ خویش و اقربا کے
مارے جانے کے بعد اور مال و اسباب لڑائیوں میں لٹ جانے کے بعد اور سات برس قحط
میں مبتلا ہونے کے بعد جس میں مردوں کی ہڈیاں جوش کرکے اور مردار چمڑا بھونکر کھایا اور اونٹ
کے بھوکا پانی پیا آخر کنوادم اور پشیمان ہوکر جاتا رہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت
کی جو بہت بڑی نعمت تھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکی قدر اور قرآن مجید پر ایمان لانے کی
نعمت کو کھویا اور راہ پر آنے اور اپنی رکشش کے قابل ہونے اور ایمان لانے سے پھر اللہ تعالیٰ نے
انکو نوازا [illegible] کلام [illegible] خلاف [illegible] فرمانبرداری [illegible]

فحجلون و خزانے بیشمار اور ہزار دو تیہ آباد اور فضا ولے اور باغات عمدہ بہار دار دل لگن ان کو عنایت
فرمائے آخر کو چھ سو چھپن برس کے بعد چنگیز خانیون کے ہاتھ سے انکی ریاست برباد ہوئی
اور پھر آجتک ان پر نہ آئی اَللّٰھُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاخْذُلْ مَنْ
خَذَلَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اب حق تعالیٰ اس بیان کے بعد یعنے مکے والون کا
حال باغ ضروان کے مالکون کے مطابق ہی فرماتا ہی کَذٰلِکَ الْعَذَابُ اسی طرح آتا ہے
عذاب یعنی مکے والون کا ان آفتون مین مبتلا ہونا یہ دنیا کا عذاب ہے جیسے باغ ضروان کے مالک
ایک دنیا کی آفت مین مبتلا ہوے تھے لیکن اس عذاب کے بعد بہتری کی امید باقی رہتی ہے
اور توبہ کرنا اور شرمندہ ہونا اور اپنے گناہون کا اقرار کرنا ایسے عذاب کے دفع کرنے
کے واسطے بہت مفید ہوتا ہی وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَۃِ اَکْبَرُ اور البتہ عذاب
آخرت کا بہت سخت ہی اسکو دنیا کے عذاب پر قیاس کرنا نہ چاہیے اسواسطے کہ حق تعالیٰ کا
غضب اسوقت مین نہایت شدت پر ہوگا اسقدر کہ اس عذاب کے بعد امید نہ رہیگی اور توبہ
اور پشیمانی اور شرمندگی اور گناہ کا اقرار اس عذاب کے دفع کرنے مین کچھ کام نہ آویگا لیکن
اتنا البتہ ہوگا کہ ایماندار گناہگارون کو انکے گناہ کے موافق تنبیہ کے بعد بہشت مین
داخل کرینگے اور وہ انکی تنبیہ حقیقت مین عذاب نہین ہی بلکہ گناہون کی گندگی سے
انکو پاک کرنیکے واسطے ہی تاکہ بہشت کے جانے کے لائق ہوون جس طرح کسی غریب گودڑی
پہنے ہوے گرد و غبار مین آلودہ سفر کے مارے ہوے کو جب بادشاہ کے سامنے لیجانے کا
ارادہ کرتے ہین تو پہلے اسکو گرم حمام مین لیجاکر حجامت بنواکر حمامی کھلیے والون سے
اسکے بدن کو ملوا کر گرم پانی سے خوب غسل کرواتے ہین تاکہ حمام کی گرمی اور گرم پانی سے
اسکے بدن کا میل اور بدبو بالکل جاتی رہے اور بادشاہ کی مجلس کے حاضر ہونے کے قابل ہووے
لیکن ان باتون کو وے سمجھتے ہین جو ہر چیز کی حقیقت کو پہچانتے ہین اور آخرت کی
حقیقت کو دنیا کی حقیقت پر بڑھ کر جانتے ہین اور یہ کافر بھی ان چیزون کو بوجھتے تھے

لو کانوا یعلمون اگر ان چیزون کی حقیقت کو جانتے اور آخرت کے معاملات کو
دنیا کے احوال پر قیاس کرتے لیکن یہ ایسے نادان اور بے تمیز ہین کہ جس طرح بلاغ
حضرون سے کہتے ہین جسنے بھائی اسکا باوجود منع کرنے اور راضی نہ ہونے کے بھی اسی
آفت مین گرفتار ہوا اور بلاغ مین سے اسکا بھی حصہ جل گیا اور اسی طرح مکے کے ایماندار
بھی ہمارے ساتھ قحط مین شریک ہوئے اور بھوک پیاس کی بلا مین گرفتار ہوئے تو
اسی طرح آخرت کے عذاب مین بھی سب نیکو اور بد شریک ہونگے اور وہان بھی کچھ فرق نہوگا
سو یہ بیان کرنا انکا غلط ہے اور دنیا اور آخرت کے احوال مین بڑا فرق ہے اسواسطے کہ
ان للمتقین عند ربھم جنات النعیم پرہیزگارون کے واسطے اگرچہ دنیا مین رنج اور تکلیف بہت
پہونچی جیسے بلاغ کا جانا اور مال اور اسباب کا برباد ہوجانا اور قحط مین مبتلا ہونا لیکن آخرت
عند ربھم انکے پروردگار کے نزدیک اس دنیا کی تکلیف اور رنج کے بدلے مین
جنات النعیم باغ ہین نعمت سے بھرے ہوئے تو دنیا کی مصیبتون مین ان لوگون کا
کافرون اور گنہگارون کے ساتھ شریک ہونا گویا انکے واسطے عبادت اور ریاضت
کی قسم سے ہوا اسواسطے کہ انکا دنیا کے رنج مین شریک ہونا اللہ تعالی کے نزدیک انکے مرتبون
کی ترقی کا سبب ہوتا ہے اور یہ فرق ظاہر ہے اسواسطے کہ متقی پرہیزگار ہمیشہ اپنے مالک کے
حکم کے تابعدار رہے اور کافر بدکار ہمیشہ اپنے مالک کے حکم سے سرکش اور نافرمان بردار رہے
افنجعل المسلمین کالمجرمین کیا پھر کرینگے ہم مسلمانون کو تابعدارون کو
جو ہر حکم کو ہمارے مانتے رہے ہین گنہگار اور بدکارون کے مانند جو ہمیشہ ہمارے حکم کی
انکاری کرتے رہے مالکم کیا ہوا ہے تمکو باوجود عقل اور دانائی کے کیف تحکمون
کیسا حکم کرتے ہو کہ ہم اور مسلمانون کے درمیان مین کچھ فرق نہین ہے اور حال یہ ہے کہ ہر ایک
قوم مین کے ادنی اور غلام اور خدمتگار رکھتا ہے جو تابعدار اور حکم بردار ہوتا ہے
اسکو سرکش حکم نہ ماننے والے کے برابر نہین کرتا ہو بلکہ تم اپنی بڑائی پر مغرور ہوکے

یہ دعوی کرتے ہو کہ اگر قیامت کے دن مسلمانوں پر عنایت و بخشش نہ کی تو ہم پاس سے بہتر اور بڑھکر ہوگی چنانچہ مقاتل سے روایت آئی ہو کہ مکے کے کافروں نے اس آیت اترنے کے بعد مسلمانوں سے کہا تھا کہ حق تعالی نے دنیا میں تم پر ہمکو بزرگی دی ہو تو آخرت میں بھی ضرور ہم کو تم پر بزرگ کریگا تب حق تعالی نے انکے اس فاسد خیال کو باطل کرکے فرمایا کہ برابری درمیان تابعدار اور گنہگار کے آدمی کی پیدائش کی اصل اور بوجھ کے خلاف ہو پھر تابعدار پر نیکوکار کی ترجیح کا کیا ذکر ہو اسواسطے کہ یہ بات عقل کے بالکل خلاف ہو اور اگر یہ کافر نہیں کہ آخرت کے کاموں کو عقل پر قیاس نہیں کرسکتے اسواسطے کہ وہ کام محض توقیفی ہیں یعنے شارع کے بتلانے پر موقوف ہیں انکی وجہ عقل میں نہیں آسکتی تو انکے جواب میں ہم نہیں کہتے کہ اس صورت میں ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ اَمْ لَكُمْ کے تابع کیا تمھارے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے کہ فِيهِ تَدْرُسُونَ اس کتاب میں تم پڑھتے ہو کوئی دلیل ظاہر کو واسطے اثبات اپنی پوشیدہ چیز پڑھی نہیں جاتی بلکہ کلام سے بوجھی جاتی ہو اور اس ظاہر دلیل کا مضمون یہ ہو کہ اِنَّ لَكُمْ فِيهِ لَمَا تَخَيَّرُونَ مقرر تمھارے واسطے اس کتاب میں خط دیا ہو کہ جو کچھ بہتر اور اچھا جان کر تم اپنے واسطے پسند کرکے مانگوگے وہ تم کو ہم دینگے اور اگر تم کو یہ ہاتھ آیا ہو اگرچہ اس طرح کی کوئی کتاب نہیں ہو لیکن حق تعالی کا معاملہ ہم لوگوں سے ابتدا پیدائش سے انتک اسی قسم کا رہا ہو اور حق تعالی اپنے معمول کے خلاف نہ کریگا تو ہم نہیں کہتے کہ بلکہ ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا کیا تمھارے لیے ہمارے ذمے پر قسمیں ہیں یعنی ہمنے کیا تم سے قسمیں کھائی ہیں اور وے قسمیں بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ پہونچنے والی ہیں قیامت تک یعنی تمھاری جانب سے پیدائش ہو قیامت کے دن تک ہم تمھارے ساتھ کیسا ہی معاملہ کرینگے اور ہم کچھ بھی تغیر و تبدل اس معاملہ میں نہ دینگے پاوینگے اسواسطے کہ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُونَ ان قسموں کا مضمون یہ ہو کہ بیشک تم کو ہم دینگے جو تم حکم کروگے اور یہ بات ظاہر ہو کہ چند دنوں کا معمول جب تک اس پر عہد و پیمان درمیان نہ ہو

تب تک اسپر اعتماد اور بھروسا کرنا نچاہیے اور اگر تعنت کی راہ سے یعنی تم کو ذلت دینے کے
واسطے یہ کافر لین کہ ہاں اس طرح کا عہد پیمان حق تعالیٰ کی طرف سے ہمارے پاس ہی تو
سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ پوچھو ان سے کہ کون ان مین سے اسطرح کی
قسم ثابت کرنے کا ذمہ کرتا ہی اور ضامن ہوتا ہی اور اگر یہ کافر لین کہ ہمارا اعتماد حقتعالے
کے کرم پر نہین ہی اور نہ اُنکی طرف سے کوئی سند اس عہد کی ہمارے پاس ہی لیکن ہمارا اعتماد
اور بھروسا ان لوگون پر ہی جنکی ہمنے عمر بھر عبادت کی ہی اور اُن ہی کی فرمانبرداری مین
اپنی عمر گذاری ہی اور وے لوگ حق تعالیٰ کی درگاہ مین اس طرح کے مقرب اور رتبے والے ہین
کہ کوئی کام بدون انکی صلاح اور مشورہ لیے ہوئے اور اُن کو شریک اور شامل کیے ہوئے نہین
کرتے ہین اگر کبھی حق تعالیٰ ہم پر غصہ بھی کریگا تو وے معبود اور پیشوا کچھ عرض اور معروض کرکے
سمجھا لینگے اور ہمارا معاملہ جسطرح دنیا مین ہی اسی طرح پر قرار رہیگا اور اُس مین اسطرح
سے نقصان اور خرابی آنے نہ دینگے تو ہم کہتے ہین کہ اب اُنسے پوچھا چاہیے کہ اَمْ لَهُمْ
شُرَكَآءُ کیا انکے واسطے اس طرح کے شریک ہین فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ پھر
چاہیے کہ لے آوین اپنے اپنے شریکون کو حق تعالیٰ کے مقابلے مین خصوصًا جسوقت
اُن پر قحط پڑتا ہی اور مسلمانون کی لڑائیون کے وقت کہ پے در پے ہوتی جاتی ہین اور
اُن کی تکست پر تکست ہوتی جاتی ہی اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ اگر یہ لوگ ہین
سچ بولنے والے کہ ہمارے معبودون کو حق تعالیٰ کے کارخانون مین دخل ہی اور بدون اُنکے
مشورے کے دنیا مین کچھ نہین ہوتا اور کشاف والے نے اس آیت کے ایک عجیب معنے
کہے ہین کہ یہ بھی لطافت سے خالی نہین ہین یعنی اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ اَیْ نَاسٌ
يُشَارِكُوْنَهُمْ فِيْ هٰذَا الْقَوْلِ یعنی کوئی اور بھی لوگ اس بات مین انکے شریک ہین اور
اس تفسیر پر اس آیت کے معنے یون ہونگے کہ اگر ان کافرون کو اپنے وعدے پر یعنے
تابعدار اور گنہگار کی برابری پر یا گنہگار کی فضیلت مسلمان پر کوئی دلیل عقلی یا نقلی میسر نہین

ہوتی ہو تو اب اُنسے پوچھا چاہیے کہ کوئی عاقل جہان میں ایسا ہے اور اس مذہب میں انکے ساتھ شریک ہے اسواسطے کہ انا کی بات کے ساتھ بات کا ملنا بھی ایک دلیل ہو سو اگر کوئی دانا اِن بات میں انکے ساتھ شریک ہو تو اُنکو چاہیے کہ اُس اپنے شریک کو بحث اور مناظرے کے وقت مقابلے میں لے آویں اور جو نہیں لاسکتے ہیں تو معلوم ہوا کہ کوئی دانا اور عاقل اِن بات میں اُنکے شریک نہیں ہو اور اس واہی مذہب کو کسی نے قبول نہیں کیا ہو سب عاقلوں سے یہ علیحدہ ہیں اور جب کوئی دلیل عقلی یا نقلی اس دعوے پر انکو نہ ملی اور کسی عاقل کا قول اُنکے قول کے ساتھ نہ ملا تو معلوم ہوا کہ انکا یہ قول بے اصل اور جھوٹا ہو لیکن مشہور معنے شرکا کی لفظ کے تمام قرآن مجید میں جھوٹے معبودوں کے ہیں اور مشہور کے خلاف قرآن شریف کے لفظوں کی تفسیر کرنا اچھا نہیں ہو اور اگر یہ کافر کہیں کہ ہمارے معبود حق تعالیٰ کی صفات کاملہ کے مظاہر ہیں یعنی جانے ظہور ہیں اور اسکے ساتھ اتحاد رکھتے ہیں اور جو نسبت مظہر کو ساتھ ظاہر کے ہو وہی انکو حاصل ہو کچھ انکے اور حق تعالیٰ کے غیریت نہیں ہو اور نہ مقابلہ تاکہ انکو اس جھگڑے اور اپنے غلبے کے واسطے حق تعالیٰ کی جناب میں مقابلے کو لاویں اور ہماری عبادت اپنے معبودوں کی جو حق تعالیٰ کی عبادت ہو اور ہمارا دیکھنا اور نظر کرنا اپنے معبودوں کی طرف عین خدا کی طرف نظر کرنا ہو ہم تو انکو اپنی عبادت میں واسطہ جانتے ہیں اور دیکھتے ہیں عینک کی طرح انکو جانتے ہیں اسواسطے کہ تنزیہ صرف کے مرتبے کی عبادت کرنا اور اس مرتبے کا دیکھنا نہ ظاہر ہی آنکھ سے ہم کو حاصل ہو سکتا ہو اور نہ عقل کی آنکھ سے ان دونوں طرح سے عبرہم کو حاصل ہو تو ہم کہیں گے کہ یہ بھی خیال تمھارا باطل اور جھوٹا ہو اسواسطے کہ اگر تمھارے معبود عبادت میں واسطہ اور دیکھنے میں عینک کے مانند ہوتے تو تمھاری سب عبادت اور نظر کرنا حق تعالیٰ کی ذات پاک تک پہونچتا اور اس عبادت اور توجہ کا اثر عملوں کے آثار ظاہر ہونے کے دن یعنی قیامت کے دن ظاہر ہوتا لیکن تم کو یہ عبادت ہرگز نافع نہ ہوئی اور اس توجہ اور نظر کا اثر کچھ بھی

ظاہر ہوگا یوم یکشف عن ساق جس دن ظاہر کیا جائیگا اور پردہ کھولا جائیگا اس
حقیقت سے جسکا نام ساق یعنی پنڈلی ہو اور اسکی نسبت تمام الٰہیہ حقیقتوں کے ساتھ ایسی ہے
جیسے پنڈلی کی نسبت آدمی کے سب اعضاؤں کے ساتھ ہو اس جگہ یہ جاننا چاہیئے کہ
حقائق الٰہیہ عبارت ہیں کمالات الٰہی کے جو عالم میں ظہور کرتے ہیں اور یہ حقائق صفات
کے سوائے ہیں سوائے کہ کمال کی صفتیں بالکل حقائق میں مجتمع ہیں اس لیئے کہ جو کمال
الٰہی ہو وہ سب صفات کمال کو لیئے ہوئے ہو صفتوں کو جدا جدا عالم میں ظہور نہیں ہے
جیسے علم بے قدرت کے اور قدرت بے ارادے کے اور یہ تینوں صفات بے حیات کے ظہور نہیں پاتے
اس بجلاف حیات کمال کے کہ وہاں ہر صفت ظہور میں مستقل منفرد ہو اور جو یہ حقائق صفات
اور ذات کے وہاں ہیں جو واقع ہوئے ہیں اور صفات کو متقلال ان میں ہی تابع محض ہیں اور
ذات اصل الاصول ہو یعنی اصل ہر سب اسموں کی اور ہر وجہ سے استقلال کامل رکھتی ہے
اسواسطے ان حقائق کو تشبیہ و استعارے کے طور پر اعضاؤں کے نام سے سمجھا گیا ہو اور واقع
میں بھی یہی ہو کہ جہان میں ایسکی نسبت جو بہت مشابہت رکھتی ہو اس نسبت سے جو
حقائق الٰہیہ کو ذات کے ساتھ ہو سوائے اس نسبت کے جو ہر ایک عضو کو ذات کے ساتھ ہو پائی
نہیں جاتی اسواسطے کہ ہر ہر عضو ذات کمال کی جہتوں کے مظاہر ہیں صفات کی طرح
بالکل تابع اور غیر مستقل ہیں اور نہ ذات کے مانند متوحد اور مستقل سو جو کچھ شریعت مطہرہ میں
ان حقیقتوں کی تفصیل اور توضیح میں آیا ہو سو کئی چیزیں ہیں جیسے وجہ یعنی منہ اور عین
یعنی ذات اور ید یعنی ہاتھ اور یمین یعنی داہنا ہاتھ اور اصابع یعنی انگلیاں اور رجل یعنی
پاؤں اور ساق یعنی پنڈلی اور قدم یعنی پاؤں اور وجہ وغیرہ ان ہی حقیقتوں کے
ساتھ ہیں اس طور سے کہ ان صفتوں کے تبع ہونے کے سبب سے ایک شکل علیحدہ
بلکہ سے ظہور کرتے ہیں اگرچہ اصل میں یہ اعضا کا حکم نہیں رکھتے ہیں ان میں سے ایک وجہ ہے
اور دوسرا ذات اور ان حقیقتوں کے سمجھنے میں لوگوں نے بہت سی افراط اور تفریط

کی ہی اور اونچ نیچ مین پڑ گئے ہین ایک گروہ نے نادانی سے بدون سمجھے بوجھے اس کلام کی حقیقت
کو گمراہی کے بھنور مین یعنی تشبیہ ظاہری مین پڑ گئے اور ان حقیقتون کو اعضا اور جوارح پر قیاس
کر کے حق تعالی کی ذات پاک کی صفات اور شکل کے معتقد ہوئے یعنی حق تعالی کے جسم ہونے کے
قائل ہوئے تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا یعنی برتر ہو اللہ تعالی اس چیز سے
جو کہتے ہین ظالم بہت بڑی اور برتری کر کے اور ایک جماعت نے تنزیہ کے قاعدے کو ایسا
گہہ کے پکڑا کہ ان حقیقتون کے ثابت کرنے کو اس قاعدے کے منافی سمجھ کے ایسی تاویل کی ہی جو
مقصد سے بہت دور ہی بلکہ نفی اور انکار کا حکم رکھتی ہی تو گویا حقیقت مین ان حقائق کی دریافت
اور سمجھ مین تشبیہ والون کے شریک ہوئے فرق ان دونون مین یہ ہوا کہ پہلے فرقے نے ثابت
کیا ہی اور انھون نے نفی کی ہی تو انکو بھی سوا ان معنون کے جو انکی ظاہر لفظون مین پائے
جاتے ہین دوسرا مطلب کچھ بھی حاصل نہوا اور اہل سنت اور جماعت کے محقق جزاھم اللہ
خیرا مقصد کی حقیقت کو پہونچے اور کہا کہ ہر چیز کی ذات کو دریافت کرنیکے بعد اسکے اعضا کا
حال معلوم ہوتا ہی چنانچہ صفات مین بھی یہی حال ہی چنانچہ حیوان کا علم اور طرح کا ہی اور
انسان کا علم اور طرح کا اور اڑنے والی چیز کی اور طرح کی قدرت ہی اور دوڑنے والی چیز کی دوسری طرح
کی طاقت ہی جس طرح حق تعالی کی صفات کے تصور اور خیال کرنے سے ہم عاجز ہین اسکی ذات کی
نزاہت اور پاکی کے سبب سے جو کسی طرح سے ہماری عقل ہی اور وہم و خیال مین نہین آسکتی
سو ہی طرح ان کی اعضا کے تصور سے بھی ہم عاجز ہین اسواسطے کہ ان اعضا کی حقیقت کی بوجھ
اسوقت ہمین حاصل ہوتی کہ اعضا والے کی ذات کو کما ینبغی یعنی جیسا چاہیے ویسا ہم جانتے
ہوتے اور یہ محال ہی تو وہ بھی نہین ہو سکتا اور واقع مین اگر خط ہاتھ مین کوئی رسالہ کرتے
معلوم ہوتا کہ کتنا فرق اور تفاوت ہے آدمی کا ہاتھ جدا ہی اور گھوڑے کا ہاتھ جدا اور
گائے کا ہاتھ اور طرح کا اور چڑیا کا ہاتھ اور طرح کا اور فرشتے کا ہاتھ دوسری طرح کا پھر اگر
صفات ان ہی چیزون کی آپس مین مقابلہ مین خیال اور عقل کر کے دیکھے تو وہ اعضا اور جوارح کتنی ہی

لیکن جو عضو اس شخص کی ذات مین دکھائے ہی وہ اس صورت مین جو آئینہ اور پانی مین معلوم
ہوتی ہی بائین طرف ہو جاتا ہی اور بائین طرف والا داہنی طرف ہو جاتا ہی اور حال یہ ہے کہ
اعضا اور جوارح اس صورت کی جو ہویت مین اس شخص کے اعضا اور جوارح کے ساتھ ہر گز شرکت
نہین رکھتے پھر دوسری مسائل کی جنسون مین شریک ہونے کا کیا ذکر ہی حاصل کلام یہ ہے
کہ ان حقائق کا دریافت کرنا بھی ویسا ہی محال ہی جیسا کہ اس ذات پاک کی کنہ کا دریافت کرنا
بالکل تو البتہ ہو سکتا ہی کہ خواص اور وجوہ عرضیہ اور لوازم سے خواہ سلبیہ ہون یا ثبوتیہ اس سے
نشان دے سکتے ہین چنانچہ ان سب حقیقتون کی شرح اس علم مین جو انکے واسطے موضوع ہے
خوب شرح اور بسط سے بیان ہی اور جو کچھ اشاعرہ سے منقول ہی کہ انھون نے بعضی ان حقیقتون
کو صفتون مین داخل کیا ہی جیسے وجود اور عین سو اسواسطے ہی کہ انھون نے صفت کے معنے
سوائے ذات کے لیے ہین وَلَا مُشَاحَّةَ فِي الْاِصْطِلَاحِ یعنی اصطلاح کے تغیر و تبدل
مین کچھ جھگڑا نہین ہی لیکن شارع کی اصطلاح اولی اور انسب ہی اعتبار کے واسطے حاصل
کلام کا دو حقیقتین ان حقائق الہیہ مین سے دو زمینون پر بھی منکشف اور ظاہر ہونگی موقف
مین سالک اور دوزخ مین قدم لیکن یہ لوگ تعداد کے بالکل اطل ہونے کے سبب سے
ہرگز ان حقیقتون کو دریافت نکر سکین گے کہ انکو تیزی نظر معلوم کرین اور انکا حق ادا
کرین چنانچہ فرماتے ہین ساق کے کشف کے بعد جو بہت عالی حقیقت نہین ہی وجود اور عین کی نسبت
سے ان لوگون کو انکی عبادتون اور توجہون کی آزمایش اور امتحان کے واسطے جو مظاہر کے
پردے مین اس حقیقت کو کبھی سامنے لاوینگے وَيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ
اور بلائے جاوینگے سجدے کے واسطے تاکہ اگر انکی عبادت تجربہ اور ریاکی کے مقام پر
پہونچی ہی اور قبول ہونی ہی تو اس وقت بھی اسکے موافق سجدہ ہو سکے گا اور اگر مظاہر ہی
کی قیدون سے کسی قید کے مقام کو نہین پہونچی ہی تو اس وقت بھی انسے اس مقام پر توجہ کرنے
کے واسطے کوئی وقت نہین ہی اس تامل کے سبب سے کہ نہین ہی بلکہ پہلے حال کی ہوئی چیز دن کے

آثار کے ظہور کا وقت ہے اور بس اور ابو سعید ضریر رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام پر کہا ہے کہ
سَاقَ الشَّیْءِ اَصْلُہٗ الَّذِیْ بِہٖ قِوَامُہٗ کَسَاقِ الشَّجَرَۃِ وَسَاقِ الْاِنْسَانِ فَمَعْنَی الْاٰیَۃِ یَوْمَ یُظْہَرُ
حَقَائِقُ الْاَشْیَاءِ وَاُصُوْلُہَا الَّتِیْ کَانَتْ مُشْتَبِہَۃً عَلَیْہِ فَیَتَمَیَّزُ عِبَادَتُہُمُ الَّتِیْ کَانَتْ
حَتّٰی غَیْرِ اَصْلٍ عَنْ عِبَادَۃِ الْمُؤْمِنِ الَّتِیْ کَانَتْ عَلَی اَصْلٍ صَحِیْحٍ یعنی ساق ہر چیز کی اس چیز کی جڑ کو
کہتے ہیں جسکے سبب سے اس چیز کا قیام اور ٹھہراؤ ہوتا ہے جیسے تنہ درخت کا اور پنڈلی آدمی کی پس
اس آیت کے معنی یوں ہونگے کہ جسدن ظاہر کی جاوے گی ہر چیز کی حقیقت اور اس کی اصل
جسکے سبب سے وہ چیز ثابت تھی پس جدا ہو جاویگی ان لوگوں کی عبادت جو غیر اصل پر تھی
ایمانداروں کی عبادت سے جو ثابت تھی اصل صحیح پر یعنی پکی جڑ پر اور جب اسدن بلا نیکی
وجہ معلوم ہوئی کہ امتحان اور آزمائش منظور ہے نہ تکلیف تو ابو مسلم اصفہانی کا بعید جاننا اسبات
کا زائل اور دور ہوگیا جس جگہ پر اس نے کہا ہے کہ لَا رَیْبَ اِنَّ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ لَیْسَ فِیْہِ
تَعَبُّدٌ وَّتَکْلِیْفٌ فَاَلْمُرَادُ مِنَ الْاَمْرِ وَالسُّجُوْدِ ہٰہُنَا یعنی بیشک مقرر دن قیامت کا
نہیں ہے اس میں عبادت کرنا اور نہ تکلیف پس مراد اس دن سے بڑھاپے اور موت کے
ترتیب کا زمانہ ہے فقط حاصل کلام کا یہ ہے کہ ہر صورت سے یہ لوگ بھی سجدے کا قصد کرینگے
فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ پھر ہرگز نہ کر سکینگے سجدہ اسواسطے کہ ان کی پیٹھ ایک تختہ
ہو جاویگی پھر جھکنا اور سر کو نیچا کرنا اُنسے نہو سکے گا چنانچہ صحیح بخاری میں ابو سعید خدری
رضی اللہ عنہ کی روایت سے آیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے پوچھا آپنے فرمایا کہ قیامت کے دن ہمارا پروردگار ایک ساق ظاہر کریگا اور ہر ایک ایماندار
مرد ہو یا عورت سجدے میں گر پڑیگا اور جو شخص دنیا میں دکھلانے یا سنانے کے واسطے سجدہ
کرتا تھا وہ بھی قصد کریگا کہ سجدہ کرے لیکن اس کی پیٹھ ایک تانبے کے تختے کے مانند ہو جائیگی کہ
اسکا ٹیڑھا ہونا ممکن نہ ہوگا اور صحیح مسلم میں آیا ہے کہ اصحاب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
پوچھا کہ یا رسول اللہ ہم لوگ قیامت کے دن اپنے پروردگار کو دیکھینگے آپنے فرمایا کہ ہاں

بے شبہہ اور بے پردے جیسے بے بدلی کا آفتاب اور چودھوین رات کا چاند بدون مزاحمت
اور ممانعت کے دیکھوگے اسکی تفصیل یہ ہے کہ پہلے ایک فرشتہ پکارے گا کہ جو شخص دنیا مین
جس کی عبادت کرتا تھا اُسکے ساتھ جاوے اور بت اور درخت اور جو چیز کہ دنیا مین پوجی گئی ہے
اسکو وہان حاضر کرینگے بت پرست بتون کے ساتھ اور درخت پوجنے والے درخت کے ساتھ
اور چاند سورج پوجنے والے چاند سورج کے ساتھ جائینگے اور جو لوگ محض حق تعالے کو پوجتے تھے
وے رہجائینگے پھر ایک آواز ہوگی کہ یہود اسکو پوجتے تھے وے کہین گے کہ ہم عزیر کو جو
خدا کا بیٹا تھا پوجتے تھے حکم ہوگا کہ تم جھوٹ کہتے ہو حق تعالی جورو لڑکے نہین رکھتا پھر کہا جائیگا کہ تم کو
کہ تمھاری غرض اسوقت کیا ہے عرض کرینگے کہ ہم پیاسے ہین کوئی قطرہ پانی کا ہمکو ملے حکم ہوگا کہ جاؤ
اور پانی پیو اور دوزخ کو انکی آنکھون مین ریگ روان کرکے یعنی ریت کا میدان جسمین دور سے
پانی کا دھوکا ہوتا ہے دکھلا دینگے اور ایک فرشتہ حضرت عزیر علیہ السلام کی شکل کا انکے ساتھ ہوگا
وہ انکو لیکے دوزخ مین جا ڈالیگا اور اسی طرح نصاری کے ساتھ کیا جاویگا اور ایک فرشتہ حضرت
عیسی علیہ السلام کی شکل کا انکے ساتھ ہوکے انکو بھی انکے ٹھکانے پر جا پہونچاویگا پھر جب خالص
موحد رہجائینگے تو پھر آواز ہوگی کہ تمکو کس کا انتظار ہے اور کس کے ساتھ جاؤگے تب یہ عرض
کرینگے کہ یا الٰہی ہم دنیا مین طرح طرح کی احتیاج رکھتے تھے اور تم تم کے تعلق لیکن باوجود ایسی احتیاجی
کے ہمنے مشرکون سے موافقت نہ کی اور انکے ساتھ نہوئے اب ہمکو سوا سطے انکے ساتھ کا حکم
ہوتا ہے پھر اس طرف سے ایک صورت ظاہر کیجائیگی اور کہیگی کہ مین تمھارا پروردگار ہون یہ عرض کرینگے
کہ ہم ہرگز حق تعالی کیساتھ کسی کو شریک نکرینگے اس صورت سے ہمکو کچھ غرض نہین ہے جب ہمارا
پروردگار پردہ اٹھاویگا اور ظاہر ہوگا تو ہم اسکو پہچان لینگے تب حکم ہوگا کہ تم کچھ مانگتے ہو اور
نشان اپنے پروردگار کا اپنے پاس رکھتے ہو کہ اس علامت سے اُسکو پہچان لوگے یہ عرض کرینگے کہ
ہان تب اسوقت ایک ساق یعنی پنڈلی ظاہر ہوگی اسکو دیکھتے ہی جتنے ایماندار موحد ہین سب
سجدہ مین گر پڑینگے اور کہین گے کہ اب ہم راضی ہوے تو ہی ہمارا پروردگار ہے اور جو لوگ دنیا مین

فی الحدیث
یہود نصاری
پوجنے والون کا
حال قیامت
کے دن

ایمان نرکھتے تھے نے بھی سجدیکا قصد کرینگے لیکن انکی پیٹھ تانبے کے تختے کے مانند سخت ہوجائیگی اور سجدہ اُنسے کسی طرح نہوسکے گا اس حدیث کی تمامی بہت ہے لیکن اس مقام کے مناسب اتنا ہی ہے اور جب سجدہ اُنسے نہوسکے گا تو یہ سجدیکا نہونا انکی عبادت کے باطل ہونیکی دلیل ہوگی پھر باوجود اسکے اُن ساق نورانی چمکتی ہوئی کی طرف دیکھ بھی نہ سکینگے اسواسطے کہ انکی عقلی نظر کا توجہ مظاہر کی قیدمین پھنس رہا تھا نظر یہ صرف کے مقام کو پہونچا تھا اسواسطے خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ جھندھلا جاوینگی انکی آنکھین اس سے کہ اس تجلی کی طرف دیکھین بلکہ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ڈھانک لیگی انکے تمام بدنکو سر سے قدم تک ذلت اور رسوائی اسواسطے کہ انھون نے بھی مظاہر کی عبادت مین حق تعالیٰ کی ذات پاک کو ذلیل کیا تھا اور اُسکے ظہور کو اپنے شریکون مین حقیقی کمال حق تعالیٰ کا جانا تھا اور حال یہ ہے کہ مظاہر حقیقۃً کسی طرح کے کمہون ناقص اور ذلیل ہین اور اُنسے سجدہ نہوسکنا اسوقت مین انکی پیدائشی استعداد کے باطل ہونیکی دلیل ہے کہ حق تعالیٰ کی عبادت کو چھوڑکے اور اُسکی انکار کرکے اس استعداد کو برباد اور خراب کیا وَقَدْ كَانُوا اور تحقیق یہ تھے دنیا مین يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ بُلائے جاتے خاص حق تعالیٰ کی عبادت کے واسطے وَهُمْ سَالِمُوْنَ اور اسوقت مین یہ سالم تھے استعداد سے اور صحیح الفطرۃ تھے اگر اسوقت حق تعالیٰ کی خالص عبادت کے خوگر ہوتے تو انکو اسطرح کا تغیر اور تبدل ظاہر نہوتا اور جب ثابت ہوا کہ یہ کافر اسواسطے تمکو مجنون کہتے ہین کہ تم انسے قیامت کے عذاب کی بات کہتے ہو اور وہ بات انکی عقل ناقص مین نہین آتی اسکو اپنی عقل ناقص سے بعید جاننے ہین اور یہ بھی ہے کہ تم انکو قرآن سناتے ہو اور اُسکے مضمون کے بموجب خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت اور سجدیکا حکم کرتے ہو اور مظاہر اور صورتون کی عبادت سے منع کرتے ہو سو یہ بات انکی بوجھ مین نہین آتی بلکہ اسکو موہوم کے واسطے موجود کو چھوڑنا جانتے ہین اور ایسی اُلٹی بوجھ ہونا ان کے جنونکا نشان ہے فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ سو چھوڑ دے مجھکو اور اسکو جو اس بات کو جھٹلاتا ہے اسواسطے کہ یہ بات ہماری ہے نہ تمھاری سو تم انکے عذاب کے جلدی کی وعامت مانگو اور رنجیدہ مت ہو سَنَسْتَدْرِجُهُمْ قریب ہے کہ انکو آہستہ آہستہ ہم

کھینچتے ہین بڑی گمراہی مین گرفتار کرکے تاکہ انکی فاسد استعداد کا پیمانہ لبریز ہوجاوے اور سخت عذاب کے مستحق ہوجاوین مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ اس طرح سے کہ انکو معلوم نہو کہ یہ گمراہی کی ہے اور انتہا درجے کے عذاب کی حد کو پہونچاتی ہے بلکہ اپنے خیال مین اُس راہ کو ہدایت اور بہتری جانین بلکہ اجر اور ثواب اسمین سمجھین وَأُمْلِي لَهُمْ اور مہلت اور ڈھیل دینگے ہم اُنکو اور فی الفور مواخذہ کرینگے تاکہ یہ دھوکا کھاوین کہ اگر ہم گمراہی اور برائی پر ہوتے تو حقتعالی ہمکو فرصت نہ دیتا اور جھٹ پٹ پکڑتا اسواسطے کہ اُسے ہمکو فریب منظور ہے اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ بیشک ہمارا مکر اور داؤن بہت مضبوط اور محکم ہے ہرگز کسی کو خبر نہین ہوتی اسواسطے کہ دوسرے کے مکر کو دریافت کرنا اس سبب سے ہوتا ہے کہ اپنے مکر سے ایک دریافت کرنیکی قوت کو فریب دیتے ہین اور دوسری قوت اپنے حال پر رہتی ہے تو اُس مکر کا انجام پہچان لیتے ہین اور ہمارا مکر ایسا ہوتا ہے کہ جتنی قوتین دریافت کرنے کی ہین سب کو گھیرے ہوے ہوتا ہے اور خبرداری اور آگاہی اُس مین بلکل نیست اور نابود ہوتی ہے کسی قوت سے اس کا انجام معلوم نہین ہوسکتا اور اگر ہمارا مکر ایسا مضبوط اور پکا نہ ہوتا تو اِن لوگونپر تمھاری خوبی اور تمھارے احسان جو اُنپر ہین کیون نہ ظاہر ہوتے جیسے نیک نصیحت کرنا اور ایسے فائدے کے علم پہونچانا اور تمھارے بھلائی اور انکار مین کیون دمبدم زیادہ ہوتے جاتے اَمْ تَسْأَلُهُمْ اَجْرًا کیا تو انسے مانگتا ہے کچھ مزدوری اس نصیحت کرنے اور فائدے کے علم پہونچانے پر فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ پھر یہ اُس ڈانڈ مین مزدوری دینے کے دبے جاتے ہین اسواسطے تمسے سیکھتے نہین اور فائدہ نہین لیتے اَمْ عِنْدَهُمُ کیا اُنکے پاس ہے الْغَيْبُ غیب کا علم جس سے کشف کے طور پر حق تعالی کے چھپے حکم اور آخرت مین نفع اور ضرر دینے والی چیزین اُنکو معلوم ہوتی ہین فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ پھر وے اس اپنی معلومات اور مکشوفات کو لکھتے ہین اور اُس لکھی علم کو کھلی عبارت سے بیان کرسکتے ہین تاکہ اپنے متوسلون اور اپنے پیرو مریدون کو بھی اُس علم سے فائدہ پہونچاوین اور تجھ سے بے پرواہین تمسے اسمارکے لیے جو اسواسطے اٹھاوین سو سبب ان دونون باتون سے ایک بھی نہین پائی جاتی ہے

جان لے کہ یہ انکا جھٹلانے اور انکار کرنے پر اصرار اور ہٹ کرنا فقط حق تعالیٰ کے مکر اور ڈھن
کی نشانی ہے جو انکو بات مین تامل کرنے اور بوجھنے نہین دیتا اور کسی طرح سے حق بات انکے ذہن
مین آنے نہین دیتا فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ پھر صبر کر انکی ایذا پر اور اپنے پروردگار کے حکم کا
منتظر رہ دیکھ کہ انسے کیا معاملہ کرتا ہے کسکو ان مین سے اس عذاب کی تاخیر مین شرمندگی
اور توبہ اور حق کی طرف رجوع ہونے سے سرفراز کرتا ہے اور کسکو اس تاخیر کے سبب سے برائیون
اور شرارت مین انتہا درجے کو پہونچاکے گمراہی اور بےنصیبی کے دریا مین ڈبوتا ہے۔ وَلَا تَكُنْ
كَصَاحِبِ الْحُوتِ اور تم اس پیغمبر کے مانند جو مچھلی کے پیٹ مین قید ہوا اور حق تعالیٰ
کے حکم کا انتظار نہ کیا اور غیرت الٰہی کے غلبہ کے سبب سے اپنی قوم پر عذاب طلب کرنے
مین جلدی اور شتابی کی سو وہ پیغمبر حضرت یونس بن متی علیہ السلام تھے اور انکا قصہ اس
طور سے ہے کہ انکے زمانے مین اولوالامر پیغمبر بنی اسرائیل مین حضرت شعیا علیہ السلام تھے
اور جذقیا بادشاہ اسوقت کا انکا مطیع اور تابعدار تھا اور ان دنون مین بنی اسرائیل فلسطین اور
اردن مین جو شام کے ملک مین بہت بہتر بستیان ہین رہتے تھے اتفاق سے نینوا اور موصل
کے لوگ جو عراق اور شام کے درمیان مین بستیان ہین بنی اسرائیل پر چڑھ آئے اور انکا مال
اور اسباب لوٹ لیگئے اور آدمی بھی بہت انکے پکڑلے گئے جذقیا بادشاہ نے یہ ماجرا حضرت
شعیا علیہ السلام سے عرض کیا اور کہا کہ بندیون کے چھڑانیکی کیا تدبیر کیا چاہیئے اسواسطے کہ
جب تک ہمارے قیدی ان سے چھوٹ کر نہ آوینگے تب تک ہمسے فوج کے زور سے انکی اس
زیادتی کی تدبیر کچھ نہین ہوسکتی ہے حضرت شعیا علیہ السلام نے فرمایا کہ تمھاری مملکت مین پانچ
آدمی پیغمبر ہین ایک کو انمین سے ان لوگون کے پاس بھیجو تاکہ وے لوگ سمجھانے اور نصیحت کرنے
سے راہ پر آجاوین اور تمھارے قیدیونکو چھوڑدین جذقیا نے عرض کی کہ آپ ہی انمین سے
ایک کا نام مقرر کردیجئے تاکہ مین انکو روانہ کرون حضرت شعیا نے فرمایا کہ یونس بن متی کو اس کام کے
واسطے مقرر کرو کہ وے محنتکش اور آدمی امانت دار ہین اور حق تعالیٰ کی درگاہ مین انکا بڑا مرتبہ ہے

حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ

اور اس زمانے کے پیغمبروں سے عبادت اور ریاضت کی زیادتی مین بھی ممتاز ہین کہ وہان کے لوگ انکی نصیحت نہ مانینگے
قہر ہوسکتا ہے کہ وے بڑے بڑے معجزے اور غیبی شعبے انکو دکھلاکے راہ پر لاوینگے بادشاہ وہان سے اٹھا
اور حضرت یونس علیہ السلام کو انکے گھر سے بلوایا اور کہا کہ اس کام کے واسطے آپ تشریف لیجایئے
حضرت یونس علیہ السلام نے کہا کہ اگر حضرت شعیا علیہ السلام نے حکم الٰہی کے بموجب مجھکو مقرر
کیا ہے تو مجھکو جانا ضرور ہے اور اگر ایسا نہین ہے تو اس جانے مین میری وقات مین خلل پڑیگا اور
مین بیچین ہونگا بادشاہ نے کہا کہ تمہارا مقرر کرنا حق تعالیٰ کی وحی کے بموجب نہین ہے لیکن حضرت شعیا
علیہ السلام نے اسیطرح فرمایا ہے سو آپکو جانا اسطرف ضرور ہے حضرت یونس علیہ السلام رنجیدہ ہوکر
نینوا کی طرف روانہ ہوئے اور اپنے گھر والونکو بھی اپنے ساتھ لیلیا پھر اس شہر مین پہونچکر پہلے
وہان کے بادشاہ سے ملاقات کی اور اس سے کہا کہ حق تعالیٰ نے مجھے تیری طرف بھیجا ہے کہ
بنی اسرائیل کو قید سے چھوڑدے اور بنی اسرائیل سے ہرگز دشمنی مت کر اسنے کہا کہ اگر تم اس
بات مین سچے ہوتے تو حق تعالیٰ ہمکو اتنی قدرت کسواسطے دیتا کہ ہم تمہارے ملک پر چڑھ جاتے
اور جبر و لڑکے بکڑ کے لاتے کیا اسوقت حق تعالیٰ کو اتنی قدرت نہ تھی کہ بنی اسرائیل کی حمایت
کرتا اور ہمکو منع کرتا جو اب تمکو بھیجا ہے غرض کہ حضرت یونس علیہ السلام تین روز تک اسکے
دربار مین آتے جاتے رہے لیکن اس نے ہرگز ان کی بات نہ مانی تب انکو غصہ آیا اور حق تعالیٰ
کی درگاہ مین عرض کیا کہ یا الٰہی یہ لوگ میری بات نہین سنتے اور میری نصیحت نہین مانتے
اور بنی اسرائیل کو قید سے نہین چھوڑتے حق تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ انکو ہمارے عذاب سے
ڈراؤ اگر تمہاری بات کو نہ مانینگے اور ایمان نہ لاوینگے تو انپر ہمارا عذاب آویگا حضرت یونس
علیہ السلام اس شہر کے تمام کوچے اور بازارین پھرے اور کہا کہ ہم تمکو خبر کیے دیتے ہین
تمکو اپنے بادشاہ کو یہ خبر پہونچاؤ کہ اگر میری بات نہ مانیگا اور میرے کہے پر ایمان نہ لاویگا
تو حق تعالیٰ کا عذاب اسپر آویگا لوگون نے کہا کہ کچھ مدت مقرر کر حضرت یونس نے فرمایا کہ
چالیس دن کا ہمارے تمہارے درمیان قرار ہے اگر تم اس چالیس دن مین ایمان لاوے تو بہت

بہتر ہے اور نہین تو سب ہلاک ہوگے آخر ہوتے ہوتے یہ بات پھیلی اور بادشاہ اور اسکے مصاحبون نے ہنسی اور مسخری شروع کی اور کہنے لگے کہ یہ فقیر دیوانہ ہے ایک بات اسکے جی پر بیٹھ گئی ہے اور حضرت یونس علیہ السلام نے حق تعالیٰ کی درگاہ مین عرض کیا کہ یا الٰہی مین نے انسے چالیس دن کا وعدہ کیا ہے اس وعدہ کو میرے سچا کر اور نہین تو مین ذلیل ہونگا اور مجھکو مار ڈالینگے اسواسطے کہ اُن لوگون کی عادت یہی تھی کہ جو شخص اس طرح کا جھوٹ بولے اسکو مار ڈالتے تھے حقتعالیٰ کا حکم ہوا کہ تمنے کسواسطے ایسی جلدی کی اور چالیس دن کا وعدہ کیا ابھی تمکو چاہیے صبر کرنا کہ تقدیر مین انکے ایمان لکھا ہے آخر کو راہ پر آوینگے اور ایمان لاوینگے حضرت یونس علیہ السلام کو اس بات کا بڑا رنج ہوا اور جب ایک مہینا اس وعدے سے گذرا تب حضرت یونس علیہ السلام نے اس شہر سے مع اپنے گھر والون کے نکل کے بارہ کوس اس شہر سے دور جاکر ڈیرہ کیا تاکہ دیکھین اس کا انجام کیا ہوتا ہے اور ہمیشہ اس دعا مین رہتے تھے کہ یا الٰہی یہ وعدہ میرا سچا کر اور نہین تو مین ضعیف اور ذلیل ہونگا آخر جب پینتیسوان دن ہوا اور صبح کو جو لوگ اٹھے تو دیکھا کہ کچھ علامت عذاب کی شروع ہوئی ہے اور دھوان اور آگ آسمان سے برستا ہے اور وہ دھوان اور آگ گھر وںکے کوٹھونکی چھتون کے قریب پہونچا بادشاہ اور اسکے تمام ارکان دولت گھبراکر باہر نکلے اور کہا کہ اس فقیر گودڑی والیکو ڈھونڈو دیکھو کہان گیا جلدی اسکو لاؤ تاکہ اسکے ہاتھ پہ ہم توبہ کرین اور جتنے قیدی ہین سب اسکو سپرد کرین اور شہر کے دروازے کو بند کیا اور ہر گلی اور کوچے اور گھرون مین ڈھونڈھنا شروع کیا لیکن انکا پتہ پایا ناچار ہوکے سب ننگے سر اور ننگے پاؤن میدان مین نکلے اور بچونکو انکی ماؤن سے جدا کیا اور گائے بکریکے بھی بچونکو انکی ماؤن سے جدا کیا اور سب نے اپنا اپنا گریبان چاک کیا اور سر کو چادرین رکھا اور رونا پیٹنا اور فریاد اور عاجزی کرنا شروع کیا اور جناب الٰہی مین عرض کیا کہ ہمنے کفر سے توبہ کی اور حضرت یونس علیہ السلام جو تیرے بھیجے ہوئے ہین انکے قول پر ہم ایمان لائے اور تصدیم [illegible] اور دل پر ٹھانا کہ جتنے بنی اسرائیل کے قیدی ہین ان سبکو حضرت یونس علیہ السلام کے حوالے کرینگے حق تعالیٰ نے انکی گریہ وزاری پر رحم کیا اور عیسیٰ

اس عذاب کو انسے اٹھالیا اور ہوا صاف ہوگئی اور یہ قصہ عاشور کے دن یعنی محرم کی سوین تاریخ کو ہوا تھا اس عذاب کے دفع ہونے کے بعد بادشاہ اور سب ارکان اور رعایا خوش خوش کے شہر مین داخل ہوئے اور ہرکارونکو اور جاسوسونکو چارون طرف دوڑایا تاکہ خبر حضرت یونس علیہ السلام کی لاوین بلکہ بادشاہ نے اپنی زبان سے یہ بھی کہا کہ جو شخص حضرت یونس علیہ السلام کی خبر میرے پاس لاوے اسکو ایکروز اپنی سلطنت کے تخت پر بٹھاکے سب حکم اسکے اختیار مین دون تاکہ اسدن جو کچھ چاہے مال و اسباب اور کارخانے مین سے لیلے بہت لوگ اس طمع پر ہر طرف دوڑے اور حضرت یونس علیہ السلام کو بھی گنوارونکی زبانی یہ خبر معلوم ہوئی تھی کہ تمھاری قوم سے عذاب ٹلگیا اور وے لوگ تمکو ڈھونڈھتے پھرتے ہین یہ عذاب کے پھر جانیکی خبر سنکر بہت رنجیدہ ہوئے اور جانا کہ مین اپنی قوم مین جھوٹا ہوا اب انکے پاس کیا منھ لیکے جاؤن اسواسطے کہ میرا وعدہ سچا نہ ہوا اور اگر حضرت شعیا علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے پاس جاؤن تو بھی خفیف ہونگا اسواسطے کہ مجھسے کچھ کام بن نہ آیا یہ سوچکے ان دونون طرفون کا ارادہ موقوف کیا اور جو اس امر سے بہت رنج حاصل ہوا تھا بدون انتظار وحی اور بغیر اجازت الٰہی کے روم کی طرف چل کھڑے ہوئے اور حق تعالیٰ کے عتاب مین گرفتار ہوئے ایک یہانسے انکے ساتھ دوسرے طور کا معاملہ عتاب آمیز شروع ہوا پہلے انکے نوکر اور خادم اور رفیق انسے علیحدہ ہوئے سو اسے ایک بی بی اور دو بچون کے کوئی انکے ساتھ نہ رہا ایک بچے کو اپنے کندھے پر اور دوسرے کو بی بی کے کندھے پر سوار کرکے منزل بمنزل راہ طے کرنا شروع کیا ایک روز راہ کے درمیان مین ایک درخت کے نیچے سائے مین ٹھہرے اور آپ اپنی بی بی اور دونو بچون کو وہان ٹھہراکے جنگل کی طرف پائخانہ کو گئے اتفاق سے اسوقت وہان کے بادشاہ کے بیٹے کی سواری جو شکار کے واسطے گیا تھا اس طرف درخت کے قریب ہوکے نکلی شاہزادے نے دیکھا کہ ایک عورت جوان نہایت خوبصورت دو بچون کو لیے بیٹھی ہے اپنے ساتھ کے لوگون سے کہا کہ اس عورت کو لے آؤ انکی بی بی نے کتنا ہی شور اور غل کیا اور کہا کہ مین ایک شخص نیکبخت کی جو پیمبر ہے خدا کا اسکی جورو ہون مجکو مت لیجاؤ لیکن شاہزادے نے شراب کی

مستی اور جوانی کے نشہ مین کچھ نہ سنا اور اپنے ساتھ اپنے مکان پر لے گیا حضرت یونس علیہ السلام جو پائخانے سے فراغت کرکے آئے دیکھا کہ بی بی نہین ہین لڑکون سے پوچھا انھون نے جو کچھ گذرا تھا سب کہہ سنایا آپنے دریافت کیا کہ درگاہ الٰہی سے عتاب کا معاملہ شروع ہوا ناچار نون بچون کو ساتھ لیکر چلے اور نوبت بنوبت ایک کے بعد ایک کو کاندھے پر چڑھاتے اتارتے لے چلے راہ مین ایک نالہ بہتا ہوا ملا ایک بچے کو کنارے پر چھوڑا اور دوسرے کو کندھے پر چڑھا کر چاہا کہ پار اتار آؤن جسوقت اس نالے کے بیچ مین پہونچے تو اتفاق سے کنارے پر ایک بھیڑیا آیا اور بچے کو اٹھالے گیا آپ گھبراکر لوٹے تاکہ بھیڑیے سے اس بچے کو چھڑاوین اس گھبراہٹ مین سر بچہ جو آپکے کندھے پر تھا پانی مین گر پڑا اور زور سے پانی کی ریل جو آئی تو اسکو بھی بہا لیگئی آپنے کتنی ہی کوشش کی لیکن نہ یہ ہاتھ آیا نہ وہ ناچار مایوس ہوکے آپ اکیلے تن تنہا نالہ سے اور دریائے روم کے کنارے پر جا پہونچے دیکھا کہ ایک جہاز پر سوداگرون نے اپنا مال چڑھایا ہے اور لنگر اٹھاکر روانہ ہوا چاہتے ہین آپنے انسے کہا کہ مین بھی فقیر ہون اگر بدون نول لئے تم سے ہوسکے تو مجھکو بھی جہاز پر چڑھالو ناخدا اور سوداگرون نے کہا کہ تم ہمارے سردار آنکھون پر بیٹھو تمہارے قدم کی برکت سے حق تعالیٰ ہمارا بھی بیڑا پار کریگا ہمارا جہاز سلامتی سے پہونچیگا اسواسطے کہ تم بہت نیکبخت معلوم ہوتے ہو اور تمہارا چہرہ بہت نورانی ہے غرضکہ آپ کو سوار کرکے روانہ ہوئے جسوقت بیچ دریا کے جہاز پہونچا یکایک بڑا طوفان اٹھا اور موجین آنا شروع ہوئین جہاز تھرگیا اور کتنی ہی تدبیرین چلنے کی کین لیکن جہاز آگے نہین بڑھتا تھا سب اور ناخدا وغیرہ نے آپس مین مشورہ کیا کہ جہاز کے نہ چلنے کی کیا وجہ ہمنے عمر بھر ایسا معاملہ نہین دیکھا کہ طوفان ہو جہاز تھم جائے پھر ناخدا نے کہا کہ مین نے کئی مرتبہ تجربہ کیا ہے کہ اگر کسی کا غلام اپنے مالک کی دنیا کے بھاگ کر کشتی یا جہاز مین سوار ہوتا ہے تو اسی قسم کا معاملہ درپیش ہوتا ہے جہاز مین سے پکار کر کہدو کہ جو کوئی اپنے مالک سے بھاگ کر آیا ہو تو صاف کہدے کہ اسکے ہاتھ پانون باندھکے ہم دریا مین ڈالدین تاکہ اور سب جہاز والون کی جان بچے ایک کی ہلاکی سے اگر صدہا آدمیونکی جان بچے تو کچھ مضائقہ نہین ہے

پھر جب جہاز مین آواز دی تو حضرت یونس علیہ السّلام بوجھے کہ وہ غلام بھاگا ہوا مین ہون کہ بدون حکم حق تعالےٰ کے جاتا ہون پھر جہاز والون سے کہا کہ وہ غلام مین ہون اپنے مالک سے بھاگا ہوا جاتا ہون میرے ہاتھ پاؤن باندہ کے دریا مین ڈال دو تاکہ سب جہاز والون کی جان بچے اور اس بلا سے نجات پاوین ناخدا اور دوسرے تاجرون نے کہا سبحان اللہ ایسا برا گمان ہم لوگ ہرگز آپکی طرف نہین کر سکتے آپ بزرگ ہین اپنی بزرگی سے یہ بات فرماتے ہین تاکہ ہم سب لوگون کی عوض آپ اپنی جان دین سو یہ حرکت ہم سے ہرگز نہین ہونیوالی ہی ہم ایک اور تدبیر کرتے ہین یعنی قرعہ ڈالتے ہین دیکھین کس کے نام پر نکلتا ہے پھر قرعہ ڈالا حضرت یونس علیہ السّلام کے نام پر نکلا سب نے کہا کہ اس قرعہ نے خطا کی یہ بزرگ اسکے لایق نہین ہون کہ اس قسم کا برا گمان ان کی طرف کیا جاے پھر دوسری مرتبہ قرعہ ڈالا پھر آپ ہی کے نام پر نکلا پھر تیسری مرتبہ ڈالا پھر بھی آپ ہی کے نام پر نکلا آخر جہاز والون نے ناچار ہوکر آپکو دریا مین ڈالدیا آپکے گرنے کے ساتھ ہی جہاز چل نکلا اتفاق سے دریا مین وہان ایک بڑی مچھلی بھوکی تھی کہ انتظار مین تھی ہون ہی آپ دریا مین گرے دون ہی وہ مچھلی آپ کو نگل گئی لیکن آپکو منھ کے اندر لیتے ہی حق تعالیٰ کا حکم اس مچھلی کو پہونچا کہ خبردار ہو جا اس شخص کو تیری غذا کیلیے نہین تیرے پیٹ مین داخل نہین کیا ہے بلکہ تیرے پیٹ کو اسکا قیدخانہ مقرر کیا ہے تب وہ مچھلی [illegible] نہ پہونچے پھر وہ مچھلی آپ کو اپنے پیٹ مین لئے ہوے دریا کی سیر کرتی پھرتی تھی یہان تک کہ روم کے دریا سے بطائح مین پہونچی پھر وہان سے دجلہ مین آئی اسوقت اس مچھلی کو حکم ہوا کہ اب اس قیدی کو دجلہ کے اس کنارے پر جو شام کیطرف ہے اگل دے اس مچھلی نے چالیس دن کے بعد انکو اس کنارے پر اگل دیا اور خلاصی کا سبب یہ ہوا کہ جب حضرت یونس علیہ السّلام اس مچھلی کے پیٹ مین قید ہوے آپ کا دم بند ہونے لگا آپنے جانا کہ اب دم آخر ہے حق کی یاد مین اسکو گذارنے یہ تسبیح آپنے شروع کی کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ یعنے کوئی حاکم نہین سواے تیرے تو بے عیب ہے مقرر مین قصوروارون سے حق تعالیٰ کو یہ انکا اقرار کرنا پسند آیا اور انکو اپنی رحمت سے سرفراز کیا

یعنی مچھلی کے پیٹ سے جو آپ نکلے تو آپکا بدن اسطرح کا نرم ہو گیا تھا کہ مکھی یا مچھر کے بیٹھنے کی تاب آپکو
نہ تھی حق تعالیٰ نے اُسیوقت ایک جھاڑ کدو کا اُگایا اُسکی بیل آپکے تابہ پر اسطرح سے پھیلی کہ اُسکے پتون نے
پوشاک کے طور پر آپکے تمام بدن کو ڈھانک لیا اور جو اتنی طاقت آپ مین نہ تھی کہ اٹھکر کھانے کی تلاش
کرین حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ایک ہرنی کو حکم فرمایا کہ اپنی چھاتی آپکے منہ مین دیکر کھڑی رہے
یہانتک کہ دے دودہ سے آسودہ ہو جائین صبح اور شام کو وہ ہرنی آپکے پاس آتی اور اپنی چھاتی
آپکے منہ مین دیکر کھڑی رہتی جب آپ سیر ہو جاتے چلی جاتی چالیس دن اسطرح سے گذرے اور
آپکے بدن مین کچھ قوت آئی اور اٹھنے بیٹھنے کی طاقت ہوئی اور ہرنی کا بھی دودہ اتنے دنون پینے کے
سبب سے آپکا ضعف جاتا رہا پھر چالیس دن کے بعد اُس ہرنی کو حکم ہوا کہ آج آپکے پاس مت جاؤ
دودہ مت دے پھر جب وہ ہرنی نہ آئی تب آپنے درگاہ الٰہی مین عرض کی کہ بارخدایا آج ہرنی نہین آئی
حکم ہوا کہ اتنا عادت کا بدلنا تم کو اپنے واسطے اچھا نہ معلوم ہوا اور ہمسے ایک بڑی عادت کا خلاف چاہتے تھے
کہ ایک ہی مرتبے مین ہم اپنے بندے پالے ہوؤن کو نیست و نابود کرین آپنے پھر توبہ اور استغفار کیا اور
بہت شرمندہ ہو کر عرض کی کہ اب جو حکم ہو اُسکو بجا لاؤن ارشاد ہوا کہ پھر اپنی قوم مین جاؤ اور اُن
ہی مین رہو آپ وہانسے روانہ ہوئے راستے مین ایک شہر ملا اس مین ایک کلال یعنی مٹی کے برتن
بنانیوالے کو دیکھا کہ آدہ برتنون کا بھرا ہوا پکا کر درست کر چکا ہے اور برتنون کے نکالنے کیواسطے
مستعد بیٹھا ہے حکم ہوا کہ اُس کلال کے پاس جاؤ اور کہو کہ ایک بھاری لکڑی لیکر ان سب برتنون کو
پھوڑ ڈال پھر جو جواب وہ دے وہ ہم سے عرض کرو حضرت یونس علیہ السّلام اس کلال کے پاس گئے اور
وہ بات کہی وہ کلال سنتے ہی غصہ مین آیا اور کہا کہ عجب طرح کا تو دیوانہ آدمی ہے جو مجھ سے ایسی
بات کہتا ہے کیا مینے اسیواسطے اتنی محنت انکے بنانے مین کھینچی تھی کہ لکڑی سے توڑ ڈالون مجھ کو تو
ان برتنون سے بہت نفع لینا ہے حضرت یونس علیہ السّلام نے عرض کیا کہ یاالٰہی اس کلال نے ایسا جواب
مجھکو دیا پھر حکم ہوا کہ دیکھ مٹی ہمنے پیدا کی اور پانی ہمنے پیدا کیا اور کلال کے ہاتھ بھی ہماری مخلوقات سے
ہین پھر اُس کلال نے اپنے ہاتھون سے مٹی پانی ملا کر یہ شکل اور صورت برتنون کی بنا کر

تیار کی ہے اُسپر اسقدر اُنکو دست رس عزیز رکھتا ہے کہ اُنکو توڑ نہین سکتا بلکہ اُنکے توڑنیکو دشوار جانتا ہے اور
تو چاہتا ہتا تھا کہ ہم ایک لاکھ سے اوپر آدمیون کو اپنی مخلوقات سے ایکدم مین ہلاک کر ڈالین پھر وہان سے
روانہ ہوئے راستہ مین ایک باغ ملا نہایت سرسبز اسیطرح کا پیغام اس باغ کے مالک سے
حکم آلہی کے بموجب کیا اوسنے سخت جواب سُنا پھر دوسرے شہر مین پہونچے وہان ایک بہت عمدہ مکان
دیکھا کہ وہانکے کسی امیر نے بنایا تھا اسی قسم کا پیغام آسمانی کے بموجب اُسکے مالک کو بھی کیا اوسنے بھی زیادہ
سخت جواب سُنا جب حق تعالی کا عتاب اس قسم کا ہوا تب حضرت یونس علیہ السّلام نے نہایت گریہ وزاری
حق تعالی کی درگاہ مین کی اور اپنے گناہون کی مغفرت چاہی پھر حق تعالی نے اپنی رحمت سے آپ کو
سرفراز کیا اور اپنا رسول کیا پھر تو ہر طرف سے رحمت و مہربانی کی نشانیان ظاہر ہونے لگین یہانتک
کہ اُس ملک پر جہان سے آپکے دونون بچے جاتے رہے تھے پہونچے اس گانون کے لوگون کو دیکھا کہ دونون
بچے ساتھ لیے کھڑے ہین اُنسے حال پوچھا لوگون نے کہا کہ ایک بزرگ اِدھر سے جاتے تھے اُنکا ایک بچہ
پانی مین بہ گیا تھا سو ہمارے گانون کے دو ہیون نے اُسکو پانی سے نکالا اور ان کا دوسرا بچہ
کنارے سے بھیڑیا اٹھا لے گیا تھا سو اُسکو ہمارے گانون کے چرواہون نے بھیڑیے سے زخمی چھڑا لیا
تھا اُنکا علاج کر کے اچھا کیا پھر ان دونون بچونکی ہلوگ پرورش کرتے ہین کہ اگر ان کا باپ
آوے تو اُسکے حوالے کرین اسمین بچونکی نگاہ اُن پر پڑی اور اُنکو پہچانا اور کہا کہ ہمارا باپ یہی ہے
غرضکہ اُن لوگون نے دونون بچون کو آپکے حوالے کیا اور آپکو بخوبی تمام اُس نالہ کے پار اتار دیا
آپ حق تعالی کا شکر ادا کر کے آگے بڑھے جب اُس درخت کے قریب پہونچے جہان سے آپ کی
بی بی سے مفارقت ہوئی تھی دیکھا کہ کچھ لوگ چوکی کے طور پر اُس درخت کے نیچے بیٹھے ہین آپنے
اُن سے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو اور کس واسطے یہان بیٹھے ہو اُن لوگون نے کہا کہ ہمارے شاہزادے
کی سواری ایک روز ادھر سے نکلی تھی کسی فقیر کی ایک عورت یہان بیٹھی تھی اُس عورت کو
شاہزادہ زبردستی پکڑ لے گیا اس روز سے آج تک پیٹ کے درد مین شاہزادہ مبتلا ہے
بادشاہ نے یہ حال سنکر ہم لوگون کو یہان بٹھایا ہے کہ اگر اُن بزرگ کا کبھی اِدھر سے

پھر گذر ہو تو اُنکو ہمارے پاس لے آؤ تاکہ شاہزادے کی تقصیر اُنسے معاف کرادین اور اُنکی عورت جو آجتک پردے مین بہت احتیاط سے بیٹھی ہین اُنکے حوالے کرین آپنے فرمایا کہ وہ فقیر مین ہون اس بات کے سنتے ہی وے لوگ بہت خوش ہوے اور آپکو بڑی قدر اور منزلت سے بادشاہ کے پاس لیگئے بادشاہ بھی بہت تعظیم سے پیش آیا آپنے دعا کی التجا کی حق تعالیٰ نے آپکی دعا سے اُس شاہزادے کو شفا بخشی پھر بادشاہ نے آپکی بی بی کو آپکے حوالے کیا اور بہت کچھ مال و اسباب آپکی نذر کرکے آپکو رخصت کیا پھر وہان سے آگے چلے اور شہر نینوا اور موصل کی سرحد کے متصل پہونچے پھر ایک شخص کو آگے سے اُن بستیون کے لوگون پاس روانہ کیا تاکہ آپکے آنے کی اُن لوگون کو خبر دے بادشاہ اور اُسکے ارکان اور وہانکے لوگ آپکے آنیکی خبر سنکے بہت خوش ہوے اور کئی منزل تک آپکے لینے کو آئے اور نہایت تعظیم اور تکریم سے آپکو شہر مین لے گئے اور مدت تک آپکی تابعداری اور فرمانبرداری مین سرفروئی دونون جہان کی حاصل کی یہان تک کہ حضرت یونس علیہ السلام نے وہین وفات پائی آجتک مزار پُرانوار آپکا اس شہر مین مشہور ہے سو حق تعالیٰ اس آیت مین اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قوم کیواسطے عذاب طلب کرنے مین جلدی اور شتابی کرنے سے جسطرح حضرت یونس علیہ السلام سے ہوا تھا منع فرماتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے کہ تم ایسا کام مت کرو واسطے کہ اسکا انجام اچھا نہین ہوا اور اُس مچھلی والے پیغمبر کا حال یاد کرو اِذْ نَادٰی وَهُوَ مَكْظُوْمٌ جب پکارا اپنی قوم پر عذاب طلب کرنیکے واسطے درگاہ الٰہی مین اور اُسوقت وہ غصے مین بھرا تھا اور غصے کے سبب سے اتنی جلدی کی کہ حق تعالیٰ کے حکم کا انتظار نہ کیا آخر کو اس اپنی جلدی کی سزا پائی کہ مچھلی کے پیٹ مین قید ہوا اور پھر دوسرے مرتبہ پکارا اپنے گناہ کے ظاہر کرنے اور قائل ہونے اور اپنی تقصیرون کی معافی طلب کرنے کے واسطے اسوقت مین بھی مکظوم تھا یعنی دم اُسکا بند ہوا تھا اور عسر کی لغت مین مکظوم اُس شخص کو کہتے ہین جسکا دم غم یا غصے کی زیادتی کے سبب سے رک جاوے سو وہ پہلے مرتبہ کا انکا غصہ کھانا یہ پھل لایا کہ مچھلی کے پیٹ مین قید ہونا اور غم کھانا پڑا سو چاہیئے کہ تم مین ایسی نفسانیت اور غصے کی بو بھی نہ پائی جاوے تاکہ تمھارے کمال مین کچھ بھی نقصان نہ پایا جاوے

اسواسطے کہ اس جلدی کے سبب سے حضرت یونس قریب تھا کہ اس کمال بزرگی کے رتبے سے
گر پڑین اور حق تعالی کے ہمیشہ کے عذاب اور عتاب کے سزاوار ہوجاوین اسقدر کہ لَوْلَآ
اَنْ تَدَارَكَهُ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ اگر تدارک اُسکے حال کا نکرتا یعنے اگر نہ سنبھالتا اُسکو احسان تیرے
پروردگار کا ایسی ذلت مین اس کے کمالون کے باقی رکھنے سے لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ
ہوالبتہ پھینکا گیا ہی تھا چٹیل میدان مین یعنی ایسے میدان مین جہان نہ جھاڑ تھا نہ گھاس
نہ سایہ نہ پانی وَهُوَ مَذْمُوْمٌ اور وہ بُرے حال سے تھا اور کسی طرح کی کرامت اُن کیواسطے
ظاہر نہوتی نہ کدو کے درخت اُگنے سے اور نہ ہرن کے تابعدار ہونے سے لیکن حق تعالی نے
اُنکو سنبھال لیا اور یہ سب چیزین موجود کردین اس مقام پر جاننا چاہئے کہ تسبیح کا اثر مچھلی کے
پیٹ مین اسقدر تھا کہ اُس تیدسے خلاصی پائی چنانچہ سورۂ صافات مین مذکور ہے
فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ یعنے پھر اگر نہوتا یہ کہ وہ یاد کرتا
پاک ذات کو تو رہتا اُسکے پیٹ مین جسدن تک مُردے جیوین اور مچھلی کے پیٹ کے نکلنے کے سوا
اور دوسری کرامتین جیسے کدو کے درخت کا اُگنا اور ہرن کی مادہ کا تابع ہونا جو حضرت یونس
علیہ السلام کے واسطے واقع اور ظاہر ہوئین یہ حق تعالی کی ازلی عنایت فقط تھی کہ اُن کمالون کو
جو انکو عنایت ہوئے تھے باقی رکھا اور اس ذلت اور گن ہونکی شامت سے اُن سے لے نہ لیا
اور یہ بھی جان لیا چاہئے کہ ہمارا اس شرط اور جزا کا یعنے لَوْلَآ اَنْ تَدَارَكَهُ اسی حال پر ہے
یعنے وَهُوَ مَذْمُوْمٌ اور لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ کہ اس مین کچھ دخل نہین ہی تو وہ آیت جو سورۂ صافات
مین ہی یعنی فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ یعنی پھر ڈالدیا ہمنے اسکو چٹیل میدان مین اور وہ بیمار
تھا اس آیت کے مناقض اور خلاف نہوگی اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ جو عاجز اور کسی مصیبت
مین پھنسا ہوا اس آیت کو پڑھتا ہی تو حق تعالی اُسکو رنج اور مصیبت سے نجات دیتا ہے
اور معتبر شائخ سے بھی سنا گیا ہی کہ ہر رنج اور مصیبت کیواسطے اس آیت کا پڑھنا تریاق مجرب ہے
یعنے آزمودہ ہی کچھ شک اور شبہ نہین ہی اور اُس آیت کے پڑھنے کا طریقہ دو طور سے ہے

اوّل یہ کہ ایک لاکھ پچیس ہزار مرتبہ ایک طور اور شکل سے ایک جلسے یا تین جلسے مین پڑھنا
اور دوسرا طور یہ ہے کہ ایک شخص اکیلا اندھیرے گھر مین طہارت سے قبلے کی طرف منھ کرکے بعد نماز عشا کے
بیٹھکر تین سو مرتبہ اس آیت کو پڑھے اور ایک پیالہ پانی سے بھرا ہوا اپنے پاس رکھ لے
اور دمبدم اپنا ہاتھ اُس پانی مین ڈال کر اپنے منہ اور بدن پر ملتا جاوے تین دن یا سات دن
یا چالیس دن تک اسیطور اور ترتیب سے پڑھے اور یہ بھی حدیث شریف مین آیا ہے کہ
آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کدو کے سالن کو بہت دوست رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ
هِيَ شَجَرَةُ اَخِيْ يُوْنُسَ یعنی یہ جھاڑ ہمارے بھائی یونس کا ہے پھر جب حق تعالی اکی نعمت
حضرت یونس علیہ السّلام کو سنبھالا اور اس ذلت اور عتاب کے سبب سے انکے واسطے مرتبہ بلند
حاصل ہوا فَاجْتَبَاهُ رَبُّهٗ پھر پسند کیا اور نوازا اُنکو اُنکے رب نے اپنی رسالت کیلئے
بیواسطہ جس طرح پہلے حضرت شعیا علیہ السّلام نے آپکو اپنی رسالت کیواسطے پسند کیا تھا
فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ پھر کر دیا اُسکو نیکون سے اور اس منصب کی لیاقت والون سے
کہ اُس کام کو بخوبی سرانجام دیا اور ایک لاکھ کئی ہزار آدمی اُن کے ہاتھ سے ایمان لائے
اور پرہیزگاری کی دولت سے فیضیاب ہوے اور پہلے اسکے اس رسالت کے منصب کی
لیاقت نہ رکھتے تھے بلکہ بتی عبادت کرنیوالے تھے اس عتاب اور خطاب کے بعد اس
رسالت کے منصب کی لیاقت جسکی استعداد ان کو تھی سو اب ظاہر ہوئی اور جو یونس علیہ السّلام
کے قصہ سے معلوم کیا تمنے کہ کافر بھی اپنے مکر اور فریب سے رسولون اور نبیون سے بعضے کام مین
جلدی کرواکے اُن کو بھی لغزش دیدیتے ہین اور حق تعالی کے ستاب مین گرفتار کرادیتے ہین
اور طعن اور تشنیع کا ایسا مضمون باندھتے ہین کہ انبیاؤن کو بھی بشریت کے تقاضہ سے غصّہ
آجاتا ہے اور حق تعالی کے حکم کا انتظار نہ کرکے کوئی کام کر بیٹھتے ہین پھر اُسکے سبب سے اپنے
کمال کے درجے سے نیچے آجاتے ہین سو تمکو چاہیئے کہ اپنی قوم کے اس قسم کے مکر اور فریب سے
ہوشیار رہو کہ یہ لوگ بھی اس کام مین بڑے اُستاد ہین وَاِنَّ يَكَادُ الَّذِيْنَ

کفروا اور بیشک یہ کافر نزدیک اور دوڑے ہین لیزلقونک بابصارھم اس کے کہ ڈگادین
تجھکو صبر اور تحمل کے مقام سے اپنے گھور گھور دیکھنے سے تاکہ تم غصہ مین آؤ اور بیقرار ہوکے
حق تعالی سے ٹھہرے ہوے وقت کے پہلے انکے واسطے عذاب طلب کر بیٹھو اور یہ کافر مکر اور
فریب نہین کرتے ہین مگر لما سمعوا الذکر جب سنتے ہین اس قرآن کو کہ تمام حق تعالی کے
ذکر سے بھرا ہوا ہے کوئی اسکی آیت حق تعالی کے ذکر سے خالی نہین ہے اور اسی واسطے اس
کلام کا نام ذکر ہوا تھا کہ زیادہ تیرے غصہ کا سبب ہوا اور حق تعالی کی اور اسکے ذکر کی
محبت مین ایسے تو الجھ پڑے اسواسطے کہ آدمی اپنا عیب سن سکتا ہی لیکن اپنے محبوب کا
عیب نہین سن سکتا اور اپنی حقارت گوارا کرسکتا ہے مگر اپنے محبوب کی حقارت گوارا نہین کرسکتا
اور یہ کافر فقط اس گھورنے اور آنکھ مارنے پر کفایت نہین کرتے بلکہ زبان سے بھی ایذا دیتے ہین
ویقولون انہ لمجنون اور کہتے ہین کہ بیشک یہ شخص دیوانہ ہے اسواسطے کہ ہر بات مین
اسی ایک ہی چیز کا ذکر کرتا ہے اور یہ نشان دیوانہ پن کا ہی اور اتنا نہین بوجھتے کہ ہر کلام مین
ایک چیز کا ذکر کرنا اسوقت جنون کی علامت ہوتا ہی کہ جب کلام کسی دوسری چیز کے واسطے
لایا گیا ہو اور وہ کلام اسی ایک ہی چیز کے یاد کرنے کیواسطے لایا گیا ہی تو تمام اس کلام مین
اس ایک چیز کا ذکر کرنا واجب اور لازم ہوجاتا ہی جیسے وے ذکر اور وظیفے جو نبیون سے منقول ہین
وما ھو الا ذکر للعلمین اور وہ کلام نہین ہے مگر حق تعالی کا ذکر جو مقرر کیا گیا ہے
تمام جہان والون کے واسطے بخلاف ذکر اور وظیفے نبیون کے اور ولیون کے کہ فقط اپنی
امت والون کے واسطے یا اپنے سلسلے کے مریدون اور مشائخون کے واسطے مقرر کردیے ہین
سو اس ذکر کو فرشتے لذت لینے کے واسطے پڑھتے ہین اور مزہ اٹھاتے ہین اور جنات اور انسان
ثواب کی امید کیواسطے اور دوری کے پرزے اٹھجانے اور نزدیکی اور قرب حاصل ہونے کیواسطے
پڑھتے ہین اور معنی بوجھنے اور اس سے حکم نکالنے کیواسطے بھی پڑھتے ہین اور پردار جانور اپنی
آواز کو ان کلمون کے مطابق کرنے کے واسطے تاکہ جہان تک ہوسکے اسی کی حکایت اور

سی سے مشابہت پیدا کرین سو اس کلام مین عقتعالی کا ذکر بار بار کرنا عین مقصود اور مطلوب ہے سکو
بنو نہ کس طرح حل کرنا چاہیے اکثر مفسرون نے اس آیت کے نازل ہونیکے سبب مین ایسی روایت
کی ہے کہ جب قریش کے کافر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دفع کرنے مین جو جو حیلے
اور فریب انسے ہو سکے سب کر کے عاجز ہوئے آخر ایک شخص کو جو بنی اسد کے قبیلے کا تھا
یہ قبیلہ پہلے تمام عرب کے ملک مین چشم زخم پہنچانے مین یعنی نظر لگانے مین مشہور اور معروف تھا بلکہ بات مین
اس قبیلے کی لوگ مثال دیتے تھے پھر اس قبیلے مین یہ شخص اس بات مین اپنے سب لوگون سے بڑھا تھا
اسکو بلا لائے اور اسکو بہت سی طمع دیکر کہا کہ اگر تو فلانے شخص کو یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
نظر لگا کے ہلاک کر دے تو تجھکو اتنا کچھ دین کہ کسی نے نہ دیا ہو اور اس شخص کی عادت اس طرح کی
تھی کہ جب کسی کو نظر لگانا منظور ہوتا تو پہلے تین دن کچھ نہ کھاتا پیتا اس تین دن کے اس شخص پر جا کر نظر
لگاتا اور اسکو ہلاک کر ڈالتا سو اسنے اپنی عادت کے موافق تین دن کھانا نہ کھایا پھر تیسرے دن
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ اسوقت قرآن شریف کی تلاوت مین مشغول تھے اس نے
تھوڑی دیر گھور گھور کے آپکو دیکھا اور کہا کہ مین نے آجتک اس طرح کا خوش آواز اور خوش لہجہ کسیکو نہین
دیکھا اور اس کلمہ کو کئی مرتبے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا کہ مَا شَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ
اِلَّا بِاللّٰہِ یعنی جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے کسی کو کچھ قوت نہین مگر اللہ کی مدد سے حقتعالی نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے شر سے محفوظ رکھا اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے
کہ اگر کسی شخص کو نظر کا خوف ہو یا اسکی کچھ علامت اپنے یا اپنے مال اور اولاد پر دیکھے تو اس کا علاج
یہی ہے کہ اس آیت کو پڑھے خدا کے فضل سے دفع ہو جائیگا اور اس آیت کے پڑھنے کا طریقہ
یہ ہے کہ تین مرتبے اس آیت کو پڑھکر جس پر نظر کا شبہ ہو اپنے پر یا اپنی اولاد اور مال پر اس پر
پھونکدے اور یہ بھی حدیث شریف مین آیا ہے کہ اَلْعَیْنُ حَقٌّ یعنے نظر کی تاثیر حق ہے وَلَوْ کَانَ شَیْءٌ
سَابِقَ الْقَدَرِ لَسَبَقَتْہُ الْعَیْنُ یعنے دنیا مین اگر کوئی چیز ایسی ہوتی جو تقدیر الٰہی سے
سبقت کرتی تو البتہ نظر ہوتی اسواسطے کہ اسکی تاثیر بہت زبردست ہے اور جس شخص کو کوئی چیز اچھی

معلوم ہو تو سکھ چاہیے کہ یہ دعا پڑھے بنے مَا شَاءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ تا کہ نظر سے وہ چیز بچ جاوے
اور یہی حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو اس طور
سے تعویذ کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ صلوٰۃ اللہ علی نبینا وعلیہ السلام
حضرت اسمٰعیل و حضرت اسحاق علیہما السلام کو بھی ان ہی کلموں سے تعویذ کرتے تھے یعنے پڑھکر
پھونکتے تھے اُعِیْذُکُمَا بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنْ کُلِّ شَیْطَانٍ وَّھَامَّۃٍ وَّمِنْ کُلِّ عَیْنٍ
لَامَّۃٍ یعنے پناہ میں دیتا ہوں میں تم دونکو اللہ تعالیٰ کے کامل کلموں کی ہر شیطان سے اور
ہر حشرات سے اور ہر آنکھ بد لگانے والے سے اور حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے
روایت آئی ہے کہ میں ایک دن نکلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے واسطے گیا
دیکھا میں نے کہ آپ درد کے سبب سے بہت بیتاب ہیں پھر اسی دن تھوڑا دن رہے آپکی خبر کو گیا تو دیکھ
میں نے کہ آپکو صحت حاصل ہوئی عرض کیا میں نے کہ ایسی جلد صحت حاصل ہونے کا کیا سبب ہے
آپنے فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور یہ کلمون یعنی پڑھکر پھونکے میرے اوپر
پھونکا بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ یُّؤْذِیْکَ وَمِنْ شَرِّ کُلِّ عَیْنٍ حَاسِدٍ اللّٰہُ یَشْفِیْکَ یعنے
ساتھ نام اللہ کے پھونکتا ہوں میں تجھکو ہر چیز ایذا دینے والی سے اور ہر آنکھ حسد کرنیوالی سے اللہ
شفا دے تجھکو اور یہ بھی حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن اپنی
بی بی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہوئے ایک چھوٹی لڑکی کو دیکھا کہ بیمار ہے
آپنے فرمایا کہ اسپر نظر کا منتر کرو واسطے کہ اسکے منجملہ نظر کے آثار معلوم ہوتے ہیں اور یہ بھی آپ نے
فرمایا ہے کہ اگر کسیکو نظر کی علامت معلوم ہووے تو چاہیے کہ جس کی نظر لگی ہے اسکو کہے کہ وضو کرے
اعضا اور اپنے استنجے کی جگہ پانی سے دھو کر دیوے اور اس پانی سے جسپر نظر لگی ہے وہ نہاوے
ڈالے تو شفا حاصل ہوگی اور عائن کو یعنی نظر لگانے والے کو چاہیے کہ اپنے اعضا پانی سے
دھو دینے میں کچھ تکرار اور ننگ و عار نکرے اس مقام پر جاننا چاہیے کہ اس تاثیر کی حقیقت میں
جسکو نظر لگ جانا کہتے ہیں علما کو بڑا اختلاف اور ابتک اس تاثیر کی وجہ صاف کسی کو معلوم

نہین ہوئی جاحظ نے کہا ہے کہ نظر لگانے والے کی آنکھ سے زہر کی تاثیر کے اجزا استعاد کے طور پر نکلتی ہین اور دوسرے کے بدن مین مسام کی راہ سے درآکر زہر کی سی تاثیر پیدا کرتے ہین جیسے سانپ کاٹا بچھو کا یا بھڑ کا زہر اور جبائی اور دوسرے معتزلہ کے عالمون نے اسمین گرفت کی ہے کہ اگر نظر کی تاثیر کی وجہ یہی ہوتی تو لازم تھا کہ جس شخص کو عائن دیکھتا اُس مین یہی بات پائی جاتی اُس عائن کو اچھی معلوم ہونے کی خصوصیت کی کیا وجہ ہے پھر جاحظ کی طرف سے دوسرے عالمون نے اسکے کئی جواب دیے ہین کہ مستحسن یعنی جو عائن کو اچھا معلوم ہو اسکی خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ اچھا معلوم ہونیوالا عائن کا دوست ہو یا دشمن اگر دوست ہے تو اسکی اچھائی دیکھکے اس عائن کو بڑا خوف پیدا ہوتا ہے اُس اچھائی کے جاتے رہنے کا اور اگر اس کا دشمن ہے تو اسے دشمن پاس ایسی نعمت دیکھکے اس عائن کو بہت غم اور رنج ہوتا ہے اور خوف اور غم دونون مل کر روح کو دل کے اندر گھیر لیتے ہین اور تسخین کے پھیلنے گرمی سے گھٹنے کے سبب پڑتے ہین اور اسی سے ہمارے نزدیک عائن کی روح مین بھی ایک حالت گرم زہر کی سی پیدا کرتے ہین اور جب عائن کی آنکھ مین یہ چیز کچھ نہ معلوم ہوئی تو اسوقت یہ دونون چیزین یعنے غم اور خوف اس مین پائے نہین جاتے پھر جب یہ دونون چیزین نہ پائی گئین تو تاثیر بھی نہو گی لیکن جاحظ کے اس کلام مین خلل ہے اسواسطے کہ عائن کی تاثیر جس طرح سامنے دیکھنے سے ہوتی ہے اسی طرح غیبت مین سننے سے بھی ہوتی ہے اور جس طور سے جانور اور انسان کے جسمون مین عائن کی تاثیر ہوتی ہے اسیطرح اگنے والی اور زمین سے پیدا ہونیوالی چیزون مین جیسے جمار اور پتھرون مین بھی ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ یہ تاثیر زہر والی جزو بدن مین درآنے اور گھس جانے کے سبب سے نہین ہے بلکہ یہ کچھ اور ہی چیز ہے اور جنھون نے جاحظ کے مذہب کو عائن کے اچھا جاننے سے تائید کی ہے وہ بھی بیجا ہے اسواسطے کہ زہر کے اجزا نظر والے کے بدن سے دفع کرنیمین اس پانی کو جو عائن کے بدن کا دھوون ہے کیا دخل ہے اور کس طرح سے وہ پانی اثر کرتا ہے اور ابو ہاشم اور ابو القاسم بلخی والون نے جیسا کہا ہے کہ نظر لگانے والا جب

کسی چیز کو دیکھتا ہے یا سنتا ہے تو اس چیز کا فریفتہ ہو جاتا ہے اور علم الٰہی مین اس کیواسطے بہتر یہ بات ہوتی ہے کہ وہ چیز اپنے حال پر نرہے بلکہ متغیر ہو جاے تاکہ عائن کا دل اُس پر فریفتہ نرہے اس سبب سے وہ چیز متغیر اور درہم برہم ہو جاتی ہے اور ظاہر مین لوگ ایسا جانتے ہین کہ اس شخص کے پسند کرنیکے سبب سے اسمین خلل واقع ہوا ہے اور اس کلام مین بھی خلل ہے اسواسطے کہ اگر اس طرح کی مصلحت اور حمایت یعنی آدمی کے دلون کو کسی چیز پر فریفتہ ہونیکے واسطے اس چیز کو متغیر کر دینا منظور ہوتا تو خوبصورت لڑکون اور حسین عورتون کو زندہ نہ رکھتے تاکہ عاشقون کے دل اس طرف فریفتہ نہ ہوپاوین اور یہ بھی ہے کہ اگر یہ بات سچ ہوتی تو جس چیز کی طرف کسی کا دل رغبت کرتا اور وہ اسکا عاشق اور فریفتہ ہوتا تو یہ فریفتگی اس چیز کے زوال اور نیستی کا سبب پڑتی اور یہ بات خلاف واقع اور ظاہر کے ہے اور حکما اس مقام پر دوسری راہ چلے ہین جو قیاس کے کچھ قریب ہے اور سچ معلوم ہوتی ہے سو انھون نے کہا ہے کہ انسان کے نفس کی تاثیر دو قسم کی ہے ایک قسم وہ ہے جو ظاہر احوال کے واسطے ہوتی ہے اور دوسری قسم جو واسطے ظاہری کیفیت کے ہوتی ہے جیسے وہم کی تاثیر کہ جب بہت بلند مکان پر کوئی کھڑا ہوتا ہے یا بہت باریک اور پتلا راستہ چلنا پڑتا ہے تو اوقت وہم کے غلبہ سے بدن مین رعشہ پڑ جاتا ہے یعنے کانپنے لگتا ہے اور گر پڑتا ہے اور حال یہ ہے کہ برابر جگہ مین ہمیشہ ایسے راستے پر چلا پھرا کرتے ہین اور کچھ بھی وہم کا اثر نہین ہوتا اور جیسے تصور اور خیال کی تاثیر چنانچہ ان احوالون مین جو انسان کے نفس پر کبھی کبھی آجاتے ہین اور انکو عوارض نفسانیہ کہتے ہین یہ بات ظاہر ہے جیسے غوطہ کے سبب سے رنگ زرد پیلا ہو جاتا ہے اور بدن ٹھنڈا اور آنکھون مین تاریکی آجاتی ہے اور غصے کی حالت مین آنکھ سرخ ہو جاتی ہے یعنے رنگ سرخ ہو جاتا ہے اور بدن گرم اور اعضا مین قوت آجاتی ہے جس طرح نفس پر ایک حالت آجانیسے اس قسم کی تاثیر اپنے بدن مین ہو جاتی ہے اسی طرح اپنے غیر کے بدن مین بھی ہو جاتی ہے چنانچہ نظر کی تاثیر بھی اس قسم سے ہے اور ایک قسم کا جادو جسکو تلبیق ہمت اور وہم کہتے ہین اور ہند کے

آدمی کی نفس کی تاثیر دو قسم کی ہے

جو گیو کا معمول ہے اور وہ اسی قبیل سے ہے اور جو تاثیر مین نفس مختلف ہین بعضے قوی ہین اور بعضے ضعیف اسی سبب سے تاثیر بھی مختلف ہوتی ہے اور کم زیادہ ظاہر ہوتی ہے اور بعضی جگہ اس قسم کی تاثیرین موروثی ہوتی ہین یعنی باپ سے بیٹے مین اور بیٹے سے پوتے مین آتی ہین اور کھانے سے اور گوشے مین بیٹھنے سے اور اپنی خواہش اور رغبت کی چیزین چھوڑ دینے سے بھی یہ چیزین حاصل ہوسکتی ہین بلکہ جو لوگ اس قسم کی تاثیر مین کمال کے درجے کو پہونچتے ہین وے دوسرے کو بھی یہ تاثیر اسکے دل مین ڈال کے اپنے مانند کرسکتے ہین چنانچہ ڈائن کے قصون مین جسکو جھاڑ پھونک والون کی اصطلاح مین کفنا کہتے ہین یہ بات مشہور اور تواتر کو پہونچی ہے یعنے اتنے لوگون نے ذکر اس کا کیا ہے کہ انکو جھوٹا نہین کہہ سکتے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال

سُوْرَۃُ الْحَآقَّۃِ

۵۲ ۲۵۲ ۱۴۸۰

یہ سورت مکی ہے اسمین باون آیتین اور سو باون کلمے اور اکہزار چار سو اسی حرف ہین اور اس سورت کے ربط کی وجہ سورۂ نون سے ایک مقدمے کے بیان پر موقوف ہے اور وہ مقدمہ یہ ہے کہ حقتعالی کے عذاب عالم مین دو قسم کے ہین ان دو قسمون سے ایک قسم کو ابتلا کہتے ہین کہ بندے کو آزمائش کیواسطے اللہ تعالی ایسے عذاب مین مبتلا کرتا ہے تا دیکھے کہ بندے خبردار ہوکے حق کی راہ قبول کرتے ہین اور بری بات کو چھوڑتے ہین یا نہین اور اس قسم کے عذاب کا خاصہ یہ ہے کہ تھوڑے دنون کے بعد موقوف ہوجاتا ہے اور سورۂ انعام اور سورۂ اعراف مین اسکا مفصل بیان آیا ہے چنانچہ حقتعالی سورۂ انعام مین فرماتا ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓی اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ آخر آیت تک یعنی اور مقرر ہمنے بھیجے تھے رسول بہت تیرے تجھسے پہلے پھر انکو پکڑا سختی مین اور تکلیف مین شاید وے عاجزی کرین اور گڑگڑاوین اور سورۂ اعراف مین حقتعالی فرماتا ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ اور نہین بھیجا ہم نے

کسی بستی مین کوئی نبی مگر پکڑا وہان کے لوگون کو سختی اور تکلیف مین شاید وے عاجزی کرین اور گڑگڑاوین اور پھر اسی سورت مین حق تعالی فرماتا ہے وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ اور ہر آئنہ تحقیق ہمنے پکڑا فرعون والون کو قحطون مین اور میوون کے نقصان مین شاید وے دھیان کرین اور دوسری سورتون مین بھی اس قسم کا ذکر بہت آیا ہے اور کتنے دوسرے احوال اس قسم کے حق تعالی نے بیان فرمائے ہین چنانچہ بنی اسرائیل مین اس قسم کے معاملے بہت واقع ہوئے ہین اور اس امت مین بھی اس قسم کے معاملے بہت واقع ہوئے ہین اور اس قسم کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ نیک اور بد سب اس بلا مین شریک ہوتے ہین کچھ فرق اور امتیاز آپس مین نہین ہوتا ہے اسواسطے کہ نیکونکو ایسی بلا مین مبتلا کرنیسے انکے مرتبون کو بڑھانا اور انکے گناہونکو گھٹانا اور انکے صبر اور شکر کا امتحان کرنا منظور ہوتا ہے اسی سبب سے حق بات کا کھل جانا اسطور پر کہ شبہ بالکل جاتا رہے نہین ہوسکتا اور ظاہر مین منکرون پر الزام حجت کا اہل حق اور اہل باطل کے شریک ہونے کے سبب سے اس عذاب مین میسر نہین ہوتا ہے اور حقیقت مین ایماندار گناہگارونکا عذاب قیامت مین اسی قسم سے ہوگا کہ اس عذاب سے گنہگارون کا گناہ سے پاک کرنا مقصود ہوتا ہے یہی سبب ہے کہ وہ عذاب ہمیشہ نہوگا اور دوسری قسم کو حاقہ کہتے ہین جو حق بات کے ظاہر کرنے اور سچ اور جھوٹ مین فرق کرنے کے واسطے منکرون پر عذاب کرتے ہین اور اس قسم سے بدلا لینا منظور ہوتا ہے نہ امتحان اور ایسا عذاب کبھی نہین جاتا اگر دنیا مین کسی پر ہوتا ہے تو تالب کو رہتا ہی اور بعد مرنیکے بھی اس سے جدا نہین ہوتا اور اگر آخرت مین یہ عذاب کسی پر ہوگا تو ہمیشہ رہیگا کبھی موقوف نہوگا لیکن دنیا مین اس قسم کا عذاب آکر پھر ایسے عذاب سے بچنا کسیکے واسطے نہین ہوا مگر حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کیواسطے کہ عذاب ظاہر ہوکر پھر گیا چنانچہ سورۂ یونس مین یہ قصہ تفصیل سے مذکور ہے لیکن حقیقت مین وہ عذاب حاقہ نہ تھا بلکہ قسم اول سے یعنی ابتلا اور آزمایش کی قسم سے تھا چنانچہ اسکا مفصل بیان اپنے مقام پر ہوگا پھر جب یہ مقدمہ بیان ہوچکا تو اب جاننا چاہیئے کہ سورۂ نون مین مذکور ہے

کہ مکے والون کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب مین بے ادبی کے سبب سے کہ جنون کی نسبت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرتے تھے سات برس تک قحط مین مبتلا کیا جیسا فرعون کے
باغ والون کو فقیرون اور مسکینون کے حق نہ دینے کے سبب سے ایک بلا مین گرفتار کیا تھا یعنے اُس
باغ کو جلا دیا تھا تاکہ وے لوگ یعنے مکے والے خوب جان لیوین کہ عذاب حقیقی بھی اسی طرح یکایک
آجاتا ہے یہ سمجھ کے خبردار ہوجاوین اور پرے کافرون کو یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن اور
تشنیع کرنیکو چھوڑ دین اور انکی نبوت کا اقرار کرین پھر جب سے لوگ اس بلا سے متنبہ نہوے اور
اُس قحط سے جو سب نیک و بد مسلمان اور کافر انمین شریک تھے کچھ بھی عبرت اور پند پذیر نہوے تو انکو
اسقدر خبردار کرنیکا ضرور ہوا کہ یہ قحط ایک آزمائش تھی اور وے عذاب جنکو حاقہ کہتے ہین یعنے جن سے
حق اور باطل جدا ہوجاتا ہے اُس کا طور اور ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے
واسطے اس قسم کا عذاب قیامت پر موقوف ہے دنیا مین اس اُمت پر جو عذاب ہے سو آزمائش کے
طور پر ہے کہ کچھ دنون رہا پھر منقطع ہوگیا سو اس سورت مین اس قسم کے عذاب کو یعنی جو حق اور باطل کو
جُدا کریگا بہت شرح اور تفصیل سے بیان فرمایا ہے اور انکی تمثیلون مین پہلی امتون کے قصے جو
دنیا مین عذاب حاقہ مین گرفتار ہوئی تھین بیان فرمائے تاکہ اس امت کے کافر آخرت کے عذاب کو
جو حاقہ ہے پہلے امتون کے عذاب حاقہ پر قیاس کرکے ڈرین اور قیامت کے عذاب حاقہ کو
آزمائش کا عذاب جو انپر اکثر ہوتا رہتا ہے سمجھکر خاطر جمع سے نہ بیٹھ رہین اور باوجود اس بات کے
ان دونون سورتون مین متفرق مضمون کے اعتبار سے بھی بہت مناسبت پائی جاتی ہے چنانچہ
اُس سورت مین بیان فرمایا ہے کہ یہ رسول مجنون اور دیوانہ نہین ہے اور کافر جو جنون کی نسبت
اسکی طرف کرتے ہین سو جھوٹے ہین اور اس سورت مین یہ فرمایا کہ یہ نبی نہ شاعر ہے اور نہ کاہن
اور اُس سورت مین بیان فرمایا ہے کہ دنیا مین اپنے مال اور اولاد پر کافر مغرور ہوکے قرآن سے
بے ادبی کرتے ہین اور کہتے ہین کہ یہ قصے ہین پہلون کے اور اس سورت مین مذکور ہے کہ قیامت کے
دن کافر افسوس کرینگے اور کہینگے مَآ اَغۡنٰی عَنِّیۡ مَالِیَہۡ یعنی کچھ میرے کام نہ آیا یہانپر میرا مال جو

دنیا مین مین نے جمع کیا تھا اور اس سورت مین مذکور ہے کہ ضرور ان کے باغ والونکو مسکینون کے حق ندینے کے سبب سے آفت پہونچی تھی اور اس سورت مین فرمایا کہ کافرونکو آگ کی زنجیرون اور طوقون مین گرفتار کرینگے اسواسطے کہ دنیا مین یہ مسکینون کو ندیتے تھے اور دوسری بھی اسکے سوائے بہت سی مناسبتین ہین کہ تامل کرنے سے ظاہر ہوتی ہین اور اس سورت کے حاقہ نام رکھنے کی وجہ بھی اسی مقدمے کے بیان سے ظاہر ہوگئی اسواسطے کہ حاقہ اس عذاب کا نام ہے جو حق کو باطل سے جدا کرنے اسطور پر کہ کچھ بھی شبہ باقی نہ رہے اور اس رکوع مین کفار کے احوال اسی قسم کے بیان فرمائے ہین جو دنیا مین ہوئے یا آخرت مین ہونگے اور اس بیان سے پھر رسالت کی نبوت اور وحی اور قرآن کے نزول کی طرف انتقال فرمایا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

س ع ربع

اَلْحَآقَّةُ وہ حادثہ جو حق کو باطل سے جدا کرے اسطور سے کہ ہرگز شبہ حق اور باطل مین باقی نرہے نہایت عجیب ہوتا ہے اور وہ بڑی بزرگی رکھتا ہے کہ اس سے بطور عظمت اور تعجب کے پوچھا جاتا ہے اور اسکے حق مین کہا جاتا ہے کہ مَا الْحَآقَّةُ کیا ہے وہ حادثہ حق دکھانیوالا اور اس حادثہ کی بزرگی اسقدر ہے کہ اسکی حقیقت کما حقہ نہ جاننے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کہ عمدہ اور اعلی تمام مخلوقات کے ہین سب آدمیون مین شریک کرکے خطاب فرمایا ہے کہ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ اور تو کیا جانتا ہے کہ کیا ہے وہ حادثہ حق دکھانے والا اور جو اس حادثہ کی حقیقت اور اسکے کنہ کی شرح کھلی کھلی بیان کرنا دشوار ہے تو اسواسطے اسکی نظیرین اور مثالین بیان کرنا منظور ہوا اور اسکی نظیرین اور مثالین کمی اور زیادتی اور سختی اور خفت عذاب مین مختلف اور متفاوت ہین اور اسکی کامل وجود اس امت کیواسطے ہے سو حق کے ثابت کرنیمین اور باطل کے باطل کرنیمین اعلی مرتبے کو پہونچی ہے اسطور پر کہ حاقہ نام گویا اسی فرد کا ہوگیا ہے اور دوسرے حاقے اور عذابون کو بوجھانے اور سمجھانے اور ذہن مین آجانیکے

واسطے توطیہ اور تمہید کے طور پر ذکر کرنا ضرور ہے کذبت ثمود انکار کیا اور نہ مانا ثمود کے فرقہ نے جو ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد مین تھے اور شام اور حجاز کے درمیان مین رہتے تھے اور پتھر کے تراشنے اور عمارت کے بنانے اور کھیتیان کرنے اور باغ کے لگانے مین بہت رغبت رکھتے تھے اور شام اور حجاز کے درمیان مین وادی القریٰ سے حجر تک سات بستیان اسمین کتنے شہر اور قصبے اور گاؤن آباد کئے تھے اور ہر جگہ پر چشمے جاری کر کے کھیتیان اور باغ سرسبز کر رکھے تھے اور عیشین اور مزہ داریان کرتے تھے اور سب کے سب بت پرستی مین مشغول رہتے تھے یہانتک کہ حق تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو جو اس قوم کے شریفون مین اور پیدائش اور لڑکپن سے امانت اور دیانت اور تقوی اور صلاحیت مین معروف اور مشہور تھے اپنی طرف سے رسول کر کے بھیجا اور بت پرستی سے اور سنگ تراشی اور عمارتون اور زراعتون مین بہت مشغول رہنے سے منع فرمایا وعاد اور عاد کے فرقہ نے جو ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد مین تھے اور یمن کی احقاف مین یعنی ریگستان مین کہ نہایت بڑا ملک ہے رہتے تھے اور دوسرے آدمیونکی نسبت سے انکے جسمون مین قوت اور زور بہت تھا بڑے بڑے قد اور ہاتھ پاؤن اور دوسرے اعضا بہت قوی اور زبردست لڑائی اور لوٹنے مین سب جہان والون پر غالب آتے تھے آخر رفتہ رفتہ ان لوگون کو اپنی قوت اور زور پر گھمنڈ اور تکبر بہت ہوا اور حق تعالیٰ کی عبادت سے بالکل غافل ہوگئے اور اپنے گرد و نواح کے رہنے والون پر بہت ظلم اور زبردستی کیا کرتے تھے اور عمارتین اور حوض اور تالاب بنانے پر انکو بھی رغبت بہت تھی یہان تک کہ حق تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کو جو اسی گروہ سے تھے رسالت اور پیغامبری کے طور پر انکے پاس بھیجا تاکہ انکو غفلت اور تکبر سے اور اپنی قوت اور زور پر گھمنڈ کرنے سے منع کرین اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کیطرف رغبت دلاوین اور اسکے عذاب سے ڈراوین حضرت ہود علیہ السلام نے انکو سمجھایا لیکن ان دونون فرقون نے یعنی عاد اور ثمود نے اپنے رسولون کا کہنا نہ مانا بلکہ ان کی رسالت سے منکر ہوے اور جھٹلایا بالقارعۃ اس حادثہ ٹھوکنے والے کو جو اُن کے بدنون کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا اور اُن کی

روحون کو برزخ کے عذاب مین گرفتار کریگا اور کہنے لگے کہ ایسی آفت کبھی نہین آئی ہو جو تمام خلقت کو ایک ہی مرتبہ غارت کردے کہ اُسکا نام و نشان بھی باقی نہ رہے اور ظاہر مین فوج اور سپاہ کچھ بھی نہو سو یہ ڈرانا نہین ہے مگر اسواسطے کہ یہ لوگ ہماری ریاست لیا چاہتے ہین اور اگرچہ ابتدا مین گناہ اِن دونون فرقون کا یہی تھا کہ پیغمبرون کو جھٹلاتے تھے اور عذاب الٰہی کو جو پیغمبرونکی زبانی سنتے تھے یقین نہ جانتے تھے اور بت پرستی اور عمارت بنانے کو نہ چھوڑتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کیطرف مشغول نہوتے تھے اور دونون فرقے اس امر مین شریک تھے لیکن آخر کو یہ دونون فرقے بعضے بعضے عملون کے سبب علیحدہ علیحدہ عذاب کے مستحق ہوئے اور اسی عذاب مین گرفتار رہو کر ہلاک اور غارت ہوے فَاَمَّا ثَمُوْدُ پھر لیکن ثمود کے فرقے نے اپنے پیغمبر کے جھٹلانے مین باوے کتے کی خصلت پیدا کی تھی اور اللہ تعالیٰ کے ناقہ کے ساتھ نہایت بے ادبی کی یعنی اُسکی کونچین کاٹ ڈالین اور حضرت صالح علیہ السّلام کے بھی مار ڈالنے کی تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ کے ناقے کا گوشت کتون کے مانند کھایا اور اُسکی ہڈیون کو توڑا اور مارنے کے وقت اُس اونٹنی کی آواز اور چلانے پر رحم نہ کیا اور اس اونٹنی کے بچے کو بہت ڈرایا یہانتک کہ وہ بھاگ کے پتھر مین گھس گیا اور تین آواز زمین کر کے غائب ہوگیا چنانچہ یہ قصہ والشمس کی سورۃ کی تفسیر مین مفصل بیان کیا گیا ہے تب اللہ تعالیٰ کی حکمت نے اِن بات کا تقاضہ کیا کہ اُن پر عذاب بھی کتے کی جھڑکی اور دتکار کی قسم کا ہووے چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السّلام کو حکم ہوا پھر انہون نے ایک آواز بہت سخت کی فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ پھر وے سب ہلاک کیے گئے ایسی آواز سخت سے جو سب دنیا کی آوازون سے سخت تھی اسواسطے کہ دنیا مین شیر کی آواز اور بڑی توپ کی آواز بہت سخت ہوتی ہے جس سے جورو اور پیٹ ڈھیلے ہو جاتے ہین اور عمارتین اور عورتون کی حمل گر پڑتے ہین اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ پیٹ پھٹ جاتا ہے اور آدمی مرجاتا ہے لیکن ایسی آواز جس سے ہزارون آدمی ایک آن مین مرجاوین اور کانون کے سوراخ بند کرنا اور تہ خانون مین چھپنا اُس آواز کو نہ روکے معتاد آواز کے اندازے سے خارج ہو اور اس آفت سے ثمود کے فرقے کے سوا کسی کو کچھ اذیت نہ پہونچی اور ثمود کے

فرقے مین سے کوئی باقی نہ رہا اور مسلمانونکو حضرت صالح علیہ السّلام کی رفاقت کی برکت سے نجات
ملی یہ ظاہر اور کھلی دلیل ہی اس بات پر کہ یہ عذاب عامّہ تھا ابتلا کی قسم سے نہ تھا والّا سب کو شامل ہوتا
اور مسلمان بھی نہ بچتے اور کافر اور مسلمان مین کچھ فرق نہوتا اور برزخ کے عذاب سے متصل بھی
نہوتا اب باقی رہا یہان پر ایک سوال جسکا جواب دینا ضروری ہی اور وہ سوال یہ ہی کہ قرآن شریف مین
جس جگہ ان قصون کا ذکر آیا ہے تو عاد کا قصہ ثمود کے قصہ سے پہلے بیان فرمایا ہے اور زمانے کی
ترتیب بھی اسی بات کو چاہتی ہے اسواسطے کہ عاد کی قوم ثمود کی قوم سے پہلے گذری ہی اور
ثمود سے پہلے ہلاک بھی ہوئی ہی اور یہان پر ثمود کے قصے کو عاد کے قصہ پر کیون مقدم کیا
اسکا جواب یہ ہی کہ اس جگہ زمانے کی ترتیب یعنی پہلون کو پہلے اور پچھلون کو پیچھے بیان کرنا
منظور نہین ہی اسواسطے کہ یہ مقام اس بات کو نہین چاہتا بلکہ اس جگہ عذابون کی زیادتی اور
کمی اور آفتون کی سختی اور خفت کا بیان کرنا منظور ہی سو جس فرقے پر عذاب تھوڑی دیر تک رہا
یعنی ایک ہی دن مین تمام ہوا اور سختی مین بھی کم تھا فقط ایک آواز سخت تھی جسنے سب کو خراب
کردیا اسکو پہلے بیان فرمایا اور جس فرقے پر عذاب کئی دن تک رہا یعنے سات راتین اور آٹھ دن تک اور
شدت اور سختی مین بھی بہت زیادہ تھا کہ ہوا کے موکلونے چارون طرف سے ہوا کو لاکر عاد کی قوم پر
جھکا دیا تھا سو ہوا انکو اڑا اڑا کر اوپر لیجاتی تھی اور پھر وہان سے زمین پر پٹک دیتی تھی کہ انکے بدن
پاش پاش ہوجاتے تھے اور اگر کسی کو اس ترتیب کا بیان جو ان قصون مین رعایت کیگئی ہے
مفصل سننا منظور ہو تو اب کان دھر کے سُنے کہ ثمود کے فرقے کو محض ہوا کی کیفیت سے جسکو
آواز کہتے ہین غارت کیا اور جو ہوا کی کیفیت ہوا کے جوہر کے تابع ہی اور صفت کا مرتبہ ذات
کے مرتبہ سے کمتر ہوتا ہی اور یہ مقام اسی بات کو چاہتا تھا کہ کمتر کو پہلے بیان کرین اور
اسکے بعد بزرگتر کو اسواسطے ثمود کے قصہ کو عاد کے قصہ سے پہلے بیان کرنا ضرور پڑا اور عاد کے
فرقے کو ہوا کی ذات کے جھوکے سے جسکو ریح کہتے ہین غارت کیا اور ہوا ایک عنصر ہے چار
عنصرون مین سے پانی اور خاک سے لطیف زیادہ ہی مگر فعل اور تاثیر مین آگ سے کم ہے

سو عاد کے قصے کو دوسرے قصون پر جنمین کئی عنصر کا جمع ہونا اور پانی اور آگ اور خاک کو اکٹھا کرنا
ضرور ہوا تھا مقدم کیا اسواسطے کہ بسیط مرکب پر مقدم ہوتا ہے اور آسان سخت پر اور فرعون
اور اُسکے لشکر پر جو عذاب واقع ہوا تھا سو دریائے قلزم مین ڈوبنے کا تھا اور اُسکا ڈبونا اس بات پر
موقوف تھا کہ اسکے پہونچنے کے پہلے کنارے پر دریا کے بنی اسرائیل کی نجات کیواسطے دریا پھٹ جاوے
اور فرعون اور اُسکا لشکر جرأت کرکے اس مین درآوین اور غارت ہوجاوین اور
حاقہ ہونے کے معنی ظاہر ہوجاوین اور دریا کا پھٹنا بدون اس تدبیر کے کہ ہوا تند جسکو آندھی اور
طوفان کہتے ہین زور سے چلے اور دیر تک دریا کے پانی کو ملنے سے باز رکھے اور پانی علیحدہ
علیحدہ کھڑا ہوجاوے دوسری تدبیر سے متصور اور ممکن نہ تھا سو اُسکے غارت کرنے مین
ان دونون عنصرون کا یعنی پانی اور ہوا کا مرکب ہونا ضرور ہوا اور جنکے غارت کرنے مین
دو عنصرون سے زیادہ مرکب کرنے کی احتیاج تھی اسکو اُسکے بعد ذکر فرمایا جیسے حضرت لوط
علیہ السلام کی قوم کا عذاب لیکن حضرت شعیب علیہ السلام کے قصہ کو حضرت لوط علیہ السلام کے
قصے کے بعد بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم دو عذاب سے غارت ہوئی
ہین والے ایک تند آواز سے غارت ہوئے تھے جو بڑے بھونچال کے ساتھ ہوئی تھی اور بھونچال
کی حقیقت یہ ہے کہ بڑے زور کی ہوا زمین کے مسام (یعنی سوراخ ۱۲) مین داخل ہوتی اور غیر مسام کی طرف سے
نکلتی ہے پس ہوا اور خاک مین ترکیب لازم ہوئی اور یہ دونون یعنی ہوا اور خاک جب آپس مین
ملتے ہین تو سوائے برائی کے اچھائی نہین ہوتی اور ملنا اُن چیزون کا جو آپس مین مخالف ہون
رتبے مین ہوا خوری ہے یعنی پیچھے ہوا اُن چیزون کے ملنے سے جو آپس مین موافق ہین اور ایکدوسرے کو آگ کے
سا لجہان سے ہلاک ہوئے یعنی ایک سیاہ بدلی ظاہر ہوئی اور اس سے آگ برسی اور وے سب
غارت ہوئے ہر چند کہ اس عذاب مین بھی دو موافقون کا ملنا ثابت ہوتا ہے لیکن ہوا اور پانی موافقت
مین انسان کی طبیعت کے ساتھ بلکہ حیوان اور ہر اُگنے والے کی طبیعت کیساتھ بالکل شراکت رکھتے
ہین بخلاف آگ کے کہ ہر بڑھنے والی چیز کی طبیعت سے پرلے درجہ کی جدائی رکھتی ہے

عنصر ہوا کی نسبت سے چیز کی دوری سے بھی زیادہ تو یہ ترکیب بہت غریب اور نادر ہوئی اور نادر چیز پیچھے ہوتی ہے معاد چیز سے اور جو حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا عذاب مرکب تھا ہوا اور ارضی جزو ن سے جو مٹی کے غلبہ کے سبب سے پتھر ہو کر گرے اور ان جزو ن کو ہوا ہی نے اوپر چڑھایا اور نیچے اُتارا تھا اور یہ بھی کہ زمین کی جڑون کو لوٹ پوٹ کرنا یعنی اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر کرنا بدون داخل کرنے تیز اور تند ہوا کے اُنکے مکانون کی جڑون مین ممکن نہ تھا تو حقیقت مین یہ عذاب ان تینون عنصر سے ترکیب پایا تھا بلکہ گویا معدنی صورت کو پہنچا تھا اور فقط بسیط یعنے غیر مرکب نہ رہا تھا موالید ثلثہ سے ایک کی شکل ہو گیا تھا اور مرکب کا مرتبہ مؤخر ہے بسیط کے مرتبے سے اور جو مرکب ہے تین جزو سے وہ مؤخر ہے اُس سے جو مرکب ہے دو جزو سے اور حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے عذاب مین پانی عنصر نے خدمت کی تھی پانی کو حاکم کیا تھا اور ہوا کو استحالہ مین یعنی پانی ہو جانے مین اسکا تابع کیا تھا اور زمین کو پانی کے جاری کرنے مین معین اور مددگار پانی کا کیا تھا اور آگ کو اپنی قوت پیوست اور حرارت کے روکنے اور اپنی کیفیتون کے پوشیدہ کرنے پر پوشیدگی کے عالم مین مامور کیا تھا تاکہ اس حالہ اور استحالہ کا معارضہ نکرے پھر اس عذاب کے حاقہ ہونے مین کشتی بنانا اور معاون اور نباتات سے خدمت لینا یعنی لکڑی اور لوہے سے اور خشکی تری کے جانورون کو تابع کرنا اور ایا ندارون کیواسطے اُنکے منافع باقی رکھنا بھی ضرور پڑا اسیواسطے یہ عذاب تمام روئے زمین کے رہنے والون کو شامل اور گھیر لینے والا ہوا اور حقیقی حادثہ سے یعنی قیامت سے بہت مشابہت پیدا کی گئی واسطے اسکا بیان کرنا سب کے پیچھے بہت مناسب ہوا تاکہ حاقہ حقیقی کے بیان سے متصل ہو اور احوال حاقون کے ظہور کا آہستہ آہستہ انسان کی فہم مین نہایت توضیح اور تشریح سے جلوہ گر ہوے اور اور دوسری جگہون پر اس قرآن مین جہان کہین بمقام ترتیب زمانے کو مقتضی ہوا ہے یعنی جسکا زمانہ اوّل ہے اُسی کے قصے کو پہلے بیان کرنا تو وہان یہ قصے اسی ترتیب سے بیان ہوئے ہین اسطرح پر کہ حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ سب سے پہلے بیان فرمایا ہے پھر بعد اُسکے عاد کا قصہ پھر اُسکے بعد ثمود کا قصہ پھر اُسکے بعد حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا قصہ

موالید ثلثہ
کنعہ جن
حیوانات اور
حیوانات سے

پھر اُسکے بعد حضرت شعیب علیہ السّلام کی قوم کا قصہ پھر اُسکے بعد فرعون کا قصہ چنانچہ سورہ اعراف اور سورہ ہود اور سورہ شعرا اور سورہ قمر اور دوسری سورتون مین اسی طرح سے بیان ہوا ہے حاصل کلام کا ثمود کے فرقے کو جو انکار مین اسقدر بڑھ چلے تھے کہ حق تعالی کی نشانیون کو مٹا دینے پر کمر باندھی تھی چنانچہ حق تعالی کی اونٹنی کی کونچین کاٹین اور حضرت صالح علیہ السّلام کے قتل پر مستعد ہوئے تھے تو انکو کتون کی طرح ایک سخت اور تند آواز سے جھڑک دیا اور اسی ایک جھڑکی مین اُنکے جسم بیجان ہوگئے اور اُنکے روح کے کتے نے اپنے گھر کی راہ لی وَاَمَّا عَادٌ لیکن عاد کا فرقہ سو اپنے وقت کے پیغمبر کو جھٹلانے اور انکار کرنے مین اسقدر بڑھ گیا تھا جیسے پہلوان کشتی کھیلنے والے مستعد ہوکر اکھاڑے مین خم ٹھونک کر آکھڑے ہوتے ہین اسیطرح وے بھی اپنے پیغمبر کے مقابلے پر مستعد ہوگئے تھے اور کہتے تھے کہ مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً یعنی کون ہے سخت زبردست ہم سے قوت مین یہانتک کہ حق تعالی نے تین سال برابر اُن پر قحط ڈالا تب اُن لوگون نے گھبراکر اپنے ستر آدمیون کو مکہ معظمہ مین بھیجا تاکہ وہان جاکر دعا کرین اور پانی حق تعالی سے مانگین لیکن تکبر اور غرور نے یہ قبول نہ کیا کہ حضرت ہود علیہ السّلام سے التجا کرین اور ان سے پانی کی دعا طلب کرین اور بلکہ مین اُسوقت عمالقہ کی قوم غالب تھی جب وے لوگ عمالقہ کے پاس پہونچے اور اپنا حال ظاہر کیا ایک شخص نے جسکا نام مرثد تھا اُنسے کہا کہ اِس مقام کی دعا تمکو فائدہ نہ کریگی تمکو لازم ہے کہ اپنے پیغمبر کی بات قبول کرو اور دین حق کو مانو تاکہ اِس بلا سے خلاصی پاؤ اسواسطے کہ تمہارے کہنے سے معلوم ہوا کہ یہ قحط وہ قحط نہین ہے جو دعا سے جاتا رہے بلکہ یہ قحط حق تعالی کی طرف سے آزمائش اور امتحان کیواسطے ہے جب اُن لوگون نے یہ مرثد کی بات سنی کہنے لگے کہ اگر ہم یہان سے بدون حاصل ہوئے مطلب کے پھر جاوینگے تو ہماری قوم ہمکو بہت ذلیل اور خفیف کرے گی جس طرح سے ہو سکے یہ کام یہان سے کرکے جانا چاہئے اور اِس کام کی تدبیر مرثد سے پوچھی اُسنے کہا کہ تم سب ننگے سر اور ننگے پاؤن حاجیون کی شکل سے صفا پہاڑ پر جو بیت اللہ کے سامنے ہی چڑھو اور جسوقت بیت اللہ تم کو نظر آوے تو اُسوقت اسطور سے دعا مانگو کہ اے ہود کے خدا اگر ہو وہ اس بات

ہین سچتے ہین کہ تیرے پیغمبر ہین تو ہمکو پانی دے کہ ہملوگ فقط پانی کے واسطے آئے ہین اُن لوگون نے اسیطرح کیا اور اُنکی دعا قبول ہوئی اور حق تعالیٰ نے تین ٹکڑے بدلی کے بھیجے ایک سفید ایک سُرخ ایک سیاہ اور ایک آواز آئی کہ ان تینون بدلیون کے ٹکڑون ہین سے ایک اپنے واسطے تجویز کرلو اُن لوگون نے آپس ہین مشورہ کرکے سیاہ ٹکڑے کو قبول کیا اسواسطے کہ سیاہ بدلی ہین پانی بہت برستا ہے اور اپنے شہر کو روانہ ہوئے وہ کالی بدلی بھی اُنکے ساتھ اوپر اوپر چلی جاتی تھی جب اپنے شہر کے قریب پہونچے کئی آدمیون کو جلدی سے آگے بھیجا کہ ہم بدلی اپنے ساتھ لائے ہین تم اپنے سب تالاب اور حوضون کو جھاڑ کر صاف کر رکھو اور کھیتی کا سامان جیسے بیج اور ہل وغیرہ بھی سب درست کرو اور خوش ہو کہ یہ بدلی تمھاری خواہش کے موافق برسے گی شہر کے لوگ سب اس خوشخبری کے سننے سے بہت خوش ہوے کہ ہمارے بھیجے ہوؤن کی دعا مقبول ہوئی اور بہت بدلی آئی اور حضرت ہود علیہ السّلام پر زبان طعن اور تشنیع کی کھولی اور کہا کہ دیکھو ہمارے بھیجے ہوؤن کی دعا مقبول ہوئی اور بدلی آئی تم کہتے تھے کہ بلا آویگی حضرت ہود علیہ السّلام نے فرمایا کہ یہ بدلی نہین ہے یہ حق تعالیٰ کی بلا ہے اس سے ڈرتے رہو اور ابھی کچھ نہین گیا ہے میرا کہا مانو اور ایمان لاؤ اور بت پرستی کو چھوڑو اُن لوگون نے کہا کہ بدلی مین کیا بلا آویگی حضرت ہود علیہ السّلام نے فرمایا کہ آندھی یعنی طوفان کی ہوا چلے گی کہ تمکو اور تمھارے سب مکانون کو نیست اور نابود کریگی اُن لوگون نے جواب دیا کہ تم ہمارا زور اور قوت جانتے ہو پھر ہمکو ہوا کی شدّت اور تُندی سے خوف دلاتے ہو اسی گفتگو مین تھے کہ وہ بدلی اُنکے شہر کے کنارے آپہونچی اور طوفانی ہوا چلنا شروع ہوئی اور حق تعالیٰ کا حکم ہوا کہ باد عقیم کو جسکا ٹھکانہ چوتھا طبقہ زمین کا ہے بیل کی ناک کے سوراخ کے برابر چھوڑ دو اور عاد کی قوم پر مسلط اور معین کر دو پھر وے فرشتے جو ہوا پر معین ہین اس لحاظ سے کہ یہ ہوا کہین بے گناہون کو نہ ہلاک کر ڈالے کتنا ہی اُس ہوا کو روکتے تھے لیکن ہوا اُنکے روکنے سے کب رُک سکتی تھی پھر اُس قسم کی ہوا کی تندی اور زور دیکھکر عاد کی قوم مضبوط مستحکم مکانون مین جا گھسے تھے اور مضبوط رسیون سے آپس مین ایک نے دوسرے کو

باندھا تھا اور اپنے جانورون کو بھی زنجیرون سے جکڑ دیا تھا اور اپنے گھر والون کو اونٹون کے
کجاوون مین بٹھا کر ہوا سے جو حق تعالی کی مخلوقات مین سے ایک ضعیف جزو ہے مقابلے اور کشتی
کیواسطے مستعد ہوے اور اس ضعیف مخلوق نے بھی اُنکے ساتھ اس قسم کی کشتی کی کہ اُنکی عورتونکو
جو لوہے کی عماریون مین بڑی بڑی مضبوط سانڈنیون پر بٹھلا کے لوہے کی زنجیرون سے
ان عماریون کو سانڈنیون پر کس دیا تھا سو ہوا اُنکو مع سانڈنیون کے زمین سے اُڑا لیجاتی تھی
اتنی دور کہ وہ سانڈنی مع عماری ٹیڑی سی معلوم ہوتی تھی پھر وہان سے زمین پر دے مارتی تھی
یہانتک کہ اُس قوم کو بالکل ہلاک کیا اور حضرت ہود علیہ السلام ایمانداروں کو لے کر
ایک نالہ مین ہو گئے تھے اور ایک خط اپنے گرد کھینچ دیا تھا حق تعالی کی قدرت کاملہ سے وہ ہوا
جب اس خط کے اندر آتی تھی تو آہستگی سے چلتی تھی جسمین بدن کو اچھی معلوم ہو اور اُس خط کے باہر
جسپر پہونچتی تھی اُسکو جلا کر خاک سیاہ کر دیتی تھی سو حق تعالی نے اُن لوگون کو ایسے عذاب مین
مبتلا کیا جو اُنکی پہلوانی کے مناسب تھا اور ہوا کو جو مچھر کی پھونک سے پراگندہ ہو جاتی ہے
اُنکی کشتی کے واسطے بھیجا تاکہ وے بھی اُس درگاہ الٰہی کے پہلوان کی قوت کا تماشا کرین
فَاُهْلِكُوا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ پھر ہلاک کئے گئے زور کی ہوا سے جو چلنے کے وقت آواز زور سے کرتی تھی
عَاتِيَةٍ بہت سخت اور تند بہنے والی جو نگاہبانون اور موکلون
کے اختیار سے نکل گئی تھی چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ حق تعالی کبھی ہوا کو دنیا ح
مین نہین بھیجا مگر اندازے سے اور پانی کو بھی نہین بھیجا مگر اندازے سے لیکن حضرت نوح
علیہ السلام کے طوفان کے دن اور عاد کی قوم پر عذاب کے دن کہ طوفان کے دن اس ریلے
سے پانی بہا تھا کہ محافظ فرشتون کے اختیار مین نہ رہا تھا اور عاد کی قوم پر اُنکے عذاب کے
روز ہوا بھی موکل فرشتون کے اختیار سے باہر ہو گئی تھی آندھی ہوا کا اس زور سے بہنا
کچھ آسمان کی گردش سے نہ تھا والا عاد کے کافرون کی تخصیص اس عذاب مین نہوتی بلکہ
حضرت ہود علیہ السلام اور دوسرے ایمانداروں کو بھی اس سے ایذا پہونچتی بلکہ حق تعالے نے

سَخَّرَهَا مسلط کیا تھا اُس ہوا کو نہایت غصے اور بدلہ لینے کے ارادے سے عَلَيْهِمْ اُن پر یعنے فقط عاد کی قوم پر نہ مسلمانون پر اور نہ حضرت ہود علیہ السلام پر اور یہ ہوا کا اُن پر مسلط کرنا گھڑی دو گھڑی نہ تھا بلکہ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ سات رات آٹھ دن تک تھا شوال کی بائیسوین تاریخ بدھ کی صبح سے یہ تسلط اور ہوا کی شدت شروع ہوئی تھی اور اُنتیسوین تاریخ اُسی مہینے کی بدھ کے آخر دن تک یعنی آفتاب کے غروب تک وہ شدت تمام ہوئی اور سات رات اور آٹھ دن اُس عذاب کے رہنے کی وجہ یہ تھی کہ عاد کی قوم اپنے تکبر اور غرور مین اس طرح کی زبان درازیان کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ قحط کیا چیز ہے ہم اتنی قوت رکھتے ہین کہ سات برس اسیطرح کا قحط رہے تو بھی ہم اُسکی برداشت کر سکتے ہین سو حق تعالے نے ہر برس کے مقابلہ مین اس ہوا کے عذاب کا ایک دورہ دن اور رات کا اُن پر مسلط کیا اور آٹھوین دن کو اسواسطے زیادہ کیا تاکہ آپس مین ہر شخص ضعف اور بے طاقتی اور کمزوری ایک دوسرے کی دیکھین اور ہر شخص کو دوسرے کی ہلاکی کا رنج اور غم ہووے - چنانچہ ابن جریج اور دوسرے مفسرون نے روایت کی ہے کہ وہ قوم باوجود اس ہوا کی شدت کے کہ اُنکو اُٹھا کر دے پٹکتی تھی لیکن وے لوگ سات دن تک زندہ رہے آخر کو آٹھوین دن بدھ کو سب مُردہ اور بیجان ہوے پھر ہوا نے اُنکی لاشون کو اُڑا کے کھارے دریا مین ڈالدیا اور اُن آٹھ دن اور سات راتون مین کچھ بیچ مین فاصلہ نہ تھا تاکہ بیچ مین تھوڑا آرام لے کے پھر عذاب اُٹھانے کی قوت پیدا کرین بلکہ حُسُوْمًا پے در پے تھے یعنے لگاتار تھے چنانچہ اوپر ذکر ہو چکا ہے اور ان دنون کو عرب کے لوگ عجوز کہتے ہین جو آخر جاڑون مین مشہور اور معروف ہین اور بردالعجوز ایک مثل ہے مشہور عرب مین اور اُن دنونکے نام علیحدہ علیحدہ عرب کے نزدیک مقرر ہین چنانچہ پہلے دن کو صِنّ اور دوسرے دن کو ضَیْز اور تیسرے دن کو دَبَر اور چوتھے دن کو اَمْر اور پانچوین دن کو لَوْم اور چھٹے دن کو مُطْفِی الْجَمْر

اور ساتویں دن تک متواتر لعنت کئے ہیں اور ان دونوں کی عجوز کی طرف نسبت کرنے کی وجہ
میں عوام لوگ یوں کہتے ہیں کہ ایک بڑی عورت عاد کے قوم کی ان دنوں میں ایک تہ خانہ
میں گھس کر چھپ رہی تھی آخر تین دن ہوا نے اسکو بھی تہ خانہ سے نکال کر زمین پر دے پٹکا
اور ہلاک کیا لیکن صحیح یہ ہے کہ عجوز کی نسبت غلط العام ہے۔ یعنی عوام کی غلطی سے ہے اصل
میں آیت اور عجز بہ ارسال کئے ہیں یعنی اس شے کو جو ذم سے ملا ہوا ہوتا ہے اور
ان دنوں کو آخر عمر عاد سے کئے ہیں کہ ان ہی تین دنوں کے آخر میں ہوتے ہیں حاصل
کلام کا یہ ہے کہ قوت اور زور آور قوم کا اس ہوا کی مصیبت دفع کرنے میں کچھ کام نہ آیا
اور آخر ہوا کے ہاتھ سے ایسے عاجز ہو رہا چاہیے جس طرح کشتی گیر پہلوانوں کے
ہاتھ میں گردہ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَىٰ پھر دیکھنا تو اسے دیکھنے والے اگر اس وقت
موجود ہوتا اس قوم کو ان تین راتوں اور دنوں میں کہ بچھاڑ
پڑے تھے اور ہوا نے انکی روحوں کو نکال کر ان کے جسموں کو مردہ کر کے ڈال دیا تھا
كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ گویا کہ کھجور کے کھوکھلے تنے قد کی لمبائی اور بدن
کی بناوٹ میں لیکن سر کٹے ہوئے جیسا کہ ہوا ان کے جسموں میں اور خولوں
میں ایک طرف سے گھستی تھی اور دوسری طرف سے نکل جاتی تھی اور آواز کرتی تھی
گویا کہ اسکے بدنوں میں رطوبت یعنی خون کا نام نہ رہا تھا بلکہ سب کو جلا کر خشک کر دیا تھا
فَهَلْ تَرَىٰ لَهُم مِّن بَاقِيَةٍ پھر کیا دیکھتا ہے تو ان دونوں فرقوں کا
کوئی بھی باقی رہا جو ان فرقوں کی نسل سے کہلاوے اور اپنے تئیں ان کی طرف منسوب
کرے ایسی جگہ سے معلوم ہوا کہ جو عذاب حق ہوتا ہے وہ جس پر آتا ہے
اسکا نام اور نشان بھی نہیں رکھتا ہے اور آدمی کی نسل کو قطع کر دیتا ہے بخلاف اس
عذاب کے جو ابتلا اور امتحان اور آزمائش کے واسطے آتا ہے کہ وہ سب کو شامل
نہیں ہوتا ہے اور [illegible] اور آیا فرعون یعنے

پیدا ہوا اور غلبہ کیا اور فرعون اصل میں لقب ہے مصر کے بادشاہوں کا جو قبطیوں سے ہوتا تھا
جسطرح روم کے بادشاہ کا لقب قیصر اور فارس کے بادشاہ کا لقب کسریٰ اور ترک کے
بادشاہ کا لقب خاقان اور یمن کے بادشاہ کا لقب تبع اور حبش کے بادشاہ کا لقب راجہ
ہوتا ہے اور یہ فرعون سے ایک شخص معین مراد ہے جو حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ
والسلام کے زمانے میں مصر کا بادشاہ تھا یہ اور فراعنہ میں ایسا نہیں ہے کہ اسکا نام قابوس
تھا اور قبطی کی قوم سے تھا اور بعضوں نے کہا ہے کہ اسکا نام مصعب بن ریان تھا اور اس کا
باپ ریان بن الولید حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں مصر کی بادشاہت کرتا تھا
وَمَنْ قَبْلَهُمْ اور وہ جو لوگ فرعون سے پہلے گذرے ہیں دنیا میں آئے اور
ان لوگوں سے مراد حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم ہے اور انکے علاوہ فرقے تھے
ایک مدین والے جو شعیب کی قوم تھے اور حضرت ابراہیم کے پہلے بیٹے جنکا نام مدین ہے
انکی اولاد سے تھے اور دوسرے ایلیہ والے جو حضرت اسحٰق کے بیٹے عیص کی اولاد سے تھے اور
حضرت شعیب علیہ السلام کو حضرت اللہ نے ان دونوں فرقوں کی طرف رسول کر کے بھیجا
تھا اور دین اور مذہب اور عبادت پرستی میں ان دونوں فرقوں کا ایک ہی طریقہ تھا
وَالْمُؤْتَفِكَاتُ اور الٹی ہوئی بستیاں اور وہ قوم عاد تھی جو احقاف میں اور ان میں جو
بڑی بستی تھی اسکا نام مدوم تھا یہ ہے کہ اللہ نے ان شہروں کو حضرت لوط
علیہ السلام کو جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے انکی طرف رسول کر کے
بھیجا اور حضرت لوط علیہ السلام نے ان سے اپنی رسالت اور انکا ان پر حق ثابت کیا ان
نے ایمان نہ لائے بلکہ اللہ کے پیغمبر سے جھگڑنے لگے اور انکا کہا ہوا جواب
کے نزدیک ثابت تھا سو فرعون کے گناہ دینے کے پہلے پیغمبر کی اولاد سے دشمنی
شروع کی یعنی بنی اسرائیل سے اور اس کا سبب یہ تھا کہ جب حضرت
یوسف علیہ السلام مصر کے بادشاہ کی طرف سے [illegible] مصر کی سلطنت کے

مختار ہوئے اور بنی اسرائیل اس واسطے سے مصر میں گئے اور وہاں کی سکونت اختیار کی تو
حضرت یوسف علیہ السلام کے طفیل اور شوکت کے سبب سے سب مصر والے بنی اسرائیل کی
بہت تعظیم اور بزرگی کرتے تھے پھر جب حضرت یوسف علیہ السلام نے وفات پائی اور
فرعون مصر کا بادشاہ ہوا تو بنی اسرائیل کی بزرگی اور عزت جو مصر والے کرتے تھے اُسکے
دل کو بھائی بلکہ گران معلوم ہوئی چاہا کہ کسی تدبیر سے بنی اسرائیل کو مصر والوں کی
نظروں میں ذلیل اور خوار کردے تاکہ حضرت یوسف علیہ السلام کی ریاست کا خیال بنی اسرائیل
کے دل میں نہ رہے اور اس سبب سے ریاست کے کاموں میں دخل کی خواہش
نکمیں آخر ہوتے ہوتے اسقدر ظلم اُنپر کرنے لگا کہ کوڑی اور چاروں کی طرح اسکی بیگار میں
ہمیشہ گرفتار رہتے کسی سے عمارت اٹھایا ہوا نہ اور کسی سے کھیتی اور کسی سے باغبانی
اور کسی سے اینٹ ہوتا تھا اور کسی سے دشت بانی کا تھا غرض کہ سب ذلیل کام ان ہی
سے لیتا تھا اور خود بے فکر بیٹھا رہتا تھا آخر عقدہ کہ شے آقرار اپنے تئیں سب مصر والوں
کا معبود ٹھہرا کر سب سے اپنے تئیں سجدہ کرواتا تھا اور بنی اسرائیل یہ بات اُسکی نہیں
مانتے تھے اسواسطے اور بھی [illegible]
اور نجومیوں نے فرعون کو خبر دی کہ اس بنی اسرائیل کی قوم میں ایک لڑکا پیدا ہوگا
اسطرح کا کہ تیری بادشاہت اُسی کے ہاتھ جاتی رہے گی یہ بات سنتے ہی اس بدبخت
نے ایسا حکم کیا کہ درمیان بنی اسرائیل کے گھر گھر میں پھرتی رہیں اور دیکھا کریں
جس عورت کو اُنمیں سے حاملہ دیکھیں اُسکا نام اور پتا کوتوال کے دفتر میں لکھوا دیں
پھر جب بچے کا وقت ہو تو کوتوال کے پہنچنے اُسکے دروازے پر جا کر کھڑے رہیں
اور دائیاں جو اُس لڑکے پیدا ہونے کو باہر لاکر اُن پیادوں کو دکھلا دیں
اگر وہ بیٹا ہو تو پیادے اُسی وقت اُسکو مار ڈالیں اور اگر وہ بیٹی ہو تو اُسکو چھوڑ دیں
غرضکہ اسیون یہ ظلم اُسکا اُنپر جاری رہا اور اسی کے اس کے دوسرے طرح طرح کے

ظلم جو بنی اسرائیل پر کرتا تھا سو تمام عالم مین مشہور ہین اور باوجود ان ظلمون کے لوگون پر بت پرستی اور شرک کرنے کے واسطے زبردستی کرتا تھا اور جو منع کرے کے آدمیون کو مارنا اسکی ایجاد سے آخر ہوتے ہوتے اُسکا کفر اس درجے کو پہنچا کہ بجائے دخطر پکار کر کہتا تھا کہ اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی یعنی مین ہون تمھارا رب سب سے بڑا اور حضرت شعیب علیہ السّلام کی قوم کے گناہ بعضے وے تھے کہ مدین اور ایکہ والے دونون ان مین شامل تھے جیسے بت پرستی اور ناپ اور تول مین کمی کرنا کہ یہ دونون چیزین اُن سب لوگون مین بے انتہا رواج پائی تھین لیکن قزاقی اور رہزنی کرنا خاص مدین والون کا چلن تھا کہ شام اور مصر کی راہون پر گڈھیان بنا کر چھپے بیٹھے رہتے تھے اور قافلے لوٹتے تھے اور بہت مال لاتے تھے اور حضرت لوط علیہ السّلام کی قوم کے گناہون مین سب سے بڑا گناہ لونڈے بازی تھی بلکہ مرد مرد کے ساتھ بُرا کام کرتا تھا اور سوائے اس بُرے فعل کے اور بھی بڑا بیان اور بدعتین اُن مین رائج تھین جیسے کبوتر بازی اور مینڈھے لڑانا اور بھیڑون سے آپس مین لڑانا اور مہمان کو اپنے گھر اترنے نہ دینا اور اگر کوئی دور سے اُنکے شہر مین غلہ لیکے لاوے تو اسکو خرید کرنے نہ دینا اور آپس کی ہنسی کھیل ہین گالیان بکنا فحش بکنا اور راہ چلتے سے مسخری کرنا اور عورتون کی طرح ہنسی لگانا اور ہاتھ پاؤن عورتون کی طرح مہندی سے رنگنا اور چھپائی مین انتہا درجے کو پہونچے تھے یعنی سب کے سامنے ننگے ہو کر ایک دوسرے کے منھ پر گوز مارتے تھا پھر حق تعالےٰ نے ان سب کی ہدایت کے واسطے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السّلام کو فرعون کی طرف اور حضرت شعیب علیہ السّلام کو مدین اور ایکہ والون کیطرف اور حضرت لوط علیہ السّلام کو سدوم وغیرہ کی طرف رسول کرکے بھیجا اور ان بڑائیون سے اُن سب کو منع فرمایا فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّھِمْ پھر فرمانی کی ہر ایک نے ان مین سے اپنے اپنے رسولون کی جو اپنے پاس دلیلین لیکے آئے تھے اور حکم نہ مانا اور

انہی برائیوں کو نہ چھوڑا بلکہ اپنے اپنے وقت کے رسولوں کا مقابلہ کر بیٹھے اور لڑائی
اور جھگڑا شروع کیا فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً پھر پکڑا اُنکو اُنکے رب نے
بڑی پکڑ یعنے پیغمبروں کی نبوت کے انکار سے جس گرفتاری کے لوگ لائق ہوتے ہیں اُس سے
زیادہ گرفتاری اُن لوگوں کے واسطے ہوئی تاکہ وہ زیادہ گرفتاری اُن گناہوں کے مقابلے
میں واقع ہووے سو فرعون کو اسی کے لشکر کے سوا غرق دریا میں ڈبویا اسواسطے کہ
ایک روز حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایک فریادی کی شکل بنا کر اُسکے دربار میں آکر اس سے
پوچھا کہ اگر کسی کا غلام اُسکی غلامی سے نکل کر اپنے خاوند کے مقابلے میں آپ بھی اپنی
خدائی کا دعوی کرے تو ایسے غلام کے واسطے بادشاہ کا کیا حکم ہو اور کیسی سزا اُسکو دیجاوے
فرعون نے کہا کہ اپنے غلام کو جو اپنے خاوند کے فرعونوں کا تکبر دریا میں ڈبویا چاہیے
آدر یہ بھی ہے کہ اکثر فرعون اپنی فخر اور بڑائی میں حضرت موسی علیہ السلام کے مقابلے میں یہی
کہا کرتا تھا کہ میں ایسا ہوں کہ مصر کے تلے میری نہریں جاری ہیں اور اُن نہروں کو اپنے
مکانوں کے نیچے سے بہانا لاف و گزاف سے اپنے نفس کو نہروں کے جاری کرنے کو بڑا اپنا
فخر سمجھتا تھا اور اس بات سے اُسکو نہایت لذت حاصل ہوتی تھی دریا میں ڈبو کر ہلاک
کرنا بہت مناسب ہوا کہ ان چھوٹی چھوٹی نہروں سے کیا ہوتا ہے تو تو سارے کا بادشاہ ہے
تجھکو بڑے دریا کی سیر کرنا چاہیے اور جیسا کہ تو اُن نہروں کو اپنے مکانوں کے نیچے سے
جاری کرکے مست اور بیخود ہوتا تھا میں اب تجھ کو اپنے بڑے دریا کو تیرے سر اور نظام
میں جاری کرونگا تاکہ تیری لذت کے اسباب جاروب نظر سے تجھ کو کھیر ہوویں۔ آدر
فرعون کے سوا سبھی زبان حال سے بولی کہ تمام اُسکی سلطنت اور مکانات اور
باغات اور اچھے اچھے محل فرش فروش سے آراستہ اور خزانے بے انتہا ایک پل
میں اُسکے ہاتھ سے نکل گئے اور وہ بہت حقیر اور ذلیل اُسکی نظروں میں تھے

نہین ہوتی ہے اور حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر جو وہ فرقے تھے کئی طرح کا عذاب ہوا
مین والو نہیں صیحہ یعنی سخت آواز بھی ہوئی جیسی ثمود کی قوم پر ہوئی تھی اور بھونچال نے بھی
انکو ہلاک کیا اور ایک قسم کے عذاب کا دوسری قسم کے عذاب کے ساتھ ملنے سے عذاب
کی زیادتی ہوتی ہے حضرت شعیب علیہ السلام کے جھٹلانے اور حقیر جاننے کے عوض
مین سخت آواز سے جھڑکے گئے اور ناپ اور تول مین جو کمی کرتے تھے اور ڈنڈی یا
پیمانہ ہلا دیتے تھے تاکہ ناپی اور تولی چیز برابر نہ اترے اسکے عوض مین بھونچال مین
مبتلا ہو کر ہلاک ہوئے اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو پہلے نیچے سے اوپر لے گئے
پھر وہان سے الٹا کر پھینکدیا اسواسطے کہ انکا کام لونڈے بازی اور بیحیائی تھی جسمین موضوع
کا قلب لازم آتا ہے یعنے جو چیز جس واسطے مقرر کی ہو اسکو الٹا کرنا جیسے مرد کو عقبالے
نے اسواسطے نہین پیدا کیا کہ اوندھا پڑے اور اپنے تئین ذلیل کرے بلکہ اسکو عزت
والا پیدا کیا ہے کہ عورت پر سوار ہو اور اسکے اوپر چڑھ جاوے پر سانے اسواسطے
کہ لونڈے بازی مین زنا کا مزہ اسکو لینا تھا اور زنا کی حد رجم ہے یعنے پتھر مارنا اور اس
مقام پر بعضے لوگون کے دل مین شبہہ آتا ہے کہ جب حضرت لوط علیہ السلام کی قوم
کے شہرون کو الٹا کر دیا تو وے لوگ ہلاک ہو گئے اور انکی لاشین زمین کی تہہ مین چھپ
گئین پھر اوپر پتھر برسانے سے کیا فائدہ اسواسطے کہ پتھر زمین پر گرے ہونگے اور
انکی لاشین بہت دور زمین کی تہہ مین چھپی ہونگی جواب اسکا یہ ہے کہ ان پتھرون نے
اپنے مادے کی تیزی سے گندھک کی خاصیت پیدا کی تھی دوسرے انکے پتھرون کا بھاری پن
اور کچھ پھینکنے والے کا زور ان دونون چیزون کا ایک مین جمع ہونے کے سبب سے وے
پتھر اسقدر زور سے گرتے تھے کہ زمین کو پھاڑ کر گھس جاتے تھے اور انکی لاشون
تک پہونچکر انکے جسمون مین آگ لگا دیتے تھے اور اٹھا کر پھینکنے کے وقت مین اگرچہ
احتمال اس بات کا ہوا کہ [illegible] لیکن [illegible]

جو اپنے بدن کے ساتھ ایک طرح کا علاقہ باقی رہتا ہو وہی علاقہ روح کے عذاب کا سبب پڑتا ہے اسیواسطے مُردے کی ہڈی توڑنے سے اور کسی دوسری طرح کی اذیت اور سختی پہونچانے سے منع آیا ہے تو اُن شہروں کو اُلٹا کر کے پھینکنا دُنیا کا عذاب تھا اور پتھر برسانا اور پتھروں سے اُنکے بدنوں کو جلانا یہ برزخ کا عذاب تھا اور یہ بھی احتمال ہوسکتا ہے کہ جب اُنکو اُلٹا کر کے پھینکا تھا تو زمین پر پہونچنے کے پہلے ہی پتھر برسائے ہوں تو اُس صورت میں یہ بھی دُنیا ہی کے عذاب سے ہوگا یہ صورت سے یہ پانچوں واقعہ حقیقی حاقے کی مثالیں ہیں کہ کافروں کو اُنکے کفر اور نافرمانی کے سبب سے بدون شریک کرنے مسلمانوں کے اور بدون فلکی اور عنصری اسباب کے طلب کرنے سے طرح طرح کے عذاب سے انکو نیست اور نابود کر دیا اور اگر باوجود ایسی مثالوں اور نظیروں کے پھر بھی کسیکو شبہہ باقی رہے اور کہے کہ ان واقعوں میں مسلمانوں کا بچ رہنا اور کافروں کا نیست اور نابود ہو جانے کا ایک سبب تھا کہ پہلے ایمانداروں کو کافروں سے جدا کر دیا تاکہ وے عذاب کے مقام پر نہ رہیں بلکہ وہاں سے دور ہو جاویں پھر کافروں پر عذاب کیا اور یہ ایمانداروں کو عذاب کے آنے سے خبردار کر دینا اور عذاب کے مقام سے دُور کر دینا امتیاز کا سبب ہوا لیکن قیامت کو مسلمان اور کافر ایک ہی مقام پر جمع ہونگے اور وہاں سے بھاگنا اور علیحدہ ہونا کسی طرح ممکن نہوگا اور عذاب کے اسباب عام اور سب کو شامل ہونگے وہاں حاقہ کے معنے کس طرح ہو سکتے ہیں تو ہم کہینگے کہ شاید اور گواہ اسکے بھی سنو کہ اِنَّا لَمَّا طَغَى الْمَآءُ بیشک جب زیادتی کی پانی نے آسمان اور زمین کے برسات کی کثرت اور چشموں کے اُبلنے اور بہنے سے اسقدر کہ تمام روے زمین کو چھپا لیا بلکہ بڑے اونچے پہاڑوں کی چوٹی کے اوپر پانچ ہاتھ یا پندرہ ہاتھ کا پانی اونچا چڑھ گیا تھا اور آسمان اور زمین کے درمیان میں بھی چالیس روز تک پیہم برسات کی کثرت سے پانی غالب رہا اور یہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے غرق ہونے کا حال ہے اور طوفان کے بولنے سے

یہی واقعہ مُراد ہوتا ہے اور یہ بات ظاہر ہو کہ حضرت نوح علیہ السّلام اور سب مسلمان اس واقعہ مین سلامت رہے باوجود اس بات کے کہ وہ بلا عام تھی اور طوفان نے تمام روے زمین کو اور زمین اور آسمان کے بیچ کو چھالیا تھا کوئی جگہ بھاگ بچنے کی باقی نہ رہی تھی ہر جگہ پر طوفان تھا انکو بھی بھاگنے سے بچاؤ نہ تھا اگر حق تعالی حضرت نوح علیہ السّلام اور مومنین کو نہ بچاتا تو وے سب اس طوفان مین ہلاک ہو جاتے اور تم لوگون نے جو حق تعالے کی نعمتون کے انکار پر کمر باندھی ہے سو تمھارے وجود کا پتا بھی نہ معلوم ہوتا اسواسطے کہ تم لوگ حضرت نوح اور انکی اولاد کی نسل ہو پھر اگر اُسوقت تمھارے باپ دادون کی محافظت حق تعالے نہ کرتا تو تم کسطرح اسوقت مین پیدا ہوتے سو اسوقت مین حضرت نوح علیہ السلام اور مومنین کے بچاؤ کے واسطے ایک تدبیر اُنکو تعلیم کر دی ہم نے تاکہ وے لوگ اُس طوفان مین شریک بھی رہین اور اُس عذاب سے بچے بھی رہین بلکہ عذاب کی چھینٹ بھی اُن تک نہ پہونچے اور اس تعلیم کے مضمون کا حاصل یہ ہو کہ لکڑی کے سوائے کوئی دوسری چیز اسکی صلاحیت نہین رکھتی اسواسطے کہ پانی کی اصل ثقیل ہو یعنے بھاری ہے اسکی طبیعت اسی بات کو چاہتی ہو کہ زمین پر ٹھہرا رہے اگر جس چیز مین کہ زمین کے اجزا غالب ہین اُس سے کوئی چیز مرکب کر کے یعنی بنا کے پانی مین ڈالین تو پانی اسکو اپنی تہ مین لیجائیگا اور نیچے بٹھا دیگا اور آپ اُسکے اوپر رہے گا سو ایک جوہر لطیف چاہیے جو پانی کے اوپر تیرا کرے اور اُسکے نیچے نہ بیٹھ جائے اور ایسا لطیف اور پاکیزہ جوہر دو عنصر مین منحصر ہو ایک آگ اور دوسری ہوا سو آگ کی اصل جلا دینا ہو پھر اُسپر آدمی کو سوار کرنا گویا اُسکی ہلاکی کی خوشخبری دینا ہو اور ہوا اگرچہ آدمی کی طبیعت کے موافق ہو اور اسکے جسم کو فاسد اور خراب نہین کرتی لیکن از بسکہ لطیف اور پاکیزہ ہو قابل اسکے نہین ہو کہ آدمی باوجود اپنے جسم کے بھاری ہونیکے اس پر سوار ہو سکے سو اسواسطے حضرت نوح علیہ السّلام کے دل مین اس بات کو ڈالدیا کہ جو چیز بہت ٹھوس نہ ہو بلکہ اُسکے مسام اور سوراخون کے خالی ہونے کے سبب سے اُسمین ہوا

در آسکتی ہو اور بہت ہوا اسمین بند ہو سکتی ہو ایسی چیز اختیار کرو اور اس قسم کی چیز لکڑی ہی
کہ ہمیشہ ہوا اسکے مسام اور منفذ مین در آتی ہی اور اسکو اوپر اٹھا لیتی ہی بخلاف حیوانات اور
معادن یعنے زمین کے اندر پیدا ہونیوالی چیزونکے اور یہی وجہ ہی کہ لکڑی اور پتے درختون کے
کتنے ہی بہت ہون اور بھاری لیکن پانی کے اوپر ہی رہین گے پانی کی تہ مین نہ بیٹھ جائینگے اور
معدنی چیزین جیسے لوہا وغیرہ اور جانورونکے جسم کتنے ہی چھوٹے اور ہلکے ہون لیکن پانی
کے نیچے تہ مین بیٹھ جائینگے اسواسطے کہ لکڑی اور پتا ہوا کا ظرف ہی اور ہوا لطیف اور اوپر
رہنے والی ہی اور ظرف کو مظروف کا حکم ہوتا ہی اس مقدمے مین اور معدنی اور حیوانی جسم
ٹھوس ہونے اور مسامون کے بھر بیٹھنے مین ہوا کے ظرف نہین ہو سکتے ہین ارضی جز اُنکے
غالب ہوتے ہین اور مٹی کا جوہر بھاری پانی کی تہ مین بیٹھنے والا ہی غرض کہ لکڑی کے سوا
کوئی چیز ایسی نہ تھی جو اس کام کی لیاقت رکھے اسواسطے حکم ہوا کہ نباتی جسم سے یعنے
لکڑی سے ایک شہر مختصر تیار کرو اسقدر جسمین آدمی اور جانور اور اُن سب کے چھ مہینے
کے کھانے کی گنجائش ہو سکے اور اسکو طبقہ طبقہ کر دو یعنے ایک کے اوپر ایک پھر نیچے کے
طبقے مین چارپایون کو اور درندے جانورونکو رکھو اور بیچ کے طبقے مین آدمی اور جنات
کو اوپر کے طبقے مین اڑنیوالے جانورون کو رکھو اور جتنے جانور چرند اور پرند ہین
انکو سب کو حکم ہوا کہ حضرت نوح علیہ السّلام کی تابعداری مین جاکر حاضر ہو اور حضرت نوح
علیہ السّلام کو حکم ہوا کہ ایک ایک جوڑا اُن سب جانورون مین سے پکڑ کر کشتی مین رکھو پھر حق تعالےٰ
کی قدرت کاملہ سے حضرت نوح علیہ السلام کا دست مبارک جس جانور کے جوڑے پر پڑتا تھا
جسکی نسل کا باقی رکھنا قیامت تک مقدر اور منظور تھا پھر حق تعالےٰ نے درندے اور
موذی جانورون کے دل مین سے اس عداوت کو جو دوسرے جانورون کے ساتھ
رکھتے ہین چھ مہینہ تک بالکل نکال ڈالا تاکہ اُن سب کا ایک جا پر رہنا ہو سکے اور اوپر کے
پانی کا بچاؤ بے سر پوش کے ممکن نتھا سو حضرت نوح علیہ السّلام کے دل مین اس بات کو

بھی القا کیا کہ اس چلتے شہر کے واسطے ایک سرپوش بھی جو اوپر سے سب کشتی کو ڈھانک لے تیار کر رکھو تاکہ سوار ہونے کے بعد اُس سرپوش سے کشتی کو ڈھانک لینا اور روشنی کے واسطے حکم ہوا کہ روشندان یعنے سوراخ اس سرپوش میں اس طور پر رکھو کہ روشنی بھی رہے اور برسات کا پانی کشتی کے اندر نہ آوے اور اس چلتے شہر کا نام سفینہ اور جہاز اور کشتی رکھا پھر جو اس کشتی کو مہینوں پانی چیرنا اور موجوں کے تھپیڑوں کی برداشت کرنا تھا تو اسواسطے حکم ہوا کہ اس کشتی کا سر مرغ کے سر کے مانند اور اُسکا سینہ بطک کے سینے کے مانند اور اُسکی دُم کبوتر کی دُم کے مانند بناؤ تاکہ موجوں کے صدموں سے اُلٹ نہ جاوے اور جو طوفان کے آنیکا وقت معلوم نتھا تو اسواسطے حضرت نوح علیہ السّلام اور مؤمنین کو ایک نشان بھی بتلا دیا یعنے جسوقت تمھارے گھر کے تنور سے پانی کا اُبلنا شروع ہووے تو جان لینا کہ پانی کی طغیانی اور طوفان کا وقت آپہونچا اور بوجھ لینا کہ پانی کی روح کو تمام عناصر پر اسقدر غلبہ ہوا کہ تنور کی آگ نے اسکے مقابلے میں نیستی کا حکم پیدا کیا چنانچہ اس علامت کے ظاہر ہونے کے وقت

حَمَلْنَاكُمْ فِي الْجَارِيَةِ اُٹھا لیا یعنے لاد لیا ہم نے تمکو اس چلتی کشتی میں جو اسی طوفان کے پانی میں تھی جسمیں سب کافر ڈوب گئے اور وہ کشتی غرق نہ ہوتی تھی پھر اب غور کرو اور سوچو کہ باوجود عذاب میں شریک ہونے کے تمکو ہم نے بچا رکھا اور ڈوبنے نہ دیا ان مسلمانوں کے طفیل سے یعنے اس سبب سے کہ تم اُنکے پیٹھ میں نطفہ تھے اور وہ کشتی تمھارے اس عذاب کے مادے پر یعنے طوفان کے پانی پر نہایت آہستگی سے چلی جاتی تھی کچھ صدمہ اُسکو نہیں پہونچتا تھا اسیطرح قیامت کے دن ایماندار پل صراط پر جو دوزخ کے اوپر ہوگا چلے جاینگے اور کچھ صدمہ اُنکو نہ پہونچے گا اور اِس کشتی کے بنانے کی تدبیر سکھانے میں ایک نفع تمھارے واسطے دوسرا بھی رکھا ہے ہم نے **لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً** تاکہ کریں ہم اُس کشتی کو واسطے تمھارے یادگاری اور جس مقام پر ڈوبنے کا خوف ہو اور تم ارادہ کرو کہ اس شہر سے دوسرے شہر کو یا اس کنارے سے دوسرے کنارے کو

پانی سے اُتر کر پہونچا چاہیے تو وہان اسیطرح کا چلتا گھر یعنے جہاز یا کشتی کسی لکڑی سے
تیار کرکے پار ہو جایا کرو اور اپنے مطلب کو پہونچا کرو اب اس بات مین تمکو چاہیے کہ خوب غور
کرو اور تامل کرکے بوجھو کہ گناہون کا بوجھ بھی اسیطرح ندامت اور حسرت کے دریا مین
ڈبونیوالا اور دوزخ کے گڑھے مین ڈالنے والا ہے اِس سے نجات اور خلاصی بدون
وسیلے کسی ایسے شخص کے جسنے اپنے تئین گناہون سے خالی کرکے اس سب لطیفون سے
لطیف کا یعنے ارحم الراحمین کی رحمت کا ظرف اور نزول گاہ بنا رکھا ہو ممکن نہین ہے جیسے
لکڑی کہ اپنے تئین ہوا لطیف کا ظرف بناکر بھاری بھاری چیزونکو پانی مین ڈوبنے سے
بچاکر پار کر دیتی ہے سو تمکو بھی چاہیئے کہ جس طرح ہو سکے اپنے تئین بھی کسی لطیف کے
ظرف مین یعنی کسی صاحب باطن صالح کے دل مین جگہ دو تاکہ اُس لطیف کی برکت جو
اس ظرف کی مظروف ہے تمھارے حال پر بھی متوجہ ہو اسواسطے کہ وہ لطیف اُس ظرف کا
مظروف ہے اور تم بھی اسی ظرف کے مظروف ہوئے تو اس لطیف سے ایک نوع کا اتحاد
بہم پہونچا اور یہ اتحاد اُن گناہون کے بھاری بن سے سبکباری اور خلاصی حاصل کر سکتا
ہے سو ایسے لطیف ظرف ہر زمانے مین کمیاب اور نادر الوجود ہوتے ہین ایسے لوگون کی
طلب اور تجسس مین ضرور رہا چاہیے اور دل اور جان سے اُنکی محبت اور متابعت مین
کوشش کیا چاہیئے تاکہ ان لوگون کے دلون مین اپنی جگہ پیدا ہو سو اِس اُمّت مرحومہ
کے واسطے ایسے لطیف ظرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت ہین اِنکی
محبت اور متابعت اِس بات کا سبب پڑتی ہے کہ اِنکے دلون مین اِس شخص کی جگہ پیدا
ہو اور جب یہ بات حاصل ہوئی تو وے دل تو حق تعالیٰ جل شانہ کے لطف کے
نور سے معمور اور بھرے ہوئے ہین تو اس شخص کو بھی ان دلون مین جگہ پانے سے اور
اُنکی ہمسائگی کی برکت سے جناب پاک پروردگار سے ایک طرح کی مناسبت حاصل
ہو جائیگی اور یہ مناسبت گناہون کے بوجھ کے دفع کرنے مین تریاق کا حکم رکھتی ہے

اور کیا اچھی بات کہی ہے کسی شاعر نے ؎ مور بیچارہ ہوس کرد کہ در کعبہ رسد ۔ دست در پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید ۔ یعنے چیونٹی بیچاری نے حوصلہ کعبہ جانے کا کیا کبوتر کے پانوں کو ہاتھوں سے تھاما اور اُس وسیلہ سے کعبہ کو پہونچی اور اسیواسطے حدیث شریف مین آیا ہے کہ مَثَلُ اَهْلِ بَيْتِي فِيكُمْ مَثَلُ سَفِينَةِ نُوحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ یعنی مثال میرے اہل بیت کی تم مین مثال نوح علیہ السلام کی کشتی کی ہے جو سوار ہوا کشتی مین اُسنے طوفان سے نجات پائی اور جس نے اُس سے مُنھ موڑا اور پیچھے رہ گیا وہ ڈوبا اور ہلاک ہوا اور حضرات اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اس بزرگی اور فضیلت سے خاص ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی آپ کے عمل کے کمال کی صورت تھی اور حضرات اہل بیت کو بھی حق تعالی جلشانہ نے خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے کمال کی صورت گردانا تھا اور یہ عبارت ہی طریقت سے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی کمال کا بھی دوسرے مین جلوہ گر ہونا بدون حاصل ہونے ذاتی مناسبت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روحی قوتون مین جیسے عظمت اور پاکی اور حفظ اور جوانمردی اور بخشش مین کسیطرح متصور نتھا اور یہ مناسبت بغیر ولادت اور بغیر اصلی اور فرعی علاقے کے کسی طرح حاصل نہین ہوسکتی سو اس کمال کے دریا کو جو مختلفہ ولایتون کا اصل اور منبع ہو اُسکے سب شعبون اور شاخون کے ساتھ اسی بہانے سے بہایا ہے اور اسی پرنالے سے جاری کیا ہی اور یہی معنی ہین امانت کے جو اُن بزرگوارون مین ایک دوسرے کو وصی کرتا آیا ہی اور یہی وجہ ہے کہ یہ بزرگ اس اُمت کے تمام اولیا کے سلسلون کے مرجع ہین اور جو شخص کہ تمسک حبل اللہ کا کرتا ہی تو بالضرور اُسکے استفاضہ کی سند ان ہی بزرگوارون تک پہونچتی ہی اور وہ اسی کشتی مین بیٹھتا ہی بخلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علمی کمال کے کہ وہ کمال اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مین جلوہ گر ہوا اسواسطے کہ اس کمال کے حاصل کرنے

ح

بیان وجہ اہل بیت کی مناسبت حضرت نوح علیہ السلام

اور اس مین کمال پیدا کرنے کے واسطے مدت دراز تک ہم صحبت رہنا اور مرضی نامرضی کو
اسکی دریافت کرنا ضرور ہے جیسے شاگرد کی نسبت ہوتی ہے استاد سے تاکہ بات کے
مطلب کو پہونچنا اور مشکل کو حل کرنا اور مجہول چیز کے نکالنے اور دریافت کر لینے کا طریقہ
حاصل ہووے اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ
بِاَیِّہِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِہْتَدَیْتُمْ یعنے میرے اصحاب ستارون کے مانند ہین انمین سے جسکی
تم پیروی کروگے مطلب کی راہ کو پہونچ جاؤگے سو جسطرح ظاہر کے دریا سے پار ہونا
بدون کشتی کی سواری اور تارون کے حساب دریافت کرنے کے تاکہ مطلب کی طرف سے
دوسری طرف کشتی نہ ہونے پاوے ہرگز ہونہین سکتا اسیطرح حقیقت کے دریا کو بھی بدون علمی اور
عملی دونون بازون کے قطع کرنا اور پار ہونا کسی طرح ممکن نہین ہے تو مسلمان آدمی کو بھی ان
دونون بازون پر تمسک اور اعتماد کرنا ضرور ہوا اور اس مضمون کو کسی شاعر نے ہندی بیتون
مین بخوبی ادا کیا ہے اور وے بیتین یہ ہین منظم جبکہ اصحابون کو حضرت کہہ گئے ہین کواکب
یہ ہدایت کے لیے ہین اور عترت کے تئین کشتی کہا ہین دونون ان جزون سے یہ ظاہر ہوا ہے عترت
واصحاب بیشک وگمان ہین لازم وملزوم ہین دونون یہان ہین اگرچہ ان دو کو تمانے گا کوئی
راہ وہ ہرگز پاویگا کبھی ہین ایک کا ان دو سے ہو گر بغض وکین ہے ہوگی اسکی بھی
ہلاکت بالیقین ہے جو نہ سمجھے انکو نجم چرخ دین ہے گم کرے کشتی وہ اپنی بالیقین ہے کشف
ہو بالکل معلم پر یہ راز ہے بن کواکب چل نہین سکتا جہاز ہے یا فقط بس جان لے انجم کہ جو
اور تمسک اسکو کشتی کا نہو ہے غرق دریاے ضلالت مین رہے ہے اسکے تئین ساحل امان کا
کب ملے ہے انتہی اور اسیواسطے فرمایا ہے کہ وَتَعِیَہَآ اور یاد رکھے اس طوفان مین
ڈوبنے سے بچ رہنے کو اور کشتی کے حالات کو جو اسوقت کے مسلمانون کو اس تدبیر
سے حاصل ہوا تھا اُذُنٌ وَّاعِیَۃٌ وہ کان یاد رکھنے والا ہے ایسے قصون کو اور
حدیث شریف مین آیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

ح

حضرت امیرالمومنین مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو فرمایا کہ سَاَلْتُ اللّٰہَ اَنْ یَّجْعَلَھَا اُذُنَکَ یَا عَلِیُّ یعنے
دعا مانگی مین نے اللہ تعالےٰ سے کہ کردے اللہ تعالیٰ ایسے کان تیرے اے علی اور حضرت علی
رضی اللہ عنہ کو خاص کرنا اس شرف اور بزرگی سے اس نکتہ کیواسطے ہے کہ اہل بیت کے کشتی
ہونے کے معنی بدون متوسط ہونے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ممکن نتھے اسواسطے کہ اہل بیت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوقت مین بچے تھے اس طریقے کی امامت کے قابل نہ تھے اور
انکی تربیت کا عہدہ کسی دوسرے کے حوالے کرنا آپ کی شان کے لائق نتھا تو گناہون کے
بوجھ سے نجات حاصل کرنے کے قاعدے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تعلیم کرنا اور ان کو
اسمین امام کرنا اور اپنے علمی کمال کو انکی صورت مین ظاہر کرنا ضرور ہوا تاکہ وے یعنے
حضرت علی رضی اللہ عنہ ابوت کے حکم سے یعنے باپ ہونے کے سبب سے اس کمال کو تر و تازہ
صاحبزادون کو پہونچاوین اور یہ سلسلہ قیامت تک ان ہی کے واسطے سے جاری رہے اسیواسطے
حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یعسوب المومنین کا خطاب دیا ہے اور یعسوب شہد کی مکھی کے بادشاہ کو
کہتے ہین اور باوجود اس بات کے چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم
کی گود مین پرورش پائے تھے اور دامادی کا علاقہ بھی آپ سے رکھتے تھے اور بچپن سے ہر کام
مین رفیق اور شریک رہے تھے تو گویا آپکے فرزند کے حکم مین تھے اور قرابت مین بھی بہت
قریب تھے سو اس سبب سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
روحانی قوتون مین بہت مناسبت حاصل تھی تو گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے علمی کمال کے ظل اور صورت تھے اور یہی مراد ہے ولایت اور طریقت سے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے وہ انکی استعداد بہت بڑھ گئی اور انتہا درجے کے کمال کے
مرتبے کو پہونچے چنانچہ اسکے آثار اور نشانیان ظاہر اور باطن ہر طریقے اور سلسلے کے اولیاء اللہ مین
روشن اور ہویدا ہین والحمد للہ علی ذلک اور جب خاص اور عام حاتے جو دنیا مین واقع ہوئے ہین
مثالون کے بیان کرنے سے سمجھ مین آگئے تو اب آخرت کے حالتے کو تصور کرنا اور سمجھنا آسان ہو گیا

اتنا ہی فرق ہے کہ دنیا کے حاتے مین تخصیص ہے اور آخرت کے حاتے مین انتہا درجے کا عموم اور شمول ہوگا فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ پھر جسوقت پھونکا جائیگا صور مین یعنے نرسنگھے مین ثمود کے قوم کی آواز کیطرح جو جبرئیلی حقیقت کے آثار سے تھی اور یہ پھونک اسرافیلی حقیقت کے آثار سے ہوگی اور اسکی خادم اور مددگار روحون کے قبض کرنے کے واسطے عزرائیلی حقیقت ہوگی چنانچہ ثمود کی قوم پر آواز کرنے کے وقت بھی یہی حقیقت اس قوم کی روحون کے قبض کرنے کے واسطے خادم اور مددگار ہوئی تھی فرق ان دونون آوازون مین اتنا ہے کہ یہ نفخہ نہوگا مگر نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ پھونکنا ایک شخص تنہا کا جو تمام عالم کے جانداروں کی روحون کے کھینچ لینے کے واسطے کفایت کریگا بخلاف ثمود کی قوم کی آواز کے کہ وہ خاص ایک ہی قوم کی روحون کے کھینچ لینے کے واسطے تھی اگر وہ آواز سب جانداروں کے واسطے فرض کی جاتی تو بہت آوازین متعدد چاہیے تھین اور اس نفخے سے پہلا نفخہ مراد ہے چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دوسرے صحابہ سے منقول ہے اسواسطے کہ زمین اور پہاڑون کا ایسمین ٹکرانا اور عالم کی خرابی کا شروع اسی نفخے سے ہے اور وہ جو بعضے قدیم مفسرین نے کہا ہے کہ اس سے دوسرا نفخہ مراد ہے تاکہ یَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ کے مضمون کے ساتھ مناسب ہووے، اسواسطے کہ اعمال کا عرض دوسرے نفخے کے بعد ہے سو اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی بار کے صور پھونکنے کے وقت سے یہانتک کہ بہشتی بہشت مین اور دوزخی دوزخ مین داخل ہونگے ایک ہی دن ہے تو اس صورت مین کہہ سکتے ہین کہ جسدن پہلا صور پھونکا جائیگا اسی دن عرض اعمال ہوگا اگرچہ کچھ دیر سے ہو اور صور بیل کے سینگ کی شکل ہے اور بعضی ضعیف روایتون مین آیا ہے کہ صور کی لمبائی ہزار سال کی راہ ہے اور اس ایک سینگ مین سات پیچ واقع ہوئے ہین اور ہر دونون پیچون کے درمیان مین گز ہین ظاہر ہوئی ہین جیسے نیشکر یعنے گنے کے پور اور ہر پور مین سوراخ ہین بھڑکے چھتے کے مانند اور ہر سوراخ مین ٹھہرا ہوا ایک ایک روح کا ہوگا مالکی روحون سے چنانچہ

پارہ تبارک الذی

پہلے خانے مین فرشتون کی روحین ٹھہرینگی اور دوسرے خانے مین پیغمبرون کی روحین اور تیسرے خانے مین صدیقون کی روحین اور چوتھے خانے مین شہیدون کی روحین اور پانچوین خانے مین ایمانداروں کی روحین اور چھٹے خانے مین کافرون کی روحین خواہ وے کافر آدمیون سے ہون یا جنون سے یا شیطانون سے اور ساتوین خانے مین باقی تمام مخلوقات کی روحین ٹھہرینگی اور صور پھونکنے کی خدمت حضرت اسرافیل علیہ السلام کے واسطے معین ہے پہلے نفخہ مین اس مضمون کو ادا کرینگے کہ اے روحو اپنا اپنا قالب چھوڑ کر میری طرف آؤ اور دوسرے نفخہ مین اس مضمون کا کلام کہین گے کہ اے ٹوٹی ہوئی ہڈیو اور اے کٹی ہوئی رگو اور اے پراگندہ اور جدا جدا ہوئے گوشتو تم سب جمع ہو جاؤ اور اے روحو تم سب اپنے اپنے قالبون مین درآؤ اور مفسرون نے کہا ہے کہ پہلے نفخہ مین سب کی روحین اپنا اپنا قالب چھوڑ دینگی مگر حضرت جبرئیلؑ اور حضرت میکائیلؑ اور حضرت عزرائیلؑ اور حضرت اسرافیلؑ اور حق تعالیٰ کے عرش کے اٹھانے والے فرشتون علیہم السلام کی روحین سو حق تعالیٰ جل شانہ ان سب کی روحین اپنے قدرت کے ہاتھ سے قبض فرماویگا اور پھر سب کے پہلے حضرت اسرافیلؑ زندہ ہون گے تاکہ اپنی خدمت معین کو یعنے نفخہ ثانی کو بجا لاوین اور دوسری مرتبے صور پھونکین غرض کہ عالم کی خرابی کی ابتدا پہلے نفخہ سے شروع ہو گی اور تمام عنصرون کی روحین کھینچ جاوینگی اور اس آواز تند اور سخت کے سبب سے ہوا جنبش مین آویگی **وَحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ** اور اٹھائی جائے گی زمین اور پہاڑ ہوا مین یعنی زمین کے اجزا جو آپس مین اپنی قوت سے طے ہوئے ہین ان مین سستی آجائیگی اور سخت بھونچال آنے کے سبب سے پہاڑ کی جڑین ڈھیلی ہو جاوینگی اور زمین کو چھوڑ دینگی اور ہوا اس شدت سے بہے گی کہ پہاڑ اڑے اڑے پھرینگے اور یہ واقعہ عاد کی آندھی اور مدین والون کے بھونچال اور موتفکات کے الٹ پلٹ کے مانند ہے

ف بیان اس مضمون کا جو صور مین پھونکا جائے گا۔

لیکن اتنا فرق ہے کہ وہ آفتین تمام اس کرہ پر یک بیک ملک پر ہوں اور یہ آفت عام ہوگی تمام زمین اور پہاڑ اور جنگل سب کو شامل ہوگی فَدُكَّتَا پھر کوئی جا نہ بچی زمین اور پہاڑ سخت آندھی کے صدمہ کے سبب سے جو چلائی ہوگی اور پہاڑ اس میں مل کر اگر چورہ چورہ ہو کر زمین کے برابر ہو جائینگے دَكَّةً وَّاحِدَةً کنارا پر رہنے وہ کنارا سب زمین اور پہاڑوں کو شامل ہوگا اس میں کچھ فرق نہ رہیگا اور قیامت کی کل ہوگی فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ پھر اس دن ہونیوالا واقعہ یعنے وہ حادثہ جو تمام عالم کے خراب اور گرفتار کر دینے کے واسطے وعدہ کیا گیا ہے وہ واقعہ اس واقعہ کا بسطح آسمان کے نیچے والوں کو شامل ہوگا اور بطح آسمان کے اوپر والوں کو بھی شامل ہوگا وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ وہ پھٹ جائیگا آسمان اس واسطے کہ یہ بقیہ آسمانی عالم کی بھلائی برائی کے واسطے تھی اور جب عالم ہی نہ رہا تو آسمان کی باقی رکھنے میں بھی کچھ حکمت اور فائدہ باقی نہ رہا پس اسکو بھی ہیبت اور دہشت نے ضرور ہوا آسمان کی استقدر مضبوطی اور پائداری جو ہزاروں اور لاکھوں برس سے مثل ستون کے چلے آتے ہیں کہ اگر کسی وسیلہ سے بھی پھٹنا گوارا نہیں ہے مگر اس وقت ان تمام باتوں کو بالائے طاق رکھ کر اس واسطے کہ یہ آسمان مضبوطی ارواح کے تعلق اور محافظت کے سبب سے تھی پس جب وہ سب ہی نہ رہیں تو آسمان کا قائم رکھنا کونسی کریدیا تو اسکی بنیاد کا گمان کوئی نہ رہا فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ پھر وہ آسمان اس دن نہایت سست اور بیحد کمزور ہو جائیگا جس طرح مرنے کا بدن روح کے نکل جانے سے ہوتا ہے وَالْمَلَكُ اور فرشتے جو آسمان کو دوسری حرکت دلاتے تھے یعنے پکڑ کر زمین رکھنے تھے اور وہ دوسری حرکت آسمان کو پھٹنے ٹوٹنے نہیں دیتی تھی اس واسطے کہ پھٹنا بعضے جزوں کی بمقابلہ کل پر ہوتوت ہے سو جب فرشتے اس حرکت دلانے سے آسمان کے اس روز علیحدہ ہو جائینگے اور بھاگ رہیں گے جا بجا آسمان کے کناروں پر پھٹے ہوئے ہیں گے اور جب کل دوسری حرکت سے خالی ہو جاتی ہے تو فرشتوں کی تاثیر سے جزوں میں منقسم

حرکت کے لانے مین واجب ہوئی یکن وجود المؤثر عدمہ المانع یوجب وجود المعلول
یعنے اسواسطے کہ موثر کا پایا جانا بدون مانع کے معلول کے وجود کا موجب ہوتا ہے سو یہان موثر
نفخہ ہے اور مانع حرکت دورنی تھی سو نہ رہی تو معلول کا وجود لازم ہوا اور معلول یہان پھٹنا ہے
اور جسطرح سے اس نفخہ کا اثر زمین اور آسمان کو پہونچیگا اور عالم سفلی اور عالم علوی کو یہ
واقعہ الٹ پلٹ کر ڈالیگا اسیطرح سے عرش اعظم کو بھی جو سب علوی اور سفلی جسمون کو گھیرے
ہوئے ہے تغیر اور انقلاب پہنچاویگا لیکن عالم سفلی اور عالم علوی کا انقلاب اور تغیر
سستی اور بودے پن کے ساتھ ہوگا یعنے تمام جوڑ بند اسکے ڈھیلے ہوجاوینگے اور عرش مجید
کے انقلاب اور تغیر مین اسکا عکس پایا جائیگا یعنے بھاری پن اور گرانی اسکی زیادہ ہوجائیگی
وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ اور اٹھاوین گے تیرے پروردگار کے عرش کو
فَوْقَهُمْ اپنے سر اور کاندھے پر ہاتھون پر اسواسطے کہ بہت بھاری چیز ہاتھون سے
تھم نہین سکتی اور جس چیز کو ایک آدمی سر پر اٹھا سکتا ہے اسکو دو آدمی بھی ہاتھ سے
نہین تھام سکتے اور عرش مجید کا بھاری پن اس روز پہلے سے دونا ہوجائیگا اسواسطے اپنے
سرون پر اٹھاوینگے ثَمَانِيَةٌ اس دن آٹھ بڑے بزرگ فرشتے اور
اسکے پہلے یعنے اس عالم مین چار فرشتے اٹھاتے تھے اور اس دن عرش اعظم کا بوجھ
زیادہ ہوجانے کی وجہ یہ ہوگی کہ عرش اعظم حضرت حق جل شانہ کی سلطنت اور جہانداری
کی صورت ہے اور جہانداری اس مالک الملک کی اس عالم مین چار صفتون کرکے ہے جو ہر
ذرہ عالم کے ذرون مین سے ان چارون صفتون سے ظہور فرمایا ہے اور ہر ایک کو شامل
اور گھیرے ہوئے ہین پہلی صفت علم ہے اور دوسری قدرت تیسری ارادہ چوتھی حکمت اور
اس عالم آخرت مین چار صفتین دوسری ان چارون کے ساتھ ملین گی تاکہ وہ عالم آخرت کا
اس عالم دنیا سے جدائی اور امتیاز پیدا کرے صفت ظہور اور انکشاف اور حقیقت
ہے یعنے جو اس عالم مین ہے وہ عرش پر ظاہر ہوگا اور حقیقت اسکی کھل جائیگی کسیطرح کا

شبہہ اور دھوکا اور پوشیدگی اور مکر اور فریب اس عالم مین نہ رہے گا یہانتک کہ کافر اور جاہلون پر بھی کسی چیز کی حقیقت چھپی نہ رہیگی اور ہر چیز کو قرار واقعی دریافت کرلینگے چنانچہ قرآن مجید مین جا بجا مذکور ہے جیسے سورۂ طارق مین حق تعالیٰ فرماتا ہے یَوْمَ تُبْلَی السَّرَآئِرُ یعنے جس دن جانچے جاوینگے بھید اور سورۂ مریم کے پانچوین رکوع مین فرمایا ہے اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ یَوْمَ یَاْتُوْنَنَا یعنے کیا سنتے دیکھتے ہونگے جس دن آوینگے ہمارے پاس اور انکے سوا بھی دوسری آیتین ہین اور خطا اور صواب کا نام بھی اس عالم مین نہ رہے گا اسیواسطے تکلیف کا قلم یعنے حکم مکلف سے اٹھ جائیگا اور دنیا مین یہ صفت عام اور شامل نہ تھی اور دوسری صفت سبوغ اور کمال اور تمام ہے یعنے ہر چیز اس عالم مین اپنے کمال پر ہوگی کسیطرح کا نقصان کسی مین نہوگا یہانتک کہ کافر اور بدکارون کے جسم غذا اور دوا کے محتاج نہونگے اور احساس یعنے دریافت اور دوسری قوتین انکی جیسے خیال اور وہم اور عقل کا بوجھ اور قوتین حرکت کرنیوالین اس عالم کے تقاضے اور تاثیر سے نہایت اوج اور کمال پر ہونگی چنانچہ حق تعالیٰ جل شانہ سورۂ عنکبوت کے چوبیسوین رکوع مین فرماتا ہے وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِیَ الْحَیَوَانُ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ یعنے اور پچھلا گھر جو ہے سو وہی ہے جیتا اگر یہ لوگ سمجھ رکھتے خلود اور دوام اور ابدیت اور بقا غیر منتہا یعنے ہمیشگی اسی صفت کی آثار اور شاخین ہین تیسری صفت قدس اور طہارت ہے یعنے اس عالم کی صفائی کے سبب سے سب کے سب کدورتون اور آلودگیون سے بہت دور اور پاک ہونگے یہانتک کہ کافر اور بدکار بھی حاضر ورا ور پیشاب نکرینگے اور کوئی چیز پلید اور نجس وہان نہ رہیگی لیکن پیپ اور زرد پانی زخمون کا اور زخمون کا دھوون اور زنا کار مرد اور عورت کی شرمگاہ کی بدبو جو ہوگی سو عذاب کے واسطے اُن پر مسلط ہوگی نہ بدبو اور نجاست کے طور پر چوتھی صفت عدل ہے اور ہر چیز کا حق اُسکو پہنچانا اور دنیا مین یہ بات ہرگز ہو نہین سکتی اور اُس عالم مین کسی وجہ سے تظلم اور زبردستی نہوگی اور آثار ان چارون

صفتون کے بھی اُس عالم آخرت مین عموم اور شمول کے طور پر درکار ہونگے اسواسطے گرانی
عرش معنوی کی جو عبارت ہے جہانداری سے دونی ہوگی اور صورت کو معنون کے ساتھ
مطابقت ہونے کے سبب سے ظاہری عرش مین بھی بوجھ اور گرانی پیدا ہوگی اور وے
فرشتے جو پہلے اُن چارون اسمون کے مظاہر ہو کے عرش اعظم کو اُٹھائے تھے سو اُس کے
بھاری ہوجانے کے سبب سے اِس بوجھ کو نہ اُٹھا سکین گے اسواسطے دوسرے
چار فرشتے جو اِن چارون اسمون کے جائے ظہور ہین انکی مدد کے واسطے مقرر ہونگے
اور بعضے باریک بین بات کی تہ کو پونہچنے والون نے ایسا کہا ہی کہ عرش اعظم عبارت
ہے فلک لافلاک سے اور اسکی عارضی حرکتون کے آثار کو دنیا مین دوسرے آٹھ آسمان
جو اُسکے نیچے ہین اُٹھائے ہین اور عرش کی روح کی تاثیر سے اور اُسکے خیال سے اُن
آٹھون آسمانون کے ستارون کو مختلف حرکتین ظاہر ہوتی ہین اور اُن حرکتون کے
سبب سے اس عالم مین بھلائیان اور برائیان ظاہر ہوتی ہین اور اس پردے مین
حق تعالیٰ کی تدبیرین جلوہ گر ہوتی ہین اور اس دن یہ آٹھون آسمان آپسمین ٹکرا کے
نیست اور نابود ہوجائینگے اور وے فرشتے جو اِن آٹھون آسمان کے کامون پر مستعد اور
قائم تھے بھاگ کر کنارون پر جائینگے اور عرش کا پائین خالی ہوجائیگا اور عرش کی
تدبیرون کے فیض پونہچانے کا مکان اور اس طرف سے وداعی فائضہ کا محل درمیان
مین نہ رہیگا اسواسطے ضرور ہوا کہ دوسرے آٹھ فرقون کہ اس کام کے واسطے عرش کے
نیچے جگہ دینگے اور وے آٹھون اِس منصب کے حامل اور اٹھانیوالے ہونگے اور جسطرح
ظاہری عرش دُنیا مین اُن آٹھون آسمان پر تھا اسیطرح اُس دن اُن آٹھون فرقون پر
ہوگا اور اس تفسیر کا تائید دینے والا وہ قول ہے جو حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ
سے منقول ہے کہ وے فرماتے تھے لَا اَدْرِیْ اَثَمَانِیَۃُ اَشْخَاصٍ اَوْ ثَمَانِیَۃُ اٰلَافٍ
اَوْ ثَمَانِیَۃُ صُفُوْفٍ اَوْ ثَمَانِیَۃُ اٰلَافِ صُفُوْفٍ یعنے نہین جانتا ہون مین کہ وے آٹھ شخص ہین

یا آٹھ ہزار ہیں یا آٹھ صفیں ہیں یا آٹھ ہزار صفیں اور ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ھُمْ ثَمَانِیَۃُ صُفُوْفٍ لَا یَعْلَمُ عَدَدَھُمْ اِلَّا اللّٰہُ یعنے وہ آٹھ صفیں ہیں جنکی گنتی کوئی نہیں جانتا ہے مگر اللہ تعالیٰ لیکن صحیح حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ھُمُ الْیَوْمَ اَرْبَعَۃٌ فَاِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ اَیَّدَھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی بِاَرْبَعَۃٍ اُخْرٰی یعنے وہ آج کے دن چار ہیں پھر جب قیامت کا دن ہوگا تو تائید کریگا انکی اللہ تعالیٰ چار دوسروں سے اور دوسری روایت میں آیا ہے کہ عرش معلّٰی کے اٹھانیوالوں کے پاؤں ساتویں زمین کے نیچے ہیں اور عرش معلّٰی انکے سروں پر ہے اور وے سر نیچے کیے ہوئے تسبیح میں مشغول ہیں اور قیامت کے دن ان میں سے چار کی یہ تسبیح ہوگی کہ سُبْحَانَکَ اَللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ لَکَ الْحَمْدُ عَلٰی عَفْوِکَ بَعْدَ قُدْرَتِکَ یعنی پاکی بولتے ہیں ہم تیری اے اللہ اور حمد تیری ہی واسطے حمد ہے تیری معافی پر بعد قادر ہونے تیرے کے اور دوسرے چار یہ تسبیح کہیں گے کہ سُبْحَانَکَ اَللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ لَکَ الْحَمْدُ عَلٰی حِلْمِکَ بَعْدَ عِلْمِکَ یعنے پاکی بولتے ہیں ہم تیری اے اللہ اور حمد تیری تیرے ہی واسطے حمد ہے تیرے حلم پر معلوم ہونے کے پیچھے اور وہ جو بعضی روایتوں میں آیا ہے کہ عرش معلّٰی کے حامل بھیڑ بکرے کی صورت ہیں اور انکے شم سے چوتھے تک سو ہزار سال کی راہ ہے سو انکے ڈیل کی بزرگی کی طرف اشارہ ہے اور پہاڑی بکرے کی صورت بھاری بوجھ اٹھانے کے مناسب ہے کچھ بعید نہیں ہے کہ حق تعالیٰ نے انکو بھی وہی صورت دی ہو اور وہ جو بعضی روایتوں میں آیا ہے کہ ان میں سے ایک کی صورت آدمی کی سی ہے اور دوسرے کی صورت بیل کی سی اور تیسرے کی صورت شیر کی سی اور چوتھے کی صورت گیدڑ کی سی سو پہلی روایتوں کے خلاف نہیں ہے سو اسطے کہ ہو سکتا ہے کہ انکا تمام بدن بھیڑ پہاڑی بکرے کی صورت ہو اور انکے چہروں میں اسطرح کا اختلاف ہو تاکہ کئی حقیقتوں کے اختلاف پر اشارہ ہو سو اسطے کہ وہی مختلف صورتیں کے مظاہر ہیں جسطرح پانی کے جانور کہ بدن انکا یکساں ہوتا ہے اور سروں میں فرق ہوتا ہے چنانچہ مچھلی کی صورت اور بعضے

کتنے کی صورت اور سوا اسکے بہت صورتین ہوتی ہین اور فضیلت آئین کمالات آگین بھائی
محمد رفیع الدین صاحب کے سلامت رکھے انکو اللہ تعالیٰ اور زیادہ کرے انکو دین اور دنیا مین
فتوح اور برکتین اپنی بعضی تصنیفات مین ایسا لکھا ہے کہ ملائکہ عرش معلی ایک جماعت
ہین جو حق تعالیٰ کے چار کمالون کے حامل ہین ایک ابداع اور دوسرا خلق اور تیسرا تدبیر
امور اور چوتھا ذات حق سے پہلا فرشتہ کہ ابداع کے کمال کا حامل ہے اور قیوم کے اسم سے ثابت ہے
اور صیرورت اور صورت ظاہری اور مثالی اور ملکون اور جبروت اور حرکتون اور برکتون
پر موکل ہے اور تمام اسفار دون کا علم اور مالی چیزون کی تقسیم اور مضافات کی اور وقتون کی
تعیین کرنا اور وقتون کا اندازہ کرنا اور جو اس قبیل سے ہر پہلے اس سے متعلق ہے اور
دوسرا فرشتہ جو خلق کے کمال کا حامل ہے وہ صور کے اسم سے ثابت ہے اور وہ تمام
نفسون پر اور بسائط اور حرکات فلکیہ اور عنصریہ کے صور نوعیہ پر موکل ہے اور صورتون
کے خواصون کو باقی رکھنے کا علم اور مشخص کرنا اور اسکے آثار کا نشیب پہچانا اور اسکے
ہیکلون اور قالبون کی تعیین کرنا اور جو اسکے متعلق اور مناسب چیزین ہین جن سب کا اس سے
علاقہ رکھتی ہین اور تیسرا فرشتہ جو تدبیر کے کمال کا حامل ہے وہ عدل کے اسم سے
ثابت ہے اور نظام کی تنسیب دینے مین مطلق خیر کے ساتھ صورتون کے اجتماع اور آثار
کے تداخل کے وقت پر موکل ہے اور مخلوقون کے درمیان مین ترجیح کا علم اور اسباب کی
تنگی اور کشادگی اور اندازہ اسکا ایک انتہا تک اور جو اسکے مناسب ہے یہ سب اس سے
تعلق رکھتا ہے اور چوتھا فرشتہ جو تدلی کے کمال کا حامل ہے وہ قدوس کے اسم سے ثابت ہے
اور تمام تجلیات اور شعائر الٰہیہ پر موکل ہے اور ہر قسم کی تنزیہات کے مظاہر کا علم اور شریعتون
کا نصب کرنا اور اہل اشارہ کے عقیدون اور عملون اور مرتبون کا اندازہ کرنا اور مذہب حق اور
باطل کی نگہبانی اور جو اس قسم سے ہو وہ سب اس سے متعلق ہے ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے
کہ وہ مضمون جو حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم مین وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ مجھکو حکم ہوا ہی کہ عرش معلی کے اٹھانیوالے فرشتون مین سے ایک فرشتے کا حال تم پر بیان کرون پھر آپنے اسکی پیدائش اور جسم کی بزرگی کے بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ اس فرشتے کی تسبیح یہ ہے کہ سُبْحَانَكَ حَيْثُ كُنْتَ یعنے پاکی ہی تجھکو جہان کہین ہی تو سو اس مضمون سے اسی بزرگ فرشتے کی طرف اشارہ ہی اور اس سر کی شرح یہ ہی کہ اس فرشتے کی حقیقت ایک خاص جہت سے حق تعالی کے کمالون سے یعنی جسجگہ مظاہر مین تالہ یعنی معبودیت کی صفت کا جمال ظاہر ہوتا ہی تو اس لباس مین حقانیت کی جہت کا منشا اور اس ظہور کا حامل یہی فرشتہ ہوتا ہی گویا کہ جہان کہین تجلی ہوتی ہی اس فرشتے ہی کے دل پر ہوتی ہی اور یہی فرشتہ ہی جو تجلی کی صورت سے متشابہ ہوجاتا ہی یعنے وہ تجلی یہی ہوجاتا ہی اور اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ کے کلمہ سے اپنی زبان کو گویا کرتا ہی اور حق تعالی کی ذات پاک کا آئینہ ہوتا ہی یعنے اس ذات کا عکس اسمین در آتا ہی مِنْ حَيْثُ رَفْعِ الْحِجَابِ یعنے اس طور سے کہ اٹھ جاتا ہی پردہ اسکی مثل یون سمجھا چاہیے کہ یہی فرشتہ تھا جو آگ کی صورت ہوکے حضرت موسی علیہ السلام پر ظاہر ہوا تھا اور اَنْ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ اسی کے مقولہ کا مصداق ہوا تھا یعنے برکت رکھتا ہی جو آگ مین ہی اور انی انا اللہ کا کلمہ جناب پاک پروردگار سے یہ کیفیت اسی فرشتے کے سینے مین ہی نکلتا تھا اور آگ کے آئینہ مین سما جاتا تھا واللہ اعلم بالصواب۔ حاصل کلام کا یہ ہی کہ ظاہر عرش کے اٹھانیوالے اصل مین یہ چار فرشتے ہین اور تشریع کے فیض کی نسبت انکے ساتھ اس سبب سے ہی کہ تشریع منبع ہی تکوین مین اور جو اس عالم دنیا مین انتظام کا جاری ہونا تکوین کے فیض کے موافق ہی اور تشریع کا فیض اس عالم مین تبعی اور ضمنی ہی یعنی دوسری چیز کے سبب سے ہی اور حق اور باطل کا جدا ہوجانا جیسا کہ چاہیے پوشیدگی اور اشتباہ کے پردے مین چھپا ہے اسی سبب سے چار ہی فرشتے اس بوجھ کو تھامے ہین یہانتک کہ جب سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلَانِ کے مضمون کے بموجب حق تعالی کی عنایت تشریع کے باغ کی تعمیر کی طرف متوجہ ہوگی اور ہر جان کا بیج وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ کی زمین مین جو ہر حق والے کے پورا حق ملنے کا گھر ہی بھیرا جائیگا اور ہر شخص کی استعداد مین پیدائشی ہون خواہ حاصل کی ہوئی ظاہر ہونگی اور ہر ایک شخص پاک ایک جہان کا حکم پیدا کریگا اور ہزارون بلکہ لاکھون نیک

اور بصورت اور عملون کا منبع ہوجائیگا تو اُسوقت تشریع کے فیض کے خادم فیض مطلق کے عرش کے اٹھانے مین شریک ہونگے اور وے فرشتے جو اُس دن اس کام مین شریک ہونگے انکی تفصیل یہ ہی کہ پہلا ایک فرشتہ ہی جو پہلے فرشتے کا عرش اُٹھانے مین رفیق اور شریک ہوگا اور سب انسانون اور جنون کے نفسون کی استعدادون کا علم اور وے دقیقے جو ان نفسون مین مندرج ہین اور انکے کمالات کے درجون کا اور اُن قوتون کا جو اُن مین پائی جاتی ہین اُن سب کا علم اسکو ہی اور دوسرا فرشتہ دوسرے عامل کا رفیق اور شریک ہوگا اور عملون کی حقیقتون کا علم اور انکی قسم قسم کی کیفیت طرح طرح کی شکلون سے مثال کے آئینہ مین پائے جانے کا علم اور اُن عملون کی جہتون کی شرح کہ طاعت ہی یا گناہ اسلیے کہ ہر ایک اُن مین سے علحدہ حقیقت شرعیہ ہی اور نیک بختی اور بدبختی کا اندازہ اور احوال اور اقوال اور اعمال کے جزوون کا اور متقدات اور ملکات کا علم یہ سب اُسی سے تعلق رکھتا ہے اور تیسرا فرشتہ تیسرے فرشتے کا رفیق اور شریک ہوگا اور آدمیون کی اختیاجون اور معاملون کا اور بندون کے حقون کا علم اور انکے جھگڑون کا فیصلہ اور برائیون اور کفارون کے مقصدون کی وجہون کا علم اور آپس مین دلون کے زنگ کی محو اور اثبات اور اہل فضل کے درجون کی تشخیص کہ نجات والے کون ہین اور ہلاک ہونیوالے کون ہین اور مصلحتون اور مطلبون اور عذرون کے دستور اور ضبط کا علم اسی کو ہے اور چوتھا فرشتہ چوتھے فرشتے کا رفیق ہوگا اور احوال اور مشاہدات کے پھیلون کا علم اور حق تعالیٰ کے دیکھنے والون کے مرتبون کا علم اور اسماے الٰہی کے ساتھ احوال کا مرتبط ہونا کہ یہی اُن مرتبون کا مبادی ہی اور ہر اسم کا اپنے شبہہ مین ظاہر ہونے کا اندازہ از روے قوت اور ضعف کے اور ذات کے منکشف اور محجوب ہونے کی منزلون کی حدون کا علم اور عمل کرنیوالون کے اخلاص کا اور متخلق اور متحقق ہونا حق تعالیٰ کے ساتھ کا علم اور جو اسکے مناسب ہے سب اسکو ہوتا ہی یہانتک تمام ہوا کلام مولوی رفیع الدین صاحب کا اور بعض مفسرون نے کہا ہی کہ جبتک عرش علیٰ اپنے

مکان مین ثابت اور برقرار ہے تب تک اسکو چار فرشتے جلیل القدر اُٹھا سکتے ہین اور جب اپنے
مقام سے خنبش کریگا اور دوسری جگہ پر جاویگا تو اسوقت چار فرشتے دوسرے چاہیئے اُن
پہلے چارون کی مدد کو اسواسطے کہ جب کوئی بھاری چیز ایک جگہ سے دوسری جگہ پر لے جایا
چاہتے ہین بخلاف اسکے کہ وہ چیز اپنی جگہ پر قائم رہے کہ اسمین زور کم درکار ہوتا ہے اور جو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے بوجھا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ حق تعالی جلشانہ اپنے بندون کے
ساتھ دنیا اور آخرت مین وہی معاملہ کرتا ہے جو انکے ذہنون مین بیٹھا ہوا ہے اور انکے آپس مین
دستور ہے اور چلا رہا ہے جیسے دنیا مین باوجود اس بات کے کہ حق تعالی مکان سے منزہ اور
پاک ہے لیکن اپنے واسطے ایک گھر ٹھہرایا ہے تاکہ بندے اس گھر کو دیکھکر اس گھر والے کی
تعظیم بجالاوین اور بدون اُس گھر نزدیک کے دیکھے ہوئے ممکن نہ تھا کہ ان کی بالفعل تعظیم
اُنکے ظاہر پر ظہور کرے اور اُس گھر مین ایک سیاہ پتھر کو یعنی حجر اسود کو اپنا سیدھا ہاتھ ٹھہرایا
اسواسطے کہ آدمیون کی عادت یون ہی ہوتی ہے کہ اپنے رئیس اور سردارون سے جو ملاقات
کرتے ہین تو پہلے مصافحہ کرتے ہین اور ہاتھ کبھی چومتے ہین اور بندون کے عملون اور
کامون کی نگاہداشت کے واسطے فرشتون کو انبار نویس اور نفیہ نویس مقرر کیا ہے کہ بندون کے
عملون کو لکھتے رہین اور حال یہ ہے کہ حق تعالی کا علم سب کو گھیرے ہوے ہے پھر اس لکھنے کی
احتیاج نہین ہے اور اسکو کچھ بھول جانے کا بھی خوف نہین ہے اور اسیطرح اگر تمام شرعی
کامون مین غور اور فکر کیجاوے تو بہت معقول اور محسوس مشاہبت کا مرعی اور معتبر ہونا کھل جاوے
اسیطرح آخرت مین بھی بنی آدم کے ساتھ وہی معاملہ کیا جاویگا جو انکے دلون مین اور ذہنون
مین گڑا ہوا ہے اور بادشاہون کی شان بھی یہی ہے کہ جب انصاف کرنا اور ظالمون سے
مظلومون کا حق دلانا منظور ہوتا ہے تو پہلے پردے اور حجاب کو دور کرتے ہین اور رعایا کو
توپ اور نقارے اور سپاہ کی آوازے نہ دار کرتے ہین اور بلاتے ہین پھر آپ تخت پر
بیٹھکر دربار عام فرماتے ہین اور متصدی ہر دفتر کے حاضر ہوتے ہین اور تمام فوج سے

لوگ پیادے اور سوار صف باندھکر کھڑے ہوتے ہین تاکہ جو حکم ہو مارنے یا باندھنے یا قتل
کا تو اسیوقت بجالاوین اور سرفرازی کے اسباب جیسے خلعت خانہ اور عذاب کے اسباب
جیسے زنجیر اور طوق اور بیڑی اور جلاد سب مستعد اور حاضر ہوتے ہین سو اسی وحشت ناک شکل
اور خوف والی صورت کو رنگ برنگ کی تقریرون سے قرآن کی آیتون مین اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام مین بہت شرح اور تفصیل سے بیان فرمایا پس جبکہ یہ عرش معلی
سے وہ عرش اعظم نہین مراد ہے جو سارے جہان کو گھیرے ہوئے ہو اور اسکو اس دن اپنے
مکان سے جدا ہونا بوجھا جاوے بلکہ مراد عرش دوسرا ہے یعنی عدالت الٰہی کی تجلی اس نورانی
عظیم القدر جسم پر مستولی اور غالب ہوکر حشر کے میدان مین ظہور فرماویگی چنانچہ دوسری
آیت مین یعنی سورۂ زمر مین مذکور ہے کہ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ
وَجِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ یعنے اور روشن
ہوگی زمین اپنے رب کے نور سے اور لائے جائینگے نبی اور حاضر کئے جائینگے پیغمبر اور گواہ اور فیصلہ
ہوگا ان مین انصاف سے اور ان پر ظلم نہوگا پھر اس سورۃ کے آخر مین فرمایا ہے
وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّیْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِیَ بَیْنَهُمْ
بِالْحَقِّ وَقِیْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یعنے تو دیکھے گا فرشتون کو کھڑے ہوئے
گرد عرش کے پاکی بولتے ہین اپنے رب کی خوبیان اور فیصلہ ہوا ہے انمین انصاف کا اور
یہی بات ہوئی کہ سب خوبی اللہ کو جو صاحب ہے سارے جہان کا لیکن اس مقام پر
جاننا چاہیے کہ یہ جو شریعت کے حکمون مین عقلی چیزکی مشابہت ظاہری چیز کے ساتھ
آئی ہے یہ فقط تصور اور خیال نہین ہے کہ عوام لوگون کی رغبت دلانے یا ڈرانے کے واسطے
لائے ہون بدون اس بات کے کہ اسکی کچھ اصل اور حقیقت ہو بطرح معتزلہ اور فلسفی مزاج سمجھتے
ہین اور اس اپنی بوجھ اور سمجھ پر فخر کرتے ہین بلکہ اس تشبیہ کی حقیقت ہے بدون مجاز
کے اسواسطے کہ حق تعالی کی ذات پاک کو ظہور اور تجلی اور نوادر تدلی کی صفت ثابت ہے

اور باوجود اس بات کے کہ تنزیہ اور پاکی کے اعلیٰ مرتبے مین ثابت ہے لیکن ہوسکتا ہے کہ جس رنگ اور طور سے چاہیئے اپنے تئین ظاہر کرے اور جلوہ گر ہووے چنانچہ طور پہاڑ کی آگ کے بیان مین اور لن ترانی کی شرح مین صراحۃً ظاہر کرکے فرمایا ہے بس ان مقامون مین کہ بندون کے مرجع اور بازگشت ہین دنیا مین بھی اور آخرت مین بھی حق تعالیٰ کی ذات پاک متجلی ہے اور اس مالک الملک کے حکم نافذ اور جاری ہین اور اہل شرع اور فلسفون کے عقیدے مین فرق اتنا ہی ہے کہ اہل شرع ان تجلیات کو ثابت کرتے ہین بلکہ اگر خوب تامل کیا جاوے اور شرعی اخبارون مین غور کرکے دیکھا جاوے تو تشبیہ اور تنزیہ کے عقیدے مین انطباق یعنی برابری پیدا کرتے ہین اسطور سے تشبیہ تجلیات اور ظہورات مین ہے اور تنزیہ ذات اور حقیقت مین فقط حاصل کلام کا آسمانون کے پردے اٹھ جانے کے بعد اور عرش معلی کے ظاہر ہونیکے بیان کے بعد فرماتے ہین کہ یَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ اُس دن حاضر کیے جاؤگے اپنے پروردگار کے سامنے لوح محفوظ کے ظاہر ہونے کے سبب سے جو عرش معلی کے حاملون پاس ہے اور اسی کے مطابق کراما کاتبین کے نسخہ بھی اسی مقام پر حاضر کیے جاوینگے لَا تَخْفٰى اچھا نہ ہوگا کسی پر پہلے ہون یا پچھلے ح کیسکا احوال مِنْكُمْ خَافِيَةٌ کوئی حال چھپا اور حدیث شریف مین آیا ہے کہ قیامت کے دن تین مرتبے عمل عرض کیے جاوینگے پہلے مرتبے کافر اور گنہگار اپنے اپنے بُرے کامون سے انکار کر جائینگے اور دوسرے مرتبے جب گواہ اُن کامون پر گذر ینگے جیسے دن اور رات اور آسمان اور زمین اور انکی کھال اور ہر ہر عضو انکا گواہی دیگا تب بہانے کرینگے اور عذر در پیش کرینگے اور تیسرے مرتبے عذر بھی انکے باطل ہو جائینگے اور حکم ہوگا کہ انکے نامۂ اعمال اڑا دو پھر بعضون کو داہنے ہاتھ مین سامنے سے دینگے اور بعضون کو بائین ہاتھ مین پیٹھ کے پیچھے سے دینگے پھر نامۂ اعمال اس طور سے دینے کے ساتھ ہی ہر ایک پر اپنے انجام کا حال کھل جائیگا اور پڑھنے

کے پہلے ہی اعمال کی بھلائی برائی معلوم ہوجائیگی فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ پھر لیکن وہ شخص جو دیا جائیگا اُسکا نامۂ اعمال اُسکے داہنے ہاتھ مین تو پوچھ لیگا کہ میرا داہنا ہاتھ زور آور تھا اور میرا نامۂ اعمال جو داہنے ہاتھ مین دیا ہے تو میرا زور آور ہونا غلبۂ نفس کی خواہش اور حرص اور غضب پر ثابت ہوا فَیَقُوْلُ پھر کہے گا وہ شخص فرشتون کو هَآؤُمُ اقْرَءُوْا کِتٰبِیَهْ لو پڑھو میری کتاب اس واسطے کہ اس مین بالکل میری بہتری اور خوشی ہے اور جو چیز مجھکو رنجیدہ اور غمگین کرے وہ ہرگز اسمین نہو گی اسواسطے کہ مین نے دنیا مین حق کی جانب کو قوی کیا تھا اور باطل کی جانب کو ضعیف اِنِّیْ ظَنَنْتُ بیشک دنیا سے جاتا تھا مین نے ایسا جانا جو یقین کے نزدیک تھا اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ مقرر مین ملاقات کرون گا اپنے حساب سے آخرت مین اسیواسطے دنیا مین ہمیشہ اپنے نفس سے محاسبے مین مشغول رہتا تھا اس دن کے حساب مین گرفتار ہونے سے پہلے اور کتابیہ اور حسابیہ کے آخر مین جو ہا ساکن ہے وہ ہا ضمیر کی نہین ہے بلکہ سکتے کی ہا ہے جو عرب کے کلام مین وقف کے واسطے زیادہ کرتے ہین فَهُوَ پھر وہ شخص باوجود عام ہونے بالا کے اور شائع اور پھیل جانے رنج اور غم کے فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ من مانتی زندگانی مین اور گذران مین ہوگا اسواسطے کہ اسکو کچھ بھی رنج اور غم نہو گا جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کے لوگ کہ عین طوفان مین خاطر جمعی سے اپنی گذران کرتے تھے سو اس شخص کے ساتھ اتنی ہی خاطر جمعی اور بے غمی پر کفایت نکرینگے بلکہ وہ شخص داخل ہوگا فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ بڑے رتبے والے بہشت مین جس مین مکانات عمدہ اور فرش نفیس اور برتن چاندی اور سونے کے اور نہرین جاری اور اُن نہرون مین فوارے چھوٹتے ہونگے اور درخت میوے سے لدے ہوئے اور سبزے لہلہاتے ہونگے اور باوجود ان سب چیزون کے اس بہشت مین ایک صفت دوسری ہو جو دنیا کے باغون مین وہ صفت ہرگز نہین ہوسکتی سو وہ صفت یہ کہ

قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ میوے عمدہ اور چنے ہوئے اس باغ کے جھکے اور نزدیک
ہیں کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے کے اسطرح پر کہ جوں ہی بہشتی نے اسطرف اشارہ کیا تو درخت
کی ٹہنی اس میوے کو اس بہشتی کے منہ کے پاس پہونچا دیگی اور یہ سب اتن وہاں کے
درختوں کو اللہ کی زندگانی کی قوت سے حاصل ہونگی کہ ان دنیا کے وہاں شعور اور دانت کو
پیدا کیا ہے اور فرشتوں کو بہشت میں داخل کرنے سے پہلے یہ خوشخبری سنا دینگے کہ كُلُوا
وَاشْرَبُوا کھاؤ اور پیو کھانے اور پینے بہشت کے هَنِيئًا گوارا ہو جیو تم ہمیشہ
بچ بچ جاؤ اور بیمار ہونے اور ثقالت اور دوسرے کسی مرض کا سبب نہ پڑے بِمَا
أَسْلَفْتُمْ بدلہ ہو اسکے جو پہلے اس سے دنیا میں کیا ہے تمنے جیسے عبادتوں میں محنتیں
اور حرام خواہشوں کو رد کرنا اور حق راہ کے ڈھونڈھنے میں رنج اور تکلیفیں کھینچنا
فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ گذرے ہوئے دنوں میں یعنی ان روزوں میں جو کھانے پینے سے خالی تھے
جیسے رمضان اور نفل روزوں کا جو بندہ دوسرے دنوں میں روزہ رکھتا ہے جیسے ایام بیض اور پنجشنبہ
کا عرفہ یعنے نویں تاریخ اور عاشورے کا دن اور دوشنبہ اور پنجشنبہ اور شب برات کا دن
یعنے جو لوگ ان دنوں میں روزہ رکھتے ہیں اور جو سوا اسکے ہیں اور جو ہمیشہ نفل پڑھتے ہیں آیا ہے کہ بہشت کے
دروازوں میں سے ایک دروازے کا نام ریان ہے جو شخص اس دروازے سے پہنچے گا کبھی
پیاسا نہ ہوگا سو وہ دروازہ خاص روزہ داروں کے واسطے ہے اس دن ان سے
حق تعالیٰ فرماویگا کہ تم ہمارے واسطے بہت کھانا اور پینا چھوڑ دیا تھا دنیا میں کہ پیاس کے غلبے سے
ہونٹ تمہارے خشک اور بھوک سے پیٹ تمہارے بیٹھ سے ملے ہوئے اور
راتوں کے جاگنے کے سبب سے آنکھیں تمہاری بیٹی ہوئی رہتی تھیں سو آج کے دن
اس محنت کے بدلے ہماری بہشتی کی نعمت میں درآؤ اور بہت میٹھا اور فربہ اور بہشت کا
باقی ہوا ترمذی نے بیان میں نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی بہشت
میں نہ جاویگا جب تک اپنا ٹھکانا دوزخ میں نہ دیکھ لے اور یہ اسلئے ہے جو رب العالمین کی

درگاہ سے اُسکے ہاتھ مین عنایت ہوگی اور مضمون اُس دست آویز کا یہ ہوگا کہ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هٰذَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰى لِفُلَانِ ابْنِ فُلَانٍ
اُدْخُلُوْهُ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ۵ شروع اللہ تعالے کے نام سے جو
نہایت مہربان بہت رحم والا ہے یہ سند ہے اللہ تعالی کی طرف سے واسطے فلانے
شخص کے جو فلانے کا بیٹا ہے داخل کرو اسکو رتبے والی بہشت مین جسکے خوشے جھک
رہے ہین وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتَابَهٗ بِشِمَالِهٖ اور لیکن جو شخص جو دیا جائیگا اُسکا
نامۂ اعمال اسکے الٹے ہاتھ مین تو بوجھ نے لگا کہ میرا الٹا ہاتھ میری بائین طرف تھا اور
میرا نامۂ اعمال جو اس ہاتھ مین دیا ہے تو معلوم ہوا کہ میرے عمل بورے اور نکمے ہین
عذاب سے چھڑانے کی قوت ان مین نہین ہے پھر بہشت کے میوون پر جو نجانا کیسا
اپنے ہوسکے گا بس واویلا اور واحسرتا کرے گا فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ
اُوْتَ كِتَابِيَهْ پھر کہے گا کیا اچھا ہوتا کہ نہ دیا جاتا مین اپنی کتاب یعنی نامۂ اعمال
اسواسطے کہ لوگ ادھر اُدھر سے اس کتاب کے پڑھنے کی تکلیف مجھے دینگے اور اسکے
پڑھنے مین فضیحت اور رسوا ہونگا مین وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ
اور کیا اچھا ہوتا کہ نہ جانتا مین کہ میرا حساب کیا ہے اسواسطے جو حساب خرابی اور
ہلاکی کا سبب پڑے اُسکا نہ جاننا جاننے سے بہتر ہے اور سے بھی ہے کہ حساب کے
دریافت کرنے مین مجھکو میرے سب عمل بُرے یاد آوینگے اور اُنکے یاد آنے مین بڑا رنج
سہنا مین گرفتار ہوگی تو عذاب ظاہر کے پہلے یہ باطنی اور روحی عذاب مجھکو ہوگا اور اگر
کوئی شخص اسکو کہے گا نصیحت کے طور پر کہ ایسی مبغایدہ باتین تو کیون کرتا ہے کہ مجھکو نامہ
ندیتے اور میرے عملون پر مجھکو خبردار نکرتے تو بہتر تھا اسواسطے کہ جو اس محشر کے میدان مین حاضر
ہوا ہے سو اسکو نامۂ اعمال کا ملنا اور اپنے عملون پر مطلع ہونا ضروری ہے تو وہ بعد تعجب
اس نصیحت کے جواب مین دوسری آرزو کریگا کہ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ

اے کاش یہ قیامت میرا کام تمام کرتی اور مجھکو مار ڈالتی تاکہ اس سوائی اور اس عذاب سے چھٹکارا پاتا مین اور اگر فرشتے کہینگے کہ اپنے بُرے کامون سے خلاصی حاصل کرنے کو اللہ تعالیٰ کی راہ مین خیرات اور صدقے دنیا مین کیون ندیئے تو نے کہ اَلصَّدَقَةُ تُطْفِي الْخَطِيْئَةَ كَمَا يُطْفِي الْمَاءُ النَّارَ یعنے صدقہ دنیا مٹا دیتا ہے بُرائی کو جسطرح بجھا دیتا ہے پانی آگ کو تو وہ بدبخت انکے جواب مین کہے گا کہ مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ کچھ کام نہ آیا میرے میرا مال اسواسطے کہ مین نے دنیا مین اپنا مال بیجا اور بیفائدے کی جگہ مین خرچ کیا اور برباد کیا اور اب اسوقت میرے پاس کچھ بھی نہین ہے جو گناہون کے بدلے مین دیکر خلاصی حاصل کرون اسواسطے کہ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطَانِيَهْ برباد ہوئی مجھ سے حکومت میری جو اپنے اندازے کے قدر دنیا مین رکھتا تھا ایک گھر پر یا ایک گانون پر یا ایک شہر پر یا ایک مُلک پر اور کم سے کم اپنے مال پر اور لونڈی غلام اور ہاتھ پیر پر تو البتہ حاکم تھا مین جو کچھ مین چاہتا تھا وہ ان پر حکم کرتا تھا اور یہ میرے حکم کو بجا لاتے تھے اب کوئی شخص اور کوئی چیز میرے حکم اور تصرف مین نہین ہے سو جب اُسکو سوائے حسرت اور ندامت اور باطل آرزوؤن کے کوئی جواب معقول میسّر نہوگا تب حق تعالیٰ فرشتون کو حکم فرماویگا کہ خُذُوْهُ پکڑو اسکو سختی اور غصّے سے فَغُلُّوْهُ پھر اسکا ہاتھ اسکی گردن مین باندھو اسواسطے کہ یہ شخص ہمارے عطیے ہاتھون کی نعمت کا شکر بجا نہ لایا اور ہماری رضامندی کی باتون مین اپنے ہاتھ کو نہ کھولا حدیث شریف مین آیا ہے کہ اس حکم کے سنتے ہی ایک لاکھ فرشتے اسکی طرف دوڑ پڑینگے اور اسکے ہاتھ کو اسکی گردن سے باندھ دینگے پھر حکم ہوگا کہ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ پھر دہکتی آگ مین ڈالو اسکو اسواسطے کہ اسنے کسی چیز کو دنیا کی لذتون اور نعمتون سے خدا کے واسطے نہ چھوڑا تھا سو اسکے عوض مین اس ملامین اسکو جلاؤ اور آگ مین ڈالنے کے پہلے اسکے ہاتھ اور اسکے [illegible] باندھینگے تاکہ دوزخ مین ڈالنے کے وقت ہاتھ نہ ہلاوے اور حرکت

اور جنبش بھی اونکی سی نکر سکے کہ اسمین عذاب مین تھوڑی تخفیف ہوجاتی ہو ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ پھر ایسی زنجیر مین کہ اول سے آخر تک ہر حلقہ اُسکا دوسرے حلقے سے ملا ہو ذَرْعُهَا جسکی ناپ سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا ستر گز ہو جیسا کہ گز سے جو فرشتون کے عرف مین رائج اور مشہور ہو اور ہر گز اُسکا ستر باع ہو اور باع اتنا ہے جتنا کہ اور کوفے کے درمیان مین دوری ہے اسیطرح روایت کی گئی ہو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اور دوسرون سے بھی فَاسْلُكُوْهُ پھر جکڑو اسکو تاکہ اس زنجیر کے حلقون مین بند ہوجاے اور ہاتھ پانون اور دوسرے اعضا سے بھی حرکت نکر سکے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہو کہ وہ زنجیر اسقدر جلتی ہوگی کہ اُسکے پاخانہ کے مقام سے گھسے گی اور حلق سے نکل آویگی اور اسکی پیشانی سے قدم تک لپٹ جائیگی اور اسکو اُس زنجیر سے سوا اسطے عذاب کیا ہے کہ اِنَّهٗ كَانَ بیشک وہ تھا بے انتہا حادثون کے تسلسل کا قائل اور ہمیشہ اسباب اور مسببات ہی کے سلسلے کے ملاحظہ مین لپٹا رہتا تھا اور ہر چیز کو کسی سبب کی طرف نسبت کیا کرتا تھا پھر اس سبب کو دوسرے سبب کی طرف اسیطرح کے تسلسل مین گرفتار رہا اور مسبب الاسباب کیطرف نہ جھکا یہی سبب تھا کہ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ایمان نہ لاتا تھا خداے بزرگ کا ایسا خدا جسکی عظمت اور بزرگی کے ملاحظہ کے سامنے جتنے سبب ہین نظر سے ساقط ہوجاتے ہین اور اعتبار سے جاتے رہتے ہین اور کیا اچھی بات کہی ہو کسی شاعر نے ؎ از سبب سازیش من سوداییم ؎ وز سبب[1] سوزیش سوفسطاییم ؎ اس شعر کے معنی اوپر کی سورۃ مین گذر چکے ہین اور باوجود ایسی شدت کفر کے عذاب کی تخفیف کا کوئی سبب رکھتا تھا سوا اسطے کہ بدنی عبادت اس شخص سے متصور نہ تھی اس سبب سے کہ مسبب کا قائل نہ تھا پھر اگر عذاب کی تخفیف کے واسطے کچھ بھی کام آتی

[1] یعنے شاعر صوفی کا حال بیان کرتا ہو کہ اسطرح مشاہدۂ ذات مین مستغرق ہوتا ہو کہ کسی اسباب کی حقیقت اسکے سامنے نہین رہتی ہو سو سبب سازی مین تو سودائی کے مشابہ ہوتا ہو سوا اسطے کہ سودائی کے خیالات وہمی ہوتے ہین لیکن جسکو حق تعالے چاہتا ہو اپنی قدرت کاملہ سے ایسے سبب کامل کردیتا ہو اور کینے سے مہرا کاتا ہو اور اضداد کی شدت کو دور کردیتا ہو اور سبب سوزی مین سوفسطائی کے مشابہ ہو سوا اسطے کہ انکے نزدیک اشیاء کا وجود حقیقی نہین ہو اور یہ سب کو غیر حقیقی کہتے ہین وہ انکے نزدیک فقط وہمی ہو اور یہی حال صوفی کا بھی ہے لیکن صوفی کو مشاہدۂ ذات کے استغراق [illegible] طرف توجہ نہونی اور سب چیز کو وہمی

وہ مالی عبادت تھی سو وہ بھی اسنے اپنے ہاتھ سے کھودی بلکہ اپنے دینے کا تو کیا ذکر ہے دوسرے کا دینا فقیروں کو کیا دیتا تھا کہ یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ اور تاکید نہ کرتا تھا اپنے اہل وعیال و اولاد و نوکروں کو مسکینوں کے کھلانے کو تو اسکے ہاتھ گردن پر باندھنے کی وجہ یہی تھی کہ یہ اپنے مال کے دینے میں ہاتھ کھینچے رہتا تھا اور بخل کرتا تھا اور حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو انصاریوں میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے جلیل القدر صحابی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے حق میں فرمایا کہ ابو درداء میری امت کا حکیم ہے انسے منقول ہے کہ یہ اپنے گھر کی بی بی سے کہا کرتے تھے کہ شوربا حالیں میں زیادہ کیا کرو تاکہ فقیروں کے کام آوے انکی بی بی نے سمجھا کہ شوربا کے زیادہ کرنے میں کیا فائدہ ہے اسواسطے کہ کھانے میں لذت خوب نہیں ہوتی تو اپنے کہا کہ تم نے نہیں سنا کہ ایمان نہ لانے اور مسکینوں کو کھانا نہ کھلانے کے سبب سے کافروں کو آگ کی زنجیروں میں جکڑ کے عذاب کرینگے سو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایمان لانے کے سبب سے آدھی اس زنجیر کو اپنے سے کاٹ ڈالا ہے اور آدھی جو باقی ہے وہ میں مسکینوں کو کھلانے کے سبب سے اپنے سے دور کیے دیتے ہیں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کافر جسطرح ایمان اور معرفت کے مکلف ہیں اسیطرح دوسری عبادتوں کے بھی مکلف اور مخاطب ہیں اور انکی دلیل یہی آیت ہے یعنے اگر ایسا نہ ہوتا کہ کافروں پر کھانا نہ کھلانے کے سبب سے عذاب ہوتا اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کافروں پر عذاب ایمان نہ لانے کے سبب سے ہوگا لیکن اگر مسلمین کو کھانا کھلایا ہوتا تو عذاب میں کچھ تخفیف ہوتی اور اس آگ کی زنجیر میں گرفتار نہ ہوتے اور جب مسکینوں کا کھلانا ترک ہوا اور اس سبب سے انکے عذاب میں تخفیف نہ ہوئی تب آگ کی زنجیر میں جکڑے گئے سو یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ کافر جو اللہ تعالیٰ کی مخلوقات سے احسانات کرتے ہیں اس سبب سے انکے عذاب میں تھوڑی تخفیف ہوگی یہ معنی اس آیت کے [illegible] کافروں پر فرض ہونا اور جب کافروں کے عذاب کی

شدت کے بیان کرنے سے فراغت پائی تو اب بیان فرماتے ہین کہ دنیا مین رنج اور غم کی شدت مین دو چیزین تخفیف اور غم کی کمی کا سبب پڑتی ہین ایک تو اپنا دلی دوست جو ایسے شدت اور تکلیف کے وقت مین تسلی اور دلاسا اور ماتم پرسی کرکے رنج اور غم کی شدت کو ہلکا اور سبک کردیتا ہے اور دوسرا لذیذ اور فربیار کھانا کہ دل کو قوت بخشتا ہے اور طبیعت اُسکے کھانے سے خوشی اور فرحت حاصل کرتی ہے اور اس رنج اور ملال کے اٹھانے اور برداشت کرنے کی طاقت ہوتی ہے سو اسلیے رنج اور مصیبت مین پھنسے ہوؤن کی ان ہی دونون طرحون سے مدد اور اعانت کیا کرتے ہین سو ان دونون چیزون کو بھی ہمارے نفی کرتے ہین اور فرماتے ہین کہ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ پھر نہین ہے اس کافر کے واسطے اس دن جسکی شان مین حق تعالےٰ فرماتا ہے کہ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ کی تفسیر یعنی جس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی اور ماں اور باپ اور جورو اور بیٹے سے اگرچہ دوسرے دنون مین یعنی دنیا مین اس قسم کے لوگ بہت ہوتے تھے هٰهُنَا حشر کے میدان مین جہان ہر شخص اپنے حال مین گرفتار ہوگا اور اپنے انجام کی فکر مین گھبرایا ہوا بیقرار ہوگا اگرچہ جنت مین داخل ہونے اور اپنی مطلوب سے آسانی اور چین حاصل ہونے کے بعد اپنے خویش اور اقربا اور دوست اور آشنا کے حال سے بھی پریشان ہوگا اور یاد کریگا پھر اگر انکو شفاعت کے قابل پاویگا تو انکی شفاعت کریگا حَمِيمٌ کوئی قرابتی جو اسکی خاطر داری کرے اور اسکی تسلی اور دلاسے کے سبب سے تھوڑا سا آرام اور تخفیف عذاب مین اس کافر کو حاصل ہووے وَلَا طَعَامٌ اور نہ کھانا جسکے سبب سے کچھ بدن کو قوت اور دل کو فرحت حاصل ہووے تاکہ اس عذاب کے برداشت کی طاقت ہو إِلَّا مِنْ غِسْلِينٍ مگر دھوون دوزخ مین جلے ہوؤن کے زخمون کا جو پیپ اور زرد پانی کی صورت دوزخیون سے بہکر دوزخ کے گڑھون مین جمع ہوگا اور بدبو اور بدمزگی اور بے لذتی مین اسقدر ہوگا کہ لَا يَأْكُلُهُ إِلَّا الْخَاطِئُونَ نہ کھاسکے گا کوئی

اسکو مگر اسی قسم کے خطا کار گنہگار جنکے نہ ایمان کا ٹھکانا اور نہ کبھی اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ
احسان اور سلوک انسے ہوا تھا پھر وہ لوگ ایسے بدمزہ بدبودار کھانے کو نہایت بیقراری اور
بھوک کے غلبے سے ہزار دشواری سے حلق کے نیچے اتارینگے لیکن آخر کو اس کھانے کی تاثیر سے
جو زہر کا خاصہ رکھتی ہوگی بیقراری اور بیتابی کی زیادتی ہوگی تو ایسا کھانا کھانے مین بھی انسے
خطا ہوگی کہ اس کھانے کو قوت کا سبب جانکے کھائینگے پھر اسکے سبب سے اور عذاب کی شدت
مین گرفتار ہونگے یہ انکا حال ایسا ہے جیسے کوئی شخص ہر قاتل کو غذا یا دوا یا معجون مقوی کے عوض
مین استعمال کرے کہ سراسر خطا اور چوک ہے لغت والون کو اس جگہ پر ایک اعتراض ہے اسکا مطلب
یہ ہے کہ عرب کی زبان مین دھوون کو غسلین کہتے ہین اور حال یہ ہے کہ دوزخ مین دھوون نہوگا
اور دھوون مراد بھی نہین ہے بلکہ حدیث شریف مین غسلین کی تفسیر مین زرد پانی اور پیپ
اور خون فرمایا ہے سو اسمین کیا نکتہ ہے کہ زرد پانی اور پیپ اور خون کو غسلین فرمایا ہے اور اس
اعتراض کا جواب یہ ہے کہ زرد پانی اور پیپ اور خون جو دوزخیون کے اعضا گھٹانے اور نقصان
مین کچھ تاثیر نکریگا اسواسطے کہ انکا گوشت اور پوست انکے بدنون پر ہر وقت تازہ پیدا ہوگا
تو گویا زرد پانی اور پیپ اور خون نے انکے حق مین دھوون کا حکم پیدا کیا گویا اس تازہ
پوست کو دھو ڈالا اور پاک کرکے پھینکدیا اور اس پہلی کھال کے زرد پانی ہوکر بہ جانے کے
سبب سے اور نئی کھال اسکی جگہ پیدا ہوجانے سے ایسا ظاہر ہوا کہ وہ جلی ہوئی پہلی کھال
میل کے مانند تھی جو بدن سے دور ہوگئی سو ایسی باریکیون کی رعایت کرنا فن بلاغت
کے اعجاز کے مرتبون سے ہے اس باریکی کے فائدے کیواسطے غسلین کے لفظ کو زرد پانی اور
میل کیواسطے استعارہ فرمایا ہے یعنے اسکے عوض مین لائے ہین فصیحون کے قاعدے
کے بموجب اور جو اس سورۃ مین ابتدا سے یہانتک ان امرون کی تفصیل جنپر حاقہ ہونا
ثابت ہوتا ہے قطعی دلیلون اور واضح برہانون سے سن چکے اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ علم حکیمون
کی فکر اور دانائون کی عقل سے باہر ہے اپنے علم اور عقل کے زور سے کوئی اسکو پا نہین سکتا

تو اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ یہ کلام حق تعالیٰ کا ہی کسی مخلوق کا نہین ہی فَلَآ اُقْسِمُ پھر قسم نہین کھاتے ہین ہم اسواسطے کہ قسم کھانے کی کچھ احتیاج نہ رہی یہ کلام آپ ہی اپنے حال پر گواہ عادل ہی اور شاہد صادق ہی اور اسکی مثال یون سمجھا چاہیے کہ جسطرح کتاب شفا جو تصنیف ہی شیخ بو علی سینا کی اسکا مضمون اس قسم کا ہی کہ وہ خود دلالت کرتا ہی اس بات پر کہ یہ حکیم کا کلام ہے اور اسیطرح کتاب قانون بھی اسی کی تصنیف ہی لیکن اسکا مضمون خود دلالت کرتا ہے اسپر کہ یہ کلام طبیب کا ہی اور اگر تم لوگون کو بغیر قسم کے یقین نہین آتا ہی تو ہماری قسم بِمَا تُبْصِرُوْنَ اُس چیز کے ساتھ ہی جو دیکھتے ہو یعنے وہ لطیفے اور فائدے ظاہری جو اس کلام سے اپنی دانائی کی آنکھ سے دیکھتے ہو وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ اور جو نہین دیکھتے ہو یعنے وہ لطیفے اور فائدے باطنی جو اپنی دانائی اور عقل کی بصارت سے انکو پا نہین سکتے بلکہ انکے دریافت کرنے مین تعلیم اور تنبیہ کے محتاج ہوتے ہو بلکہ تعلیم اور تنبیہ کے بعد بھی تمھاری عقل کی نظر انکے دیکھنے مین چوندھیاتی ہی اور پھر نظر دیکھ نہین سکتی اور بعضے مفسرون نے کہا ہی کہ ما تبصرون سے ظاہر کا عالم مراد ہی اور ما لا تبصرون سے غائب کا عالم مراد ہی اور بعضون نے کہا ہے کہ ما تبصرون وہ ہی جو زمین کے اوپر ہی اور ما لا تبصرون وہ ہی جو زمین کے نیچے ہے یا ما تبصرون سے عالم اجسام مراد ہی اور ما لا تبصرون سے عالم ارواح مراد ہی یا اول سے انسان اور دوسرے سے جنات مراد ہی اور بعضون نے کہا ہے کہ ما تبصرون سے کعبۂ معظمہ زادہا اللہ تشریفا و تکریما مراد ہے اسواسطے کہ انوار الٰہی کی تجلی اس مقام مین اسطرح سے ظاہر اور باہر ہے کہ آنکھ کی بینائی سے معلوم ہوتی ہی اور ما لا تبصرون سے بیت المعمور مراد ہے اور بعضون نے خشکی اور تری کے مخلوقات پر حمل کیا ہی اور بعضون نے ما تبصرون کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ پر یعنے حکم پہونچا دینے پر اور ما لا تبصرون کو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے نزول اور اترنے پر منطبق کیا ہی اور اکثر صوفیہ قدس اللہ اسرارہم نے ما تبصرون کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے آثار اور نشانیون پر جو ظاہر معجزون کی مدد روشن اور واضح تھے حمل کیا ہی

اور مالا تبصرون کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت کے انوار پر جو ہرگز کسی مخلوقات کی بینائی بلکہ دانائی میں بھی نہیں آسکتے ہیں حمل کیا ہے غرض کہ ہر طرح سے قسم کھانا اس مضمون پر کہ اِنَّهٗ بیشک یہ قرآن معجزون والا جو ہر چیز کی حقیقت کو کھول دیتا ہو اور جن چیزوں کے بوجھنے اور دریافت کرنے سے عقل و خیال و وہم اور بوجھ عاجز ہیں ان پر آگاہ کر دیتا ہو لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ البتہ بیشک خدا کا کلام ہو لایا ہو ارسول بزرگ امانت دار کا اسواسطے کہ درگاہ الٰہی سے حضرت جبرئیل علیہ السلام لاتے ہیں اور حضرت جبرئیل علیہ السلام سے رسول مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سنکے تمکو پہنچاتے ہیں اور یہ دونوں شخص نہایت بزرگی اور کرم اور عدالت اور دیانت اور امانت سے موصوف ہیں اور دنیا کی خسیس غرضوں سے اور اس جہان کی ہر قسم کے ملعون سے منزہ اور پاک ہیں چنانچہ اس رسول کا حال یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا تم نے اپنی آنکھ سے خود دیکھا اور خوب جانتے ہو کہ جہان کی برائی سے پاک ہو اور اس دوسرے رسول کا حال دریافت کرنے کو اس رسول کی گواہی فقط کافی ہے پھر ایسے بزرگوں سے اپنے مالک اور خالق پر افترا اور جھوٹ باندھنا ہرگز نہیں ہو سکتا انکی طرف ایسی بات کی نسبت کرنا بیجا ہو وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ اور نہیں ہے یہ قرآن کہا ہوا کسی شاعر کا اسواسطے کہ شعر کے واسطے وزن اور بحر لازم ہو اور اس کلام میں ہرگز وزن اور بحر پائی نہیں جاتی اور سنیگے ہو کہ شاعر کا کلام بے اصل محض ہوتا ہو اور تمام مضمون اسکے وہمی و خیالی ہوتے ہیں جنکی اصل کچھ بھی نہیں ہوتی اور اس کلام میں حقائق اور معارف رسول کو قطعی دلیلوں اور یقینی حجتوں سے بیان فرمایا ہو اور دوسرے یہ بھی ہو کہ شاعروں کے کلام میں خیالی مضمون اس قسم کے نہیں ہوتے ہیں کہ وقت کی خصوصیت پر یا عدد اور مدت کی تعیین پر یا واقعی سچے قصوں پر جسطرح وے امورات حقیقت میں ہیں اسطرح بیان کریں بلکہ کمی و زیادتی سے انکے کلام خالی نہیں ہوتے بخلاف اس کلام پاک کے کہ اسکی قسم کے مضمون اسمیں سنتے ہو جسطرح اس سورۃ میں تمنے سنا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہو کہ سبع لیالٍ ثمانیۃ ایام فہل تری لہم من باقیۃ و قولہ یوم مشہد ثمانیۃ

یہان حق تعالیٰ نے وقت کو خالص کرکے اور عدد اور مدت کو معین کرکے فرمایا اور اس تعیین اور تخصیص مین کسی طرح کا شک اور شبہہ نہین ہی اسیطرح دوسرا حوال جیسے ثمود کا قصہ اور عاد اور فرعون کا اور جو اسکے پہلے تھے اور مؤتفکات کا یعنے الٹی بستیون والے یعنے حضرت لوط علیہ السّلام کی قوم اور اس بیان مین کسی طرح سے کمی اور زیادتی نہین ہی پس نادان جاہلون کا کہنا جس طرح ابوجہل جاہل کہتا تھا کہ یہ کلام کسی بڑے شاعر کا ہی جو بلاغت کے فن مین نہایت مہارت رکھتا ہے کہ جسکو اپنی بلاغت کے زور سے عاجز کردیا ہی یہ اسکا کہنا محض بیفائدہ اور پوچ ہے ہرگز سماعت کے قابل نہین ہی قَلِيلًا مَّا تُؤْمِنُونَ بہت تھوڑا تم یقین کرتے ہو اسواسطے کہ بدیہی امرون کو جنکا صدق ظاہر اور کھلا ہوا ہی انکو بھی اپنی نادانی اور جہالت اور تعصب سے انکار کرتے ہو نہین تو اس کلام کا شعر نہونا ظاہر ہے از روے لفظ کے بھی اور از روے معنی کے بھی کسیطرح کی پوشیدگی نہین ہی وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ اور نہین ہی یہ قرآن کہا ہوا کسی کاہن کا جسکو جنات یعنی باتین غیب کی اور یعنے احوال کچھ رذیل قافیہ سے ایک کلام درست کرکے بتلا دیتے ہین جیسے چور کا پتا اور نام اور نسب اور مدعی کو خواب مین سچّا جان لینا اور خواب کی تعبیر بتا دینا اور اسی قسم کی دوسری چیزین اسکے دل مین ڈال دیتے ہین جسطرح عقبہ بن معیط اسی قسم کی باتین بکا کرتا تھا سو یہ کلام ویسا نہین ہی کئی وجہون سے پہلی وجہ یہ ہے کہ جنون کا کلام معجز نہین ہوتا یعنے دوسرا ویسا کہہ سکے بلکہ جو ایک جن کسی کاہن کو ایک بات سکھلاتا ہے دوسرا جن بھی ویسی ہی بات دوسرے کاہن کو سکھلا سکتا ہے اور یہ کلام یعنے قرآن ایسا معجز ہے کہ کسی جن کا کلام اسکے مشابہ نہین ہوسکتا اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ کاہنون کے کلام مین قافیہ اور سجع کی رعایت کے واسطے بہت لفظین بیکار اور بیفائدہ آتی ہین اور اس کلام اعجاز نظام مین کوئی لفظ بیفائدہ اور بیکار نہین ہے تیسری وجہ یہ ہی کہ جنون کا خبردار ہونا کسی آیندہ کے احوال سے اور معین کردینا کسی مخفی چیز کا جو آدمی سے چھپی ہے اُنکے جسم کی لطافت اور باریکی کے سبب سے اور اُنکے

عالم کا نزدیک ہونا فرشتون کے عالم سے اور مختلف شکلون کے بدلنے پر قادر ہونے اور آسمان کے قریب جاکر فرشتون کی بات سن لینے کے سبب سے ہوسکتا ہی لیکن علمون کی حقیقت پر مطلع ہونا اور دین اور شریعتون کے کلی قواعد اور دستورون کو جان لینا اور فرشتون کے اور آسمان کے چھپے بھیدون پر خبردار ہونا اور اگلے زمانے کے بڑے بڑے قصّون سے آگاہ ہونا ہرگز اُنسے نہین ہوسکتا بخلاف قرآن شریف کے کہ وہ ان ہی مضمونون سے پُر ہے۔ چوتھی وجہ یہ ہی کہ اس کلام مین یعنی قرآن مجید مین اکثر مقامون پر شیطانون کی برائی اور انکی راہ اور چلن سے بچنا اور جنون کی عبادت کی بُرائیان جو تنون مین گھس کے آواز کرتے ہین اور اس فریب سے اپنے تئین معبود ٹھہراکر پجواتے ہین اور کاہنون کی بُرائیان جو شیطانون سے بھائی بندی رکھتے ہین مذکور ہین سو اگر یہ جنّون کا کلام ہوتا تو جن اپنی برائی آپ کاہے کو بیان کرتے اور اپنی شیطنت ظاہر کرکے لوگون کو اپنے سے علٰحدہ اور متنفر کرتے اسواسطے کہ یہ بات عادت کے خلاف ہے کہ کوئی شخص اپنی بُرائی آپ ہی بیان کرے قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ بہت کم سوچتے ہو اپنے معلوم مقدمون کو اور بہت کم غور کرتے ہو ان مین اس مقام مین مفسرین کو ایک سوال ہی مشہور وہ سوال یہ ہی کہ شاعریت کی نفی مین قلیلاً ما تومنون اور کہانت کی نفی مین قلیلاً ما تذکرون کیون فرمایا سو اسکا جواب عین آیتون کی تفسیر مین بیان کردیا گیا اسواسطے کہ شاعریت کی نفی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کی تلاوت اور تبلیغ مین ایسا ظاہر امر تھا جو سب پر روشن تھا ایسی ظاہر چیز کا انکار نہین کرتا مگر وہی جسکا دل تصدیق اور ایمان سے خالی ہو ایسا شخص بدیہی چیز کا بھی انکار کرسکتا ہی جسطرح آگ کو جلانیوالا نہ جانے اسواسطے کہ بے عقل محض ہی اور اس کلام سے یعنے قرآن کے سننے کے سبب سے کہانت کی نفی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کرنا البتہ تامل اور غور پر موقوف تھا اور اس بات کی احتیاج تھی کہ کہانت کے لوازمات کو

اور اسکی اصل اور فرع کو یعنی اسکی جڑ اور شاخ کو خوب طرح سے غور کرین اور اسواسطے کہانت کی نفی مین تذکرون فرمایا ہے یعنے غور اور فکر تم بہت کرتے ہو حاصل کلام یہ ہے کہ قرآن شریف جب شاعر کا کلام اور کاہن کا کلام نہو سکا تو ثابت ہوا کہ تَنْزِيلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ اُتارا ہوا ہے تمام عالم کے پروردگار کی طرف سے جسکی ربوبیت عام ہے سب کو شامل اور یہی عام ربوبیت اُسکی اس کلام کے اُتارنے کی مقتضی ہوئی یعنی اُسنے خواہش کی تاکہ سب جہان والون کو دین اور دنیا کے کامون مین اس کلام پاک سے تربیت فرماوے اور یہ کہین کہ یہ کلام حقیقت مین حق تعالے ہی کا اُتارا ہوا ہے کسی آدمی اور جن کا کلام نہین ہے مگر ایک دو کلمے یا ایک دو آیتین رسول اپنی طرف سے اس مین ملا کر زیادہ کردے تو ہو سکتا ہے کچھ تعجب نہین ہے اسواسطے کہ دنیا کے رسول اور قاصد بھی بھیجنے والے کی طرف سے پیغام پونہچانے اور ادا کرنے کے وقت ایک دو کلمے اپنی طرف سے ملانے مین کچھ مضائقہ نہین جانتے اور اسقدر یعنی ایک دو کلمے یا ایک دو آیتین اگر ملادی جاوین تو اتنے بڑے کلام مین وہ پہچان نہ پڑینگی اور جدا نہو سکین گی تو اس احتمال سے اس مجموع کلام کے معجز ہونے مین بھی امن حاصل نہوا تو اسکے جواب مین ہم کہین گے کہ یہ قیاس تمہارا مع الفارق ہے یعنے اس کلام پاک کو قاصد کے کلام پر قیاس کرنا بہت بعید اور بیجا ہے اسواسطے کہ دُنیا کے قاصدون کو انکے بھیجنے والے پیغام پونہچانے کے وقت دیکھتے نہین ہین اور اپنے کلام کو قاصد کے حافظے مین ادا کرنے تک باقی رکھنے کی طاقت نہین رکھتے اسواسطے قاصد کو اتنے دخل دینے کی اپنے کلام مین گویا پروانگی دیتے ہین اگرچہ زبان سے نہ کہین اور یہان یعنے حق تعالے کے بھیجے ہوئے رسول مین یہ بات متصور نہین ہے اسواسطے کہ یہان رسول اور اُسکا حافظ دونون بھیجنے والے کے یعنی حق تعالی کے اختیار اور قدرت مین ہین اور ہر وقت اُسکے سامنے حاضر ہین ہرگز متصور نہین ہے کہ رسول اپنی طرف سے حق تعالی کے کلام مین دخل دینے پاوے وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا اور اگر فرض کیا کہ بنا کر کے یہ رسول ہمپر اپنی فصاحت اور بلاغت کے زور سے بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ بعضی باتین یعنی کوئی آیت مین کچھ اپنی طرف سے

بڑھاوے اسواسطے کہ اگر سب کلام کو یا کوئی بڑی آیت کو پوری بنالیتا تو فصیح اور بلیغ لوگ اُس سے
جھگڑا کرکے اسکو شرمندہ اور خفیف کر ڈالتے لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ البتہ اسیوقت
اُسکو ہلاک کر ڈالتے اس طور سے کہ پکڑتے ہم اُسکا سیدھا ہاتھ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ
الْوَتِيْنَ پھر ہم کاٹ ڈالتے تیز تلوار سے اُسکی جان کی رگ جسکے سبب سے اُسکی جان ہی اور ہم اسکو
فرصت نہ لینے دیتے اور یہ اُس واجب القتل کے حال کی صورت ہی جسکو بادشاہ دنیا کے اپنے
سامنے سزا دیتے ہین اور اپنے روبرو جلّاد کو بلاکر اسکی گردن کٹواتے ہین اور داہنا ہاتھ پکڑنے
کی وجہ یہ ہے کہ قتل کرنے کے وقت تلوار جلّاد کے داہنے ہاتھ مین ہوتی ہے پھر اگر مقتول کا
بایان ہاتھ پکڑکے اسکی گردن مارے تو مقتول کی گردن پر جسکیطرف پھری ہوئی تلوار لگیگی اور
اگر اُسکا داہنا ہاتھ پکڑکے مارےگا تو مقتول کی گردن مین بائین طرف سے گیگی جس طرف دل ہوتا ہے گردن
مارنے کی جگہ بھی وہی مقرر ہی اور مقتول کا ہاتھ گردن مارنے کے وقت پکڑنا اسواسطے ہوتا ہے
تاکہ اپنے ہاتھ سے جلّاد کے حربے کو روک نہ لے اور دوسرے حربے کی جلّاد کو حاجت ہووے
اور روکنے اور بچانے مین اکثر داہنا ہاتھ اُٹھتا ہی اور یہ ہاتھ زور والا بھی ہی اسواسطے داہنا
ہاتھ ہی پکڑنا چاہیے اور بعضے محققون نے ایسا کہا ہی کہ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ سے اشارہ یہ ہے کہ
اسکے داہنے ہاتھ کو ہم شل کر دیتے تاکہ ہل نہ سکے اور ہرگز جنبش نکر سکے اور جھوٹ بات اشارے
اور کنایے سے بھی نکر سکے اور لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ سے اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ
اسکے دل کی رگ کو کاٹ ڈالتے تاکہ جھوٹ بات بناکر نہ کہہ سکے اور اس رگ کا نام عربی مین نیاط
ہے اور زبان کے متصل ہوتی ہے اور زبان کی جنبش اور دل کے ارادے کے موافق زبان
سے بات کا نکلنا اسی کے سبب سے ہوتا ہی اسی واسطے خفقان کے مرض کے وقت جو دل کو گھبراہٹ
اور بیقراری ہوتی ہی تو زبان بھی لغزش اور لکنت کرنے لگتی ہے اور اس جگہ پر ایک
سوال ہی بہت سخت اسکا مضمون یہ ہی کہ اگر یہ شرط اور جزا درست ہو اور مقدم اور تالی کی ملازمت
کلیہ صادق ہووے یعنی جہان کہین مقدم پایا جاوے وہان تالی بھی ضرور پائی جاوے تو یہ بات

لازم ہوتی ہے کہ جو حق تعالےٰ پر جھوٹ باندھے وہ زندہ باقی نہ رہے اور حال یہ ہے کہ مفتری اور جھوٹے بہت گذرے ہین جیسے مسیلمۂ کذاب اور اسود عنسی اور اسی طرح کے دوسرے جھوٹے جنھون نے طومار کے طومار حق تعالیٰ پر جھوٹ کے باندھے ہین اور اس قسم کے مواخذے اور پکڑ اُن سے نہ ہوئے تو اسکا جواب یہ ہے کہ تقول کے صیغے مین جو ضمیر مستتر ہے وہ فقط رسول کی طرف پھرتی ہے نہ ہر فرد انسان کی طرف پس لازم یہ ہوا کہ اگر بالفرض رسول سے ایسی بات پائی جاوے تو اسیوقت یہ عذاب اسپر کیا جاوے اسواسطے اسکی تصدیق اور سچائی معجزون کے سبب سے حاصل ہوئی ہے پھر اگر اس قسم کی بات مین جلدی سزا اور عذاب نہ کیا جاوے تو ایسا التباس اور شبہہ پڑ جاوے جسکا سنورنا ممکن نہین ہے اور یہ بات حکمت کے منافی ہے بخلاف اس شخص کے جو رسول نہین اور اسکا رسول ہونا معجزے سے ثابت نہین ہوا ہے تو اسکی بات بھی بیہودہ اور خرافات ہے کوئی اسکی بات نہ سنے گا اور ہرگز کسی کو التباس اور شبہہ نہ پڑیگا ہان ایسے شخص کے معجزے سے تصدیق ہونا محال ہے یعنے ہرگز ہو نہین سکتی اور اسکی مثال یون سمجھا چاہیے کہ جسطرح بادشاہ کسی شخص کو کسی کام پر مقرر کرکے خلعت اور فرمان اپنا دیکر کسی طرف روانہ کرتے ہین پھر اگر اس شخص سے اس خدمت مین کچھ خیانت ہوئی یا کچھ بادشاہ پر جھوٹ باندھنا اس سے ثابت ہوا تو اسیوقت اسکا تدارک کرتے ہین اور اگر کسی دوسرے شخص سے جسکے پاس نہ کوئی سند ہے نہ کچھ کام ایسی بات ہوتی ہے تو ہرگز اس طرف متوجہ نہین ہوتے اور اسکے حال سے کچھ تعرض بھی نہین کرتے اسواسطے کہ جانتے ہین کہ دانا لوگ اسکے فریب مین ہرگز نہ آوینگے اور اسکی بات کو ہرگز نہ سنین گے پس یہی حال رسول کے مقدمہ مین بوجھا چاہیے حاصل کلام یہ ہے کہ اگر رسول جسکی رسالت معجزون سے ثابت ہو چکی ہے اس قسم کا افترا اور جھوٹ حق تعالیٰ پر باندھے تو ضرور ایسے عذاب مین گرفتار ہووے فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ

پھر نہوگا تم مین سے کوئی فرقہ یا کوئی جماعت ہمارے اس عذاب کو رسول سے منع کرنیوالا اور روکنے والا یعنے پھر کوئی ایسا نہین جو رسول کو اس بلا سے کسی حیلہ اور تدبیر سے بچا رکھے اور ہلاک ہونے ندے اور آحدٍ کا لفظ جمع کے معنون مین ہے اسیواسطے اسکی خبر مین حاجزین فرمایا ہے جمع کے صیغے سے گویا اس طرف اشارہ ہے کہ جب سب جہان کے لوگ ملکر اسکو اس ہمارے عذاب سے بچا نہ سکین گے تو ہر ایک اکیلا اکیلا کب بچا سکتا ہے اور منع کر سکتا سو جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ یہ قرآن سب کا سب یعنی ہر ہر کلمہ اور ہر ہر حرف اسکا جہان کے مالک کی طرف سے اُتارا ہوا ہے تو ایک فائدہ اسکا ظاہر ہوا یعنے اس قرآن کی تلاوت حق تعالیٰ کی نزدیکی کا سبب ہے اور اسکی ہمیشہ تلاوت کرنے سے اُس جناب پاک کی درگاہ مین بڑا مضبوط وسیلہ حاصل ہوتا ہے جیسے ذکر الٰہی پر مداومت اور ہمیشگی کرنے سے اب دوسرا فائدہ جو اس مین پایا جاتا ہے بیان فرماتے ہین کہ وَاِنَّهٗ اور بیشک یہ قرآن لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ البتہ نصیحت اور سمجھوتی ہے اور یاد دلا دیتا ہے پرہیزگارون کو یعنی ان لوگون کو جو تقویٰ کی راہ چلتے ہین اور چاہتے ہین اس کام کرنے کو جس مین اپنے خاوند کی رضامندی حاصل کرین اور بُرے کامون سے دور بھاگتے ہین ایسے لوگون کے واسطے یہ قرآن شریف قانون اور دستور العمل ہے اور یہ دونون فائدے قرآن شریف کے ایمانداروں کے واسطے اور پرہیزگارون کے واسطے خاص ہین منکر اور جھٹلانیوالون کو ان دونون فائدون سے قرآن کے کچھ فائدہ نہین ہے وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ اور بیشک ہم جانتے ہین کہ مقرر تم مین سے بعضے لوگ اس قرآن شریف کو جھٹلاتے ہین سو یہی دونون فائدے قرآن کے اتارنے مین انکے واسطے ارادہ نہین کیا ہے ہمنے بلکہ کافرون اور منکرون کے حق مین قرآن کے اتارنے مین دوسرا فائدہ ہمنے منظور رکھا ہے وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ اور بیشک یہ قرآن بڑا پچھتاوا ہوگا کافرون پر پہلے دنیا مین جسوقت قرآن پر عمل

کرنیوالون کو حق تعالیٰ کیطرف سے مدد دین اور فتحین پے در پے پہنچین گی اور انکا غلبہ اور دبدبہ روز بروز بڑھتا جائیگا اور دوسرے آخرت مین جب قرآن پر عمل کرنے والے ہر موقف اور ہر جگہ پر حشر مین سُرخ رو ہونگے اور قرآن کے ہر منکر ہر جگہ پر ذلیل اور خوار اور رُسوا ہونگے وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ اور بیشک یہ قرآن شریف صرف یقین ہی یعنے قابل یقین کرنے کے ہے جسمین باطل اور نالائق بات پائی نہین جاتی تاکہ شک اور شبہ کی اس مین جگہ ہووے یا کسی کا عذر اسکے مضمون کے نہ ماننے مین دنیا یا آخرت مین سنایا جاوے فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ سو اسکی کے ساتھ یاد کر اپنے پروردگار کا نام جو سب سے بڑا اور بڑی عظمت اور بزرگی والا ہی تاکہ تجھکو اس یاد کرنے مین دل کی پوری صفائی حاصل ہووے اور قرآن کا حق الیقین ہونا تیرے دل کی صیقل کیے ہوئے آئینے مین منقش ہو اور گڑ جاوے اور یہ تیسرا فائدہ ہے قرآن شریف کا جس سے خاص لوگ جو صاحب باطن ہین بہرہ ور ہوتے ہین حدیث شریف مین آیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِجْعَلُوْهَا فِيْ رُكُوْعِكُمْ یعنے اس تسبیح کو اپنی نماز کے رکوع مین پڑھا کرو اور اسطرح کہا کرو کہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ یعنے پاک ہے رب میرا جو بڑی عظمت والا ہی اور جب سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى نازل ہوئی تب آپنے فرمایا کہ اِجْعَلُوْهَا فِيْ سُجُوْدِكُمْ یعنے اس تسبیح کو اپنی نماز کے سجدے مین پڑھا کرو اور یون کہا کرو کہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلَى یعنے پاک ہی رب میرا جو سب سے بلند ہی اور اسی حدیث سے فقہا کے جاننے والے قاریون نے یہ بات نکالی ہی کہ معنی سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ اور سَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ دونون تلازم ہین یعنی دونون کے معنے ایک ہین اسواسطے کہ اس مقام مین سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ کہنے کو فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ کے مضمون کی فرمانبرداری کا سبب گردانا ہی جسطرح سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلَى کہنے کو فَسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى کے مضمون کی تابعداری کا سبب کہا ہی تو اس سے معلوم ہوا کہ بے کا حرف جو فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ مین ہی زائد ہی جیسے کہ تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ

ہین زائد ہی اور بیشے باریک ہین اس حدیث شریف کے مضمون مین ایک اشکال رکھتے ہین حاصل
اُس اشکال کا یہ ہی کہ تسبیح کو دونون آیتون مین رب کے اسم پر لائے ہین یعنی یون فرمایا ہے
فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ اور سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى
اور حدیث شریف مین رب کی ذات کی تسبیح ہے اسم رب کی تسبیح نہین ہے یعنے
سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ اور سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى فرمایا ہی سو ان دونون تسبیحون کے
کہنے سے جو حدیث شریف مین وارد ہین فرمانبرداری اس امر کی جو دونون آیتون مین
ہے کسطرح ہوئی ظاہر تو آیتون مین حکم دوسرا ہی اور حدیث مین حکم دوسرا سو اس اشکال کا
جواب یہ ہی کہ رب کی ذات کی تسبیح رب کے اسم کے ضمن مین بوجھی جاتی ہی سو آیت مین تسبیح
کی صورت کا حکم ہی اس طور سے جسطرح کوئی اپنے دل کی بات اور مقصود کو بیان کرے اور حدیث
مین اس تسبیح کی صورت یعنے لفظون کی تعلیم ہے ان ہی دو اسم کر کے یعنے عظیم اور اعلیٰ کر کے
اور ان دونون اسمون کو صفت کیا ہی ایک دوسرے اسم کا یعنی رب کا سو اسطور کی عبارت کو
سواسطے اختیار کیا ہی تاکہ دونون آیتون کے لفظون کی رعایت جہانتک ہو سکے کیجاوے اور
ایک احتمال یہ بھی ہے کہ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ کے معنے یون ہون کہ فَسَبِّحْ ذَاتَ
رَبِّكَ بِهٰذَا الْاِسْمِ الْمُرَكَّبِ مِنَ الصِّفَةِ وَالْمَوْصُوفِ یعنے پھر تسبیح کر اپنے رب کی ذات پاک کو
اُس نام سے جو مرکب ہی صفت اور موصوف سے اور اس قیاس پر سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ
الْأَعْلَى کے معنی یون ہونگے کہ اَوْقِعِ التَّسْبِيحَ عَلٰى هٰذَا الْاِسْمِ الْمُرَكَّبِ مِنَ الْمَوْصُوفِ
وَالصِّفَةِ یعنے واقع کر تسبیح کو اُس نام پر جو مرکب ہی موصوف اور صفت سے - اب اس صورت
مین حدیث کا مضمون آیت کے مضمون سے مطابق ہو گیا اور ہرگز کوئی اشکال باقی نہ رہا

سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ

یہ سورۃ مکی ہی اور اس مین چوالیس ۴۴ آیتین اور دو سو سولہ ۲۱۶ کلمے اور آٹھ سو اٹھاسی ۸۸۶ حرف ہین

اور اس سورۃ کے ربط کی وجہ سورۂ حاقہ سے یہ ہے کہ اُس سورۃ مین اول سے آخر تک قیامت کا ذکر اور دنیا اور آخرت مین کافرون کے عذاب کی کیفیت بیان ہے اور اس سورۃ مین مکہ کے کافرون کے عذاب موعود کی جلدی کرنا بیان ہے اور انکی جرأت اور بیباکی ایسے مہلک اور خوفناک چیز کے طلب کرنے پر باوجود اس بات کے کہ ادنی چیز جو عادت کے خلاف ہو اور سہل سی مشقت کے اٹھانے کی طاقت نہین رکھتے ہین تو گویا اس سورت مین حماقت اور نادانی اور جہالت اُن لوگون کی بیان ہے جو ایسی سخت آفت کو سہل سمجھ کر ہنسی ٹھٹھا اور مسخری کیا کرتے ہین اور اُس سورت مین مذکور ہے کہ کافر خدا کا ایمان نہین لاتے ہین اور فقیرون اور محتاجون کے ٹھکانے کی عادت نہین کرتے ہین اور قیامت کے دن کوئی خویش اور قریب کافر کے کام نہ آویگا اور اس مضمون کو اس سورۃ مین تفصیل سے بیان فرمایا ہے کہ یَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ یَفْتَدِیْ مِنْ عَذَابِ یَوْمِئِذٍ یعنے آرزو کریگا گنہگار کہ کاش کے عوض دے اس دن کے عذاب سے اولاد اور جورو اور بھائی الخ اور مسلمانون کے حق مین ارشاد فرمایا ہے کہ وَالَّذِیْنَ یُصَدِّقُوْنَ بِیَوْمِ الدِّیْنِ وَالَّذِیْنَ فِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ اور یہ بھی فرمایا ہے وَلَا یَسْئَلُ حَمِیْمٌ حَمِیْمًا اور یہ بھی ہے کہ اس سورۃ مین آسمان کا پھٹنا اور ٹکڑا ٹکڑا زمین اور پہاڑون کا مذکور ہے اور اس سورۃ مین پھٹنا آسمان کا اور اُڑنا پہاڑون کا ہوا مین مذکور ہے اور یہ بھی ہے کہ اُس سورۃ مین مذکور ہے کہ کافر مال قیامت کے دن کچھ کام نہ آویگا اور نہایت شرمندگی اور افسوس سے کہیگا مَآ اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَهْ اور اس سورۃ مین مذکور ہے کہ کافر کے اہل وعیال اور خویش اور اقربا قیامت کے دن اسکے عوض مین کچھ کام نہ آوینگے کہ یَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ یَفْتَدِیْ مِنْ عَذَابِ یَوْمِئِذٍ بِبَنِیْهِ الخ اور یہ بھی ہے کہ اُس سورۃ مین ارشاد ہوا ہے کہ کافرون کے عذاب کا کارخانہ ہمیشہ سے تقدیر مین مختلف رہا ہے بعضے کافرون کے عذاب کا سامان تین دن مین سرانجام پایا ہے جیسے ثمود کی قوم اور ایک ہی فرشتے کے فعل سے یعنے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اور ایک ہی نوع کے مسخر کرنے سے یعنے

صوت اور صیحہ کے مقولے کی روح سے اور حقیقت مین یہ ایک شعبہ ہے ہوا کے عنصر کی روح
کلی سے اور بعضے کافرون کا آٹھ دن مین اور بہت فرشتون کی تدبیر سے جیسے حضرت
میکائیل علیہ السلام اور انکے ہمراہی والے فرشتے اور ہوا کے عنصر کی روح کلی کے مسخر
کرنے سے سرانجام اور اختتام پایا جیسے عاد کی قوم اور بعضون کو بہت سے مختلف
فرشتون کی جماعت سے اور مختلف عناصر کی ارواح سے اور ادھر کی مرکب چیزون سے
اور حیوانی روحون سے چالیس برس مین یا ایک رات مین یا چھ مہینے مین عذاب کیا
جیسے فرعون اور اسکے پہلے والے یعنے حضرت شعیبؑ اور حضرت لوطؑ اور حضرت نوح
علیہم السلام کی قومون کے عذاب مین افعال مختلف ترکیب پائے تھے چنانچہ فرعون
کے غرق کرنے مین حضرت جبرئیلؑ اور حضرت میکائیل علیہما السلام اپنے لشکر اور ہمراہیون
سے شریک تھے کبھی قحط اور کبھی وبا دن کا نقصان اور کبھی طوفان اور کبھی ٹڈی اور
کبھی چھچھوری اور کبھی مینڈک اور کبھی خون سے اسپر عذاب کرتے تھے اور حضرت شعیب
علیہ السلام کی قوم کے عذاب مین آواز کرنیوالے جبرئیل علیہ السلام تھے اور صدا کی روح کو
مسخر کیا تھا اور آگ کے سائبان کو حضرت میکائیل علیہ السلام اور ان کے لشکر کے
فرشتون نے سرانجام دیا تھا اور آگ اور ہوا کی روح کی تسخیر واقع ہوئی تھی اور حضرت لوط
علیہ السلام کی قوم کے عذاب مین حضرت جبرئیل علیہ السلام مع ۳۰۰ فرشتے دوسرے
شریک تھے اور گندھک کی کان کی روح اور زمین کی روح سب کو مسخر کرکے اس کام
مین لگایا تھا اور حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے عذاب مین حضرت میکائیل علیہ السلام نے
اپنے لشکر اور مددگارون کے ساتھ شریک ہوکے پانی کی روح کو مسخر کیا تھا از روی فعل
کے اور ہوا کی روح کو مسخر کیا تھا از روے انفعال کے اور ادھر کی مخلوقات کو پانی ہوجانے
کے واسطے مسخر کیا تھا اور زمین کی روح کو چشمون کے پھاڑ نکالنے اور بہانے کے واسطے اور
جنگل کے وحشی جانورون کو یعنی درندا اور پرندا اور حشرات الارض کو کشتی پر لادنے کے

واسطے اور اسواسطے کہ اپنی طبیعت کی خواہشوں کو بند کرین اور کسی کو آسیمین ایذا نہ پہنچاوین
اور اسیواسطے ان قومون کے حق مین ارشاد ہوا ہی کہ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً اور اس سورۃ مین
ارشاد فرمایا ہی کہ قیامت کا عذاب جو موعود الہی وعدہ کیا گیا ہی وہ سب فرشتون کی خدمت کا اور
تمام مخلوقات کی ارواح کیخدمت کا محتاج ہی ارواح خواہ علوی ہون خواہ سفلی اور اس عذاب کے
سرانجام کی ابتدا صور کے پھونکنے سے ہی اور انتہا اسکی دوزخ والون کے دوزخ مین قرار پکڑنے
تک اور یہ پچاس ہزار برس مین ہوگا پھر ایسے عذاب کو جلدی چاہنا اچھبٹ پٹ آجاوی بڑی
نادانی اور حماقت کی دلیل ہی اور اس عذاب کی حقیقت سے ناواقف ہونے کا نشان ہے
اور معارج الٰہیہ سے جہالت کی علامت ہی اور معارج الٰہیہ عبارت ہین عمدہ تدبیرون کے تمام
ہونے سے بہت سے زمانون کے الٹ پھیر مین اور اس سورۃ کا نام سورۂ معارج ہونے کی وجہ
یہ ہے کہ اس سورۃ مین حق تعالی نے اپنے تئین ذی المعارج کی صفت سے موصوف کیا ہے
اور ایک کو اپنے معارج جو آپ ذکر فرمایا ہی کہ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ
مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ اور وصف کی حقیقت جس چاہیے بیان کرنے ایک تفصیل کے
جس مین تھوڑی عبارت بڑھ جاوے گی خاطر نشان مین ہوسکی سو چاہیے جاننا چاہیے کہ ہر چیز کے عروج کے
معنی یہ ہین کہ وہ چیز اپنے انتہا درجے کو پہنچے اور حق تعالے سب خلقتون کی غایت ہے پہنچنے
ہر انتہا کی انتہا اس تک ہی تو ہر چیز کا اس جناب پاک تک پہنچنا ہے انتہا درجے کے مقصود کو
پہنچنا ہی پھر جاننا چاہیے کہ افعال اور تاثیرین الٰہیہ عالم مین جس چیز کے واسطے سے ظاہر ہوتی ہین
ایک فرشتے اور دوسری ارواح جو ہر مخلوق کے جوہر خاکی سے عبارت ہی اور اس مخلوق کی صورت
نوعیہ اسکی محکوم ہی اور تیسرے ارادے والون کے نفس جیسے انسان اور حیوان اور شیطان اور
جن سو جو کچھ فرشتے اور ارواح کے واسطے سے ہی وہ چیز حق تعالی کی طرف سے بے واسطہ منسوب ہے
اسواسطے کہ ان دونون قسمون مین وہم اور شہوت اور غضب نہین پیدا کیا گیا ہی جو کچھ ہے وہ
عقل ہی کہ بدون معاش اور مزاحم کے نوقانی داعیے کا تحمل کرتی ہی اور بے واسطہ ہوتی ہی اور جو الساد

ف عالمین افعال اور تاثیرین الٰہیہ جس چیز کے واسطے سے ظاہر ہوتی ہین

والوں کے نفسوں کیواسطے ہے یعنے انسان اور حیوان اور جن اور شیطان کے واسطے سے
وہ چیز پاک پروردگار کی جناب مین بے واسطے منسوب نہین ہوسکتی اور واسطے کہ ان نفسونمین
دہم اور شہوت اور غضب دخل رکھتے ہین ہان یہ البتہ ہو کہ بعضی فردین انسان کی جیسے
حضرت خضر علیہ السلام اور دوسرے جن تعالی کے کارکن کہ حق تعالی کی دواعی کے تحمل کے
واسطے پیدا ہوئے ہین انکی شان بھی فرشتے اور حوروں کی شان کے مانند ہے پھر جاننا چاہیئے کہ
جب کوئی کام عالم مین واقع ہوتا ہو تو اس کام کے سرانجام اور پورا کرنے کیواسطے فرشتے
اور روحین ایک یا سب ملکر شریک ہوتے ہین اور اس کام کی ابتدا سے انتہا تک
اسمین مصروف اور لگے رہتے ہین اور جب وہ کام ہوچکا اور مطلب حاصل ہوا تو پھر
اسکو عروج رجوع اپنے مبدا کی طرف حاصل ہوتا ہو اس سبب سے کہ انھون نے اپنی چھپی ہوئی
استعداد کو ظاہر کیا اور ایک طرح کا کمال اسکے سبب ہوا اور یہ انکا رجوع کرنا بطور عروج کے
بعینہ نفس انسانی کے حواس اور قوی کے رجوع کرنے کے مانند ہو عمدہ مطلب حاصل کرنے
اور اسکی لذت لینے کے بعد تاکہ اپنے استعداد کی زیادتی اپنے مالک پر عرض کرین اور
دوسرے داعیہ کے اٹھانے کے مستحق ہوجاین اور جب یہ تینون چیزین معلوم ہوئین تو
جاننا چاہیئے کہ معارج آلہیہ عبادت ہین عالم مین اسکی تدبیرون کے تمام ہونے سے اور یہ
تدبیرین مختلف ہین بعضی تدبیرین ایسی ہین کہ ایک آن مین اسکا سرانجام ہوتا ہو جیسے کہ منقول
ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] جبرئیل علیہ السلام [illegible]
محبوب اور جب حق تعالی کے نزدیک کون ہوا تھا یہ معلوم نہ تھا لیکن انھون نے اسیقدر
عروج کرکے ایک آن کی آن مین اسکا جواب لے آئے کہ اکثر الدعاء الی اللہ بما یحبہا
یعنے زیادہ محبوب مکان اللہ تعالی کے نزدیک مسجدین ہین اور بعضی تدبیرین ایسی ہین کہ انکا
سرانجام ایک دن مین ہوتا ہو جیسے عروج ان فرشتون کا ہو جو ہر روز انسان پر رات کے عمل لکھنے
اور اسکی زندگانی کیواسطے مقرر ہین [illegible] دیکھکر چلے جاتے ہین

اور جو عصر کے وقت آتے ہین وے دوسری صبح کو چلے جاتے ہین اور یہ دو رہیشہ چلا جاتا ہے اور بعضی مہینہ بھر رہتی ہین یا تین دن یا چار دن کے عرصے مین تمام ہوتی ہین جس طرح آدمیونکے عملون کا عرض کرنا دوشنبہ اور پنجشنبہ کو ہوتا ہے اور بعضی تدبیرون کا سرانجام ایک ہفتہ مین اور بعضی کا ایک مہینے مین اور بعضی کا ایک سال مین تمام ہوتا ہے جیسے اُن فرشتون کا سرجن کرنا جو آدمیون کے رزق پر اور اجل پر اور ایک سال کے اخبار لکھنے پر مقرر ہین سو انکا عروج لیلۃ البرات کو یعنے شعبان کی پندرھوین شب کو ہوتا ہے اور علیٰ ہذا القیاس یہانتک کہ بعضی عمدہ تدبیرین جو بڑے بڑے حادثون کی تلافی مافات اور سلطنتین آخر ہونے پر اور لگے پیغمبرون کی ملت اور مذہب کے قطع کرنے پر وقوع مین اسکا عروج ہزار سال کے عرصے مین ہوتا ہے چنانچہ الم السجدۃ کی سورۃ مین مذکور ہے اور وہ آیت یہ ہے یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ یعنے حق تعالیٰ تدبیر سے آتا ہے امر آسمان سے زمین تک پھر چڑھتا ہے اسکی طرف ایک دن مین جسکا اندازہ ہزار برس ہے تمھاری گنتی مین اور سب سے زیادہ مدت انسان کی دریافت مین اس قسم کے عروج کے واسطے قیامت کے وقایع کی تدبیر کی مدت ہے کہ پہلے مرتبہ صور پھونکنے کے وقت سے بہشتیون کے بہشت مین اور دوزخیون کے دوزخ مین پہنچنے اور قرار پکڑنے تک پچاس ہزار برس ہونگے اور بالکل فرشتے اور تمام قسم قسم کے مخلوقات کی روحین اس تدبیر مین شریک ہونگی پھر اس بڑے کام کے سرانجام کی مدت گذرنے کے بعد وے لوگ عروج کرینگے اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ قیامت کی ابتدا سے بہشتیون کے بہشت مین اور دوزخیون کے دوزخ مین اپنے اپنے مکانون مین قرار پکڑنے تک پچاس دن کے قدر ظاہر ہونگے اور ہر واقعہ ابتدا سے انتہا تک جیسے کہ ہزار سال کے برابر ہوگا پس اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کا دن اوّل سے آخر تک پچاس ہزار سال کا ہوگا اور صحیح مرفوع حدیثون مین قیامت کے دن کا اندازہ اتنی مدت تک کا اسقدر مشہور ہوا ہے کہ حد تواتر کو پہنچا ہے اور کسی طرح کا

شبہہ اسمین باقی نہین رہا اور جو سورۂ سجدہ مین مذکور ہو کہ کام کی تدبیر شروع سے انتہا تک یعنے عروج تک خدائی کارخانے مین ہزار سال مین ہوتی ہو سو وے کام اور تدبیرین دوسری ہین جو دنیا مین واقع ہوتی ہین جیسے حضرت نوح علیہ السلام کا رسول کرکے بھیجنا اور انکا اپنی قوم کو طوفان سے خوف دلانا اور پھر طوفان کا آنا اور اُس سے نجات اور فراغت حاصل ہونا یہ سب ایک ہزار سال کی قدر مدت مین ہوا اور جیسے قوت اور شوکت اور رونق دین اسلام کا کہ پانچسو سال عرب کے ہاتھ مین رہا اور پھر پانچ سو سال ترکون کے ہاتھ مین رہا پھر دونون کے ہاتھ سے نکل کے ہندؤن اور فرنگیون کا دخل ہوا اور اسلام ضعیف ہوگیا حاصل کلام کا یہ ہے کہ مسبب الاسباب کی تدبیر و کا عروج ایک روز اور ایک مدت مین منحصر نہین ہو اس الملک کے کارخانون کی بزرگی کا بیان کبھی ان تدبیرون مین ذکر ہوتا ہو جو ہزار برس مین تمام ہوتی ہین اور کبھی اُن تدبیرون مین ذکر ہوتا ہو جو پچاس ہزار برس مین انجام کو پہنچتی ہین اور ابو مسلم اصفہانی نے اپنی تفسیر مین کہا ہے کہ دنیا کی ابتدائی پیدایش سے قیامت تک کے بیچ پچاس ہزار برس ہین فرشتے اور روحین جو اس عالم کے انتظام کے لیے متعلق ہین اپنے اپنے کامون سے فراغت حاصل کرکے پھر عروج کرینگے اور پھر دوسرے فرشتے اور روحین انکی جگہ پر مقرر ہوکے آخرت کے عالم کی معموری اور انتظام کی کوشش کرینگے اور جو یہ بات کسی کو معلوم نہین ہو کہ ابتدائے پیدایش اس عالم سے کسقدر زمانہ ہو چکا ہے اور کسقدر باقی ہو اسی سبب سے قیامت کا حال بھی کسی کو معلوم نہین ہو کہ کب آویگی لیکن قرآن کی آیت یعنے فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ اس تفسیر سے کچھ مناسبت نہین رکھتی ہو بلکہ مباینت پائی جاتی ہو اسواسطے کہ اس تقدیر پر مناسب اسطرح تھا کہ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ اِلَیْہِ بَعْدَ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ فرماتے یعنے عروج کرتے ہین فرشتے اور روحین اسکی طرف پچاس ہزار برس کے بعد اور یہ بھی ہو کہ ابتدائے پیدایش سے قیامت کے آنے تک اتنی مدت معین کرنے کے واسطے کوئی صحیح سند چاہیے اور ایسی سند پائی نہین جاتی اور بعضے صوفیہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہو کہ معارج سے مُراد ترقی

کے مراتب ہین طبیعت کے مقام سے معاون کے مقام تک جو اعتدال سے نزدیک ہو جاتا ہے
اور وہان سے نبات کے مقام اور وہان سے حیوان اور انسان کے مقام تک پھر انسانی
مرتبون کے مقامون مین پھر سلوک کی منزلون مین کہ انتباہ اور یقظہ ہین یعنے خبرداری اور
بیداری ان منزلون کے آخر تک پھر فنا کے مرتبون مین یہانتک کہ فنا فی الصفات کی نوبت
پونہچے اور اسکو کثرت مین نہایت نہین ہی اور ہر ترقی مین ایک عروج حاصل ہوتا ہی اُن
فرشتون اور روحون کو جو انسان کی خدمت کیواسطے متعین ہین انسان کی تبعیت اور واسطے
سے ثواب فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ کے معنی یہ ہوئے کہ اگر اُس عروج کو
اپنی حرکت پر ظاہر مین قیاس کرین تو اسقدر مدت اسکے واسطے چاہیے تب انتہا کو پونہچنا ہو
اور وہب ابن منبہ کہتے ہین کہ اسفل عالم سے یعنی تحت الثری سے عرش کے کنگرے کی
پولی تک پچاس ہزار برس کی مسافت یعنی دوری ہی اور زمین سے دنیا کے آسمان کے اوپر
والی طرف تک ہزار برس کی مسافت ہی اسواسطے کہ زمین سے اس دنیا کے آسمان کے نیچے
کیطرف تک پانچسو سال کی دوری ہی اور اسی قدر دنیا کے آسمان کا موٹا پا ہے سو سورۂ
سجدہ مین ان تدبیرون کا بیان ہی جو دنیا کے آسمان سے زمین پر اترتی ہین اور اس سورۃ
مین اُن تدبیرون کا بیان ہی جو عرش معلی سے تحت الثری تک جاری ہوتی ہین اور اگر
سورۂ سجدہ مین فقط اتارا اور چڑھاؤ کو اعتبار کرین چنانچہ ظاہر عبارت کی روش بھی
یہی ہی تو زمین سے آسمان دنیا کے نیچے کیطرف تک چڑھاؤ اور پھر وہان سے زمین تک
اُتار مین ہزار برس کی مسافت ہوجاتی ہی حاصل کلام کا یہ ہی کہ معارج ظاہری مُراد ہون خواہ
معارج معنوی مُراد ہون ان دونون صورتون مین اسقدر مسافت آدمی کے ذہن مین گنجایش
رکھ سکتی ہی اسیواسطے اس مقام پر اس مدت کو یاد فرمایا ہی اور یہ غرض نہین کہ حق تعالیٰ کی ہر
تدبیر کے واسطے اتارا اور چڑھاؤ مین اسقدر مدت چاہیے تاکہ یہ اعتراض وارد ہو اور سورۂ
سجدہ کے مضمون کے ساتھ تعارض پیدا ہو اور اس سورۃ کے نازل ہونے کے سبب مین

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہین کہ نضر بن الحارث اور ابوجہل اور دوسرے قریش کے کافر جو اپنی سرداری کے غرور مین مست تھے بیت اللہ کے نزدیک آئے اور اس خانۂ ملائک شبانہ کا پردہ اپنے ہاتھون سے پکڑا اور بعضون نے اُن مین سے یہ کہنا شروع کیا کہ یا الٰہی اگر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہو اور سچا ہو تو ہماری اوپر پتھر برسایا اور کوئی دوسرا عذاب نازل کر اور بعضون نے کہا کہ ایک ٹکڑا آسمان کا گرا تا کہ ہمکو قیامت کے عذاب کا یقین حاصل ہو جائے سو ان لوگون کی حماقت اور تمسخر کی باتین سنکر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت رنج اور آزردگی حاصل ہوئی تب حق تعالیٰ جل شانہ نے یہ سورۃ نازل فرمائی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سَاَلَ سَآئِلٌ مانگا ایک مانگنے والے نے اس مقام پر جاننا چاہیئے کہ عرب کے لغت مین سوال دو معنون مین آتا ہے ایک پوچھنے کے معنون مین آتا ہے اور اسکے صلہ مین عن کے حرف کو لاتے ہین اور دوسرا طلب کرنے اور مانگنے کے معنون مین آتا ہے اور اسکے صلہ مین کبھی بے کے حرف کو لاتے ہین اس لحاظ سے کہ یہ لفظ دعائی معنون کو شامل ہے اور اس مقام پر یہی معنی مراد ہین اور ان ہی معنون کا لحاظ کر کے بِعَذَابٍ فرمایا یعنے عذاب اور بلا عن عذاب نہ فرمایا اور بعضے فصاحت اور بلاغت کے فن کے ناواقف اس ترکیب مین ایک اشکال کرتے ہین اس اعتراض کا مضمون یہ ہے کہ سوال تو مگر گیا مگر کوئی سوال کرنیوالا پھر سوال کے بعد سائل کا ذکر بے فائدہ ہے سو اسکا جواب یہ ہے کہ سوال کے لفظ سے سوال کرنیوالا التزام کے طور پر بوجھا جاتا ہے اور سائل کے لفظ سے مطابقت کے طور پر پوچھا جاتا ہے سو اس ترکیب مین دو مثلون کا جمع کرنا ہے جو بلاغت کے فن مین عمدہ چیز ہے پھر سائل کے لفظ مین ابہام ہے اس بات کے نظر کرنے پر کہ سوال کرنیوالا کوئی شخص معین نہین ہے اور

متعین ہو اس راہ سے کہ فاعل موجود ہو پس اس ترکیب میں دو متقابلوں کا جمع ہونا بھی ہوا
اور تحقیر بھی ہے یعنی سائل عقل و دانائی سے بالکل بے بہرہ ہو جو ایسا سوال کرتا ہو پس
اس راہ سے دو ضدوں کا جمع ہونا بھی ہوا ہر صورت سے فاعل کا ذکر اس طور پر کہ
اس کے تعین نہ پوچھا جاوے اور جو چیز فعل کے لفظ سے التزام کے طور پر ہو بھی جاوے
وہ اس ذکر سے صراحت کے طور پر بھی جاوے یہ ایک نکتے کے واسطے ہو جو فصیح
اور بلیغ عالموں کے نزدیک نہایت معتبر ہو اور وہ نکتہ اشارہ ہو اس بات کی طرف کہ یہ
سوال ایسے شخص نے کیا ہے کہ سوائے سوال کے کوئی بہتری اس میں پائی نہیں جاتی تاکہ
اس بہتری کی راہ سے وہ معین کیا جاوے تو گویا وہ شخص انسانیت سے اور خطاب کی
لیاقت سے اور اس قسم کی دوسری خبروں سے بے بہرہ ہو اور اس ترکیب میں سوال
کے پہلے مفعول کو یعنی سوال کیے گئے کو جو اس مقام پر ذات پاک حضرت حق تعالیٰ کی ہو
حذف کیا ہو یعنی ذکر نہیں کیا ہو اسواسطے کہ جب سوال کرنیوالے نے اس جناب پاک کے
ادب کی رعایت نہ کی اور بے ادب اور بے تمیزوں کی طرح اس قسم کا سوال کر بیٹھا
گویا اسکو اعتبار کے درجے سے ساقط کیا تو اسکے سوال کی نقل میں بھی اسکو لفظ سے
گرا دینا چاہیے تاکہ اسکی گستاخی کی طرف اشارہ ہووے اور عذاب کے لفظ کے نکرہ
لانے میں اسکی نہایت تمسخر کی طرف اشارہ ہو اسواسطے کہ تنکیر یا عظمت پر دلالت
کرتی ہو یا حقارت پر سو اس مقام پر اگر عظمت مراد لیجیے تو اس سائل کی نہایت جرأت
اور بیباکی ثابت ہوتی ہو کہ ایسے بڑے عذاب کو جان بوجھ کے طلب کیا اور اگر حقارت
مراد لیجیے تو نہایت نادانی اور حمق اسکا ثابت ہوتا ہو کہ ایسے بڑے عذاب کو حقیر سمجھا
اور باوجود اس بے ادبی کے جو سوال میں اسنے کی حماقت بھی اسکی ثابت ہوئی
اسواسطے کہ وہ اس سوال میں تحصیل حاصل کی کرتا ہو یعنے بیفائدہ کام کرتا ہو کہ ایسے
عذاب کو طلب کرتا ہو جو واقع ہونیوالا ہے کافروں کے

واسطے ایسے کافر کے سوال کرنیوالا بھی اُن ہی مین سے ہو اور وہ عذاب آنے کا احتمال بھی نہین رکھتا ہو تاکہ اسکے طلب کرنے سے اسکا آنا متعین ہوجاوے اسواسطے کہ لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ کوئی نہین ہو اس عذاب کو دفع کرنے والا اسواسطے کہ وہ عذاب مقدر ہو مِّنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کیطرف سے جو موصوف اس صفت سے ہو ذِي الْمَعَارِجِ عروج کے درجون اور مرتبون کا صاحب کہ اسکے بندے اسکے حکمون کی تابعداری اور فرمانبرداری مین دل اور جان سے کوشش کرکے ان مرتبون اور درجون سے ترقی کرکے پھر اسکی حضوری سے مشرف ہوتے ہین اور وہ درجے مسافت کی دوری اور نزدیکی مین مختلف اور متفاوت ہین بعضے درجے اور مرتبے ایسے ہین کہ ایک پلک مارنے مین انکے سبب سے ترقی ہوسکتی ہے جیسے اسلام کا کلمہ زبان سے کہنا کہ اس کلمہ کے زبان پر جاری کرنے کے سبب سے وہ شخص ایک آن مین خرابی اور ہلاکی سے رہائی پاکے نجات ابدی کے درجے مین ترقی کرتا ہو اور بعضے انمین سے ایسے ہین کہ ایک ساعت مین انسے ترقی حاصل ہوتی ہو جیسے نماز کا ادا کرنا اور بعضے ایسے ہین کہ ایک دن کامل مین انسے ترقی حاصل ہوتی ہو جیسے روزہ یا ایک مہینے مین جیسے تمام رمضان کے مہینے کا روزہ رکھنا یا ایک سال مین جیسے حج کا ادا کرنا اور اسی پر دوسرونکو قیاس کرلینا چاہیے اور اسیطرح فرشتون اور روحون کا عروج جو کسی کام پر مقرر ہین اس کام سے فراغت پانے کے بعد مختلف اور متفاوت ہو چنانچہ بنی آدم کے نگہبان فرشتے کہ صبح سے عصر تک نگہبانی کرتے ہین اور عصر کی نماز کے بعد عروج کرتے ہین پھر دوسرے فرشتے جو انکے عوض آتے ہین وہ صبح کی نماز کے بعد عروج کرتے ہین اور رزق اور موت پر معین فرشتے شب برات کو یعنی شعبان کی پندرھوین شب کو عروج کرتے ہین اور پھر دوسرا دفتر لاتے ہین اور اسیطرح درختون اور کانون اور بدلی اور برسات کی روحین اپنے اپنے متعلق کامون کی مدتون مختلف تک تدبیرین کرکے عروج کرتی ہین اور اسیطرح کسی نبی کے

دین کے قائم رکھنے کیواسطے یا کسی قبیلے کی سلطنت یا حکومت کے تھامنے کیواسطے جو فرشتے اور روحین کہ مقرر ہین ہزار سال تک اسکی تدبیر مین مشغول اور سرگرم ہو کے پھر اس مدت کے تمام ہونے کے بعد عروج کرتے ہین اور ان سب سے دراز اور لمبی ایک مدت ہے کہ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ چڑھینگے فرشتے اور روحین جو بنی آدم کی تدبیروں کے واسطے مقرر ہین آسمان کی ہون یا زمین کی اسکی طرف اسدن مین جسکا اندازہ پچاس ہزار سال کا ہی اور وہ روز قیامت کا دن ہے کہ اُس دن پہلے صور کے پھونکنے کے سبب سے وہ فرشتے اور روحین جو آسمان اور زمین اور پہاڑ اور دریا اور ستارون کی نگہبانی کیواسطے مقرر ہین عروج کرینگے پھر وہ فرشتے جو بنی آدم کے عملون کی نگہبانی اور ان عملون پر گواہی دینے کیواسطے مقرر ہین عروج کرینگے اور اسیطرح عملون کے تولنے اور نامۂ اعمال سیدھے یا الٹے ہاتھ مین دینے کے واسطے ہین اور پلصراط سے پار کرنے کیواسطے اور دوزخ والون کو دوزخ کیطرف ہانک لیجانے کے واسطے اور منزل اور درجے بہشتیون پر تقسیم کرنے کو اور انکی عیش و عشرت کا سامان درست کر دینے کے واسطے اور دوزخیون کو ہر ہر طبقے اور درکے مین ڈالنے کو اور انکے عذاب اور دکھ اور رنج کا سامان کرنے کے واسطے تمام فرشتے عالم علوی اور عالم سفلی کے اور آسمانی اور ارضی اور عنصری اور معدنی اور نباتی اور حیوانی سب روحین گروہ کے گروہ ایک کے بعد ایک عروج کرین گے اور دنیا کی خدمتون سے جو ہر ایک کیواسطے مقرر تھی فراغت پاکے عالم آخرت کی خدمتون پر مقرر ہونگے یہانتک کہ پھر ایک طور پر قرار ہوگا اور بہشتی بہشت مین اور دوزخی دوزخ مین ٹھہرینگے اور اُس عالم کے قیام اور انتظام کے واسطے فرشتے اور روحین بدالآباد تک یعنے ہمیشگی کیواسطے اپنے اپنے کامون پر مستعد اور مشغول ہونگے پھر اسوقت عروج نہ رہیگا اور قرار اور سکون یعنے ٹھہراؤ اور چین کی حالت ظاہر ہوگی اور ابتدائے عروج سے انتہا تک پچاس ہزار برس کی مدت ہوگی چنانچہ صحیح حدیثون مین اسکی تصریح آگئی ہی اور اس تمام مدت کا نام ایک دن ہے

اسواسطے کہ اتنی مدت مین ایک ہی کام یعنی بدلہ دنیا بھلائی اور برائی کا منظور ہے اور صحیح حدیث
مین حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے آیا ہے کہ صحابہؓ نے اس آیت کے سُننے کے بعد
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ دن تو بہت بڑا ہوگا اتنی
مدت خوف اور بیچینی اور بیقراری مین گذارنا اور بے ٹھور اور ٹھکانے رہنا بہت مشکل ہوگا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم خدا کی ایماندار آدمی کو وہ دن ایسا چھوٹا معلوم ہوگا جتنی
دیر مین ایک نماز فرض کی دنیا مین ادا کرتا ہو آپ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مخاطب
ہوکے فرماتے ہین کہ جب حق تعالی کو تمنے ذی المعارج کی صفت سے سراہا گیا جان لیا اور اُسکے بعضے
معارج سن بھی لیے کہ پچاس ہزار برس کی مدت رکھتے ہین تو ان کافرون کے ایسے
عذاب مقرر کی جلدی کرنے اور مسخری کرنے سے رنجیدہ مت ہو فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيلًا
پھر صبر کر اچھی طرح کا صبر کرنا جسمین جلدی اور رنجیدگی اور دل کی گھبراہٹ نہ پائی جائے اور ہم
تمکو صبر کرنے کو اسواسطے فرماتے ہین کہ ان کافرونکا جلدی اور مسخری کرنا انکی غلطی اور نادانی
اور کم فہمی سے ہو کہ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا بیشک یہ کافر دیکھتے ہین اس دن کو بہت
دور اور جانتے ہین کہ آسمان اور زمین کے خراب ہونے کو ابھی بہت ہین ہمکو اسدن سے ڈرنا
کسواسطے چاہیے کچھ ہماری زندگی مین تو آنیوالا نہین ہو وَنَرَاهُ قَرِيبًا اور ہم دیکھتے ہین
اُسدن کو بہت نزدیک اسواسطے کہ اسدن کی آمدنی کی ابتدا موت سے ہے جسوقت
روح بدن سے جدا ہونی اسیوقت اُسدن کے آثار اور علامتین ظاہر ہونے لگتی ہین اور فرشتے
مقرر اور روحین مقرب اسکی عروج کرتی ہین جو خاص اسی کیواسطے مقرر تھین سو موت کا زمانہ
تو بہت قریب ہوا اور اگر اس دن کی حقیقت کو دیکھتے ہین اسواسطے کہ دنیا کے تمام ہونے
کو بہت مدت باقی ہو تو یہ بھی انکی بوجھ بیجا ہو اسواسطے کہ جسوقت اور احوال اسدن ظاہر
ہونگے اور ہر ہر واقعہ اسکا ہزار ہزار سال کی مسافت پر ہیگا اسکی نسبت سے دنیا کا گذرنا بہت
تھوڑا ہے اسواسطے کہ دنیا کا تمام ہونا اُس دن کے شروع سے ہے يَوْمَ تَكُونُ

السَّمَآءُ جسدن ہوجائیگا آسمان آگ کی کثرت اور لپک سے اور صور کی آواز کے صدمہ سے
كَالْمُهْلِ تانبے اونٹے ہونے کے مانند وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ اور ہوجائینگے پہاڑ آندھی اور
طوفان کے زور سے جو اُن پہاڑون کی جڑون مین گھسکر زمین کو خلخول اور کھوکھلا کردے گا
اور پے درپے ہونے سے صور کی آواز کے پہاڑون کی جڑونکو سست اور بودی کردینے
مین ہوا کی اور بھی مدد ہوگی كَالْعِهْنِ رنگین اون دھنی ہوئی کے مانند جسکو دھنیا اپنی
کمان کی تانت سے مارکے اڑاتا ہے اور یہان رنگین اون اسواسطے مراد لی ہے کہ بعضے پہاڑ
سُرخ ہوتے ہین اور بعضے سفید اور بعضے سیاہ اور اُسدن جو ہر ایک کے ٹکڑے ملکر اڑینگے
تو اس آپس مین ملنے کے سبب سے رنگین اون کی طرح معلوم ہون گے اور اسوقت آدمیون
پر اُسدن کی سختی اور مصیبت اسقدر ہوگی کہ اپنے خویش اور اقربا کو بھول جاوینگے
وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا اور نہ پوچھیگا کوئی قرابت والا اپنے قرابت والے کو کہ
تیرا کیا حال ہے اور یہ حال یعنے انکا نہ پوچھنا کچھ دوری اور اوٹ کے سبب سے نہوگا بلکہ
يُّبَصَّرُوْنَهُمْ دکھلایا جائیگا آدمیون کو انکے قرابت والونکا حال سو باوجود اُنکے
بُرے حال دیکھنے کے اپنی مصیبت اور گرفتاری کی دہشت اور فکر مین کچھ بھی انکی پرواہ
انکو نہوگی اور رنج اور غم بھی انکا نہوگا بلکہ یہ آرزو کرینگے کہ کاشکے ہمارے عوض بھی ان پر
عذاب کرین اور ہم چھوٹ جاوین يَوَدُّ الْمُجْرِمُ آرزو کریگا گنہگار لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ
عَذَابِ يَوْمِئِذٍ کہ کاشکے یعنے کسی طرح عوض مین دے اس دن کے عذاب سے
بِبَنِيْهِ اپنے بیٹون کو جس طرح دنیا مین اپنی عوض اول مین دیکر قید سے خلاصی ہوتی ہے
وَصَاحِبَتِهٖ اور اپنی جورو کو جو اسکا ناموس اور عزت ہے اور جورو کو اول مین دنیا
بڑی بے عزتی اور رسوائی ہے وَاَخِيْهِ اور اپنے بھائی کو جو اسکی مدد کرنیوالا ہے اور تا بعد اربھی
اسکا نہین ہے وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ اور اپنے ایک بڑے کنبہ کو جنمین
رہتا تھا اور جب یہ شخص کوئی گناہ کرکے بھاگ کر اُن مین آبیٹھتا تھا تو وہ بٹھا رکھتے تھے

اور اسکی حمایت کرتے تھے وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا اور جتنے لوگ زمین پر ہین سب کو اکٹھا نایک کے بعد دوسرا ثُمَّ يُنْجِيهِ پھر اپنے تئین خلاص کرے اور چھڑاوے جاننا چاہیے کہ یہان اس آیت مین لڑکونکو جورو پر اور جورو کو بھائی پر اور بھائی کو گھرانیوالونپر اور گھرانیوالونکو بیگانون پر مقدم فرمایا اور سورۂ عبس مین بھائی کو ماں باپ پر اور ماں باپ کو جورو پر اور جورو کو لڑکون پر مقدم کیا ہی سو اس تقدیم اور تاخیر اور عبارت کے الٹنے مین ایک باریک بات ہی وہ یہ کہ سورۂ عبس مین بھاگنے کا بیان ہی اور آدمی بھاگتے وقت پہلے اسکو چھوڑتا ہی جسکی محبت کم ہوتی ہی اسواسطے وہ ترتیب وہان مناسب ہوئی اور اس سورۃ مین اپنا فدیہ دینا مذکور ہی اور اول دینے مین پہلے اسی کو کرتے ہین جو اپنا تابعدار اور فرمانبردار ہو تو اس مقدمہ مین لڑکا مقدم ہی جورو سے اور جورو مقدم ہی بھائی سے اور بھائی مقدم ہے دوسرے اپنیون سے اور اپنے مقدم ہین بیگانون سے كَلَّا ہرگز نہین یعنے یہ آرزو بیفائدہ کرنا چاہیے اسواسطے کہ إِنَّهَا بیشک وہ عذاب جو اس دن مین ہے اور ضمیر کا مؤنث ہونا خبر کی رعایت سے ہی یعنے خبر مؤنث ہی لَظَىٰ وہ دہکتی آگ ہی اور لپک والی سو یہ آگ عوض قبول نہین کرتی اسواسطے کہ عوض قبول کرنا اور شعور اور فہمیدگی کا کام ہی اور وہ آگ اس بدلے اور عوض کا کچھ شعور نہین رکھتی ہان مگر اس سے دانا ؤن کے سے کام ہوتے ہین اس حالت مین کہ نَزَّاعَةً لِّلشَّوَىٰ کھینچتی ہی بدن کی کھال کو جلانے کے سبب سے اور کھال کی بھیتر کی چیز کو بالکل نہین جلا دیتی تا نابیت اور نابود نہو جاے بلکہ کھال کے جلنے کے سبب سے سوزش اور جلن دمبدم زیادہ ہو اور ایک دوسرا بھی کام دانا ؤن کا سا کرتی ہی کہ تَدْعُوا بلاتی ہی للکار کے اور فصیح زبان سے کہتی ہی کہ إِلَيَّ یا کافر إِلَيَّ يَا مُنَافِقُ إِلَيَّ يَا جَامِعَ الْمَالِ یعنے میری طرف آاے کافر میری طرف آاے منافق میری طرف آاے مال کے جمع کرنیوالے یعنے حرام مال کے جمع کرنیوالے اور زکوٰۃ نہ دینے والے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول یعنی دوزخ کا بلانا ان لفظون سے منقول ہی اور یہ نام لیکر خاص اس شخص کو بلاویگی مَنْ أَدْبَرَ جسنے پیٹھ دی تھی سچی راہ سے

پیغمبرون کی دشمنی اور نافرمانی کرنے سے وَتَوَلّٰی اور مُنھ موڑا تھا ایمان سے وَجَمَعَ اور جمع کیا تھا مال کو بے پروائی سے یعنی نہ حلال کو دیکھا نہ حرام کو نہ شبہ کو نہ مکروہ کو جس طرح پایا جمع کرلیا تھا اور اس مال حاصل کرنے اور جمع کرنے ہی کے وقت عذاب کا مستحق ہو چکا تھا فَاَوْعٰی پھر جمع کرنے کے بعد اس مال کو کسی چیز میں کرکے رکھ چھوڑا اور جو جو حق اسپر واجب تھے اسکو ادا نہ کیا یعنے نہ خدا کا حق ادا کیا جیسے زکوٰۃ اور نہ بندے کا حق ادا کیا جیسے قرض اور نوکر کی نوکری اور مزدور کی مزدوری اور لونڈی غلام کے کھانے کپڑے سے خبرگیری کرنا اور جورو لڑکون کا حق اور بھائی بہن کا حق اور ماں باپ کا حق اُس مال سے ادا نہ کیا پھر اس مال کے بیجا خرچ کرنے میں بھی دوزخ کے عذاب کا مستحق ہوا اور جب معلوم ہوا کہ اس آگ کو دو کام مطلوب ہیں ایک بدون کی کھال کو جلادینا نہ دلون کو تاکہ ماں باپ جورو لڑکے بھائی بند کی گرفتاری کو دیکھکر جلیں دوسرا کام یہ ہے کہ بھاگنے والون اور مُنھ موڑنیوالون اور مال کے جمع کرنیوالون اور حقوق کے نہ دینے والون کو ڈھونڈ ڈھونڈ اور چُن چُن کے بُلاویگی اور اپنی طرف کھینچے گی پھر ایسا شخص اپنی عوض میں دوسرے کو دینے کی کس طرح آرزو کرتا ہے اور اسکا عوض قبول کس طرح ہوگا اسواسطے کہ اگر اسکے عوض میں دوسرا قبول ہو تو اس شخص کے بدن کا جلنا جو مطلوب ہے کس طرح سے ہو اگرچہ اسکا دل اپنے قریبون اور یگانون کے عذاب دیکھنے کے سبب سے جلیگا اور یہ بھی ہے کہ اگر اسکے خویش واقربا اُن ہی گنہگارون میں سے ہیں یعنے بھاگنے والون اور منھ موڑنیوالون اور مال کے جمع کرنیوالون اور دوسرے کے حق نہ دینے والون میں سے ہیں تو وہ دوزخ کی آگ آپ ہی اُن کو پکڑیگی اور ہرگز چھوڑیگی اس شخص کا اُن لوگون کو اپنی عوض میں دینا ہو نہیں سکتا اسواسطے کہ یہ ایسا ہو جیسے ایک گنہگار اپنی عوض میں دوسرے گنہگار کو حوالے کرے اور اگر اسکے خویش واقربا اِن گنہگارون کے غول میں کے نہیں ہیں تو وہ آگ انکو قبول نکریگی اسواسطے کہ اسکی غرض ایسے ہی گنہگارون کو جلانا ہے نہ بے گناہون کو سو ایسے شخص کو اپنے عوض میں

دنیا ویسا ہو جیسے کوئی شخص گھوڑے کو دانے چارے کے عوض مین جواہر دے کہ وہ ہرگز
قبول نکریگا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہو کہ جب کافرون اور منافقون کو
دوزخ کی آگ نام بنام پکاریگی اور یہ لوگ بھاگینگے تب ایک گردن بہت لمبی آگ سے نکلیگی اور
وہ سو سال کی راہ سے جتنے کافر اور منافق ملینگے سب کو چن چن کر اٹھا لیجائیگی جسطرح سے جانور
اپنی نوک سے دانہ اٹھا لیتا ہی اور اگر کسی کے دل مین یہ شبہہ آوے کہ اس صورت مین بہت سے
لوگون کو دوزخ کی آگ بجھ جائیگی سو اسکے یہ چار دن صفتین جو دوزخ کی آگ کو مطلوب ہین اکٹھا
کم لوگون مین پائی جاتی ہین تو اسکے جواب مین ہم کہینگے کہ بدنی عبادت سے منھ موڑنا اور
پیغمبر اور قرآن سے منکر ہونا اگرچہ کم ہو اور نیک پیدائش والا اسکو دانائی کے خلاف جانتا ہے
لیکن مال کا جمع کرنا اور مستحقین کو حق نہ دینا بہت لوگون مین پھیلا ہوا ہی اسواسطے کہ اِنَّ الْاِنْسَانَ
خُلِقَ هَلُوْعًا بیشک آدمی موافق اپنی جبلت کے پیدا کیا گیا ہے بے صبر اور حریص
گھبرانا اور طمع عرب کی لغت مین بُرے حریص کو بھی بے صبر کو کہتے ہین چنانچہ حضرت عبداللہ
ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس لفظ کے معنی لوگون نے پوچھے آپ نے فرمایا کہ حق تعالی نے
اس لفظ کی آپ ہی تفسیر کی ہو اور فرمایا ہی اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا جب پہنچے اسکو
برائی جیسے تنگی یا بیماری یا کوئی دوسری مصیبت تو نہایت گھبراوی اور بیقرار ہووے
اور اسکی تفسیر مین کہا ہو کہ اور اسکی وجہ یہ ہو کہ آدمی کی بوجھ اور سمجھ بہت قوی ہے
اور اسکی نظر دور تک پہنچتی ہے اسواسطے ہر مصیبت کے رنج اور الم کی وجہون کو خوب غور
کرکے دریافت کرتا ہی اور اسکے نوازمات کو اور انجام کے حال کو بہت دور سے دیکھتا ہی پھر
وہم کے غلبے سے ان سب کو ڈراونے ہوا جانتا ہی اور اس بیقراری کے حال مین مغلوب
ہو جاتا ہے اور اس مصیبت کے دفع کرنے کے واسطے طرح طرح کے حیلے اور تدبیرین بھی اسکے
دل مین آتی ہین اور کسی سے مطلب برآری نہین ہوتی ہی پھر ایک تدبیر کو چھوڑتا ہی اور دوسری
تدبیر مین پڑتا ہی اور اس انتقال مین یعنی ایک تدبیر کو چھوڑنے اور دوسری کو پکڑنے مین اسکے

قوی کو بہت بیقراری حاصل ہوتی ہے اور ایک تدبیر کو تمام فکر کے دوسری تدبیر کے سامان کی فکر
میں جا پڑتا ہے وَاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا اور جب پہنچتی ہے اسکو بھلائی جیسے
دولت اور حکومت یا دوسری طرح کی بھلائی تو نہایت بخیل ہو جاتا ہے اور ہرگز نہیں چاہتا کہ
دوسرے کو کچھ پونہچے اور جب حق تعالیٰ اُسپر ہر طرف سے خوشی اور ترقی کے دروازے
کھولتا ہے تو اسکو ہر نعمت اور ہر مرتبے کی ترقی کی محافظت اور نگہبانی منظور ہوتی ہے تاکہ
دوسرے کو نہ پونہچے اور میری ہی نسل اور خاندان میں یہ حکومت اور ثروت ہمیشہ باقی رہے
پھر اس سبب سے اسکا بخل روز بروز بڑھتا جاتا ہے سو یہ بھی اسکی ناشائستہ بندگی ہے کہ ہر نعمت کے
نفع کی وجہوں کو خوب غور کر لیتا ہے اور اسکے لوازمات بعید کو اور پوشیدہ خواصوں کو دور سے
بوجھ لیتا ہے اور اس میں انتہا درجے کی خواہش کرتا ہے اور وہم کے غلبے کے سبب سے ہر ایک
خواہش کو ہوا بوجھتا ہے اور اس نعمت کو تنہا اپنے ہی پاس رکھنے کے واسطے طرح طرح کے
حیلے اور تدبیریں کرتا ہے اور اس میں بہت فکر اور غور کرتا ہے اور ان سب کے پیچھے پڑتا ہے اور
دونوں صفتیں یعنی بے صبری اور حرص کی زیادتی اکثر بندگی اور عبادت کی خرابی کا سبب اور
پیغمبروں اور قرآن سے پھرنے اور انکار کرنے کا سبب پڑتی ہے تو دوزخ کے بلانے کے
قابل سب آدمی ہوئے اسواسطے کہ انکی اصل پیدائش میں دوزخ کے بلانے کی استعداد پائی
جاتی ہے مگر آٹھ فرقے انکو دوزخ سے بلانے کی اسواسطے کہ انکو اپنے آگھوں دروازوں سے
بہشت بلا دیگی اگر انکو دوزخ بھی بلا دے تو آپس میں دوزخ اور بہشت کے جھگڑے اور منافقے
لازم آوے اور دوزخ اور بہشت آپس میں خواجہ تاش ہیں [illegible]
ہیں اور انکے آپس میں صلح اور ملاپ [illegible]
آگھوں فرقوں کا بیان ہے اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ مگر وے نمازی جو اپنی نماز پر ہمیشگی کرتے ہیں اور یہ آٹھوں صفتیں
دلیل ہے کہ یہ زیادہ حریص اور بے صبر [illegible]

اُنسے نہو سکتا اور جو یہ دن اور رات مین پانچ وقت اپنے خاوند کی حضور مین حاضر ہوتے ہین تو
اُنسے اپنے خاوند کے واسطے اپنے مال سے نذر اور نیاز نکالنے مین انکار کب ہو سکتا ہے
یا جنکی تنخواہ حق تعالیٰ نے اُن پر اتاری ہو انکو ندین اور حرص کی زیادتی انکو اس مرتبے کو
پونہچادے کہ اسکے حق کو منع کرین یہ انسے ہرگز ممکن نہین ہے اسجگہ پر جاننا چاہیے کہ
حق تعالیٰ نے نماز پڑھنے والون کو گویا ان آٹھون فرقون کا سردار کرکے اس آیت مین
سب کے پہلے ذکر فرمایا ہے اور اس کلام کے آخر مین بھی اسی فرقے کا ذکر کرکے کلام کو ختم کیا ہے
سو ظاہر مین تکرار معلوم ہوتی ہے لیکن حقیقت مین تکرار نہین ہے کئی وجہون سے پہلی وجہ یہ ہے کہ
لوگون نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے جلیل القدر
صحابیون مین سے ہین اس آیت کے معنی پوچھے تھے کہ نماز کی ہمیشگی سے کیا مراد ہے
اسواسطے کہ ہمیشہ نماز مین رہنا آدمی کی طاقت سے باہر ہے انھون نے جواب دیا کہ نماز کی ہمیشگی
سے یہ مراد ہے کہ نماز پڑھنے مین داہنے بائین نہ دیکھے اور دل بھی سواے خدا کی یاد کے
دوسری طرف نماز مین نہ لگاوے اور ظاہر بھی یہی ہے کہ محافظت کا لفظ جو ان آیتون کے
آخر مین آتا ہے اُس سے مراد یہی ہے کہ نماز کے مقدمے مین بڑا اہتمام کرے یعنی اسکے آداب
اور شرطون کی رعایت کرنا اور وقت آنے کے پہلے سے وضو کرکے کپڑے پہن کے قبلہ کیطرف
درست کرکے مستعد ہوکر بیٹھنا تاکہ نماز کا وقت جو آوے تو اسوقت اسی شرط کے
حاصل کرنے کی طرف دل متعلق نہ رہے اور اثنا نماز مین ظاہری اور باطنی کی عاجزی سے
کھڑے ہونا اور ریا سے بچنا اسیطرح تمام آداب اور سنن کی رعایت کے ساتھ اول سے آخر تک
نماز کو تمام کرنا اور نماز سے فراغت ہونے کے بعد بھی بیہودہ اور بُری باتون سے بچنا یہ سب
چیزین التفات کے سواے ہین دوسری وجہ یہ ہے کہ مداومت سے مراد یہ ہے کہ پانچ وقت
کی نماز ہمیشہ ادا کرنا اور ایک وقت کی بھی نماز کو جان بوجھ کے چھوڑنا اور محافظت سے دوسری
چیزین مراد ہین چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے تیسری وجہ یہ ہے کہ

پہلی آیت سے فرض نماز مراد ہے اور آخر کی آیت سے سوائے فرض کے دوسری نمازین مراد ہین
جیسے روز کی مؤکدہ سنتین اور چاشت اور اشراق اور دوپہر لوٹنے کی اور تہجد کی نماز چنانچہ
حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وَالَّذِیْنَ فِیْ اَمْوَالِهِمْ اور دوسرے
وے لوگ جوانکے سب قسم کے مالونمین سے جیسے نقد اور مویشی کا حاصل اور جانور پالے ہوے
اور تجارت کا مال اور لونڈی غلام حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ حق ہے معین اور مقرر کیا ہوا سو وہ زکوۃ ہے
اور صدقہ فطر کا اور واجب نفقے یا دوسرا حق ہے جو اپنے ہر جنس کے مال مین مقرر کر رکھا ہے
لِلسَّآئِلِ سوال کرنیوالے کیواسطے جسکو شریعت کی راہ سے طلب کرنا پونہچتا ہے جیسے جورو
اور اولاد اور غلام اور لونڈی اور دوسرے ناتے والے اور قرضخواہ اور مہمان کہ اُن
سبکو اپنے اپنے حقون کا مطالبہ پہونچتا ہے اور یہ سب اپنے حقوق کو بے شرم ہوکے لوگونکے سامنے
محکمے مین طلب کرتے ہین وَالْمَحْرُوْمِ اور اسکے واسطے جو محروم ہے مانگنے سے اور
شریعت کی راہ سے اُسکو مانگنا نہین درست ہے جیسے مسکین اور یتیم اور محتاج کہ لوگ مطالبہ
نہین رکھتے اور بعضے مفسرن نے ایسا کہا ہے کہ سائل سے آدمی مراد ہے کہ اپنی احتیاج کو
اپنی زبان سے ظاہر کرسکتا ہے اور محروم سے جانور مراد ہین اسواسطے کہ بیزبان ہین
اور بعضون نے کہا ہے کہ سائل سے فقیر کوچہ گرد یعنی جو مانگتے پھرتے ہین وے مراد ہین اور محروم
سے وے محتاج مراد ہین جو اپنے گھر مین بیٹھے ہین اور کسی سے اپنی حاجت کو ظاہر نہین کرتے
اور لوگ انکو غنی سمجھتے ہین سو اس سبب سے وے لوگ صدقہ سے محروم رہتے ہین اور بعضون نے
کہا ہے کہ محروم سے وہ افلاس زدہ مراد ہے جسکی روزی کا سبب درہم برہم ہوگیا سو
کسیطرح سے اپنا قوت پیدا نہین کرسکتا یا وہ تاجر مراد ہے کہ اسکی اصل پونجی مین
بہت نقصان آیا یا اسکا مال بالکل لٹ گیا اور اگر چہ صدقہ دینے مین محروم سائل پر
مقدم ہے چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ تَرُدُّهُ الْاُكْلَةُ
وَالْاُكْلَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلٰكِنَّ الْمِسْكِيْنَ الَّذِيْ لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيْهِ وَلَا

یَسْئَلُ النَّاسَ وَیَتَصَدَّقُ عَلَیْہِ یعنی مسکین وہ نہین ہی جسکو پھیرے ایک لقمہ یا دو لقمے یا ایک خرما یا دو خرمے اور در بدر مارا مارا پھرے بلکہ مسکین وہ ہی کہ اپنی احتیاج کے دفع کی چیز نہین رکھتا اور اپنی احتیاج کو کسی کے سامنے ظاہر کرنیسے سوال بھی نہین کرتا ہے تاکہ لوگ اسکی حاجت دریافت کرکے کچھ اسکو دیوین سو ایسے فقیر کو دینا بہت بڑا ثواب ہے لیکن اس آیت مین سائل کو محروم پر مقدم بیان فرمایا ہے اسواسطے کہ ظاہر مین بھی یہی بات ہوتی ہے جیسے کھانا تقسیم کرنیکے وقت مانگنے والیکو جو دروازے پر کھڑا ہوکر پکارتا ہے پہلے دیتے ہین پھر جو کچھ بچکر رہ جاتا ہے وہ محتاج خانہ نشینونکو گھر بھیجدیتے ہین اور اس عمل سے معلوم ہوا کہ اس گروہ کو بڑا صبر ہوتا ہے کہ اپنا مال بھی دیتے ہین اور فقیر محتاجونکے آوازے ظلم بھی سہتے ہین پر گھبراتے نہین ہین اور حرص بھی نہین رکھتے نہین تو اپنا مال جس سے بڑے بڑے فائدہ حاصل کرسکتے ہین دوسرونکو کیون اسطرحسے دیدیتے لیکن انکا مرتبہ پہلے فرقے سے یعنی نماز پر ہمیشگی کرنیوالون سے کم ہے اسواسطے کہ انکو کبھی کبھی مال کے خرچ کرنے کا سوچ اور مال کے جمع کرنیکی حرص بھی ہوتی ہے بخلاف پہلے فرقے کے کہ وے نماز مین مستغرق ہونیکے سبب سے اس حالت استغراق مین ایک ساعت ان دونون چیزون سے نجات پاتے ہین وَالَّذِیْنَ یُصَدِّقُوْنَ بِیَوْمِ الدِّیْنِ اور تیسرے وے لوگ جو سچا جانتے ہین انصاف کے دن کو سو بلا کے آنیسے بے صبر نہین ہوتے ہین اور بہتری پہونچنے سے منّاع الخیر یعنے خیر کو منع نہین کرتے ہین اسواسطے کہ ہر بلا اور نیکی کا عوض ملنا یقینی جانتے ہین سو یہ لوگ صبر بھی رکھتے ہین اور حرص کو اپنے پاس آنے نہین دیتے لیکن انکا مرتبہ اُن دونون کے مرتبون سے یعنی نمازیون اور زکوٰۃ دینے والون سے کم ہے اسواسطے کہ ان لوگون کو ایسا کام کرنے مین جس مین دنیا کا کچھ نفع نہووے اور اپنے مال کو ایسی جگہ خرچ کرنیمین جسمین ظاہر مین فائدہ کچھ نہووے بے صبری اور گھبراہٹ ہوتی ہے اور دنیا کے نفع والی باتون مین پھنسنے اور دنیا کے رنج سے بچنے پر اور آئندہ کیواسطے مال جمع کرنے پر حرص ہوتی ہے

اور لالچ کرتے ہین لیکن یہ لوگ صبر کونے صبری پر قناعت کو حرص پر ترجیح دیتے ہین اس
سبب سے کہ انکو جزا کا یقین ہے تو گویا عوض اور بدلا کرتے ہین اور تھوڑا دیتے ہین اور
بہت چاہتے ہین اور انکی گھبراہٹ اور حرص بالکل بے تاثیر نہین ہے بلکہ ایک فائدہ رکھتی
ہے یعنی قسم دنیوی سے طرف قسم اخروی کے انتقال کیا ہے اور فانی سے طرف باقی کے اور ایک رنگ
دوسرا پیدا کیا ہے وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ اور وہ چوتھے وے لوگ ہین جو
اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرنیوالے ہین دنیا اور آخرت مین اور جانتے ہین کہ اگر بلا مین
صبر نکرینگے یا مال کے دینے مین اپنے ہاتھ کو اچھی طرح نہ کھولینگے تو حق تعالے کے عذاب مین
گرفتار ہونگے اور حقیقت مین بات یہی ہے کہ اپنے پروردگار کے عذاب سے خوف اور ڈر مین رہنا
چاہیئے اسواسطے کہ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ بیشک عذاب انکے پروردگار کا ایسا ہی ہے کہ
اس سے باوجود بلا مین صبر کرنیکے اور اپنے مال کو اسکی راہ مین خرچ کرنیکے غَيْرُ مَاْمُوْنٍ
نڈر اور نلے دہشت نہ رہنا چاہیئے اسواسطے بھلائی اور برائی کا اعتبار خاتمہ پر ہے
اور خاتمہ کا حال ہر شخص کا پوشیدہ ہے کسی کو معلوم نہین کہ کیا ہوگا اور صبر اور بخشش
مین ان لوگون کا مرتبہ پہلون کے مرتبہ سے کم ہے اسواسطے کہ انکے کام عذاب کے خوف کے سبب
ہین اور پہلون کے کام ثواب کی امید پر اور ثواب کی طمع امید کی راہ ہے اور امید وسیلہ ہے
محبت کا اور خدمت اور تابعداری محبت کیساتھ بہتر ہے اس خدمت اور تابعداری سے
جو خوف کیساتھ ہو جسطرح مزدور یا نوکر کی خدمت بہتر ہے لونڈی غلام کی خدمت سے
اور یہ دونون گروہ پہلے دونون گروہون سے مرتبے مین بہت کم ہین اسواسطے کہ ان کے
عمل صرف محبت کی راہ سے تھے بھلائی کی امید اور برائی کے خوف کا خیال انکو کچھ نہ تھا
تو اُن کی خدمت اور تابعداری ایسی ہوئی جیسے عاشق معشوق کی خدمت اور اطاعت
کرتا ہے اور یہ چارون فرقہ جو ذکر ہوئے سو وہ لوگ ہین جنھون نے بدنی اور مالی عبادت ادا کرنے پر
صبر کیا اور مصیبت اور بلاؤن کو سہ لیا اور اپنی حرص کو جو طاعت کے مخالف تھی ترک

کیا تھا اور گناہ اور شہوتونکی خواہش کو بالکل موقوف کیا تھا اب اُن لوگونکا حال بیان فرماتے ہین جن سے جزئی کامونمین صبر اور قناعت ظاہر ہوئی ہے سو وہ بھی چار فرقہ ہین پہلا فرقہ وہ ہی جو اپنی شرمگاہ کی شہوت پر اور عورت سے صحبت کرنیکی لذت پر حرص نہین کرتا ہی بلکہ صبر کرتا ہے اور یہ وہ چیز ہے جو اکثر خلق اللہ کی خرابی کا سبب پڑتی ہی دوسرا فرقہ وہ ہی جو خلق اللہ کے حق مین جیسے امانت ہی یا عہد حرص نہین کرتا بلکہ اسکے ادا کرنیمین صبر کرتا ہی تیسرا فرقہ وہ ہے جو خلق اللہ کے حقوق کو ظاہر کرنیکے سزاوار ہین انکے چھپانے پر حرص نہین کرتا بلکہ اُسکے ظاہر کرنے پر صبر کرتا ہے چوتھا فرقہ وہ ہی کہ جو نفل عبادت مین جو اپنے ذمہ پر لازم کر لی ہین خصوصاً نماز نفل جو دن رات مین اپنے پر مقرر کر لی ہے اسکے ادا کرنے پر صبر کرتا ہے اور کھیل کود اور آرام وچین کی لذت مین اپنے وقت کو گذارنے مین حرص نہین کرتا اور ان فرقون کو اس ترتیب سے بیان کرنیکی وجہ یہ ہے کہ عبادتین بدنی جو حق تعالے کے واجب کرنے سے بندے پر لازم ہوئی ہین وہ اسی ترتیب سے بزرگی رکھتی ہین سب سے اعلےٰ پانچ وقت کی نمازین ہمیشگی کے طور سے ادا کرنے پر صبر کرنا اور ان کے چھوڑنے پر حرص نہ کرنا اعلیٰ درجہ کی نزدیکی اور قرب کا سبب ہے چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ مَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ مِمَّا فَرَضْتُ عَلَیْہِ یعنی نہین نزدیک ہوتا ہے کوئی بندہ ہمارے طرف سے کسی عبادت سے جتنا نزدیک اور محبوب ہوتا ہے ہمارے طرف اس عبادت کے ادا کرنے سے جو ہمنے فرض کردی ہے اس پر اور دوسری عبادتون سے نمازین زیادہ خصوصیت ہے اسواسطے کہ یہ جامع ہے سب عبادتونکو اور انتہا درجہ کی حضوری اور قرب کو جو سرگوشی اور کلام کی حد کو پہونچا دیتی ہے پھر اس کے بعد فرض زکوٰۃ کو ادا کرنا اور اپنے ذمے کے واجب نفقے دینے مین خلق اللہ کی منفعت اور خدا کے بندون کی پرورش منظور رکھنا اسواسطے کہ یہ بھی نہایت خوشی اور رضامندی کا پروردگار کے سبب پڑتی ہے پھر اسکے بعد گھبراہٹ اور بے صبری اور حرص کو ترک کرنا بلا اور مصیبت کے

وقت مین فوت ہوئی چیز پر ثواب کی امید سے نہایت بڑا مرتبہ ہے اس ترک سے جو عذاب کی دہشت سے
ہو پھر اسکے بعد نا مشروع چیز پر حرص نہ کرنا اور نہ شرع مین جائز ہے اسیقدر پر اکتفا کرنا خصوصًا
شرمگاہ کی شہوت کے مقدمہ مین بہت ہی بڑا اور سخت صبر ہے اور یہ سب پروردگار کے حق سے
متعلق ہین پھر جو بندون کے حق سے علاقہ رکھتا ہے سو وہ یا اُن کے حقوق کا ادا کرنا ہے
جو اسکے ذمہ پر ہین جیسے آپسمین امانتون کا ادا کرنا اور عہد اور پیمان کا پورا کرنا یا اُن کے
حقوق کو ظاہر کر دینا کہ اسمین اُنھون کے مالون کا زندہ کرنا ہے اگرچہ اپنے ذمہ پر کچھ لازم
نہین آتا ہو اور جب ان سب حق تعالےٰ کے واجبات کو صبر کرنیسے اور حرص کے ترک کرنے سے
مضبوط کیا تو باقی نہ رہی مگر وہ چیز جو اپنے ذمے پر نذر کے طور پر لازم اور واجب کرلی ہے
جیسے عبادت مین نفل خصوصًا نماز سو ان چیزون کا ذکر آخر مین کیا گیا چنانچہ فرماتے ہین
وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ اور پانچوین وہ لوگ جو اپنی شرمگاہون کو حَافِظُوْنَ ۝ نگاہ رکھنے والے اور روکنے والے اس سے کہ کسی کی نظر اس پر پڑے یا بدن کیساتھ لگے
اور اس روکنے مین انکی صبر کی قوت بھی ثابت ہوئی اور انکی بے حرصی بھی اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ
مگر اپنی جورؤن پر لغت مین زوج جوڑے کو کہتے ہین اور جو گھر کا کاروبار اور انتظام
بدون مرد اور عورت کے درست نہین ہوسکتا اسلیے عورت کو مرد کا جوڑا اور مرد کو
عورت کا جوڑا کہتے ہین جیسے موزے کا جوڑا اور جوڑے کے ہونے مین کئی چیزین شرط ہین
پہلی شرط یہ کہ دونون مین کوئی خصوصیت ظاہر ہو اور یہ خصوصیت بدون شرعی ایجاب
اور قبول کے جسکو عقد نکاح کہتے ہین حاصل نہین ہوسکتی اسلیے ہر عورت کو ہر مرد کا
جوڑا نہین کہتے ہین اور دوسری شرط یہ ہے کہ وہ خصوصیت گھر کے انتظام اور دُنیا کے کامونکی
تدبیر کیواسطے ہو نہ فقط شہوت نکالنے کیواسطے اور بدون گھر کے کامون مین شریک ہونیکے
نفع اور نقصان دونون کا مشترک نہوگا تو جوڑے ہونے کے معنی اس واسطے بھی
ظاہر نہونگے جیسے خرچی اور متعہ کی عورت کہ اسکو جوڑا نہین کہہ سکتے ہین تیسری شرط یہ ہے کہ

نسل لینا اس سے ممکن ہو اور دوسرے کا حق اسکے ساتھ متعلق نہو جیسے غیر کی لونڈی کہ
اسکے مالک نے اس سے صحبت کرنیکی اجازت دی ہو تو اسکو بھی جوڑا نہین کہہ سکتے ہین
چوتھی شرط یہ ہے کہ کوئی دوسرا رشتہ اور علاقہ اس سے قوی زیادہ اور مشابہ زیادہ ان دونونکے
درمیانمین اس رشتہ سے بڑھکر نہو اسلیواسطے ماں اور بیٹی اور بہن کو مرد کا جوڑا نہین کہتے
پس اس جگہ سے معلوم ہوا کہ متعہ کی عورت بھی مرد کا جوڑا نہین ہو سکتی اسلیواسطے متعہ کی
عورت کے مال کا مرد مالک نہین ہوتا ہو اگرچہ متعہ کی مدت مین وہ عورت مرجاوے اور
نہ خانگی کاموں کی تدبیر مین کچھ ایسی عورت کو دخل ہوتا ہو اور نہ نفع نقصان مین شریک
ہوتی ہو اور نہ اسکی خوراک اور پوشاک مرد پر واجب ہوتی ہو اور نہ نسبت نسل کی محافظت
اور نگہبانی اس سے ممکن ہوتی ہو اسواسطے کہ متعہ کی مدت گذرنیکے بعد دونونمین خود بخود بیت
اور جدائی ظاہر ہو جاتی ہو ایک مشرق کو جاتا ہے اور دوسرا مغرب کو عورت دوسرے کو
متعہ کیواسطے چاہتی ہو اور مرد دوسری عورت کی خواہش کرتا ہو اور اگر متعہ کی مدت مین
اس مرد سے اس عورت کو حمل رہا اور کوئی بچہ پیدا ہوا تو وہ بچہ اپنے باپ کو پہچان سکتا ہو
اور نہ باپ اس بچہ کو اور نہ وہ بچہ باپ تک پہونچ سکتا ہو تاکہ فرزندی حق اپنے باپ سے
طلب کرے اور نہ باپ اس بچہ تک پہونچ سکتا ہے تاکہ تعلیم اور تربیت پدری اسکے ساتھ
بجالاوے اور جب بچہ کو ایسے حال مین نامعلوم الوالد پاوے تو اسکا ضرر ہوتا ہی باپ کے دوست اور خویشون سے
نامعلوم اور پوشیدہ رہا تو ایسمین تداخل محارم کا بھی ممکن ہے یعنے محرم کیساتھ نکاح کرلینا
اس طور سے کہ وہ لڑکا اپنے باپ کی بیٹی کیساتھ نکاح یا متعہ کرلے یا باپ کا بھائی اس لڑکی
کیساتھ متعہ یا نکاح کرلے اور اسی طور سے دوسری قرابتون مین بھی یہی تداخل متصور ہو سکتا ہے
اور اسنے نکاح کرنیسے جو اولاد پیدا ہوگی انکے نکاح مین بھی کفو ہونیکی رعایت برہم و درہم
ہو جائیگی اور میراث کی تقسیم کا دروازہ بالکل بند ہو جائیگا اسواسطے کہ اسکے وارث دو
جہانمین منتشر اور پھیل گئے اور انکی جایداد اور انکے ساکنون اور مکانون کا دریافت کرنا بہت

متعہ کی قباحتیں اور برائیاں

متعذر ہوگیا تاکہ ہر شخص کی میراث اس تک پہونچادی جاوے اسیواسطے متعہ کرنیوالونکے عقید کے موافق بھی زوجیت اور جوروپنے کے حکم متعہ کی عورت کیساتھ جاری نہین ہین جیسے عدت اور طلاق اور ایلاء اور لعان اور ظہار اور برابری عورتون مین یعنی پوشاک اور گھانا اور گھر اور ساتھ سونے مین اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جب ایک چیز کے حکم جاتے رہے تو وہ چیز بھی نفی ہوجائیگی یعنی اُسکا نام باقی نہ رہیگا جسطرح بیان ہوا کہ جب زوجیت کے حکم جاتے رہے تو جوروپنا بھی جاتا رہیگا اور ایسی عورت کو نکو جوروں نہ کہین گے اور اس مقام پر جو متعہ کے حلال جاننے والون نے گفتگو کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حکم یعنی عدت اور طلاق وغیرہ جوروپنے کے لازم نہین ہین تاکہ اسکا پایا جانا زوجیت کے نہونے کی دلیل ہو اسواسطے کہ ناشزہ عورت یعنی جو اپنے خاوند کی بیرضامندی اُسکے گھر سے نکلکر دوسرے کے گھر مین جا بیٹھی اور خاوند کے بلانے سے نہ آئی تو خوراک اور پوشاک ایسی عورت کی خاوند کے ذمے سے ساقط ہوجاتی ہے اور اسکو دینا لازم نہین ہوتا اور جو عورت اپنے خاوند کو مار ڈالے یا کسی کی لونڈی ہووے یا اہل کتاب مین سے ہو یعنے یہود یہ یا نصرانیہ ہو تو ایسی عورت کو میراث نہین ملتی اور لونڈی کے ساتھ نکاح کرنے سے آپس مین لعان نہین ہوتا اور سفر مین باری جو لازم ہے یعنی سب عورتونکے پاس برابر رہنا جاتا رہتا ہے اور باوجود ان سب چیزون کے وہ عورت اسکی جوروکہلاتی ہے تو معلوم ہوا کہ ان چیزون کا پایا جانا کچھ جوروہونیکے مخالف نہین ہے سو یہ انکا گفتگو کرنا اس مقام پر بالکل بیمعنی اور بیفائدہ ہے اسواسطے کہ منکوحہ عورت سے ان حکمونکا جو اوپر ذکر ہوچکے ہین اٹھ جانا ایک عارضی سبب سے ہو جو لاحق ہوگیا ہے اگر وہ عارضہ جاتا رہے تو یہ حکم سب پھر اسپر جاری ہوجاوین جیسے عورت ناشزہ اگر اپنے خاوند کے گھر پھر آئے تو خوراک اور پوشاک کی سزاوار اور مستحق ہوجاویگی اور اگر لونڈی آزاد ہوجاوے یا کتابیہ عورت مسلمان ہوجاوے تو شے اکی مستحق ہوجاویگی اور مرد جب سفر سے پھر آوے تو برابری رات کے رہنے مین اسپر

واجب ہوجائیگی تو معلوم ہوا کہ ان چیزون کے عارض ہونیکے سبب سے بعضے حکم زوجیت کے
جاتے رہتے ہین زوجیت اور نکاح نہین جاتا بخلاف متعہ والی عورت کے کہ وہان خود عقد متعہ کا
ان حکمون کے منافی ہی کسی چیز کے عارض ہونیکی احتیاج نہین ہے اور اسکی تمثیل یون سمجھا چاہیے
کہ پانی کی طبیعت بہنے کو چاہتی ہی اور پتھر کی طبیعت منجمد ہونے اور ٹھہرنے کو پھر اگر کوئی
شخص کہے کہ پانی بھی پتھر کی قسم سے ہی اسواسطے کہ پانی یخ کے سبب سے پتھر کی طرح
جم جاتا ہے یا کہے کہ پتھر پانی کی قسم سے ہی اسواسطے کہ اگر تیزاب مین اسکو ڈال دو تو یہ بھی پانی
کیطرح بہجائیگا تو یہ بات اسکی حماقت سے خالی نہین ہی اور کوئی عاقل اسکی اس بیہودہ بات کو
قبول نہ کریگا اور دوسرے یہ بھی ہی کہ منکوحہ عورتون کو حق تعالی نے چار عدد مین منحصر کیا ہے
چنانچہ سورۂ نساء کے اول مین مذکور ہے سو اگر متعہ والی عورتین منکوحہ عورتون مین
داخل ہوتین تو یہ بھی چار سے زیادہ جائز نہوتین اور حال یہ ہے کہ متعہ کرنیوالون کے نزدیک بھی
دس بیس عورتون کے ساتھ ایک ہی رات مین متعہ کرنا جائز ہے اور اگر ان مین سے کسی کے
پاس چار عورتین منکوحہ ہون تو دوسری عورتون کیساتھ سوائے ان چار کے
متعہ کرنا درست جانتے ہین اور شرع شریف مین ایسا مقرر ہے کہ جب کسی شخص نے
اپنی نکاحی عورت سے ایکمرتبہ صحبت کی تو وہ شخص محصن ہوگیا پھر اسکے بعد اگر اس شخص سے
زنا ہو تو اسکو سنگسار کرینگے یعنی پتھرون سے اسکو مار ڈالینگے اور اگر منکوحہ عورت سے
صحبت کرنیکے پہلے زنا ہوا تو سو درے مارینگے اور متعہ کے جائز رکھنے والون کے نزدیک بھی
متعہ والی عورت سے صحبت کرنا احصان کا سبب نہین ہوتا ہی غرض کسی وجہ سے
متعہ والی عورت زوجہ مین داخل نہین ہوسکتی اور جو لوگ متعہ والی عورت کو زوجہ مین
داخل کرتے ہین انکی مثل ایسی ہی کہ جیسے کوئی شخص آٹا گھول کر کانجی پکاوے پھر اس مین
گوشت کی بوٹی ڈھونڈھے ع اَضَاعَ الْعُمْرَ فِیْ طَلَبِ الْمُحَالِ یعنی گنوائی اپنی عمر
محال چیز کی تلاش مین اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ یا وہ چیز کہ اسکے مالک ہوئے ہین

اُنکے ہاتھ اور اِس چیز سے لونڈیون کی شرمگاہ کا مکان مخصوص مراد ہے اسواسطے کہ وہ چیز چاہیے کہ نجاست کی جگہ نہ ہو اور نسل کے قابل ہو سو غلام ایسی چیز نہین رکھتے اور لونڈیونکے پاس دونون قسم کی چیزین موجود ہوتی ہین لیکن انکی بھی نجاست کی جگہ حرام ہے اسواسطے کہ وہ جگہ نہ کھیتی ہو نیکی لیاقت رکھے نہ نسل کی اور جب موصولہ کے لفظ سے وہی موضع مخصوص مراد ہوا تو اب موصولہ کے لفظ پر کوئی اشکال وارد نہین ہو سکتی اور اِس صورت مین بھی عورت اور مرد کی خصوصیت اور نفع نقصان مین شریک ہونا اور اپنے نسب اور نسل کو نگاہ رکھنا اور خانگی کامونکی خدمت کرنا یہ سب باتین یہان بھی ثابت ہین ان دونون مین یعنی لونڈی اور بی بی مین فرق اتنا ہے کہ بی بی کے بدن سے موضع مخصوص کے سوا اور کوئی دوسری چیز خاوند کی ملک مین نہین آتی اور لونڈی سر سے قدم تک اپنے مالک کی ملک مین داخل ہو جاتی ہے اور عرب کی لغت مین ملک یمین ذات اور رگزن کے مالک ہونیکو کہتے ہین اسواسطے مانگی ہوئی چیز کو کوئی نہین کہتا کہ یہ میری ملک یمین ہے پس جو لونڈی کرایہ کے مانگے کسی کو عاریت کے طور پر صحبت کرنیکے واسطے دی تو وہ لونڈی اس مستعیر یعنے مانگ لینے والے کی ملک یمین مین داخل نہو جائیگی اور ایسی عاریت کو اُس عاریت پر جس سے نفع لینا درست ہے قیاس کرنا غلط ہے اسواسطے کہ یہ قیاس نص کے مقابل مین ہے یعنی صریح دلیل کے مقابل مین ہے اور ایسا قیاس ہرگز مقبول نہین ہے اور یہ بھی ہے کہ یہ قیاس مع الفارق ہے اسواسطے کہ اگر اس نفع کیواسطے لونڈی کو کسی سے مانگ لین اور اسکے ساتھ صحبت کرنے سے شاید حمل رہجاوے تو وہ لونڈی مانگ لینے والیکے حق مین مشغول ہو جاویگی اور یہ جائز نہین ہے اسیواسطے عاریت کی زمین پر درخت لگانا کنوان کھودنا درست نہین ہے فَاِنَّھُمْ پھر بیشک یہ لوگ اگر اپنی عورتون یا اپنی لونڈیون کے ساتھ صحبت کرنے مین اور لذت حاصل کرنے مین حرص اور بے صبری کرین غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ تو نہین ہین ملامت کئے گئے اور اولاد نہ دیئے گئے تاکہ ان کا بھی صبر جن اور

حرلیصون مین داخل ہونا بوجہا جاوے فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ ۝
پھر جو شخص کہ طلب کرے ان دونون کے سوا یعنے بی بی اور لونڈی کے سوا پھر وہی لوگ ہین
تعدی اور ظلم کرنے والے اور عفت اور پاکی کی حد سے آگے بڑھنے والے اور حرلیصون اور
بے صبرون مین داخل ہونیوالے اب اس مقام پر جاننا چاہیئے کہ آدمی کو شہوت نکالنے کیواسطے
کئی طرہ ہین لیکن سوائے ان دو قسم کے جو شرع مین بے شبہ جائز ہین باقی سب صورتین ممنوع
اور حرام ہین اور ان سب حرام قسمون کی تفصیل یہ ہے ان مین سے ایک لونڈے بازی ہے اور اُس سے
مراد نجس محل مین دخول کرنا یعنی غلیظ نکلنے کی جگہ مین پیر یہ کام خواہ مرد سے ہو خواہ اپنی عورت سے
ہو یا اپنی لونڈی سے ہو یا اجنبی عورت سے حرام ہے اور اسی قسم سے ہے دغرچی کی عوت جیسے کنچنی کہ ایک
رات یا ایک مہینہ کی اجرت مقرر کرکے اس سے یہ فعل کرتے ہین اور اسی قسم سے ہے خانگی عورت
کہ بدون اجرت مقرر کرنیکے اس سے فقط دوستی آشنائی کے سبب سے یہ فعل کرتے ہین اور اسی قسم سے
ہے جس عورت سے زبردستی یہ فعل کرین جیسطرح غنیم کی فوج دوسرے ملک کے اوپر غالب ہونیکے
وقت وہان کی عورتون سے زبردستی یہ فعل کرتے ہین اور اسی قسم سے ہے متعہ والی عورت
یعنے ایک مدت معین کرکے اُسکی اجرت مقرر کردینا پھر اُسکے ساتھ یہ فعل کرنا اور اسی قسم سے ہے
دوسرے کی لونڈی جو اُسکے مالک کی رضامندی سے مانگ کر اُسکے ساتھ یہ فعل کرتے ہین اور
اسی قسم سے ہے عورت کا عورت کیساتھ یہ فعل کرنا جسکو ہندی مین چپٹی کہتے ہین اور اسی
قسم سے ہے اپنے ہاتھ سے یا کسی اور سے منی نکالنا جسکو جلق کہتے ہین اور اسی قسم سے ہے اپنی محرم
عورتون کے ساتھ نکاح کرنا پھر وہ محرم خواہ نسبی ہو دین جیسے مان بہن خالہ پھپی بھتیجی بھانجی وغیرہ
اور خواہ سببی ہو یعنی سسرال والیان جیسے جورو کی مان یا بہن یا پھپو یا خالہ وغیرہ اور خواہ
رضاعی ہون یعنی دودھ پینے کے سبب سے محرم ہوگئی ہون جیسے دائی جسکا دودھ پیا یا اُسکی مان
یا بہن یا بیٹی یا اُسکی اولاد یہ سب حرام ہین اور اسی قسم سے ہے وہ عورت جو ایک
شخص کے نکاح مین ہو اُسکے بھی نکاح کرنا درست نہین ہے اور اسی قسم سے ہے عورت مشرکہ

کے ساتھ نکاح کرنا سوائے اہل کتاب کے اور اسی قسم سے ہے فاحشہ عورت سے نکاح کرنا کہ یہ بھی جائز نہین ہے سو یہ سب قسمین ما ورا ولک مین داخل ہین اور بالکل حرام ہین وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمَانَاتِهِمْ اور چھٹے وہ لوگ جو اپنی امانتون کو یعنی لوگون کی امانتین جو اپنے پاس رکھتے ہین اور امانت کی دو قسم ہین ایک وہ ہے جو حق تعالی کے حق کیساتھ متعلق ہے جیسے وضو اور ناپاکی کا غسل اور نماز اور روزہ اور زکوٰۃ اسواسطے کہ ان چیزون پر دوسرے لوگون کو خبر نہین ہوتی ہے اسی شخص کا اقرار ان چیزون مین مقبول ہے اور امانت کی حقیقت بھی یہی ہے کہ امین کا کہنا اسمین معتبر ہے دوسری امانت کی قسم وہ ہے جو خلق اللہ کے حق سے علاقہ رکھتی ہے اسکی بھی کئی قسمین ہین پہلی قسم وہ ہے کہ لوگون کے مال کسی کے پاس امانت رکھے جاوین دوسری قسم یہ ہے کہ لوگون کے حقوق اسکی ذات مین ثابت ہون اور اسکا مالک اسپر خبردار نہو جسطرح مورث کا قرض کہ وارثون کو اسکی خبر نہو تیسری قسم یہ ہے جو اس شخص کے کام سے متعلق ہے جیسے تول اور ناپ اور کھانا پکانے مین مصالح کا خرچ کرنا یا سیلنے مین سنجاف اور مغزی کا لگانا اور اسیطرح پر دوسری چیزین ہین چوتھی قسم وہ ہے کہ جسکے بعد جو کسی کی اعتماد و الاجان کے اس سے رکھتے ہین پانچوین حکومت مین انصاف کرنا کہ یہ رعیت کی امانت ہے حاکمون اور قاضیون کے ذمے پر چھٹی قسم وہ ہے جسکے بیان کرنے مین حق بات بیان کردینا کہ یہ امانت عوام کی ہے مفتیون کے ذمے پر ساتوین جو رو خاوند کی آپس مین تنہائی کی باتین یا گھر کی تدبیر کہ یہ بھی امانت ہے ایک کی دوسرے کے ذمے پر ہے آٹھوین اپنے مالک کی پوشیدہ باتین لونڈی غلام کے ذمے پر ہین نویین نوکر کے ذمے پر دسوین ہمسایہ کی امانت دوسرے ہمسایہ پر گیارھوین اپنے یارون کی امانت دوسرے یارون پر وَعَهْدِهِمْ اور اپنے قول و قرار پر جو حق تعالے سے یا خلق اللہ سے کیا ہے سو پہلی قسم کو یعنی جو حق تعالی سے عہد کیا ہے وہ اگر مالی ہے کا عہد کیا ہے کہ فلانی عبادت ادا کرنے کو تو اسکو نذر کہتے ہین اور اگر کسی خاص بندے کے بندون مین سے کیا ہے حق تعالے کی راہ چلنے اور چلنے کو تو اسکو بیعت کہتے ہین اسواسطے کہ یہ بھی گویا حقیقت مین حق تعالے سے عہد کرنا ہے چنانچہ انا فتحنا کی سورۃ مین خود حق تعالے فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ

امانت کی قسمون مین

اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ ط یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ ج فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ ج وَمَنْ
اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا یعنے جو لوگ بیعت کرتے ہین تجھ سے وہ لوگ
سوائے اسکے نہین کہ ہاتھ ملاتے ہین اللہ سے اللہ کا ہاتھ قدرت کا انکے ہاتھ کے اوپر ہے پھر جو
کوئی قول کو توڑے سو سوا اسکے نہین کہ توڑے اپنے برے کو اور جو کوئی پورا کرے اس چیز کو
جس پر اقرار کیا اللہ سے سو وہ قریب ہے کہ پاویگا ثواب بہت بڑا اور دوسری قسم کی بیع و تین بہت ہین
جیسے اپنا مال کر تجارت کرنا اسکو تراکت کہتے ہین یا ایک کا روپیہ اور دوسرے کی محنت پھر
نفع مین شریک ہونا موافق عہد کے اسکو مضاربت کہتے ہین یا صلح کرنا یا وصیت کرنا سوائے اسکے
جو فقہ کی کتابون مین شرح اور تفصیل سے مذکور ہے جیسے مرابحت یعنے اصل قیمت پر کچھ نفع ٹھہرا کر
بیچنا اور تولیت یعنی اصل قیمت پر یعنے خرید کر بیچنا اور جیسے وکالت اور کفالت اور ضمان ہور اعوت ۱۲
رعایت کرنے والے ہین اور نگہبانی مین امانت اور عہد کی کوشش کرتے ہین جس طرح سے
بکریون کا چرانے والا ان کی نگہبانی ہر وقت کیا کرتا ہے سو یہ لوگ بھی صبر کامل رکھتے ہین
اور جس بات کے واسطے اگر ایسا نہ ہو تو اپنے عہد اور امانت کی رعایت اور نگہداشت نہ ہو سکتی
وَالَّذِیْنَ ھُمْ بِشَھَادٰتِھِمْ قَآئِمُوْنَ ۲ اور ساتوین وہ لوگ جو اپنی گواہیون کے اظہار
کرنے پر ثابت قدم کھڑے ہوتے ہین اور سچی گواہی دینے مین دوستی جاتی رہنے سے
اور قرابت کے چوٹ جانے سے ڈرتے نہین ہین اور اس گواہی دینے مین
جو انکے مخالفون کو اور دشمنون کو نفع ہو پہنچتا ہے اس پر صبر کرتے ہین سوا اس سبب سے
حق والے اپنے حقون کو ہو پہنچتے ہین یہان پر جان لینا چاہیئے کہ گواہی کا چھپانا بڑا گناہ کبیرہ ہے
اور اسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ جان بوجھ کے گواہی دینے سے انکار کرے اور کہے کہ
مین نہین جانتا اور دوسری صورت یہ ہے کہ گواہی دینے کے وقت انکار صریح نکرے لیکن کسی
حیلہ اور بہانے سے اسکو ٹالدے ان دونون صورتون مین خلق اللہ کے حق تلف ہوتے ہین
اور شہادت اور اس سے بھی بڑھکر ایک اور گناہ کبیرہ ہے یعنی جھوٹی گواہی دینا

اسواسطے کہ اس صورت مین حق کو باطل کرنا اور جھوٹے حق کو ثابت کرنا ان دونون گناہ مین
یہ شخص مبتلا ہوتا ہے اور اشارہ اس بات کی طرف بھی ہے کہ گواہی کو بدون کم اور زیادہ کے بیان کر دینا
چاہئے اسواسطے کہ کم اور زیادہ کرنے مین قیام اس گواہی پر ثابت نہین ہوتا وَالَّذِيْنَ هُمْ
عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اور آٹھوین وہ لوگ جو اپنی نماز کی نگہبانی مین رہتے ہین
تاکہ اُسکا ثواب جاتا نہ رہے اور یہ محافظت اُس مداومت کے سوا ہے جو پہلی آیت مین مذکور ہے
اسواسطے کہ مداومت کے معنی یہ ہین کہ ہمیشہ بجالانا اور کبھی ناغہ نکرنا اور محافظت کے معنی یہ ہین کہ
اُسکے ہر کام کو پورا کرنا تاکہ ثواب اس نماز کا پورا ملے اور اُسکی جتنی شرطین اور جتنی کیفیتین ہین
اُنکو اُنکے وقتون مین پورا ادا کرنا جیسے نماز مین اِدھر اُدھر نہ دیکھنا اور سجدے کی جگہ پر نظر رکھنا
اور کپڑے کو بچانا اور اپنے بدن کے ساتھ نہ کھیلنا اور انگڑائی نہ لینا اور جماہی نہ لینا اور اگر آوے
تو منھ کو بہت نہ کھولنا اور منھ کو کپڑے سے بند نہ کرنا اور کپڑے کو سر پر یا کندھے پر ڈالکے دونون
کنارون کو نہ لٹکانا اور اپنی اُنگلیون کے ساتھ پنجہ نکرنا اور اُنگلیون کو نہ توڑنا اس طور سے
جسمین آواز نکلے اور نماز مین سجدے کی جگہ سے کوڑا کنکری دور نکرنا اور اپنے ہاتھ مین کوئی چیز جیسے
لکڑی یا کوڑا نماز مین نہ رکھنا اور نماز مین دل دوسری طرف نہ لگانا بلکہ دل کو حاضر رکھنا
اور دل کی حضوری سے نماز کو ادا کرنا سو جس طرح پانچ وقت نماز پر ہمیشہ قائم رہنا نہایت
شاق اور گران ہے اور نہایت صبر اور بے حرصی کی دلیل ہے اسیطرح کی مفسد چیزون اور مکروہ
چیزون سے اپنے تئین بچائے رکھنا بھی بہت شاق اور گران ہے اور کمال صبر اور بے حرصی کی
دلیل ہو سکتی ہے اسواسطے ان دونون چیزون کو باوجود اس بات کے کہ ایک ہی چیز سے
علاقہ رکھتی ہین جُدا جُدا بیان فرمایا اور شروع ایک فعل سے کیا یعنی مداومت سے
اور دوسرے پر تمام کیا یعنی نقصان کی چیزون سے بچنا تاکہ نماز کی فضیلت اور اسکی
بہت تاکید معلوم ہو جاوے کہ ان آٹھون فرقون کے اوّل اور آخر نماز والے ہین
اور ہمیشگی کا ذکر پہلے اسواسطے کیا کہ نماز کے سبب سے جتنی آفتین بےصبری اور حرص کی زیادتی

نماز کی مفسد چیزون اور مکروہ چیزون کا بیان

کی ہین سب کم ہوجاتی ہین اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ یعنے اسواسطے کہ نماز بیحیائی اور برائیون سے باز رکھتی ہے اور جب حرص کم ہوئی اور صبر قوی تو نماز پر ہمیشگی حاصل ہوسکتی ہے اسواسطے کہ نماز کی محافظت اور نگہبانی مین سب مشقتون پر صبر کرنا اور تمام منافع کو چھوڑنا ضرور ہوتا ہے اور سب لذتون پر حرص کرنا محافظت کو منع کرتا ہے اسواسطے محافظت پر ختم فرمایا ہے

اُولٰٓئِکَ یہ سب فرقے جو بیصبری اور بخل اور حرص کی برائیون سے پاک ہین فِیْ جَنّٰتٍ قسم قسم کے باغون مین ہون گے اپنے اپنے عملون کے مرتبے کے موافق مُّکْرَمُوْنَ ۝ تعظیم اور بزرگی کیے گئے یعنی عزت سے وہان ہون گے اس واسطے کہ سب اچھی خصلتین اُن مین پائی جاتی ہین اور برائیون سے بچے ہوئے ہین اور بزرگونکی تعظیم واجب ہوئی ہے اسطرح سے تحریر نافرمانون کی حقارت واجب ہے اور اس آیت سے معلوم ہوا کہ آدمی کی بزرگی اُسکے اخلاق اور خصلتین اچھی ہونے کے سبب سے ہے اور اُسکی برائی اُسکے اخلاق اور خصلتین بُری ہونے کے سبب سے اور بعضے مفسرین سے روایت آئی ہے کہ قرآن شریف مین بہشت کی بزرگی اور جو جو بہشتیون کو طرح طرح کی بزرگیون کے وعدے دیئے گئے ہین کافرون نے سُنے تو ہنسے اور مسخری کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس شریف مین آتے اور حلقے باندھکر واہنے بائین رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھتے اور کہتے کہ اگر یہ قول تمہارا سچ ہے اور قیامت کا ظہور ہوا ضرور ہے اور اُس مین ہم کو بہشت اور بزرگیان دی جاوینگی تو اسکو ہم یقین جان رکھو کہ ہم لوگ اُن نعمتون اور بزرگیون کے زیادہ تر لائق ہونگے یہ جنکو نے تمہاری تابعداری اختیار کی ہے اسواسطے کہ حق تعالی حکیم ہے بیکار دنیا مین عزت والا اور بزرگی والا کیا ہے اور طرح طرح کی نعمتون اور مال اور عمر بیاندازہ دار دنیا مین عنایت کی ہے جسکی یہی دلیل ہے اس پر کہ آخرت مین بھی اپنی نعمتون سے بہتر نوازیگا اور تمہارے تابعدار لوگ کہ اکثر فقیر اور محتاج ہین اور غلام اور ذلیل اور کم اصل ہر گز ان نعمتون کے سزاوار نہین ہین سو حق تعالی نے اُن کی اس بیہودی کی بات کے رد کرنیکے واسطے یہ آیتین نازل فرمائین کہ فَمَالِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا

ع ۱ ۵ ۴

آدمی کی بزرگی اُسکے اخلاق کی اچھائی کے سبب ہے

پھر کیا ہوا ہے اِن کافرون کو جو بہشت کی نعمتون کے سُننے سے قِبَلَكَ مُهْطِعِينَ ۝ تیری طرف دوڑے آتے ہین طمع کی گردن دراز کئے ہوے اور امید کی آنکھ سے تیری طرف دیکھتے ہوے کیا یہ لوگ بہشتیون کی صفتون کو جو آٹھون اوپر بیان ہوچکی ہین اپنے مین حاصل کرچکے ہین جو اس امید پر تیری طرف دوڑے چلے آتے ہین اور باوجود اس امید کے اُنکے نفس ایسے سرکش ہین کہ تمہارے روبرو دوزانو ہوکر ادب سے بیٹھنے کو قبول نہین کرتے بلکہ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِينَ ۝ داہنے اور بائین سے حلقہ کرکے بیٹھتے ہین تاکہ کسی کو یہ گمان نہو کہ یہ بھی تمہارے تابعدار ہوے اور کچھ اچھے دین کی بات سیکھنے کو تمھارے پاس آئے ہین اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ کیا طمع کرتا ہے ہر شخص ان کا اَنْ يَّدْخُلَ جَنَّةَ نَعِيمٍ ۝ اس بات کی کہ داخل کیا جاوے نعمتون والی بہشت مین باوجود اس کفر اور دشمنی اور مسخری کے اور باوجود اس باطل اعتقاد اور گھمنڈ کے کہ ہم لوگ اصل پیدایش مین عزیز اور بزرگ پیدا ہوے ہین کتنا ہی کفر اور برائی ہمسے ہووے لیکن ہم بہشت ہی کے سزاوار ہین اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اور تابعدار اگر مسلمان اور نیکبخت ہون لیکن جو اکثر ان مین رذیل اور کم اصل ہین سو ذلت اور حقارت ہی کے لایق ہین اور اس مرکو دنیا کی مجلسون اور محفلون کی تعظیم اور تکریم پر قیاس کرتے ہین کَلَّا ہرگز ایسا نہین ہونا چاہئے کہ ایسی جھوٹی طمع کو چھوڑین اور ایسے باطل خیال اور فاسد قیاس سے درگذرین اسواسطے کہ اصل پیدایش مین کوئی شے واجب التعظیم ہے نہ لازم التکریم اِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُونَ ۝ مقرر رہنے پیدا کیا اُنکو اس چیز سے جسکا حال یہ خوب جانتے ہین اور وہ چیز منی کا قطرہ اور لوثھڑہ ہے کہ وہ آپ بھی ناپاک ہے اور ناپاک جگہ سے نکلتی ہے اور ناپاک ہی جگہ مین ٹھہر جاتی ہے پھر کہین اگر بدن یا کپڑے پر لگ جاتی ہے تو اُس بدن یا کپڑے کا دھونا واجب ہوتا ہے پھر اب سوچنا چاہیئے کہ آدمی کہان سے واجب التعظیم اور تکرم ہوا ہان البتہ آدمی کی بزرگی اور بڑائی ایمان اور نیک عملون سے ہے اصل پیدایش سے کچھ علاقہ نہین لیکن رذالت اصل پیدایش سے بھی ہووے کفر کی برائیون سے بھی پھر اگر ایمان لایا اور نیک عمل کئے

تو اصلی رذالت اُسکی دور ہوئی اور تعظیم اور تکریم کے سزاوار ہوے اور اگر کفر اور گناہ مین گرفتار رہا تو اصلی رذالت اسکی اس نافرمانی کی رذالت سے ملکر دونی ہوگئی تو یہ لوگ ہرگز تعظیم اور بزرگی کے قابل نہین ہین اسواسطے کہ دونی رذالت رکھتے ہین بلکہ تعظیم اور تکریم کے سزاوار وہ لوگ ہین جو تمہاری صحبت مین دین سیکھنے کو مقرر ہوئے ہین اور تم پر آپ کو فدا کیئے ہوئے ہین فَلَآ أُقْسِمُ پھر قسم نہین کھاتے ہین ہم اسواسطے کہ قسم کھانے کی اس جگہ احتیاج نہین ہی حق تعالےٰ کی قدرت کاملہ سب پر ظاہر اور روشن ہی جس فرقے کو چاہے بدلکر دوسرا اس سے بہتر اسکے عوض مین پیدا کردے اور اگر تمکو بدون قسم کھانیکے یقین نہین ہوتا تو ہماری قسم بِرَبِّ ٱلْمَشَٰرِقِ وَٱلْمَغَٰرِبِ اپنی ان صفتون کرکے ہی یعنے پروردگار مشرقون اور مغربون کا ہون مین اور یہ کثرت مشرقون اور مغربون کی اسواسطے ہی کہ ہر ستارہ سورج ہو یا چاند یا دوسرے پانچون ستارے ان سب کی ہر روز ایک نئی مشرق ہوتی ہی سوائے اس مشرق کے جو سال کے پہلے ہوچکی ہے اس ستارے کے دیسے کی قدر منطقہ معدل سے یا نزدیکی اُس ستارے کی اسی منطقہ سے پھر اسیطرح ہر ایک ستارے کی مغرب بھی جدا ہی لیکن تمہارے آفتاب کو نصف سال تک مشرقین اور مغربین جدا جدا معلوم ہوتے ہین اور باقی آدھے سال مین وہی مشرقین اور مغربین عود کرتے ہین یعنی پھر پھرآتے ہین اور یہ ہماری صفت شرافت اور حقارت کے تغیر اور تبدیل پر دلیل کافی ہے یعنی بعضوں کو اپنی مخلوقات مین سے کسی وقت مین ایسی عظمت اور بزرگی سے سرفراز کرتے ہین ہم کہ انوار کے ظہور کے مشرق ہوجاتی ہین اور پھر دوسرے وقت ان ہی مخلوق کو اس عظمت اور بزرگی سے معزول کرکے دوسرے کو اس بزرگی سے سرفراز کرتے ہین ہم پھر اسی طرح بعضون کو اپنی مخلوقات سے اس ذلت سے رسوا کرتے ہین کہ انکا ہمیشہ اور تاریکی اُنپر چھا جاتی ہی پھر دوسرے کو اسی سوائی سے ذلیل کرتے ہین ہم اور اسی پر اور بھی قیاس کرلینا چاہیے اور جب یہ ہماری قدرت اور عظمت اور حقارت کے تغیر اور تبدیل مین اس کے ہر دو نوع مین ظاہر اور کھل گئی تو ثابت ہوا کہ اِنَّا لَقَٰدِرُونَ عَلَىٰٓ

اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ مقرر البتہ ہم قادر ہین اسپر کہ بدل کرلے آوین دوسرے فرقے کو
جو بہتر ہون اُنسے تمھاری صحبت کے واسطے اور تمھاری شاگردی اور نیک راہ سیکھنے اور خلق
کی آراستگی اور عملون کے نیک کرنے مین انسے وہ بہتر ہون سو وہ فرقہ انصاریون کا تھا
وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۝ اور نہین ہین ہم ایسے کہ کوئی ہم سے بڑھ چلے اور اسقدر
تعظیم اور بزرگی کا مستحق ہو جاوے کہ ہماری قدرت اور زور کو لیوے اور اسکی حقارت اور
اہانت کرنے سے ہماری تعظیم اور تکریم نہ رہے یا یہ عزت اور بزرگی ہم سے لے کر دوسرے کو
حوالے کردے اور ہمکو عاجز کردے سو ایسا کوئی نہین ہے تو بس معلوم ہوا کہ یہ ان سب کا
جمع ہو کر تمھارے پاس آنا کچھ بہشت مین داخل ہونے کی طمع سے نہین اور نہ تعظیم اور بزرگی
کرنے کی راہ سے ہے بلکہ انکے تکبر سے ہے جو بڑھ بڑھ کے باتین کرتے ہین اور حق تعالے کی
آیتون سے اور اسکے وعدون سے مسخری کرتے ہین فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَ
يَلْعَبُوْا پھر چھوڑ دے انکو تا کہ بیہودہ باتین بناوین اور کھیلین حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ
الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ۝ یہانتک کہ ملاقات کرین اس اپنے بڑے دن کی کہ جسکا وعدہ
دیے جاتے ہین لیکن اس دن حق تعالی کی طرف بلانیوالے کو دوسری طرح سے جواب
دینگے یعنی جسطرح اب ہنسی اور مسخری کے ارادے سے تمھارے پاس آتے ہین سو اس
دن یہ بات نہوگی بلکہ نہایت سنجیدگی اور ہشیاری سے اس بلانیوالے کے پاس دوڑ کر حاضر
ہونگے یَوْمَ يَخْرُجُوْنَ جس دن نکلینگے اپنے گھر سے ہون نگے سر اور نگے پاؤن مِنَ
الْاَجْدَاثِ قبرون سے یہ سراسیمہ دوڑتے ہوئے اور جلدی کرتے ہوئے حضرت
اسرافیل علیہ السلام کی صور کی آواز سنکے كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ گویا
کہ وہ سب کسی بت کی طرف جسکو اس گھر سے نکلکر کھڑا کیا ہے درشن کے واسطے
يُّوْفِضُوْنَ ۝ دوڑے جاتے ہین جلدی سے اس ارادے سے کہ سب سے پہلے ہم ہی
درشن کرلین اور چوم چاٹ لین اسکو اور اپنے تئین اس تک پہونچاوین اس آرزو سے کہ

اسوقت جو پہونچا سو پہونچا لیکن یہ بات نہین ہی بلکہ یہ اُنکا دوڑنا اور جلدی کرنا نہایت ذلت
اور خواری کے ساتھ ملا ہوا ہوگا اسواسطے کہ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تاریک اور متحیر ہوئی
ہونگی آنکھین اُنکی بلکہ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ چھا لیگی سر سے پانون تک اُن کو ذلت اور
رسوائی ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ وہ بڑا دن اُنکا ہے جسکا وعدہ
دیے جاتے تھے نہ وہ صبر کرنیوالون اور کم حرصون کا دن ہے اسواسطے کہ اُن کو اس
دن نعمت والی بہشتون مین تعظیم اور تکریم سے داخل کرینگے باقی رہے اِس مقام پر کتنے
سوال جنکا جواب ضرور ہی اُن مین سے ایک یہ ہے کہ انسان کو جو سب مخلوقات سے
اشرف اور بزرگ ہے جسکو فرشتون نے سجدہ کیا ہی اور تمام روے زمین کا خلیفہ ہی اسطرح
کا بے صبر اور حریص کسواسطے پیدا کیا اور اُسکی اصل خلقت مین ان دونون مذموم صفتونکو
کسواسطے ملا دیا دوسرے حیوانون کو عشر عشیر بھی اسکا نہین ہی یعنے دسوین حصے کا دسوان
حصّہ یعنے سو مین کا ایک حصّہ بھی نہین رکھتے کھانا پانی نہ ملنے کے وقت اور مصیبت مین
گرفتار ہونے کے وقت جو بیقراری اور بیتابی یہ کرتا ہی دوسرے حیوانون کو کبھی اس قسم
کی بیتابی اور بیصبری نہین ہوتی اور اس بات مین نہایت ذلّت اور رسوائی اسکی ہی اور اس
حرص اور بے صبری کے سبب سے جہان کہین کچھ طمع اور لالچ دیکھتا ہی اُسکا تابع اور غلام بنجاتا ہی
اور ہر گرم اور سرد سے اس بیقراری اور بیصبری کے سبب سے خوف کرتا ہی اور ڈرتا ہی سو اگر اسکا
خمیر ان ہی دو چیزون سے کیا ہی اور اسکی اصل خلقت مین یہ دونون عیب ملا دیے ہین پھر
بیصبری اور حرص پر جو اس سے ہو غصّہ اور غضب کرنا اور اسکو بُرا کہنا کسواسطے ہی اسواسطے کہ
اسکی اسمین کچھ تقصیر نہین ہے جبلی اور پیدائشی چیز سے وہ ناچار ہی اُسکا جواب یہ ہی کہ حرص اور
بیصبری کی شدّت اور زیادتی جو انسان مین پائی جاتی ہی یہ حقیقت مین اِسکی بہتری کا سبب ہے
اسواسطے کہ معرفت کے درجون کی ترقی اور حق کی راہ کا چلنا اور جناب احدیت کی درگاہ مین قرب
اور نزدیکی حاصل کرنیکا کوئی وسیلہ اور زینہ اس سے بہتر اسکے واسطے نہین ہی اگر یہ حرص کی شدت اور بیصبری

اسکو نہوتی تو یہ بھی دوسرے حیوانون کی طرح تھوڑی سی معرفت پر قناعت کرتا اور بڑے بڑے معرفت اور قرب کے درجون کا طالب اور خواہان نہ ہوتا اور حال یہ ہو کہ معرفت کے دریا کا کنارہ بھی نہین ہو اور قرب اور نزدیکی کے مرتبون کی کہین حد اور انتہا ظاہر نہین ہو پھر اگر اُسکا شوق اور حرص دمبدم زیادہ نہوتا جاے اور استسقاء والے کی طرح پیاس پیاس کرکے نہ پکارے تو یہ راہ بے نہایت جسکی کہین حد اور کنارے کا پتا بھی معلوم نہین ہو کیونکر طے ہو سکے اور یہ سب مرتبے قرب اور معرفت کے معطل اور بیکار رہ جاوین اور اگر اپنے مالک اور خالق کی جدائی مین ایک لمحہ صبر کرے اور بیتابی اور بیقراری اور گھبراہٹ نہ کرے تو اسکی محبت اور عاشقی اور اپنے حال سے بے حال ہو جانا کسطرح ثابت اور ظاہر ہووے مصرعہ میان عشق صبوری ہزار فرسنگ ست یعنی عشق اور صبر مین نہایت مباینت اور دوری ہو جمع ہونا محال ہو پھر جب ثابت ہوا کہ آدمی کی شرافت اور بزرگی دوسری مخلوقات پر اسی سبب سے ہو کہ اسکو اپنے خاوند حقیقی کے عشق اور محبت کا مستعد یعنی استعداد والا پیدا کیا ہو اور اُسکے قرب اور نزدیکی کا تلاشی اور ڈھونڈھنے والا بنایا ہو اور معرفت کے دریا کا جو بے تھاہ ہو غوطہ خور کیا ہو اسیواسطے اسکو یہ دونون چیزین یعنی بے صبری اور حرص کی زیادتی دینا ضرور ہوا اس پر غصہ اور غضب کرنا اور اسکی مذمت کرنا اسکے حرص کی زیادتی اور بے صبری کے سبب سے نہین ہے بلکہ اسپر غصہ اور غضب اسواسطے ہو کہ یہ اپنی حماقت اور نادانی سے ناپائدار اور فنا ہونیوالی لذتونپر بیقراری کرتا ہے اور جو چیزین چھوڑنے اور ترک کرنیکے لائق ہین اُنپر اپنی حرص کو صرف کرتا ہو غرضکہ بے جگہ صرف کرنے پر اسکی مذمت اور برائی بیان کیجاتی ہو جسطرح کوئی شخص اپنی جورو یا لونڈی کو اچھے کپڑے اور زیور پہناکر آراستہ کرے اپنی خوشی اور دیکھنے کے واسطے اور وہ عورت شرارت اور ناشکری سے اپنے خاوند کا حق تلف کرکے اُس لباس اور زیور کو پہنکر دوسرے یار پاس جاوے اور اپنی زیب و زینت دوسرے کو دکھاوے تو وہ عورت سب کے نزدیک بُری اور پھٹکار کی سزاوار ہوگی اللہ تعالے پناہ دیوے ایسی ناشکری سے اور کیا اچھا کہا ہو کسی شاعر نے ؎ اَلصَّبْرُ یَحْمُدُ فِیْ مَوَاطِنَ کُلِّھَا اِلَّا عَلَیْکَ فَاِنَّہٗ مَذْمُوْمٌ یعنے صبر کرنا بہتر اور سراہا گیا ہو سب جگہ مگر تیرے اوپر صبر کرنا

ح جسمین دوسرے کو اپنے اوپر صبر کرنا پڑے سو بیشک بُرا ہی اور حدیث شریف مین آیا ہی مَا شَبْعَانِ طَالِبُ عِلْمٍ وَّطَالِبُ دُنْیَا یعنے دو حریصون کا پیٹ بھرتا نہین ایک علم کے طالب کا اور دوسرا دنیا کے طالب کا اور دوسری حدیث شریف مین بھی آیا ہی کہ لَا حَسَدَ اِلَّا فِی اثْنَیْنِ رَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ مَالًا فَسَلَّطَہٗ عَلٰی ھَلَکَتِہٖ فِی الْحَقِّ فَھُوَ یُنْفِقُ مِنْہُ اٰنَاءَ اللَّیْلِ وَاٰنَاءَ النَّھَارِ وَرَجُلٌ اٰتَاہُ الْحِکْمَۃَ فَھُوَ یَقْضِیْ بِھَا وَیُعَلِّمُھَا یعنے نہین ہے حسد مگر دو شخصون مین ایک وہ شخص جسکو دیا اللہ تعالیٰ نے مال پھر مسلط کیا اسکو یعنے توفیق دی اسکو اس مال کے خرچ کرنے پر اچھی جگہ مین پھر وہ خرچ کرتا ہی اُسی مال سے رات اور دن اور دوسرا وہ شخص جسکو دی اللہ تعالےٰ نے حکمت یعنی دین کا علم پھر وہ حکم کرتا ہی موافق اُس علم کے اور سکھلاتا ہی لوگون کو

سُوْرَۃُ نُوْحٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ

تمہید

یہ سورۃ مکی ہی اور اسمین اٹھائیس آیتین اور دو سو چونتیس کلمے اور نو سو انتیس حرف ہین اور اس سورۃ کا نام سورۂ نوح اسواسطے رکھا ہی کہ اس سورۃ مین سوائے حضرت نوح علیہ السلام کے قصے کے دوسرا حال مذکور نہین ہی اور تمام قرآن شریف مین دو سورتین ایسی ہین کہ جن مین ایک ذکر خاص کے سوائے دوسرا کوئی حال بیان نہین فرمایا اور اس سورۃ کو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ بڑی خصوصیت ہی اسواسطے کہ سوائے اسکے کلام کے دوسرا کلام اسمین مذکور نہین ہے تو گویا اس سورۃ کا مضمون بالکل حضرت نوح علیہ السلام کا کلام ہی اور یہ بھی ہی کہ اس سورۃ مین حق تعالیٰ کیطرف خلق اللہ کی دعوت کے قاعدے اور اس دعوت مین شرطون اور ادب کی رعایت کرنا جو پیغمبرون اور انکے وارثون کے عمدہ کام ہین سو اچھی طرح سے بیان کیے گئے ہین اور اس دعوت مین حضرت نوح علیہ السلام جتنے حق تعالےٰ کی طرف دعوت کرنیوالے اور بلانیوالے گذرے ہین ان سب کے پیشوا ہین اسواسطے کہ آپ سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے آپکی نبوت تک جہان کے لوگ دعوت کے قابل تھے اور کفر اور شرک مین گرفتار

نہوئے تھے بلکہ حضرت آدم علیہ السلام کی تعلیم اور ہدایت اسیطرح دوسرے پیغمبرون کی رہنمائی لوگون کو کافی تھی جیسے باپ کی تربیت اپنی اولاد کو اور قبیلے کے بزرگون کی نصیحت اپنے چھوٹون کو ہوتی ہی اسواسطے کہ کوئی اپنا مقابل اور طرف نہ رکھتے تھے تو انکو فقط نصیحت کافی تھی پھر پہلے رسول حق تعالیٰ کے جنھون نے اس مالک الملک کا پیغام اسکے بندونکو پہونچایا اور لوگون کے اعتقاد کے خلاف انکو تکلیف دی وہ حضرت نوح علیہ السلام ہین اسواسطے شفاعت کی حدیث مین انکے حق مین فرمایا ہی اَوَّلُ رَسُوْلٍ بَعَثَہُ اللّٰہُ یعنے پہلے رسول جن کو بھیجا اللہ تعالےٰ نے سو اس سورۃ کا مضمون جسمین خلق اللہ کی دعوت کا طریقہ حق تعالیٰ کی طرف بیان ہی پہلا حضرت نوح علیہ السلام کے علم سے ہی اور یہ طریقہ جو دوسرونکو پہونچا وہ ان ہی کی میراث ہی اور اس سورۃ کا ربط سورۂ معارج سے یون ہی کہ سورۂ معارج مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دل تنگی کے اسباب مذکور ہین جیسے اپنی قوم کے کافرون کی دعوت کرنا یعنے اللہ تعالیٰ کیطرف بلانا اور اُن کافرونکا نہایت بیباکی اور جرأت سے سوال کرنا قیامت کے عذاب کا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اُنکی دعوت کی مشقت اور ایذا پر صبر کا حکم ہونا مذکور ہوا اور اس سورۃ مین اول سے آخر تک حضرت نوح علیہ السلام کی دل تنگی کا حال مذکور ہی باوجود اس بات کے کہ ہزار سال تک کافرونکے ظلم اور ایذائین اٹھائین لیکن ان کافرون مین تابعداری اور فرمانبرداری کا اثر بھی نہ پایا گیا تو گویا اشارۃً یون ارشاد ہوتا ہی کہ پیغمبرونکو خلق اللہ کی دعوت مین اسیطرح کی بُردباری اور تحمل چاہیے اور اُنکی ایذاؤن پر صبر کرنا چاہیے اور اگر ایک طرح سے وہ کافر نہ سمجھین تو دوسری طرح سے سمجھانا چاہیے اور اگر اسطرح سے بھی نہ سمجھین تو تیسری طرح سے عرضکہ رنجیدہ اور دلتنگ نہ چاہیے ہونا اور یہ بھی ہی کہ اس سورہ مین مذکور ہی کہ قیامت کا عذاب جو کافرونکے واسطے وعدہ کیا گیا ہی اگرچہ دور معلوم ہوتا ہی لیکن اُسکی دوری کے لحاظ سے ڈرانے اور خوف دلانے مین اس عذاب کے تصور کرنا چاہیے اسطرح حضرت نوح علیہ السلام نے قصور نہ کیا اسواسطے

طوفان کے عذاب سے خوف دلانے کا حکم اُنکو ہزار سال سے پہلے ہوا تھا اور حضرت نوحؑ نے
اس عذاب سے خوف دلانے مین باوجود دور ہونے کے بہت سی سعی اور کوشش کی تو اب یہ بات
ثابت ہوئی کہ جو چیز آدمیون کے ذہن اور خیال مین دور معلوم ہو وہ چیز حق تعالی کی قدرت
مین بہت نزدیک ہی پس معلوم ہوا کہ یہ سورۃ حق تعالی کے اس قول کی کہ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا
وَّنَرَاهُ قَرِيبًا دلیل اور برہان ہی اور باوجود ایسی دلالت کے ان دونون سورتون کے مضمون
بھی آپس مین مناسب واقع ہوئے ہین چنانچہ اُس سورۃ مین فرمایا ہی لَا يَسْأَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا
اور اس سورۃ مین ہی فَلَمْ يَجِدُوا لَهُمْ مِّن دُونِ اللَّهِ أَنصَارًا اور اُس سورہ مین تَدْعُوا
مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّىٰ وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ اور اس سورۃ مین وَاتَّبَعُوا مَن لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهُ وَوَلَدُهُ إِلَّا
خَسَارًا اور اُس سورۃ مین وَالَّذِينَ هُم مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ واقع ہی اور اس سورۃ مین
مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ وَقَارًا اور اس سورۃ کے اول مین مذکور ہی کہ حق تعالی کا عذاب نہایت
جُرأت سے ایک شخص اپنے خویش واقربا کے واسطے مانگتا ہی اور اس سورۃ مین مذکور ہے کہ ایک پیغمبر
مظلوم محنت اور ایذا اُٹھائے ہوئے عام مغفرت کی دعا اپنے اور پچھلون کے واسطے کرتا ہے اور
کہتا ہے رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَن دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ
مطلع مین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا یعنی دیکھو فرق دونون راہون مین کہان سے ہی
کہانتک اور سوائے اسکے اور جہین مناسبت کی ہین فکر اور غور کرنے سے ظاہر ہوتی ہین اور حضرت
نوح علیہ السلام اولوالعزم پیغمبرون مین سے ہین اور حضرت آدم علیہ السلام سے جو ابوالبشر ہین
دسوین درجے مین انکا ظہور ہوا اُنکے اور حضرت آدم علیہ السلام کے درمیان مین آٹھ واسطے پائے
جاتے ہین اس طور سے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے باپ کا نام لملک تھا بڑے نیک بخت موحد
تھے لوگون کو توحید کی تعلیم کیا کرتے تھے اُنکے باپ کا نام متوشلخ تھا حضرت ادریس علیہ السلام کے
بیٹے ایسے تیز ذہن تھے کہ دس برس کی عمر مین بتیس آسمانی صحیفے جو حضرت ادریس علیہ السلام اور
شیث اور آدم علیہم السلام پر نازل ہوئے تھے وہ سب یاد کر لیے تھے اور بعد حضرت ادریس علیہ السلام

کے یہی انکے خلیفہ ہوئے تھے اور بنی آدم کے کامون مین اور انکی بہتری مین بہت کوشش اور سعی کیا کرتے تھے اور بہت کثیر الاولاد تھے اور انکے باپ حضرت ادریس علیہ السّلام تھے جنکا نام اصل اخنوخ تھا اور بڑے مشہور پیغمبرون مین سے ہین کئی جگہ قرآن شریف مین بھی انکا ذکر آیا ہے اور ریاضی اور طبعی اپنے علمونکو یونان والے حکما ان نبی کی طرف نسبت کرتے ہین اور لکھنا اور سینا بھی پہلے آدمیون مین اُن ہی سے نکلا ہے انکے باپ کا نام یرد تھا جو قابیل کی اولاد کے ساتھ ہمیشہ لڑائی اور جہاد کیا کرتے تھے اور حضرت آدمؑ کی ریاست یعنی گدی پر یہی تھے انکے باپ کا نام مہلائیل تھا آدمیونکو علیحدہ علیحدہ شہرون مین پہلے اُن ہی نے بسایا اور بابل شہر آباد کرکے آپ مع اپنے خویش و اقربا وہان رہے اور شہر سوس بھی اُن ہی کا بنایا ہوا ہے انکے باپ کا نام قینان تھا یہ بھی بڑے نیکبخت اپنے آبا و اجداد کے طور پر تھے اُنکے باپ کا نام انوش تھا حضرت شیث علیہ السّلام کی اولاد مین یہ سب سے افضل تھے اور حضرت آدم علیہ السّلام اپنے دادا کے برابر دفن ہین انکے باپ کا نام شیث علیہ السّلام تھا جو حضرت آدم علیہ السلام کے جانشین اور خلیفہ تھے اور بڑے عظیم القدر پیغمبرون مین سے ہین پچاس صحیفے آپپر نازل ہوئے تھے اور یونان کے حکما حکمت الٰہی کو اُن ہی سے نقل کرتے ہین اور یہ عبادت اور ریاضت مین بہت مشغول رہتے تھے یہانتک آدم واسطے ہوے اور اُن آٹھون مین کوئی کافر نتھا سب مسلمان اور نیک بخت تھے ہان حضرت ادریس علیہ السّلام کی وفات کے بعد بنی آدم مین بت پرستی شروع ہوئی اور سبب اسکا یہ ہوا کہ حضرت ادریس علیہ السّلام کے بیٹے سب اولیاء اللہ اور نیک بخت تھے اور ہر ایک نے اپنی عبادت کے واسطے ایک مسجد بناکر اُسمین آپ بھی عبادت کرتے اور لوگون کو بھی مسجد مین حاضر ہوتے اور حق تعالیٰ کے ذکر اور بندگی مین مشغول رہنے کی نصیحت کیا کرتے تھے چنانچہ بہت لوگ وہان حاضر رہتے اور انکی تعلیم کے بموجب نہایت ذوق اور شوق سے عبادت کیا کرتے اور انکی صحبت اور حضوری کی برکت سے عبادت مین نہایت لذّت انکو حاصل ہوتی جب حضرت ادریس علیہ السلام کی اولاد نے اس عالم سے انتقال کیا تب لوگونکو نہایت رنج اور ملال انکی

مفارقت سے حاصل ہوا اور آپسمین اکثر اسی بات کا ذکر رہتا کہ جو مزہ عبادت کا اُن بزرگونکی صحبت مین ہمکو حاصل ہوتا تھا اب وہ بات پائی نہین جاتی ابلیس مردود کہ انسان کا دشمن جانی ہی اسوقت کو غنیمت جانکر ایک بوڑھے بزرگ کی شکل بنکر مکر کا عمامہ سر پر باندھکر اور فریب کا عصا ہاتھ مین لیکر جس مجلس مین یہ سب لوگ بیٹھے یہی ذکر کر رہے تھے آنکر موجود ہوا اور کہا کہ تمھارے رنج کے دفع ہونے کی ایک تدبیر مین تمھین بتلاتا ہون کہ وہی لذت عبادت مین تمکو پھر حاصل ہوا کرے اور وہ تدبیر یہ ہے کہ ان بزرگونکی شکلین پتھر سے ترشواؤ اور ان بزرگونکے کپڑے اُن تصویرونکو پہناکر مسجد کی محراب مین اپنے سامنے کھڑا کردو اور یہ سمجھو لوکہ یہ ہمکو دیکھتے ہین بموجب اس قول کے کہ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا یَمُوْتُوْنَ یعنے اللہ تعالیٰ کے ولی مرتے نہین ہین اگر یہ تدبیر کروگے تو پھر تمکو وہی لذت جو اُنکے سامنے عبادت مین ہوتی تھی ملا کریگی اُن لوگون کو یہ تدبیر پسند آئی اور تصویرونکو بناکر مسجدون مین رکھا اور اسمین اسطرح لگے رہے کہ عبادت اور نماز سے فراغت ہونے کے بعد جو مسجد سے باہر جاوے اُن تصویرونکے ہاتھ اور پانوٗنکو بوسہ دیکر باہر جاوے تاکہ اُس شخص کی حاضری جماعت مین اُن بزرگون کی روحون کے نزدیک ثابت ہوجاوے تاکہ یہ بزرگ حق تعالیٰ کی درگاہ مین اس بات کی گواہی دین کہ یہ شخص ہمارے سامنے جماعت کے ساتھ تیری عبادت مین مشغول تھا اور ہماری شفاعت کرین ہوتے ہوتے اس امر نے ایسا رواج پایا کہ عبادت اور ذکر بالکل موقوف ہوگیا اور ان تصویرونکے ہاتھ چومنا وظیفہ ہوگیا کہ جو شخص مسجد مین آتا اُن تصویرونکے دست بوس اور قدمبوس ہوکر جاتا جاتا پھر غرضکہ دونون کے بعد قدمبوسی کے عوض خاک پوجی اور یہ شروع ہوگیا اور سب موقوف ہوکر یہی رواج پایا حضرت نوح علیہ السلام کہا کرتے تھے لوگونکو اس بت سے بہت منع کیا کرتے تھے لیکن لوگ انکی بات نہین مانتے تھے آپس مین ایک دوسرے کو یہی کہا کرتے تھے یہانتک کہ حضرت نوح علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے رسول کرکے اُن لوگون کے سمجھانے کو بھیجا اور ساڑھے نوسو برس حضرت نوح علیہ السلام نے اُن لوگونکو سمجھایا کہ اُن بتونکی عبادت کو چھوڑ دو اور

فس
بیان بت پرستی کے
ظہور پانے کا بموجب
حضرت ادریس
علیہ السلام کے
اصل سبب کے واسطے
حضرت نوح علیہ السلام
بھیجے گئے

حق تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک جانکر اسکی عبادت مین مشغول ہوتے لیکن ان لوگون نے ہرگز آپ کی بات کو
نہ مانا اور اس ساڑھے نو سو برس سمجھانے سے اتنی آدمی اپنے ایمان لائے اور اس بت پرستی کو
چھوڑا دوسرے تمام روے زمین کے آدمیون نے باوجود اتنی مدت سمجھانے کے کسی نے انکا کہنا نہ سنا
اور اتنی مدت دراز مین کوئی جگہ ایسی باقی نہ رہی جہان انکی دعوت نہ پہونچی لیکن سب نے انکار کیا
اور ہرگز قبول نکیا آخر حضرت نوح علیہ السّلام نے انکے ایمان لانے سے مایوس ہوکر ان پر بددعا
کی حق تعالیٰ نے انکی بددعا سے اپنے طوفان بھیجا اور سب کو ڈبو دیا اور طوفان سے پہلے حضرت
نوح علیہ السّلام کو حق تعالیٰ کا حکم ہوا تھا کہ اپنے واسطے اور اپنے گھر والون اور مسلمانون کے واسطے
ایک کشتی بناؤ اور سب جانورون اور جرندا اور پرندمین سے ایک ایک جوڑا لیکر اسمین بند رکھو
جسوقت تنور سے پانی اُبلے اُسوقت کشتی مین سوار ہونا چنانچہ حضرت نوح علیہ السّلام نے اس
حکم کے موافق کشتی تیار کرکے کھانا اور پانی اور ہر جانور کا ایک ایک جوڑا اس کشتی مین رکھکر منتظر
طوفان کے بیٹھے جون ہی پانی تنور سے اُبلا آپ اور اپنے اہل بیت کو کنعان بیٹے اور انکی بیبیان اور
لونڈیان اور غلام اور اسّی آدمی اور دوسرے جو مسلمان ہوے تھے ان سب کو لیکر اس کشتی مین
سوار ہوے اور اس کشتی کے اوپر ایک سرپوش رکھا تھا کہ آسمان سے بارش کا پانی کشتی مین نہ آوے
لیکن حضرت نوح علیہ السّلام کی بی بی اور ایک بیٹا جسکا نام کنعان تھا آپ پر ایمان نہ لائے تھے
یہ دونون کشتی مین نہ بیٹھے کافرون کے ساتھ غرق ہوے اور حضرت نوح علیہ السّلام چھ مہینے
کشتی مین رہے تھے دسوین رجب کو سوار ہوے تھے اور دسوین محرم کو عاشورے کے دن اترے
اور طوفان کا پانی زمین سے اُبلتا تھا اور آسمان سے بھی برستا تھا چالیس دن تک
پانی کی زیادتی اور طغیانی رہی چالیس دن کے بعد جوش موقوف ہوا اور آہستہ آہستہ پانی گھٹنا
شروع ہوا چھ مہینے کے بعد زمین ظاہر ہوئی اور حضرت نوح علیہ السّلام اور انکے ساتھ والے کشتی سے
اترے اور حضرت نوح علیہ السّلام کی عمر مین بڑا اختلاف ہے مشہور یہ ہے کہ ایک ہزار چار سو برس کی
عمر تھی اور قرآن شریف سے اتنا البتہ معلوم ہوتا ہے کہ ان سے زیادہ عمر تھی اسواسطے کہ

سورۂ عنکبوت مین حق تعالیٰ نے فرمایا ہی کہ بعد نبی ہونے کے پہلے طوفان سے ساڑھے نو سو برس دعوت کی اور کم سے کم چالیس برس کی عمر ہوگی جب آپ رسالت کے خلعت سے سرفراز ہوے تھے اور بعد طوفان کے بھی بہت دنون دُنیا مین آپ رہے چنانچہ اسکا ذکر سورۂ ہود مین ہے اب یہان پر اس سورۃ کی تفسیر کے شروع سے پہلے دو مقدمون کو جان لینا ضرور ہی تاکہ اس سورۃ کے معنی بہت آسانی سے سمجھ مین آجاوین پہلا مقدمہ یہ ہی کہ جب حق تعالےٰ کسی اپنے بندۂ خاص کو مقبول اپنی بارگاہ کا کرکے اپنا پیغام پہونچانے کو خلق کیطرف بھیجتا ہی تو اُس بندے کو لازم ہے کہ اُن لوگون کے عقیدے سے اور عمل اور خلق اور باطنی حالون کو خوب غور اور تامل سے دریافت کرے اور اُسکے اصل مرض کو پہچانے اور اُس اصل مرض کے مٹانے اور دُور کرنے کو سب مرونی پر مقدم جانے پھر اسکے بعد اُنکی طبیعت کی خواہشون اور اُنکی مقرری حاجتون اور احوالون مین اپنی نظر کو دوڑاوے اور اُنکو اُس چیز سے جس سے بالطبع یا بحسب مقرری حاجتون اپنی کے ڈرتے ہون خوف دلاوے اور جس چیز کو بالطبع یا موافق مقرری حاجتون اپنی کے خواہش کرتے ہون اُسکا امیدوار کرے اور جسطرح پہلے اُنکی عقلی قوت کی اور نفسانی ملکون کی اصلاح منظور رکھی تھی اسیطرح اُس کام مین اُنکی وہمیہ قوت کی اصلاح امیدوار کرنے اور خوف دلانے سے منظور رکھے اسواسطے کہ روح انسانی کی مملکت مین عقل وزیر ہے اور صاحب الامر اور مختار کل اور حاکم اس مملکت کا وہم ہی اور جب یہ دونون یعنی عقل اور وہم تابعدار ہوگئے تو دوسرے جتنے ارکان اور تابع اور لشکر اس سلطنت کے ہین خود بخود فرمانبردار ہو جائینگے اور ایک حالت عجیب حاصل ہوگی بموجب اس مصرعہ کے ؎ از دوست یک اشارہ و از ما سر دویدن دل لیکن پھر اُنکا احوال اس مصرعہ کے موافق ہو جائیگا کہ معشوق کی طرف سے ایک اشارہ اور عاشق کیطرف سے اُسکو سر اور آنکھ سے بجا لانا لیکن ان دونون کامون کو قاصد اور سرکار کے طور سے اُنکو نہ پہونچاوے بموجب مضمون اس شعر کے کہ ؎ دادیم ترا گنج مقصود نشان داد مختار تھی خواہ رسی یا نرسی یعنی مقصود کے خزانے کا

پتا تم کو بتا دیا اب آگے وہان پہونچو یا نہ پہونچو تم مختار ہو بلکہ باپ سا شفیق اور طبیب سا ناصح ہو کے انکی بیماری کی سختی سے دلتنگ اور رنجیدہ نہو اور طرح طرح کی تدبیرین اسکے نفع کے واسطے کرے اگر ایک طرح سے نہ سمجھین تو دوسری طرح سے سمجھاوے جہانتک آنکی استعدا کا پیمانہ گنجائش رکھتا ہو اور جب انکی استعداد کا بطلان خوب طرح سے معلوم کرے تب انکی نیست اور نابود کر دینے کی فکر کرے جسطرح حیوان کے جسم مین اگر کوئی عضو سڑ جاتا ہے یا اسمین زہر باد ہو جاتا ہے تو اس عضو کو کاٹ ڈالتے ہین تاکہ دوسرے اعضا کو خراب نہ کرے اسیطرح انکے وجود کو جانے کہ اگر باقی رہین گے تو دوسرے کو خراب کرینگے پھر اگر جہاد اور قتال کا اسکو حکم ہو تو لشکر اور دوسرے اسباب لڑائی کے جمع کرنے مین کوشش کرے اور اگر جہاد کرنیکا اسکو حکم نہو تو انکے واسطے درگاہ الٰہی مین بددعا کرکے انکے وجود کو اس عالم سے محو کرے اور مٹا دے تاکہ انکا فساد اور برائی دوسرون مین اثر نہ کرے اور دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو اصل مرض یہ تھا کہ حقتعالیٰ کی نزدیکی اور اپنی حاجتون مین اولیاء اللہ کی روحون سے جو مظہر کامل ہین استعانت اور مدد چاہتے تھے اور تنزیہ کے مرتبے سے تقرب حاصل کرنا اور اسی مرتبے سے مدد چاہنا ہرگز ان کے ذہنون اور خیالون مین نہین آتا تھا یہانتک نوبت پہونچی تھی کہ دنیا کی محبت اور اسی کی خواہش انکے دلون مین چھا گئی اور روحیت کے مرتبے کو نہ پہونچنے کے سبب سے ان بزرگونکی روحین بھی انکی نظرون سے غائب ہو گئی تھین اور خبیث شیطانی روحون نے انکی عوض مین انکے سامنے ہو کر اپنی طرف انکو کھینچا تھا اور جھوٹے شعبدون مین انکو اپنا فریفتہ کر لیا تھا بس تمام تر اولیا کا رہگیا تھا اور درحقیقت وہ خبیث شیطانی روحین تھین اسمین یہی حال ہے بشریت کا جبلی اور پیدائشی کہ جہان پیچے کی طرف جھکا اور معرفت کے عروج سے باز رہا تو پیچ مین بھی نہین ٹھہرا بلکہ ادنی سے ادنی مرتبے مین جا گرتا ہے ہان اگر عبادت اور تقرب مین انکی نظر اولیاء اللہ کی روحون کے اصل مرتبے کی طرف متوجہ ہوتی تو ان روحون کیطرف سے بھی کچھ نہ کچھ ہدایت اور ارشاد سے مستفید ہوتے اور کبھی کبھی خواب مین یا دوسرے معاملہ مین انکو اللہ کیطرف متوجہ ہونیکی راہ بتا دیتے اور

شرک میں صراحۃً پھنسنے سے باز رکھتے سو یہ تو کچھ نہ ہوا بلکہ انکی وہمیہ قوت عمر کی درازی اور ہمیشگی
اور مال اور اولاد کی کثرت اور عمارتوں کی پختگی اور باغ اور کھیتوں کی زیادتی کو بہت دوست رکھنے
لگی اور ان ہی چیزوں کی محبت انکے دلوں میں بس گئی تھی تو ان لوگوں کو نکو یوں سمجھانا ضرور ہوا کہ جتنی
تمھاری خواہش کی چیزیں ہیں وہ سب حق تعالیٰ کے اختیار میں ہیں زمین اور آسمان چاند اور سورج جو تمھاری
خواہش کی چیزیں ہیں ان سب کو حق تعالےٰ نے پیدا کیا ہے سو اگر تم اللہ تعالیٰ کیطرف رجوع کروگے
تو جتنے تمھارے مطلب ہیں سب حاصل ہونگے اور اگر کہیں تم اس سے پھرے اور اسکا حکم نہ مانا تو خرابی میں
پڑوگے اور کچھ بھی تمکو حاصل نہ ہوگا پھر جب حق تعالیٰ کا قادر اور مختار ہونا ہر چیز پر تمکو دلوں میں خوب طور
سے جم جاتا اور اسکی وحدانیت کا یقین حاصل ہوتا تو پھر آہستہ آہستہ انکو ترقی کیطرف رغبت دلاتے اور یوں
سمجھاتے کہ دنیا فانی ہے اور اسکی جتنی چیزیں ہیں سب نیست اور نابود ہونیوالی ہیں باقی رہنے والی وہی
ذات پاک ہے سو تمکو چاہیے کہ اپنی ہمت کو بلند کرو اور وہ چیزیں جو عقبیٰ میں کام آوین اور اس مالک الملک
کی رضامندی کا سبب پڑیں حاصل کرو اور حضرت نوح علیہ السلام کا مطلب یہ تھا کہ شاید اس تدبیر
سے وہ لوگ راہ پر آجاتے لیکن جب دعوت کی مدت ہزار سال کے قریب پہنچی اور اس عرصے میں کتنے
قرن اور کتنے زمانے گذر گئے اور لوگوں کے احوال میں بھی تغیر تبدل پایا گیا اور قسم قسم کی استعداد والے
پیدا ہوئے اور گذر گئے لیکن محنت انکی سب بیفائدہ ہوئی اور کسی نے انکی بات نہ مانی اور کوئی راہ پر
نہ آیا مگر چند لوگ گنتی کے پھر جب حضرت نوح علیہ السلام کو انکی ہدایت سے بالکل مایوسی حاصل
ہوئی آخر عاجز ہو کر پوری بددعا کرنے کے واسطے دی یعنی یوں عرض کیا کہ یا الٰہی اب ان میں ایک کو بھی
باقی نہ رکھ حق تعالےٰ نے آپکی دعا قبول کی اور سب ہمان کو غارت کیا۔ اب یہاں یہ جاننا چاہیے
کہ حضرت نوح علیہ السلام کو ہمارے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بڑی زبردست مناسبت
ہے کئی وجہوں سے جو دوسرے پیغمبروں کو آپکے ساتھ نہیں پہلے اسی واسطے اس سورۃ کو دعوت کے قاعدوں
کی تعلیم اور نیچا اور منکسر رہنے کی تلقین کے واسطے آپ پر نازل فرمایا اور سورۂ معارج میں جو حکم
ہوا تھا کہ صبر جمیل سو اسکی بنیاد اس سورۃ میں حضرت نوح علیہ السلام کے قصے کو نظیر اور تمثیل کے طور پر

حضرت نوح علیہ السلام کی مناسبت کا بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو

بیان فرمایا ہے یعنی تمکو ایسا صبر کرنا چاہیئے جیسا نوح علیہ السلام نے کیا تھا اور مناسبت کی وجہوں سے
پہلی وجہ یہ ہو کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا عذاب بعد زندہ کئے کیا تھا انکے ڈرانے اور خوف دلانے کے
وقت سے بہت دوری رکھتا تھا یعنی پچاس ہزار برس کا فاصلہ درمیان میں تھا اسیطرح عذاب موعود
ہمارے رسول مقبول کی بھی بہت کا بہت دوری رکھتا ہے [illegible] دوسری وجہ یہ ہو کہ نوح علیہ السلام
پیغمبر ونکی قوم کے عذاب کے کہ دنیا ہی میں [illegible] علیہ السلام اور انکی قوم کو ہلاک کیا چنانچہ
فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعا کرنے سے بالکل دریا میں ڈبکے غرق ہوا اور اسیطرح دوسرے
کافر لوگوں کی قومیں [illegible] ہلاک ہوئے اور یہ امت مرحومہ دنیا کے عذاب سے
محفوظ ہوئی اور اس امت کے کافروں کا عذاب قیامت کے دن پر اٹھا رکھا ہے اس امت کے کافروں
پر قتل کرنا اور زندہ پکڑ کے غلام بنانے سے کبھی کبھی دنیا میں بھی تھوڑی تادیب ہوتی رہتی ہے
اور اس دوسری وجہ سے حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کو مثل ہماری دعوت کے پیغمبر علیہ السلام
کی دعوت کی قدرت کے برابر ہونے کا اظہار ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اتنی مدت تک خود زندہ رہکے
اپنی ذات سے اس دعوت کو ختم ذات تک پہنچایا اور ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم چند دنوں
اپنی ذات مبارک سے [illegible] اپنے نائبوں کو اپنا قائم مقام چھوڑ کے عالم بقا کو تشریف فرما ہوئے
اور ان نائبوں کے [illegible] سال تک یہ دعوت کا پودا قائم رہا ہزار سال کے بعد ہندوستان
میں کسی شخص نے جھوٹے دینوں کے دعوی کا ظاہر ہونے سے ناک والے اور دانوں والے اور خشان نمودی اور
ان کافروں نے اپنی اپنی دعوت شروع کی اسوقت سے اس دین صحیح کی دعوت کا توحد درہم برہم
ہوگیا اور پھر اسکے بعد تمام دنیا میں بہت جھوٹے دینوں کے دعوی پیدا ہوئے اور انہی اپنی دعوتیں شروع
کیں اب اسکا اخلاف بعد [illegible] حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمین پر ہوگا انشاء اللہ
تعالیٰ آپکے زمانہ میں توحد اور تفرد اس دعوت حقہ کا تمام سرے تانگی قبول کریگا تمام عالم
میں ایک دین اسلام کا ہوگا اور جنگلوں پر دوسری مرتبہ انزال مجنت کو تجدید کریگے یعنی عنایت اس دین
متین کی سب پر ثابت ہو جائیگی کہ عذاب موعود دیکر تادیب کرنا [illegible] اور قابل اپنے تئین معلوم کرینگے

اور اپنی قسم کے تمام ہونے کے بھی مستعد ہووین اور تیسری وجہ مناسبت کی یہ ہی کہ حضرت نوح علیہ السّلام کی نبوت عام تھی تمام مخلوق کو شامل تھی اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی نبوّت عام ہی سب کو شامل ہی اتنا فرق ہے کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہین آپکی بعثت جسطرح آپکے زمانے والون کیطرف تھی اسیطرح قیامت تک جو آدمی اور جنّات پیدا ہوتے جاوینگے ان سب پر آپکی بعثت ثابت ہی بخلاف حضرت نوح علیہ السّلام کے کہ آنکی بعثت اُنکے زمانے والونپر جو اسوقت دنیا مین موجود تھے تھی یہ نتھا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد جو پیدا ہونگے اِن پر بھی وہی نبی رہینگے اور وہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص مین حدیث وارد ہی کہ بُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ عَامَّةً وَکَانَ النَّبِیُّ یُبْعَثُ اِلٰی قَوْمِہٖ خَاصَّةً اس حدیث کے یہی معنی ہین اسواسطے کہ حضرت نوح علیہ السّلام کے وقت مین جو اُس زمانہ مین موجود تھے سب آپکی قوم تھے اور ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم تمام آدمیون کی رسالت سے مخصوص ہین اپنے زمانے سے قیامت تک جو پیدا ہووین اور اس بات مین یہ بھید ہی کہ حضرت نوح علیہ السلام کے وقت مین جتنے دنیا مین لوگ تھے سب شرک مین گرفتار تھے اور جو عذاب کہ حضرت نوح علیہ السّلام کی بددُعا سے حق تعالےٰ نے بھیجنے کا وعدہ کیا تھا وہ عذاب بھی عام تھا اور سب جہان والونکو شامل تھا اگر حضرت نوح علیہ السّلام کو تمام جہان والون کی طرف رسول کرکے نہ بھیجتے اور اُنکی عمر اتنی بڑی نکرتے تاکہ اتنی مدت مین تمام روے زمین پر اُنکی دعوت تھوڑی تھوڑی پہونچ جاوے تو خاص کے گناہ پر بلا کی عام کی لازم ہوتی اور یہ عدل اور حکمت کے قاعدے کے خلاف ہی اسیطرح سے اس اُمّت کے کافرون پر جو عذاب کہ مقرر اور موعود ہوا ہی وہ بھی عام ہی یعنے تمام عالم کی خرابی کو متضمن ہی اگر ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قیامت تک جو پیدا ہوتے جاوینگے اُن سب کیطرف رسول کرکے نہ بھیجتے تو یہان بھی وہی بلا کی عام کی خاص کے گناہ پر لازم آتی اور یہ بات حکمت اور عدل کے قاعدے کے خلاف تھی چوتھی وجہ مناسبت کی یہ ہی کہ حضرت نوح علیہ السّلام کی بعثت اور آنکی دعوت قیامت وسطیٰ کے متصل ہوئی جسکا نام طوفان تھا کہ دنیا مین کسی چیز کو باقی نہ رکھا اور اسیطرح ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور دعوت قیامت کبریٰ سے متصل کہتی ہی بخلاف دوسرے پیغمبرون کے کہ اُنمین

یہ بات نہین پائی جاتی تھی اور یہ مناسبت بھی تیسری مناسبت کی ایک شاخ ہی پانچوین مناسبت یہ ہی کہ حضرت نوح علیہ السّلام کو بعد طوفان کے بڑی شان عظیم حاصل ہوئی تھی یعنی حقتعالیٰ کی نزدیکی کا وسیلہ سوائے اِنکی ذات مبارک کے کوئی نہ تھا اور حق تعالیٰ کی عبادت اور اُنکی معرفت کا حق ادا کرنیوالا سوائے اُنکی اُمت اور انکے تابعدارونکے کوئی دوسرا نہ تھا تو اِس سورۃ مین بہت بڑا راز یہ ہی انکی ذات مین منحصر ہوا تھا اور عجیب طرح کی تفرد اور یکتائی اس کارخانے مین اِنکے نصیب ہوئی تھی اور ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو نبی ہونیکے وقت سے یہ مرتبہ حاصل تھا اسواسطے کہ آپکے نبی ہونیکے بعد جتنے دین تھے سب منسوخ ہوگئے اللہ تعالیٰ کی نزدیکی حاصل کرنیکے لائق نہ رہے اور ان دینون کی عبادت اور معرفت کے طریقے سب باطل اور بے اصل ہوگئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونیکے بعد یہ تفرد اور یکتائی ظاہری اور صوری نہین حقیقی اور حکمی آپکی ذات مبارک مین جلوہ گر ہوگی اس طور پر کہ کوئی دین سوائے اس دین اسلام کے عالم مین باقی نرہیگا اور اسی دین مین توجہ الی اللہ کی شان منحصر ہوگی اور کوئی مدعی کسی دین باطل کا نرہیگا حاصل کلام کا یہ ہی کہ ان ہی مناسبتون کے سبب سے سورۂ نوح کو جو حضرت نوح علیہ السّلام کا قصہ اور انکا خوف دلانا طوفان کے عذاب سے اور سب کے واسطے بددعا کرنیکے بیان مین ہی بعد سورۂ معارج کے لائے ہین کہ اسمین بھی اِس اُمت کے عذاب موعود کے سوال کرنیکا اور عذاب کے جلدی کرنے کی ممانعت اور صبر کرنیکا حکم بیان ہی واللہ علم بالصواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اما بے شک ہم اِس مرتبے سے جو جامع ہی درمیان جلال اور جمال کے نکالنے کے واسطے جلال کی پوشیدگیون سے جمال کے انوار کیطرف اَرْسَلْنَا نُوْحًا بھیجا ہم نے نوح علیہ السّلام کو جو ان دونون شانون کا جامع تھا اور جلال کی تاریکیون مین پھنسے ہوؤن کو جمال کی روشنیون کی طرف نکال لانیکی کیفیتون پر خبردار تھا اپنا ایلچی اور رسول کرکے اِلٰی قَوْمِہٖ اُسکی قوم کیطرف اسواسطے کہ مقہور ہونے کے سبب سے وہ انکے احوالون پر واقف بھی بہت ہوگا تاکہ اِس واقفیت کے سبب سے جس طور سے مناسب بوجھے اِن لوگونکو جلال کی تاریکیون سے نکالکر جمال کے نور سے منور کرے

اور ہر ایک کو اسکی استعداد اور بوجھ کے موافق اس تاریکی کے انجام سے خوف دلادے اور ڈرادے
اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ اسلیے کہ خوف دلا اور ڈرا اپنی قوم کو اسواسطے کہ تو نبوت میں شریک ہونے
کے سبب سے تمہاری شفقت اور خیر خواہی اپنے حق میں یقین جانتے ہیں تو تمہارے ڈرانے سے بھی
خوف کھاوینگے مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ پہلے اسکے کہ آوے اُن پاس
عذاب دکھ دینے والا جو اپنے پروردگار کی مخالفت کا سبب ہے قَالَ يٰقَوْمِ یعنے ہمارے حکم کے
بھیجنے کے ساتھ ہی نوح علیہ السلام نے فرمانبرداری اس حکم کی اور کہا اپنی قوم سے کہ اے میری
قوم ہم قوم ہونا ہمارا اور تمہارا اسی بات کو چاہتا ہے کہ جس سے تم ڈرتے ہیں ہم بھی اُس سے ڈرتے
رہو اور جو تمہاری نصیحت اور بہتری کی بات ہم کہتے ہیں اُس کو قبول کرو اسواسطے کہ ہماری
سچائی تمکو خوب معلوم ہے کہ ہم جھوٹ نہیں بولتے [illegible] بیشک میں تمہارے
واسطے ڈرانے والا ہوں صاف کہنے والا کہ اگر تم اپنے جھوٹے معبودوں کی عبادت کے پردے
میں پھنسے رہوگے تو بڑے عذاب میں گرفتار ہوگے سو تمکو چاہیے کہ جلدی اس پردے سے
اپنے تئیں نکال لے [illegible] اس پردے
سے نکلنا کچھ بہت مشکل بات نہیں ہے کہ [illegible] اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ یعنے کہ عبادت
کرو خدا کی اسواسطے کہ وہی اس لائق ہے کہ اسکی عبادت کی جاوے [illegible] تمہاری
توجہ حق تعالیٰ کیطرف [illegible] اسکی حال کی دلیلوں سے تم منور ہوگے سو
حق تعالیٰ کی عبادت [illegible] کو تمکو کافی ہو لیکن یہ شرط ہے کہ ہر ہر کو
اپنے اوپر لازم کرے [illegible] اس سے یعنی عبادت کیسے اس اعتقاد سے
کہ وہ غیر اسکی مخلوقوں کے کامل ہے اسواسطے کہ وہ خالق ہے اور حق تعالیٰ کے کمال کے
درجے سے ناقص ہے اگر غیر کامل ہو پس اس عبادت میں اسکے کمال میں نقصان کا اعتقاد
کرنا تمکو لازم ہوتا ہے اور ایسا اعتقاد حق تعالیٰ کے بڑے غضب کا سبب پڑیگا زیادہ تر اس غضب سے
جو اسکی کامل عبادت کے چھوڑ دینے پر اور اسکے حکموں کے بجا لانے سے تم امید رکھتے ہو

اور اگر تمکو عبادت خالص اور تقویکا طریقہ اپنی عقل سے معلوم نہوسکے تو ان دونون چیزونکی تفصیل مجھ سے
سنو وَاَطِيْعُوْنِ ۝ اور تابعداری کرو میری اس چیز مین جو اللہ تعالی کے حکم مین تمکو پہونچاؤن
تاکہ عبادت مین بھی تمسے خطا اور چوک نہونے پاوے اور گناہ سے بھی بچے رہو اور اگر اللہ تعالی کی عبادت
کو پرہیزگاری سے ادا کروگے اور دل و جان سے میری تابعداری قبول کروگے تو اسیوقت تمھاری
پہلی تاریکی کے نشان مٹنا شروع ہوجاوینگے اسواسطے کہ اللہ تعالی يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ
ذُنُوْبِكُمْ بخش دیگا تمھارے واسطے بعضے تمھارے گناہونکو جو تمھارے پوشیدگی کے اس جناب
پاک سے سبب پڑے ہین اور جب گناہ دور ہوگئے تو اس سے دوری اور حجاب بھی اٹھ جانا ضروری ہوا
اور وہ گناہ عبادت اور تقویکو ترک کرنا اور حق تعالی کے حکمون کی نافرمانی کرنا ہی ہوا گے تمسے
ہوچکے ہین نہ وہ گناہ جو مخلوق کے حقوق سے متعلق ہین نہ وہ گناہ ہو اسلام مین داخل ہونے
کے بعد کروگے پس یہان پر مِن کا لفظ تبعیض کیواسطے ہے اور یہ آیت من کی زیادتی ثابت
کرنیکی دلیل نہین ہوسکتی ہے جس طرح کوفے کے نحویون نے کہا ہے کہ پہر اسلام لانا تمھارا سب
پڑیگا ان گناہونکی بخشش ہونیکی کا ہو اسلام لانے کے بعد تم سے ہوگئے یا بندون کے حقوق سے
متعلق ہونگے اسواسطے کہ حق تعالی تمکو اسلام کی برکت سے دنیا کی مضرتے محفوظ رکھے گا وَيُؤَخِّرْكُمْ
اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى اور تاخیر کریگا اللہ تعالی تمھاری پکڑ کو ایک مدت تک جو اسنے مقرر
کردی ہی ہر شخص کی پیدائش کے وقت دم کے شمار سے یا برسون اور مہینون اور دنون اور گھڑیون
کا نام رکھدیا ہے اور اس تعجیل اور تاخیر مین تمھارے واسطے فائدہ ہے کہ اب گناہ سے
توبہ کرلو اور حق والون کو اپنے سے راضی کرلو پس سوچو کہ اسلام لانا بالکل تمھارے ان اولین کا
سبب ہے ان چیزون سے جو حق تعالی کے غضب کی مقتضی ہین اور جو یہ کہا کہ ایک مقرر تک
تمسے مواخذہ نہوگا تو اس سبب سے کہ اس مدت مقرری مین تاخیر نہین ہونیوالی ہے اسواسطے کہ وہ مدت
اللہ تعالی کے علم مین معین ہی اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ بیشک وہ مدت جو علم الٰہی مین معین ہے ہر شخص کے
مرنیکے واسطے اِذَا جَآءَ جب آتی ہے جس طور سے کہ مقرر اور مقدر کیگئی ہے لَا يُؤَخَّرُ ہرگز

وقف لازم

درنگی نہین کیجاتی اور اگر اس مین کچھ بھی تغیر اور تبدل ہو تو علم الٰہی مین نقصان پایا جائے اور اگر یہ کہو کہ
ہر شخص کا ہم مین سے مرنیکا وقت حق تعالیٰ کے علم مین معین ہے جس طرح اسوقت مین تاخیر نہین ہونیوالی
اسیطرح تقدیم بھی نہین ہوسکتی ہے پھر ہمکو کفر کرنے اور گناہ مین مبتلا ہونیسے کیون خوف دلاتے ہو اسواسطے
کہ کفر اور گناہ کے سبب سے اسوقت معین کے پہلے ہم ہلاک ہونیوالے نہین ہین اور اسطرح اسلام لانے اور
فرمانبردار ہونیکے سبب سے بھی اسوقت کے بعد زندہ نہ رہینگے تو اسکے جواب مین ہم کہتے ہین کہ حق تعالیٰ
کے علم مین جو مدت تمھاری موت کے واسطے معین ہوئی ہے اگرچہ اسمین تاخیر نہین ہوسکتی ہے لیکن تقدیم
ہوسکتی ہے اس طور پر کہ ایک مدت معلق ہو تمھارے کفر اور گناہ پر اور دوسری مدت معلق ہو تمھارے
اسلام اور بندگی پر پھر اگر کفر کروگے تو دس برس نہ جیوگے اور ایک بلا مین مبتلا ہوکر ہلاک ہوگے
اور اگر اسلام لاؤگے تو اس بلا سے بچوگے اور بیس برس زندہ رہوگے اور تم کفر اور گناہ کئے جاتے
ہو تو اب اجل اللہ مقدم ہوسکتی ہے یعنی بیس برس کو نہ پہونچوگے بلکہ دس برس مین ہلاک ہوگے اسواسطے
کہ اجل اللہ اس مدت کا نام ہے جسکی شرطین علم الٰہی مین معلوم ہین کہ فلانے وقت واقع ہونگی
اور دوسری اجل اس مدت کا نام ہے جسکی شرطین علم الٰہی مین معلوم نہین کہ واقع ہین یا نہین ہوسکتا ہے کہ متعلق
دونون طرفون سے ایک طرف کی شرطین واقع ہوین اور دوسری طرف اجل اللہ ہوجائے اور دوسری طرف
پر مقدم ہوجائے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دوسری طرف کی شرطین واقع ہوین تو وہ طرف اجل اللہ ہوجائے
اور اس پہلی طرف پر مقدم ہوجاوے اور یہ ہرگز نہین ہوسکتا ہے کہ طرف معین کی شرطین پائی جاوین اور
وہ طرف نہ پائی جاوے بلکہ دوسری طرف پائی جاوے اسواسطے کہ ہمین اجل اللہ کی تاخیر ہوجاتی ہے اور یہ ممکن نہین
ہے سو شخص کی موت کی مدت شما حق تعالیٰ کے نزدیک معین ہے اسواسطے کہ اگر اسکی اجل مبرم اور یقینی ہے تو
ٹل نہین سکتی کسی طرح پر اور اگر معلق ہے تو اسکے دونون طرفون سے ایک طرف کا پایا جانا حق تعالیٰ کے علم مین
بالیقین معلوم ہے تو ان دونون صورتون مین یقین لازم آتی اور مدت معین کی طرح تغیر اور تاخیر قبول
نہین کرتی اسواسطے کہ علم الٰہی کا خلاف ہرگز متصور نہین ہے اور اگر ہمین تاخیر پائی جاوے تو علم الٰہی کا
خلاف لازم آتا ہے یعنے اللہ تعالیٰ کو اس کا وقوع جو وقت معلوم تھا اسوقت اس کا وقوع نہ ہوا

سو یہ بات ہرگز نہین ہوسکتی اور تقدیم کی صورت یہ ہے کہ اس طرح کے وقوع کی شرطین پائی جائین اور دوسری طرف کے وقوع کی شرطون مین توقف ہو سو اس بیان سے معلوم ہوا کہ اجل اللہ مقدم ہوسکتی ہے لیکن مؤخر نہین ہوسکتی پھر جو آدمی کو اسکی خبر نہین ہے کہ ان دونون طرفون کے احتمالون سے کون پایا جاویگا تو اسپر لازم ہوا کہ جو طرف بہتر ہے اسکی شرطون کے حاصل کرنے مین کوشش اور سعی کرے اور بری طرف کی شرطون کے حاصل کرنے سے پرہیز کرین اور بچے رہین اسی واسطے کفر اور گناہ کو حرام کردیا ہے اور ایمان اور بندگی کو واجب کیا ہے۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے حق مین حق تعالی کا حکم یعنے مقتضائے علق اس طور پر جاری ہوا تھا کہ اگر یہ لوگ نوح علیہ السلام کی فرمانبرداری کرینگے تو ہر ایک اپنی عمر طبعی کو پہونچیگا اور اپنی اپنی موت پر مریگا اور اگر یہ لوگ انکا کہنا نہ مانینگے اور انکی رسالت کا انکار کرین گے اور اس سبب سے حضرت نوح علیہ السلام انپر بددعا کرینگے تو ان کی دعا قبول کرکے ان سب کو ایک ہی مرتبے طوفان مین ہلاک کردالینگے اور علم الٰہی مین یہ آخر کی بات یعنی سب کا ایک ہی مرتبہ ہلاک ہوجانا اجل اللہ تھا سو اسکے شرطین پائی گئین اور اس اجل نے ان دونون اجلون پر جو علی الترتیب ہر ایک کی موت کے واسطے مقدر تھین تقدیم پائی سو انکے حق مین اجل کی تاخیر کا وعدہ جو ایمان لانے اور عبادت اور تقوی اور اطاعت کی شرطون پر تھا صادق ہوا لیکن شرط کے فوت ہونے سے مشروط بھی فوت ہوگیا یعنے جو ایمان نہ لائے تو اجل کی تاخیر بھی نہوئی۔ حاصل کلام کا یہ ہے کہ دنیا مین تمام اسباب کا کارخانہ اسی احتمال اور تعین نہونے پر بنایا گیا ہے اسی واسطے اجلونکا علم جسمین تعین معلوم ہوجاوے کسی کو نہین دیا گیا مگر بعضے کامون مین بعضے شخصون کو عنایت ہوتا ہے تاکہ اسبابونکا سببون کیساتھ مربوط ہونا درہم برہم نہ ہوجاوے باقی رہا یہ ایک سوال جو بعضے ظاہر بین کرتے ہین اسکا حاصل یہ ہے کہ جو اجل مبرم ہے اس مین نہ تقدیم پائی جاتی ہے نہ تاخیر اور جو اجل معلق ہے اسمین جس طرح تقدیم ہوسکتی ہے اسیطرح تاخیر بھی ہوسکتی ہے اسی واسطے کہ صحیح حدیث مین آیا ہے کہ جب حق تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو انکی اولاد دکھائی تو انمین حضرت داود علیہ السلام انکو بہت اچھے معلوم ہوئے پوچھا کہ انکی عمر کتنی ہے حق تعالی نے فرمایا کہ انکی عمر ساٹھ برس کی ہے۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی عمر سے چالیس برس انکو دیئے اور حضرت داود علیہ السلام نے سو برس کی عمر پائی تو اس سے معلوم ہوا کہ اجل اللہ

اجل مبرم اور معلق اور انمین تقدیم و تاخیر کا بیان

تعلیق کے سبب سے جس طرح تقدیم قبول کرتی ہے تاخیر بھی قبول کرتی ہے اس سوال کے جواب مین لوگ ایسا کہتے ہین کہ اس آیت اجل اللہ مین تاخیر نہ پائے جانیکو اذا جاء کے لفظ سے مقید کیا ہے اور اجل اللہ کے آنیکے بعد تقدیم کسی طرح ممکن نہین ہے لیکن تاخیر ممکن ہے سو اسطے یہانپر تقدیم کی نفی نہین فرمائی فقط تاخیر کی نفی پر اکتفا کیا ہے لیکن یہ نہین بوجھتے کہ اس سورۃ مین ان اجل اللہ کے جملے کو سابق کے کلام سے کچھ ربط اور میل نہ رہیگا بلکہ اگر یہ معنی کیے جاوین تو جس واسطے یہ کلام لایا گیا ہے وہ غرض حاصل نہو اسواسطے کہ اس جملہ کے ذکر کرنے سے غرض یہ ہے کہ اگر کفر کو نہ چھوڑ دوگے اور حق تعالی کے حکم کی فرمانبرداری نکروگے تو تمکو جلدی ہلاک کر ڈالینگے اور تمھاری عمر مقدر کی مدت تک جو ہر ایک کے مقدر مین علیحدہ علیحدہ مقرر ہوئی ہے تمکو رہنے نہ دینگے اور اگر ایمان لاؤگے اور فرمانبرداری کروگے تو تم سبکو ایک ہی مرتبے طوفان مین نہ ہلاک کرینگے بلکہ ہر واحد کو اسکی اجل مقدر تک پہونچائینگے اور علیحدہ علیحدہ ہر ایک کی روح کو قبض کرینگے یہ اسواسطے کہ جو اجل معین ہے حق تعالی کے نزدیک وہ تاخیر کے قابل نہین ہے اور جو اجل کی تعیین علم الٰہی مین اسکی شرطون کے واقع ہونے کے تابع ہے تو چاہیے کہ مرغوب اجل کی شرطون کے حاصل کرنے مین بہت سعی اور کوشش کرو سو حقیقت مین جو اب اس شبہ کا یہ ہے کہ حضرت آدم اور حضرت داؤد علیہما السلام کے قصے مین اجل اللہ سو سال تھی نہ ساٹھ اسواسطے کہ اجل اللہ اس تعلیق کی طرف کا نام ہے جس کی شرطین پائی جاوین اور معلق کے دونون طرفون کو اجل اللہ کہنا مجاز کے طور پر ہے اسواسطے کہ دونون طرفون مین سے ایک طرف اجل اللہ ضروری ہے پس یہ معلوم ہوا کہ اجل اللہ کی تاخیر کسی طرح ممکن نہین ہے ہان تقدیم اسکی ہوسکتی ہے لیکن اسی طور پر جو مذکور ہوا یعنے تعلیق کی دونون طرفون مین سے ایک کو ایسی چیز کیساتھ معلق کرنا جو پائی نہ جاوے اور دوسری طرف کو اسکے ضد کے ساتھ معلق کرنا پھر جب وہ چیز پائی نہ جائے گی تو ضد اسکی ضرور پائی جاویگی پس یہی دوسری طرف ثابت ہوگی اور وہی اجل اللہ ہے جو علم الٰہی مین واقع ہونیوالی تھی اور اس مین جو فرق ہے اس کی کنہ یہ ہے کہ واقع چیز کا موخر ہونا غیر واقع سے معقول نہین ہے یعنے عقل مین نہین آتا اور واقع کا مقدم ہونا غیر واقع سے معقول اور ثابت ہے اور اجل اللہ دونون

طرفون مین سے واقع کی طرف متعلق ہوتی ہے اسکی دوسری طرف غیر واقع ہوتی ہے اور اگر کسی کو اس جگہ شبہ گذرے کہ اجل معلق کی تاخیر حدیث نبوی مین بہت سی آئی ہے چنانچہ برّ والدین کے مقدمے مین آپنے فرمایا ہے کہ لَا یَزِیْدُ فِی الْعُمُرِ اِلَّا الْبِرُّ یعنے نہین زیادہ کرتی عمر کو کوئی چیز مگر نیکی کرنا خصوصًا ماں باپ کیساتھ اور اپنے خویش و اقربا کے ساتھ صلۂ رحمی اور نیک سلوک کرنے کے مقدمے مین آپنے فرمایا ہے کہ مَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّبْسَطَ لَہٗ فِیْ رِزْقِہٖ وَیُنْسَاَ لَہٗ فِیْ اَثَرِہٖ فَلْیَصِلْ رَحِمَہٗ یعنے جو شخص کہ چاہے کشادگی کیجاوے اسکے رزق مین اور تاخیر کیجاوے اسکے پیچھے یعنی اس کی اولاد اور نسل بہت دنون تک رہے تو چاہیے کہ صلۂ رحمی کو اپنا شیوہ کرے اور اپنے خویش و اقربا سے سلوک کرے اور دعا کے باب مین آیا ہے کہ اِنَّ الدُّعَآءَ وَالسَّلَامَ لَیَعْتَلِجَانِ وَلَا یَرُدُّ الْقَضَآءَ اِلَّا الدُّعَآءُ یعنے قضائے الٰہی کو کوئی چیز دور نہین کرتی مگر دعا سو حدیث مین اجل کی تقدیم کا کہین ذکر نہین ہے اور حال یہ ہے کہ اس تقریر کے موجب تقدیم ہو سکتی ہے تاخیر ممکن نہین بلکہ متصور بھی نہین ہے سو جواب اسکا یہ ہے کہ تاخیر کا متصور ہونا اس تقریر پر اجل اللہ کیساتھ مخصوص ہے اور اجل اللہ تعلیق کی دونون طرفون مین سے ایک طرف ہے جو علم الٰہی مین معین ہے اور حدیثون مین جو تاخیر آئی ہے وہ بھی اس تعلیق کی دونون طرفون مین سے ایک طرف ہے لیکن بے تعین علم بشری کی نسبت ہے اب اس صورت مین کچھ آپس مین منافات نہ رہی لیکن تقدیم کو جو حدیثون مین ذکر نہین کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ آدمی اکثر حالت مین تاخیر چاہتا ہے نہ تقدیم پس اس صورت مین جو عمل تاخیر کے سبب پڑتے ہین انکا بتانا ضرور ہوا جسطرح دعا کی قبولیت اور مطلب کا جلد حاصل ہونا کہ یہ چیزین آدمی کی مرغوب اور خواہش کی ہین اور ان مین جلدی چاہتا ہے اسواسطے اسمین تقدیم بھی آئی ہے اسیطرح وہ چیزین جنمین خوف دلانا منظور ہے جیسے بغاوت اور ماں باپ کی نافرمانی اور زنا کی کثرت سو اسمین موت کی تقدیم اور عمر کی کوتاہی سے بھی ڈرا دیا ہے سو علم بشری کی نسبت اجل معلق مین تعلیق کی دونون طرفون مین سے ایک طرف کی تاخیر کو جائز رکھا ہے جسطرح تقدیم بلاشبہ جائز اور درست ہے اور حقتعالی نے اس علم مین اسباب اور مسببات کے کارخانہ کو اسی طور سے مبہم اور مجمل رکھا ہے اگر یہ ابہام درمیان مین نہ ہوتا اور تعلیق کی دونون طرفون مین سے ایک طرف کا یقین ہو جاتا تو سعی اور کوشش کا کارخانہ بالکل برہم درہم

ہو جاتا سو کلام الٰہی اس صورت مین اجل اللہ کی تاخیر کو نفی کرتا ہے اور اسطرح کہ وہی طرف واقع ہونیوالی ہے نہ یہ کہ دونون طرفون مین سے ایک طرف مبہم کو نفی کرتا ہو اور ظاہر بینون کے طور پر جو تقدیم اور تاخیر مین فرق نہین کرتے یون کہہ سکتے ہین کہ اس صورت مین اجل اللہ کی تاخیر کی نفی اسکے آجانے کے بعد فرمائی ہے اور حدیثون مین جو تاخیر کا جواز پایا جاتا ہے وہ آنیکے قبل ہے نہ بعد آجانیکے تو اب آیت اور حدیث کے مضمون مین کچھ منافاۃ باقی نہ رہی لیکن بعضی ضعیف حدیثون مین آیا ہے کہ رَاَیْتُ رَجُلًا اَتَاہُ مَلَکُ الْمَوْتِ لِیَقْبِضَ رُوْحَہٗ فَجَاءَہٗ بِرَّہٗ بِوَالِدَیْہِ فَنَزَعَہٗ مِنْ یَدِہٖ یعنی دیکھا مین نے ایک شخص کو کہ آیا اسکے پاس ملک الموت تاکہ قبض کرے اسکی روح پھر آیا اس پاس برّ اس کا یعنے وہ نیکی جو ان باپ کی فرمانبرداری سے اسکو حاصل ہوئی تھی اور چھین لیا اس روح کو ہاتھ سے ملک الموت کے سو اس صورت مین اجل اللہ کی تاخیر آنے کے بعد بھی ثابت ہوتی ہے البتہ اگر یون کہا جاوے کہ ملک الموت کا آنا اجل اللہ کے آنے کو لازم نہین ہے تو ہو سکتا ہے لیکن یہ بات عقل سے دور کی سوجھتی ہے پس تحقیق یہی بات ہے کہ تعلیق کی دونون طرفون مین اجل اللہ اس طرف کا نام ہے جو ہونیوالی ہے اور سب مناسب شرطون کو جامع ہے اور تمام موانع اور مخالفات کو دافع اور اکثر مفسرون نے اس آیت کے معنے اس طرح پر کیے ہین کہ یُؤَخِّرْکُمْ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی سے اجل مبرم جو یقینی ہے وہ مراد ہے اور اجل اللہ سے بھی یہی مراد ہے اور اس اجل مبرم مین جس طرح تاخیر نہین پائی جاتی تقدیم بھی نہین پائی جاتی ہے لیکن تاخیر کی نفی پر سو اسلیے اکتفا کیا ہے کہ یہ مقام اسی بات کو چاہتا ہے کہ تاخیر کی نفی سے ڈرا دیا جاوے نہ تقدیم کی نفی سے کہ یہ مطلب کا عکس ہے اور تحقیق بات یہ ہے کہ اجل کی تین قسمین ہین ایک مبرم اور محتوم یعنی یقینی کہ کسی کی ہے کہ اس مین تردد اور شبہہ ہرگز گنجائش نہین رکھتا ہے اور تقدیم اور تاخیر ان مین متصور نہین ہے اسواسطے کہ تقدیم اور تاخیر دو احتمال کو چاہتی ہے اور اجل معلق کی دونون طرفون مین سے ایک طرف واقع ہونیوالی ہے سو یہ دونون طرف ہوتی ہے جبکے وجود کی شرطونکا مجتمع ہونا اور اسکے موانعات کا دفع ہونا علم الٰہی مین ثابت ہو چکا ہے اور یہ طرف مقدم ہوتی ہے دوسری طرف پر جو واقع ہونیوالی نہین ہے اور تاخیر کو ہرگز قبول نہین کرتی جس طور سے کہ اوپر گذر چکا ہے

اور یہ دوسری قسم ہے اور یہ دونون قسمین اجل معلق کی ہین اور تیسری قسم اجل معلق کی دوسری طرف ہے جو غیر واقع ہے اور اسکے وجود کی شرطون کا مجتمع ہونا اور اسکے مانعات کا دفع ہونا علم الٰہی مین ثابت نہین ہوا ہے سو اس قسم مین تقدیم اور تاخیر دونون ہوسکتی ہین اور اس قسم کو وہمی اور احتمالی کہتے ہین اور معنی آیت کے یون بھی ہوسکتے ہین کہ اگر تم لوگ ہماری فرمانبرداری اور بندگی اور پرہیزگاری کروگے تو تمکو حق تعالیٰ دنیا کے پکڑ سے نجات بخشے گا اور عمر بھر تمکو کسی عذاب اور بلا مین جیسے قحط اور وبائے عام مین گرفتار نکریگا اور اگر میری فرمانبرداری اور بندگی اور پرہیزگاری نکروگے تو تم سب ان بلاؤن مین گرفتار ہوگے لیکن وہ موت جو مقرری ہے وہ کسی طرح سے دفع ہونیوالی نہین ہے پیغمبرون کی اطاعت اور فرمانبرداری اور پرہیزگاری کی بڑی تاثیر یہی ہے کہ دنیا کی بلاؤن سے بچ جانا نہ یہ کہ موت دفع ہوجائے سو واسطے کہ اجل اللہ مین تاخیر نہین پائی جاتی اور کسی چیز سے تاخیر نہین ہوسکتی ہے لیکن جب یہ معنی ہونگے تو پھر وہی سوال وارد ہوگا کہ بعضی صحیح حدیثون مین نیک عمل کے سبب سے عمر مین بھی تاخیر ثابت ہوتی ہے سو بدون اس بات کے کہ اجل کی دو قسمین قرار پاوین ایک وہمی اور تعلیقی اور دوسری اجل اللہ اور تحقیقی کسی طرح گذارا نہین ہے اور کوئی بات بن نہین پڑتی غرض کہ حاصل اس سب تقریر کا یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے علم مین جو مدت ہر شخص کی موت کے واسطے مقدر اور مقرر کی گئی ہے اسمین کسی طرح سے تاخیر نہین پائی جاتی لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ کبھی تم جاننے اس بات کو کہ ہر شخص کو موت کا مزہ چکھنا اپنے وقت مقررہ پر ضروری ہے اور اگر تم کہو کہ ہم منکر موت کے نہین ہین تو ہم کہتے ہین کہ تمھاری حرص اور محبت دنیا کے کامون پر اس مرتبے کو پہونچی ہے کہ گویا تم اپنی موت کے آنے سے اپنے وقت پر منکر ہو اور ہر وقت تم ان ہی چیزون کی تلاش اور کوشش مین رہتے ہو جس سے موت دفع ہوجائے اور وعدہ ٹل جائے اور عمر بڑھ جاوے اگر اس بات کا تمکو یقین کامل ہوتا کہ اس وعدہ معین کی بہرحال ہونیوالی نہین ہے تو اس بیہودہ کام کے پیچھے نہ پڑتے اس جگہ پر حق تعالیٰ نے مختصر بیان فرمایا تمامی اس قصے کی یون ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے حق تعالیٰ کا حکم اپنی قوم کو پہونچایا اور عذاب الٰہی سے خوف دلایا اور انکی قوم نے انکو جھٹلایا

اور انکی بات کو نمانا یہان تک کہ صدہا برس اسی طور پر گذرے اور لوگونکی کتنی پشتین گذر گئین جو شخص اس قوم مین مرنیکے قریب ہوتا تھا اپنی اولاد کو نصیحت کر جاتا تھا کہ خبردار اس شخص سے یعنے حضرت نوح علیہ السلام سے بچے رہنا اور ہرگز اس کی بات مت سننا اور اپنے باپ دادا دیکے طریقے کو مت چھوڑنا اسواسطے کہ یہ بڈھا دیوانہ ہوگیا ہے واہی تباہی بکا کرتا ہے ہماری عمر بر گذر گئین کہ ہمکو جھوٹے وعدون سے ڈرایا کیا اور کبھی اس کا وعدہ سچا نہین ہوا غرض اسقدر آپ کی ذلت اور حقارت کے درپے رہتے تھے کہ چھوٹے چھوٹے اپنے لڑکونکو آپ کے پیچھے لگا دیا کرتے تھے تاکہ ہنسی اور مسخری آپ کی کرین اور آپ کو پتھرماوین اور جب حضرت نوح علیہ السلام نصیحت مین کچھ کڑی کرتے اور عذاب الٰہی سے زیادہ خوف دلاتے تو وہ بدبخت آپکو اسقدر مارتے کہ آپکے بدن اور چہرے سے خون بہنے لگتا لیکن حضرت نوح علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے اسقدر حلم اور بردباری عطا کی تھی کہ باوجود اس ظلم اور تعدی ان بدبختون کے آپ ہمیشہ جناب الٰہی مین یہی دعا کیا کرتے تھے کہ اے میری قوم کو بخشدے کہ یہ مجکو نبی جانکر یہ نہین کرتے ہین اور تیرے پیغمبر کے ساتھ اپنے گمان مین بے ادبی نہین کرتے ہین بلکہ یہ لوگ جاہل ہین اپنی نادانی سے ایسی حرکتین کرتے ہین انتہی اور اس قصے کو اس جگہ پر اسواسطے بیان نہ فرمایا کہ اسی سورۃ مین حضرت نوح علیہ السلام کے عرض احوال مین یہی مضمون بالکل مذکور ہے سو آگے حضرت نوح علیہ السلام کی زبانی حکایت کے طور پر یہی قصہ نقل فرمایا ہے اگر یہان بھی یہ قصہ مذکور ہوتا تو تکرار بےفائدہ لازم آتی اور یہ بھی اشارہ کرنا منظور ہے کہ حضرات پیغمبر علیہم السلام حکم الٰہی کی فرمانبرداری مین ہرگز قصور نہین کرتے سو انھون نے بھی حکم الٰہی کے بموجب نصیحت مین اور عذاب الٰہی سے خوف دلانے مین انتہا درجے کی کوشش کی ہوگی کچھ ذکر کرنے کی حاجت نہین ہے ہمارا فرمانا انکے واسطے کافی ہے اس بات کے بوجھ لینے مین کہ یہ لوگ ہمارے حکم کو قرار واقعی بجا لاتے ہین حاصل کلام کا یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے جو نصیحت کا حق تھا اسکو ادا کیا اور سمجھانے اور خوف دلانے کا کوئی مرتبہ باقی نہ رکھا آخر کو تھکے اور اپنی قوم کے ایمان لانے اور فرمانبردار ہونے سے مایوس ہوئے اور اس خوف سے کہ دعوت کے مرتبون مین

اُنکے تصور پر حمل نہ کیا جاوے۔ غرض حال کی تقریر سے قَالَ رَبِّ کہا حضرت نوح علیہ السّلام نے یہ دیکھکر
میرے پروردگار نے مجھے بیشک میں نے تیرے حکم کی برداری میں اور اپنی قوم کو نصیحت کرنے میں جسکی تفصیل
قصور نہیں کیا اور آدمی کی طاقت بھر انکے سمجھانے میں کوشش کی ہو اسطے کہ دعوت قوی ہی
بلا یا میں نے اپنی قوم کو بندگی اور پرہیزگاری اور فرمانبرداری کی طرف بلایا پکار پکار کے کانوں
میں سمجھایا کہ انکو اپنے پہلے گناہوں پر جو غیر کی عبادت کرنے سے اور تیری عبادت نہ کرنے
سے ہوئے شرمندگی انکو حاصل ہو اسطے کہ آپس میں ایک دوسرے کے سامنے نصیحت کرنے
کے وقتوں میں مقدم رکھا ہے اپنے لئے رات کو اسطے کہ پوشیدہ بات رات کو کرنا چاہیے اگرچہ
رات بھر سونے اور دن کو جاگنے کا وقت نہیں ہے اور رات ہی کے سمجھانے پر کفایت کی میں نے بلکہ
دن کو بھی اٹھا اٹھا کر دن کو بھی سمجھایا اور اسطے کہ دن کے وقت دن کو بھی بہت ہوتے ہیں سو ایسا جو
اس بات کے کہ دن اور رات میں پہنچے ہیں انکو سمجھانے میں سے کچھ اٹھا نہ رکھا بلکہ انکو اور بھی عبادت
اور پرہیزگاری کی طرف بلایا ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا پھر زیادہ نہ کیا
میرے بلانے سے انکو تیری بات کے سوا کچھ نہیں سنا اور تیرے بندوں میں سے انکو تیری طرف بلایا
اتنا اور تیری راہ سے چلنے کے لئے کہ بندگی کرنے اور تیری بات سننے سے اور تیری صورت
دیکھنے سے انکو نفرت ہو گئی وَاِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا تیرے بندوں میں سے انکو جس وقت
بلایا انکو عبادت اور تقوی اور فرمانبرداری کی طرف جسمیں نفع ہو اسطے میں نے کہ انکو کچھ سمجھکر
حکومت حاصل ہو اور سمجھکر اتنا چاہیے کہ میرے حکم میں انکے کچھ ملے یا آوے کہ انکے حاصل میں نفع
کیواسطے یعنی لِیَغْفِرَ لَهُمْ تاکہ بخشدے تو انکے پچھلے گناہ اور اسطے کہ رحمت کی ایسا
پیدا کریں اور سیدھا ہو اور غضب کی بات میں یَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ کہ لیں انگلیاں
اپنے اپنے کانوں میں تاکہ میری نصیحت کی آواز بھی انکے کانوں میں نہ پہنچے وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ
اور لپیٹ لیں اپنے کپڑے اپنے اوپر تاکہ میری صورت نہ دیکھیں اور آواز بھی میری نہ سنیں اور
ایسا نہ ہو کہ ہاتھ کے ہٹتے ہی وقت کہیں انکی رائے بدل جاوے اور کوئی آیت کہ کانوں میں پڑ جاوے

اور باوجود ایسی نفرت کے کبھی اُن گناہونکو جن مین گرفتار تھے چھوڑ دیتے تو کیا اچھی بات ہوتی کہ غضب اور قہر آسی تو تھوڑا ان سے کم ہوجاتا لیکن انھون نے اُسکا الٹا کیا اور برائیون مین اور بھی زیادتی کی وَاَصَرُّوْا اور اصرار اور ہٹ کی اُنھون نے گناہون پر وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا اور تکبر کیا انھون نے میری فرمانبرداری سے انتہا درجے کا تکبر کرنا اور یہ لوگ یہ سمجھے کہ مین اپنا حکم ان پر چلایا چاہتا ہون اور اُنکی ریاست کیا چاہتا ہون اس حیلے سے اُن کو اپنا تابع کیا چاہتا ہون تاکہ اُنسے کچھ فائدہ سمجھا دنیاوی حاصل ہووے اور یون سمجھے کہ یہ جو چھپے چھپے ہمکو سمجھاتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس پوچ اور جھوٹی بات کو ملحدہ ملحدہ ہر ایک کو سمجھا کے اپنا فریفتہ کرلے اور اپنے جال مین پھانس لے اور اپنی بات ہر ایک کے دل مین بٹھاوے اسی سبب سے سب کے سامنے کھلے کہنے نہین سکتا ہے تاکہ ہم سب کے اسکی پوچ بات سے خبردار نہو جاوین اور سب کے سب مجمع مین اسکو الزام نہ دیوین سو معلوم ہوا کہ یہ شخص فریبی دغاباز ہے ہرگز خیرخواہ نہین ہے پھر جب مجھکو اُنکا مطلب معلوم ہوا کہ یہ سب پوشیدہ سمجھانے سے یہ لوگ بدگمان ہوتے ہین اور مجھسے زیادہ بھاگتے ہین تب نصیحت کرنے کا دوسرا طور اختیار کیا مین نے ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا پھر بلایا مین نے انکو تیری عبادت کی طرف برملا اور کھلے انکے مجمع اور مجلسون مین اور انکو کھلا کھلا الزام دیا مین نے اور اس بات کو ثابت کیا مین نے کہ غیر اللہ کی عبادت دنیا مین حجاب کا اور عقبیٰ مین عذاب کا سبب پڑیگا اور حق تعالیٰ کی عبادت سے جمال کے انوار حاصل ہونیکا اور اسکی مہربانی کا سبب ہوگا تاکہ انکی بدگمانی دفع ہوجاوے لیکن دیکھا مین نے کہ اس کھلی نصیحت نے ایک دوسری بدگمانی انکے دلون مین پیدا کی یعنی وہ یہ سمجھے کہ ہمنے انکے پوشیدہ کہنے کو جو نمانا تو اُسکے عوض مین ہمکو سب کے سامنے الزام دیتا ہے اور ہماری خفت اور فضیحتی چاہتا ہے چنانچہ عرب مین یہ مثل مشہور ہے کہ اَلنُّصْحُ بَيْنَ الْمَلَا تَقْرِيْعٌ یعنے نصیحت کرنا سب کے سامنے رنج اور قلق مین ڈالتا ہے اور اس میری کھلی نصیحت کرنے کو اپنی خیرخواہی نہ جانی آخر ناچار ہوکر نصیحت کرنے کا تیسرا طریقہ اختیار کیا مین نے ثُمَّ اِنِّیْ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا پھر تحقیق ظاہر کی مین نے ان پر دعوت

اور ثابت کیا اسکو عقلی دلیلون اور قطعی حجتون سے اور پوشیدہ بھی کی ہین انکو دعوت اور اسکو کشفی دلیلون اور وجدانی حجتون سے ثابت کیا لیکن ایک قسم کی پوشیدگی سے یعنی عقلی دلیلون کے میل مین کشفی دلیلون کو بھی بیان کردیا اور فقط کشف پر اکتفا نہ کیا مین نے اسواسطے کہ ایسا نہو کہ اس کے سچ جاننے مین انکو تامل ہووے اسیواسطے حق تعالی نے اسرار ت کے بعد اس مصدر کو جو نوع پر دلالت کرتا ہے ذکر فرمایا علانیۃ لہم علانیۃ فرمایا اسواسطے کہ یہ ہر طرح سے اعلان اور ظہور پایا جاتا ہے اور وہان ایک وجہ سے پوشیدگی پائی جاتی ہے نہ دوسرے وجہ سے سو ظاہر اور پوشیدہ دونون طرح سے سمجھایا مین نے تاکہ دونون بدگمانیان انکی دفع ہوجاوین یعنی ظاہر بیان کی بدگمانی پوشیدہ سے اور پوشیدہ بیان کرنے کی بدگمانی ظاہر کے بیان سے دور ہوجاوے لیکن دیکھا مین نے کہ تینون طریق سے دعوت کرنے مین کچھ فائدہ نہوا اور خطابی اور عقلی اور کشفی تینون قسم کی دلیلون کے بیان کرنے سے کچھ حاصل نہوا اور انکے ظاہری احوال کو دیکھا مین نے کہ اس کفر اور گناہون کی شامت سے چالیس برس ہوے کہ قحط مین مبتلا ہین کھیتیان اور باڑیان اور مال اور اسباب اور جانوران کے سب خراب اور ہلاک ہوے ہین اور عورتین انکی بانجھ ہوگئین اور اولاد ہونا بند ہوگیا ہے اور چشمے اور نہرین انکی سب خشک ہوگئین ہین تو اسوقت مین یہ سوچا کہ آپسے یہ لوگ اس بلا مین گرفتار ہین اور جان سے بہ تنگ ہین ایسے وقت مین اس دنیاوی نعمتون کا لالچ دلاکے انکو راہ پر لایا چاہیے شاید اس دنیاوی نفع کو دیکھکر میرا کہنا قبول کرلین اور راہ پر آجاوین پھر جب اس طریقے کی بہتری اور خوبی انپر کھل جاویگی تو اسوقت انکی نیت بھی خالص ہوجاویگی اور اپنے مطلب کو پہونچ جاوینگے اس بات کو اپنے دل مین سوچکر دوسرا ڈھنگ ڈالا اور دعوت اور سمجھانے کا طریقہ دوسرے طور سے شروع کیا مین نے فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ پھر کہا مین نے کہ بخشش طلب کرو اپنے گناہون کی اپنے پروردگار سے اگر تمسے اس کی عبادت پرہیزگاری جیسی چاہیے سب شرطون کی رعایت سے نہین ہوسکتی اسواسطے اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا بیشک وہ تمہارا پروردگار بڑا بخشنے والا گنا ہوتا ہے اور اگر سب گناہ اور برائیان تمہاری نہ بخشے گا

تو تم ضرور ہوویگا کہ یہ جو تم نے گناہوں کے وبال سے اس طاعون گرفتار ہوئے اور دنیا کی بلاؤں سے
نجات پاکر کہ یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا ۔ یعنے گا بدلی کو تم برستی ہوئی نہ
اس طور کی جیسے خشک بدلی اب قحط کے دنوں میں آتی ہے اور تمکو بھوکی طبع دلاکے اور حسرت
اور فسوس میں گرفتار کرتی ہے تو یُمْدِدْکُمْ بِاَمْوَالٍ اور مدد کرے تمھاری تمھارے مالوں کی بہتایت سے
یعنے کھیتیوں اور چراگاہوں سے اور جانوروں اور انکی نسل اور دودھ اور گھی کی پیدائش کی
زیادتی سے وَبَنِیْنَ اور مدد گاری کریگا بیٹوں سے یعنے ان رطوبتوں سے جو منی کے
استحالہ کے واسطے مستعد ہوویں اور اب تمھاری عورتوں کے رحموں سے خشک ہونے کی وجہ سے
قابل نہیں ہیں جس طرح برسات کا پانی قحط اور یبوست کے زمانہ سے خشک ہوگیا ہے اور تمھاری منی
بھی خشک ہوگئی ہے اور بھی نطفہ ہونے کے قابل نہ رہی اور جب تمام عالم میں رطوبت پھیلیگی تو
وہ رطوبت بھی تمھارے اور تمھاری عورتوں کے بدنوں میں پھر اوّل اور دوسرے برسوں سے زیادہ جو
تمھارے مزاج چھا گئی ہے اسکے سامنے کے وہ رطوبت اعتدال پر پہونچادیگی اور یہ اعتدال کا
پایا جانا اولاد نرینہ پیدا ہونے کا سبب ہے پھر کثرت منیوں کا اسواسطے لڑکی کی پیدائش کیواسطے
رطوبت کی کمی چاہیے اسواسطے کہ رطوبت کا مزاج بہت مرطوب ہوتا ہے وَیَجْعَلْ لَّکُمْ جَنّٰتٍ
اور کریگا تمھارے واسطے باغ یعنے پانی کہ کھیتوں اور چشمے اور کنوؤں سے جاری ہونے سے
وَّیَجْعَلْ لَّکُمْ اَنْھٰرًا اور کریگا تمھارے واسطے نہریں یعنے دریا جاری برسات اور زمین کے
پانی ملنے کے سبب سے اور پہاڑوں میں پانی کی جمع ہونے اور آہستہ آہستہ نشیب میں اور خشک
مذہبوں میں جاری ہونے کے بعد جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا مضمون ان آیات پر دلالت
کرتا ہے کہ اس طاعون کی بلا سے تم کو نجات اور بادل اور بارش کی اور کھیت اور باغوں
کی خوبی اور ہر طرح کی برکتیں ملنی تمھارے استغفار اور اپنے خدا سے طلب کرنے کے
واسطے رکھی ہے اور یہ جو فرمایا ہے مَا لَکُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰہِ وَقَارًا اور استغفار کا اس میں حکم
فرمایا ہے چنانچہ شیخ محمد عبدہ نے کہا ہے کہ تمھیں کیا ہوا کہ تم نہیں امید کرتے حضرت عظمت رب اللہ عزّ

زمانے مین ایک دفعہ قحط پڑا سب صحابہ کو لیکر آپ استسقا کے واسطے گئے اور منبر پر چڑھے تاکہ دعا کرین اور پانی حق تعالی کی درگاہ سے مانگین لیکن منبر پر جاکے سوائے استغفار کے کچھ بھی نہ کہا اور منبر سے اوتر آئے اور مکان کو چلے جب مکان پر پہونچے لوگون نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین باران کے طلب کی دعا تو آپ نے نہ کی آپ نے کہا کہ مین نے بڑی عمدہ اور قوی سبب سے باران کو طلب کیا ہے اور یہ آیت آپ نے پڑھی راوی کہتے ہین کہ پھر پانی اتنا برسا کہ قحط بالکل دور ہوگیا اور ربیع بن صبیح حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہین کہ ایک شخص اُن کے پاس آیا اور قحط کا شکوہ کیا انھون نے اُس سے کہا کہ استغفار کیا کر پھر دوسرا شخص آیا اُسنے اپنے فقر اور افلاس کا کچھ گلہ کیا اس کو بھی یہی فرمایا کہ استغفار کیا کر پھر تیسرا شخص آیا اور کہا کہ میرے لڑکا نہین ہوتا ہے دعا کیجیے کہ حق تعالی مجھکو لڑکا عنایت کرے آپ نے اسکو بھی فرمایا کہ استغفار کیا کر پھر چوتھا ایک شخص آیا اُس نے اپنی کھیتی اور باڑی کے حاصل کی شکایت کی کہ اس مین کچھ پیدا نہین ہوتا آپنے اسکو بھی استغفار کرنے کی نصیحت کی آپ کی مجلس کے لوگون نے پوچھا کہ آپ نے ان چارون کو ایک ہی امر کی نصیحت کی حالانکہ ہر ایک کا مطلب جدا جدا تھا آپ نے فرمایا کہ مین نے کچھ اپنی طرف سے یون نہین کہا بلکہ حق تعالی نے خود قرآن شریف مین فرمایا ہے کہ ان چارون آفتون کا دفعیہ استغفار ہے اور اس آیت کو آپ نے پڑھا اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کی دلیل سے کہتے ہین کہ استسقا حقیقت مین دعا اور استغفار کرنا ہے نماز اور خطبہ اور دوسرے اُسکے لوازمات کچھ ضروری نہین ہین یعنی اگر ہون تو بہتر ہے اور نہون تو کچھ ہرج نہین ہے اصل مقصود اس مین دعا اور استغفار سے بھی حاصل ہوتا ہے مَا لَكُمْ کیا ہوا ہے تمکو ہو حق تعالی کی عبادت سے انکار کرتے ہو اور پرہیزگاری مین اور اسکے رسول کی فرمانبرداری سے تکبر اور غرور کرتے ہو شاید کہ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا امید نہین رکھتے ہو خدا کے واسطے عظمت اور بزرگی کی کہ اس عظمت اور بزرگی کے سبب سے اپنے فرمانبردارون اور فرمانبردارون کو نقصان اور زیان سے بچاکر ترقی کے کمال کو پہونچا دے کما ارشد الطیبۃ کی تابعداری سے بکمال کرم قدس کے

انوارون سے مشرف کریگا اسواسطے کہ جو شخص کسی کی تعظیم اور بزرگی سے انکار کرتا ہے تو اس کا
سبب یہی ہوتا ہے کہ اسکو آپسے بڑا نہین جانتا تاکہ اس بڑائی کے سبب سے اسکو اپنے سے بڑا سمجھے تو
ایسے شخص کی تعظیم کرنا اور نکرنا دونون برابر ہے اور اسکی فرمانبرداری اور نافرمانی کیسان ہے سو حق تعالی
کی جناب مین ایسا وہم کرنا باطل و غلط ہے عقل کے نزدیک بھی بدون فکر اور تامل کرنیکے اسواسطے
کہ اگر اسکی اس عظمت کو جو تمام عالم مین جلوہ گر ہے تم دیکھ نہین سکتے ہو تو اپنی ذات ہی مین دیکھلو
اپنی پیدائش اسمین نظر اور غور کرو وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ۝ اور بیشک پیدا کیا ہے تمکو بھانت بھانت کا
اور ہر رنگ پہلے رنگ سے بہتر اور خوب ہے اور ہر دوسرا طور تمھاری ترقی کا سبب پڑتا ہے پہلے کی نسبت سے
چنانچہ پہلے عناصر تھے پھر غذا کو پس مین ترکیب دیکر تمھاری اصل درست کی پھر اس سے نطفے کو بنایا پھر
اس سے خون بندھا کیا پھر اسکو بندھی بوٹی گوشت کی کی پھر اس مین بعضے کو ہڈی اور بعضے کو
نرم گوشت بنایا اور یہ سات طور بدن مین روح آنیکے پہلے ہوتے ہین پھر جب نفخ روح کیا تو تم بچے
ہوکے ماں کے پیٹ مین مقید ہوے ہلنا ڈلنا ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا ہاتھ پانون سے اپنی خوشی اس
موافق کچھ کام کرنا یا آنکھ سے دیکھنا کان سے سننا کچھ بھی تمسے ہو نہ سکتا تھا پھر اس قید خانیسے تمکو
خلاصی دی اور ماں کے پیٹ سے صحیح وسالم باہر نکالا اور ماں کے دودھ کی لذت تمکو ملی اور اسکی
گود مین پلنے لگے اور دودھ پیتے بچے کہلاے اور کچھ ہلنے ڈلنے دیکھنے سننے کی طاقت تمکو عنایت
ہوئی پھر چلنے پھرنے والے بچے ہوئے تم اور چلنے پھرنے سے سیر اور تماشے کی لذت تمکو ملی
لیکن اپنے ہی گھر اور کوچے مین پھر نوجوان ہوئے اور بازار اور باغ اور دریا اور مجلسونکی سیر اور
دیکھنا لوگونکا اور سننا خوش آوازون کا تمکو عنایت ہوا پھر جوانی کے کمال کو پہونچے اور
دور دراز سفر کرکے مال کمانا شروع کیا تمنے پھر متوسط عمر کو پہونچے اور عقل و تجربہ اور تدبیر مین کمال
کو پہونچکر بڑا مرتبہ اور نام حاصل کیا تمنے پھر تمکو بڈھے پن کی طرف پھیرا تاکہ آخرت کے سفر کے واسطے
مستعد اور تیار ہو جاؤ اور قوت شہوانی و غضبی کے مضمحل اور کمزور ہونیکے سبب سے حق تعالی کی
راہ چلنے کے موانع تمسے دور ہو جاوین اور اس عالم آخرت کی ترقی کے اسباب کچھ حاصل کرو اور یہ بھی

مسات طور ہوے دنیا مین زندگی پانیکے وقت سے آخر وقت تک اور اگر اپنے بدن اور عضا مین اور جو جو چیزین کہ ان مین بھر دیگیین اور چھپائی گئی ہین غور کرو اور دیکھو تو ظاہری رکن تمھارے بدنکے بھی سات طور کو شامل ہین جیسے کھال کہ زینت اور محافظت کیواسطے ہے اور گوشت قوت اور گرمی کیواسطے ہے اور پٹھے ہلنے ڈلنے کیواسطے ہین اور رگین اور آنتین غذا کے پہونچانیکے واسطے مقرر ہین اور شرائین کی رگین روحون کے در آنیکے واسطے مقرر ہین اور ہڈیان ستون یعنے کھمبون کے قائم مقام ہین اور روحین قوتون کی حامل اور زندگی کی سواری ہین اور اس مین ہر طور اپنی سفلانی طور سے نفیس اور شریف ہے اور پوشیدگی کے عالم مین بھی چھپے رکن تمھارے سات طرح پر واقع ہوے ہین پہلے قوی اور دوسرے عضو اور تیسرے عقل اور چھ تھے سر یا نہین روح اور چھپے خفی اور ساتوین اخفی یعنی روح خفی جو غیب الغیب ہے ہین جمع تمھاری ذات کی ہے اور اس مین بھی ہر طور سفلانی طور سے بہتر اور اعلی ہے پھر باوجود ان چیزون کے جو کیا ہوا ہے جو غیب کو ظاہر پر اور معقول کو محسوس پر اور آیندہ کو گذشتہ پر قیاس نہین کرتے ہو اور آفاق کو نفس کیساتھ مطابقت نہین دیتے ہو اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا کیا نہین دیکھتے ہو کہ کس طرح پیدا کیے حق تعالی نے سات آسمان طبقے طبقے یعنی ایک کے اوپر ایک اور ہر طبقہ موٹائی اور بلندی اور کشادگی اور بڑائی مین اپنے نیچے کے طبقے سے زیادہ ہے اور آسمانون کا سات ہونا اور ہر آسمان کا اپنے نیچے والے آسمان سے زیادہ ہونا اس طرح دیکھنے سے بوجھا جاتا ہے اسواسطے کہ سات حرکتین مختلف سات ستارون کی ظاہر دیکھی جاتی ہین اور ہر ستارے کا حاجب اور کاشف دوسرا ستارہ دیکھا جاتا ہے سو عقل سے صراحۃً یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ساتون ستارے ایک آسمان پر نہین ہین بلکہ ہر ایک جدے جدے آسمان پر ہین اور انکی حرکتین جو دوری دیکھی جاتی ہین تو اس سبب سے بوجھا جاتا ہے کہ ہر ایک آسمان گرے کی شکل ہے یعنی گول ہے اور دوسرے آسمان کو جو اسکے نیچے ہے گھیرے ہوے ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو ستارے کی حرکت زمین کے نیچے کسی طرح سے نہو سکتی اور یہ بات ظاہر ہے کہ جو چیز

کسی دوسری چیز کو گھیرے ہوتی ہے تو گھیرنے والی زیادہ ہوتی ہے گھیری گئی سے اس آیت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ہر نیچے کے آسمان سے اسکے اوپر کا آسمان بڑا ہے وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا اور کردیا ہے چاند کو ان ساتوں آسمانوں کے درمیان میں روشنی کا سبب کل جو دوسرے ستاروں کی روشنی سے بہت زیادہ ہے گویا کہ اسکی روشنی کے مقابلے میں دوسرے ستاروں کی روشنی نہیں ہے تاکہ یہ پیش ہو اسبات پر کہ ظلمانی عالم میں نور کا فیض ہونا ممکن ہے وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا اور کردیا ہے سورج کو ایک چراغ جھکتا ہوا مطلب کا کہ چاند کی روشنی حقیقت میں اسی چراغ سے ہے جس طرح سے کہ صیقل کیئے ہوئے لوہے کے تختے پر چراغ کی روشنی پڑکر اس تختے کو چمکا دیتی ہے تاکہ تم لوگ اس بات کو سمجھ لو کہ عالم نور میں بھی ایک ایسی ذات مختار ہے جو فیاض ہے کے سبب سے فائض ہوتے ہیں اور اسی کے سبب سے جو ہستی اور لیاقت انکی رکھتے ہیں مستفیض اور مستنیر ہوتے ہیں اور اپنی ترقی کا احوال پیغمبروں کی ترقی کی نسبت سے اسی طور پر قیاس کرلو آوے یہ بھی جان لو کہ علم اور عمل میں ہر ایک شخص کی ترقی اسکے سبب سے ظلمت اور تاریکی دور ہوتی ہے اور نور اور روشنی کی طرف ترقی حاصل ہوتی ہے چنانچہ بچپنے کے طور کی بہ نسبت جوانی کے طور میں ترقی کا حصول اسی کے سبب سے ہے جوانی کو اور جوانی سے بڑھاپے کو پہنچنا علم اور قدرت میں طبیعت کی تابعداری سے ہوتا ہے اور اگر عالم علوی کی ترقیات کے درجے اپنی نظر کے تصور کے سبب سے یعنی بہت تھوڑے سے تم دریافت نہیں کرسکتے ہو تو عالم سفلی کی پیدائش کی ترقیات اور بڑھتی میں نظر کرو اور دیکھو وَاللَّهُ أَنبَتَكُم مِّنَ الْأَرْضِ اور اللہ تعالیٰ نے تمکو اگایا ہے زمین سے اسواسطے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جو تمھارے سب کے باپ ہیں انکو زمین سے پیدا کیا ہے پھر انکی اولاد میں نطفے کو واسطے کا بیج ٹھہرایا اور نطفے کو غذا سے اور غذا نباتی ہے یا حیوانی اور یہ دونوں چیزیں زمین سے پیدا ہوتی ہیں بعضی بلاواسطہ اور بعضی بے واسطہ سو تمکو ہر چند کہ زمین سے بلاواسطہ نہیں پیدا کیا تاکہ یوں کہا جائے کہ أَنبَتَكُم مِّنَ الْأَرْضِ إِنبَاتًا لیکن تمھاری پیدائش کا سلسلہ آخر کو زمین تک پہونچتا ہے تو

کہہ سکتے ہین کہ اَنْبَتَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَنَبَتُّمْ یعنے پیدا کیا تمکو زمین سے پھر پیدا ہوئے تم نَبَاتًا پیدا ہونا
اسواسطے کہ اصل قریب تمھارے جو نطفہ ہے سو وہ زمین سے پیدا ہوتا ہے لیکن ایک واسطے سے اور
اصل بعید تمھاری یعنی پہلی حضرت آدم علیہ السلام مین جو بے واسطہ زمین سے پیدا ہوئے اور جنسے دنیا کی
جسم ہین اُن سب سے ذلیل اور خوار زمین کا جسم ہے اسواسطے کہ جو چلنے والا ہے وہ اسکو روندتا ہے اور
باوجود اس ذلت کے جو تمھاری اصل مین پائی جاتی ہے پھر تمکو ایسا عزت والا پیدا کیا کہ دنیا مین
ظاہری عزت اور بزرگی سے نوازا یعنے غنی اور حاکم اور بادشاہ کیا اور دین مین نبوت اور رسالت
اور امامت اور خلافت اور ولیت اور ارشاد اور ولایت کی بزرگیون سے عزیز اور سرفراز کیا
ثُمَّ یُعِیْدُکُمْ فِیْهَا پھر پھیریگا تمکو اسی مین مین باوجود اس تمھاری بزرگی کے جو تم نے حاصل
کی ہے تاکہ تمھاری بزرگی کے سبب سے زمین بھی قدر اور منزلت پیدا کرے اور تمھارے بزرگون
کی قبرین متبرک اور زیارتگاہ عام اور خاص لوگون کی ہوویں وَیُخْرِجُکُمْ اِخْرَاجًا اور نکالیگا
تمکو زمین سے دوسری بار نکالنا سوائے اس نکالنے کے جو نطفے سے تمکو نکالا تھا اور اس
دوسری بار کے نکالنے مین زمین کے جزون کو تمھارے وجود مین بہت ترقی اور عظمت حاصل
ہوگی جو کسی کے وہم اور خیال مین نہین آسکتی ہے اور اس درجے کے بزرگی حاصل
ہونے کے سبب سے تمھارا جسم مالک الملک کے مشاہدے اور دیدار کی لیاقت پیدا
کریگا اور اسکی ہمیشگی کی حضوری اور ہمسائگی سے مشرف ہوگا اور اس آیت کی تفسیر سے
معلوم ہوگیا کہ یُخْرِجُکُمْ کی تاکید مصدر سے نہ کرنے کی یہ وجہ ہے اور یُعِیْدُکُمْ کے اعادے سے تاکید
نہ کرنیکی یہ وجہ ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اَنْبَتَکُمْ کی تاکید اِنْبَاتًا سے نکرنا بلکہ نباتا سے کرنے کی
وجہ یہ ہے اسواسطے کہ اعادے کی فقط ایک ہی قسم ہے اور اخراج کی دو قسمین ہین ایک تو
اخراج ابتدائی جیسے آدمی کا نطفے سے پیدا کرنا اور دوسرا اخراج ابداع کے بعد یعنے مارنیکے
بعد پھر جلاکر نکالنا سو اخراج ابتدائی اخراج سے احتراز کے واسطے مصدر لوگی سے تاکید
لانا ضرور ہوا اور بعد اَنْبَتَکُمْ نباتًا فرمایا اور اگر اَنْبَتَکُمْ اِنْبَاتًا ارشاد ہوتا تو معلوم ہوتا کہ حق تعالی نے

آدمی کو زمین سے بدون کسی واسطے کے اگایا اسواسطے کہ فعل کی تاکید مصدر سے اسواسطے لاتے ہین کہ مجازہ کا وہم جاتا رہے اور اسناد حقیقی کا ثبوت پایا جاوے اور یہان اسناد مجازی ہی منظور ہے اسواسطے کہ آدمی کو زمین سے اصل اور نطفے کے واسطے سے پیدا کیا ہے یعنے زمین سے انکو اور نطفے کو پیدا کیا اور نطفے کی طبیعت کی خواہش سے اور باپ کی شہوت کے تقاضے سے یہ لوگ پیدا ہوئے ہین اور اگر تمھارے خاطر مین یہ شبہ گذرے کہ یہ حیثیت عالم علوی اور عالم سفلی کی ترکیبات ہے ایک جنس کی جنبی قسمین ہین سکو شامل ہے اور تم عبادت اور تقوی اور اطاعت کے مرتبون کے موافق خاص ترقیون کا ہمسے وعدہ کرتے ہو تو اس کے جواب مین ہم تمسے کہتے ہین کہ اس خاص ترقیون کے بھی گواہ اور شاہد اس عالم سفلی مین جو قریب تمھارے ہے موجود ہین وَاللّٰہُ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ۙ اور اللہ تعالی نے کر دیا ہے تمھارے واسطے زمین کو فرش جس پر کھاتے پیتے بیٹھتے اٹھتے سیر کرتے ہو لِّتَسْلُکُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ۙ تاکہ چلو اس زمین سے بہت لمبی چوڑی راہین باوجود اس بات کے کہ تمام زمین ایک فرش کے طور پر ہے لیکن بعضون کو مشرق کی طرف اور بعضون کو مغرب کی طرف اور بعضون کو پہاڑون کی طرف اور بعضون کو بستیون کی طرف اور بعضون کو جنگلون کی طرف ہم راہ چلاتے ہین اور ہر طرف مین ان چلنے والون کو اپنے مطلب کی ایک بات حاصل ہوتی ہے اور اس سبب سے ہر ایک کو ترقی اور مرتبہ حاصل ہوتا ہے یہان پر جاننا چاہیے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے ابتدائی نصیحت سے یعنے وما لکم لا ترجون للہ وقارا سے یہان تک چار مرتبے اپنے معبود کا نام پاک ظاہر کرکے لیا ضمیر اور اشارے سے بھی کام لیا اگرچہ اشارہ بھی اس جگہ پر کافی تھا لیکن اپنی زبان کو مقرر کرنا اور لذت حاصل کرنا اس نام پاک سے منظور تھا اسواسطے اشارے پر کفایت نہ کی اور اس بات پر خبردار کرنا بھی منظور تھا کہ ابتدا سے انتہا تک اور عرش معلے سے فرش تک اور انفس سے آفاق تک یعنی اعلی سے ادنی تک تمام مخلوق کو ترقی بخشنے والی اور [illegible] مرتبہ کو پہونچانیوالی وہی ایک ذات پاک ہے اور وہ ذات پاک اسطرح کی

عظمت اور قدرت رکھتی ہے کہ کوئی چیز جہان مین عالم کی قسمون سے جن ہون یا فرشتے یا انسان عشر عشیر اس بزرگی کا نہین رکھتے پھر ایسی ذات پاک کی عبادت اور فرمانبرداری سے منھ موڑنا اور انکار کرنا پرلے درجے کی خرابی و نقصان ہے اور ان دلیلون کی ترتیب مین اور ان گواہیون کے مقدم و مؤخر لانے مین ایک نکتہ باریک کی رعایت منظور ہے اور وہ یہ ہے کہ جب آدمی کو منظور ہو کہ کسی کی عظمت اور بزرگی دریافت کرے تو اسکو چاہیے کہ پہلے اپنے احوال کو غور اور تامل سے دیکھے کہ اس کی بزرگی کے آثار مجھ مین کیا کیا پائے جاتے ہین چنانچہ قد خلقکم اطوارا سے اسی نظر کرنے کی طرف اشارہ ہے پھر اسکے بعد جسکی بزرگی کا یہ خود قائل و معتقد ہے اسمین نظر کرے اور دیکھے کہ اس عظیم الشان کی بزرگیون کے آثار اس بزرگ تر مین کیا کیا پائے جاتے ہین چنانچہ الم تروا کیف خلق اللہ سبع سموات طباقا و جعل القمر فیھن نورا و جعل الشمس سراجا اس نظر کی طرف اشارہ ہے اسواسطے کہ عظمت اور بزرگی اور بلندی اور روشنی اور چمکیلا پن آسمان اور چاند اور سورج کی ہر ایک چھوٹے بڑے کو معلوم ہے پھر اس کے بعد اپنی اصل اور اپنے خاندان مین تامل کرے اور دیکھے کہ اس عظیم الشان کی بزرگیون کے آثار اپنے باپ دادون پر اور اپنے بزرگون پر کیا کیا پائے جاتے ہین چنانچہ واللہ انبتکم من الارض نباتا اس نظر کی طرف اشارہ ہے پھر اسکے بعد اپنے دوسرے متعلقات اور حاجتون مین نظر کرے چنانچہ واللہ جعل لکم الارض بساطا اس نظر کی طرف اشارہ ہے اور جب حضرت نوح علیہ السلام دعوت کے ان رتبون کے طے کرنیکے بعد اور انتہا مرتبے کے سمجھانے کے بعد اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہوئے تب درگاہ الٰہی مین انکی ہلاکی کے واسطے دعا کی اور اس دعا کے پہلے جو حالت یاس اور ناامیدی کی اپنی قوم کی صلاحیت سے انکو حاصل ہوئی تھی اسکو اس طور سے حقتعالی کی جناب مین عرض کیا قال نوح رب انھم عصونی کہا نوح نے اے رب میرے بیشک ان لوگون نے نافرمانی کی میری اسقدر کہ اب انسے ہرگز اطاعت کی امید باقی نہین اسواسطے کہ باوجود نافرمانی کے اگر یہ لوگ میرے مخالفون سے نہ ملتے اور انکی تابعداری نہ کرتے تو البتہ امید تھی کہ شاید نصیحت قبول کرین اور صلاحیت پر آوین اور آہستہ آہستہ فرمانبردار بنے رہو جاوین لیکن میرے

مخالفون سے جاملے وَاتَّبَعُوا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗ اِلَّا خَسَارًا ۝ اور تابعدار
ہوئے ایسے کے جسکے مال و اولاد نے زیادہ نہ کیا مگر نقصان اسواسطے کہ مال کی جمع کرنیکی محبت
مین اور اولاد کی کثرت کی خواہش مین بیحد محو اور مستغرق ہوئے کہ اپنے پروردگار کی یاد سے اور آخرت کے
سفر کے سامان کی درستی سے غافل ہوگئے اور اپنی عمر کو جو نہایت عمدہ چیز ہے خسیس کام یعنے مال کے جمع
کرنے مین اور بیجا کشی مین برباد کیا سو پہلی بات یہ ہے کہ تونگرون کی اور بہت بچے والونکی پیروی کرنا اور
ان ہی پیرون کی تلاش مین رہنا سیدھے طریقے کی مخالفت پر کمر باندھنا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ
مال و اولاد کی کثرت کو تابعداری کا سبب گردانا سیری تابعداری کا انکار کرنا ہے اسواسطے کہ
مین بلکہ تمام پیغمبر اولاد اور مال کی کثرت کی خواہش نہین رکھتے بلکہ اس سے حتراز رکھتے ہین اور
تیسری بات یہ ہے کہ مال و اولاد سے چنکہ اُن لوگون کی تابعداری اُنھون نے اختیار کی ہے
جو لوگ اپنے مال و اولاد کی کثرت پر مغرور ہوکے اپنی آخرت کو بھول گئے ہین کاش اُن مال والون اور
اولاد والون کی پیروی کرتے جو اپنے مال و اولاد کی کثرت سے آخرت کی بہتری کو حاصل کرتے ہین
تو بھی کچھ مضائقہ نہ تھا اسواسطے کہ اس صورت مین اگرچہ مالدارون اور اولاد والون کی پیروی مین
انکو بھی مال کے جمع کرنے اور کثرت سے اولاد ہونے کی محبت ہوتی اور یہ محبت حق تعالی کی راہ
سے انکو دور کرتی لیکن جب وہ مال جمع کیا ہوا اور اولاد پالی ہوئی اللہ تعالی کی رضامندی مین مصرف
کرتے اور اسکو آخرت کے ثواب کا وسیلہ گردانتے تو بھی حق تعالی کی راہ کے نزدیک ہوجاتے
اور انجام انکا اچھا ہوتا اگرچہ ابتدا انکی اچھی نہ تھی وَاِنَّمَا الْعِبْرَةُ بِالْخَوَاتِيْمِ یعنے اعتبار
اچھائی کا اور برائی کا خاتمے پر ہے اور یہ سے مخالفون کی تابعداری کے سوائے سیدھے طریقے کے
ملنے مین انتہا درجے کی کوشش کرتے ہین اگر فقط میری نافرمانی اور میرے مخالفونکی فرمانبرداری ہی
ان مین ہوتی تو بھی انکے صلاحیت پر آنے کی توقع باقی رہتی سو یہ بات نہین ہے بلکہ اُنھون نے
اس نیک طریقے کو بُرا کرکے ظاہر کرنے کے واسطے ایک ایسی بات ٹھہرائی ہے کہ عوام لوگ اُن کے
فریب مین پھنس جاوین اور وہ برائی ان پر ظاہر نہووے وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ۝ اور

فریب کیا ہے اُن لوگون نے ایسا فریب کہ اس سے زیادہ فریب نہین ہو سکتا اس واسطے کہ پیغمبرون کے مقابلے مین انکے دین کی انکار کے واسطے کافر اور منکر جو جو مکر اور فریب کرتے ہین وہ تین قسم کے ہوتے ہین اوّل قسم یہ ہے کہ رسولون کی رسالت مین اور اُن کی رسالت کے مستحق ہونے مین شبہ نکالتے ہین جیسا کہ مکہ معظمہ کے کافر اور دوسرے کفار کیا کرتے تھے چنانچہ کہتے تھے کہ اگر یہ رسول ہوتا تو کھاتا پیتا نہین اور بازارون مین نہ پھرتا اور فقیر نہ ہوتا اور دوسری بہت سی باتین واہیات کہا کرتے تھے لیکن یہ مکر انکا سہل ہے اور اس کا دفعیہ بہت آسان ہے کہ بڑے بڑے معجزے دکھلا کر رسالت ثابت ہو سکتی ہے اور دوسری قسم کافرونکے مکر کی یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی ربوبیت مین کہ حضرات پیغمبر اپنے تئین اُسی طرف منسوب کرتے ہین اور اس کا بھیجا ہوا اپنے تئین کہتے ہین شبہ نکالین اور اپنے تئین خود مختار ظاہر کرین اور اپنے حق تعالیٰ کی طرف محتاج ہونے کو پوشیدہ کرین اور اُسکے حکمونکو اپنے ذمے سے ساقط کرین جس طرح فرعون کرتا تھا کہ کبھی کہتا تھا وَمَا رَبُّ الْعَالَمِیْنَ یعنے کیا چیز ہے پروردگار عالم کا اور کبھی کہتا تھا اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی یعنے مین ہی ہون تمھارا رب سب سے بڑا اور کبھی کہتا تھا مَا عَلِمْتُ لَکُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرِیْ یعنے مین جانتا ہون مین واسطے تمھارے کوئی معبود سوا اپنے سو یہ مکر پہلے مکر سے بھی آسان ہے اس واسطے کہ حق تعالیٰ کی ربوبیت کی دلیلین رسولونکی رسالت کے ثبوت کی دلیلون سے زیادہ تر ظاہر اور کھلی ہین اور جسکو تھوڑی سی بھی عقل اور دانائی سے حصہ ملا ہے وہ حق تعالیٰ کے رب ہونیکا انکار نہین کر سکتا ہے اور تیسری قسم یہ ہے کہ حقتعالیٰ کی ربوبیت کا بھی ظاہر مین قائل ہو اور رسول کی رسالت کا بھی لیکن اسکے ساتھ اس کا اعتقاد یہ ہو کہ رسولون کا علم عوام لوگون کی رغبت اور خوف دلانے کے واسطے ہے اور کمینے اور کم عقلون کے سمجھانیکے واسطے اور اُن لوگون کو راہ پر لانا اور انکی برائیون کو چھڑوانا مناسب اور بہتر ہے لیکن دانا اور باریک بین جو ہر چیز کی حقیقت کما حقہ واقف ہین اُن کو پیغمبرون کی نصیحت کی کچھ احتیاج نہین ہے اور وہ لوگ خطابات اور احکام سے مخاطب اور محکوم بھی نہین ہین جو علم نصیحت اور پند کا رسول سکھاتے ہین اس سے ان لوگون کا مرتبہ بڑھ گیا ہے اور ربوبیت کی حقیقت کچھ

اور رسالت کی حقیقت کو جسقدر یہ لوگ جانتے بوجھتے ہین رسول تنا نہین بوجھ سکتے اس واسطے کہ رسولون کی نظر ظاہر اور سرسری ہے اور اُن باریک بینون کی نظر بہت دور اور تہ کو پہونچتی ہے اور اس قسم کا کفر بہت سخت اور دشوار ہے دوسرے کفرون سے اور یہ مکر بہت بڑا اور قوی ہے دوسرے مکرون سے اور اسکا علاج بہت مشکل ہے چنانچہ کہ فلسفی طریقے والے اور یونانی حکما اس بلا مین گرفتار ہین اور اسی قسم کے وہمون مین مبتلا ہین لہذا اس مرض کا دفع ہونا بہت مشکل ہے اور سورۂ مومن مین ان ہی لوگون کا حال مذکور ہے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ یعنے جب آئے انکے پاس رسول اُن کے کھلی نشانیان لیکر تو وہ رہے اپنی بوجھ پر اور گھیر لیا انکو اس چیز نے جس کی مسخری کرتے تھے اور وہ جو مشہور ہے کہ یونان کے لوگون مین سے ایک شخص نے اپنے وقت کے رسول کی نصیحت کے جواب مین کہا تھا کہ نَحْنُ أُنَاسٌ مُهَذَّبُونَ لَا حَاجَةَ لَنَا إِلَى مَنْ يَهْدِينَا یعنے ہم لوگ خود مہذب اور آراستہ ہین ہمکو کچھ احتیاج کسی ہادی اور ناصح کی نہین ہے سو یہ کلام بھی اسی قسم مین سے ہے حاصل کلام کا یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو خالص حق تعالیٰ کی عبادت اور شرک سے احتراز کرنے کا جو حکم کیا تو ان لوگون نے انکے جواب مین اس طرح کا کلام فریب آمیز کہا کہ ہم لوگ حق تعالیٰ کی عبادت پر قائم ہین بلکہ تم سے زیادہ ہم مضبوط ہین اسواسطے کہ ہم لوگ اُن مظاہر کاملہ کی عبادت کرتے ہین کہ جن مین حق تعالیٰ اپنی صفت الوہیت سے درآیا ہے اور انکو اپنا مظہر خاص کیا ہے اور تم ہمکو تنزیہ کے مرتبہ کی عبادت کرنیکو حکم کرتے ہو اور اس مرتبے کی تعریف مین ایسی صفتین بیان کرتے ہو جنکے سبب سے وہ مرتبہ موہوم محض ہوا جاتا ہے تو گویا تم ہمکو حق تعالیٰ کی عبادت سے پھیرا کر ایک موہوم امر کی عبادت کا حکم کرتے ہو تو ظاہر مین تم اپنے تئین داعی الی اللہ کہتے ہو اور حقیقت مین حق تعالیٰ کی عبادت سے منع کرتے ہو اور اس تقریر فریب آمیز کو اپنے تابعدارون اور احمقون سے بیان کیا کرتے تھے اور سچی بات کو اس فریب کی تقریر سے جھوٹی کرکے انکے دلون مین جما دیتے تھے وَقَالُوا اور کہا میری قوم نے اپنے تابعدارون اور کم عمرون سے کہ اگر تمکو حق تعالیٰ کی عبادت کرنا منظور ہے

لَاتَذَرُنَّ ہرگز نہ چھوڑنا اُسکے مظاہر کی عبادت کو اسواسطے کہ ان مظاہرون مین اس نے خود الوہیت سے ظہور فرمایا ہے اور اسی سبب سے یعنے الوہیت سے ان مظاہرون مین ظہور فرمانے کے سبب سے وہ مظاہر ہوئے ہین اٰلِهَتَكُمْ اپنے معبودون کو سو اگر تم نے ان مظاہرون کی عبادت کو چھوڑا تو ظاہر کی عبادت کو چھوڑا اور اُن مظاہرون مین خدا ظاہر ہے تو گویا خدا کی عبادت کو چھوڑ دیا تم نے اور حقیقت اس فریب کی یہ ہے کہ مظاہر کی الوہیت اسوقت ثابت ہوے کہ الوہیت کا مرتبہ اُن مین ظاہر ہوے اور اس الوہیت کے مرتبے کو واجب الوجود ہونا شرط ہے اسواسطے کہ بغیر واجب الوجود ہونے کی کوئی صفت انتہا درجے کی کمال کو قبول نہین کرسکتی اور بدون ایسے کمال کے انتہا درجے کی تعظیم کا مستحق ہونا متصور نہین ہے اور معبود کو معبود ہونا اور انتہا درجے کی تعظیم کا مستحق ہونا ضروری ہے اور جتنے حادث اور ممکن ہین اُن مین وجود کا واجب ہونا ممکن نہین ہے ہان ان مظاہرون مین حق کا ظہور صرف وجود سے البتہ مسلم الثبوت ہے یعنے سب اسکے قائل ہین لیکن وجود محض بدون قید وجوب کے عام ہے اور سب موجودات کو شامل ہے لیکن اس ظہور کے سبب سے بعضے موجودات دوسرے موجودات کے معبود ہونے کے مستحق نہین ہوسکتے ہین والا ترجیح بلا مرجح لازم آوے یا عابد کا معبود ہونا اور معبود کا عابد ہونا لازم آوے اور یہ دونون چیزین محال اور ممتنع ہین ہرگز نہین ہوسکتین اس تقریر سے یہ ثابت ہوا کہ مظاہر کا معبود ہونا کسیطرح سے ہو نہین سکتا لیکن ان مکارون نے اپنے نابکارون سے یون کہا تھا کہ وَلَا تَذَرُنَّ اور ہرگز نہ چھوڑنا نیک لوگون کی تصویر کی عبادت کرنا اسواسطے کہ حق تعالی کی تجلی خاص انکے دلون پر اصالت کے طور پر واقع ہوئی ہے اور اُس تجلی نے انکے دلونکو اپنا مظہر یعنے جاے ظہور ٹھہرایا ہے اور اس تجلی کا اثر جو انکے ظاہر اور باطن مین چھا گیا ہے اس سبب سے ان کی تصویرین بھی اگرچہ پتھر یا پیتل وغیرہ کی ہمنے بنائی ہین لیکن وہی تاثیر ان مین بھی پائی جاتی ہے اور یہ تصویرین بھی معبود اور مسجود ہونے کی لیاقت رکھتی ہین سو ہرگز نہ چھوڑنا علی الخصوص وَدًّا ود کو جو حق تعالے

کی محبت ذاتیہ کا مظہر ہے اور وہی محبت تمام عالم کے ظہور کا مبدا پڑی ہے چنانچہ اَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِاُعْرَفَ یعنے چاہا مین نے کہ پہچانا جاؤن مین پھر پیدہ کیا مین نے مخلوقات کو تاکہ پہچانا جاؤن مین اس قول کا مضمون اسی مطلب کی طرف اشارہ ہے اور حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے اس مظہر کو ایک مرد کی تصویر قرار دیا تھا اسواسطے کہ عالم انسانی کے اصل مبدا کے ظہور مین مرد کی محبت اور اسکا میلان عورت کی طرف ہے اور اس مظہر کو ہندوون کی بولی مین بشن کہتے ہین وَدَّ کا سُوَاعًا یعنے اور ہرگز نہ چھوڑیوان مظاہر کو خصوصًا سواع کو جو ثبات اور استقرار اور بقاے الٰہی کا مظہر ہے اور تمام عالم کے بقا کا سبب ہے اور شرع کی عرف مین اس صفت کو قیوم کہتے ہین اور حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے اس مظہر کو عورت کی شکل بنایا تھا اسواسطے کہ گھر کا انتظام اور اپنی نسل اور خاندان کا ثبوت اور قیام عورت کے سبب سے ہوتا ہے اور ہندوون کی بولی مین اس مظہر کو برہما کہتے ہین اور سواع کا مادہ سوء کے لغت مین سکون اور استقرار کے واسطے موضوع ہے اور سواع کے معنی تھامنے والے امام جہان کا وَلَا یَغُوثَ یعنے اور ہرگز نہ چھوڑنا ان مظاہر کو خصوصًا یغوث کو اسواسطے کہ فریادرسی اور مشکلکشائی حق تعالیٰ کا یہی مظہر ہے اور اس مظہر کو حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے گھوڑے کی شکل بنایا تھا اسواسطے کہ گھوڑا دوڑنے اور جلد پہونچنے اور مدد کرنیمین مشہور ہے اور اس صفت کو شرع شریف مین غیاث المستغیثین اور مجیب دعوۃ المضطرین کہتے ہین یعنے فریادرس مصیبت مین پکارنے والون کا اور پہونچنے والا پکار پر بیقراروں کی اور ہندوون کی بولی مین اس مظہر کو اندر کہتے ہین وَیَعُوقَ اور نہ چھوڑنا یعوق کو جو حمایت کرنے اور بلا کے دفع کرنے کا مظہر ہے اور اس صفت کو شرع شریف مین کاشف الضرار اور دافع البلاء کہتے ہین اور حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے اس مظہر کو شیر کی شکل پر بنایا تھا اسواسطے کہ شیر جسوقت کسی زندے جانور کے مقابلہ مین آتا ہے تو وہ جانور بھاگ جاتا ہے اور ہرگز اسکا مقابلہ نہین کرسکتا ہذا اور ہندوون کی بولی مین اس مظہر کو شیو کہتے ہین وَنَسْرًا اور نہ چھوڑنا نسر کو اور یہ قوت الٰہی کا مظہر ہے اور لغت فارسی مین کرگس کو کہتے ہین جسکو ہندی مین گدھ کہتے ہین اور

یہ پرند جانوروں مین بڑا قوت والا مشہور ہے اور اڑان مین بھی بڑا تیز ہے ان مناسبتونکے سبب سے حضرت
نوح علیہ السلام کی قوم نے اس مظہر کو اس شکل کا بنایا تھا اور شرع شریف مین اس صفت کو لطیفۂ غیبیۂ الٰہیہ
کہتے ہین اور ہندوؤنکی بولی مین اس مظہر کو ہنومان کہتے ہین اور جب غیب سے امداد چاہتے ہین تو اپنے اعتقاد
مین اسی کو پکارتے ہین یہان پر جاننا چاہیے کہ لا کے لفظ کو یعوق اور نسر سے حذف فرمایا ہے یعنے ذکر
نہین کیا بخلاف پہلے تینون ناموں کے کہ ان تینو پر لا کو لائے ہین اسکی وجہ یہ ہے کہ جن تدبیرونکو
یغوث اور یعوق اور نسر کی طرف نسبت کرتے تھے وہ تدبیرین جزئی ہین جیسے فریادرسی اور بلا کو دفع کرنا
اور غیبی مدد تو گویا حق تعالی کی شانون سے ایک شان کا حکم انکے اعتقاد مین اُن تینون نے پیدا کیا
تھا جسکو مدبر عالم کہتے ہین اسواسطے کہ ان تینون چیزون سے جنکو انکی طرف نسبت کرتے تھے
ایک شان تدبیر کی بوجھی جاتی ہے اور ود اور سواع کو ان تدبیرون مین جو کلیہ ہین اور سب کو شامل
ہین جیسے عالم کا ظہور اور اسکی بقا اپنے اعتقاد مین مختار جانتے تھے تو گویا ہر ایک مستقل بالذات ہے
یعنی علیحدہ علیحدہ اپنے اپنے کام کا مختار ہوا تو گویا لا کا لفظ یغوث اور یعوق اور نسر پر بلکہ داخل ہے
گویا اس طرح ارشاد ہوا کہ ود کو اور سواع کو اور ان تینونکو جو ایک مظہر کا حکم رکھتے ہین ہرگز نہ چھوڑنا
تاکہ حق تعالی کی ظاہر شانون سے محروم نہو اور یہ بھی جان لینا چاہیے کہ یہ پانچون اسم حضرت
ادریس علیہ السلام کے صاحبزادون کے نام ہین بہت نیک لوگ تھے لیکن جو انکو زمانہ بہت گذرا تھا
اور ان لوگون مین جو جو صفتین اکثر پائی جاتی تھین ان صفتون نے ان پوجنے والون کے ذہنون مین
وہم کے غلبے سے اُن شکلون پر ظہور کیا تھا اس سبب سے اپنے اسی وہم کے موافق اپنے اپنے
بتون کو ان مختلف شکلون پر تراشا تھا اور وہم کے غلبے اور زور سے اس طرح کے عجائبات
غرائبات بہت ہوا کرتے ہین چنانچہ جاہل اسلام کے مدعی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تصویر کو
شیر کی شکل بناتے ہین اسواسطے کہ اسد اللہ بھی انکا لقب ہے اور بعل شہبانہ کی تصویر کو سفید باز کی
شکل بناتے ہین فقط اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہین کہ حضرت نوح علیہ السلام
کے طوفان مین یہ پانچون بہت زمین کی تہ مین دب گئے تھے ابلیس مردود نے پھر عرب کے لوگونکو ان

بتون کا نشان بنایا اور عرب کے نادانون نے انکو زمین سے نکالکر اپنا معبود ٹھہرالیا چنانچہ بنو قضاعہ نے
ود کو لیکر دومۃ الجندل مین رکھا اور اسکی عبادت مین مشغول ہوئے یہانتک کہ بنو قضاعہ سے وہ
بت بنو کلب کے ہاتھ مین آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تک بنو کلب مین تھا اور بنی
طے کے کئی فرقون نے بھی بت کو لیکر اپنی بستیون مین رکھا پھر بنو مراد ان سے چھینکر اپنے شہر مین لیگئے اور
اسکو پوجنے لگے پھر بنو ناجیہ نے چاہا کہ انسے اس بت کو زبردستی چھین لیون بنو مراد اس خوف سے
اس بت کو لیکر بھاگے اور بنو الحرث بن کعب کے ملک مین آرہے اور بنو الحرث کے ملک مین وہ
رہا اور یعوق بنو الکلھان کے پاس تھا پھر آخر ہوتے ہوتے بنی ہمدان کے قبیلے مین ذی الکلاع حمیری کی اولاد کے پاس تھا پھر انسے بنی حمیر کے سب فرقونکو پہونچا
اور ان پانچ بتون کے سوا عرب کے لوگون کے پاس دوسرے بت بھی تھے چنانچہ بنی ثقیف
مین لات تھا اور بنو سلیم اور بنو غطفان اور بنو نصر اور بنو سعد اور بنو بکر مین عزیٰ اور قدید اور
اور عمل والون کا منات تھا اور مدینے والے بھی اسکے درشن کو جاتے تھے اور مکے کے لوگونکے
پاس اساف اور نائلہ اور ہبل تھا اساف کو صفا پہاڑ پر جو حجر اسود کے مقابلے مین رکھا تھا اور نائلہ
کو رکن یمانی کے مقابلہ مین اور ہبل کو بیت اللہ شریف کے اندر رکھا تھا اور ڈیل مین ہبل
سب سے بڑا تھا آٹھ گز کا لمبا تھا اور لڑائی کیوقت کافر اسی کو پکارتے تھے چنانچہ ابو سفیان نے
بھی کفر کیحالت مین یعنی اسلام لانے کے پہلے احد کے دن جب فتح پائی تھی تو اسی کی تعریف کی تھی
حاصل کلام کا حضرت نوح علیہ السلام کی قوم ایسی تقریر فریب آمیز سے عوام لوگونکو بہکایا کرتی
تھی اور اس انکے کرنے عوام کے دلون مین بہت تاثیر کرتی تھی دیوانون کی بیہودہ باتین انکے
نزدیک تھین تاکہ کوئی اس طرف التفات نکرے اور اسکے تدارک اور خبر گیری مین غفلت کی
جاوے وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا اور تحقیق گمراہ کیا ہے ان لوگون نے اس مکر اور فریب
سے بہت سے لوگونکو یہانتک کہ حق تعالیٰ کی عبادت سے سب کے سب محروم رہے اور غیر اللہ کی

عبادت میں یعنی تصویروں کے مظاہر میں مشغول ہوئے اور حال یہ ہے کہ اس مکر کے باطل ہونے پر انکی گمراہی کی خود دلیل ظاہر تھی اسواسطے کہ اگر ان مظاہر کی عبادت حقیقت میں حق تعالیٰ کی عبادت ہوتی تو حق تعالیٰ کی درگاہ میں مقبولیت کا سبب بڑتی اور تاریکی کے پردے انکے درمیان سے اٹھ جاتے اور انکو ہدایت نصیب ہوتی لیکن یہاں اس کا عکس پایا گیا یعنے یہ مظاہر کی عبادت زیادہ تر دوری کا سبب بڑھی اور حقتعالیٰ کی عبادت سے غفلت زیادہ ہوتی گئی اور عمر بھر اسی مظاہر کی قید میں گرفتار رہے اسی سبب سے معلوم ہوا کہ انکی عبادت خدا کی عبادت نہ تھی اور یہ لوگ اس مظاہر کی عبادت اور معبود حقیقی کی عبادت کرنے سے ظالم ہوئے اسواسطے کہ کسی کے حق کو تلف کرنا اور جو چیز جس واسطے بنی ہے اسکے غیر میں اسکو صرف کرنا اسی کا نام ظلم ہے سو عبادت خاص الوہیت کے مرتبے کا حق ہے اسکی ذات کے لحاظ سے جزئی مظاہر کا حق نہیں ہے جس طرح کلی ہونا انسان مطلق کا حق ہے اسکو ذات کے لحاظ سے ہر ہر فرد انسان کا حق نہیں ہے اور وسعت اور ہمیشہ بہنا دریا کا حق ہے اسکی ذات کی لحاظ سے ہر ہر موج کا اسکی حق نہیں ہے اور جوہریت شخص کا حق ہے ذات کے لحاظ سے نہ اسکے سایہ کا اور نہ اس کے عکس کی صورت کا جو آئینے میں معلوم ہوتا ہے اور قسمت کو قبول کرنا واحد کا حق ہے اسکی ذات کے لحاظ سے اسکے ظہور کے مرتبوں کا کہ بے انتہا عدد میں حق نہیں ہے اور اسی پر اوروں کو بھی قیاس کر لینا چاہیے سو حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کی کہ جہاں لوگوں نے اس طرح کا ظلم کیا تو انکو استدراج کے طور پر بھی معرفت سے آشنا نکر اور اپنی شانوں سے کسی شان کی طرف انکو ہدایت نکر اور یہ دعا کی لَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا لاہ اور زیادہ بڑھا ظالموں کو گمراہی کے سوا اسواسطے کہ اگر کسی کو انمیں سے استدراج کے طور پر بھی کسی شان کی طرف معبودیت کی شانوں میں سے ہدایت کریگا تو یہ ہدایت کرنا ایک کا دوسروں کی خرابی کا سبب پڑیگا یعنے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بالکل رُخ نکرینگے اور غیر اللہ کی عبادت پر مصر ہو جائینگے اسواسطے کہ یہ آئینے کے کہ جزئی مظاہر کی عبادت بھی معرفت حقیقی کے فتح باب کا سبب پڑتی ہے اور فتح باب ہونا پردے کے

اٹھنے اور مطلب کو پہونچنے کی علامت ہے اس جگہ پر مفسر لوگ ایک اعتراض کرتے ہین اس کا مضمون یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اولوالعزم پیغمبرون مین ہین انسے اپنی قوم کے واسطے زیادہ گمراہی کی دعا کرنا بڑا تعجب ہے اسواسطے کہ نبیونکا کام تو ہدایت طلب کرنا ہے نہ گمراہی کی بددعا کرنا ہے اور اس اعتراض کا جواب اس طور سے دیا ہے کہ یہ بددعا حضرت نوح علیہ السلام نے اسوقت کی تھی جب انکے ایمانسے بالکل ناامید ہوگئے تھے اور ہدایت کی توقع انسے بالکل جاتی رہی تھی چنانچہ دوسری آیت مین حق تعالی نے خود فرمایا تھا کہ اِنَّہٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ یعنے اب ہرگز ایمان نہ لاویگا کوئی تمھاری قوم کا مگر جو ایمان لاچکا تب حضرت نوح علیہ السلام نے چاہا کہ اپنا عوض ان سے لیجیے اور بددعا زیادتی گمراہی کی انکے واسطے کیجیے تاکہ ان کے عذاب مین زیادتی ہو چنانچہ حضرت موسی علیہ السلام بھی جب فرعون اور اس کی قوم کے ایمان سے مایوس ہوے تھے اسی طور کی بددعا انکے واسطے کی تھی چنانچہ سورۂ یونس کے آخر مین حکایت کے طور پر انکی طرف سے بیان فرمائی ہے کہ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ یعنے اے رب ہمارے مسخ کردے انکے مالون کو اور سخت کردے انکے دلون کو اور اس آیت کی تفسیر کے بیان مین اس اعتراض کا جواب بہت خوب طرح سے بیان ہوچکا کہ زیادتی گمراہی کی بددعا حضرت نوح علیہ السلام کی اپنی قوم کے واسطے مطلق نہین ہے بلکہ ظلم اور شرک کی بھی قیدلگی ہوئی ہے اور یہ بات اصول کے قاعدے کے موافق ہے اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ تَعْلِيْقُ الْحُكْمِ بِالْوَصْفِ مُشْعِرٌ بِعِلِّيَّةِ الْوَصْفِ لِذٰلِكَ الْحُكْمِ یعنے حکم کو کسی وصف کے ساتھ معلق کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ وصف علت پڑی ہے اس حکم کا اور اگرچہ ظلم اور شرک کی حالت مین ہدایت متصور نہین ہے لیکن اس دعا مین ایک فائدہ ہے کہ کسی طور سے ہدایت کا ان مین ظہور نہونے پاوے تاکہ دوسرون کی گمراہی کا سبب نہ پڑے اور جب حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کے بیانسے جو انتہا درجے کی نصیحت اپنی قوم کو کرکے یہ بددعا کی تھی اور انکی قوم کی شکایت کے بیانسے فراغت پائی

جو حکایت کے طور پر حضرت نوح علیہ السلام کی طرف سے بیان کی گئی ہو تو اب ارشاد ہوتا ہو کہ اس دعا اور اس شکایت کا اثر ظاہر ہوا اور حضرت نوح علیہ السلام کی قوم انکی نافرمانیون اور برائیون مین ہمیشہ پھنسی رہی کسی طرح ہدایت انکو نہ ہوئی یہانتک کہ مِمَّا خَطِيٰٓـٔتِهِمْ اپنے گناہون کے بعد اور مِن اس جگہ تعلیل کیواسطے ہے اور ما کی لفظ کثرت اور زیادتی کے معنون کے فائدہ دینے کیواسطے ہے جس طرح کثیرا اور دوسری بہت جگہون پر کثرت کیواسطے ما کو زیادہ کرتے ہین اور یہان ان گناہون کی زیادتی سے انکا کفر مراد ہے کہ اپنے وقت کے پیغمبر کے مقابلے مین ہزار برس تک اسی اپنے کفر پر اڑے رہے اور طرح طرح کی ایذائین پہونچائین اس سبب سے انکا کفر بہت قوی ہوگیا اور اسی سبب سے اُغْرِقُوا غرق کیے گئے ایسے پانی مین جو آسمان سے بھی گرتا تھا اور زمین سے بھی ابلتا تھا اور انکو ڈبو دینے سے انکا نیست نابود کر دینا روی زمین سے فقط منظور نہ تھا جو اسی ڈبونے پر کفایت کی جاتی بلکہ برزخ کا عذاب چکھانا بھی انکو منظور تھا اسواسطے کہ فَاُدْخِلُوْا نَارًا پھر غرق ہونیکے بعد داخل کیے گئے ایک آگ مین سوائے دوزخ کی آگ موعود کے اسواسطے کہ اسمین داخل ہونیکو ابھی بہت دور رہی ہو اور اس آیت مین ایک فعل ماضی کو دوسرے فعل ماضی پر فے تعقیب کیساتھ جو عطف کیا ہے سو یہ قبر کے عذاب کے ثبوت پر صریح دلیل ہے چنانچہ ضحاک رحمۃ اللہ سے منقول ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم ادھر ڈبوئی جاتی تھی اور اُدھر جلائی جاتی تھی۔ اور یہ بھی اس آیت سے معلوم ہوا کہ نافرمانون کی موت کسی طرح سے ہو پانی مین ڈوبنے سے یا آگ مین جلنے سے یا جانورون کے کھا جانے سے لیکن قبر کے عذاب مین ضرور گرفتار ہوتے ہین اور جو کچھ اس مردے پر جو قبر مین گاڑا جاتا ہے ہوتا ہے وہی اسپر بھی ہوتا ہے اسواسطے کہ جو کچھ عذاب ہے سو روح پر ہے نہ بدن پر تاکہ بدن کا باقی رہنا عذاب کیواسطے شرط ہو فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ پھر نہ پایا حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے اپنے واسطے ان اپنے معبودون کو جنکو پوجتے تھے اس امید سے کہ وقت پڑے پر کام آوینگے اور مصیبت مین مدد کرینگے مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ سوائے حقتعالی کے اَنْصَارًا مددگار یعنی نہ ووے انسے محبت کی

نہ سواع نے انکو قائم رکھا نہ یغوث انکی فریاد کو پہونچا نہ یعوق نے حمایت کی نہ نسر نے انکو کچھ قوت دی تاکہ دنیا کے عذاب سے یعنے طوفان مین غرق ہونیسے انکو بچاتے یا برزخ کے عذاب کو یعنے آگ مین جلنے کو انسے دفع کرتے سو انکی گمراہی کا اثر حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کے موافق ظاہر ہوا اور جب طوفان کے پانی کی زیادتی ہوئی اور آسمان سے برسنا اور زمین سے ابلنا شروع ہوا اور حضرت نوح علیہ السلام اپنے لوگون کیساتھ کشتی مین سوار ہوے اور کافر ڈوبنے لگے لیکن بعضے کافرونکو دیکھا کہ پہاڑ کی چوٹیون اور اونچے مکانون پر بھاگ کے جا بیٹھے ہین اور بعضون نے حضرت نوح علیہ السلام کی زبان سے اس طوفان کا حال سنا تھا تو اس خوف سے شیشے کے مکانات پہاڑون پر احتیاط کیواسطے بنا رکھے تھے اور کئی مہینون کا کھانا پینا بھی ہمراہ رکھا تھا سو وقت اُن مکانون مین جاکر بیخوف ہوکر بیٹھے تھے حضرت نوح علیہ السلام نے یہ حال دیکھکر اندیشہ کیا کہ ایسا نہو کہ بعضے کافر اس عذاب سے اس حکمت سے بچ جاوین اور پھر کفر کا تخم جہان مین باقی رہے یہ سوچکر پھر درگاہ الٰہی مین دست بدعا ہوکر عرض کی جسپر حق تعالیٰ فرماتا ہے وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ اور کہا نوح نے اے رب میرے جو تونے مجھکو اس دعا کی منظوری سے سرفراز کیا ہے اور میری قوم کے سردارون اور مکارون کو جنھون نے عوام لوگون کو بھی فریب دیکر خراب کیا تھا طوفان کے عذاب مین گرفتار کیا ہے تو ایک عرض تیری جناب مین اور کرتا ہون کہ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ نہ چھوڑ زمین پر جہان بھر مین نہ یہان نہ دوسری جگہ مین مِنَ الْكَافِرِينَ کافرون کی جنس سے سردار اور مکار ہون یا انکے عقلمند اور تابعدار میری قوم سے ہون یا غیر مین کسی کو دَيَّارًا گھر مین رہنے والا اور چلنے والا اور دیار فیعال کے وزن پر ہے مشتق ہے دار سے یا دور سے اگر دار سے یہ لفظ نکلی ہے تو اسکے معنی ہین گھر مین رہنے والا اور بسنے والا اور اگر دور سے نکلی ہے تو اسکے معنے ہین پھرنیوالا اور چلنے والا اور یہ لفظ فعال کے وزن پر نہین دیار فعال کے وزن پر ہونا چاہیے تھا نہ دیار اور اسمین تعلیل ایام کے موافق ہوئی ہے جسکی اصل ایوام ہے مثل سید کہ اصل سیود تھا اور تعلیل یہ ہے کہ واو اور ے ایک لفظ مین بلا فاصلہ جمع ہوے واو کو ی کے ساتھ بدلہ کیا اور ے کو ے مین ادغام کیا دیار اور ایام اور سید ہوا

اور قیام بھی فیعال کے وزن پر ہے اور بعضی روایت مین یہ آیا ہے جسکے معنی مین معدوم ہے اور تجد کی دعا مین واقع ہوا ہے فعال کے وزن پر نہین ہے اور تحیر کی لفظ جو سورۂ انفال مین آئی ہے وہ بھی متفعل کے وزن پر ہے اصل اسکی متحیور ہے متفعل کے وزن پر اسواسطے کہ اصل مین یہ سب صیغے واوی ہین یائی فقط اور حضرت نوح علیہ السلام اپنے کلام دعائیہ مین دیار کی لفظ کو لائے متفعل اسواسطے نہ کہا کہ ابلیس اور اس کی ذریت کی بقا قیامت تک آچکا معلوم تھی اگر ہر کافر جاندار کی ہلاکی روئے زمین سے درگاہ الٰہی سے طلب کرتے تو انکا کلام حق تعالیٰ کی تقدیر مبرم کے مخالف واقع ہوتا اور حضرات انبیا علیہم السلام تقدیر الٰہی کے مخالف دعا نہین کرتے ہین اس سبب سے دیار کی لفظ کو لائے تاکہ ابلیس اور اسکی ذریت اسمین داخل نہون اسواسطے کہ ابلیس اور تمام شیاطین زمین پر انسان کی طرح خانہ داری اور سکونت نہین کرتے ہین اور اکثر زمین پر چلتے پھرتے کم ہین بلکہ ان کی حرکت اکثر ہوا مین ہوتی ہے اور جو کافرون کا روی زمین پر باقی رہنا کبھی حکمت الٰہی کے تقاضے سے ہوتا ہے اسواسطے کہ ان کافرون سے کسی زمانے مین خلق کی ہدایت مقدر ہوتی ہے اگرچہ سردست کفر اور گمراہی مین گرفتار ہوئے ہین جیسے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کے کافر کہ باوجود کفر مین سخت ہونے کے آخر کو سعادت اسلام سے مشرف ہوئے اور ہزارون کافرون سے جہاد کرکے اسلام مین داخل کیا یا ان کافرون سے اولاد صالح پیدا ہونا مقدر ہوتا ہے اور انکی اولاد حق تعالیٰ کی معرفت اور بندگی کو بجا لاتے ہین سو حضرت نوح علیہ السلام نے دعا کے عرض کرنے کے وقت ان دونون فائدون کی نفی بھی بیان کردی کہ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ تحقیق اگر چھوڑے گا تو ان کو تو البتہ گمراہ کرین گے سب تیرے بندون کو تیری عبادت کی راہ سے اور انکو نفرت دلاوینگے اور منع کرینگے سیدہی راہ چلنے سے اور انکی پیدائش جو معرفت اور عبادت کیواسطے ہوئی ہے وہ حکمت درہم برہم ہوجائیگی وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا اور ہرگز نہ جنینگے یہ بدبخت مگر بدکار ناشکر پس ان کی اولاد مین بھی صالح اور نیک ہونیکی امید نہین ہے غرض ہر طرح سے یہ لوگ ہلاکی اور خرابی کے سزاوار ہین اور جب

حضرت نوح علیہ السلام نے جناب باری عزّ اسمہ سے ایسا مواخذہ جو عام ہو اور سبکو شامل اور نمونہ ہو قیامت کا طلب کیا تو اس بات کا خوف ہوا کہ ایسا نہو کہ قہر الٰہی ایسا جوش میں آوے کہ مجھسے بھی اولیٰ جو کبھی کبھی ہو جاتا ہے اور میری امت کے مسلمانون سے فرعیہ گناہون پر جو اُن سے ہو جاتے ہین مواخذہ اور پکڑ ہو سو اس خوف کے دفع کیواسطے درگاہ الٰہی مین ایک دعا دوسرے مضمون کی بھی کی اور کہا رَبِّ اغْفِرْ لِیْ اے پروردگار میرے بخشدے مجھکو جو کچھ تیری مرضی کے خلاف مجھ سے ہوا ہو اور میرے حق مین وہ گناہ کا حکم رکھتا ہو جیسے ترک اولیٰ اور اجتہاد مین خطا اور چوک وَلِوَالِدَیَّ اور بخشدے میرے ان باپ کو اگرچہ وہ مر گئے تھے لیکن والدین کے مرنیکے بعد بھی اولاد پر واجب ہے کہ اُن کی مغفرت کی دعا مانگی جائے اور اپنے مقدور بھر انکے واسطے صدقے بھی دیے جائین اور حضرت نوح علیہ السلام کے باپ کا نام ملک بن متوشلخ تھا اور آپ کی ماں کا نام شمخا تھا انوش کی بیٹی لیکن انوش وہ نہین ہین جو آپ کے اجداد مین ہین بلکہ یہ دوسرے شخص ہین اور عطا رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے آباو اجداد مین حضرت آدم علیہ السلام تک کوئی کافر نہ تھا سب مسلمان موحد تھے اور آپکی والدہ بھی مسلمان تھین وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا اور بخشش کر اس کے واسطے جو داخل ہو میری کشتی مین جو میرا جیتا گھر ہے لیکن مسلمان ہو اسواسطے کہ آپکی کشتی مین ابلیس بھی تھا اور بخشش کا مستحق نہ تھا اور مسلمانون کی بخشش اسواسطے طلب کی کہ ایسا نہو کہ ان کی برائیون اور گناہون کی شامت سے کشتی ڈوب جاوے تو بے گناہ بھی ہلاک ہو جاوین اسواسطے کہ دنیا کے عام عذابون مین جو آزمائش اور جانچ کے واسطے ہوتے ہین ان مین کافر مسلمان کا فرق اور امتیاز نہین ہوتا ہے اسیواسطے کہ جو بلا کسی قوم پر آتی ہے تو اسمین انکے بچے اور دیوانے بھی ہلاک ہو جاتے ہین بلکہ جانورون کی بھی خرابی ہوتی ہے وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ اور بخشدے تمام مسلمان مردون اور مسلمان عورتونکو قیامتتک جو ہوتے جاوین تاکہ ان کی اولاد کے گناہ جو آگے پیدا ہو کرین گے ان لوگون مین کہ ان کے

نصف ۱۰ ع

باپ ہین تاثیر نہ کرین اور کشتی کو نہ ڈبوین وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا تَبَارًا اور زیادہ نہ کرا ن ظالمونکو جو شرک اور کفر کی شامت سے ڈوب کر آگ مین جائینگے مگر دکھ اور درد اور عذاب سواسطے کہ اگر دمبدم ان پر عذاب کی زیادتی نہ ہوتی جاویگی اور ایک ہی طور پر عذاب ہیگا تو اس عذاب کی انکو عادت ہوجاویگی اور سہ جائینگے اور وہ عذاب انکو نہ معلوم ہوگا اور یہ بھی ایک طرح کی مغفرت ہی تو یہ بھی منعمین کی مغفرت مین شریک ہوجائینگے اگرچہ تھوڑی ہی سہی علما نے کہا ہی کہ حضرت نوح علیہ السلام کی اس دعا مین بڑی خوشخبری ہی تمام ایمان داروں کے واسطے جو قیامت تک ہوتے جائینگے سواسطے کہ کافرون کے حق مین جو بددعا آپنے کی تھی وہ درگاہ الٰہی مین الیقین مقبول ہوئی اور اسکی قبولیت کے آثار بھی ظاہر ہوئے یعنی سب کافر ہلاک ہوئے تو ایمان داروں کے حق مین مغفرت کی دعا جو آپنے کی ہی وہ بھی بلاشبہہ مقرون باجابت ہوئی ہوگی اور مسلمان مغفور ہوئے والحمد للہ علی ذلک اور یہ بھی علما نے کہا ہی کہ ود اور سواع وغیرہ پانچون بت جو اوپر مذکور ہوچکے ہین کچھ حضرت نوح علیہ السلام ہی کے قوم کے واسطے خاص نہ تھے بلکہ ہر شخص کے پاس موجود ہین اور ہر ایک انکی عبادت اور محبت مین گرفتار ہی جان بوجھ کے یا نادانی سے مگر سبکو حق تعالیٰ بچاوے لیکن ایسے لوگ بہت کم ہین اس اجمال کی تفصیل یہ ہی کہ آدمی اپنے حال مین غور و تامل کرکے دیکھے کہ ہر شخص کا بدن وہ بت اسواسطے کہ روح کا محبوب ہی اور یہ بات جبلی اور پیدائشی ہی اور اپنے بدن کی محبت مین ایسا مصروف رہتا ہی کہ اسکے مقابلے مین سب کو ہیچ جانتا ہی کسی کی حقیقت اسکے سامنے نہین ہی اور ہمیشہ اسکی پرورش اور زینت مین لگا رہتا ہی کھانے مین پینے مین لباس مین زیور مین خضاب مین کنگھی مین دولے آسائش مین ورزش مین ریاضت مین حمام کے جانے مین غسل کرنے مین بدن کے ملنے مین حجامت بنانے مین غرض جتنی چیزین ہین سب مین بدن کی اصلاح اور بہتری منظور اور ملحوظ رہتی ہی اور ہمیشہ دن اور رات بلکہ ہر ساعت اسی مین مشغول رہتا ہی اور ہر شخص کا نفس اسکا سواع ہی اسواسطے کہ اسکی زندگی کا قیام اسی سے متعلق ہی سو اسواسطے جن چیزون مین اسکو لذت اور خوشی ہوتی ہی اسی کی طرف دوڑتا ہی اور جن چیزون سے رنج اور ضرر اپنا سمجھتا ہی انسے

دور بھاگتا ہی یہی سبب ہے کہ عبادت اور تقوی میں اس سے قصور ہوتا ہی اور پیغمبر کی فرمانبرداری
کما حقہ نہیں کرسکتا اور ہر شخص کا یعوث اسکا باپ بیٹا یا بہن بھائی بھتیجا خویش اور اقربا ہین
اسواسطے کہ ان لوگون سے امید فریادرسی کی رکھتا ہی اور انکے بھروسے پر کودتا ہی اور انکی خاطر داری
اور دلجوئی مین ہمیشہ لگا رہتا ہی یہانتک کہ انکی خاطر سے اللہ اور رسول کے حکم کو
ٹال جاتا ہی اور سننے کو ان سنا کر دیتا ہی اور ہر شخص کا یعوق اسکا مال ہی جو زکوۃ اور صدقات
کے دینے سے اور مسکینون اور محتاجون کی خبر گیری سے اور حق تعالی کی عبادت اور تقوی
سے روک دیتا ہی اور منع کرتا ہی اور یہ شخص اپنی مصیبت اور بلا کے دفع کرنے مین اس سے بڑی
امید رکھتا ہی اور ہر شخص کا نسر اسکا شیطان ہی جو حرص اور غصے کے دونون بازوون سے
پہونچا اس شخص کے سب کیے اور نہ کیے کو برابر کر دیتا ہی اور برے وسوسے اور جھوٹے
اعتقاد اسکے دل مین ڈالا کرتا ہی سو جبتک ان پانچون بتون کے پھندے سے نہ چھوٹے گا
تب تک ایمان کی اسکا درست نہوگا اور حضرت نوح علیہ السلام کی دعا مین جو تمام ایمان والون کے
واسطے کی ہی داخل نہوگا اب یہان جاننا چاہیے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی دعا مین
عرض کیا ہی کہ میری قوم کے کافر ہین گے مگر بدبخت ناشکر یعنی انکی نسل سے بھی کوئی مسلمان
ہونیوالا نہین ہی لیکن بہت سے کافر ایسے بھی ہوے ہین کہ انکی نسل سے نیکبخت خدا کے خاص
بندے پیدا ہوے ہین چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ انکے نطفے سے ایسا شخص
پیدا ہوا جو سید المسلمین اور ابو الانبیا ہوا اور خلعت الہی کے مرتبے سے سرفرازی پائی سو ظاہر
دعا کا مضمون واقعے کے خلاف معلوم ہوتا ہی اس شبہہ کے جواب مین مفسرین نے بھی اختلاف
کیا ہی علماے ظاہر یون جواب دیتے ہین کہ حضرت نوح علیہ السلام کو وحی سے اپنی قوم کا حال بخوبی
معلوم ہوچکا تھا کہ ان لوگون سے ہرگز مسلمان پیدا ہونیوالا نہین ہی اسواسطے یہ دعا کی اور یہ
حکم ان ہی کی قوم کے واسطے خاص ہی عام نہین ہی کہ ہر کافر کو شامل ہو اور بعضے عالمون
[illegible] کہ طوفان آنے کے پہلے حق تعالی نے ان پر وحی بھیجی تھی کہ انہ لن یؤمن

عن قومك الا من قد آمن اور اس حصر کے لفظ سے حضرت نوح علیہ السلام نے بوجہ لیا تھا کہ اب میری قوم سے جو پیدا ہوگا وہ کافر ہی رہیگا اسواسطے کہ قوم کی اولاد بھی قوم میں داخل ہیں اس سبب سے آپ کو اس بات کا یقین ہوگیا تھا اور اس مضمون کو جو متضمن شرط اور جزا کا ہے جناب الٰہی میں عرض کیا یعنی انک ان تذرھم یضلوا عبادک اور حضرات صوفیہ رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کو تنگ دلی اور غصب الٰہی کے غلبے کے سبب سے دعا کے وقت جوش آگیا تھا اور ان پر ایک حالت طاری ہوگئی تھی سو ظاہر حال کے موافق آپنے حکم فرمایا اسواسطے کہ خبیث اور تاریک نفس سے جو نطفہ کہ پیدا ہوگا اور اسکی تاریکی اور خبیث نفس کی تدبیر سے ترتیب پاویگا تو بالیقین وہ بھی خبیث ہوگا اور خباثت ہی کی استعداد پیدا کریگا جسطرح اولاد کا جسم کیفیت میں والد کے جسم کے موافق ہوتا ہے جیسے حبشی اور رومی اور جسطرح شاگرد اور مرید کمال کی قسم میں اپنے استاد اور پیر کے موافق ہوتا ہے اسواسطے کہا ہے کہ الولادۃ الروحانیۃ مثل الولادۃ الجسمانیۃ یعنی ولادت روحانی جسمانی ولادت کے مانند ہے تاثیر میں اسی طور سے حضرت نوح علیہ السلام کا عرض کرنا آپکے حال کی لغزش سے تھا کہ کبھی انبیاء سے بھی ہوجاتی ہے جسطرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے قبطی مرگیا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عمل کی لغزش تھی یہی سبب ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو اس عرض کے عوض میں انکے بیٹے کے کفر سے سکا نام کنعان تھا متنبہ و خبردار کردیا جسطرح حضرت داؤد علیہ السلام کو اوریا کی عورت کے مقدمے میں وہ شرکون کے قصے سے جو آپس میں کبوتروں میں جھگڑتے آئے تھے متنبہ و خبردار کردیا تھا اور تحقیق اس مقام کی یہ ہے کہ جو کیفیت ماں باپ کے باطن پر غالب ہوتی ہے اسکی کیفیت کی تاثیر اولاد میں بلاشبہہ پائی جاتی ہے لیکن جو کیفیت ماں باپ کے باطن پر غالب نہیں ہوتی ہے اسکی تاثیر کا اثر اولاد میں پایا جانا کچھ ضرور نہیں ہے اسواسطے کہتے ہیں کہ الولد سر لابیہ یعنی اولاد اپنے باپ کا بھید ہے جو حالت کہ باپ میں پوشیدہ اور غالب ہے اسکا ظہور ہم میں ہوتا ہے پھر جب یہ فرق معلوم ہوچکا تو اب جان لینا چاہیے کہ بعضے وقت میں

بعضے کافروں کی استعداد بڑھی ہوئی ہوتی ہے اور انکے باطن میں صفائی کا غلبہ ہوتا ہے اور اس جبلی
استعداد کے موافق انکی اصل بھی پاکیزہ ہوتی ہے لیکن ظاہر میں اپنے باپ دادوں کے دین پر ہوتے ہیں اور
اپنی قوم کی عادت اور اپنے بزرگوں کی وضع انسے چھوٹی نہیں جاتی لیکن باطن انکا آفت سے بچا ہوا
ہوتا ہے اس سبب سے اس نوبت کی حالت میں انکی اولاد با ایمان پیدا ہوتی ہے اور اُنکے باطن کی
حالت کا خلاصہ انکی اولاد میں پایا جاتا ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام آزر سے پیدا ہوے اور
حضرت علی رضی اللہ عنہ ابوطالب سے سو جب حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کا احوال سنہ ۱۰ تک دیکھا اور اتنی مدت دور دراز میں کتنے زمانے اور کتنے قرن گذر گئے اور ہر زمانے کے لوگوں کا
تجربہ کیا اور اُنکے باطن کی استعداد کی معرفت کو خوب آزمایا لیکن کسی میں صلاحیت کی لیاقت نہ دیکھی
تب الیقین آپکو معلوم ہوا کہ انمیں سے کسی کی پیدائش استعداد سلامت نہیں ہے اور باطن انکا تاریک
ہوگیا ہے بلکہ ایسا ہے نے تمام انکے باطن کو چھا لیا ہے اور انکا کفر اپنے باپ دادوں کی پیروی اور
قوم کی رسم پر نہیں رہا بلکہ انکے دل سیاہ ہو گئے ہیں اب انسے اور انکی اولاد سے ہرگز توقع ایمان کی
نہیں ہے ناچار ہو کر اس طور کی بددعا انکے واسطے کی اور اُس شرط اور جزا کو درگاہ الٰہی میں
یقین کے طور پر عرض کیا سو حق تعالیٰ کی درگاہ میں اسی بات کے سبب سے انکی دعا نے قبولیت کا
درجہ پایا اور اُس قہار مالک الملک کی درگاہ سے انکی قوم پر عذاب نازل ہوا اور حضرت نوح
علیہ السلام پر کچھ بھی عتاب نہ ہوا اور انکے بیٹے کنعان کے کافر ہونا تبلیغ اور عتاب میں خلل نہیں کیا جاتا اور
انکی دعا میں شرط اور جزا کا جو مضمون ہوا اسکے مخالف بھی نہیں ہے اسواسطے کہ حضرت نوح
علیہ السلام کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ ان کافروں سوا کافر فاجر کے پیدا نہوگا اس سبب سے انکا کافر
اور نابود ہونا ضروری ہے یہ مطلب نہیں ہے کہ کافر فاجر پیدا نہوا سواسطے کہ کبھی نیک بختوں سے
برے بھی پیدا ہوتے ہیں اور کبھی اچھے صالح بھی پیدا ہوتے ہیں تو بعضی اولاد کی نیکی اور بعضے
کی بدی مقابل ہوکے فنا اور نیستی کے وجوب کی علت نہیں پڑتی ہے اور یہ بھی کچھ بعید نہیں ہے
کہ کنعان کے نطفے کے علوق کے وقت بعضی لغزشیں اور ترک اولیٰ نے جنکا پیغمبروں سے بمقتضائے

بشریت کے ہونا کچھ عجب نہیں ہے حضرت نوح علیہ السلام کے باطن میں ایک ظلمانی ہیئت پکڑی ہو اور اسی ہیئت ظلمانی کا کنعان حامل ہو کر اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ کا مصداق ہوا ہو اور سوائے اسکے ماں کا مشرکہ اور منافقہ ہونا اسکی استعداد کی خرابی میں بڑی تاثیر رکھتا ہے ایسی لحاظ سے کنعان کی استعداد کے فساد کو حضرت نوح علیہ السلام کی طرف نسبت کرنا کچھ لازم نہیں ہے اسکی ماں کا اثر ہو تو کچھ عجب نہیں ہے حاصل کلام یہ ہے کہ ایک تو یہ بات ہے کہ سوائے کافر فاجر کے صالح کا نہ جنا اور دوسرے یہ کہ کافر فاجر بھی پیدا ہوں اور صالح بھی ان دونوں باتوں میں فرق بڑا ہے اور ان دونوں میں سے ایک کا اثبات دوسرے کی نفی نہیں کرتا ہے تاکہ تنبیہ اور عتاب متصور ہو سکے واللہ اعلم بالصواب۔

سُوْرَۃُ الْجِنِّ

مکیۃ ۲۸ ۹۹

یہ سورہ مکی ہے یہ میں آٹھ آیتیں اور دو سو اسی کلمے اور ایک سو حرف ہیں اور اس سورۃ کے اول کی وجہ سورہ نوح اور اسکے پہلے کی سورتوں کے ساتھ یہ ہے کہ سورہ نوح میں یہ مضمون بیان ہے کہ مکے کے کافروں نے باوجود نہایت نزدیکی نسب کے رسول مقبول سے اور آپ کے احوال اور اخلاق بزرگ پر واقف ہونے کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر نہ پہچانی اور دیوانگی کی نسبت آپ کی طرف کرنے لگے اور سورہ جن میں یہ مذکور ہے کہ یہ کافر ایسے بدبخت اور شقی ہیں کہ باوجود عقل اور دانائی کے دعوے کے قرآن مجید کو کبھی شاعر کا کلام اور کبھی کاہن کا کلام اور کبھی پیغمبر کا بنایا ہوا کہتے ہیں ابھی سمجھ نہیں رکھتے کہ اسکی حقیقت حال کو دریافت کریں کہ یہ کلام اعجاز سے بھرا ہوا کس قدر اور کیسا ہے اور کہاں سے آیا ہے اور زمین پر لانے والے اور زمین والوں کو سنانے سے مقصود کیا ہے یہاں تک کہ سورہ معارج میں جان بوجھکر سچ کو جھوٹا کرنا اور بیقاعدہ جھگڑا کرنا کافروں کا کھول کر بیان فرمادیا کہ یہ کافر اپنی نادانی اور جہالت سے حق تعالیٰ کے عذاب کی درخواست کرتے ہیں اور سورہ نوح میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے واسطے حضرت نوح علیہ السلام کی کامل دعوت کا

پورا قصہ بیان فرمایا یعنی جو دعوت کا حق تھا سو وہ بجا لائے اور ہزار سال تک اپنی قوم کو طرح طرح سے
سمجھایا لالچ بھی دلوایا اور ڈرایا بھی اور اس کام میں انتہا درجے کی سعی اور کوشش کی لیکن اس قوم نے
اپنے باپ دادوں کی تقلید جو کفر تھی اسے ہرگز نہ چھوڑا اور اسی پر ہٹ کرتے رہے اور اب
اس سورۃ میں ارشاد ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا تماشا دیکھو اور خوب جانچ لو کہ دلوں کا پھیرنے والا
اور پوری ہدایت کرنے والا وہی مالک الملک ہے اپنی قوم کا حال دیکھو کہ تمہارے احوال کو بخوبی جانتے ہیں اور
اور تمہیں قرابتی کہتے ہیں اور ایک جنس بھی ہیں اور عربی کلام کے بڑے ماہر ہیں اور اسقدر استعداد رکھتے
ہیں کہ اگر قرآن شریف کے بوجھنے اور اس کلام کے اعجاز دریافت کرنے میں تھوڑا سا غور اور تامل کریں تو بخوبی
بوجھ سکتے ہیں لیکن ہرگز نہیں بوجھتے بلکہ ایسے گمراہ ہیں کہ جان بوجھ کر انکار کرتے ہیں اور نہیں مانتے اور بیفائدہ
کلام کرتے ہیں اور حضرت نوح علیہ السلام کی قوم باوجود اسقدر مدت دراز کی دعوت کے اور ہمجنس ہونیکے
یعنی آدمی تھے عجمی اور عقل رکھتے تھے اور ایمان کی نکوئی اور کفر کی برائی بخوبی بوجھ سکتے تھے
لیکن ہرگز راہ پر نہ آئے اور حضرت نوح علیہ السلام کا کلام سننا کیا بلکہ روز بروز گمراہی انکی اور زیادہ
ہوتی گئی اور سیدھی راہ سے دور بھاگتے رہے اور ایک طاعت اور جو تمہارے ہمجنس بھی نہیں ہیں اور
انسان کی بات سمجھنے کی تمیز بھی نہیں رکھتے اور کلام کو کبھی نہیں سنا اور تمہاری صحبت میں بھی نہیں
آتے تاکہ قرآن کے مضمون کی تفسیر تمہارے سامنے بیان کرتے اور اسکے مضمون کو اچھی طرح کھولکر انکو سناتے
فقط راہ چلتے کئی آدمیوں نے قرآن شریف کی تم سے سنکر تھوڑی سی ہدایت کی نقشہ میں مست ہو گئے اور کیسے
قرآن مجید کے معتقد اور تابعدار ہو گئے کہ سنتے ہی ایمان لے آئے اور اپنی قوم کے بزرگوں اور پیشواؤں کی
تقلید اور پیروی سے بالکل ہاتھ دھو بیٹھے اور ایمان کی خوبی اور کفر کی برائی کیا اچھی طرح سے اپنی قوم کے
سامنے بیان کی اور تمہاری نبوت کی صحت پر کیا خوب دلیل لائے باوجود اس بات کے کہ ہر انسان جنون
کی جبلی اور پیدائشی ہیں جیسے غرور اور تکبر اور ضد کرنا اور گڑ گڑانا اپنی بات پر اور اپنے بھلے گنوانا اور
بھینچ پر عمامہ اور بھروسا کرنا سوان سب باتوں کو اپنے سے دور کیا اور اقرار کیا اس بات کا کہ
لَنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا اور اس بات کا بھی اقرار کیا کہ ہمکو ہرگز علم غیب نہیں ہے

اور کہا کہ لا نَدْرِیْ اَشَرٌّ اُرِیْدَ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا اور اپنی تعریف اور اپنی قوم کی تعریف اور توصیف سے دست بردار ہوے اور کہا کہ کہ ہم میں کوئی نیک ہے اور کوئی کہ ہم میں نیک نہیں ہے وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا اور ایماندارون اور کافرون کے انجام کار کو دریافت کرلیا پس ہر جاندار کو چاہیے کہ جس شخص کی تکوینی اور رہنمائی کے واسطے ہدایت آئی ہے اسکے حال پر متوجہ ہو اور توفیق نیک اسکی طرف سے ملی تو جتنی برائیاں اور نیکیاں ہیں وہ پیغمبر ہی کے پاس بھی نہیں آتی ہیں اور جو جو چیزیں نیک بات کی حاصل کرنے والیاں ہیں سب خواہش جمع ہوتی ہیں اور جس طرح تعالے کی ہدایت متوجہ نہوئی تو کتنی ہی عقل اور دانائی ہو اور کتنی ہی اور قرابت بھی اپنی بنیاد دے اور ہادی شفقت اور محبت اور مرشد کامل کی صحبت بھی نصیب ہو لیکن یہ سب باتیں بیکار اور بیفائدہ محض ہوتی ہیں اور کچھ بن نہیں پڑتی مصرعہ کچھ بن نہیں پڑتی جب تقدیر بگڑتی ہے نظم جسکو توفیق حق کی ہووے رفیق + بن پڑے گر بڑا بھی کام کرے + جسکی تقدیر ہی الٹ جاوے + جو کرے سر پٹکے آن پڑے + اور یا وجود ان باتوں کے ان دونوں سورتوں کے مضمون میں بھی مناسبت اور موافقت پائی جاتی ہے چنانچہ اس سورۃ یعنی سورۂ نوح میں حضرت نوح علیہ السلام کی زبان سے فرماتے ہیں مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا اور اس سورۃ میں جنون کی زبانی نقل فرمایا ہے وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا اور اس سورۃ میں کافروں کی زبانی نقل فرمایا ہے لَّنْ نَّدْعُوَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا وَّلَنْ نَّقُوْلَ سُوْٓءًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا اور اس سورۃ میں مسلمانوں کی زبانی نقل فرماتے ہیں کہ لَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا اور نیز اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا اور اس سورۃ میں مذکور ہے فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا اور اس سورۃ میں مذکور ہے وَلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا وَّلَنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِی الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا اور اس سورۃ میں مذکور ہے اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا اور اس سورۃ میں مذکور ہے وَاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ اور اس سورۃ میں مذکور ہے کہ آدم کی اولاد ہی [illegible] جسطرح [illegible] باپ کی خلافت کی خدمت سے

معزول ہوئے اور ہلاکی کے سزاوار ہوئے بلکہ جب بالفعل ہوئے بموجب اس مضمون کے
لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا إِنَّكَ إِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا
يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا اور اس سورۃ میں مذکور ہے کہ باوجود مختلف ہونے جنسوں کے
اور جدائی اخلاق اور اراد ہ مختلفہ کے جنوں میں جو لیاقت اور صلاحیت تھی اس سبب سے پیغمبر
آخر الزمان کے خلیفہ ہوئے اور ہدایت اور رہنمائی کے منصب سے سرفراز ہوئے اور اپنی قوم میں جاکر پیغام
رسول کا پہونچایا اور زبانی سے خوف دلایا اور ڈرایا انظم و نسق کے بیٹے بسکہ فرصت میں طاق تھے
پہونچے حضور شاہ کے بلکہ ہوئے میر منشی اور میرزا ان میرزاوے گئے جیسا کہ مانگتے وہ نسق کے در کا
جیسے کوئی مبتذل فقیر اور اسکے سوا دوسری بھی مناسبتیں ان دونوں سورتوں میں پائی
جاتی ہیں جو غور فکر اور غور کرنے کے بعد معلوم ہوتی ہیں اور اس سورۃ کا نام سورۃ جن
اسواسطے رکھا ہے کہ قرآن شریف کی حقیقت کا ثبوت اس رتبہ میں دینے وجہ سے جنوں کی طرف سے ظاہر
ہوا ہے سوا ان دونوں وجہوں کے ایک تیسری وجہ یہ ہے کہ بڑے بڑے فصیح اور بلیغ آدمیوں کا اس قرآن کے
مانند عبارت بنالانے میں عاجز ہوجانا ہر خاص و عام کو معلوم ہوچکا تھا فقط وہ جنات اس زمانے
کے لوگوں کو قرآن شریف کے حق میں انکی خاطروں میں گذرتے تھے ایک کہ شاید خدا کا کلام ہو
جو فرشتے کے واسطے سے پہونچایا ہو دوسرا احتمال یہ ہے کہ شاید جن کا کلام ہو جو کسی کاہن کے واسطے
سے دل میں ڈالا گیا ہو اسواسطے کہ اس زمانے میں عرب کے شہروں میں کہانت کا دروازہ کھلا تھا اور
جنوں کے علم کا سیکھنا رائج اور شیوع ہوا تھا اکثر عرب کے لوگوں کو جنات سے دوستی آشنائی ہوجاتی
تھی اور وہ جنات بعضے امور میں جو آدمیوں کو نہیں معلوم ہوتی تھیں بلکہ آدمی اسکو غیب کی بات
سمجھتے تھے ان کو اپنے دوستوں کے دلوں میں ڈالتے تھے اور اس معاملے کے سبب سے اس شخص کا
مرتبہ اور اعتبار لوگوں کے دلوں میں بڑھتا تھا اور اس جن کی بھی بزرگی اور عزت لوگوں کے
دلوں میں جم جاتی تھی اس سبب سے ان جنوں اور کاہنوں کی طرف لوگ رجوع کرتے تھے اور نذر
نیاز چڑھاتے تھے اور ان کاہنوں کا حق جو مقرر کرتے تھے اسکو ادا کرنا ضروری جانتے تھے

اور یہ معاملہ اُن لوگون مین بہت جاری تھا جیسا کہ اس زمانے مین بھی اس قسم کے معاملات اُن شخصون سے جو اپنے اوپر
جن یا پری کے آنے کے دعوی کرتے ہین لوگ کیا کرتے ہین اور جن اور پریون کو غیب دان جانتے ہین اور
انکی نذر نیاز اپنے اوپر واجب سمجھتے ہین اور عرب کے جاہل لوگ ایسا جانتے تھے کہ جیسی عبارت جن بنا سکتے ہین
ویسی عبارت آدمی ہرگز نہین بنا سکتے ہین سوا اُنکے گمان اس بات کا تھا کہ یہ کلام یعنی قرآن شریف
آدمی نہین بنا سکتے تو شاید کسی جن کا کلام ہو جو پیغمبر کو سکھلایا جاتا ہو اور جب اس سورۃ مین یہ مضمون سنا
کہ اس کلام کو سنکر جن بھی دنگ ہو گئے اور اپنی عاجزی کا اقرار کیا اور کہنے لگے کہ یہ کلام ہرگز مخلوق کا
نہین ہے بلکہ یہ کلام خالق کا ہے تو یہ شبہہ بھی بالکل جاتا رہا اور وہی ایک بات باقی رہی یعنی قرآن حق تعالی کا
کلام ہے کسی دوسرے کا نہین ہے اور اگر کسی کے دل مین یہ شبہہ گذرے کہ یہ جنون کا اپنی عاجزی کا اقرار کرنا
یعنی یہ کہنا کہ یہ کلام حق تعالی کا ہے کسی مخلوق کا نہین ہے یہ بھی تو اسی قرآن سے ثابت ہوا ہے
جنون کی زبان سے کسنے سنا کہ جنون نے اپنی عاجزی کا اقرار کیا تا کہ اس کلام کا اعجاز ثابت ہووے
اور حق تعالی کا کلام ہونا سب کو یقین ہو جاوے سو یہان اثبات الشی بنفسہ لازم ہوتا ہے یعنی ایک
چیز کے وجود کو ثابت کرنا اُس چیز کی ذات ثابت کرنے سے اور اسکا جواب یہ ہے کہ یہان اثبات
الشی بنفسہ لازم نہین ہوتا بلکہ یہ اثبات الشی علی فرض نقیضہ کے طور پر ہے یعنی اگر اس چیز کی نقیض
کو ہم فرض کر لین یعنی مان لین تو بھی یہ چیز ثابت ہو جاتی ہے اور دعوی اور مطلب کے ثابت کرنے مین
کوئی دلیل اس سے مضبوط اور قوی نہین ہے اور یہان اس مطلب کو یون بوجھا چاہیے کہ قرآن
کے منکرون سے ہم پوچھتے ہین کہ جس سورۃ مین کلام الٰہی ہونے کا اور اپنی عاجزی کا اقرار
جنون کی زبان سے نقل کیا گیا ہے وہ سورۃ کلام الٰہی ہے یا جنون کا کلام ہے اب اگر تم کہو گے
کہ جنون کا کلام ہے تو ہمارا مطلب ثابت ہوا یعنی جنون نے اپنی عاجزی کا اقرار کیا اور اسکو
کلام الٰہی کہا اور اگر تم کہو گے کہ یہ کلام الٰہی ہے تو بھی ہمارا مطلب ثابت ہوا کہ یہی ہمارا بھی
مطلب ہے اور جب کلام ہونا صادق ہوا تو کچھ اسمین جنون کا احوال مذکور ہے وہ بھی سب ثابت
ہوا اور اس بات کا شبہہ کہ باقی قرآن بھی جن کا کلام ہو اور یہ سورۃ آدمی کا کلام ہو سو یہ

شبہہ پہلے سے باطل ہوچکا ہو اسواسطے کہ آدمی اس سورۃ کے مقابلے مین کلام لانہین سکتے پس ان ہی دونون احتمالون مین سے یعنی یہ سورۃ جن کا کلام ہو یا خدا کا ایک احتمال کا معین ہونا ضرور ہوا اور ان دونون احتمالون مین سے جو ثابت ہوگا تو اپنا مطلب ثابت ہے اور دوسری جا اس قرآن کے ثبوت کی جنون کی طرف سے یہ ہو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے جنات آسمان پر جاتے تھے اور جو فرشتے دنیا کے کامون کی تدبیر پر مقرر ہین انکی مجلسون اور محفلون مین سے وہ باتین جو دنیا مین ہونیوالی ہین چوری اور جاسوسی کے طور پر سن آتے لوگون سے کہتے تھے تاکہ وہ لوگ انکی غیب دانی کے معتقد ہوویں اور انکی پرستش کرین اور کاہنون کو جو ان جنون کے خادم اور پجاری ہین نذر اور نیاز لاکر دیں اور روز بروز ان کاہنون کی شیخی اور بزرگی انکے نزدیک بڑھتی جاوے سو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہوئے تب یہ کارخانہ درہم برہم ہوگیا اور آسمان پر جانے سے جنون کو ممانعت ہوگئی اور فرشتے نگہبانی کو مقرر ہوئے تاکہ آسمان پر جنون کو آنے نہ دیویں اور اگر وہ آنے کا ارادہ کرین تو آگ کے انگاروں سے ماریں اور اس قسم کی احتیاط اور نگہبانی سے مطلب یہ تھا کہ جب قرآن نازل ہوگا اور زمین والے اگر انکار کرینگے تو انسے اس قرآن شریف کا مقابلہ طلب کیا یعنی اگر تم اسا کلام الہی نہین جانتے ہو تو تم بھی ایسا کلام بنالاؤ اور جب زمین والون سے اسکے مقابلے مین کلام نہ آسکیگا تو انکو کلام الہی ہونا قرآن کا یقین ہوجائیگا اور اگر جنات آسمان پر آتے جاتے رہینگے تو ہوسکتا ہو کہ بیت العزت کے فرشتون کی زبان سے کسی آیت قرآن کو سنکے کچھ ملا جلا کر بھی ہو پنچا دیں اور بیت العزت اس مکان کو کہتے ہین جو دنیا کے آسمان پر قرآن شریف نازل ہونے کا محل ہو اور وہ کاہن پیغمبر کے مقابلے مین وہ آیت پڑھے تو جاہلون کے ذہنون مین شبہہ پڑجاویگا کہ قرآن شریف کے برابر عبارت آدمی بھی بنا سکتا ہو تو قرآن کا کلام الہی ہونا بالیقین ثابت نہوگا اور یہ بھی تھا کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت عام تھی جس طرح آپ آدمیون کے نبی تھے اسیطرح جنون کے بھی نبی تھے اور منکر جنون سے بھی قرآن کے مقابلے مین عبارت کا طلب کرنا منظور تھا تاکہ وہ بھی عاجز ہوکے کلام الہی ہونے اس قرآن کا اقرار کرین اور اگر آسمان پر انکا آنا جانا بند نہوتا تو وہ

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح آدمیون کے نبی تھے اسیطرح جنون کے بھی نبی تھے

بعضی آیتیں فرشتون کی زبان سے چوری کے طور پر سُن کے مقابلے مین موجود ہوتے اور عجز انکا ثابت نہوتا اس سبب سے تدبیر الٰہی اس امر کو مقتضی ہوئی کہ زمان فیض نشان نبوت مین عین زمانہ قرآن کے نازل ہونے کا ہو اور وہ تکیتین برس تک ہایہ کارخانہ بالکل موقوف کردیا چاہیے چنانچہ عرب کے سب کاہن آپ کے نبی ہونے کے وقت سے معطل و بیکار ہوگئے تھے اور گلہ شکوہ کیا کرتے تھے کہ اب جن ہمارے پاس کوئی خبر نہین لاتے ہین اور جنات بھی حیرت مین تھے کہ حق تعالیٰ کو کیا الٹ پلٹ منظور ہی جو ہم لوگ آسمان پر جانے نہین پاتے اور جلنے کا ارادہ جو کرتے ہین تو مار پڑتی ہی جب اس قرآن مجید کو سُنا تب انکو یقین ہوا کہ یہ سب ممانعت اور حفاظت اس کلام کے واسطے تھی کہ اسکا مقابلہ کوئی نہ کرسکے اور قرآن کی حقیقت پر اس طرح سے دلیل لانا پہلے امارات اور قرائن کی اعانت سے ہی اور یہی طور عرف مین رائج ہی اور اس دلیل کو نشمندی کے قاعدون کے طور پر اس وضع سے لکھ سکتے ہین کہ جنون کی ممانعت آسمانی کلام کے سن آنے سے اگر فرشتون کے کلام کی محافظت کے واسطے ہوتی تو قرآن شریف کے نازل ہونے کے پہلے بھی ہوتی پس معلوم ہوا کہ یہ ممانعت نہ تھی مگر قرآن شریف کی محافظت کے واسطے تاکہ اسکا مقابلہ کسی صورت سے نہوسکے بسبب دلیل دوران کے پس یہ کلام محفوظ ہوا معارضے سے اور جو کلام معارضے سے محفوظ ہی وہ کلام معجز ہی اور کلام معجز نہین ہوتا ہی مگر فعل الٰہی سے جو صادق کے ہاتھ پر پیدا ہوتا ہی پس یہ کلام بھی کلام الٰہی ہوا جو ڈالا گیا ہی صادق پر یعنی نبی علیہ السلام پر اور یہی معاملہ اور اس جگہ پر جاننا چاہیے کہ جاندارون کا پیدا کرنا بھی عالم مین حکمت کی راہ سے ضروری ہوا اسواسطے کہ اگر عالم مین جاندار نہون تو فعل اختیاری کا ظہور نہوسکے اور بدون اختیاری فعلون کے عالم کی رونق نہین ہے اور ارادے اور اختیار کا مظہر بھی ثابت نہوا اسیطرح سے شعور اور بوجھ بدون جاندار کے مظہر نہین رکھتا ہی تو علم کا وصف بے مظہر رہنا اور جاندار کا اختیاری فعل کا مصدر ہونا بدون خواہش اور نفرت کے متصور نتھا اسواسطے کہ یہ دونون صفتین بھی جاندار کو دینا ضرور ہوا اور بدون دریافت کرنے اچھائی اور برائی کسی چیز کے جسکی طرف جاندار رغبت کرے

یا اس سے نفرت کرے خواہش اور نفرت کا وجود متصور نہ تھا سو اسطے جزئی چیزون کا شعور اور دریافت
بھی پیدا کرنا جاندار مین ضروری ہوا اور جو جزئی چیزون کی سمجھ بوجھ پوری جیسی چاہیے تھوڑی
مدت مین ممکن نہ تھی سو اسطے شعور اور ادراک کلی جو سب چیز کو شامل ہو اور سب سے علاقہ رکھے اور ہزارون
چیزون کی اچھائی اور برائی اسکے سبب سے بوجھ لی جاوے جاندار کو دینا ضرور ہوا سو خواہش اور نفرت کے
واسطے قوت شہویہ اور غضبیہ کو پیدا کیا اور جزئی چیزون کی اچھائی اور برائی دریافت کرنیکے واسطے
وہم اور خیال کو مع اسکے آلات اور اسباب کے پیدا کیا یعنے مع حواس خمسہ پیدا کیا اور شعور اور ادراک
کلی کے واسطے روح کو آمادہ اور مستعد کیا اور عقل کی قوت اسکو بخشی سو ہر جاندار مین شہوت اور
غضب اور وہم اور خیال اور عقل کا پایا جانا ضرور ہوا لیکن جاندارون مین ان چیزونکی ترکیب اور کیفیت کی
نسبت سے چار قسم کے واقع ہوے ہین پہلی قسم وہ ہے کہ انکی عقلی قوت وہم اور خیال اور شہوت اور غضب پر
غالب ہے اور یہ چارون اسکے محکوم ہین یہانتک کہ ان چیزون کا حکم انکی قوت عقلی کے سامنے
بے حقیقت محض ہے کچھ بھی ان کا چل نہین سکتا جیسے مردے غسال کے ہاتھ مین ہر طرح سے
اسی کے مطیع اور فرمانبردار ہین سو اس قسم کو فرشتہ کہتے ہین اور روحانیات اور شرع شریف
کی اصطلاح مین ملائکہ اور ارواح اور ملکوت اور فارسی مین سروش اور ہندی مین دیوتا اسی قسم کا
نام ہے اور یہ قسم خطا اور گناہ سے معصوم اور پاک ہے اور کھانے پینے سونے عورت سے صحبت کرنے
اور دوسری اسی قسم کی چیزون کے محتاج نہین ہین اسواسطے کہ اختیاری فعلون کے صادر
ہونے کے واسطے انکو نوری جسم عنایت ہوا ہے جو نہ کٹے نہ ٹوٹے نہ گلے نہ سڑے سب جسمانی
صدمون سے بری ہے کسی طرح کا نقصان اس مین پایا نہین جاتا اور قوت عقلیہ کے غلبے
اور وہم اور خیال کے خادم ہونے کے سبب سے جس صورت پر چاہین اپنے تئین ظاہر کر سکتے
ہین اور ہر شکل کے متشکل ہو سکتے ہین اور چیز کی کیفیت دریافت کر سکتے ہین اور اس قسم مین
اشرف اور اعلی حاملۃ العرش ہین اسکے بعد گرد عرش معلی کے صف باندھکر کھڑے ہونے والے
اسکے بعد کرسی کے فرشتے بعد اسکے آسمانون کے فرشتے درجہ بدرجہ آسمانون کی ترتیب اسکے بعد

فرشتے بدلی کے کرہ کے اور نسیم کے کرہ کے اور بخار اور زمہریر کے جو شیطانون پر انگارے مارنے
اور پانی برسانے اور بدلی کو کھینچ لانے پر مقرر ہین رعد اور برق سے یعنی گرج اور چمک سے
بدلی کو کھینچ لاکے جمع کرتے ہین جسطرح جانور کو کوڑے سے مار کر جہان چاہتے ہین لیجاتے ہین
اسکے بعد وہ فرشتے جو پہاڑون اور دریاؤن پر مقرر ہین اسکے بعد وہ فرشتے جو عالم سفلی
مین یعنی دنیا کے کامون پر مقرر ہین یعنی انسانی اور حیوانی اور نباتی جسمون کے تصرفات
مین مشغول ہین اور دوسری قسم وہ جاندار ہین جنکی عقل اور شہوت اور غضب اور وہم اور خیال
غالب ہے اسقدر کہ ہر ایک اختیاری فعل مین عقل اور شہوت اور غضب انکے وہم اور خیال کے
تابع ہوتے ہین اور انکا جسم ناری اور ہوائی جزون کا خلاصہ ہے جسکو قرآن شریف مین کہین روح من نار
فرمایا ہے اور کہین من نار السموم فرمایا ہے اور ان کا یہ بدن آدمی کی ہوائی روح کا حکم رکھتا ہے جو نسل
مین پیدا ہوتی ہے آدمی کی ہوائی روح مین اور انکے بدنون مین اتنا فرق ہے کہ آدمی کی ہوائی
روح عناصر اربعہ کا خلاصہ ہے جو آدمی کی غذا مین کام آتی ہین اور اس قسم کا جسم فقط ناری اور
ہوائی جزون کا خلاصہ ہے اور انکا بدن نسیمی جو آدمی کی روح ہوائی کے مانند ہے اس قسم سے لطیف ہے کہ اس
اصلی بدن سے مختلط اور متحد ہوکے دودھ اور پانی کے طور سے ایک رنگ ہوجاتے ہین یہی سبب ہے کہ انکے
وہم اور خیال کی قوت انکے اس اصلی بدنون کو نسیمی بدن کے مانند متغیر الشکل اور متبدل الصورت کردیتی ہے
جس طرح آدمی کا نسیمی جسم خوف اور گھبراہٹ مین اور سرور اور خوشی کی حالت مین متغیر ہوتا ہے البتہ
البتہ یہ قسم کبھی اپنے اسی بدن پر اکتفا کرتی ہے اور اسی سے تصرف کرتی ہے اور تنگ جگہ مین آتی ہے
اور نکل جاتی ہے جیسے آدمی کے مسام اور کبھی وہم اور خیال کی قوت سے اور جسم کثیف اور ثقیل اپنے
واسطے ترتیب دیکے مختلفہ شکلون سے جو اچھائی اور برائی کی راہ سے معانی مین بھی متفاوت ہوتی ہین
انسیت اور رہولناکی سے ظہور کرتی ہے یہی سبب ہے کہ اس قسم کا جسم اکثر دیکھنے مین نہین آتا جیسے ہوا
اور آگ اور شعاع اور باوجود ان وصفون کے یعنی ایسی لطافت کے وہم اور خیال کی قوت سے بہت
سخت اور بھاری کام بھی انسے ہوسکتے ہین جسطرح سے ہوا کا باوجود لطافت جسم کے بھاری درخت کو جڑ سے اکھاڑ کر

پھینکدیتی ہی اور اس قسم کے واسطے کھانا پینا عورت سے صحبت کرنا سب ثابت ہے ہندی میں دیو یا کی لفظ
انکو بھی شامل ہی لیکن انہیں سے جو برائی اور خلق اللہ کی ایذا رسانی پر قصداً مستعد ہیں انکو دیو زیت اور دیت
بھی کہتے ہیں اور فارسی زبان میں اس قسم کے شریر اور بروں کو دیو کہتے ہیں اور اچھوں کو پری کہتے ہیں اور
عرب کے لغت میں اس قسم کے شریروں کو شیطان اور جن میں جنکی شرارت نہیں ہی انکو جن کہتے ہیں
اور حدیث شریف کے مضمون سے معلوم ہوتا ہی کہ اس قسم کی شکلوں میں اختلاف بہت ہے یعنے انکی ایک طرح
کی شکل نہیں ہی بعضوں کے انمیں سے پر ہوتے ہیں اور وہ تیز ہوا کی طرح ہوا میں اڑتے ہیں اور بعضے انمیں سے
آدمیوں کی صورت ہوتے ہیں اور گھر بار بھی رکھتے ہیں اور اسطرح کوچ مقام بھی کیا کرتے ہیں لیکن انکے
گھر اور ٹھہراؤ کی جگہ اکثر ویرانہ اور جنگل اور پہاڑ ہوتے ہیں اور یہ انکی صورتوں کا مختلف ہونا
انکی رغبت کے سبب سے ہی یعنی جسطرف انکی رغبت زیادہ ہوئی اسی شکل خاص پر اپنے تئیں ظاہر
کیا نہیں تو اصل انکی وہی ناری اور ہوائی جزوں سے مرکب پائی ہی اور یہ قسم گویا کہ عالم
ملائکہ اور عالم حیوانات کے درمیان میں برزخ کے طور پر ہی جسطرح عقل اور طبیعت کے درمیان میں
وہم اور خیال برزخ ہی یہی سبب ہے کہ دونوں طرف کے حکم ان میں پائے جاتے ہیں چنانچہ جس شکل پر
چاہنا ہو جانا اور کلی تدبیروں پر واقف ہونا اور باریک امروں کی اچھائی اور برائی کو
سمجھنا یہ سب چیزیں عالم ملائکہ کی آن میں پائی جاتی ہیں اور یہ وجہ ہی کہ تکلیف کا قلم بھی ان پر
جاری ہی یعنی مکلف بھی ہیں اور کھانا پینا اور عورت سے صحبت کرنا اور بعد دوسرے حیوانوں کے
خاصے ہیں یہ سب چیزیں حیوانوں کی سی ان میں پائی جاتی ہیں اور غضب اور شہوت کے وقت
نفس کی فرمانبرداری کرتے ہیں حیوانوں کے مانند ہیں اور حیوانوں میں اتنا فرق ہی کہ
حیوانوں نے اپنی عقل اور وہم اور خیال کو شہوت اور غضب کا مغلوب کر رکھا ہی اور انمنے
اپنی عقل اور شہوت اور غضب کی وہم اور خیال کا مغلوب بنا رکھا ہی اور تیسری قسم وہ جاندار ہیں جنکی
عقل اور وہم اور خیال پر انکی شہوت اور غضب غالب ہیں یہانتک شہوت اور غضب کا غلبہ ہے کہ عقل تو گویا پائی
نہیں جاتی اور وہم اور خیال انکی شہوت اور غضب کے فرمانبردار ہیں یہ قسم کا نام حیوان ہے انکی دو قسمیں ہیں

جنکی شہوت انکے غضب پر غالب ہے انکو بہیمہ کہتے ہین اور جنکا غضب انکی شہوت پر غالب ہے انکو سباع کہتے ہین
جیسے پھاڑ نیولے جانور سو سبع اور بہائم جسطرح چرندون مین ہوتے ہین اسطرح پرندون مین اور
حشرات مین بھی ہوتے ہین چنانچہ بعد تامل اور غور کرنے کے یہ بات معلوم ہوتی ہے جیسے مکھی یہ حشرات
مین بہیمہ ہے اور مکڑی سباع ہے اور اسطرح دوسرون کو بھی قیاس کر لینا چاہیے اور یہ تینون قسمین جاندارون
کی جو مذکور ہو چکی ہین سبع ذی روح کی وسائط ہین سو واسطے کہ پہلی روحون کا تعلق ان ہی تینون قسمون کے
بدنون کے ساتھ ظاہر ہوا پھر ان مین حق تعالی نے پہلی قسم کو جو فرشتے ہین آسمان پر رہنے کے واسطے
مقرر فرمایا اور جو یہ قسم خطا اور نافرمانی سے پاک تھی سو واسطے عالم کے انتظام کے کام اور سب کی راستگی کی
تدبیرین انکو سپرد ہوئین اور دوسری قسم کو یعنی جنات کو اختیاری فعلون کے صادر ہونے کے واسطے لیکن جو جنی
ہین زمین پر رہنے کا حکم ہوا اور نباتات یعنی اگنے والی اور بڑھنے والی چیزین جیسے درخت اور
گھانس اور معادن یعنی زمین سے خود بخود پیدا ہونیوالی چیزین جیسے چاندی سونا لوہا پتھر وغیرہ اور حیوانات
چرند ہون یا پرند ان سب مین تصرف کرنے اور اپنے کام مین لگانے کے واسطے انکو حکم ہوا یعنے
جنات کو یہ حکم ہوا کہ ان چیزون کو جسطرح چاہو اپنے کام مین لگاؤ سو واسطے کہ جنات کی روحین
صفائی اور لطافت مین ملائکہ کے رتبے سے کم تھین اور غلاظت اور کثافت مین سباع اور بہائم
کے رتبے سے اعلی تھین اسواسطے انکے بدنون کو بھی عناصر کے جزمون مین سے جو لطیف جزم تھے انسے
بنایا یعنی ناری اور ہوائی کے خلاصے سے بنایا تاکہ علمون کے حاصل کرنے اور بوجھنے مین اور حرکات کی
سرعت مین درمیان کا مرتبہ انکو حاصل ہو یعنی فرشتے اور جانورون کے درمیان کا مرتبہ انکو حاصل
ہوے اور جو اس قسم کی روحین اور جسم آدمی کو طبیعت کے ملائکہ کی روحون اور بدنون کے قریب ہین
تاکہ اس قسم کو ممکن ہو کہ عالم ملکوت سے یعنی فرشتون سے بعضی غیب کی چیزین معلوم کر لین اور انکی
مجلسون اور محفلون مین آسمان پر حاضر ہو سکین اور تیسری قسم کو یعنی حیوانون کو فقط انکی خدمت
اور انکی خواہش کی پیروی اور نفرت کے واسطے پیدا کیا ہے پھر ان تینون قسمون کی پیدایش
کے بعد حق تعالی نے چوتھی قسم کو یعنی انسان کو خلعت وجود کا عنایت فرمایا اور یہ قسم ان تینون

قسمون سے گویا مرکب ہوکر معجون کے طور پر ظاہر ہوئی ہو اور عقل اور وہم اور خیال اور شہوت اور غضب اس قسم کا
ہر ایک اعتدال کے قریب ہے اس سبب سے زمین کی سلطنت اسکو سپرد ہوئی اور خلعت خلافت کا اسکو
عنایت ہوا اور غیب کے علم اسکے حوصلے کے موافق ملائکہ کے وسیلے سے خاص اسی قسم پر نازل فرمایا
اور تمام حیوانات کو اور سب اگنے والی اور زمین کے اندر پیدا ہونیوالی چیزونکو اسکا تابعدار اور فرمانبردار
کردیا تاکہ خلافت کبریٰ کے امور اکو اچھی طور سے سرانجام کریں اور جو چیز بسائط ذوی الارواح سے
یعنی پہلی تینون قسمون سے متوقع نہ تھی یعنی نہوسکی وہ اس ظاہر ہوئی ایکلئے پوشیدہ یعنی جنات کی خلقت
کی تقدیم کا بھید انسان کی خلقت پر واضح ہوگیا کہ جو بات منظور تھی جب اس قسم سے نہوسکی تب
انسان کو پیدا کیا اور جنات کا شریک ہونا انسان کے ساتھ امانت الٰہی اٹھانے کی تکلیف مین بھی ظاہر ہوگیا
یعنی امانت کے اٹھانے مین یہ دونون شریک ہین لیکن جو عالم جنات کا گویا سطح سفلانی عالم ملائکہ کی
ہو اس سبب سے انسان کے کمال کی راہ اس عالم جنات نے خراب کردی اور عالم بالا پر انسان
کی ترقی کو روکا ہو حتی المقدور چڑھنے نہین دیتا اور اکثر بنی آدم کو اسی سطح سفلانی مین گرفتار
کرکے خراب کرڈالتا ہو یہانتک نوبت پہونچی کہ انسان کی ہمتین اور اسکی دریافت کی قوتین بھی
اسی سطح سفلانی مین منحصر ہوگئین اس سطح کو پھاڑکر اوپر چڑھنے کی طاقت اور حوصلہ نہ رہا سو بعضے
بنی آدم نے اس سطح کے عمدہ شخصونکو اپنا معبود ٹھہرالیا اور بعضون نے اپنی حاجتون مین ان ہی سے
مدد مانگنا شروع کیا اور بعضون نے غیب کا علم ان مین ثابت کرکے آگے ہونیوالی چیزون کا احوال انسے
دریافت کرنا شروع کیا اور شرک پیدا ہوا یہانتک کہ بعضے بنی آدم کے جاہلون نے اس اس
قسم کے وجود کو بلاواسطہ حضرت رب العزت سے سمجھکر اس ذات پاک کی لڑکیان انکو قرار دیا ہے
نعوذ باللہ من ذلک اور ہندوون کے اور عرب کے مشرکون کے اور دوسرے کافرون کے
مذہبون اور رسمون مین اگر خوب غور اور تامل کرکے دیکھا جاوے تو صاف معلوم ہوجاوے
کہ ان لوگون کا علم اور دریافت اور ہمت سوا اس سفلانی سطح کے زیادہ نہین ہے بلکہ جاہل مسلمان
بھی اس بلا مین گرفتار ہین اور اس عالم کے بعضے شخصون کا پیر نام رکھا ہو اور اکثر غیب کی

فائدہ ۔ یہ سطح سفلانی یعنی جہت کے نیچے کا ہے

بات انسے پوچھا کرتے ہین یعنی یون پوچھتے ہین کہ اب آگے ہمارے دن کیسے ہین اچھے یا برے اور ہر کام مین ان ہی سے مدد چاہتے ہین مثلاً روزی کی گشادگی اور اولاد اور دوسری اسیطرح کی چیزین انسے طلب کرتے ہین اور بعضون کا نام پریان رکھا ہی جیسے بنر پری اور لال پری اور بعضونکو پیر ٹھہرایا ہی اور اسی پر دوسرون کو قیاس کر لینا چاہیے اللہ تعالی سب مسلمانون کو اس آفت سے بچاوے اور توحید کامل نصیب کرے سو جب ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ قریب ہوا تو پہلے اس سطح کو جو عالم غیب کی راہ کو مانع تھی توڑ ڈالنا اور دور کر دینا ضرور ہوا کہ انسان کی ارواح کی ترقی کی راہ کھلی ہو جاوے اسیواسطے فرشتونکو حکم الٰہی صادر ہوا کہ اگر جنات آسمان پر آنیکا ارادہ کرین تو انکو آگ کے انگارون سے مارو اور اوپر آنے نہ دو تاکہ آسمانی احوال پر مطلع نہ ہون اس سبب سے ابلیس اور اسکے تابعدارونکو گمراہی اور گمراہ کر دینے کا عہدہ اٹھائے ہوئے ہین بلکہ انکی طبیعت برائی ہی کو چاہتی ہی نہایت ذلت اور رسوائی حاصل ہوئی اور جتنے انکے مکر اور فریب تھے جیسے کبھی کاہنون کو کوئی بات غیب کی بتلاکے اپنی غیب دانی ثابت کرتے تھے اور کبھی شاعرون کی فکر مین دخل دیکے کوئی مضمون عجیب باریک تراش کا اپنی تعریف سنتے تھے اور کبھی ہوا ہو کر جنون کے جسمون مین در آکر عجیب اور غریب آواز مین کیا کرتے تھے سو اس ممانعت سے انکی ہر گیون مین خلل پڑ گیا اور انکی شیخیان جاتی رہین اور بالکل یہ کارخانہ بیکار ہو گیا اور ان ہی عجائبات سے ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہے سو اسکو بھی جنون کی زبان سے ثابت کرتے ہین اسواسطے کہ ایسے کامون پر جن بہت واقف اور خبردار ہین اور انکی دریافت زیادہ ہے سو اس سبب سے گویا یہ سورۃ سورۃ جن ہی اسواسطے کہ ان ہی کے کلام کی تفصیل اس سورۃ مین بیان ہی جیسے ایمان کی اچھائی اور کفر کی برائی اور شرک کا رد اور توحید کا اثبات اور شیطان کے مکرون کا رفع اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی حقیقت کا اثبات یہ سب امور جنون کی زبان سے بالتفصیل اس سورۃ مین بیان کی گئی ہین اور اس سورۃ کے نازل ہونے کا سبب یہ ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نبی ہونے کے بعد مکۂ معظمہ مین دس برس تک طرح طرح سے کافرونکو سمجھاتے رہے اور اللہ تعالی کی توحید
کی طرف بلاتے رہے پھر جب دیکھا کہ یہ لوگ بالکل ہماری بات کو نہین سنتے اور ہماری نصیحت کو قبول نہین کرتے
آخر کو انکے ایمان سے مایوس ہوکر آپ نے چاہا کہ اب انکو چھوڑ دیے اور بیگانون کو اور غیرونکو نصیحت کیجیے شاید
وہ راہ پر آوین اس ارادے سے پہلے آپ طائف کیطرف تشریف لیگئے اور وہان ایک علاقہ بھی تھا یعنے
ایک عورت قریش کے قبیلے کی جو بنی جمح کے بطن سے تھی طائف کے کسی سردار کے نکاح مین تھی اور طائف
مین سب تین سردار تھے ایک عبد یالیل اور دوسرا مسعود اور تیسرا حبیب لیکن تینون سردار آپ کے ساتھ
بدسلوکی اور برائی سے پیش آئے یہانتک کہ اپنے شہر سے نکالدیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوق عکاظ
کیطرف اسی نیت سے تشریف لے گئے کہ شاید یہ لوگ ہماری بات سُنین اور یہ سوق عکاظ ایک بازار کا
نام ہے بیٹھکے طور پر تھی سال مین ایک مرتبہ بیسوین شوال سے دسوین ذیقعدہ تک وہان مجمع رہتا
تھا اطراف وجوانب کے لوگ بیع اور شراکے واسطے وہان جمع ہوتے تھے سو اس طرف جانے مین ایکدن
راہ مین آپنے نخلہ مین مقام کیا تھا اور صبح کو آپ صحابہؓ کے ساتھ فجر کی نماز مین مشغول تھے اور قرأت جہر
سے آپ پڑھ رہے تھے اسوقت نو جن اس طرف آگئے اور وہ جو نینوا الشیصا کے فرقے سے تھے جو
جنون کے قبیلے مین بہت عمدہ قبیلہ ہے اور شہر نصیبین کے رہنے والے تھے اور اس طرف اُنکے آنیکی
وجہ یہ ہوئی تھی کہ جب آسمان پر جانے سے جن منع کیے گئے اور جب ارادہ اوپر جانے کا کرتے تو آگ
کے انگارے اُن پر پڑتے تب سب جنون نے آپسمین مشورہ کیا کہ اسکا سبب کیا ہے جو ہمکو آسمان پر
چڑھنے کی ممانعت ہوئی اور وہانکی خبر سے ہمکو روکا ہے پھر آپسمین ایسی صلاح ٹھہرائی کہ تمام دنیا مین
مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک پھر کر خبر لو اور دیکھو کہ کونسی نئی چیز زمین پر ظاہر ہوئی
ہے جسکے سبب سے ہم لوگونکے واسطے اس طور کی ممانعت ہوئی ہے اس مدبیر سے اگر کچھ معلوم ہو جاوے
اور اسکا تدارک ہم سے ہوسکے تو اسکے دفع کرنیکا کچھ علاج کرین سو اس چیز کی تلاش مین یہ نو شخص ادھر
تہامہ کی طرف آنکلے تھے اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے قرآن شریف
اور فرقان شریف کو سُنا اور اسکی تاثیر اُنھون کے دلون پر پڑی اور اسکے سُنتے ہی ان لوگونکو یقین ہوگیا کہ

یہ کلام اللہ تعالیٰ کیطرف سے اترا ہو اور یہی ہماری ممانعت کا سبب ہے تاکہ کوئی ہم مین سے اسکو چوری سے
آسمان سے سنکر کسی دوسرے کو نہ پہونچاوے پھر جب تمام قرأت آپکی زبان مبارک سے سُن لی تب اپنی
قوم کیطرف گئے اور انکو اس خبر سے آگاہ کیا اور اس جماعت مین جنھون نے قرآن شریف سُنا دو سردار
تھے ایک کا نام زوبعہ اور دوسرے کا نام عمرو تھا ان دونون کا قصّہ تاریخ کی کتابون مین تفصیل سے مذکور
ہے بعد اسکے اُنکے سمجھانے سے نو سے سردار جنون کے نصیبین اور نینوا کے رہنے والون سے اپنے لشکر اور
تابعدارون کو لیکر قرآن کو سُننے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال اکمال اور آپکی صحبت سے مشرف
ہونے کا ارادہ کیا جب قریب پہونچے تب زوبعہ نے آگے جاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ بہت سے
جن آپکے جمال مبارک کے دیکھنے کو اور قرآن شریف کے سُننے کو آتے ہین جس مکان مین جسوقت حکم ہو وے
حاضر ہو ون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کے وقت شعب الحجون کے نواح اور میدان مین
جمع ہو ون اسواسطے کہ دن کو اگر ملاقات ہوگی تو شہر کے لوگونکو دہشت اور خوف حاصل ہوگا اور
شعب الحجون ایک پہاڑ کے درے کا نام ہی بڑا میدان ہی مکہ معظمہ کے قریب پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز
عشا سے فراغت کرکے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اپنے ہمراہ لیکے اُس طرف کو تشریف فرما ہوے جنون کا
ہجوم بہت دیکھا اور سب کو مشتاق پایا عبد اللہ بن مسعودؓ کو درے کے باہر چھوڑا اور ایک خط اپنے دست مبارک
سے اُنکے گرد کھینچ کے فرمایا کہ جب تک ہم نہ آوین اس خط کے باہر قدم نہ رکھنا کہ مبادا کچھ تمکو جنون سے
اذیت پہونچے اور آپنے وہان تشریف فرما ہوکے اپنے دیدار سے اِن سب کو مشرف کیا عبد اللہ ابن مسعود
رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ مین دور سے دیکھتا تھا اُنمین سے بعضے گدھے کی شکل کے تھے اور بعضے زط یعنی جٹ
کی شکل اور طور پر اور یہ ایک فرقہ ہی بصرے کے متصل رہتا ہی ننگے سر اور ننگے پانون رہتے ہین اور سفید کپڑے سے ستر عورت
کو ڈھانکتے ہین اور رنگ اُنکے بدن کا سیاہ ہوتا ہی اور اُنکے سر اور ڈاڑھی کے بال دوہرے ہوتے ہین سُرخی
مائل اور بعضے دوسری شکل کے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ہجوم کیا اور آپکی صحبت بابرکت
سے مشرف ہوئے صبح تک آپ اُنکی تعلیم و تلقین مین مشغول رہے پھر اُنھون نے عرض کی کہ تبرک کے طور پر
کچھ ہمکو عنایت فرمایئے آپنے فرمایا کہ مین ایسا توشہ تمکو دیتا ہون جو قیامت تک تمھاری قوم کو نسلاً بعد نسل اور

بطناً بعد بطن کام آوے اور وہ یہ ہے کہ جہان کہین ہڈی خالی یا اوٹ یا بکری کی مینگنی یا گائے بھینس
کا گوبر پڑا ہوا پاوے اسکو اپنے تصرف مین لاوے حق تعالیٰ جلّ شانہ میری دعا سے تمکو اسمین ایسا رزق
اور ایسی لذت عنایت فرماویگا جو تمھارے اگلے کھانے پینے سے بڑھکر ہوگی اور بعضی روایتون مین
آیا ہے کہ کوئلے کو بھی آپنے انکو عنایت فرمایا پھر جنون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ان چیزون کو آدمی گندا کرڈالتے ہین اور نجاست سے خراب کردیتے ہین آپ نے فرمایا کہ ہم
آدمیونکو منع کردینگے کہ ان چیزونکو نجاست سے آلودہ نہ کیا کرین چنانچہ اسی وقت سے ہڈی
اور خشک گوبر اور مینگنی سے استنجا کرنا منع ہوا اور ان دنون مین جنات کے آپس مین ایک
خون ہوگیا تھا اسکے فیصلے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم کیا آپ نے جو حق بات تھی
سو کہدی پھر وہ سب اس پر راضی ہوئے اور جتنے تھے رخصت ہوکر روانہ ہوئے اور آپ مکانہ
کو تشریف فرما ہوئے اور دوسری مرتبہ بہت سے جن حرا پہاڑ پر جسکو اب جبل نور کہتے ہین جمع ہوئے
اور وہ جزیرون کے باشندے تھے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک جن کو فجر کرنے
بھیجا اس شب کو آپ تنہا تشریف فرما ہوئے تھے اور تمام شب انکی تعلیم اور تلقین مین رہے چنانچہ
صبح کے وقت صحابہ کو آنکی آگ اور مینگنیان اور دوسری چیزین جو وہ چھوڑ گئے تھے آپنے
بتائی تھین اور یہ صحیح مسلم مین مذکور ہے حاصل کلام کا یہ ہے کہ جنون کا آپ کی خدمت مین
حاضر ہونا اور دین کی باتون کی تحقیق کرنا کئی مرتبے ثابت ہے عبداللہ ابن مسعود رضی
کوفے مین رہتے تھے وہان کی قوم کو جب دیکھتے تھے تب خوف کھاتے تھے اور پوچھتے تھے کہ کیا یہ جن ہین
لوگون کو تعجب ہوتا تھا اور کہتے تھے کہ یہ جن نہین ہین یہ تو آدمی ہین تب عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ
عنہ کہتے تھے کہ مین نے چسوقت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی مین جنون کو اس شکل اور
صورت کا دیکھا ہے اسوقت سے جب یہ مجکو نظر پڑتے ہین مجکو ان ہی لوگون کا گمان ہوتا ہے کہ شاید
یہ جن ہون اور یہ حدیث صحیح مین آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ رحمن کو جب
جنون پر پڑھا تھا تو جنون نے اس سورۃ کو نہایت مؤدب ہوکے سنا تھا اور جب یہ آیت پڑھتے تھے کہ

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ یعنے پھر کس کس نعمتونکو اپنے پروردگار کی جھٹلاؤ گے تم دونون
اے آدمیون اور جنو تو اسکے جواب مین وہ سب پکار کر کہتے تھے کہ ہم کسی تیری نعمت کی اے پروردگار
ہم منکر نہین کرتے سو حق تعالی جل شانہ اس سورۃ کا مضمون کافرونکو سناتا ہے کہ کچھ بھی انکو عبرت
اور نصیحت ہووے اور اس بات کو خوب طرح سوچین کہ جنات کی خلقت آدمیون اور فرشتون کی
سے بہت بعید اور دور ہے یہ ہرگز نہین چاہیے کہ کسی کے تابعدار رہو دین لیکن باوجود اسکے انکا تو
یہ حال ہے کہ سنتے ہی قرآن کے اس پر ایمان لائے اور پیغمبر کے فرمانبردار ہو گئے اور دل اور جان
سے اسکی تابعداری قبول کی تم لوگ تو ہمجنس ہو تم کو تو چاہیے تھا کہ اپنے سر کو قدم بقدم دین اسلام
مین داخل ہوتے اور رسول کی فرمانبرداری کو خوشی ہوکر دل اور جان سے قبول کرتے باقی رہے
یہان پر دو سوال جنکا جواب دینا ضرور ہے پہلا سوال یہ ہے کہ اس سورۃ مین پہلے لفظ اوحی ذکر
کا وقوع ہوا ہے اور یہ جملہ حکایہ ہے اسکے واسطے محکی عنہ ضرور چاہیے اور اگر اسی سورۃ کو محکی عنہ ٹھہراوین
تو وہی مغالطہ جو منطقیون مین جذر اصم کرکے مشہور ہے یعنے مشکل مشہور ہے پیش ہوتا ہے اور متحد ہونا
حکایت اور محکی عنہ کا لازم ہوتا ہے تو چاہیے کہ اس سورۃ کے مضمون کی خبر اس سورۃ کے نازل ہونے
کے پہلے وحی مین آئی ہووے اور یہ بات واقع کے خلاف ہے سو جواب اس سوال کا یہ ہے کہ سورۃ کے
نازل ہونیکے پہلے پانچ آیتین جو سورۃ احقاف مین ہین اور اس قصہ کی اصل ہین وحی ہو چکی
تھین اور وہ آیتین یہ ہین وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَیْکَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ
اور چار آیتین اسکے بعد کی اور بھی ہو سکتا ہے پہلے اس سورۃ کا مضمون جبرائیل کے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر القا کر دیا ہو اسکے اس سورۃ کو اس عبارت سے نازل کرکے
حکم فرمایا ہو کہ اس وحی کے مضمون کو اور اس عبارت کو کافرونکے سامنے بیان کرو تاکہ سنکر قرآن کی
حقیت اور تمھاری نبوت پر دلیل پکڑین اور انکار کرکے جھوٹے بنین دوسرا سوال یہ ہے کہ جنون کے قول سے
پہلے بارہ باتین اس سورۃ مین بیان فرمائی ہین سو پہلے کلام مین حرف ان کا ہمزہ کے زیر سے آیا ہے یعنے دون
فرمایا ہے اِنَّا سَمِعْنَا اور دوسرے بارہ کلامون مین اَنَّ کا ہمزہ مفتوح ہے یعنے زبر ہے اور قول کے مقولہ مین

اَنَّ مفتوح نہین آتا ہی بلکہ اِنَّ مکسور آتا ہی سو اسمین عربیت کے قاعدے کا خلاف لازم آتا ہی
اسکا جواب یہ ہی کہ پہلا کلام یعنی اِنا سمعنا یہ صریح جس کا مقولہ ہی اسمین ہمزہ کا مکسور لانا ضروری ہی سو موجود ہی
اور باقی بارہ کلمون مین ضرر نہین ہی اسواسطے کہ وہ فاصلے کے سبب سے صریح مقولہ نہین ہی بلکہ وہان اذکرو
یا اخبر کی لفظ مضمر ہی اور اُن سب کا عطف قالوا پر ہی اور انکے ہمزہ کو بمعنی قول کے فتحہ لازم ہی اور اسکے
بعد جو بارہ کلمے ہین جیسے وَاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰہِ اور اسکے سوائے یہ سب جنون کے
قول مین داخل نہین ہین بلکہ یہ وحی مین داخل ہین اور انّہ استمع پر معطوف ہین واللہ اعلم بالصواب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ کہہ تو اے پیغمبر کہ تمھارے دلون مین یون سمایا ہی کہ آدمیون کا عاجز ہو جانا اس کلام سے اس سبب سے ہی کہ
یہ کلام جن کا ہی اور آدمی جن کے برابر کلام بنا نہین سکتے تو جنون کا حال سنو کہ جنون نے اِس کلام کے
سنتے ہی اُسکے اعجاز کا اقرار کیا اور یہ جنون کا اقرار کرنا میرے پاس جنون کے واسطے سے نہین پہونچا ہی
تاکہ اس خبر مین احتمال صدق اور کذب کا ہو بلکہ حقتعالی کیطرف سے وحی کے طور پر مجھپر نازل ہوا ہے
اسواسطے کہ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّہٗ وحی کی گئی ہی میری طرف اس مضمون کی کہ جنون نے اس کلام کے
معجز ہونیکا اقرار کیا اور یہ اقرار اس طور کا نہین ہی کہ اس کلام کو سرسری سنکے بدون سمجھے بوجھے اسکی فصاحت
اور بلاغت کے اُسکے اعجاز کا اقرار کر لیا ہو بلکہ اِسْتَمَعَ نہایت توجہ سے کان رکھ کے سنا ایک دو نے
نہین کہ انکے اقرار پر اعتماد نہو بلکہ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ بڑی جماعت نے جنون سے جنکی خبر کو حکم تواتر کا ہی اور
جب ایک امر وجدانی سے اسقدر بہت لوگ خبر دیوین تو اُس خبر کا یقین حاصل ہو جاتا ہی اور یہ خبر جنون
نے کچھ مجھ ہی کو اور دوسرے آدمیونکو فقط نہین دی تاکہ کسیکی پاسداری اور خاطرداری کا احتمال ہووے
بلکہ اِن جنون نے اپنی قوم مین جاکر یہ خبر پہونچائی فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا پھر کہا بیشک ہم نے
سنا ہی قرآن یعنی ایک پڑھنے کی چیز یہان پر جاننا چاہیئے کہ دنیا مین کتابین تصنیف کی ہوئین دو قسم کی ہوتی
ہین ایک قسم تو فقط خوانندی ہوتی ہی جسمین خدا کا ذکر بہت ہو اور اللہ تعالی کی وہ صفتین اور مدحین اسمین ہوون جو

دقت طلب نہ ہووین بلکہ عقل کے نزدیک ظاہر اور عام فہم ہووین جیسے اذکار امام نووی اور حصن حصین
اور اوراد فتحیہ اور اس قسم کی دوسری کتابین جنمین اللہ تعالی کے کھلے کھلے وصف بیان ہین اور
دوسری قسم وہ ہی جو دینی ہوتی ہی یعنے بدون مطالعہ اور غور کے اُسکا مطلب بوجھ مین نہین آتا
جیسے عقائد اور حدیث اور فقہ اور سلوک اور دوسرے دینی علمون کی کتابین کہ ان مین حقتعالے
کی دقیق اور باریک صفتین اور مدحین جو علم کے فہم سے باہر ہین اور عجائب اور غرائب اسکی
قدرتین اور صفتین اور دنیا اور آخرت کے حکم اور انبیا اور اولیا اور دوسرے اسکے خاص بندون
کے احوال اور ایسے مسئلے اور قاعدے جو ان چیزون کے بوجھنے اور سمجھنے مین کام آوین بلکہ
واسطہ پڑین یہ سب ان مین مندرج ہین اور یہ حق تعالی کا کلام جو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل
ہوا ہی اسطرح کا ذکر اور صفات الٰہی سے پُر ہی کہ سب عالم کے بلکہ آدمیون کے فہم مین آتا ہی اور ہرگز
عقل کے نزدیک اسمین کسی طور کی پوشیدگی پائی نہین جاتی اور کوئی آیت اس کلام پاک کی
بلکہ کوئی جملہ طویلہ اسکا ذکر الٰہی سے خالی نہین ہی اسیواسطے اس کلام کا نام قرآن رکھا ہے
اسواسطے کہ اذکار اور اوراد کے حکم مین ہی لیکن جنون نے جب یہ کلام سُنا اور بوجھا کہ یہ کلام ذکر
اور ورد ہی تو اسکے ساتھ ہی ایک بات اور بھی اُنھون نے اُس سے بوجھی اور کہا کہ عَجَبًا ۝ یعنے
ایک ذکر ہی لیکن نہایت عجیب اور غریب نکات کو شامل ہی اسواسطے کہ باوجود ذکر ہونے کے حقائق
الٰہیہ اور کونیہ کے دقیقون کو جامع ہی اور بہت ہی عمدہ دانائون کی سی اسکی تقریر ہے کہ ہر چیز کی
کنہین اور باریکیان خوب توضیح سے بیان کی ہین پھر اسکے وعظ اور نصیحت کے کلمون مین تامل
اور غور کیجیے تو وہ بھی بہت ہی دلچسپ اور مناسب ہین اور خطابت کے طریق کو اسمین انتہا درجے کو
پہونچایا ہے پھر اگر اسکے عمدہ مضامین مین خوب غور اور تامل کیجیے تو عجیب لفظون مین ان مضمونو نکو
بیان فرمایا ہی کہ ہرگز کسی مخلوق کا کلام اس اسلوب کا پایا نہین جاتا اسواسطے کہ یہ کلام نہ نظم ہے
نہ مسجع نثر ہی لیکن باوجود اس بات کے تشبیہ اور استعارے کی رعایت اس خوبی سے اسمین کی ہی کہ
انتہا درجے کی فصاحت اور بلاغت کے رتبے کو پہونچا ہی اور اُسنے علاوہ یہ ہی کہ یَهْدِیْ اِلَى الرُّشْدِ

راہ دکھاتا ہے صواب اور بہتری کی اور روح مین بڑی تاثیر کرتا ہی اور اپنے معنون کو روح مین منقش
کر دیتا ہی اور مدرکہ کو اس طور سے منور کر دیتا ہی کہ اسکی تاثیر تمام قوتون کو غضبیہ ہون یا شہویہ سب کو
گھیر لیتی ہی پس یہ کلام درد اور ذکا بھی حکم رکھتا ہی اور معلم اور استاد کا اور پیر اور مرشد کا بھی اور باوجود
اسکے اس قسم کا یہ کلام نہین ہی کہ فکر اور تخیلات سے علاقہ رکھے یا عقلی قیاسون سے نکلا ہو یا وہمی اور
خیالی مقدمون سے مرکب ہو بلکہ نہایت ہی عمدہ عجائبات اور غرائبات کو شامل ہی فَاٰمَنَّا بِهٖ
پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ہم اس کلام پر ایمان لایا ہم نے کہ اس قسم کا کلام نہوگا مگر حق تعالی کیطرف سے اور اگر
باوجود ایسی تاثیر اور ایسی خوبی اس کلام کے بوجھنے کے بعد بھی اس کلام کو کلام الٰہی نہ جانین ہم
بلکہ اس کلام کو حق تعالے کے غیر کی طرف سے جانین کہ دوسرا بھی اس قسم کا کلام بنا کر نازل کر سکتا
ہے تو گویا شرک ثابت کیا ہم نے وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا اور ہرگز ہم شریک نہین کرینگے اپنے پروردگار
کے ساتھ کسی کو اور یہ بھی ہمون نے ذکر کیا کہ پروردگار مطلق وہ ہی کہ عظمت اور بزرگی انتہا درجے کی
اسمین پائی جاوے اور کوئی اسکی برابری نہ کر سکے وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا اور بیشک
حال یہ ہی کہ بہت ہی بلند ہی بزرگی ہمارے پروردگار کی اس سے کہ کوئی اسکا شریک ہو سکے اور
یہی وجہ ہی جو مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا نہین لیا ہمارے پروردگار نے عورت
کو اور نہ لڑکے کو اس واسطے کہ عورت اکثر خانگی کامون مین مرد کے شریک ہوتی ہی اور لڑکا
باپ کے مال اور ملک مین شریک ہوتا ہی اور اللہ تعالی پاک ہی اس بات سے کہ کوئی ہرگز اسکا شریک
ہو جاوے یا کسی کو وہ خود اپنی رضا سے اپنا شریک کرلے اسواسطے کہ دونون قسم کی شرکتون
مین انتہا کی درجہ کی عظمت کا نقصان ہی اور یہ بھی ہوا کہ قرآن شریف کے سننے کے پہلے جو انکے
دلون مین [illegible] اس طرح [illegible] اعتقاد مین رہا کہ بعضے [illegible]
[illegible] باتون سے تھی اور [illegible] اس طور سے بیان کیا وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا
عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا اور بیشک حال یہ ہے کہ کہتے تھے احمق لوگ ہم مین سے

اللہ تعالیٰ پر ایسی بات جو اسکی شان سے بہت بعید ہو حاصل کلام کا یہ ہے کہ ابلیس اور دوسرے
جن جو اُسکے تابع تھے بُرے اعتقاد حق تعالیٰ کی جناب مین رکھتے تھے اور اسکی مخلوقات مین سے
کسیکو اللہ تعالیٰ کی جورو ٹھہراتا تھا اور کسی کو اسکی اولاد اور بعضونکو اُسکا شریک ٹھہراتا تھا اور اللہ تعالیٰ
کی خاص صفتین اُن مین ثابت کرتے تھے اِس طور سے کہ بعضون کو کہتے تھے کہ یہ شخص قدرت کاملہ رکھتا
ہے جو چاہے سو کرسکتا ہے اور بعضون کے علم کو محیط جانتے تھے یعنی دُور اور نزدیک کھلا اور چھپا سب اُسکے
نزدیک برابر ہے کوئی چیز اُس سے پوشیدہ نہین اور بندون کو اپنے فعل کا خالق جانتے تھے اور بعضونکو
ایسا جانتے تھے کہ اگر کوئی مشکل کے وقت اُنکو پکارے تو وہ غیب سے اُسکی مدد کرکے اُسکی حاجت روائی
کرسکتے ہین اور بعضونکو عبادت کا مستحق جانتے تھے یعنی اُنکے واسطے عبادت کرنا ضروری ہے جیسے
سجدہ کرنا یا اُنکے نام کا روزہ رکھنا اور سوائے اسکے اور بعضونکو ذکر دائم کا مستحق جانتے تھے یعنی اُنکے نام کو
ہر وقت جپنا بڑا ثواب رکھتا ہے اور بعضون کو ایسا جانتے تھے کہ انکے نام پر جانور کو ذبح کرنا بڑا ثواب ہے
اور وہ اسکے مستحق ہین اور مال کو کسی کے نام پر خرچ کرنا اور نذر و ہدیہ اسکو پہنچانا اسکو اُس کی
نزدیکی اور خوشی کا سبب جانتے تھے اور بعضونکو ایسا جانتے تھے کہ اگر لوگ اپنے تئین اپنا بندہ اور
پرستار کہین تو درست ہے اور وہ اسکے مستحق ہین اور اسیطرح بہت سی چیزون کے معتقد تھے سو اب
قرآن شریف کے سُننے سے ہمکو معلوم ہوا کہ وہ سب اعتقاد ہمارے بے اصل اور باطل تھے اللہ تعالیٰ
ایسے فاسد اور بُرے اعتقادون سے بری اور پاک ہے اور اپنے باطل اعتقادون سے عذر کرنے
مین یہ بھی جنون نے بیان کیا کہ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اور بیشک ہم نے گمان کیا تھا کہ اَنْ لَّنْ
تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ ہرگز نہ کہینگے آدمی اور جن جرأت کرکے اور بیباک ہوکے عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا
اللہ پر جھوٹ کو اُنکے کلام کا حاصل یہ ہے کہ ہم اتنی مدت تک ایسے باطل اعتقادون مین جو پھنسے رہے
اِسکا سبب یہ تھا کہ ہم نے تقلید کی تھی اُن لوگون کی جو عقل اور دانائی مین سارے جہان سے
ممتاز تھے اور حق اور باطل کے دریافت کرنے مین اپنے تئین یکتائے زمانہ جانتے تھے اور ہم نے
یہ جانا تھا کہ اسقدر جماعت کثیر جن اور انس سے کہ ہر ایک اِنمین سے عقل اور دانائی مین کسیکو اپنا ثانی نہین جانتا ہے پھر

کی تہ کو پہونچے ہین ہر ایک اپنے تئین دوسرے سے بڑھکر جانتا ہی سو ایسے عاقل اور فہمیدہ لوگ کبھی سب ایکبارگی کسی بڑے شخص پر مخلوقات سے جھوٹھ نہ باندھین گے پھر ایسے شخصون سے اللہ تعالی پر جھوٹھ باندھنا جو سب بڑون سے بڑا ہے اور اسکی عظمت اور بزرگی کے سامنے کسیکی عظمت اور بزرگی پاسنگ کو بھی نہین پہونچتی ہر کسیطرح ممکن نہین ہی اور ہرگز یہ لوگ ایسی جرأت اور بیباکی نہ کرینگے لیکن ان لوگون نے بڑی جرأت اور بیباکی کی کہ اللہ تعالی پر جھوٹھ باندھا اور اس انکی جرأت اور بے باکی کا سبب بھی ہم نے دریافت کیا اور اس سبب کو جنون نے یون بیان کیا وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ اور بیشک تھے بہت لوگ آدمیون سے کہ جو مرد ہونیکے کہ عقل کا کمال اور دل کی قوت اور سخوفی مرد کو لازم ہی یَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ پناہ مانگتے تھے جن کے فرقے کے مردون سے اور یہ انکا پناہ مانگنا کئی قسم کا تھا پہلا طور پناہ مانگنے کا یہ تھا کہ جب کوئی مرض انکو لاحق ہوتا تھا تو وہ جانتے تھے کہ یہ جن کی بدنظری کا اثر ہی سو اس جن کے واسطے کھانا اور خوشبو اور بخور تیار کرکے جس جگہ پہ جانتے تھے کہ یہان جنون کے آنے کا گمان ہے وہان وہ چیزین رکھ دیتے تھے تاکہ اس چیز کو رضوت کے طور پر قبول کرین اور ہمکو ایذا پہونچانے سے باز آئین اور دوسرا طور پناہ مانگنے کا یہ تھا کہ مشکل اور کٹھن چیزون مین انکی طرف رجوع کرتے تھے اور انکے نام کو وظیفے کے طور پر جپا کرتے تھے اور انکی تراشی ہوئی صورتون پر جنکو اُن ہی جنون کے نام کا ٹھہرایا تھا اور انکو بت کہتے تھے نذرین اور ہدیے اور قربانی چڑھاتے تھے تیسرا طور یہ تھا کہ جب کسی کو ان مین سے آگے کی بات دریافت کرنا منظور ہوتا تھا تو کاہنون کے پاس جاتے اور اُنسے پری خوانی کراتے یعنے جو جنون کے بُلانے کا طور ہی جیسے مکانون کو صاف کرنا اور پھول رکھنا لوبان جلانا راگ کرنا تاکہ اس سبب سے جن اس جگہ آکر حاضر ہون اور اس چیز کی جو مطلوب ہے خبر دیوین کہ فلانی چیز یون ہوگی اور فلانی چیز یون چوتھا طور یہ تھا کہ جب سفر مین کسی جنگل یا پہاڑ یا مکان مین اترتے تو جنون کے بادشاہون اور سردارون کے نام لیتے اور انسے پناہ اور مدد چاہتے تاکہ اس مقام پر انکے تابعدارون سے کوئی صدمہ ہم پر نہ پہونچے

ہماری ہین لوگ جنون کے واسطے کھانا بھی نذر کرتے ہین۔

اور اس مضمون کے کچھ کلمات بنا رکھے تھے اُسکو پڑھتے جیسے دھائی لونا چماری کی یا کلو اہیر کی
اور اسی طور کے دوسرے کلمات اب بھی مشہور ہین اور انکے اعتقاد مین یون سمایا تھا کہ جب اُنکی
پناہ مین آگئے تو اب سب بلاؤن سے محفوظ رہینگے پا چوان طور یہ تھا کہ اُنکی تعریفین اور خوشامد اور
چاپلوسی کیا کرتے تھے اور نذرین اور ہدیے اور اچھے اچھے کھانے اُنکے نام پر دیکر اُنکو اپنی طرف
متوجہ کرتے تھے تاکہ وہ عاجزی اور احتیاج کے وقت اِس حیلے سے اُنکے کام آوین اور اُنکی مدد
کرین چنانچہ کردم بن السائب اپنے باپ سے کہ وہ صحابی تھے روایت کرتے ہین کہ انکے باپ کہتے
تھے کہ سفر مین ایک مرتبے ایک عجیب چیز دیکھنے مین آئی کہ جنگل مین ایک شخص بکریان چراتا تھا
ایک بھیڑیا آیا اور اسکی بکریون مین سے ایک بکری کو اُٹھالے گیا اُس شخص نے ایک جن کا نام
لیکر پکارا کہ اے فلانے جلد آ کہ بھیڑیا میری بکری کو لیے جاتا ہی اس آواز کے ساتھ ہی سُنا ہم نے
کوئی شخص کہتا ہی کہ اے بھیڑیے اسکی بکری کو چھوڑ دے پھر اُسیوقت بھیڑیے نے اُس بکری کو
چھوڑ دیا بلکہ جہان سے لے گیا تھا اُسی جگہ پہونچا کر چلا گیا فَزَادُوهُمْ رَهَقًا پھر زیادہ کیا
آدمیون نے جنون کا تکبر اور غرور اسواسطے کہ جنون نے جانا کہ خدا کے بندے ان کا موثین جو
ہماری طرف محتاج ہوتے ہین اور ہم اُنکی کارروائی کردیتے ہین اور بعضی بلائین اور آفتین جو
حق تعالیٰ اُنپر بھیجتا ہی ہم اُنسے دفع کردیتے ہین تو ہمکو بھی شاید خدا کے کارخانے مین ایک طرح کی شرکت
اور دخل ہی اور اگر مستقل اور بالذات شرکت ہمکو نہین ہی تو فرزندی کی نسبت تو ہمکو اللہ تعالے سے
بیشک ثابت ہے اور ہم لوگ محض بندے نہین ہین اور یہی سبب ہے کہ اپنے محض بندونکو ہمارے
سپرد کیا ہے اور ہم اُنکی کارروائی کرتے ہین اور آدمیون نے یہ جانا کہ غیب کے لوگ جو ہمارے وقت پر
کام آتے ہین اور ہماری حاجت روائی کرتے ہین تو اُنکو بو بیشہ مین بھی کچھ شرکت ہی اور یہ لوگ
محض بندگی کا علاقہ حق تعالے سے نہین رکھتے ہین بلکہ یہ لوگ یا تو اللہ تعالے سے فرزندی کا
علاقہ رکھتے ہین یا اُسکے ولی عہد ہین یا اُسکے کارخانون کی خدمت اُنکے سپرد ہی اگر ایسا نہوتا تو ہم
اُنکو باوجود بندگی مین برابر بیشہ اُنکا محتاج کبھی کو کرتا سو ان دونون کی فہمید کی غلطی سے

جنات کے شر سے بچنے کی دعا اور آفت دور طلب کرنے کی حالت

اس قسم کی استعانت اور اعانت یعنی مدد چاہنا اور مدد کرنا جنون اور آدمیون مین واقع ہوا اور یہ سمجھ ایسے باطل اور جھوٹے اعتقادون کی جرأت کا سبب پڑی اسیواسطے حدیث شریف مین جنون سے استعانت اور مدد طلب کرنیکو کسی طور سے ہو منع فرمایا ہی اور یون ارشاد ہوا کہ جس کسیکو سفر مین یا شہر مین یا بیماری مین جنون کا کچھ خوف ہووے تو اسکو چاہیے کہ اللہ تعالے کے اسماے حسنیٰ سے تعوذ کرے اور اسکی پناہ مین آوے اور یون کہے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ قُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ ھَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ وَاَعُوْذُ بِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ یعنے پناہ چاہتا ہون مین اللہ تعالیٰ کی شیطان راندے گئے سے کہہ تو اے رب مین تیری پناہ چاہتا ہون شیاطینون کی چھیڑ سے اور تیری پناہ چاہتا ہون مین اس سے کہ میرے پاس آوین یہ اور معوذتین پڑھے یعنی قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس یا دوسری اسی طور کی آیتونکو پڑھے اور یہ دعا بھی پڑھے اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّآمَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ یعنی پناہ مین آیا ہون مین اللہ تعالیٰ کے پورے کلمون کی برائی سے اس چیز کی جسکو پیدا کیا تو انشاء اللہ تعالیٰ ان دعاؤن کے پڑھنے سے جنات کے آسیب سے محفوظ رہیگا اور جنون کے نام سے کسی جانور کے ذبح کرنے کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت منع فرمایا ہی اور وہ افسون اور منتر جنمین جنون کے بزرگون اور سردارون کا نام ہو انکے پڑھنے سے بھی بہت منع فرمایا ہی اسواسطے کہ شرک کی اصل ان ہی معاملون سے پیدا ہوئی ہی اور بنی آدم اور جنات کی خرابی کا سبب پڑی گویا یہ شرک کا بیج ہی اور جو جنات کی اصل پیدائش آگ کا مادہ ہی اسی سبب سے انمین تکبر اور غرور اور شرارت اور نافرمانی اور اپنے تئین سب سے بڑا جاننا بلکہ اپنے کو معبود قرار دینا انکی پیدائشی اور خلقی باتین ہین اور ان چیزونکو بالطبع دوست رکھتے ہین اور جب اس قسم کا معاملہ آدمی انکے ساتھ کرتے ہین تو وہ بھی اپنی طاقت بھر آدمیون کی حاجت روائی مین قصور نہین کرتے ہین تا انکی بزرگی اور عظمت آدمیون کے دلونمین جم جاوے اور شرک کے درخت کو سرسبزی حاصل ہووے اور پہلے اپنے تئین مکر اور فریب سے بزرگونکی پاک روحون کا ظاہر کرتے ہین اور ان بزرگون کا نام اپنا رکھتے ہین تاکہ آدمی وہ نام سنکے جلد گرویدہ اور فریفتہ ہوجاوین اور کسی طرح سے انکار نکرین پھر رفتہ رفتہ جب یہ بات آدمیونکے دلونمین خوب

بیٹھ گئی اور یہ اعتقاد پکا ہوا تب اپنی خباثت اور بدطینتی ظاہر کرتے ہین اور صریح شرک کروانے لگتے ہین
اور لوگ اس فریب سے غافل ہوکے انکی فرمانبرداری کو اپنا فخر سمجھتے ہین بلکہ اسکو کرامت جانتے ہین
اور یہ بلا اسطرح کی پھیلی ہے کہ جتنے فرقے بنی آدم کے ہین سب کو گھیر لیا ہے یہانتک کہ امت مرحومہ مین
بھی اس امر نے رواج تمام پایا ہے اور یہ مرض تمام عالم مین پھیل گیا ہے اللہ تعالی اس امت مرحومہ پر رحم
کرے اور توفیق خیر کی عنایت کرے اور اس بلا سے ہر مسلمان کو بچائے العیاذ باللہ من ذلک اور
جو یہ معاملہ انسان اور جنات کے درمیان مین مدتون تک جاری رہا جنے آدمی پناہ اور استعانت سے
اور ہر کام کو جنون کی طرف رجوع کرنے سے باز نہین آتے تھے حالانکہ یہ جانتے تھے کہ ہم سب آدمی ہون
یا جن خدا کے بندے ہین ہمکو ہر کام مین اسی مالک الملک کی طرف رجوع اور التجا کرنا چاہیے نہ اپنے
ہمچشمون کی طرف اور جن بھی بہکانے اور گمراہ کرنے سے اور تکبر اور غرور الوہیت کے دعوی سے
دست بردار نہین ہوتے تھے اور یہ نہین بوجھتے تھے کہ اگر ایک مالک کے بندے آپسمین ایک دوسرے
کسطرف کسی کام مین محتاج ہوے اور دوسرون سے انکی حاجت روائی ہوئی تو نہین ہے مگر اسی
مالک کے کرم اور فضل اور اعانت سے پھر اس مین تکبر اور غرور کرنا اور اس کام پر رشوت لینا اور
اپنے تئین مالک اور مختار جاننا بلکہ مالک کے کارخانے کا شریک جاننا کسیطرح سے درست نہین ہے
اور عقل کے خلاف ہے سو جنون نے اس معاملہ کے سبب بیان مین یہ بھی ذکر کیا وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا اور
یہ گمان کیا انہون نے کَمَا ظَنَنْتُمْ جیسا گمان کیا تمنے اے جنو اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ
اَحَدًا اللہ تعالی کسی کو نہین اٹھائیگا اللہ تعالی اکسی کو جن ہون یا آدمی عملون کی جزا اور سزا کے واسطے اور اچھائی
اور برائی کی پرسش اور حساب اور کتاب کیواسطے سو اس سبب سے آدمیون نے یہ چاہا کہ جسطرح سے ہوسکے
اپنی حاجت روائی کیا چاہیے اور دنیا کی زندگانی مین اپنی بلاؤن اور مصیبتون کو دفع اور دل کی
خواہشون اور فائدون کو حاصل کیا چاہیے اگرچہ اسمین شرک اور ناشکری بھی ہوجاوے اور مالک
ناراض اور خفا بھی ہوجاوے اور جنون نے یہ چاہا کہ اپنا نام حاصل کیا چاہیے اور مشکل کشائی
اور حاجت روائی کا منصب اپنے واسطے ثابت کیا چاہیے اگرچہ اسمین اپنے مالک کے کارخانے مین دخل

بھی بوجھا جاوے بلکہ شراکت کا دعوی بھی پایا جاوے اور اسکا سبب یہ تھا کہ دونون کے اعتقادون مین یہ سمایا تھا کہ مرکے اٹھنا نہین ہے اور مالک کی پرسش کا خوف اور حساب کتاب کے سمجھانے کی دہشت ہرگز نہین ہے اور اس بات کے ثابت کرنے مین کہ یہ قرآن آسمان سے اترا ہوا ہے زمین والون کا کلام نہین ہے کسی انسان یا جنات نے بنایا ہوا جنون نے یہ بھی ذکر کیا کہ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ اور یہ کہ ہم نے چھوا اور ٹٹولا آسمان کو یعنی اسقدر آسمان کے متصل ہم پہونچے کہ گویا اسکو ہاتھ سے چھولیا اور جب ہمکو اُن راہون سے جدھر سے ہمیشہ ہم آسمان پر جایا کرتے تھے ممانعت ہوئی تو ہمنے چاہا کہ کوئی دوسری راہ ڈھونڈھ کے نکالیے اور اس راہ سے آسمان کے اوپر جاکے حقیقت حال کی معلوم کیجیے کہ ہماری ممانعت کا تشدد اسقدر کسواسطے ہوا ہے فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ پھر پایا ہم نے اس آسمان کو بھرا ہوا اور کسی راہ کو خالی نہ پایا حَرَسًا شَدِيْدًا نگاہبانون اور چوکیدارون سے جو بہت سخت اور زور آور ہین اور وہ فرشتے ہین کہ ہمکو ہرگز انکے مقابلے کی طاقت نہین ہے اور سوائے اسکے ہر ایک راہون مین آسمان کے ایک دو آفت ہے وَّشُهُبًا اور آگ کے انگارے دہکتے دوڑتے ہوے کہ وہ نگہبان اور چوکیدار ہمکو انسے مارتے ہین اور جلاتے ہین چنانچہ معمر نے زہری رضی اللہ عنہما سے پوچھا تھا کہ قرآن شریف کے اترنے کے پہلے ایام جاہلیت مین بھی اسی طور سے یہ انگارے معلوم ہوتے تھے انھون نے کہا کہ ہان تھے لیکن اس کثرت سے نہ تھے جیسے بعث اور قرآن مجید کے نازل ہونے کے وقت سے شروع ہوے ہین اور پہلے کسی دوسری غرض کے واسطے تھے اور اب شیطانون اور جنون کے مارنے اور ہنکانے کے واسطے مقرر ہوے ہین اور احتمال اس بات کا کہ یہ آسمان کی زیادتی نگہبانی شاید کسی دوسری چیز کے واسطے ہو جنس کلام کی محافظت کے واسطے نہو اور اگر بالفرض جنس کلام کی محافظت کے واسطے ہو لیکن شاید فرشتون کے کلام کی محافظت کیواسطے ہو جو اپنے مجمع اور مجلسون مین بیٹھکر کسی مطلب کی تدبیر کے واسطے آپسمین کچھ باتین کیا کرتے ہین نہ اس کلام الٰہی کی محافظت کے واسطے سو اس شبہہ کے باطل کرنے کے واسطے اور اصل مطلب کو یعنی یہ ممانعت کلام الٰہی کیواسطے ہوئی ہے اسکو ثابت کرنیکے واسطے جنون نے یہ بھی ذکر کیا کہ

وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ط اور یہ کہ ہم بیٹھتے تھے قدیم سے آسمانون
کی معین جگہون مین جو فرشتونکے مجمع اور مجلسون کے قریب تھین اُن فرشتونکے کلام کے سُننے کیواسطے
اور اُنکے کلام کی محافظت اور ممانعت کبھی ہم سے نہین ہوئی دوسری کوئی چیز ہم آسمان سے جُراکر
لاتے نہ تھے جسکے واسطے اسقدر محافظت ہوئی ہو کہ ہر طرف سے ہمارا گذر بند کردیا گیا اور ملائکہ کے
کلام کی محافظت کے واسطے اسقدر شدت ممانعت کی خیال مین نہین آتی ہے اسواسطے کہ ملائکہ کا
کلام اب بھی ہم آسمان کے نیچے سے سُن آتے ہین لیکن آسمان پر ہمکو جانے نہین دیتے فَمَنْ
يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ پھر جو کوئی اسوقت مین کان لگاتا ہے سُننے کے واسطے یعنی جب سے قرآن شریف
کا نزول شروع ہوا ہے سو اگرچہ اپنی معین جگہ تک نہ پہونچے بلکہ دُور ہی سے کان لگاوے اور سُننے
کا ارادہ کرے تو اسی وقت يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا پاتا ہے اپنے واسطے آگ کے انگارے کو
گھات مین لگا ہوا سو معلوم ہوا کہ اسقدر تقید اور تشدد ہماری ممانعت کا نہین ہے مگر اس کلام
الٰہی کی محافظت کے واسطے تاکہ ہماری ناپاک زبانون پر جاری نہ ہووے اور غیر جگہ پر نہ پہنچے
اور بسیط حق سے اسکا معارضہ اور مقابلہ کسی سے نہو سکے غرض یہ ہے کہ نہایت عظمت اور بزرگی اس
کلام کی ثابت ہوتی ہے جو دوسرے کسی کے کلام مین یہ عظمت اور بزرگی نہین ہو سکتی اور
یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ کلام پاک آسمان سے اترا ہوا ہے اور آسمان ملائکہ کے رہنے کی جگہ ہے وہان
کذب اور دروغ اور جھوٹ اور افترا اور بندش کسی طرح گنجائش نہین رکھتی اور جو حکم اس کلام
پاک مین ارشاد ہوا ہے وہ بلاشبہہ حق ہے اور حق تعالیٰ جل شانہ کی طرف سے وہ حکم ہوا ہے اور
یہ معاملہ جو آدمیون اور جنون مین جاری ہو رہا تھا یعنے جن آسمان پر جاکے زمین کے کامونکی
تدبیرین فرشتون کی زبانی سُن آتے تھے اور اُسی کے موافق آدمیون سے اپنے مطلب کے
موافق بیان کرکے گویا اُنکی حاجت روائی مین معین اور مددگار ہوتے تھے اور آدمی بھی اُنکے
کہنے پر اعتماد کرکے آگے ہونیوالی چیزونکا حال دریافت کرتے تھے اور اپنی اچھائی اور برائی
اُس سبب سے معلوم کرکے اپنی بہتری کی تدبیر کر لیتے تھے اور ظاہر مین اسکو اپنے بڑے فائدے کی چیز

جانتے تھے اور اس سبب سے جنون کی تعظیم اور توقیر حد سے زیادہ کیا کرتے تھے اسواسطے کہ اپنی حاجت روائی کا وسیلہ ان ہی جنون کو سمجھتے تھے گویا دربار الٰہی مین جنات انکی طرف سے وکیل بھی تھے اور جاسوس اور بھیدی بھی تھے اور اس معاملے کے جاری ہونے کے سبب سے دونون فرقونکو بڑے بڑے فائدے تھے سو اس معاملے کے درہم برہم ہو جانے کے بیان مین حیرت کے طور پر جنون نے یہ بھی ذکر کیا کہ وَّاَنَّا لَا نَدْرِیْٓ اور یہ کہ ہم نہین جانتے ہین کہ اَشَرٌّ اُرِیْدَ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ آیا برائی کا ارادہ کیا گیا ہے زمین کے رہنے والون کے ساتھ جو یہ معاملہ یعنی غیب کی باتین دریافت کرکے دیوتون کو بتانا موقوف ہو گیا اور آسمان پر جانے کی راہین بالکل بند کردی گئین تاکہ اپنی مصیبتون اور آفتون کا حال کسیکو معلوم نہو ان ہی باتون مین گرفتار ہین اور سب کی حاجتین بند ہو جاوین کوئی کسیکی فریاد رسی نہ کرسکے اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا یا ارادہ کیا ہے ان لوگونکے ساتھ انکے پروردگار نے بہتری اور ہدایت کا یعنے یہ چاہا ہے کہ جنون کی وکالت اور میانجی گری موقوف ہو جاوے اسواسطے کہ جنون نے رشوت لینے کی اپنی عادت ذلیل ہے ملک خدائی کا خدا نے مین شرکت کا دعوی کرتے ہین اور سوائے اسکے طرح طرح کی بےایمانی انسے صادر ہوئی ہین سو اس کام سے انکا معزول اور موقوف ہونا بہتر ہے اور اس کام کے سرانجام کے واسطے فرشتے اور اولیا اللہ اور شہدا کی طیب اور پاکیزہ روحین مقرر کیا چاہیے کہ وہ حق تعالے کے حکم سے اس وکالت اور وزارت کے کام کو سرانجام دیوین اور آدمیون کی ترقی کی راہین اور امور غیبیہ سکھلانے کے طریق صاف کردین تاکہ آدمی خود اس درگاہ کے روشناس ہو جاوین اور اپنی غرض آپ کرلیا کرین اور ان دغاباز اور حیلہ گر وکیلون کے خوف سے خلاصی پاوین اسواسطے کہ آدمی کی اصل پیدایش اور خلقت اسی بات کو چاہتی ہے اور راہ مستقیم بھی یہی ہے اور نوع انسان کو یہ ترقی حاصل ہوگی تو انکی پوری پوری خلافت کے معنی بھی تمام ہو دینگے وہ خلافت جو انکے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو عنایت ہوئی تھی اور جسطرح زمین کی خلافت اور سلطنت سے جنات معزول اور موقوف ہوئے ہین اسیطرح وکالت اور سفارت اور مختاری کے عہدے سے بھی موقوف ہوویں اور جس کام کی بنا انکے باپ یعنی حضرت آدم علیہ السلام ڈال گئے ہین

سوا اسکو یہ سعادتمند فرزند انجام کو پہونچاوین اور اپنے باپ کے دشمنون اور حاسدون سے قرار واقعی
عوض اور بدلا لیوین اسی سبب سے جن اپنے کلام مین شر کے مقابلے مین رشد کا لفظ لائے ہین نہین تو ظاہر یہ ہے
کہ شر کے مقابلے مین خیر مذکور ہوتا ہے اور گمراہی کے مقابلے مین رشد بولا جاتا ہے اور ایک بات دوسری پہلا پر
دریافت کر لیا جاتا ہے یعنی جنون نے اس اپنے کلام مین ایک ادب کی بہت باریک بات کی رعایت
کی ہے یعنے ارادہ شر کے بیان مین فعل مجہول کے صیغے کو لائے ہین اور فاعل کے ذکر
کو ترک کیا ہے اور ارادہ رشد کے بیان مین فعل معروف کے صیغے کو لائے ہین اور ضمیر کو اسکا صریح فاعل گردانا ہے
وَاللہ اَعْلَمُ بِمَا اَحْسَنَ تَاَدُّبَهُمْ یعنے اللہ تعالی کی طرف سے دانائی ہے ان جنون کی کیا اچھا ادب کا
کلام بیان کیا ہے اور اس بات کے بیان کرنے مین کہ حقتعالی اس معاملے کے موقوف کر دینے مین جو جنون
اور آدمیون مین جاری تھا بنی آدم کے ہر ہر فرد کی رہنمائی اور اچھائی کا ارادہ کیا تکمیل النجان کی
بہتری کا ارادہ کیا ہے اور حقیقت مین بھی یہی بات ہے کہ جنات وکالت اور سفارت کی لیاقت نہین رکھتے
بلکہ قابل موقوف کر دینے کے ہین ہو جن بھی یہان انصاف کی راہ پہنچے ہین اور یہ ذکر کیا کہ وَاَنَّا مِنَّا
الصّٰلِحُوْنَ اور یہ کہ ہم مین بعضے نیکبخت تھے جو اس خدمت کی لیاقت رکھتے تھے اور اس
وکالت اور سفارت کا عہدہ انسے بخوبی سرانجام ہوتا اور اس خدمت کی لیاقت اور ذمہ برداری کیواسطے
جن شرطین لازم ہین انمین ایک شرط یہ ہے کہ عالم غیب کی خبرون اور حکم کو دربار حقیقی وہی ہے بدون
زیادتی اور کمی کے اور بغیر تغیر اور تبدل کے آدمیونکو پہونچا دینا اور اپنی طرف سے کچھ بھی اس مین
نہ ملانا تاکہ اس مقدمے مین جھوٹ کو دخل نہو اور اس سبب سے آدمیون کے نزدیک بعضے حکم اور
بعضی چیزین اس دربار کی بے اعتبار نہو جاوین اور جانین کہ جسطرح ہماری تدبیرون اور خبرون
مین جا بیجا تغیر اور تبدل ہوتا ہے اسیطرح عالم غیب کی تدبیرون اور خبرون مین بھی ہوا کرتا ہے
اور اس سبب سے بداعتقادی اور جہالت مین گرفتار نہو جاوین اور دوسری شرط یہ ہے کہ اگر اپنی
غرض معروض سے کسیکی کارروائی اور حاجت برآری ہو جاوے یا کسی تدبیر سے کسیکی کوئی مصیبت اور
بلا دفع ہو جاوے تو تکبر اور غرور نکرین لگین اور اپنے تئین حاکم کا شریک نہ ٹھہرا دین اور آدمیون پر اپنی بڑائی اور

بزرگی نہ جتاوین اور عبادت کے کام آدمیون سے اپنے واسطے نہ چاہین اور اس مضمون کو ہر وقت
پیش نظر رکھین کہ ہم سب ایک خاوند کے بندے ہین بعضون سے بعضون کی کارروائی ہوتی ہے لیکن جو کچھ ہوتا ہے سب اسی
خاوند کی عنایت ہے فخر اور تکبر نہین کرنا چاہیے اور تیسری شرط یہ ہے کہ اس وکالت اور سفارت کے عوض
مین رشوت لینا شروع کرین اور اپنے واسطے ہدیے اور نذرین اور قربانیان مقرر کرین اور اگر انسان
اس قسم کی نذرین اور ہدیے اور قربانیون کے دینے مین انکار کرین یا کسی بہانے سے ٹالدین تو انکے
پیچھے نہ پڑین اور انکو اذیت نہ پہونچاوین اور انکو نہ ستاوین سو ان شرطون کی جمعیت ہم لوگون مین
بہت کم پائی جاتی ہے لیکن بعضے لوگ ہم مین سے البتہ اسکی لیاقت رکھتے ہین وَمِنَّا دُوْنَ
ذٰلِكَ ط اور ہم مین سے بہت لوگ ایسے ہین کہ بہت پست ہمت ہین اس رتبے سے اور اس خدمت
کی لیاقت ہرگز نہین رکھتے چنانچہ بعضے ایسے ہین کہ آدمیون کی خوشنودی کے واسطے یا انکے دغا
دینے کے واسطے غیب کی خبرون مین اپنی طرف سے جھوٹ ملاتے ہین اور تھوڑا بہی جھوٹ نہین
بلکہ ایک بات سچی ہو تو جھوٹ اپنی طرف سے ملاتے ہین چنانچہ حدیث شریف مین اس بات
کی تصریح آگئی ہے اور بعضے ایسے ہین کہ کام کردینے اور حاجت نکالدینے کے بعد تکبر اور غرور کرنے لگتے
ہین اور اپنی خوشامد اور تعریف چاہتے ہین بلکہ عبادت کے لوازمات ان لوگون سے اپنے واسطے
طلب کرتے ہین اور یون کہتے ہین کہ اپنا نام پکارو کہ جسمین ہماری طرف نسبت پائی جاوے
جیسے بھوانی داس اور شیو داس اور گربخش اور نذربخش اور اپنے ہر کام مین ہم ہی سے مدد مانگو
کرو دوسرے کی طرف التجا مت کیا کرو اور خدا کے رسولونکا پیغام جو بدون ہمارے واسطے کے تم کو
پہونچاتے ہین اسکو مت مانو نہین تو ہم تمہاری وکالت نہ کرینگے اور اس عہدے سے دست بردار
ہونگے پھر تم محتاج رہوگے کسی سے تمہاری حاجت روائی نہوسکے گی اور بعضے ان مین سے بہت ہی
طماع اور لالچی ہین بدون رشوت لیے کام مین ہاتھ نہین ڈالتے اور ہر کام اور ہر چیز پر کچھ اپنے واسطے
مقرر کرلیتے ہین جیسے بھیڑ بکری مرغ مرغی کپڑا نقد پکوان پان پھول تاج گانا اپنی تعریف اور
سوائے اسکے بہت سی چیزین ہین جو شرط کرلیتے ہین اور اس شرط کے پوری کرنے مین اگر آدمی کچھ قصور

کرتے ہین تو اپنے وہم اور خیال کی قوت سے جو اُن مین بہت زور پر ہوتی ہی ان آدمیونکو ایذا دیتے
ہین اور جانی یا مالی نقصان اُسکو پہونچاتے ہین اسی سبب سے ہر ایک کے مرغوبات دوسرے سے
جدا ہوتے ہین اور ایک کی فرمائش دوسرے کی فرمائش کے موافق نہین ہوتی ہی اور ہر ایک کا مطلب
بھی آپسمین تقسیم کر لیا ہی چنانچہ چیچک کے مرض کے دفع کے واسطے ایک کو علیحدہ مقرر کر دیا ہی اور خون
کے فساد کی بیماری دفع کرنا اور طبیعت کو صلاحیت پر لانے کے واسطے ایک دوسرا مقرر ہوا ہی اور اسی
طرح خبرونکے پہونچانے مین بھی ہر ہر اقلیم اور ہر ہر شہر اور بستیون کو آپسمین تقسیم کر کے ایک ایک
وہان کا حاکم بن بیٹھا ہی سو اس سبب سے کُنَّا طَرَائِقَ قِدَدًا تھے ہم مختلف طریقون
پر اور طرح طرح کی راہون پر اور آپس کے نفاق اور طمع اور حسد اور تکبر اور خدائی کارخانے مین
شرکت کے دعوے کے سبب سے اس خدمت کی لیاقت ہم لوگون مین بالکل نہ رہی تھی یہ حقیقت
اُن مین حکمت ہے جو ہم لوگون کو اس خدمت سے معزول اور موقوف کیا اور آسمان پر چڑھنے اور
دربار مین حاضر ہونے سے ممانعت فرمائی اور بنی آدم کی حاجت روائی کو ہم سے بار رکھا اور ان ہی
بنی آدم مین سے بعضونکو اپنے دربار کی ہرکارگی سے مشرف کیا تا کہ وہ بعضے یعنی جو مقرب درگاہ
الٰہی کے ہین اپنے ہمجنس کی حاجتون کی عرض معروض کرنے کا کام ادا کیا کرین اور غیب کی
خبرونکو جو دین اور دنیا مین اُنکے کام آوین اور نفع پہونچاوین بغیر تغیر اور تبدل کے سب
لوگونکو پہونچاوین اور بری چیزون سے ڈرادین اور اچھی چیزونکی رغبت دلادین اور اپنے تئین
محض درمیانی کہین ہرکون کی طرح شریک کہین اور آدمیون کے قصد اور نیتین اور بوجھین
اور مطلب بلا واسطہ اور بلا برزخ اور بلا حجاب کے اپنے خاوند کی طرف پہونچاوین اور رشوت اور
نذر اور مزدوری اس کام پر آدمیون سے نہ لیوین اور ان مین سے ایک شخص کو سردار اور سرگروہ
آنکا کر دیا اور اس خدمت کے کُلی قاعدے اور آئین اپنی مرضی کے موافق اپنے کلام پاک
مین اُس شخص پر اتارے تا کہ وہ شخص آپ بھی اس پر عمل کرے اور دوسرونکو بھی اسی آئین پر
سردار کر کے اُسپر عمل کرنے کی رغبت دلاوے تا کہ اس آئین پر عمل کرنے کے وسیلے سے

اس منصب جلیل القدر کی لیاقت پیدا کردین اور ہمیشہ ہر زمانے اور ہر قرن مین اس آئین پر عمل کرنے
کے سبب سے اس عہدے کی لیاقت والے اور اس نشان کے اُٹھانیوالے پیدا ہوتے رہین بلکہ جنو ملکو
بھی اُن قاعدون پر مطلع اور خبردار کردیا اور اُنکی وکالت اور سفارت کو بھی اسی آئین اور
قاعدے پر مقرر کیا تاکہ وہ بھی ایک دوسرے کو اعانت اور مدد کرکے اپنے خداوند کے دربار مین
روشناس اور عرض کرنیوالا کرین اور اس قانون پر عمل کرنے کے سبب سے دونون فرقے انسان
اور جنات کی صلاحیت پر آوین اور شر اور فساد سے نجات پاوین حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ
کہتے ہین کہ جسطرح مذہبون کا اختلاف آدمیون مین پایا جاتا ہے اسیطرح کا اختلاف جنون مین بھی پایا جاتا
ہے اور جن بھی مذہب مختلف رکھتے ہین چنانچہ بعضے ایسے قدریہ مین سے ہین بعضے مرجیہ اور بعضے رافضی
اور بعضے خارجی اور بعضے ہندو اور بعضے یہودی اور بعضے نصرانی اور سوائے اسکے
سو ہر مذہب والے جن اپنے مذہب والے آدمیونکو موافق اپنے مذہب کے خبر مین پہونچایا کرتے ہین کبھی
خواب مین کچھ دکھا دیا کبھی ہوشیاری مین کچھ اُنکے دل مین ڈالدیا اور آدمی یہ جانتے ہین کہ غیب سے
اس مذہب کی تصدیق اور تائید ہوئی اس سبب سے اور گمراہ ہوتے جاتے ہین اسی طور سے ہر مذہب
والون کی اعانت مین لگے رہتے ہین اور اُنکی حاجت روائی اور مشکل کشائی اور بلاؤن کے دفع مین
حتی المقدور مدد کرتے ہین تاکہ ان مذہب والونکو یقین ہوجاوے کہ یہ مذہب بھی عالم غیب مین کچھ حقیقت
رکھتا ہے اور درگاہ الٰہی مین پسند ہے اسیواسطے غیب سے ہماری حاجت روائی مین مدد ہوا کرتی ہے اور ہماری
بلائین دفع ہوا کرتی ہین سوال و جوابون سے جنون کا صفیا اور روحانی ہونا غیب کی باتین آدمیونکو
پہونچانے مین طرح طرح کی برائیون اور گمراہیون کو مستلزم ہونا اور خود جنون کی بھی گمراہی کا سبب تھا
اسیواسطے اس کارخانے کو بالکل موقوف اور بے اعتبار کردیا اور اگر کسیکو اس جگہ پہ شبہ گذرے اور
کہے کہ اس کارخانے کے موقوف کرنے اور اس سلسلے کے باطل کرنے اور جنون کو اس خدمت سے
معزول کرنے سے کچھ حاصل اور فائدہ نہوا اسواسطے کہ جتنی اس قسم کی چیزین ہین وہ سب بھی ہی آدمی
مین رائج اور پھیلی ہوئی ہین غیب کی باتین اب بھی اولیا سے پوچھا کرتے ہین اور اپنے مشکل کامون مین اُنسے مدد مانگا

کرتے ہین اور غیر اللہ کا تقرب اور شرک کیا کرتے ہین اس شبہے کا جواب یہ ہو کہ معزول کو منصوب بوجھنا
اور اسکے مکر اور فریب اور دغابازی مین پھنسنا اور اپنے کامونکو اسکی طرف رجوع کرنا یہ سب اپنا قصور اور
نادانی ہو آدمیون کو لائق یہ تھا کہ اس فرقے کی معزولی اور موقوفی کی خبر جونہی تھی تو اُنسے دست بردار ہوتے
اور اُنکی طرف رجوع نکرتے جو دربار سے نکالا گیا اور وہان جانے کی بھی ممانعت ہوگئی اسکی طرف
اپنے مقدمے کو رجوع کرنا اور اپنے معاملے کے سوال و جواب کیواسطے اسکو واسطہ گرداننا کمال نادانی اور حماقت پر دلالت
کرتا ہو قرآن شریف مین اس فرقے کی معزولی اور موقوفی اور اس کارخانے کا باطل اور بیکار محض ہوجانا
ہزار جگہ سے زیادہ ذکر ہوچکا ہو پھر کسکو کان سُنا کہدینا اور دیکھ بھال کے اندھے بن جانا رسول کی ہدایت
اور تبلیغ مین کیا قصور ہے البتہ رہی یہ بات کہ جو اس خدمت سے اس فرقے کو موقوف کیا تھا پھر انکو عالم
غیب مین دخل دینا کیا ضرور تھا تاکہ وہانکی خبرون پر مطلع ہوون اور لوگونکی مدد اور حاجت روائی
ظاہر مین کرکے انکو خراب کرین سو اسکا جواب یہ ہو کہ عالم غیب کی خبرون پر کچھ نہ کچھ خبردار ہونا جنون
کی پیدائشی بات ہو اور اسیطرح بڑے مشکل کام کرنا جو آدمی سے نہو سکین جیسے کوئی بہت بھاری چیز
اُٹھا لینا اور تاثیر جیسے خوفناک شکل سے ڈرا دینا اور آدمی کے بدن یا روح کو ضرر پہونچانا جیسے بدن کو زخمی
کردینا اور دل مین وسوسہ ڈالدینا یہ سب چیزین جنون کی خلقت کے لوازمات سے ہین ایسے علم اور
اس قسم کے عملونکی قدرت کو جنون سے لے لینا گویا انکو خلقت سے خارج کردینا ہو اور وکالت اور سفارت
کی خدمت سے موقوف کرنیکو یہ بات لازم نہین ہو کہ یہ چیزین بھی اُنسے لے لیجاوین جسطرح آدمی کو کسی
کام سے موقوف کرنا اس بات کو لازم نہین ہو کہ اسکی آنکھ بھی پھوڑ دیجاتی تاکہ اندھا ہونے کے سبب سے اس خدمت
کی موقوفی سے یہ ہو کہ بنی آدم انکی طرف رجوع نکرین اور انکے پاس نہ جاین اور غیب کی خبرون مین
اگرچہ بعضے کام مین یہ مدد کرسکتے ہین اور بعضی غیب کی بات انکو معلوم ہوسکتی ہو لیکن بنی آدم کو انسے احتراز
کرنا واجبات سے ہو اور انسے رجوع کرنا اپنے خاوند کی عدول حکمی ہے چنانچہ اس کارخانے کی
موقوفی اور اس خدمت کی معزولی کے سبب سے لاکھون کروڑون آدمیونکو انکے فریب اور دغابازی
سے خلاصی حاصل ہوئی گو کہ بعضے بیوقوف ابتک انکے جال مین پھنسے ہوئے ہین اسواسطے کہ ہر ہر فرد

بنی آدم کی ہدایت اصل سے منظور نہین ہو اور حکمت بھی اس بات کو نہین چاہتی ہو تاکہ بھلے برے کا
فرق ظاہر ہے فقط اور کلام الٰہی کے سنتے ہی اسکو مان لینا اور باوجود اپنی قوم کی معزولی دریافت
کرنے کے ایسی عمدہ خدمت سے جو اس کلام سے پوری جاتی تھی نفسانیت کو دخل نہ دینا اور اس
کلام کا انکار اور مخالفت نکرنا ان لوگونکی طرح سے جو عقل تو رکھتے ہین لیکن معصوم نہین ہین اور طبیعت کے
تقاضے سے کبھی ایسی جگہ پر نفسانیت کی راہ سے انکار کر بیٹھتے ہین جن ہون یا انسان لیکن ان جنون نے
جنھون نے کلام الٰہی سنا تھا ایسا نہ کیا بلکہ سنتے ہی فرمانبردار ہوگئے اور اس فرمانبرداری بے تکراری
کی وجہ مین یہ بھی بیان کیا کہ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اور یہ کہ ہمنے گمان کیا اس بات کا کہ اگر اس کلام پر ہم
ایمان نہ لاوینگے اور اپنے خاوند کی فرمانبرداری سے انکار کرینگے اور اس خدمت سے معزول ہونگے
ہم راضی نہ ہونگے تو بلاشبہ ہمارا پروردگار ہم پر غصہ ہوگا اور ہمکو اسکا مواخذہ کریگا اور پکڑیگا اور پھر
اس صورت مین ہمکو یقین ہے کہ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِی الْاَرْضِ ہرگز عاجز نکر سکینگے ہم خدا کو
زمین مین چھپ کے یعنے کہین اندھیرے مکان مین چھپکے یا بڑے جنگل مین بھاگ کے یا کسی غار
اور کھوہ مین گھس کے اس سے بچ رہینگے جسطرح ہم عمل پڑھنے والون اور موکلون کے ساتھ ایسے حیلے
اور فریب کرکے انکو عاجز کرکے تھکا دیتے ہین وَّلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا اور یہ بھی ہے کہ ہرگز عاجز
نہ کرسکینگے ہم اسکو بھاگ کے ادھر مین آسمان اور زمین کے جسطرح فرشتونکو آگ کے انکارے بولنے
کے وقت جلدی بھاگنے سے عاجز کردیتے ہین کہ وہ ہمکو نہین پاتے ہین اور انکا راہم تک نہین
پہونچتا ہو اور اس جگہ پر اگرچہ مقام تعین قطعی کا تھا لیکن جنون نے ظن کو استعمال کیا اور انا ظننا
کہا اسکی وجہ یہ ہو کہ کلام الٰہی کی تصدیق اور احکام الٰہی کی قبولیت اور اپنی خدمت کی موقوفی
مین ظن غالب کفایت کرتا ہو کچھ احتیاج یقین قطعی کی نہین ہو چنانچہ معاملات دنیاوی مین لوگون
کے درمیان بھی یہی رائج اور دستور ہو کہ جہان کسی کے مقابلے سے اپنی عاجزی کا ظن غالب ہوا تو
اسکی تابعداری قبول کرلیتے ہین قطعی یقین حاصل کرنیکی انتظاری نہین کرتے والا کام ہاتھ سے
[illegible] یقین قطعی حاصل ہو اسواسطے جنون نے ذکر کیا کہ

وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى اٰمَنَّا بِهٖ ط اور یہ کہ جسوقت ہم نے ہدایت کے مضمون کو
اس قرآن مین تو اسیوقت بلا مہلت ایمان لائے ہم اسپر سو اسطے کہ اس کلام کے سننے کے بعد
تاخیر کرنے مین حق تعالی کے غصے اور غضب کا خوف تھا اور اسکے غضب سے بھاگ بچنے کی ہم مین طاقت
نہین ہے اور اگر ہماری قوم ہم سے کہیگی کہ جلدی ایمان لانے کے سبب سے اپنے ظن غالب کے موجب
غضب الہی کے خوف سے تو نے نجات پائی لیکن سرمست تمھارا بڑا نقصان ہوا کہ نذر نیاز آدمیون
سے جو ملتی تھی موقوف ہوئی اور اس وکالت کے سبب سے جو رشوت دیتے تھے اسکا بھی دروازہ بند ہوا
اور ذلت اور رسوائی بھی بہت حاصل ہوئی کہ ایسے عہدے جلیل القدر سے تمکو موقوف کیا اور تمنے اس
عہدے کی بحالی کی کچھ تدبیر نہ کی چپ ہوکر بیٹھ رہے اور ایسی عمدہ خدمت ہاتھ سے نکل گئی تو اسکے جواب
مین ہم کہینگے کہ ان چیزون سے جو تو نے بیان کین ہمکو کچھ خوف نہین ہی اسواسطے کہ ہمارے ایمان
کامل نے ہمکو سب چیزون سے بیخوف کردیا انکی کچھ بھی پروا ہمکو نہین ہی فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا
يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا پھر جو کوئی ایمان لائیگا اپنے پروردگار پر وہ ہرگز نہ ڈریگا
مال کے نقصان سے اور نہ ذلت اور بے حرمتی اور بے آبروئی سے اسواسطے کہ حق تعالی اسکو ایمان
کی برکت سے اس نقصان کے عوض مین دوسری طرح نوازیگا اور مال کے حاصل ہونے کا کوئی
دوسرا سبب کردیگا اور ثواب علاوہ اسکے ملیگا اور اس ذلت اور بے حرمتی کے عوض مین ہمیشگی
کی عزت اور مرتبہ عنایت کریگا اور عرب کی اصطلاح مین اس ذلت حاصل ہونیکو کہتے ہین جو
آدمی پر چھا جاتی ہو اور اسکو ڈھانک لیتی ہو جیسے کپڑا بدن کو ڈھانک لیتا ہی چنانچہ دوسری
آیت مین حق تعالی نے فرمایا ہے وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ یعنے ڈھانکے لیتی ہو انکو رسوائی اور اس
قرآن شریف پر اپنی قوم کے ایمان نہ لانے سے باوجود ایسے قوی سببون کے اور ایسے قادر
زبردست پکڑنے والے کے کہ کسی کو اسکے مواخذے سے بچاؤ اور خلاصی ممکن نہین ہے جنون
نے تعجب کرکے یہ بھی ذکر کیا کہ وَاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ اور یہ کہ ہم مین سے بعضے حکم الہی کے مطیع
منقاد ہوگئے ہین اور اپنی اپنی عمدہ خدمت کے معزول ہونے پر راضی ہوکر

اپنے خاوند کے حکم کی فرمانبرداری پر مستعد ہوگئے اور تابعداری کی راہ پر چلنے لگے اور اِس کلام پر ایمان لائے اور جو جو معاملے آدمیون سے رکھے تھے اُن سب سے دست بردار ہوئے بلکہ نہایت انصاف کی راہ چلے کہ اپنی معزولی کی خبر آپ آدمیون سے پکار کر کہدی اور پیغمبر آخر الزمان کی خدمت مین خود آن کر حاضر ہوئے اور اُنکی پیروی کو اپنے اوپر واجب جانا چنانچہ بہت سے جنات جو عرب کے جزیرون مین رہتے تھے اُنھون نے یہی طور اختیار کیا تھا کہ خود حاضر ہوکر ایمان لاتے تھے چنانچہ بہت سی حکایتین تواتر کے طور پر اِس مقدمے مین جنون سے منقول ہین اُن ہی حکایتون مین سے ایک حکایت وہ ہے جو حضرت امیر المومنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح بخاری اور دوسری کتابون مین روایت آئی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ مین ایک روز اپنے بُتون کے پاس بیٹھا تھا اسوقت ایک شخص ایک بچہ گائے کا بُتون کی نذر کے واسطے لایا اور اُسکو وہان ذبح کیا اسوقت ایک بُت کے اندر سے ایک آواز بہت سخت نکلی کہ مین نے کبھی ایسی آواز نہ سُنی تھی اور ہر خاص و عام نے وہان اُس آواز کو سنا وہ کہتا تھا یا جلیح امر نجیح رجل فصیح یقول لا الٰہ الا اللہ یعنے اے قوت والے آدمی ایک ایسا کام ظاہر ہوا ہے جسمین مطلب کی بات ہو ایک شخص پکار کر کہتا ہو لا الٰہ الا اللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ جتنے لوگ وہان تھے سب بھاگے لیکن مین وہان کھڑا رہا کہ دیکھون یہ کس کی آواز ہے پھر دوسری مرتبہ مین نے وہی آواز سُنی اور تیسری مرتبہ بھی وہی آواز ہوئی مجکو نہایت حیرانی ہوئی کہ یہ امر کیا ہے پھر لوگون سے معلوم ہوا کہ یہان ایک شخص پیغمبر ظاہر ہوا ہے اور لوگو کو کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی تعلیم کرتا ہے اور اسی طرح کی حکایت ایک بڈھے سے مجاہد روایت کرتے ہین کہ وہ بڈھا کہتا تھا کہ ایک روز مین ایک گائے کو ہانکے لیے جاتا تھا یکایک ایک آواز مین نے سُنی کہ کوئی کہتا ہے یا لدیح رجل فصیح یقول لا الٰہ الا اللہ یعنے اے لدیح بات بہت اچھی اور کھلی ہے ایک شخص پکار کر کہہ رہا ہو کہ لا الٰہ الا اللہ پھر اسکے شہر کے مین جو مین پہونچا تو وہان سنا

کہ یہان ایک پیغمبر مبعوث ہوا ہے اور وہ بھی یہی کلمہ کہتا ہے اور اسیطرح بیہقی نے سواد بن قارب سے
روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ایام جاہلیت مین ایک جن میرا آشنا تھا اور ہونیوالی چیزونکی مجکو
خبر دیا کرتا تھا اور مین اُسکے کہنے کے موجب لوگون سے کہا کرتا تھا اور وہ خبرین اکثر سچی ہوا کرتی
تھین اِس سبب سے نزدیک مجکو بہت ہوا کرتی تھی ایک رات کو مین سوتا تھا کہ وہ جن میرا آشنا آیا
اور کہا اُٹھ اور پوچھ اگر کچھ تجکو سمجھ اور شعور ہو کہ ایک شخص لوی بن غالب کی اولاد سے پیدا ہوا ہے پھر
یہ کئی بیتین پڑھین نظم عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَاِرْتِحَاسِهَا + وَشَدِّهِنَّ الْعِيْسَ بِاَحْلَاسِهَا +
تَهْوِيْ اِلٰى مَكَّةَ تَبْغِي الْهُدٰى + مَا مُؤْمِنُوْهَا مِثْلُ اَكْيَاسِهَا + فَانْهَضْ اِلَى الصَّفْوَةِ مِنْ
هَاشِمٍ + وَاسْمِ بِعَيْنَيْكَ اِلٰى رَاْسِهَا + یعنی تعجب آتا ہے مجکو جنات کے احوال اور انکی بیقراری سے
کجاوے اور زین باندھنے سے اُنکے اونٹون پر سفر کرنے کے واسطے جاتے ہین مکہ کی طرف ہدایت کی
تلاش مین ایمان دار اور جنات نہین ہین مانند اُنکے ناپاکون کے تو بھی اُٹھ اور چل اس شخص کی
طرف جو چُنا ہوا ہے بنی ہاشم سے اور بلندی کر اپنی دونون آنکھون کو ہمارے قبیلے کے سردارون کی
طرف مطلب اسکا یہ تھا کہ ہماری قوم اور سب سردار مکہ معظمہ کو جاتے ہین ایمان لانے کو تو بھی جا اور
ایمان لا سواد کہتے ہین کہ ان بیتون کے سُننے سے مین جاگ پڑا اور تمام رات اسی تشویش
مین گذری کہ یہ کیا ماجرا ہے پھر دوسری رات کو بھی اسی طور سے آکر مجکو جگا کر وہی بیتین پڑھین اور
چلا گیا اور اسیطرح تیسری رات کو بھی جب تین رات پے در پے مجھپر یہی ماجرا گذرا تو میرے دل مین
اسلام کی محبت پیدا ہوئی اور مکہ معظمہ کیطرف روانہ ہوا یہانتک کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی حضوری مین حاضر ہوا مین اور آپ کے جمال باکمال کے دیدار سے مشرف ہوا تو مجکو دیکھتے ہی
آپ نے فرمایا مرحبا اے سواد بن قارب مجکو معلوم ہے جو چیز تجکو یہان لائی ہے مین نے عرض کیا
کہ یا رسول اللہ مین نے کچھ بیتین آپکی مدح مین کہی ہین پہلے آپ اِن بیتونکو مجھ سے سُن لیجیے آپنے
فرمایا پڑھ سواد بن قارب نے قصیدہ بائیہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت مین کہا تھا
اُسے پڑھا اُس قصیدہ کی آخر بیت یہ ہے کُنْ لِّیْ شَفِیْعًا یَوْمَ لَا ذُوْ شَفَاعَةٍ + سِوَاكَ

لِمُغِنٍ عَنْ سَوَادِ بْنِ قَارِبٍ ۔ یعنے اور ہونا واسطے میرے شفیع جسدن نہوگا کوئی صاحب شفاعت کا تیرے سوا کوئی کام آنیوالا۔ سواد بن قارب سے اور یہ بھی بیہقی نے روایت کی ہے کہ عمان کے ملک مین مازن طائی بتون کی خدمت پر مقرر تھا اُن بتون مین ایک بُت تھا اسکو تاجر کہتے تھے سو مازن کہتا ہے کہ ایک روز مین نے اُس بت کے واسطے ایک جانور ذبح کیا اُسوقت ایک آواز اُس بُت کے اندر سے سُننے مین آئی یہ کہتا تھا یَا مَازِنُ اَقْبِلْ اِلَیَّ اَقْبِلْ ۔ تَسْمَعْ مَا لَا تَجْهَلْ هٰذَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ ۔ جَاءَ بِحَقٍّ مُنْزَلٍ فَآمِنْ بِهٖ کَیْ تَعْدِلْ ۔ عَنْ حَرِّ نَارٍ تَشْعَلْ وَقُوْدُهَا بِالْجَنْدَلْ ۔ یعنے اے مازن متوجہ ہو میری طرف متوجہ ہوسُن ایسی چیز جسکو جہل اور نادانی مین نہ رکھا چاہیے یہ پیغمبر ہے بھیجا گیا لایا ہے حق جو اُتارا گیا ہے سو ایمان لاؤ اُس پر تاکہ کنارا پکڑے تو آگ کی گرمی سے جو لپک والی ہے جس آگ کا ایندھن پتھر ہین لکڑی کی جگہ مازن کہتا ہے کہ یہ آواز سُنکے مجکو نہایت تعجب ہوا پھر دوسرا ایک جانور ذبح کیا مین نے پھر دوسری مرتبے اِس سے بھی زیادہ کھلی ہوئی واضح آواز اس بُت سے سُنی مین نے کہ کہتا تھا یَا مَازِنُ اسْمَعْ تَسْمَعْ ۔ خَیْرٌ ظَهَرَ وَبَطَنَ شَرٌّ ۔ بُعِثَ نَبِیٌّ مِنْ مُضَرَ ۔ بِدِیْنِ اللّٰهِ الْاَکْبَرِ ۔ فَدَعْ نَحِیْتًا مِنْ حَجَرٍ ۔ تَسْلَمْ مِنْ حَرِّ سَقَرٍ ۔ یعنی اے مازن سُن تاکہ خوش ہو تو بہتر ظاہر ہوا اور چھپ گئی بدی اُٹھایا گیا ہے ایک پیغمبر مضر کے قبیلے سے دین خدا پر ایسا خدا جو بہت بڑا اور بزرگ ہے سو چھوڑ بُت کو جسکو پتھر سے تراش کے بنایا ہے تاکہ بچے تو آگ سے دوزخ کی ۔ مازن کہتے ہین کہ اُسیوقت سے مین اس خبر کی تلاش مین ہوا کہ مضر سے کون پیغمبر مبعوث ہوا ہے یہانتک کہ قافلہ حجاز کا اُن دنون مین وہان آیا اُنسے مین نے پوچھا اُدھر کی خبر کیا ہے اُن لوگون نے کہا کہ تہامہ مین ایک شخص پیدا ہوا ہے اُسکو لوگ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہین اور وہ اپنے تئین داعی الی اللہ کہتے ہین مین نے پہچانا کہ اُس آواز کی تعبیر یہی ہے پس زاد وراحلہ یعنی سفر کا سامان تیار کرکے مکے کی طرف روانہ ہوا مین وہان پہونچکر آپکی خدمت مین حاضر ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال باکمال دیکھتے ہی میرا دل اسلام کیطرف مائل ہوا پھر اسلام لایا مین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کچھ تمھارا مطلب ہو تو کہو میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میرے تین مقصد ہین اوّل تو یہ ہی کہ مجکو راگ سُننے اور ناچ دیکھنے اور شراب پینے اور زنا کرنے کی لت ہوگئی ہی اور دوسرا یہ کہ میری اولاد نہین ہی اور مجکو اولاد کی نہایت آرزو ہے اور تیسرا یہ کہ ہمارے مُلک مین قحط پڑا ہی سو ان تینون چیزون مین آپ سے دعا چاہتا ہون مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے زبان فیض ترجمان سے حق تعالیٰ کی درگاہ مین عرض کی کہ ای بار خدایا اسکو راگ اور باجے کے عوض مین قرآن شریف پڑھنے کی توفیق دے اور حرام کاری سے بچا اور اُسکے عوض مین حلال عورتین اسکو عنایت کر اور صاحب حیا اور صاحب شرم کرے اسکو اور اپنے فضل سے اسکو اولاد عنایت کر اور قحط کو دور کر مازنیؓ کہتے ہین کہ حق تعالےٰ نے آپ کی دعا کی برکت سے سب برائیان مجھ سے دوکین اور اچھائیان نصیب ہوئین مُلک ہمارا آباد اور سرسبز ہوا اور چار عورتین خوبصورت میرے نکاح مین آئین اور لڑکا بہت قابل مجکو حق تعالےٰ نے دیا چنانچہ حیان بن مازنیؓ مشہور ہین اور اسیطرح امام احمدؒ نے حضرت جابر بن عبداللہ سے اور ابو نعیمؒ نے حضرت ضمرہؓ سے روایت کی ہی اور بیہقی نے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے ارسال کے طور پر اس قصہ کو ذکر کیا ہی کہ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر مدینہ منورہ مین اس سبب سے پہونچی تھی کہ ایک عورت مدینے والون کی کسی ایک جن کے ساتھ تعشق رکھتی تھی اور وہ جن ہمیشہ رات کو اسکے پاس آتا تھا اور اکثر پرند جانور کی شکل پکڑکے اُسکی دیوار پر آبیٹھتا تھا پھر جب تنہائی ہوتی تھی تب آدمی کی شکل بنکے اُس عورت سے صحبت کرتا تھا پھر یکایک چند روز اُسکا آنا موقوف ہوگیا پھر تھوڑی مدت کے بعد اُسی پرند جانور کی شکل سے اسکی دیوار پر آبیٹھا اُس عورت نے اسکو دیکھتے ہی پہچانا اور کہا آؤ بار اتنے دنون کہان رہے جو ہمارے پاس نہ آئے اسنے کہا کہ اب ہمارے تمھارے جدائی ہے ہمارے آنے کی امید اب مت رکھو اسواسطے کہ مکہ معظمہ مین ایک پیغمبر پیدا ہوا ہی اُسنے ہمپر زنا کو حرام کردیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسیطرح کا ماجرا شام مین دیکھا تھا چنانچہ ابو نعیمؒ نے اُن سے نقل کیا ہی کہ وہ کہتے تھے کہ ہم ایک مرتبہ شام کی طرف گئے تھے

سو اُس طرف ایک عورت بڑی کاہنہ مشہور تھی بلکہ اِس فن مین کمال رکھتی تھی ہم بھی
اُس کی ملاقات کیواسطے گئے اور اپنے سفر کا حال اُس سے پوچھا کہ آگے کیا ہوگا اُسنے کہا کہ اَب مجکو کچھ
معلوم نہین ہوتا ار سواسطے کہ جس جنّ سے مجھے دوستی تھی اور اُس سے احوال دریافت کرکے
یہن سب کو جواب دیتی تھی سو وہ جنّ ایک دن آکے میرے دروازے پر کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اَب
ہم رخصت ہوتے ہین مین نے اُس سے پوچھا کہ سواسطے اُسنے کہا کہ خَرَجَ اَحْمَدُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جَآءَ اَمْرٌ کَالْیُطَاقُ یعنے ظاہر ہوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آیا حکم جسکے مقابلے
کی طاقت نہین ہے یہ کہکے چلا گیا اور پھر نہ آیا اور اسیطرح ابن شاہین اور دوسرے محدثون نے
ذباب ابن الکارث سے روایت کی ہے کہ وہ کہتا تھا کہ ایک جن میرا آشنا تھا اور غیب کی خبرین
مجھے بتایا کرتا تھا ایک دن وہ آیا مین نے اُس سے کچھ پوچھا اُسنے حسرت سے میری طرف دیکھا
اور کہا فَظٌ یَا ذُبَابُ یَا ذُبَابُ ۔ اِسْمَعِ الْعَجَبَ الْعُجَابَ ۔ بُعِثَ مُحَمَّدٌ بِالْکِتَابِ ۔
یَدْعُوْا بِکَلِمَۃٍ فَلَا یُجَابُ ۔ یعنے اے ذباب اے ذباب سن بڑے تعجب کی بات کہ مبعوث ہوئے حضرت
محمد صلے اللہ علیہ وسلم ساتھ کتاب کے بلاتے ہین اللہ کی طرف مگر مین پھر نہین جواب دیے جاتے
ہین یعنی اُنکی بات کوئی نہین سُنتا ذباب کہتا ہے کہ مین نے اُس سے کہا کہ تو کیا کہتا ہے سوال دیگر
جواب دیگر اُسنے کہا کہ تھوڑے دنون مین میری بات کو پوچھیگا تو یہ کہکے اُٹھ گیا پھر چند روز
کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبری کی خبر مجکو پہنچی اور اسیطرح عمرو بن شبیہ نے بجموع
بن عثمان غفاری سے بھی روایت کی ہے کہ بنی غفار کے قبیلے مین ایک کاہن تھا اسکا بھی ایک
جنّ یار تھا وہ جن بھی اسیطرح جواب دیکر رخصت ہوکر چلا گیا اور ابو نعیم نے بھی روایت کی ہے
کہ ایک روز حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اپنی مجلس مین بیٹھے تھے ایک
شخص آیا آپ نے اُس سے پوچھا کہ تیرے قبیلے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو کاہن تھا اور
جنون سے صحبت رکھتا تھا اُسنے کہا کہ ہان آپنے کہا کہ اچھا جنون سے صحبت میسر ہوتی ہے اُسنے
کہا اب نہین ہوتی دین اسلام کے ظہور سے پہلے میری صحبت والے جن میرے پاس آتے اور

مجھسے کہا کہ یا سالم یا سالم الحق المبین والخیر الدائم غیر الناعم اللہ اکبر سے اور سالم حق کھلا اور بہتری ہمیشگی کی ظاہر ہوئی یہ بات خواب پریشان سونے والے کا نہین ہے اللہ اسکا سب سے بڑا اور بزرگ ہے ایک شخص دوسرا اس مجلس کے حاضرون مین سے بولا کہ مجکو بھی اسیطور کا اتفاق ہوا کہ ایکدن مین ایک بیابان کے چٹیل میدان مین چلا جاتا تھا اور کوئی آدمی گرد و پیش میرے نتھا یکایک ایک ناقہ سوار میرے سامنے نمود ہوا اور پکار کر یہ کلمے کہے یا احمد یا احمد اللہ اعلی و امجد اتاک ما وعدک من الخیر یا احمد اللہ بہت برتر اور بزرگ ہے آیا تجکو جو تجھسے وعدہ کیا تھا بہتری سے اے احمد اور پھر نظر سے میری غائب ہو گیا ایک شخص دوسرا انصاریون مین سے اسی مجلس مین حاضر تھا اسنے کہا کہ مجکو بھی اسی قسم کا ماجرا درپیش آیا تھا جبکہ شام کی طرف مین گیا تھا ایکدن ایسی زمین پر میرا گذر ہوا کہ نہ وہان پانی تھا نہ گھاس یکایک مین نے پیچھے سے ایک آواز سنی کہ کوئی کہتا ہے قد اتاک نجم قاضم آمنہ قد خرج من ظلم عرف مولدہ ذلک رسول مفلم من صدقہ اللہ علی امرہ وحققہ یعنے عقیق ظاہر ہوا وہ ستارہ جسنے روشن کر دیا مشرق اپنے کو نکلتی ہے سایہ اسکے سے خوشبو کر روشن کرتی ہے اسکو یہ رسول ہے بہتری کو پہونچے گا جسنے سچا جانا اسکو اللہ نے بہت بلند کیا کام اسکا اور ثابت کیا اسکو اور اسیطرح فاکہی نے بھی مکہ کے اخبار مین عامر بن ربیعہ سے اور ابو نعیم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اور دوسرے محدثون نے حضرت عبدالرحمن بن عوف اور دوسرے صحابیون سے روایت کی ہے کہ ایکدن جبل ابو قبیس پر ایک جن نے آکے بہت سخت آواز کی اور چند بیتین پڑھین اہل دین اسلام کی ہجو تھی اور یہ مضمون تھا کہ مسلمانون کو جلد قتل کرنا چاہیئے اور شہر سے نکالدینا اور بت پرستی کو ہرگز نہ چھوڑنا۔ کفار اس مضمون سے بہت خوش ہوئے اور مسلمانون سے کہنے لگے دیکھو تمھارے قتل اور شہر بدر کرنیکا حکم بھی آیا مسلمانون کو بہت رنج ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہو کر عرض کی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سب خاطر جمع رکھو یہ آواز ایک شیطان کی تھی مسور اسکا نام ہے وہ

عنقریب حق تعالیٰ اسکو سزا دیتا ہے جب تیسرا دن ہوا تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانون کو
خوشخبری دی اور فرمایا کہ آج ایک دیو بڑا زور آور میرے پاس آیا اور مسلمان ہوا اسکا نام شمیج
تھا مین نے اسکا نام عبد اللہ رکھدیا اسنے مجھ سے کہا کہ اگر حکم ہو تو مسعر کو قتل کرون سو مین نے اجازت
دی انشاء اللہ تعالیٰ آج مسعر جہنم واصل ہوگا مسلمانونکو بہت خوشی حاصل ہوئی اور اس
خوشخبری کے منتظر ہوئے شام کے وقت اسی پہاڑ سے ایک آواز بہت سخت سنی کہ کوئی کہتا ہے
نَحْنُ قَتَلْنَا مُسْعِرًا لَمَّا طَغٰی وَاسْتَکْبَرَ وَصَعَّرَ الْخَدَّ وَسَنَّ الْمُنْکَرَ بِسَیْفِنَا الْمُطَهَّرِ
اَوْرَدْنَاهُ سَیْفًا یَّوْمًا مُّبِیْرًا اَنَا نَحْنُ وَمَنْ اَرَادَ الْبَطَرَا یعنی ہمین ہون جنے قتل کیا مسعر
کو جب کہ سرکشی کی اسنے اور تکبر کیا اور جھوٹا جانا اسنے حق کو اور طریقہ ڈالا برا اور اسطے کہنے اسکے
کے نبی ہمارے کو جو پاک ہے نگین کیا ہم نے اسکے خون سے تلوار کو جو بڑی کاٹو اور جڑ سے قطع کرنے
والی ہے ہم منع اور رد کرینگے اسکو جو ارادہ کریگا تکبر اور غرور کا اور اسیطرح ابن سعد نے کتاب شرف المصطفےٰ
مین جندل بن ثعلبہ سے روایت کی ہے کہ جندل رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
عرض کی کہ یا رسول اللہ میرا ایک جن دوست تھا غیب کی خبرین مجھے پہونچایا کرتا تھا ایک رات کو
گھبرایا ہوا آیا اور مجھکو سوتے سے جگایا اور کہنے لگا هَبْ فَقَدْ لَاحَ سِرَاجُ الدِّیْنِ بِصَادِقٍ
مُّمَهَّدٍ بِاَمِیْنٍ فَادْخُلْ عَلٰی بَاذِلِ اَمُوْنٍ تَمْشِیْ عَلَی الصَّحِیْحِ وَالْحَزْنِ یعنے بیدار ہو
پس تحقیق روشن ہوا چراغ دین کا سچا اور آراستہ اور امانت دار سو کوچ کر مضبوط اونٹ پر
سوار ہوکے چل اوپر راہ ہموار اور خراب کے جندل نے کہا کہ یہ عبارت سمع اسکی سنکے مین وحشت سے
اٹھ بیٹھا اور پوچھا مین نے کہ کیا صاف کہہ پھر اسنے کہا وَسَاطِحِ الْاَرْضِ وَفَارِضِ الْفَرْضِ
لَقَدْ بُعِثَ مُحَمَّدٌ فِی الطُّوْلِ وَالْعَرْضِ لِشَانِئِ الْحُرُمَاتِ الْعِظَامِ وَهَاجِرٍ اِلَی الْبَلْدَةِ
الْاَمِیْنَةِ یعنے قسم ہے بچھانیوالے زمین کی اور لازم کرنیوالے فرض کی ہر آئینہ رسول کرکے بھیجے
گئے محمد تمام جہان پر پیدا ہوئے حرم بزرگین مین اور ہجرت کی طرف طیبہ امینہ کے یعنی مدینے کیطرف
جندل کہتے ہین کہ یہ خبر سنتے ہی مین مدینہ منورہ کیطرف روانہ ہوا راہ مین پھر ایک ہاتف نے

مجھے آواز دی کہ شعر یَا اَیُّھَا الرَّاکِبُ الْمُزْجِیْ مَطِیَّتَہٗ ۔ سَیْرًا لِرَسُوْلِ لَقَدْ وُفِّقْتَ لِلرُّشْدِ ۔ یعنے اے سوار ہیر نوالے سواری اپنی کو طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر آئینہ تحقیق توفیق دیا گیا تو طرف ہدایت کے اور اسیطرح ابن کلبی نے عدی ابن حاتم طائی سے روایت کی ہے کہ عدی کہتے تھے کہ میرا ایک نوکر تھا بنو کلب کے قبیلے کا اسکو جالس بن وغنہ کہتے تھے ایک دن مین گھر کے باہر بیٹھا تھا یکایک اسکو دیکھا مین نے کہ کچھ دہشت کھایا ہوا حواس باختہ آتا ہے مین نے پوچھا کیا ہوا تجکو خیر ہے اسنے کہا کہ یہ اونٹ اپنے مجھسے لو اور نوکری سے مجکو معاف کرو مین نے اُس سے کہا کہ کچھ ہم سے قصور ہوا جو تم نوکری چھوڑے دیتے ہو اسنے کہا کچھ نہین لیکن میرے اوپر ایک حادثہ گذرا ہے اس سبب سے مین چھوڑتا ہون اسکی تفصیل یہ ہے کہ تمھارے اونٹ لیکر مین چراگاہ مین گیا تھا وہان دیکھا مین نے کہ ایک شخص بڈھا پہاڑ کی گھاٹی سے نکل آیا سر اسکا گول اُلو کا سا اور طول اور عرض کا حال کچھ نہ پوچھو کہ کسقدر تھا پہاڑ کی چوٹی سے سر اسکا باتین کرتا تھا اور دونون پانون اسکے پہاڑ کی جڑ مین لگے تھے سو اسنے مجکو پکارا اور کہا کہ یَا جَالِسَ بْنَ وَغْنَۃَ یَا جَالِسُ لَا یَغُرَّنَّکَ الْوَسَاوِسُ مِنْ ھٰذَا اَسْنَا النُّوْرِ بِکَفِّ الْقَابِسِ فَالْجَمْ اِلَی الْحَقِّ وَلَا تُوَاجِسْ یعنے اے جالس بن وغنہ نہ باز رکھین تجکو وسوسے یہ دیکھ روشنی پھیلی ہوئی اُس نور کی ہے جسکے ہاتھ مین مشعل ہے سو رجوع کر حق کی طرف اور دل مین کچھ دغدغہ مت کر اتنا کہکر غائب ہوگیا مین اس خوف سے وہان ٹھہر نہ سکا اونٹونکو دوسری چراگاہ مین لے گیا اور ایک درخت کے نیچے لیٹا مین کہ ذرا آرام کرون جون ہی میری آنکھ لگی وہین کسی نے مجکو ایک ٹھوکر پاؤنسے ماری مین چونکا پڑا دیکھا کیا ہون کہ وہی بڈھا کھڑا ہے اور کہتا ہے یَا جَالِسُ اسْمَعْ مَا اَقُوْلُ تَرْشُدْ لَیْسَ ضَلُوْلٌ حَاضِرَکُمْ مُھْتَدِیْ لَا تَتْرُکَنَّ نَھْجَ الطَّرِیْقِ الْاَقْصَدِ قَدْ نَسَخَ الدِّیْنَ بِدِیْنِ اَحْمَدَ یعنی اے جالس سُن جو کہتا ہون مین تاکہ راہ پاوے تو نہین ہے گمراہ متحیر ہدایت پانیوالے کے مانند مت چھوڑ چلنا راہ سیدھی کا تحقیق ناسخ ہوئے سب دین دین احمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اسیطرح ابو نعیم اور ابن عساکر نے

بنی خثیم کے قبیلہ کے ایک شخص سے روایت کی ہے کہ وہ کہتا تھا کہ اول عرب کا دستور ایسا تھا کہ کچھ بھی حرام و حلال نہیں پہچانتے تھے اور بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے اور اگر آپس میں کچھ جھگڑا یا قصہ ہوتا تھا تو اسکے فیصلے کے واسطے بھی بتوں کے روبرو مؤدب ہوکر بیٹھتے تھے پھر ان بتوں کے اندر سے جو آواز ہوتی تھی اسکو ہاتف غیب کی صدا تصور کرکے اسی کے موافق عمل کرتے تھے سو میں بھی اسی دستور کے بموجب ایک جھگڑے میں ایک رات کو بت کے سامنے بیٹھا تھا اور کچھ نذر اور قربانی گذران کے آواز غیبی کا منتظر تھا کہ یکایک اس بت کے اندر سے یہ آواز آئی کہ یا ایھا الناس ذوالاجسام + ومستدل الحلم الی الاصنام + ما انتم وطائش الاحلام + ھذا نبی سید الانام + اعدل ذی حلم من الحکام یصدع بالنور وبالاسلام + ویلزع الناس عن الاثام یعنی اے وہ لوگو جو اپنے جھگڑوں کو بتوں کے سامنے فیصلے کے واسطے لاتے ہو کیا ہوا ہے تمکو جو ایسے عقل کے ہلکے ہوگئے ہو یہ نبی ہے جو سردار ہے تمام مخلوقات کا بڑا عادل ہے سب جہان کے حاکموں سے ظاہر کرتا ہے نور اور اسلام کو اور منع کرتا ہے لوگوں کو گناہوں سے یہ آواز سنتے ہی ہم جتنے وہاں تھے سب بھاگے اور متفرق ہوگئے پھر ہر مجلس میں یہی تذکرہ رہتا تھا یہانتک کہ ہمکو خبر پہونچی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں پیدا ہوئے اور وہاں سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تب ہم بھی آکر مسلمان ہوئے اور اسیطرح ابونعیم اور ابن سعد نے جبیر بن مطعم سے روایت کی ہے کہ جبیر کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے پہلے زمانہ میں ایک بت کے پاس ہم بیٹھے تھے اور ایک اونٹ اس بت کی نذر کے واسطے ہم نے ذبح کیا تھا یکایک ایک آواز اس بت کے اندر سے نکلی کہ الا اسمع الی العجب ذھب اسنۃ اق السمع بالوحی وترمی بالشھب لنبی ببلدۃ اسمہ احمد مھاجرہ الی یثرب یعنی خبردار ہو اور سن تعجب کی بات کو گیا زمانہ آسمان کی خبریں چرانے کا وہی آنے کے سبب سے اور مارے جاتے ہیں جنات انگارے دیکھتے ہوئے سے یہ سب ہوا ہے سبب نبی آخر کے ہے جنکا نام احمد ہے اور انکی ہجرت کہ مکان

شیرب ہی جبیر کہتے ہین کہ ہمکو اس بات کے سُننے سے نہایت تعجب ہوا اور وہان سے اُٹھ کر چلے گئے پھر بعد چند روز کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر فاش ہوگئی اور اسیطرح ابونعیم نے تمیم داریؓ سے روایت کی ہی کہ تمیمؓ کہتے تھے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہوئے اسوقت مین شام مین تھا پھر کسی کام کے واسطے سفر کیا مین نے جب رات ہوئی تب عربون کے قدیم دستور کے بموجب جنون کے خوف سے اِس جنگل مین پکار کر مین نے کہا کہ اَعُوْذُ بِعَزِیْزِ ھٰذَا الْوَادِیْ یعنی پناہ مین آئے اور دُہائی ہی اس جنگل کے سردار کی اُسیوقت ایک آواز آئی اور کوئی شخص ظاہر مین معلوم نہ ہوتا تھا اور اُس آواز کا مضمون یہ تھا کہ عُذْ بِاللّٰہِ فَاِنَّ الْجِنَّ لَا تُجِیْرُ عَلَی اللّٰہِ اَحَدًا یعنی پناہ اور دُہائی مین آخذ کی اسواسطے کہ جنون کو یہ طاقت نہین ہے کہ بے حکم آلہی کسی کو پناہ دیوین مین نے کہا کہ کون ہے تو اور کیا کہتا ہے تب اُسنے پھر کہا قَدْ خَرَجَ رَسُوْلُ الْاُمِّیِّیْنَ وَصَلَّیْنَا خَلْفَہٗ بِالْحَجُوْنِ فَاَسْلَمْنَا وَاتَّبَعْنَاہُ وَذَھَبَ کَیْدُ الْجِنِّ وَرُمِیْتُ فَانْطَلِقْ اِلٰی مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یعنے تحقیق ظاہر ہوئے رسول عربون کے اور نماز پڑھی ہم نے اُنکے پیچھے حجون مین جو مکہ معظمہ کا ایک محلہ ہے سو ایمان لائے ہم اور پیروی کی ہم نے اُسکی اور اب گیا فریب جنون کا اور مارے جاتے ہین یعنی انکارون سے سو جا تو طرف محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے جو رسول ہین سارے جہان کے پروردگار کے تمیمؓ کہتے ہین کہ جب صبح ہوئی تو مین وہان سے روانہ ہوا ایک شہر مین پہونچا وہان ایک راہب سے اِس قصے کو بیان کیا مین نے اُسنے کہا کہ جنون نے تجھ سے سچ کہا ایک پیغمبر حرم سے ظاہر ہوگا اور دوسرے حرم کی طرف ہجرت کریگا اور اُسکا مرتبہ سب پیغمبرون سے زیادہ ہے تو جلدی اُسکی خدمت مین پہونچ اور اسیطرح ابونعیمؒ نے خویلد ضمریؓ سے روایت کی ہی کہ خویلدؓ کہتے ہین کہ مین ایک بُت کے پاس بیٹھا تھا یکایک اُس کے اندر سے ایک آواز سُنی مین نے کہ کہتا ہے ذَھَبَ اِسْتِرَاقُ الْوَحْیِ وَرُمِیَ بِالشُّھُبِ لِنَبِیٍّ بِمَکَّۃَ اِسْمُہٗ اَحْمَدُ وَمُھَاجِرُہٗ اِلٰی یَثْرِبَ یَاْمُرُہٗ بِالصَّلٰوۃِ وَالصِّیَامِ

اور الذکر للاحکام یعنے گیا زمانہ وحی کی چوری کا اور مارے جاتے ہین جن انگارون سے مکہ مین نبی پیدا ہونے کے سبب سے جنکا نام احمد ہی اور انکی ہجرت کا مکان یثرب ہی حکم کرتا ہی سب کو نماز اور روزے کا اور اپنے خویش واقربا سے نیکی کرنے کا خوید آنکہتے ہین کہ ہم اس آواز کے سنتے ہی وہانسے اٹھے اور اس خبر کو دریافت کیا معلوم ہوا کہ سچ ہی ایک پیمبر مکہ مین پیدا ہوا ہی اور اسکا نام احمد ہی اور اسیطرح ابونعیم اور ابن جریر اور طبرانی اور خرائطی اور دوسرے محدث کئی اسنادون اور کئی طریقون سے عباس بن مرداس سے روایت کرتے ہین اور عباس عرب کے سرداروں مین سے مشہور شخص ہین وہ کہتے ہین کہ میرے اسلام مین داخل ہونے کی وجہ ابتدا مین یہ ہوئی کہ اس شخص کے باپ نے مرتے وقت مجکو وصیت کی تھی کہ اس بت کی عبادت جسکا نام ضمار ہی ہرگز نہ چھوڑنا اور جو کام مشکل درپیش ہو اس کام مین اسکی طرف رجوع کرنا سوا اسکے یہ بت مشکل کشائی مین بیمثل ہے سو اپنے باپ کی وصیت کے بموجب ہمیشہ اس بت کی خدمت مین مشغول رہتا تھا مین اور ہر روز باوجود کاروبار ریاست کے اسکی زیارت کو ایک مرتبے جاتا تھا مین ایک دن جنگل مین شکار کے واسطے گیا تھا مین جب دوپہر ہوئی تو گرمی کی شدت سے ایک درخت کے سایہ تلے بیٹھ گیا مین اور نوکر چاکر بھی جو میرے ساتھ تھے ادھر ادھر درختون کے تلے بیٹھ گئے یکایک دیکھا مین نے کہ ایک شتر مرغ سفید رنگ جیسا روئی کا گالا دھنا ہوا میرے پاس آیا اور اس شتر مرغ پر ایک شخص سفید پوش نورانی شکل سوار ہین اور میری طرف خطاب کیے کہتے ہین کہ اے عباس بن مرداس کچھ تجکو خبر ہے کہ آسمان کی نگہبانی کے واسطے چوکیان مقرر ہوئین اور لڑائی اور جہاد زمین پر پھیل گیا اور زمین اور مکان والے گھوڑے جہاد کو تیار ہوئے ہین اور یہ تیک طریقہ جو زمین پر لایا ہے وہ دو شنبہ کے دن اور منگل کی رات کو پیدا ہوا اور اسکی سواری کی ایک اونٹنی ہے اسکا نام قصوی ہی عباس کہتے ہین کہ یہ بات سنتے ہی مجکو خوف اور رعب زیادہ ہوا وہانسے سوار ہو کر گھر کو آیا اور پہلے اس بت کے پاس جسکا نام ضمار تھا گیا مین تھوڑی دیر اسکے سامنے مؤدب ہو کے بیٹھا اسکے اندر سے آواز نکلی یہ بیتین پڑھتا تھا قل للقبائل من سلیم کلہا +

هَلَكَ الْاَبْيَضُ وَعَاشَ اَهْلُ الْمَسْجِدِ + اَوْدَى ضِمَارٌ وَكَانَ يُعْبَدُ مُدَّةً + قَبْلَ الْكِتَابِ
اِلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ + اِنَّ الَّذِيْ وَرِثَ النُّبُوَّةَ وَالْهُدٰى + بَعْدَ ابْنِ مَرْيَمَ مِنْ قُرَيْشٍ
مُهْتَدِيْ یعنی کہدے سلیم کے سب قبیلے سے کہ ہلاک ہوا انیس اور زندہ ہوئے مسجد والے اور ہلاک
ہوا ضمار اور پوجا گیا تھا ایک مدت تک قبل اترنے کتاب کے طرف نبی کے جنکا نام محمد ہے بیشک جو
شخص وارث ہوا ہے نبوت کا اور ہدایت کا بعد مریم کے بیٹے کے وہ قریش سے ہے سیدھی راہ چلنے والا
عباس رض کہتے ہیں کہ میں نے اس بات کو لوگوں سے ظاہر نہ کیا بلکہ پوشیدہ رکھا یہانتک کہ
جب کافر جنگ احزاب سے جسکو جنگ خندق بھی کہتے ہیں پھرے اسوقت میں اونٹ خریدنے
کیواسطے عقیق کی طرف جو ذات عرق کے متصل بستی ہے گیا تھا یکایک ایک سخت آواز آسمان
سے آئی میں نے نظر اوپر کی تو دیکھا میں نے وہی پیر مرد سفید پوش سفید تر مرغ پر سوار ہیں اور
کہتے ہیں کہ جو نور دوشنبہ کے دن اور منگل کی رات کو دنیا میں آیا ہے سو اب ناقہ قصوی کے ساتھ
ہمراہ نجد میں آتا ہے اسوقت سے دین اسلام کا اعتقاد میرے دل میں جاگزیں کیا اور اسحاق ابن سعید
اور ابو نعیم نے سعید بن عمر ہذلی سے روایت کی ہے کہ سعید کہتے تھے کہ ایک روز ایک شخص کے باپ نے
ایک بکری ایک بت کے سامنے نذر کے طور پر ذبح کی تھی اسوقت اس بت کے اندر سے یہ
آواز آئی کہ اَلْعَجَبُ كُلُّ الْعَجَبِ حَيٌّ يُذْبَحُ لِمَيِّتٍ يَا بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بِمَكَّةَ الزَّمْزَمِ وَالْحَرَمِ الْمُذَبَّحِ
لِلْاَصْنَامِ وَحُرِمَتِ السَّمَاءُ وَرُمِيَتْ بِالشُّهُبِ یعنی بڑا تعجب ہے جو پیدا ہوا ایک بنی عبد المطلب
کی اولاد سے حرام کریگا زنا اور حرام کریگا ذبح کرنا جو بتوں کے واسطے کرتے ہیں اور نگہبانی کی گئی
آسمانوں کی اور مارے جاتے ہیں ہم انکاروں سے سعید کہتے ہیں کہ میرا باپ اس خبر کی تحقیق
کے واسطے مکہ کی طرف گیا کسی نے انکو اس خبر کا پتا نہ بتایا یہانتک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ
عنہ سے ملاقات ہوئی انہوں نے پوچھا انہوں نے کہا کہ ہاں سچ ہے محمد بن عبداللہ بن عبد المطلب خدا
کا رسول ہے تمکو بھی لازم ہے کہ اس پر اسلام لاؤ حاصل کلام کا اس قسم کے قصے بیشمار روایت
ہیں جو حد تواتر کو پہونچے ہیں مگر بعض جہات سے ابھی اسوقت تک اسلام سے مشرف نہیں ہوئے تھے

بعضے آدمیون کے واسطے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین سلام اور تحیات اور اپنی عاجزی اور فرمانبرداری کہلا بھیجی تھی چنانچہ ابن سعد نے جعد بن قیس مرادی سے روایت کی ہے کہ جعد کہتے تھے کہ ہم چار آدمی اپنے وطن سے حج کے ارادے سے چلے راستے مین ایک جنگل ملا ہمن کے متعلقات سے اِس جنگل مین ایک آواز سنی ہم نے کہ کوئی یہ بیتین پڑھتا ہے اَلَا اَیُّھَا الرَّاکِبُ الْمُعَرِّسُ بِلْغُوْا اِذَا مَا وَقَفْتُمْ بِالْحَطِیْمِ وَزَمْزَمَا + مُحَمَّدًا اِنَّ الْمَبْعُوْثَ مِنَّا تَحِیَّۃً + تُشَیِّعُہٗ مِنْ حَیْثُ سَارَ وَیَمَّمَا + وَقُوْلُوْا لَہٗ اِنَّا لِدِیْنِکَ شِیْعَۃٌ + بِذَالِکَ اَوْصَانَا الْمَسِیْحُ بْنُ مَرْیَمَا + یعنے اے اونٹون کے سوار بھلی رات کو مقام کرنیوالے پہونچاؤ جب کھڑے ہو تم یعنی پہونچو تم حطیم اور زمزم کے پاس محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو جو مبعوث ہوے ہین سلام ہماری طرف سے اور تحیت جانا تم اُسکے پاس جہان کہین اُسنے سیر کی ہو اور قصد کیا ہو اور کہنا اُس سے ہم سب یعنی یہان کے جنّات تمھارے دین کے گروہ ہین اِسیطرح وصیت کی تھی ہمکو عیسیٰ علیہ السّلام مریم کے بیٹے نے اور ابن عساکر اور خرائطی نے مرداس بن قیس دوسی سے روایت کی ہے کہ ایک روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس مین کاہنون کا اور کہانت کا کچھ ذکر تھا لوگ نقل کرتے تھے کہ یہ کارخانہ نبوّت کے ظہور اور وحی کے نزول ہوتے ہی موقوف ہوگیا مرداس مذکور نے کہا کہ یارسول اللہ مجکو اِس مقدمے مین عجب اتفاق ہوا تھا جو قابل سُننے کے ہے آپ نے فرمایا کہ بیان کرو مرداس نے کہا کہ ہمارے پاس ایک لونڈی تھی اسکا نام خاصہ تھا بہت نیکبخت اور صالحہ تھی کبھی بُرائی کا وہم بھی اُسکی طرف نہ ہوا تھا ایک روز میرے نزدیک آئی اور کہنے لگی کہ تم مجکو کیا جانتے ہو ہمنے کہا کہ تجکو بڑی نیکبخت اور صالحہ ہم جانتے ہین کبھی بُرائی کا وہم بھی تیری طرف ہمکو نہین ہوا پھر اُسنے کہا کہ ان دنون مجھپر ایک عجیب احوال گذرا ہے کہ مین ایک روز اکیلی اپنے گھر مین بیٹھی تھی ایک چیز سیاہ میرے اوپر آکر چڑھ بیٹھی اور جسطرح مرد عورت سے صحبت کرتا ہے اُسیطرح اُسنے میرے ساتھ کیا اور پھر کچھ معلوم نہ دیا سو مجکو یہ خوف ہوا کہ ایسا نہو مجھے حمل رہگیا ہو اور تم لوگ مجھپر زنا کی تہمت کرو ہم نے اُس سے کہا کہ ہمکو تیری طرف ایسی چیز کا وہم بھی نہین آنیکا تو جا خاطر جمع رکھ بعد کتنے روز دن کے

معلوم ہوا کہ اُسکو حمل ہے پھر موافق معمول کے لڑکا جنی لیکن اُس لڑکے کے دونون کان کتے کے سے تھے اور اُسکا رنگ بھی آدمیون کا سا نہ تھا سو وہ لڑکا ہمارے لڑکون کے ساتھ کھیلا کرتا تھا ایک ایک روز ننگا ہو کے چلانے لگا اور کہنے لگا کہ افسوس اور خرابی ہو کہ دشمن کے سوار تمھارے لوٹنے کو اس پہاڑ کے اِس طرف آن پہونچے اور تم غافل بیٹھے ہوئے ہو ہم سب اُسکے کہنے کے موجب مسلح ہو کر اس پہاڑ پر گئے اور دیکھا تو واقعی دشمن کے سوار ہین آخر اُنسے لڑائی کر کے اُنکو ہٹا دیا اُسوقت سے اُس لڑکے کے کہنے کا اعتبار ہو گیا جو وہ کہتا تھا ویسا ہی ہوتا تھا کبھی اُسکی بات جھوٹ نہوتی تھی پھر جب سے آپ نبی ہوئے اور وحی آنا شروع ہوئی تب سے اُسکی بات جھوٹی ہونے لگی اکثر باتین جھوٹی کیا کرتا تھا ہم نے اُس سے پوچھا کہ تجکو اب کیا ہوا جو جھوٹ بولنے لگا تو اُسنے کہا مجکو کچھ حال نہین معلوم جو شخص مجکو پہلے سچی خبر پہونچاتا تھا اب جھوٹی خبرین پہونچاتا ہی مین اپنی طرف سے اِس مین کچھ ملاتا نہین ہون اب اس کی تدبیر یہ ہو کہ تم مجکو تین دن ایک اندھیری کوٹھری مین بند کر دو تا کہ جب مین تنہا ہونگا تو وہ جن جو مجکو خبرین دیتا ہی وہ میرے رگ اور پوست مین گھس جاویگا پھر تم اُس سے پوچھنا تو کچھ معلوم ہوگا سو ہم نے ویسا ہی کیا پھر تین دن کے بعد حجرے کو کھولا تو دیکھا ہم نے کہ اُس لڑکے کا بدن ایسا ہو گیا ہی جیسا آگ کا انگارا ہم نے دریافت کیا کہ یہ رنگت آگ کی اُسی جن کی ہی جو اسکے اندر در آیا ہی آخر ہمنے اُس سے کہا کہ اے عزیز اب تک تمھاری خبرین سب سچی ہوتی تھین چند دنون سے کیون جھوٹی ہونے لگین اُسنے کہا یَا مَعْشَرَ دَوْسٍ حُرِسَتِ السَّمَاءُ وَخَرَجَ خَيْرُ الْأَنْبِيَاءِ یعنی اے گروہ دوس کے قبیلے کے نگہبانی کیے گئے آسمان اور پیدا ہوئے ایسے نبی جو بہتر ہین سب نبیون مین مین نے پوچھا کہ کہان اُسنے کہا کہ مکہ مین اور اسکے بعد یہ بھی کہا کہ اب مین مرتا ہون مجکو پہاڑ کی چوٹی پر دفن کرنا اور میرے دفن کے بعد آگ کی طرح شعلے نکلینگے جب تم یہ حال دیکھنا تو تین پتھر مجھ پر مارنا یعنے اُس آگ پر اور ہر پتھر پر یہ کلمہ پڑھنا کہ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ یعنے اے اللہ تیرے نام کی برکت سے

اُسوقت وہ شعلے بجھ جاوینگے یعنی میری آگ ٹھنڈی ہو جاویگی پھر جسطرح اُسنے کہا تھا ویسا ہی ہمنے
کیا اُسکے مرنے سے کتنے دنوں کے بعد آپکی نبوت کی خبر ہمکو پہونچی اور ہم خدمت مین حاضر ہوئے
یہ ہی عرب کے جزیرے کے جنون کا حال جنکی گواہی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا ثبوت
اور آسمان کی نگہبانی اور انکارون کا مرنا اور قرآن شریف کا نازل ہونا تواتر کے قول پر منقول ہی ہمین
کسی طرح کا شبہ نہین ہے جو انمین سے اسلام سے مشرف ہوئے ہین اور صحابیت کے درجے کو پہونچے
ہین وہ بھی بہت ہین چنانچہ عبداللہ بن مسعود پہلی لیلۃ الجن مین جو مکہ معظمہ کے متصل درہ حجون مین ہوئی
تھی اور دوسری لیلۃ الجن جو مدینہ منورہ مین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے بعد بقیع غرقد کے
میدان مین ہوئی تھی اور دونون مرتبے یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے سوان دونون مرتبون
مین جنون کی کثرت اسقدر بیان کی ہی کہ گنتی اور شمار سے باہر ہی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی ایک
مرتبہ لیلۃ الجن مین جو دوسری مرتبہ مدینہ منورہ مین ہوئی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور
جنون کو دیکھا بھی تھا اور انکی باتین بھی سنی تھین اور انکی کثرت انکی بیان کرتے ہین چنانچہ ابونعیم
نے دلائل النبوۃ مین اور دوسرے محدثون نے کتابون مین ان مضمون کی تفصیل بیان کی ہی اور
صحاح ستہ مین ابی ہریرہ سے مروی ہی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا تثاءب احدکم فلیمسک بیدہ
علی فیہ فان الشیطان یدخل فاہ وعن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم قال بالمدینۃ نفر من الجن اسلموا فمن رای شیئا من ھذہ العوامر شیئا فلیتعوذ بہ ثلثا فان بدا لہ بعد ثلث فانہ شیطان یعنے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے صحاح ستہ
مین روایت ہی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینے مین بہت جن ہین کہ وہ اسلام
لائے ہین پھر جو شخص کہ ان سانپون مین سے کسی کو دیکھے اعوذ باللہ منک تین مرتبے پھر اگر ظاہر ہو اسکو
کوئی چیز بعد تین مرتبے کے تو وہ شیطان ہی ہی اسے مارڈالے اور ابونعیم نے حضرت
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہی کہ ایک مرتبہ بہت سے جن کسی جزیرے کے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی ملاقات سے مشرف ہونے کو آئے تھے اور کئی دن یہان مقام بھی کیا تھا اور پھر
اپنے دلمن کو لوٹ گئے اور امام احمد [illegible] اور بیہقی اور دوسرے محدثون نے ملاقات مین جانے

روایت کی ہی کہ بلال کہتے ہین کہ ایک مرتبہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر مین تھا عرج مین
مقام ہوا مین نے اپنے خیمے سے نکلکر چاہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہون دیکھا
مین نے کہ آپ سب لشکر سے اکیلے باہر دور بیٹھے ہین مین نے چاہا کہ آپ کے پاس جاون جب آپکے قریب
پہونچا تو آواز غل اور شور کی میرے کان مین آئی پوچھا لوگون سے یہ کیا ہے لوگون نے کہا کہ سانپ ہے
بھی کرتے ہین مین ٹھہر گیا اور پوچھا مین نے کہ آپ کے پاس نہ پہنچے لوگون کا ہجوم ہی اسوقت جانا مناسب
نہین ہے پھر تھوڑی دیر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور سانپ کو دیکھکر آپنے تبسم فرمایا مین نے
عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپنے غل کیا تھا آپنے فرمایا کہ مسلمان اور کافر جنون مین جھگڑا
تھا رہنے کے مقدمہ مین میرے پاس فیصلے کے واسطے آئے تھے سو مین نے ایسا حکم کیا کہ مسلمان جن
خلس سے ملک مین اور کافر جن کو ملک مین آگ کے شعلے سے جلا دیا جائے چنانچہ کثیر بن عبداللہ
جو اس حدیث کے راوی ہین کہتے ہین کہ ہم نے خبر دیا ہے کہ جسکو خلس کے ملک مین کچھ جن کا آسیب
ہوتا ہے وہ بھلا اچھا ہو جاتا ہے ہلاک نہین ہوتا اور جسکو کے ملک مین جسکو جن کا آسیب ہو جاتا ہے
وہ اکثر اچھا نہین ہوتا بلکہ ہلاک ہوتا ہے اور مطلب سے جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ جابرؓ کہتے
تھے کہ ہم ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر مین تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھجور
کے درخت کے نیچے تھے یکایک ایک کالا سانپ بہت ہی بڑا آپکی طرف چلا لوگون نے چاہا اسکو
مارین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکو مت چھیڑو آخر کو وہ سانپ آپکے نزدیک پہونچا اور
اپنے منھ کو آپکے کان کے پاس لیگیا جیسے کوئی بات کان مین کہتا ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی
اپنے منھ مبارک کو اسکے کان کے پاس لیجاکے کچھ فرمایا پھر وہ سانپ غائب ہو گیا اور معلوم بھی نہ ہوا کہ گویا
اسکو زمین نگل گئی ہم لوگون نے عرض کی کہ یارسول اللہ آپ نے اس سانپ کو اپنے کان
تک آنے دیا ہمکو بڑا خوف ہوا تھا کہ یہ جانور ہے سمجھ نہین ایسا نہو کہ آپکو کچھ ایذا دیوے یا کاٹ کھاوے
آپ نے فرمایا کہ یہ جانور نہ تھا بلکہ جنون کا بھیجا ہوا تھا کہ مجھ سے سورت کی آیتین دریافت کرے سو
اسکے پوچھنے کے واسطے اسکو بھیجا تھا جب اسنے تم لوگون کو دیکھا تب سانپ کی شکل بنکے تمھارے

سامنے آیا اور پوچھکر چلا گیا پھر جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ بعد اسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے
اور آگے کو چلے راستے مین ایک گانون ملا وہانکے لوگون نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم یہان ایک
عورت ہی جوان خوبصورت ایک جن اسپر عاشق ہوگیا ہی سو اُسکے اندر گھسکے اُسکو بیہوش کردیتا ہی نہ کچھ
کھاتی ہی نہ کچھ بات کہتی ہی بلکہ ملاکی کے قریب ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس عورت کو اپنے سامنے بُلایا اور
فرمایا کہ ای جن تو مجکو جانتا ہی کہ مین کون شخص ہون مین محمد ہون حق تعالی کا رسول سو اس عورت کو چھوڑ دے یہ بات
فرماتے ہی وہ عورت ہوش مین آگئی اور اپنے مُنھ کو نقاب سے چھپا لیا اور لوگون سے حیا کرنے لگی اور بالکل اچھی ہوگئی
جابر کہتے ہین کہ مین نے اُس عورت کو دیکھا تھا ایسی خوبصورت تھی جیسے چودھوین رات کے چاند کا ٹکڑا اور عقلی ابی شیبہ
اور ابو نعیم نے حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہی کہ حضرت عمر کہتے تھے کہ ایک روز
ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہامہ کے ایک پہاڑ پر بیٹھے تھے کہ یکایک ایک پیر مرد ہاتھ مین عصا لیے ہوئے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آنکر حاضر ہوا اور آپکو سلام کیا آپنے اُسکے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ اسکی آواز
جن کی سی ہی پھر آپنے اُس سے پوچھا کہ تو کون ہی اُسنے عرض کیا کہ اس غلام کا نام ہامہ ہی ابیم کا بیٹا اور ابیم
لاقیس کا بیٹا ہی اور لاقیس ابلیس کا بیٹا ہی آپنے فرمایا کہ ابلیس کے اور تیرے درمیان مین دو ہی پشتین ہین بھلا
کہو تو تیری عمر کتنی ہوگی اُسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جتنی دُنیا کی عمر ہی اتنی ہی میری عمر ہی کچھ تھوڑی سی
کم ہی اسواسطے کہ جن دنون مین قابیل نے ہابیل کو مارا تھا اُسوقت مین بچہ تھا کئی برس کا لیکن بات سمجھتا تھا
اور پہاڑون پر دوڑتا پھرتا تھا اور لوگون کا غلّہ اور کھانا چُرا لاتا تھا اور لوگون کے دلون مین اپنے خویش اور
اقربا سے بدسلوکی کرنے کو وسوسے ڈالا کرتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے فرمایا کہ تیرے
بڑھاپے کے عمل تو ایسے ہین اور جوانی اور بچپن کے کام دیسے تو بہت بُرا شخص ہے اُس نے عرض کیا کہ یا
رسول اللہ آپ مجکو کچھ ملامت نہ کیجیے اسواسطے کہ اب مین توبہ کرنے کو آیا ہون اور مین نے حضرت
نوح علیہ السلام سے ملاقات کی ہی اور اُنکی مسجد مین اُنکی صحبت مین بہت رہا ہون مین اور
پہلے اُنکے ہاتھ پر توبہ کی تھی مین نے اور ایک سال اُنکی مسجد مین رہا ہون مین اور حضرت ہود اور
حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہم السلام کی صحبتون مین رہا ہون مین اور حضرت موسی علیہ السلام

ابلیس کے پوتے کا حال

سے ملاقات کی ہے مینے نے اور اُنسے توریت سیکھی تھی اور انکا سلام حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو پہونچایا
تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے بھی ملاقات کی تھی حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا تھا کہ اگر
محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنا تو میرا سلام انکو پہونچانا سو اب اِس امانت کے بار کے ادا کرنے
کے واسطے آپکی خدمت مین حاضر ہوا ہون اور یہ بھی میری آرزو ہے کہ آپ اپنی زبان فیض ترجمان
سے مجکو کچھ قرآن شریف تعلیم فرمائیے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی سورتین جیسے سورۂ
واقعہ اور سورۂ مرسلات اور عم یتسالون اور اذا الشمس کورت اور قل ہو اللہ احد اور قل اعوذ
برب الناس اُسکو تعلیم فرمائین اور یہ بھی آپ نے اُس سے ارشاد فرمایا کہ اے ہامہ جسوقت
تجکو کسی چیز کی احتیاج ہو تو میرے پاس آنا اور ہم سے ملاقات نچھوڑنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ
کہتے تھے کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے تو وفات پائی اور اسکی موت کی خبر ہمکو نہین دی اب ہمکو
معلوم نہین ہے کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ جو جنات سے تھے اُنمین سے
ایک کا نام عمر بن جابر ہے جنکی صفوان بن معطل نے تجہیز اور تکفین کی تھی اور ان مین سے ایک کا نام
عمرو ہے جو کافر جنون کی لڑائی مین شہید ہوئے ہین اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے
یارون نے اُنکو دفن کیا تھا اور ان ہی مین سے ایک کا نام سرق ہے جنکو عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ
نے مرو کے جنگل مین دفن کیا تھا یہ سرق اُس جماعت کے تھے جنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے بیعت کی تھی اور ان ہی مین سے ایک کا نام حزقا تھا یہ جنیہ تھی یعنی عورت تھی اُسکو عمر بن
عبدالعزیز نے مکہ معظمہ مین دفن کیا تھا اور ان سب کا قصہ بیہقی نے اپنی کتاب دلائل النبوۃ
مین صحیح اسنادون سے بیان کیا ہے فقط یہان تک احوال ان جنون کا بیان ہوا جو رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانبردار اور تابعدار ہوئے تھے اور قرآن کے حکمون کو مان لیا تھا اور نہایت
پیروی اور تابعداری کے سبب اپنی اِس خدمت سے جس سے موقوف اور معزول ہوئے تھے
بالکل دست بردار ہوئے اور بنی آدم کی ہدایت اور رہنمائی پر کمر باندھی اور مستعد ہوئے
وَمِنَّا الْقَاسِطُونَ ط اور بعضے ہم مین سے کجرو اور بے انصاف ہین جو اِس خدمت سے

کافرجنوں کے دو فرقے کا بیان

اپنی معزولی اور موقوفی پر راضی نہیں ہیں اور اس رسول اور اس قرآن کی فرمانبرداری جیسی چاہیے ویسی نہ کی سو اس قسم کے چار فرقے ہیں پہلا فرقہ کافر جنوں کا جو ظاہر ہیں مخالفت اور دشمنی کرتے ہیں اور اپنے کفر کو چھپاتے نہیں ہیں اور بنی آدم کو جہانتک ہو سکتا ہے بہکانے میں قصور نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم ہرگز اپنی خدمت سے معزول اور موقوف نہیں ہوئے ہیں غیب کی خبریں ہم سے پوچھا کرو اور اپنے اڑے کاموں پر ہم سے مدد مانگا کرو ہم تمھاری حاجت روائی اور مشکل کشائی کیا کرینگے چنانچہ کافروں کے جھوٹے معبود جن کو دیوتا کہتے ہیں جیسے ہنودوں کے اور حبشیوں کے اور زنگیوں کے اور دوسرے بت پرستوں کے کہ باوجود آسمان پر نجانے پانے کے اور آگ کے انگاروں سے مارے جانے کے اور اپنی خدمت سے معزول اور موقوف ہونے کے بنی آدم کے بہکانے اور خراب کرنے سے دست بردار نہیں ہوتے ہیں بلکہ کافروں کی مدد اور اعانت حتی المقدور کیے جاتے ہیں تاکہ وہ اپنے نہ پھریں بلکہ بزور اُنسے شرک کرواتے ہیں اور اسلام میں داخل ہونے سے منع کرتے ہیں دوسرا فرقہ منافق جنوں کا جو ظاہر ہیں اپنے تئیں ایمانداروں میں داخل کرتے ہیں اور پوشیدہ مکر اور فریب سے آدمیوں کی خرابی کے پیچھے پڑے ہیں اور اپنے تئیں کسی بزرگ کے نام سے مشہور کرکے آدمیوں کے نزدیک پیر بن بیٹھے ہیں جیسے شیخ سدو اور زین خان اور سرور اور بالے اور سوا اسکے اور پردے میں اپنی ولایت اور غیب دانی اور مشکل کشائی کا دعوی بلکہ الوہیت اور خدائی کا دعوی کرتے ہیں اور شرک اور بت پرستی کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھتے جو اپنے معتقدوں سے اپنے واسطے نکروا دیں تیسرا فرقہ فاسق جنوں کا جو ڈکیت اور بٹ مار کے طور پر ہیں جو آدمیوں کو طرح طرح کی ایذا پہونچاتے ہیں اور ایسے جن نذر اور نیاز اور بھینٹے اور مٹھائیاں اور بانی اور شربت اور سوا اسکے سب کچھ اپنے واسطے لیتے ہیں اور چوتھا فرقہ جنوں کا ایک اور ہی جو چوروں کیطرح بعضے آدمیوں کی روحوں کو جو بد خلقی اور تکبر اور غرور اور کینہ اور حسد میں اور ہر وقت نجاست سے آلودہ رہنے میں خبیث جنوں سے مناسبت بہم پہونچائی تھی کھینچکر لیجاتے ہیں اور اپنے رنگ میں انکو بھی رنگتے ہیں

اور اپنی چالاکی انکو سکھاتے ہین جیسے آدمیون کے بدن مین مسامون کی راہ سے در آنا اور اُسکے مزاج کو خراب کردینا اور شکل کا بدلنا انکو تعلیم کرتے ہین تاکہ اس وسیلے سے ایذا اور رنج آدمیون کو پہونچاوین اور بنی آدم کے فرقے کو خراب کرین سو یہ چار فرقے قاسطون سے یعنی بے انصافون سے ہین کہ دین اور قرآن شریف کی پیروی نکی اگرچہ ظاہر مین بعضون نے اپنی زبان پر کلمۂ توحید کا جاری کیا فَمَنْ اَسْلَمَ پھر جو کوئی حکم الٰہی کا فرمانبردار ہوا اور کجروی اور ناانصافی کو چھوڑا فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا پھر اُنھون نے سوچی اور اٹکلی تدبیر سیدھی راہ چلنے کی اِسواسطے کہ اپنے خاوند کی فرمانبرداری کے سبب سے خاوند کے نزدیک اپنا رُتبہ پیدا کیا اور کجروی اور ناانصافی اور بنی آدم کو فریب دینے کی صورت مین بعضے مخلوقات کے نزدیک البتہ کچھ مرتبہ اور جاہ اس دُنیاے چند روزہ کا حاصل ہوتا ہی لیکن اپنے خاوند کے نزدیک ذلّت اور بیقدری ہوتی ہی اور ہمیشگی کی نعمت سے بے نصیبی اور محرومی وَاَمَّا الْقَاسِطُوْنَ اور لیکن کجرو ناانصاف جنھون نے حکم الٰہی کی فرمانبرداری سے سرکشی کی اور باوجود معزولی کے اپنی خدمت سے آدمیونکو فریب دیا کہ ہم معزول نہین ہین بلکہ اپنے تئین آدمیون کے نزدیک کارخانۂ الٰہی کا شریک ٹھہرایا فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا پھر ہوئے وہ دوزخ کے کُندے اور آگ کے بھڑکانیوالے کہ اپنے تئین بھی آگ مین جلایا اور آگ کی مناسبت کے سبب سے اُس آگ کو اور بھڑکا کے دوسرونکو بھی خوب جلا کر بھسم کیا اور بعضے ملحد بے دین یہانپر ایک اعتراض کرتے ہین اور شبہ دلون مین ڈالتے ہین کہ جنّات کی پیدایش تو آگ سے ہی پھر جنون کو آگ مین پڑنے سے کیا رنج اور تکلیف ہوگی اِسواسطے کہ کسی چیز کو اپنی جنس سے کچھ تکلیف اور ایذا نہین ہوتی ہی سو اسکا جواب یہ ہی کہ جنّات کا اصل مادّہ اگرچہ آگ ہی لیکن اسکی صورت ترکیبی اور مزاج دوسری چیز ہی سو جب صرف آگ اسکی صورت ترکیبی اور اسکے مزاج کی منافی ہوئی تو اور زیادہ اسکی تکلیف اور عذاب کا سبب پڑیگی چنانچہ ایک لطیفہ مشہور ہی کہ ایک ملحد نے یہی اعتراض کیا وہان ایک شخص دانا ظریف حاضر تھے اُنھون نے ایک بڑا پتھر اُٹھاکے اُسکی راہ پر مارا وہ ملحد چلّانے اور شور اور غُل مچانے لگا اس شخص نے کہا کہ اس پتھر سے تجکو رنج اور

ملحد کا اعتراض

تکلیف ہونے کی کیا وجہ آخر تیری بھی اصل زمین سے ہی اور یہ تیر بھی زمین سے ہی آخر وہ ملحد لاجواب ہوا غرض کہ مزاج کی کیفیت اور عذاب کی کیفیت متحد ہونے سے رنج اور تکلیف کی اور زیادتی ہوتی ہی بخلاف اسکے جہان مزاج کی کیفیت اور غذا کی کیفیت مختلف ہو چنانچہ یہ بات تجربہ اور آزمائش مین آچکی ہی کہ صفراوی مزاج والے کو آگ اور دھوپ کی نزدیکی سے اسقدر رنج اور تکلیف کی زیادتی ہوتی ہی کہ بلغمی مزاج والے کو عشر عشیر اسکی بھی نہین ہوتی اور اسیطرح بلغمی مزاج والے کو دریا کی نزدیکی اور سرد ہوا کے سبب سے اسقدر سستی اور کسالت لاحق ہوتی ہی جو صفراوی مزاج والے کو نہین ہوتی اور آگ کو حق تعالے نے ایسی تاثیر دی ہی کہ تفریق اجزا اور رطوبات متماسکہ کے افنا کے سبب سے ہر ترکیب کی تحلیل اور ہر مزاج کا کرتی ہی اور جو رنج اور الم ممزج اور مرکب کو محسوس ہوتا ہی وہ ابطال مزاج اور تحلیل ترکیب کے سبب سے ہی نہ مخالفت مادہ سے تاکہ ہمجنس ہونا اسکا بے اللی کا سبب پڑے اور جو شروع سورۃ سے یہانتک حق تعالے نے تیرہ کلمے جنون کے نقل فرمائے اب پھر انہ استمع پر عطف کرکے تین مطلب دوسرے تلقین فرماتے ہین تاکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ان تینون مطلبون کو بھی آدمی اور جنات کو پہونچا دیوین اسواسطے کہ یہ تینون مطلب عمدہ ہین اور جنون کی پیدائش اور انکی عادت سے متعلق ہین اور بہت سے آدمی بھی اسی عادت کے سبب سے باطل عقیدون مین بلکہ شرک مین پھنس جاتے ہین سو اب ارشاد ہوتا ہی کہ کہہ تو اے پیغمبر کہ وحی کی گئی ہی میری طرف یہ سب جنون کی باتین جو اوپر بیان ہو چکی ہین وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ اور یہ کہ اگر جنات اس طریقے پر استقامت کرینگے اور مضبوط رہینگے جسطرح اب اس طریقے کو اختیار کیا ہی اور تلون اور تبدل سے جو جنون کا خاصہ ہی باز آوینگے لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا البتہ پلاوینگے ہم انکو پانی برسات کا جی بھر کے یعنی برساوینگے اور قحط کو انسے دور کرینگے مفسرون نے لکھا ہے کہ یہ سورت اسوقت مین نازل ہوئی تھی جسوقت کفر کی شامت سے مکے والے سات برس کے قحط مین گرفتار ہوئے تھے بلکہ قحط کا شروع تھا اور آدمی اور جن اور جانور سب قحط سالی اور خشکی مین گرفتار تھے اور قحط کے زمانے کے قطع نظر برسات کا پانی ہر طرح سے سب طرح کی

برکتون اور تمام دنیاوی منفعتون کو شامل ہے سو ذکر اس نعمت کا گویا تمام دنیا کی نعمتون کی طرف اشارہ ہے چنانچہ دوسری آیت مین حق تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اور اگر تحقیق مکہ والے ایمان لاتے تو البتہ کھولتے ہم اُنپر برکتین آسمان اور زمین سے یعنی آسمان سے پانی برساتے اور زمین سے غلہ اُگاتے اور باوجود اسکے خاص جنون کو اس نعمت کے پہونچانے مین ایک غرض دوسری بہت باریک اور دقیق ہے سو وہ یہ ہے کہ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ تاکہ عقل اور دانائی جنون کی آزماوین ہم اس پانی پلانے مین اور دیکھین ہم کہ یہ جن اپنی دانائی اور زیرکی سے اپنے آگ مین جلنے کے عذاب کو اپنے پانی پینے سے راحت پانے پر قیاس کرتے ہین یا نہین اس طور سے کہ پانی اپنی دونون کیفیتون مین یعنی رطوبت اور برودت مین انکی ضد ہے اسواسطے کہ یہ آگ سے پیدا ہوے اور حرارت اور خشکی آگ کا خاصہ ہے لیکن باوجود اسکے پھر پانی پینے سے انکو تسکین ہوتی ہے سو اگر آگ مین در آنے سے انکو رنج اور عذاب نہووے تو ایک مزاج کا دو ضدون کے ساتھ موافق ہونا لازم آوے اور یہ محال ہے تو معلوم ہوا کہ آگ ضرور رنج اور عذاب کا سبب پڑیگی اور یہ بھی بوجھ لیوین کہ طریقہ حق پر استقامت کرنا کجروی اور گمراہی کی ضد ہے اور اسیطرح تنعیم تعذیب کی ضد ہے اور پانی آگ کی ضد ہے اور جو طریقہ حق پر استقامت کریگا پانی سے راحت پانے کا سبب پڑیگا تو کجروی اور گمراہی آگ سے عذاب ہونے کا بھی سبب پڑیگی اور اگر ایسا نہو تو دو ضدون کا آپس مین مقابل ہونا جاتا رہے اور یہ بھی سمجھ لیوین کہ پانی کی طبیعت آگ کے بجھانے کو چاہتی ہے اور ہمکو باوجود آتشی ہونے کے پانی زندگی اور راحت کا سبب پڑتا ہے تو کچھ عجب نہین ہے کہ آگ ہمارے رنج اور مشقت کا سبب پڑے لیکن یہ سب دنیا کی نعمت بدون وبال اُخروی کے اُن لوگون کے واسطے ہے جو طریقہ مرضیہ پر مستقیم ہین وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ اور جو شخص منہ موڑے گا اپنے پروردگار کی یاد سے اور جس طریقے کو اختیار کیا ہے اُس پر ثابت نہ رہے گا اور تلون اور تبدل کو اپنے مین راہ دیگا يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا

البتہ داخل کریگا اسکو اُسکا پروردگار ایسے عذاب مین جو اُسکی طاقت سے باہر ہی خواہ وہ عذاب آگ سے ہو جو اسکی ہمجنس ہے اور ہمجنس جب اپنی حد سے زیادہ ہوتا ہی تو انتہا درجے کی تکلیف کا سبب پڑتا ہی اور خواہ دوسری چیز سے ہو حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت آئی ہی کہ صعد نام ہی ایک دوزخ کے پہاڑ کا پتھر کی صاف چٹان ہی کافر کو اُسپر زبردستی چڑھاوینگے آگے سے فرشتے اسکو زنجیرون سے کھینچینگے اور پیچھے سے بھی آگ کے گرزون سے مارینگے یہانتک کہ چالیس برس مین اس پہاڑ کے اوپر پہونچے گا پھر وہان سے فرشتے اسکو نیچے ڈھکیل دینگے پھر اسی طور سے مار مار کے اسکو اوپر چڑھاوینگے اور پھر ڈھکیلین گے تاکہ ہمیشہ اسی عذاب مین گرفتار رہے اور اس آیت مین استقامت کی تعریف حق تعالی نے فرمائی ہی چنانچہ سید الطائفہ یعنی سردار صوفیون کے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کے بموجب فرماتے ہین کہ کُنْ طَالِبَ الْاِسْتِقَامَۃِ وَلَا تَکُنْ صَاحِبَ الْکَرَامَۃِ فَاِنَّ الرَّبَّ یَطْلُبُ مِنْکَ الْاِسْتِقَامَۃَ وَالنَّفْسُ تَطْلُبُ مِنْکَ الْکَرَامَۃَ یعنے ہو تو طالب استقامت کا اور نہو تو طالب کرامت کا اسواسطے کہ پروردگار تیرا چاہتا ہی تجھسے استقامت کو اور نفس تیرا چاہتا ہی تجھسے کرامت کو اور حدیث صحیح مین آیا ہی کہ اِسْتَقِیْمُوْا وَلَنْ تُحْصُوْا یعنے استقامت کرو طاعت پر اور تمام طاعتون کو ہرگز نہ گھیر سکوگے اور حقیقت مین بھی یہی بات ہی کہ روح اور دل کا منور ہونا طاعت کی روشنیون سے استقامت کے سبب سے ہوتا ہی اور عبادت کے رنگ کو نفس کے جوہر مین استقامت ہی پیوست کردیتی ہی اور عبادتون اور طاعتون سے نفس کو اسی رنگ مین رنگین کرنا مطلوب ہے نہ فقط رنج اور مشقت کھینچنا وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰہِ اور یہ کہ مسجدین بنائی جاتی ہین اللہ تعالی کی عبادت کے واسطے فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا الا سومت پکارو تم مسجدون مین حق تعالی کے ساتھ کسی کو اسواسطے کہ حق تعالی کے ساتھ ان مسجدون مین دوسرے کو پکاروگے تو گویا ان مسجدون کو تمنے اللہ تعالی مین اور اس شخص مین مشترک کردیا اور حال یہ کہ مسجدونکو خاص اللہ تعالی کے واسطے بنایا ہی اور جنون کا ایک دستور بندھا ہوا ہی کہ جس مکان کو اُنکے واسطے خاص کردیتے ہین تو پھر جن نہین چاہتے کہ اس مکان مین دوسرے کو دخل ہووے سو جسطرح شرکت

استقامت کی تعریف

بعد خصوصیت کے جنون کو پسند نہین ہی بلکہ انکی ناخوشی کا سبب ہے اسیطرح حق تعالیٰ کی عبادت کے
مکانون مین دوسرے کا نام لینا اور اُسکو پکارنا حق تعالیٰ کی بھی ناخوشی کا سبب سمجھو اِس جگہ پر
جاننا چاہیے کہ حقیقت مین مسجد اس چیز کا نام ہی جسکو سجدے مین دخل ہی اور اِسکی تین قسمین
ہین اوّل سجدے کا مکان جو حق تعالیٰ نے اِس اُمّت محمدیہ کے واسطے تمام زمین کو کردیا ہے چنانچہ
حدیث شریف مین آیا ہی کہ جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی
کہ کردی گئی میرے واسطے تمام زمین مسجد یعنی سب زمین کو اِس اُمّت کے واسطے مسجد کا حکم ہی جہان
نماز کا وقت آوے وہان نماز پڑھ لیوین دوسری قسم سجدے کا قبلہ کہ اِس طرف سجدہ کرین تیسری
قسم آدمی کے اعضا ہین جنسے سجدہ کرتا ہی سو وہ سات عضو ہین ایک تو چہرہ پیشانی سے ناک تک
اور دونون ہاتھ کی ہتھیلیان اور دونون گھٹنے اور دونون پانون اور یہ تینون قسمین کافر
اور مشرکون کے نزدیک بھی حق تعالےٰ ہی کی مخلوق اور مملوک ہین پس غیر اللہ کو سجدہ کرنا گویا اُس
غیر کو حق تعالےٰ کی خاص ملک مین شریک کردیتا ہی اور یہ بات جنون کے نزدیک بھی نہایت غصہ
اور غضب کی باعث ہی اور اِسی سبب سے جنات آدمیون سے جھگڑا کرتے ہین اور انکو ایذا
پہونچاتے ہین اور آدمیون کے نزدیک بھی یہ بات معیوب اور بُری ہی سو اُس مالک قہار کی جناب
مین اِس قسم کی بات ہرگز نکرنا چاہیے خصوصاً اُن مکانون مین جنکو اپنی ملک مجازی سے نکالکر اُس
مالک الملک کی عبادت کے واسطے خاص اور مقرر کردیے ہین ان مکانون مین زیادہ تر خصوصیت ہوگی سو اِنمین
بطریق اولیٰ سوائے ذکر خدا کے دوسری کوئی چیز نکرنا چاہیئے اسیواسطے حدیث شریف مین آیا ہی کہ
مسجد مین بیع اور شرا اور دوسرے جتنے معاملات دُنیاوی ہین کسی کو نکرنا چاہیے بلکہ مسجد مین چلانا
نچاہیے اور دُنیا کی گفتگو کرنا نچاہیے اور مسجد کو گھر نہ بنانا چاہیے کہ کھانا پینا سونا سب وہین کرنا
مگر معتکف کے واسطے درست ہی اور ناسمجھ بچون کو اور دیوانون کو مسجد مین نہ آنے دینا چاہیے
سواسطے کہ کہین نادانی اور بےعقلی سے مسجد کو نجاست سے آلودہ نہ کرڈالین اور اسکی حرمت اور
ادب کی رعایت نکرین اور یہ بھی حدیث شریف مین آیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل

سجدے کی قسمون کی تفصیل

علیہ السلام سے پوچھا کہ تمام جہان مین بہتر مکان کون ہی اور بدتر مکان کون حضرت جبرئیل علیہ السلام
کو بھی معلوم نتھا اسیوقت عروج کیا یعنے آسمان پر گئے اور پھر آئے اور جواب لائے کہ سارے عالم مین
بہتر اور محبوب مکان مسجدین ہین اور بدترین مکانات عالم کی بازارین ہین اور اسکی وجہ یہ ہی کہ عالم مین سب چیزونسے بہتر ذکر
الٰہی اور اسکی بندگی ہی اور مسجد مین داخل ہوتے ہی ذکر اور بندگی یاد آتی ہے اور سارے
جہان سے بڑی چیز غافل ہوتا ہی یاد الٰہی سے اور اسکی بندگی سے اور جتنی بازارین ہین
سب اسی غفلت کے مکان ہین یعنی یاد الٰہی وہان بہت کم ہوتی ہے لیکن اس حدیث مین
ان بہترین اور بدترین مکانون سے سوال ہی جن مین جانا مباح ہی اس سبب سے اسکے جواب مین
یہ بات فرمائی ورنہ بدترین وہ مکان ہین جو کفر اور شرک اور گناہ کے واسطے بنے ہین جیسے بتخانے
اور شراب خانے اور قمار خانے اور زنا خانے لیکن چونکہ حکم شرع کے ایسے مکانون کو کھود ڈالنا
اور مٹا دینا واجب ہی تو گویا وہ مکان ہی نہین ہین اور انکا وجود اعتبار سے ساقط ہی بخلاف بازارونکے
کہ یہ شرع کے حکم کے موجب متروک اور آباد ہوتی ہین اور یہ بھی جان لینا چاہیے کہ ذکر اور بندگی
جسکے واسطے ہو اسکی حضوری کو چاہتی ہی اسواسطے کہ اسی کا ذکر کرتا ہی اور اسی کو معبود ٹھہرایا ہی
سو جو مکانات حق تعالیٰ کے واسطے خاص کر دیے گئے ہین انمین کسی غیر کا ذکر یا عبادت کرنا یا اپنی
طلب حاجت کے واسطے دوسرے کو پکارنا اسکی مثال ایسی ہی جیسے ایک مکان کو کسی بادشاہ
والاجاہ کے واسطے آراستہ کرکے اسکو بلانا پھر اسکے ساتھ اسی مکان مین ایک اسکی کسی رعیت
کی بھی ضیافت کرنا کہ یہ انتہا درجے کی بے ادبی اور نادانی ہی اور اس بادشاہ کے غصے کا سبب ہے
وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ اور یہ کہ جسوقت کھڑا ہوتا ہی اللہ کا بندہ اور جو وہ بندہ ہی
تو اس سبب سے اپنے مطلب کے عرض کرنے کے واسطے اپنے خاوند کو اسکو پکارنا بھی ضرور
ہوا اسیواسطے وہ بندہ کھڑا ہو جاتا ہی تاکہ یَدْعُوْهُ پکارے حق تعالیٰ کو اور اسکے پکارنے
اور یاد الٰہی کرنے کے سبب سے حق تعالیٰ اسکے دل پر تجلی فرماتا ہی اور اسکے بدن مین جو
بہتر مکان ہے یعنے دل وہ انوار الٰہی کے نزول کا ظل ہوتا ہی اور حضرت حق جل شانہ

اس محل خاص مین اسکا مہمان ہوتا ہی کَادُوْا یَکُوْنُوْنَ عَلَیْهِ لِبَدًا ۝ قریب ہے کہ آدمی
اور جن اس بندے پر ہجوم کرکے مدے کیطرح ہ پر تہ جم جاوین اور ٹھٹھ ہو جاوین پھر کوئی اس
بندے سے لڑکا مانگتا ہے اور کوئی روزی مانگتا ہی اور کوئی دوسرے دنیا کے مطلب مانگتا ہی اور
بعضے کشف کونی طلب کرتے ہین یعنی جو دنیا کا تارک اپنے تئین سمجھتے ہین وہ اس بندے سے چاہتے
ہین کہ ہمپر سارے جہان کا احوال کھلجاے اور اسیطرح دوسرونکو بھی قیاس کرلیا چاہیے سو اس ہجوم
کے سبب سے اس خاص بندے کی اوقات مین بھی خلل ڈالتے ہین اور اسکی خاطر کو پریشان کرتے
ہین اور آپ بھی شرک اور کفر کے بھنور مین ڈوب کر ہلاک ہوتے ہین اور لوگ یہ نہ جھتے ہین کہ کثرت ذکر
اور عبادت الٰہی کے سبب سے اس بندے کا دل نور الٰہی کے نزول کا مکان ٹھہرا ہی اور نور الٰہی نے
اُسکے دل کو متجلی کیا ہی تو اب یہ بندہ حق تعالے کے کارخانے کا شریک ہوگیا اور اس بندہ کی ایسی قدر اور
منزلت درگاہ الٰہی مین ہی کہ جو اسکی زبان سے نکلے وہی حق تعالے کرے جسطرح دنیا مین مہمان کو
خاطرداری میزبان کی لازم ہوتی ہی اسیطرح دنیا کے لوگ تلاش مین رہتے ہین اور بادشاہ یا امیر یا حاکم یا
فوجدار جسکے گھر مین آتے ہین اس شخص سے اپنی حاجت روائی اور مشکل کشائی چاہتے ہین یعنے جو یہ
کہیگا تو اسکی خاطر کے سبب سے بادشاہ کو بھی کرنا پڑیگا اور اس فاسد خیال کے سبب سے یعنی اس
خیال سے کہ حق تعالے کے خاص بندے اُسکے گھر کے مختار ہین جو کہینگے وہی خدا کو کرنا پڑیگا پیر پرستی اور
گور پرستی مین گرفتار ہوکے خسر الدنیا والآخرۃ ہوتے ہین اور اس بات مین جن اور آدمی دونون شریک ہین اور
تمکو اے محمد علیک الصلوٰۃ والسلام ثقلین کی رسالت کا منصب ہی یعنی انسان اور جنات دونون فرقون کے تم نبی ہو
سو اگر تمکو اپنے حق ہین ان باتون کا خوف ہی کہ لوگ تمھارے ساتھ ایسا معاملہ نکرین تو تم صاف صاف ان دونون
فرقون کو جتادو اور قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّیْ کہدے کہ سوا اُسکے نہین کہ مین تو پکارتا ہون اپنے پروردگار
کو تاکہ مجکو دل کی تاریکیون سے نجات دیکے اپنے نور کی تجلی سے اس دل کو منور اور مشرف کرے
وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا اور شریک نہین کرتا مین اُسکے ساتھ کسی کو اور جب مین نے اُسکے
ساتھ کسی کو شریک نکیا اور اسی اپنے پروردگار کی عبادت مین مشغول ہوا اور اسی کو پکارا تو

دوسرون سے کب مین چاہونگا کہ مجکو پکارین یا مجکو اسکے ساتھ شریک ٹھہراوین اور اگر یہ دونون
وقتے مجکو شریک ٹھہراکے پکارین تو مجھے اپنے نفع یا نقصان کی تجھ سے امید رکھین اور اس اعتقاد سے تمکو
پکارین توصاف تو قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا کہدے کہ تحقیق مین
ہرگز مالک نہین تمھارے نقصان کا اور نہ مطلب رسی کی تدبیر بتلانے کا یعنی راہ پر لانے کا جس طرح
سے پہلے تکمیل اور رہبانی یعنی جنات اور گمراہ آدمیون کی روحین دنیا کے لوگون کو کچھ نفع کے
لالچ اور نقصان کا خوف دلاکے اپنا فریفتہ کرتے تھے اور ان لوگون کے نزدیک اپنے تئین
نفع اور نقصان کا مالک ظاہر کرتے تھے سو اب وہ دفتر گاؤخورد ہوا اور وہ کارخانہ تباہ ہوا اور
اگر کسی حادثے اور کسی مصیبت سے تیری طرف پناہ لاوین اور چاہین کہ حق تعالی کے خلاف مرضی
کرکے تیرے دامن مین چھپ جاوین تو بے لاگ کھلی بات قُلْ اِنِّیْ
لَنْ يُّجِيْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ کہدے کہ تحقیق نہین آپ ہی اس حال مین ہون کہ ہرگز نہ پناہ
دے سکے گا مجکو کوئی حق تعالی کے غضب سے وَلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا اور ہرگز
نہ پاؤنگا مین اپنی دریافت مین کبھی حق تعالی کے سوائے کوئی رجوع کی جگہ اور بچاؤ کی تاکہ اسکی طرف
رجوع اور التجا کرون اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ مگر حق تعالی کا پیغام پہونچا دینا
اور اسکے حکم اسکی مخلوقات کی طرف سو اسواسطے اسوقت مین مجکو حق تعالی کیطرف رجوع کرکے
اسکی مخلوقات کی طرف متوجہ ہونا ضرور ہوتا ہے اور توجہ الی اللہ کے کمال خلوص سے نزول
کرکے مخلوقات کی طرف رجوع کرنا ہوتا ہے لیکن یہ بات بموجب ظاہر حال کے کہی جاتی ہے نہین تو
مخلوقات الٰہی کی طرف رجوع کرنا جو اسکے حکم سے ہے اور اسی کے کام کے واسطے ہے حقیقت
مین یہ بھی عین رجوع اور استغراق ہے سو اسی واسطے یہ نزول اور توجہ خاص ان لوگون کے
واسطے ہے جو حق تعالی کے حکمون کو دل اور جان سے قبول کرتے ہین اور اسکی فرمانبرداری اور
اطاعت پر مستعد اور کمر باندھے بیٹھے ہین سو ایسے شخصون کی روحون کو قرب الٰہی کے مقام مین
پہونچانا اور انکی تکمیل کرنا یہ میری خدمت ہے وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور جو نافرمانی کرے

اللہ کی اور اسکے رسول کی اس مقدمے مین یعنی اسکی عبادت کے خاص مکانون اور خاص وقتونمین
غیر کو پکارے جاوے اور اپنی حاجت روائی اور مشکل کشائی مین دوسرے کی طرف التجا اور رجوع
کیے جاوے اور اسکے کارخانے مین دوسرے کو شریک کیے جاوے اور ان باتون سے دست بردار
نہووے اور معتزلہ اس جگہ پر جو سمجھے ہین کہ اس نافرمانی سے مطلق گناہ مراد ہے جو شرک ہو خواہ کبیرہ
دوسرے یہ کہ ان دونون قسمون کے گناہگارون کے واسطے خلود فی النار اور عذاب ابدی ہوگا
سو یہ معنی اس آیت کے بوجھنا تحریف کے قبیل سے ہے نہ تفسیر کے طور پر اسواسطے کہ اس آیت کا سیاق
اور سباق یعنی طرز اور روش اسکی صراحۃً اسی بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس سے وہ گناہ مراد ہین جو
شرک کو مستلزم ہین مطلق گناہ مراد نہین ہین اور کلام الٰہی کو سیاق اور سباق کے مقتضا کے خلاف کی
طرف پھیرنا تحریف ہے اور تحریف ممنوع ہے سو سیاق اس آیت کا پہلے ہو چکا کہ غیر خدا کے پکارنے والے اس سے
مراد ہین اور سیاق اس آیت کا آگے آتا ہے کہ سَيَعْلَمُونَ مَنْ أَضْعَفُ نَاصِرًا وَأَقَلُّ عَدَدًا
اور یہ اسی آیت پر دلالت کرتی ہے کہ دنیا مین اکثر مخلوقات سے جو یہ لوگ استعانت کرتے ہین
اور ہر حاجت اور ہر مطلب کے واسطے علیحدہ علیحدہ معین اور مددگار ٹھہراتے ہین اور یہ بوجھتے ہین
کہ ہمارے اتنے معبود ہماری شفاعت اور خلاصی سے ہرگز عاجز ہونگے بلکہ ہمکو چھڑا لینگے سو یہ
ایک بھی انکی مدد نکر سکینگے اور انکے کام نہ آوینگے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے فَإِنَّ لَهُ نَارَ
جَهَنَّمَ سو بیشک اسکے لیے ہے آگ دوزخ کی خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا وہ رہا کرین اس دوزخ
مین ہمیشہ ابدالآباد تک اور کوئی انکے مددگارون سے انکی فریاد کو نہ پہونچے گا اور دوزخ سے
نہ نکال سکے گا جسطرح گنہگار ایمانداروں کا ایمان انکو دوزخ سے نکالیگا اور پیغمبرون کی اور
شہیدون کی اور ولیون کی شفاعت انکی خلاصی اور نجات کا سبب ہوگی بخلاف کافرون کے
اسواسطے کہ انکے گناہ شرک اور غیر اللہ کی عبادت کو پہونچے تھے اور شفاعت کے قابل نہ رہے
تھے اور انکے گناہون مین شرک اور کفر کا لگاؤ بھی نہ تھا اس سبب شفاعت کی لیاقت رکھتے
تھے اور یہ مین ضمیر کا مفرد ہونا مَنْ کے لفظ کے لحاظ سے اور خالدین کو جمع کے صیغے سے لانا

من کے معنون کے لحاظ سے اس سبب سے ہو کہ گناہ اور غیر اللہ کے معبود ٹھہرانے کی حالت مین
ہر ایک کی دوزخ جدا جدا ہے اور خلود کی حالت مین سب ایک جا اور مجتمع ہونگے مگر باوجود ایک جا
اور مجتمع ہونے کے کچھ حاجت روائی نہ کر سکینگے اور اپنی مصیبت اور آفت نہ ٹال سکینگے لیکن
یہ بدبخت اپنے اعتقاد کے ایسے مضبوط ہین کہ جب تک دوزخ مین نہ داخل ہونگے اور اسکا عذاب
نہ چکھینگے اور انکے معبود مددگار اُن کی شفاعت اور حمایت سے دست بردار اور بیزار نہونگے تب تک
یہ اپنے باطل اعتقاد کے گھمنڈ مین ہونگے اور اپنے دلون کو سمجھاوینگے کہ ہم نے دنیا مین بڑے
وسیلے اور مضبوط دستاویزین اور سندین اپنے واسطے درست کر رکھی ہین آخر کو وہ
ہمارے سردار اور معبود ہمارے کام آوینگے اور اب ہمکو اس بلا سے چھڑاوینگے حتّٰی
اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ یہانتک کہ دوزخ کی آگ مین پڑکے دیکھینگے جو کچھ انکو وعدہ
دیا جاتا تھا کہ آخر کو یہ تمھارے معبود جن پر تم بھولے ہو تمھاری بات بھی نہ پوچھینگے اور
تمھارے کچھ کام نہ آوینگے وہ آپ بھی عاجز اور ذلیل ہونگے اور تمھاری کچھ عرض معروض نکر سکینگے
اور شفاعت کے مقام مین کھڑے نہو سکینگے بلکہ اکثر تو دوزخ مین پڑے جلتے ہونگے سو اُسوقت
فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا پھر البتہ جانینگے کس کے بودے ہین مددگار
اُن لوگونکے جنھون نے اپنے گمان مین بڑے بڑے زبردست زور آور مددگار ٹھہرا رکھے تھے یا موحد
مسلمانون کے جو سوائے خدا جل شانہ کے کسی کو اپنا مددگار نہین جانتے تھے اُسی اپنے مالک اور
خالق کے کرم اور فضل پر بھروسا رکھے ہوئے تھے قُلْ اِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ
کون گنتی مین تھوڑی ہین
اُنکے جنھون نے ہزارون پیر اور پیرون کو اپنا کارساز اور مددگار ٹھہرا رکھا تھا بلکہ اپنے گمان مین ایک لشکر
اپنے واسطے جمع اور تیار کر رکھا تھا یا موحد مسلمانون کے جو سوائے ایک ذات پاک پروردگار کے
کسی کو اپنا کارساز نہین ٹھہرایا تھا بلکہ سوائے اُسکے کسی کو جانتے بھی نہ تھے اور اگر تمھاری یہ باتین
سُن کے جو شرک کو جڑ سے کھود ڈالتے ہین اور غیر اللہ سے استعانت کے کارخانہ کو بالکل برباد
اور خراب کیے ڈالتے ہین اور کافرون کی طمع اور امید کو بالکل ہٹائے دیتے ہین یعنی اس امید کو کہ جنّون سے

وکالت اور سفارت کا عہدہ نکل کے تمکو جو سپرد ہوا ہی تو جسطرح تمھارے نبی ہونے کے پہلے جن اور آدمیون مین معاملہ مدد مانگنے اور مدد کرنے کا اور خبر پوچھنے اور بتلانے کا انکے آپسمین جاری تھا سو اب تمھارے واسطے اور وسیلے سے وہی طور جاری رکھینگے اور تمکو اور تمھارے خاص پیرو لوگون کو جنون کی طرح پوجا کیا کرینگے بلکہ خود بھی تمھارے ظاہر تابعدار ہوکے تمھاری طرف سے اسی اپنی خدمت پر بحال ہوکے وہی اپنا دستور جاری رکھینگے چنانچہ دنیا کے عزل اور نصب اور برطرفی اور بحالی کا یہی دستور ہے کہ معزول حاکم کے متوسل اور علاقہ دار بحال حاکم کے وسیلے سے اپنی اگلی خدمت مین دخیل ہوجاتے ہین سو تمھاری یہ چند باتین جنھون نے یہ کفر کی جڑ اور کافرون کی طمع کے درخت کو بیخ اور بنیاد سے اکھاڑ کر پھینکدیا ہے اور اگر کافر سُنکے مایوس ہوکے تم سے پوچھینگے کہ بھلا یہ تو بتلاؤ کہ یہ قیامت کا وعدہ جو تم کرتے ہو اور کہتے ہو کہ تمھارے مالک اور معبود وہان تمھارے کچھ کام نہ آوینگے بلکہ تمسے بیزار ہونگے اور تمھاری عبادت سے مُنکر ہونگے سو یہ قیامت کب ہوگی دُور ہی یا نزدیک سو تم اس سوال کے جواب مین قُلْ اِنْ اَدْرِیْٓ کہو کہ مین کچھ بھی نہین جانتا کہ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْٓ اَمَدًا آیا نزدیک ہے جو تم وعدہ دیے جاتے ہو یا کرے گا میرا پروردگار اسکے واسطے ایک مدت کی حد اور عبارت کا سیدھا طرز یہ تھا کہ یون فرماتے کہ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ بَعِیْدٌ لیکن اِس اسلوب کو متغیر کیا اسواسطے کہ ظاہر مین حکمت الٰہی قرب کو تقاضا کرتی ہو اسلیے کہ جزا کے مستحق ہونے کے بعد جزا پہونچانے مین عجلت مناسب ہے لیکن حکمت البتہ کسی پوشیدہ وجہ سے شاید تاخیر کی مقتضی ہوئی ہو اسواسطے کہ جب تک نوع انسانی کی دُنیا مین باقی ہے تب تک اپنے گذرے ہوؤن کے واسطے طرح طرح کی مدد اور اعانت کیے جاتے ہین خواہ آیمن تقرب الی اللہ ہو یا الی غیر اللہ ہو اور اپنے مقدور اور طاقت بھر اِس مقدمے مین خرچ کرتے ہین پھر جب کوشش اور سعی اُنکی بالکل تمام ہوتی ہی تو اسوقت جزا کا ایصال مناسب ہے تاکہ الزام حُجت کا ہوجاوے اور انکے مددگارون کا ضعف اور عجز ظاہر ہوجاوے تو موعود کا قریب ہونا

ہر فرد کی مدت پوری ہونے کے لحاظ سے احتمال کیا گیا ہے اور مدت کا پورا ہونا موت کے وقت ہوتا ہے کہ جتنے دنیا کے کام ہیں ان سب سے فراغت حاصل ہوتی ہے اور موعود کا مؤخر ہونا قیامت کے دن تک بھی احتمال رکھتا ہے لیکن یہ احتمال تمام نوع کی مدت پوری ہونے کے لحاظ سے ہے کہ اسوقت اس نوع کی ہر ہر فرد کے عمل منقطع ہو جائینگے اور اس نوع کی ہر ہر فرد کی روحیں بالکل آخرت کی طرف انتقال کر جائینگے اور حقیقت میں دونوں صورتیں قرب اور بُعد کی واقع ہونیوالی ہیں لیکن موت کے بعد ہر شخص کو اپنی غلط فہمی اور خطا معلوم ہو جائیگی اور فیصلے اور حکم کے وقت عاجزی اور ضعف تمام مخلوقات کا کھل جائیگا اور مخلوقات سے امید بالکل منقطع ہو جائیگی سو موعودات اخروی کے ظہور کی ابتدا بہت نزدیک ہے اور اسکی انتہا بہت دور ہے غرض ہر طرح سے اگر ہر شخص کی اجل کی مدت مجھے معلوم بھی ہو پھر بھی اسکے موافق موعودات اخروی کے ظہور کا حکم ساتھ قرب اور بُعد کے اسکے حق میں نہ کروں میں تو یہ کچھ تعجب کی بات نہیں ہے بلکہ نوع انسان کی بقا کی مقدار زمانوں میں یہ بھی کچھ عجب نہیں ہے اسواسطے کہ میں غیب دان نہیں ہوں اور غیب دانی کا دعویٰ بھی میں نے کبھی نہیں کیا جسطرح مجھ سے پہلے جن لوگوں نے اپنا معبود ٹھہرا رکھا تھا یعنی جنات کو سو وہ ایسے دعوے تم سے کیا کرتے تھے بلکہ میں تو یوں کہتا ہوں کہ میرا پروردگار عالم الغیب غیب دان ہے اور اسکے سوا کسی کو یہ علم حاصل نہیں ہے اسواسطے کہ غیب اس چیز کا نام ہے کہ حواس ظاہری کے دریافت سے غائب ہو نہ حاضر تاکہ دیکھنے اور پوچھنے سے معلوم ہو سکے اور نشان اور علامت بھی اس چیز کی عقل اور فکر میں نہ آسکے تاکہ ہدایت اور استدلال سے بھی نہ دریافت ہو سکے اور اس قسم کا غیب مختلف ہوتا ہے ہر شخص کی نسبت سے چنانچہ اندھے اور نزدیک کے نزدیک ہر رنگ غیب ہے اور آواز بہرے اور نغمے اور الحان اسکے نزدیک شہادت ہیں یعنی ظاہر ہیں اسطرح اجنبی نامرد کے نزدیک عورت سے صحبت کرنیکا مزہ غیب ہے اور فرشتوں کے نزدیک بھوک اور پیاس کا رنج غیب ہے اور بہشت اور دوزخ شہادت ہے یعنی ظاہر ہے اسیواسطے اس قسم کے غیب کو غیب اضافی کہتے ہیں یعنی بعضوں کی نسبت سے غیب ہے اور بعضوں کی نسبت سے حاضر ہے اور ایک غیب مطلق ہے یعنی تمام مخلوقات سے غائب ہے کوئی اسکو جان نہیں سکتا جسطرح قیامت کے آنیکا وقت

اور حق تعالیٰ کے حکم ہر روز جو دُنیا مین جاری ہوتے ہین اور شریعت کے حکم جو ہر شریعت مین حقتعالےٰ
کے فرمودہ کے بموجب جاری ہوتے ہین اور حق تعالیٰ کی ذات اور صفات کی حقیقت اور کُنہ مفصّل معلوم
کرنا یہ سب غیب مطلق ہین اور غیب خاص اُسی کو کہتے ہین فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا
سو خبردار نہین کرتا ہے اوپر اِس غیب خاص اپنے کے کسی کو کسی وجہ سے اس طور پر کہ خطا اور شبہہ
اور دھوکا بالکل اِس سے جاتا رہے اور بھول چوک کا احتمال بھی باقی نہ رہے اور ایسی دریافت
کو جسمین یہ سب صفتین پائی جاتی ہون اسکو غیب دان کہہ سکتے ہین یعنی اسپر غیب ظاہر ہوا بخلاف
نجومیون اور طبیبون اور کاہنون اور رمّالون اور جفر پڑھنے والون اور فال دیکھنے والون کے کہ ان سب کے
علمون کی اصل ظنی علامتین اور اسباب ہین جنکے سبب سے بعضی چیزین ہونیوالی معلوم ہو جاتی ہین
یا جنّات یا شیطانون کے خبر دینے سے کچھ معلوم ہوتا ہے سو وہ بھی جھوٹ اور سچ کا احتمال رکھتا ہے
اسواسطے کہ انکے بھی اکثر کلام تخمینی اور ردّی ہوتے ہین نہ یقینی اور اولیاء اللہ کا الہامی علم اگرچہ
ذات اور صفات کی بعضی حقیقتون کا یا بعضی ہونیوالی چیزون کا یقین اُس سے حاصل ہوتا ہے
لیکن ایسا یقین اس سے حاصل نہین ہوتا کہ جسمین بھول چوک کا شبہہ اصلا باقی نہ رہے
تاکہ انکو غیب دان بالاطلاق کہہ سکین کہ یہ چیز انکے قبضے مین آگئی ہے کہ اپنے غیب کے اظہار کا یہ طور ہے
کہ صورت غیبیہ کو عکس اِنکے دل کے آئینہ مین پایا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ تکلیف عام اسپر ثابت
نہین ہے یعنے ہر شخص کو اس پر یقین کرنا واجب نہین ہے بلکہ وہ صرف اصل مرکہ یقین اور
اعتماد کرنے مین کتاب اللہ اور سُنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی کے محتاج ہوتے ہین
اِسواسطے کہ یہ دونون وحی کی قسم ہین جسنے جو انکو معلوم ہوا ہے اگر قرآن اور حدیث کے موافق ہے
تو اسپر اُنکو یقین کرنا اور عمل کرنا چاہیے اور نہین تو نہین پس معلوم ہوا کہ غیب کا اظہار کسی پر نہین
ہے اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ مگر جسکو پسند کر لیتا ہے سو وہ شخص رسول ہوتا ہے
خواہ فرشتے کی قسم ہو جیسے حضرت جبرئیل علیہ السّلام اور خواہ ہی آدم سے جیسے حضرت محمد
اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ وغیرہم علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کہ ایسے لوگون کو اپنے خاص

غیب کی بعضی چیزون پر مطلع اور خبردار کیا تاکہ وہ اِس غیب کی بات کو سب مکلفین کو پہونچا دین اور دُھوکے اور شبہے کو ایسون سے بالکل دُور کر دیتے ہین تاکہ بھول چوک کا احتمال بھی گرد اُسکے نہ پھٹکے اور جتنے مکلف ہین عام ہون یا خاص غرض کہ جنھون نے رسول بشر کی رسالت کو سچّا جانا ہو وہ سب پر وحی مین اِسکے قول پر اعتماد کرین اور غلطی مین پڑکے حق راہ بھول نہ جاوین اسیواسطے وحی کے اُتارنے مین پرے درجے کی احتیاط کیجاتی ہو فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ پھر بیشک میرا پروردگار روانہ کرتا ہو اور معین کرتا ہو مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ ہاتھ کے آگے سے اُس رسول کے وہ رسول فرشتون کی قسم سے ہو یا بشر کی قسم سے اور آگے سے اِسکی قوت فکریہ اور وہمیہ اور خیالیہ مُراد ہین اور اِسکی طبیعت اور عادت اور خلق مُراد ہین جو اُسوقت موجود ہین وَمِنْ خَلْفِهٖ اور پیٹھ کے پیچھے سے اِس رسول ملکی یا بشری کے اور پیچھے سے وہ علوم مراد ہین جو اِسکے حافظے مین جمع ہین اور وہ طبیعتین اور عادتین اور خلق جو اپنے پیچھے اِسنے چھوڑی ہین رَصَدًا ۝ چوکیدارون کو جو فرشتون کی قسم سے ہین تاکہ وہ فرشتے وحی لانے کے وقت مین اِسکی فکری اور وہمی اور خیالی قوتون کو سبقت کرنے نہ دین اور طبیعت اور عادت اور خلق کی خواہش کو بند کرین تاکہ وحی کے حکم مین یہ چیزین ملنے نہ پاوین سو یہ محافظت پیش دستی سے ہو یعنی آگے سے یہ چیزین اسمین ملنے نپاوین اور حافظے مین جمع ہوئے علم سے اور پیچھے چھوڑے ہوئے خلق اور عادتون سے ممانعت کرنا کہ وحی مین ملنے نہ پاوین یہ محافظت پیچھے سے ہو سو رسولونکو وحی اُترنے کے وقت سے مکلفین کے پہونچانے تک معطل کر دیتے ہین اور انکی سب قوتون کو بیکار محض کر دیتے ہین تاکہ کوئی انکی قوت وحی مین دخل نکرسکے یا وے بخلاف اولیاؤن اور عارفون کے کہ وہان اتنی احتیاط اور محافظت غیب کی بات کی اطلاع کے وقت نہین ہوتی ہو انکی جتنی قوتین ہین اس اطلاع کے وقت مین اپنے اپنے کام مین مشغول ہوتی ہین فکری اور وہمی ہو یا خیالی اور حافظہ اور ذاکرہ ہو یا طبعی اور عادتی اور اخلاقی ہو اور یہ سب موجود ہون یا متروک سب اپنا عمل کر سکتے ہین اور اگر

رسول ملکی اکثر چیزون مین ایسی چوکیداری سے مستغنی ہو لیکن بعضی چیزونکی احتیاط کیواسطے اسکو بھی محافظت ضروری ہو جیسے ردائمی آلہیہ کے کسی داعیہ کے متحمل ہونا سکا اجر بموجب حکمت کے بالفعل منظور نہین ہے اسیواسطے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہین کہ حضرت جبریل علیہ السلام کبھی وحی لیکے تنہا تشریف نہین لاتے بلکہ ایک ساتھ محافظت کے واسطے فرشتے ہوتے تھے اور جب سورۂ انعام کو لے کے آئے تھے تو ستر ہزار فرشتے اسی سورۃ کی محافظت کیواسطے تھے اور اس سورۃ کی زیادہ احتیاط کی وجہ یہ تھی کہ یہ سورۃ بالکل یا اکثر ایکہی مرتبے نازل ہوئی ہو اور جسقدر چیز محفوظ ہوگی اسیقدر اسکے محافظ بھی ہونگے اور یہ بھی تھا کہ اس سورۃ مین شیطانی وحی کی بعضی قسمین رد اور ابطال کے طور پر مذکور ہین اور بعضے کفر کے کلمے محال چیز پر فرض کرلینے کے طور حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے حکایت کے طور پر ذکر فرمائے ہین سو وہ شیطانی وسوسے اور وہ کفر کے کلمے نہایت نفرت کے سبب سے شاید حضرت جبریل علیہ السلام کے حافظے سے جاتے رہین تو اس صورت مین وحی الٰہی کی قدر اور اندازے مین نقصان لازم آوے ایسی وجہون سے رسول ملکی کی بھی حفاظت ضروری ہو اور یہان پر ایک اشکال ہو بہت زبردست اسکا حاصل یہ ہو کہ جب ایک رسول علیہ السلام کو بعضے خاص غیب پر خبردار کیا اور رسول کا مفہوم اس بات کو چاہتا ہو کہ رسول اس غیب خاص کو دوسرے کو پہونچاوے تو باختصیص رسول کا استثنا کرنا لغو ہوا بلکہ واقع کے خلاف ہوا اور یہ بھی ہو کہ اتنی احتیاط اور محافظت وحی کے پہلے واسطے مین یعنی فرشتے مین کافی تھی اور اگر دوسرے واسطے مین یعنی رسول بشری مین بھی احتیاط کی رعایت ضرور ہو تو پھر دوسرے واسطون مین جیسے صحابہ اور علماے تابعین اور مفسرین وغیرہ مین بھی اس محافظت کی رعایت ضروری چاہیے تاکہ وحی کے الفاظ کے نقل کرنے مین اور اس سے صحیح مطلب معلوم کرنے مین بھی خطا اور چوک واقع نہونے پاوے سو اس اشکال کا جواب یہ ہو کہ غیب خاص کا اظہار رسول ملکی اور رسول بشری کے حق مین ہو اور سواے رسول کے جتنے مکلفین ہین انکو جو وحی کا علم حاصل ہوتا ہو اسکو علم غیب نہین کہتے ہین بلکہ معجزے کی تصدیق کے سبب سے انکا علم وحی کے مضمون پر استدلالی ہوتا ہو اس سبب سے رسول کو مستثنی کرنا موافق واقع کے ہو بلکہ ضروری ہو اور وحی کے اتارنے مین احتیاط اور محافظت کی رعایت

وحی شیطانی سے مراد وسوسہ ہو

جواب اشکال

اُسوقت تک ضروری ہو جب تک رسول سے اسکی تبلیغ تواتر کی حد کو نہ پہونچے اور جب رسول سے
اسکی تبلیغ حد تواتر کو پہونچگئی تو اب وہ وحی دھوکے اور شبے سے مامون اور محفوظ ہوئی اور ہر فرد بشر
کی عصمت مطلوب بھی نہین ہو بلکہ عصمت کل اُمّت کی من حیث المجموع درکار ہو یعنی سب کے سب خطا
اور چوک مین نہ پڑجاوین سو یہ بات حاصل ہو اور رسول بشری وسط کے یعنی بیچ کے مرتبے مین واقع ہوا ہو
جبتک وحی اس سے تجاوز نہین ہوئی اور مکلفین تک نہین پہونچی تب تک وحی غیب کے حکم مین ہو اور
غیب کے معاملے مین احتیاط اور محافظت مین سستی کرنا حکمت کے خلاف ہو اسواسطے کہ وحی علوم
مخزونہ سے مختلط ہونے کا احتمال موجود ہو اور فکر اور خیال اور عادت کے مقتضیات کے دخیل ہونیکا بھی احتمال
برقرار ہو لیکن جب رسول نے اس وحی کی تبلیغ کو حد تواتر کو پہونچایا تو وحی طشت از بام مشہور ہوئی اور احتیاط
اور محافظت مذکورہ سے بھی مستغنی ہوئی چنانچہ ارشاد ہوتا ہو کہ لِيَعْلَمَ تاکہ جان لے پروردگار اور
یہ لام حتی کے معنون مین ہو اسواسطے کہ غرض اور غایت مین بہت قوی مناسبت ہے اور ایک لفظ
کو دوسرے کے واسطے استعارہ کرنا درست ہو یہی وجہ ہو کہ حتی کے لفظ کو جو غایت کے واسطے موضوع
ہو تعلیل اور غرض کے بیان کے مقام مین اکثر استعمال کرتے ہین اور لام کو جو غرض کے واسطے
موضوع ہو غایت کے مقام مین استعمال کرتے ہین اگرچہ بجا نہی کے طور پر ہو چنانچہ لِدُوا لِلْمَوْتِ
وَابْنُوا لِلْخَرَابِ مین لام غایت کے واسطے مستعمل ہو یعنی انتہا جینے کی موت ہو اور انتہا تعمیر کی
ویرانی ہو اور اسیطرح فَالْتَقَطَهُ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا یعنے پھر اُٹھا لیا حضرت
موسیٰ علیہ السلام کو فرعون والون نے تاکہ ہووین وہ انکے لیے دشمن اور سبب رنج کے یعنی انجام اُٹھانیکا
یہ ہوا کہ وہی انکی ہلاکی کے سبب پڑے حاصل کلام کا یہ ہو کہ اسقدر احتیاط اور نگہبانی اسوقت تک رہتی ہو
جبتک علم حالی پروردگار کا کسی سے تعلق قبول کرے وہ علم جو واقع ہونیوالی چیزونکے ساتھ انکے وقوع کے وقت
متعلق ہوتا ہو اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ یہ کہ مقرر پہونچایا اس رسول ملکی اور بشری نے اور
چوکیدارون نے سب پیغام اپنے پروردگار کے اور حجت عامہ سب مکلفین پر لازم ہوئی اور اسجگہ پر صیغہ جمع کا لانا باوجود
مفرد ہونے رسول کے کلام سابق مین اسیواسطے ہو کہ اکثر وقتون مین وحی کا نزول اور اُسکو مکلفین کو پہونچا دینے تک

رسول ملکی اور بشری اور چوکیدار سب کو اسمین داخل ہوتا ہی اگرچہ وحی کا حامل رسول فقط ہوتا ہی
جسطرح کوئی بادشاہ اپنے مقربون مین سے کسیکو خوان طلائی بھیجے تو اسکے ساتھ چوبدار اور مشعلچی
اور نگہبان ضرور ہمراہ ہوتے ہین سو اگرچہ خوان کا اٹھانیوالا ایک ہی آدمی ہوتا ہی اور دوسرونکو
جو کچھ خوان مین ہو اسکی خبر بھی نہین ہوتی ہی لیکن اس خوان کا پہونچانا ان سب کیطرف منسوب
ہوتا ہے وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ اور گھیر لیا ہی انکے پروردگار نے جو کچھ انکے پاس ہی سب کو خواہ وہ
علم سیکھے ہوئے ہون یا اخلاق اور عادات ہون یا وحی کے احکام ہون اور یہ حقتعالی کے علم کا محیط
ہونا کچھ رسولون اور وحی کے چوکیدارون کے احوال کے ساتھ مخصوص نہین ہی بلکہ عام ہی تمام مخلوقات
اور موجودات کو شامل ہی ذہنیہ موجودات ہون یا خارجیہ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ۝ ع ۱۲
اور شمار کرلیا ہی ہر چیز کو گن کے یعنی کوئی چیز چھوٹی ہو یا بڑی سب کا حساب وہان موجود ہے
یہانتک کہ دریا کی لہرین اور جنگل کی ریت اور درختون کے پتے اور برسات کی بوندون کی گنتی
اور حساب وہان موجود ہی سو جسکا علم ایسا محیط ہی وہ رسولون کے احوال سے اور وحی کے چوکیدارونکے
احوال سے کیونکر نہ واقف ہوگا اس جگہ پر جاننا چاہیے کہ صاحب کشاف نے بسبب میلان مذہب
اعتزال کے اس آیت کے بیان مین یہ بھی کہا ہی کہ وَفِيْ هٰذَا اِبْطَالُ الْكَرَامَاتِ لِاَنَّ الَّذِيْنَ
تُضَافُ اِلَيْهِمْ وَاِنْ كَانُوْا اَوْلِيَاءَ مُرْتَضِيْنَ فَلَيْسُوْا بِمُرْسَلِيْنَ اِلَى الْغَيْرِ مَا قَالَ یعنی کشاف والے
نے یون کہا ہی کہ اس آیت مین کرامت کا بطلان بوجھا جاتا ہی اسواسطے کہ جن کی طرف نسبت
کیجاتی ہے یہ بات اگرچہ وہ لوگ ولی اللہ تعالی کے تھے پسندیدہ لیکن رسول نہ تھے اور اس
آیت مین فقط رسول مستثنے ہین سو باوجود عقل اور دانائی کے ایسا دعوی اس سے بہت بعید اور
عجیب واقع ہوا ہی اسواسطے کہ اس آیت مین مطلق غیب پر مطلع ہونے کی نفی نہین بوجھی جاتی ہی
بلکہ ایسے غیب پر مطلع ہونے کی نفی ہی جسمین دعوے کا اور شبہہ بالکل باقی نہ رہے سو اس قسم کے
غیب پر مطلع ہونا سوائے رسولون کے دوسرے کے واسطے ثابت نہین ہی نہ مطلق غیب پر مطلع ہونا پھر
کرامت تو بطریق اولی اس نفی مین داخل ہوگی اور تفسیر مین اول گذر چکا ہی کہ اظہار شخص پر غیب چیز

دوسری ہو اور اظہار غیب پر تخصیص چیز دوسری ہو پہلے کی نفی سے دوسرے کی نفی لازم نہین ہوتی ہو
اور اولیاء اللہ کو اگرچہ اظہار پر غیب کا رتبہ حاصل نہین ہے لیکن اظہار غیب کا انپر درست اور
جائز ہے چنانچہ سورۂ قصص مین حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی ماں کے حق مین تصریح
آگئی ہو کہ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ یعنے تحقیق ہم پھیر دینگے اسکو تیری
طرف اور کرینگے اسکو اپنے رسولون سے اسیواسطے اہل سنت وجماعت کے اکثر اُن عالمون نے
جنھون نے اظہار شخص پر غیب اور اظہار غیب پر شخص مین فرق نہین کیا ہو اُنھون نے یون کہا
ہے کہ اس آیت مین غیب سے احکام شرعیہ مراد ہین جنکی تکلیف جتنے مکلف ہین سب کو ہو اور اگر مطلق
غیب مُراد ہو تو لازم آتا ہو کہ جو نقطہ نبی ہین انکو بھی کسی غیبی امر پر اطلاع حاصل نہو جیسے حضرت خضر
علیہ السّلام اسواسطے کہ اس آیت مین علم غیب کا حصر فقط رسول کے لفظ پر ہو اور رسول خاص ہے
نبی سے اور یہ بات خلاف ہو ہان یہ البتہ ہو کہ نبی شریعت کے حکمون پر آگاہ اور خبردار کرنا خاصّہ
رسول کا ہو یہ بات نبی مین البتہ نہین پائی جاتی اور بعضے عالمون نے یون کہا ہے کہ یہان
حصر اصالت کی قید کے لحاظ سے ہو یعنے بالاصالت غیب پر مطلع ہونا پیغمبرون کا خاصّہ ہے اور
اولیاء اللہ کو غیب پر جو اطلاع حاصل ہوتی ہو سو وراثت اور تبعیت کی راہ سے حاصل
ہوتی ہے جسطرح چاند کو روشنی سورج کی روشنی سے حاصل ہوتی ہے اور کسی چیز کو منحصر کہنا
ایک چیز مین جسمین وہ چیز بالاصالت پائی جاتی ہے اور نفی کرنا اُس مین جسمین وہ چیز تبعیت
اور وراثت کے طور پر پائی جاتی ہو یہ حصر اور نفی مجازی ہے اور متعارف اور مشہور ہے تاویل
مین داخل نہین ہو اور بعضے اہل سنت اور جماعت کے قدیم مفسرون نے یون بیان کیا ہے کہ
اِس غیب سے مُراد لوح محفوظ ہو اور لوح محفوظ پر سوائے پیغمبرون کے کسی کو اطلاع اور خبر نہین
ہوتی ہو لیکن اس کلام مین بہت سے خلل ہین پہلے تو پیغمبرون کا لوح محفوظ پر مطلع ہونا یعنے
اُس لوح کو مطالعہ کرنا اور اُسکے لکھے ہوئے کو بوجھنا صحیح حدیث مین پایا نہین جاتا بلکہ حدیث
صحیح مین یہ البتہ آیا ہو کہ یہ کام خاص حضرت اسرافیل علیہ السّلام کو سپرد ہو اور حضرت اسرافیلؑ

رسول نہین ہین دوسری قباحت یہ ہے کہ لوح محفوظ ہے مطلع ہونے سے موجودات نفس الامری پر مطلع ہونا مراد تھی اسواسطے کہ کتاب پر مطلع ہونے سے یہی مراد ہوتی ہے کہ جو مضمون اس کتاب مین لکھا ہوا ہو اُسپر خبردار ہوا نہ یہ کہ کتاب کے نقشون کو فقط دیکھ لیا اور یہ بات یعنی موجودات کے احوال پر مطلع ہونا اولیاء اللہ کو بھی حاصل ہو جاتا ہے تو لوح محفوظ کا دیکھنا یکھنا دونون برابر ہوا تیسری قباحت یہ ہے کہ لوح محفوظ پر مطلع ہونا بلکہ اسکے مضمون کو دیکھکر سمجھنا بعضے اولیاء اللہ سے تواتر کے طور پر منقول ہے پس یہ انحصار اور انحصار پیغمبرون پر صحیح نہوا اور سوائے اسکے غیب کو لوح محفوظ پر حمل کرنا یعنے غیب سے لوح محفوظ مراد لینا آیت کے سیاق اور سباق سے ہرگز مناسبت نہین رکھتا ہے پس جو وجہ تفسیر مین پہلے بیان ہو چکی ہے وہی ثابت ہوئی۔ واللہ اعلم بالصواب

سُوْرَۃُ الْمُزَّمِّلِ

یہ سورۃ مکی ہے اور اسمین بیس آیتین اور دو سو چھپن کلمے اور آٹھ سو اٹھاسی حرف ہین اور اس سورۃ کے ربط کی وجہ سورۂ جن سے یہ ہے کہ سورۂ جن مین مذکور ہے کہ ایک فرقے نے جنون مین سے قرآن مجید کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنکر ہدایت پائی اور جو عقیدے حقتعالیٰ کی ذات اور صفات مین ضروری ہین اور مکلفین کا دو قسم پر ہونا یعنی نیکبخت اور بدبخت اور ان دونونکے انجام مین فرق ہونا یعنی نیکبختون کا انجام اچھا ہونا اور بدبختون کا انجام برا ہونا ان سب چیزونکو قرآن مجید کی عبارت کو سنتے ہی دریافت کر لیا بدون اس بات کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرین اور آپکی صحبت مین حاضر رہین اور آپ سے سوال کرین اور ان باتون کی تحقیق اور تلاش آپسے کرین بلکہ قرآن کو سنتے ہی ان سب چیزونکا انکو یقین حاصل ہوگیا سو اس سورۃ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ تمکو لازم ہے کہ رات کو خلوت کے وقت تنہائی مین جب آدمیون کا ازدحام نہو ویسے وقت مین قرآن شریف کے پڑھنے مین مشغول رہا کرو اور قرآن کے لفظون کو

اور حرفون کو بلند آواز سے پکار کر پڑھا کرو تاکہ غیب کا عالم بھی اس کلام ہدایت نظام سے فیضیاب ہووے جسطرح دن کو عالم ظاہری یعنی آدمی اس کلام فیض نظام سے بہرہ ور ہوتے ہین اور اس سبب سے تمکو بھی ثقلین کی یعنے جن اور انس کی رسالت کا منصب حاصل ہووے اور اس کلام کی تلاوت کے وقتون کو اسطرح سے مقرر کرو کہ دن کو جو ظہور اور نمود کا وقت ہے آدمیونکو کہ یہ بھی ظہور اور نمود رکھتے ہین یہ کلام سنایا اور سمجھایا کرو اور رات کو جو تاریکی اور پوشیدگی کا وقت ہے جنات کی خلقت کو یہ بھی تاریکی اور پوشیدگی رکھتے ہین اس کلام کو سنایا کرو اسواسطے کہ جنون کا انتشار اور حضوری اکثر رات کو ہوتی ہے اور آدمیون کا تمام جہان مین پھیل پڑنا اور منتشر ہونا اکثر دن کو ہوا کرتا ہے اور یہ بھی ہے کہ اس سورۃ مین مذکور ہے کہ نماز پڑھنے کے وقت اور قرآن مجید کی تلاوت کرنے کے وقت کافر لوگ ازدحام اور ہجوم کرتے ہین اور شور اور غل مچاکے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کو تشویش مین ڈالدیتے ہین چنانچہ حق تعالے نے فرمایا ہے کہ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوهُ كَادُوا يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا اور اس انکے ازدحام اور بک بک سے عبادت اور تلاوت کا جو فائدہ ہے یعنی مناجات سے لذت حاصل ہونا اور قرب کے مرتبون کی ترقی ہونا یہ فوت ہوجاتا ہے سو اسواسطے اس سورت مین حقتعالے نے ایسا وقت بتلادیا کہ اسوقت کافر اور فاسق بلکہ اکثر لوگ غفلت کی نیند مین مُردون کے مانند پڑے ہوتے ہین تو ہرگز اسوقت مین تشویش سے پراگندہ نہوگا بلکہ عبادت اور تلاوت کا لطف حاصل ہوگا اور باوجود اسکے ان دونون سورتون کے متفرق مضمون مین اور مستعمل لفظون مین بھی مناسبت حاصل ہے چنانچہ اس سورۃ مین محافظت اور چوکیداری دنیا کے آسمان کی مذکور ہے اور اس سورۃ مین قیامت کے دن آسمان کا پھٹنا مذکور ہے اور اس سورۃ مین جو شخص منھ پھیرے اور انکار کرے اسکی برائی مذکور ہے وَمَنْ يُعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا اور اس سورۃ مین حق تعالی کے ذکر کرنے کا حکم فرمایا ہے اور کہا وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ اور اس سورۃ مین حقتعالے نے اپنے علم اور قدرت کے کمال کو اس عبارت سے ارشاد

فرمایا ہے کہ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا اور اس سورۃ مین بنی آدم کے علم اور قدرت کا قصور اس عبارت سے بیان فرمایا ہے کہ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ اور سوائے اس کے دوسری مناسبتین بھی ہین تامل کرنے سے معلوم ہوتی ہین اور اس سورۃ کا نام سورۂ مزمل اسواسطے رکھا ہے کہ اس سورۃ مین خرقہ پوشی کے لوازمات اور اسکی شرطین بیان فرمائی ہین پس یہ سورۃ اُس شخص کی صورت ہے جو درویشون کا خرقہ پہنے اور اپنے تئین اسی رنگ مین رنگے اور عرب کے لغت مین یعنی اُنکی بولی مین مُزَمِّل اُس شخص کو کہتے ہین کہ بڑے کشادہ کپڑے کو اپنے اوپر لپیٹ لے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول ایسا تھا کہ جب تہجد کی نماز اور قرآن شریف کی تلاوت کے واسطے رات کو اُٹھتے تھے تو ایک کمل دراز آپ اوڑھ لیتے تھے تاکہ سردی سے بدن محفوظ رہے اور وضو اور نماز کے اُٹھنے بیٹھنے ہلنے ڈولنے مین اس کمل کے لپیٹنے کے سبب سے کسی طرح کا حرج واقع نہو اور وہ کمل چوڑا ہاتھ کا لمبا تھا اور اس کو اسی کام کے واسطے آپ نے رکھا تھا تو اس کمل کا اوڑھنا گویا اشارہ تھا اس بات کیطرف کہ اپنے مولیٰ کی عبادت مین داخل ہوا مین اور اس عبادت کے کام کو اپنے ذمے پر لیا مین نے جسطرح سے کمر باندھنا اور ہتھیار لگانا نشان ہے سپاہ گری کا اور کاغذ اور قلمدان کا اُٹھانا علامت ہے متصدی گری۔ اور منشی گری کی سو آپ کا کمل اوڑھنا بھی عبادت الٰہی کی ذمہ برداری کا نشان تھا اسیواسطے جناب الٰہی سے یہ ارشاد ہوا کہ ایسے کپڑے پہننے کیواسطے سات شرطین ضروری ہین سو تمنے جو اس کپڑے کو پہنا تو تمکو بھی ان ساتون شرطون کا بجالانا ضروری ہوا سو ان مین سے پہلی شرط یہ ہے کہ رات کے جاگنے مین بڑی کوشش کرنا اور قرآن شریف کو تہجد کی نماز مین پڑھنا کہ یہ بڑا جہاد ہے اپنے نفس کے ساتھ اور دوسری شرط یہ ہو کہ دن کو بھی ہر وقت اپنے مالک کی بندگی مین مشغول رہنا اور تیسری شرط یہ ہو کہ حق تعالےٰ کے ذکر کی مداومت کرنا اور اُسکے نام سے ہمیشہ اپنی زبان کو شاد کام رکھنا۔ چوتھی شرط یہ ہو کہ سب علاقون کو کاٹنا اور ترک کرنا اور تجرید حاصل کرنا۔ پانچوین شرط یہ ہے کہ ہر امر مین اعتماد

اور بھروسا اللہ تعالیٰ پر کرنا اور اپنے تئین کسی چیز مین دخل نہ دینا چھٹی شرط یہ ہے کہ خلق اللہ کی ایذا اور ظلم کو سہنا اور اسپر صبر کرنا ساتوین شرط یہ ہے کہ اہل دنیا کی صحبت سے احتراز کرنا لیکن اہل کی خیر خواہی مین قصور نکرنا اور یہ بہت مشکل بات ہے اور اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سورۃ مین مزمل کے نام سے خطاب فرمایا ہے تاکہ یہ خطاب کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہووے کہ اس کپڑے کے پہننے کے سبب سے یہ کام تمھارے سپرد ہوئے اور انکے بجالانے کا تمکو حکم ہوا جسطرح کوئی شخص کمر باندھکے ہتھیار لگاکے مسلح ہوکے سردار کے سامنے آکر کھڑا ہووے تو اسکو یہی حکم سردار کا ہوگا کہ تمکو فلانا مورچہ سپرد کیا ہم نے دیکھین تو کیسی تمھاری سپاہ گری ہے یعنے سپاہی کی شکل بنانا تمھارا اس بات کو مقتضی ہوا کہ تمکو یہ کام سپرد ہوا اور اگر یہ شکل نہ بناتے تو یہ کام بھی تمکو سپرد نہ ہوتا لیکن جو تم نے اسطرح کا لباس پہنا تو اب اسکی شرم بھی رکھنا تم پر ضروری ہوا اس کام سے پہلوتہی نکرنا چاہئے فقط

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ اے ریاضت کا کپڑا اپنے اوپر لپیٹے ہوئے اس کپڑے کا حق ادا کر اور رات کا سونا جو سب چیزون سے زیادہ پیارا ہوتا ہے اسکو چھوڑ اور عبادت الٰہی مین مشغول ہو قُمِ اللَّيْلَ اٹھ اور کھڑے ہوکر ہر رات کو نماز پڑھا کر إِلَّا قَلِيلًا ۝ مگر تھوڑی راتون مین کہ یہ حکم معاف ہے جیسے بیماری کی یا سفر کی راتین یا ان راتون کو جنکے دنون مین محنت اور مشقت بہت کی ہو جیسے جہاد مین یا کفار سے مقابلے مین یا ایسے کام صلح کرانے مین یا کسی مظلوم کو ظالم کے ہاتھ سے چھڑانے مین اور دوسرے اسیطرح کی محنت کے کامون مین کہ دن کو محنت زیادہ ہونے کے سبب رات کو اٹھنے کی طاقت نہ رہے تو ایسی رات کو تہجد کا وجوب نہین نفل کے حکم مین ہے چاہو پڑھو چاہو نہ پڑھو ان راتون کو تاکید اور تقید نہین ہے اور اسی طرح سے ایسے عذرون مین کھڑا ہونا بھی معاف ہے اگر کھڑے ہوکر نہ پڑھا جائے تو بیٹھکر پڑھو یہ بھی معاف نہین ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اپنی آخر عمر شریف مین اکثر تہجد کی نماز بیٹھکر پڑھا کرتے تھے اور تقدیر مین یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ الا قلیلا کا لفظ قیام کے ظرف محذوف سے مستثنےٰ ہو لیل سے نہو اور ترکیبی عبارت یون ہو کہ قُمِ فِي صَلٰوةِ اللَّيْلِ فِي جَمِيعِ عُمُرِكَ إِلَّا زَمَانًا قَلِيلًا وَهُوَ زَمَانُ كِبَرِ السِّنِّ وَضُعْفِ الْبَدَنِ فَلَا بَأْسَ بِالْقُعُودِ حِينَئِذٍ یعنی کھڑے ہو کر نماز پڑھا کرو رات کی عمر بھر مگر تھوڑے دنون مین اور وہ بڑھاپے کے دن ہین اور بدن کے بوڈے ہو جانے کے سو اُن دنون مین تہجد کی نماز بیٹھکر پڑھنے کا کچھ مضائقہ نہین ہو لیکن چاہیے کہ رات کی نماز مین کھڑا ہونا اور اسی طرح ہو کر جب بھی ممکن ہو مین اور حضوری اور مناجات کے ملکہ کی تحصیل مین جیسی چاہیے ویسی تاثیر کرے اسواسطے کہ تھوڑے عمل سے کسی قسم اور کسی جنس سے ہو ویسی اور ویسی کیفیت حاصل نہین ہوتی اور اس عمل کی تاثیر ان مین بجا بجا نہین جاتی بلکہ کھڑے رہا کرو نماز مین نِصْفَهُ آدھی رات کے اندازے سے اگر اعتدال کے دن ہون جنمین رات اور دن برابر ہوتا ہے جیسے خزان کے چند روز اور بہار کے چند روز اسواسطے کہ آدھی رات دن اور رات کے پورے دورے کی چوتھائی ہو اعتدال کے دنون مین اور تاثیر اور خواص مین چوتھائی پر پوری چیز کا حکم کرتے ہین سو اسقدر مجاہدہ اور کوشش کرنا دن اور رات مین ایسی کیفیت پیدا کریگا جسکا اثر تمام دن اور رات باقی رہیگا اور حضوری اور مناجات کی کیفیت بھی حاصل ہوگی بلکہ ہمیشہ کا ذوق منوی حاصل ہوگا جیسے کسی شخص کو اگر اپنے محبوب سے تمام دن اور رات مین دوپہر کی صحبت اور بات چیت حاصل ہوتی رہے تو اس دوپہر کی لذت کا سرور آٹھ پہر تک نہ بھولیگا اور دن اور رات اسی کیفیت مین مست رہیگا اور کوئی لمحہ یا کوئی ساعت کی ملاقات ہوئی تو جدائی کی آگ اتنی ملاقات سے بجھتی نہین بلکہ اور بھڑکتی جاتی ہو اور اس اشتیاق کی بھڑک کو ہرگز تسکین نہین ہوتی جسطرح تشنگی کی شدت مین تھوڑا پانی پینا اور بھوک کے غلبے مین لقمہ دو لقمے کھانا بھوک اور پیاس کو دفع نہین کرتا بلکہ اور زیادہ کرتا ہے أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا یا کم کر آدھی رات سے تھوڑا کہ تہائی رات کو پہونچے لیکن اگر جاڑون کا موسم ہو اسواسطے کہ ان دنون کی رات بہت بڑی ہوتی ہے

تہائی اسکی دن اور رات کے پورے دورے کی چوتھائی کی قدر ہوگی اَوْ زِدْ عَلَیْہِ یا زیادہ کردو
آدھی رات پر تھوڑا تاکہ دو تہائی رات کو پہونچے اگر گرمیونکا موسم ہو اسواسطے کہ اِن دنون کی رات
بہت چھوٹی ہوتی ہو دو تہائی اسکی دن اور رات کے پورے دورے کی چوتھائی ہوگی اور یہ بھی
احتمال ہوسکتا ہو کہ اس کمتی اور زیادتی سے خاطر کی خوشی اور بیچینی کی رعایت منظور ہو یعنی اگر
طبیعت چین مین ہو اور خوب دل لگے تو آدھی رات سے زیادہ یعنی دو تہائی تک کھڑے رہو
اور اگر توسط کا حال ہو تو آدھی رات تک کھڑے رہو اور اگر طبیعت بیچین ہو تو تہائی رات پر اکتفا
کرو اسواسطے کہ عبادت کی بنا دل کی خوشی اور رغبت پر ہو چنانچہ حدیث شریف مین بھی تہجد کے
مقدمے مین آیا ہو کہ لِیُصَلِّ اَحَدُکُمْ نَشَاطَہٗ فَاِذَا فَتَرَ فَلْیَقْعُدْ یعنی چاہیے کہ نماز پڑھے ہر
شخص تم مین سے طبیعت کی خوشی اور دل کے لگنے تک پھر جب سستی کرے طبیعت اور دل نہ لگے
تو چاہئے کہ موقوف کرے اور یہ بھی حدیث شریف مین آیا ہو کہ اگر تہجد کی نماز پڑھنے مین تم مین سے
کسی پر نیند غلبہ کرے تو اسکو چاہیے کہ نماز کو موقوف کرے اور سوئے اسواسطے کہ ایسا نہو کہ کہین
خواب کے غلبے مین دعا کی جگہ بد دعا منھ سے نکل جاوے یا قرآن پڑھنے مین کوئی کفر کا کلمہ یا
فسق کا منھ سے نکل جاوے اور یہ بھی حدیث شریف مین آیا ہو کہ لَا تُکَابِدُوا اللَّیْلَ یعنی بیدلی
سے نماز پڑھنے مین بیفائدہ کا رنج اور مشقت رات کے جاگنے سے مت کھینچو اسواسطے کہ رنجیدگی کی
عبادت مین کچھ بھی ثواب حاصل نہین ہوتا اور بعضے مفسرون نے یون کہا ہو کہ یہ تخییر یعنی دو تہائی
اور آدھی اور تہائی رات مین اختیار دینا اسواسطے ہو کہ آدھی رات پوری کو معلوم کرنا اور
اس اندازے کے برابر بدون کمی اور زیادتی کے نماز اور تلاوت اور ذکر مین مشغول ہونا آدمی
کی طاقت نہین ہو علی الخصوص ایسی جگہ پر جہان کوئی چیز ساعت کے دریافت کرنے کی نہو یعنی
نہ گھڑی ہو نہ گھڑیال ایسی جگہ پر آدھی رات کو دریافت کرنا بہت مشکل ہو تو گویا یون حکم ہوتا
ہے کہ جو اِس راہ کا طالب ہو اسکو آدھی رات جاگنا اور ذکر اور عبادت مین مشغول رہنا
ضرور ہی ہو لیکن جو آدھی رات پوری بدون کمی اور زیادتی کے معلوم ہونا مشکل ہو اسواسطے

کہ اُنتے حکم مین وسعت کی گئی کہ اگر اِس طور سے تھوڑی کم زیادہ ہوجائیگی تو کچھ زیادہ مضائقہ نہین
ہی اور آخر سورۃ مین معلوم ہوگا کہ کمتی کی حد تہائی ہی اور زیادتی کی حد دو تہائی اور جب مجاہدہ
اور کوشش کی ہدایت کے بیان سے فراغت پائی تو اب ارشاد ہوتا ہی کہ یہ کلام اسوقت مین
کیا کرو وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ڈر کھولکر پڑھو قرآن کے لفظون کو صاف یعنی تہجد کی
نماز مین کھڑے ہوکر اور ترتیل لغت مین واضح اور صاف پڑھنے کو کہتے ہین اور شرع شریف مین
کئی چیزون کی رعایت کرنیکو کہتے ہین قرآن شریف کے پڑھنے مین تاکہ خوب ترتیل حاصل ہووے
پہلے حرفون کو صحیح نکالنا یعنی اپنے مخرج سے نکالنا تاکہ طا کی جگہ تا اور ضاد کی جگہ پر ظا نہ نکلے
دوسرے وقوف کی جگہ پر اچھی طرح سے ٹھہرنا تاکہ وصل اور قطع کلام مین بموقع نہونے پاوے
اور کلام کی صورت متبدل نہوجاوے تیسرے حرکتون مین اشباع کرنا یعنی زیر زبر پیش کو
آپسمین امتیاز دینا تاکہ ایک دوسرے سے ملنے اور مشتبہ ہونے نہ پاوے چوتھے آواز کو تھوڑا
بلند کرنا تاکہ قرآن شریف کے الفاظ زبان سے کان تک پہونچین اور وہان سے دل پر اور
دل مین کوئی کیفیت پیدا کرین جیسے ذوق اور شوق اور خوف اور دہشت اسواسطے کہ
قرآن شریف کے پڑھنے سے یہی چیزین مطلوب ہین پانچوین اپنی آواز کو اچھا کرنا اس طور سے
کہ اسمین دردمندی پائی جاوے تاکہ دل پر جلدی تاثیر کرے اور مطلب حاصل ہووے اسواسطے کہ
جو مضمون خوش آوازی سے دل تک پہونچتا ہی تو اس سے روح کو لذت ہوتی ہی اور قوی
بھی اُسکو جلد جذب کرلیتے ہین اور اِس سبب سے روح پر اسکی تاثیر بھی ہوتی ہی اسیواسطے
اطبانے کہا ہی کہ جب کسی دوا کی کیفیت دل کو پہونچانا منظور ہو تو اُس دوا کو خوشبو مین ملاکے دیا
چاہیئے اسواسطے کہ دل خوشبو کا جذّاب ہی یعنی کھینچنے والا تو اُس خوشبو کے ساتھ اِس دوا کو
بھی جلدی کھینچ لے گا اور اسیطرح جس دوا کی کیفیت جگر یعنی کلیجے کو پہونچانا منظور ہو تو اُسکو
مٹھائی مین ملاکے دیا چاہیے اسواسطے کہ جگر مٹھائی کا عاشق ہی تو وہ بھی اسکو کھینچ لیگا پھیپھڑے تشدید
اور مد کا جس جگہ پر ہین وہان لحاظ رکھنا اسواسطے کہ تشدید اور مد کی رعایت کے سبب سے کلام الٰہی مین عظمت اور

بزرگی نمودار ہوتی ہے اور تاثیر میں بھی مدد کرتا ہے ساتویں اگر قرآن شریف میں کوئی خوف کا مضمون سُنے تو وہاں تھوڑا ٹھہر جاوے اور حق تعالیٰ سے پناہ طلب کرے اور اگر مضمون کوئی بہتر اپنے مقصد اور مطلب کا سُنے تو وہاں بھی ٹھہرے اور اُس چیز کو حق تعالیٰ کی درگاہ سے اپنے واسطے طلب کرے اور اگر قرآن شریف میں کوئی دعا یا کوئی ذکر پڑھنے کے واسطے حکم ہو تو وہاں بھی تھوڑا ٹھہرے اور کم سے کم اُس دعا یا ذکر کو ایک مرتبہ تو پڑھ لے جیسے قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا یعنے اے رب زیادہ کر مجکو علم یہ سب سات چیزیں ہوئیں جنکی ترتیل میں رعایت کرنا ضروری ہے اور یہ سب ایک چیز کے واسطے ہیں اور وہی چیز بالذات مقصود ہے وہ تدبر اور فہم ہے یعنی غور کرنا اور بوجھنا قرآن کے مطلب کا اور یہ بات بدون اِن ساتوں چیزوں کے حاصل نہیں ہوتی ہے نہ پڑھنے والے کو نہ سُننے والے کو بلکہ بدون اِن ساتوں چیزوں کی رعایت کے قرآن کی قرأت شعر خوانی کی طرح بیفائدہ ہو جاتی ہے اور کچھ اُس سے حاصل نہیں ہوتا اسواسطے حضرت عبداللہ ابن مسعود اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا ہے لَا تَنْثُرُوْهُ نَثْرَ الدَّقَلِ وَلَا تَهُذُّوْهُ كَهَذِّ الشِّعْرِ قِفُوْا عِنْدَ عَجَائِبِهٖ وَحَرِّكُوْا بِهٖ الْقُلُوْبَ وَلَا يَكُنْ هَمُّ اَحَدِكُمْ اٰخِرَ السُّوْرَةِ یعنی مت بکھیرو قرآن کے لفظوں کو جیسے روی اور ناقص خرموں کو بکھیرتے ہو اور نہ لپیٹو قرآن کو جیسے شعر کو لپیٹتے ہو یعنی قرآن کو جلدی مت پڑھو شعروں کے پڑھنے کی طرح بلکہ ٹھہرو قرآن کے عجائبات پر اور اپنے دلوں کو ہلاؤ اس قرآن پر اور اس بات کی فکر مت کرو کہ سورت کب تمام ہوگی تاکہ جلدی ہی پڑھ چکیں اور رواعت پاویں اور حضرت اُم المومنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے لوگوں نے پوچھا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن شریف کو کسطرح پڑھتے تھے انھوں نے کہا کہ سب حرکتوں کو بڑھاتے تھے یعنی زیر زبر پیش کو پورا نکالتے تھے اور انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی آپ کی آواز کی درازگی قرآن شریف کے پڑھنے میں نقل کی ہے اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت آئی ہے کہ ایک رات کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تہجد کی نماز میں ایک آیت کو یہانتک پڑھا کہ فجر ہوگئی اور وہ آیت یہ ہے کہ

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ یعنے اگر عذاب کریگا تو اپنے تو وہ بندے تیرے ہین اور بخشدیگا تو انکو تو بیشک تو ہی ہے غالب حکمت والا اسیواسطے کہا ہے کہ کم سے کم قرآن کی تلاوت مین مدبر کا مرتبہ یہ ہے کہ ہر خطاب اور ہر قصے مین اپنے تئین مخاطب جانے اور اعلیٰ مرتبہ تدبر کا یہ ہے کہ متکلم کو اور اسکے صفات اور افعال کو اس کلام مین مشاہدہ کرے اور تدبر کا متوسط مرتبہ یہ ہے کہ اس کلام کو حضرت حق جل شانہ سے بلاواسطہ سنے اب اس جگہ پر جاننا چاہیئے کہ سالک الی اللہ اسکی حضوری اپنے نزدیک طلب کرنے کو کہتے ہین لیکن وہ حق تعالیٰ جسمیت سے اور جسمیت کے لوازمات سے پاک ہے تو اسکی حضوری ان تین طریقون مین سے ایک سے ہوسکتی ہے پہلا طریقہ تصور ہے جسکو شرع کے عرف مین تفکر کہتے ہین اور اہل سلوک کی اصطلاح مین اسکو مراقبہ کہتے ہین اور نگرانی بھی بولتے ہین اور دوسرا طریقہ ذکر ہے اور تیسرا طریقہ تلاوت کلام اللہ ہے اور جو پہلا طریقہ حقیقت مین ذکر اور یاد قلبی ہے اسلیے کبھی ذکر کو بھی اس طریق کے شامل کردیتے ہین اور اسکی حضوری کے طلب کے طریقون کو دو ہی امر مین منحصر جانتے ہین یعنی ذکر اور تلاوت مین لیکن ذکر لسانی اور قلبی دونونکو شامل ہے سو جو لفظ اس ذات پاک پر بواسطہ یا بے واسطہ دلالت کریگی وہی مدرک سے التفات کا اس ذات پاک کی طرف سبب پڑیگی اور جب وہ ذات پاک ملتفت الیہ ہوئی یعنی اسکی طرف التفات کیا گیا تو گویا حاضر ہوئی اور جب سطح کے استحضار کا دوام حاصل ہوتا ہے تو ہم صحبتی اور ہمنشینی کا حکم پیدا کرتا ہے اور اس ذات پاک کی صفتین بشریت کی صفتون پر غالب ہوجاتی ہین اور اس خالق کے فعل بندے کے فعلون پر حاکم ہوجاتے ہین چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ لَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ اِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اُحِبَّهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِيْ بِهَا یعنے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہمیشہ بندہ میرا نزدیکی چاہا کرتا ہے میری طرف نفلون سے یعنے نفل عبادتون کے واسطے سے یہانتک کہ چاہنے لگتا ہون مین اسکو پھر جب مین نے چاہا اسکو تو ہوجاتا ہون مین کان اسکا جس سے وہ سنتا ہے اور آنکھ اسکی جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ اسکا جس سے وہ

پکڑتا ہی اور پاؤن اُسکا جس سے وہ چلتا ہے یعنے جب بندہ کثرت عبادت سے حق تعالیٰ کا مقبول ہوا تو اسکے سب اعضا کا حق تعالیٰ خود محافظ ہوجاتا ہی اور اسکے ہاتھ پاؤن کان آنکھ سب خدا کی مرضی کے تابع ہوجاتے ہین اسکی بے مرضی نہ کچھ دیکھے نہ کچھ سُنے سو یہ مرتبہ نفل عبادت کی کثرت سے ہوتا ہی اسواسطے کہ فرض کے اوقات مقرر ہین اسمین کثرت ممکن نہین ہی فقط لیکن یہ تقرب کا طریقہ خاص اس ذات پاک کا ہی اگر کوئی چاہی کہ اس طریقے سے کسی مخلوقات سے تقرب پیدا کرے سو یہ ممکن اور مجاز نہین ہے اور وجہ اسکی یہ ہی کہ اس قسم کے تقرب مین دو چیز کا پایا جانا متقرب الیہ مین ضروری ہی یعنی جسکی نزدیکی اسکو منظور ہی اسمین دو چیز کا ہونا ضرور ہی ایک تو یہ کہ اسکا علم محیط ہو ذاکرون کے قلبی اور لسانی اذکار کو اگرچہ ذاکر مختلف مکانون مین اور زبانون مین پائے جاوین یعنے ایک مشرق مین ہو اور دوسرا مغرب مین اور ایک صبح کو یاد کرے اور دوسرا شام کو اور اسیطرح مدرکات اور زبانین بھی مختلف ہون سو یہ اسکے علم کا محیط ہونا اسواسطے شرط ہی تاکہ ہر ذاکر کے قلبی اور لسانی ذکر کو دریافت کرے دوسری چیز یہ ہی کہ ذاکر کے مدرکے مین در آنے کی اور اسکو پڑھ کرنے کی اور اسکے صفت کا حکم پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہو جسکو شرع کے عرف مین دنو اور تدلی اور نزول اور قرب کہتے ہین سو یہ دونون صفتین اسی ذات پاک کا خاصہ ہین کسی مخلوق مین یہ بات پائی نہین جاتی ہان بعضے کافر اپنے معبودون کے حق مین پہلی صفت ثابت کرتے ہین اور اہل اسلام کے فرقے سے بھی بعضے پیر پرست اپنے پیرون کے حق مین بھی ایسا ہی اعتقاد رکھتے ہین اور اسی اعتقاد کے سبب سے احتیاج کے وقت مین اُنکو پکارتے ہین اور اُنسے مدد چاہتے ہین لیکن یہ بات ہرگز روا نہین ہی بلکہ حقیقت یہ ہی کہ وہ لوگ بڑے دھوکے مین پھنسے ہین اور بڑے شبہے مین گرفتار ہین مگر یہ مقام اس شبہے کے بیان کا نہین سو ان ہی دو چیزون سے سلوک کا کارخانہ تمام ہوتا ہی والا ہرگز ممکن نہ تھا کہ بندہ رب سے نزدیک ہو اور ان ہی دو چیزون کی طرف اشارہ ہی اس حدیث صحیح مین جسکو محدثین کتاب سلوک اور تقرب الی اللہ کے اوّل مین لاتے ہین اور وہ حدیث شریف یہ ہی جو آنحضرت صلی اللہ

بیان سلوک کے فیصلہ کا بیان

علیہ وسلم نے حق تعالیٰ کیطرف سے حکایت کے طور پر بیان فرمایا ہے کہ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَاَنَا مَعَہٗ اِذَا ذَکَرَنِیْ یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ حق تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہے کہ مین اپنے بندے کے گمان اور اسکے قریب ہون پھر جیسا گمان میرے ساتھ رکھے اور مین اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہون جب مجکو یاد کرتا ہی اور دوسری صحیح حدیث بھی ہی جو محدثون کے کتاب سلوک کی سردفتر ہی سو وہ یہ ہو کہ مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ ذِرَاعًا وَمَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْہُ بَاعًا وَمَنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُہٗ ھَرْوَلَۃً یعنے جو نزدیکی چاہتا ہی مجسے ایک بالشت نزدیک ہوجاتا ہون مین اُسکی طرف ایک ہاتھ اور جو نزدیکی چاہتا ہے مجسے ایک ہاتھ تو نزدیک ہوجاتا ہون مین اُسکی طرف ایک باع اور باع کہتے ہین دونون ہاتھ کی لمبائی کو جسکو بیان بام کہتے ہین اور اگر آتا ہی میری طرف چلتے ہوئے تو مین آتا ہون اُسکی طرف گھٹنون سے دوڑتے ہوئے یہ مثال ہی آدمیون کے سمجھانے کو ورنہ حق تعالیٰ گھٹنون اور ہاتھ پانون سے پاک ہی پس یہ حق تعالیٰ کی ذات پاک کا خاصہ ہی کہ اپنے یاد کرنیوالے کیطرف خود نزول فرماتا ہی اور اُسکے نزدیک ہوتا ہی اور اسکے مدرکہ کو پُر کرتا ہی اور اسکے باطنی لطیفہ پر غالب ہوتا ہی اور ساتھ اس تدلی واقعی حقیقی کے روح کا حکم اسکی روح لیتی ہے اور جو روح کو نسبت بدن کے ساتھ ہی وہی نسبت اس تدلی کو اُسکی ارواح کے ساتھ حاصل ہوتی ہے اور جتنے مخلوق ہین اگرچہ روحانیات ہون اوّل تو علم محیط نہین رکھتے ہین تاکہ ہر ذاکر کے ذکر پر مطلع اور خبردار رہون دوسرے ذاکر کی روح پر استیلا دائمی نہین کرسکتے ہین یعنے ہمیشہ اسپر غالب اور اسکے حال سے واقف نہین ہوسکتے اسواسطے کہ یَشْغَلُھُمْ شَاْنٌ عَنْ شَاْنٍ سب مخلوقات کی شان ہی یعنی یہ مخلوقات کا خاصہ ہی کہ جب ایک طرف متوجہ ہوا تو اسوقت دوسرے کی طرف متوجہ نہین ہوسکتے اور لَا یَشْغَلُہٗ شَاْنٌ عَنْ شَاْنٍ حق تعالےٰ کا خاصہ ہی یعنے اس ذات پاک کا ایک طرف متوجہ ہونا دوسرے طرف کی توجہ کو مانع نہین ہے سو کلام الٰہی کی تلاوت اسواسطے اسکی قرب اور نزدیکی کا سبب پڑتی ہی کہ اس کلام کی لفظین

اسکے معانی پر دلالت کرتی ہین اور وہ معانی حق تعالیٰ کے علم مین ایک مدت دراز تک کلام نفسی کا خلعت پہن کے ایک صفت اسکی ذاتیہ صفتون سے بنکے رہی ہین سو وہ لفظین ایک صفت کو حق تعالیٰ کی صفتون ذاتیہ سے تلاوت کرنے والے کے مدرکہ کے قریب کردیتی ہین اور اس آمیزش اور اتحاد کے سبب سے وہ صفت ذاتیہ ایک طرح سے پڑھنے والے کی صفت ہوجاتی ہے اسواسطے کہ وہ معانی باترتیب اس پڑھنے والے کے مدرکہ مین قائم ہوتے ہین چنانچہ اس کلام الٰہی کی لفظین بھی اسی طرح سے پڑھنے والے کی لفظین ہوجاتی ہین اور اس قسم کا تقرب کچھ حق تعالےٰ کی ذات پاک کے ساتھ مخصوص نہین ہے بلکہ ہر شخص کے کلام مین یہ بات پائی جاتی ہے یعنے جسکے کلام کو ہر وقت پڑھا کرو اور اسکے مضمون کا خیال ہر وقت ذہن مین موجود رہے وہ بھی اسی قسم کے قرب کا سبب پڑتا ہے اور اس مکالمہ کے آثار اس پڑھنے والے مین پائے جانے لگتے ہین جسطرح مثنوی مولانا روم کی اور دوسرے ملفوظات نظم اور نثر اولیاء اللہ کے بلکہ عوام اور فاسقون کے اشعار مین بھی زیادہ تکرار سے یہی بات پائی جاتی ہے یعنی وہی مضمون اسکے دل پر چھا جاتا ہے حاصل کلام کا یہ ہے کہ اگر وہ کلام بہتر ہو تو اسکی اچھائی کی تاثیر اور اگر برا ہو تو اس کی برائی کی تاثیر پڑھنے والے مین پائی جاتی ہے لیکن کلام الٰہی اور کلام مخلوق مین اتنا فرق ہے کہ کلام الٰہی کی مزاولت اور تکرار مین اس کیفیت کے سوائے اسکی ذات پاک کا دنو اور قرب بھی حاصل ہوتا ہے اور دوسرے مخلوق کے کلامون مین سوائے اس کیفیت کے جو کلام کے پردے مین ظاہر ہوتی ہے اور اس پڑھنے والے کی طرف منتقل ہوتی ہے اور کچھ حاصل نہین ہوتا اور اسکی وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا علم محیط ہے اور دنو اور تدلی اور قرب کی قدرت بھی وہ رکھتا ہے سو جو کچھ ذاکرین کے حق مین وہ اپنی عنایت اور مہربانی فرماتا ہے تو تلاوت کرنیوالے کے حق مین بطریق اولیٰ عنایت اور مہربانی فرماویگا اسیواسطے کلام اللہ کی ترتیل کو اس سورۃ مین ذکر پر مقدم لائے ہین اور یہ بھی جان لینا چاہیے کہ قرآن شریف کی کوئی آیت حق تعالےٰ کے ذکر سے خالی نہین ہے چنانچہ یہ بات غور اور فکر سے معلوم ہوتی ہے پس

قرآن شریف کی تلاوت مین ذکر کا بھی فائدہ حاصل ہی اور پیر اور مرشد اور اُستاد کا بھی واسطے
کہ الٰہیہ کی صفت سے متصف ہونا اور حبل المتین الٰہی کا تمسک اور اعتماد کرنا تو سردست قرآن شریف
کی تلاوت مین موجود ہی اتنا البتہ ہی کہ قرآن شریف کی لفظون کو نحو اور صرف اور معانی اور بیان
اور بدیع اور دوسرے فنون کی آمیزش سے جو حقیقت کی طرف التفات کرنے سے مانع ہین
مجرد اور جدا کرنا بہت مشکل ہے بعد مدت کے یہ بات حاصل ہوتی ہی بخلاف ذکر کی لفظون کے
صورت فکریہ کے ساتھ کہ وہ اسقدر تجرید کے محتاج نہین ہین اب اس بیان سے حضرت
سلطان المشائخ نظام الدین اولیا قدس سرہٗ کی بات کا مطلب ظاہر ہوگیا یعنی لوگون نے اُنسے
ایکدن پوچھا کہ قرآن شریف کی تلاوت مین مشغول رہنا بزرگی رکھتا ہی یا ذکر الٰہی مین مشغول رہنا۔
آپنے فرمایا کہ ذاکر اپنے مطلب کو جلدی پہونچتا ہی لیکن اسکو زوال کا خوف ہی اور کلام الٰہی کی تلاوت کرنیوالے کا
مطلب دیر مین حاصل ہوتا ہی لیکن حصول کے بعد اسکو زوال کا خوف نہین ہی انتہی کلامہ اور
پیغمبرون کو کلام الٰہی کی تلاوت مین بہت بڑا ایک فائدہ ہی وہ یہ کہ اُنکے علم غیب سیکھنے کی استعداد
کو بہت بڑی مدد کرتی ہے اور اسکے سُننے کی مزاولت اور ہمیشگی جو بار بار زبان سے کان کو
پہونچتی ہی اور کان سے دل کو سو وحی کے نزول کے صدمے کو اپنے ہلکا کر دیتی ہی جسطرح کسی شخص کو
نفع یا نقصان پہونچنے مین کوئی بڑا صدمہ پہونچا ہو تو اب جسقدر اس نفع اور نقصان کو تکرار کریگا
اسقدر اسپر وہ صدمہ ہلکا ہوتا جائیگا اور بھید اسکا یہ ہی کہ نزول وحی کا استخدام کے طور پر ارواح
ملکیہ کی کیفیت کو متفرق مکانون سے ہمراہ لاتا ہی اور وہ کیفیت ملی ہوئی یکایک پیغمبر کے قلب اور
اعضا پر آپڑتی ہی اور پیغمبر بشریت کے تقاضے سے اسکا تحمل نہین کر سکتے ہین اسواسطے بیہوش
ہوجاتے ہین اور پسینہ بھی نکل آتا ہی پھر جب دوسرے مرتبے اس کلام کی تلاوت کرتے ہین
تو پھر بھی وہی کیفیت ملی ہوئی دل اور اعضا پر آتی ہی اسیطرح تیسرے مرتبے پھر چوتھے مرتبے
یہانتک کہ اس کیفیت کے تحمل کے خوگر ہوجاتے ہین یعنی اس بوجھ اُٹھانے کی عادت ہوجاتی
ہی اور رنج اور صدمہ بھی پھر کم معلوم ہوتا ہی اور اس مقام مین اس فائدۂ عمدہ کو لحاظ کرکے ترتیل کے

حکم کی تعلیل یون ارشاد ہوتی ہو کہ اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلًا ۝ تحقیق قریب ہے کہ ڈالینگے ہم تجھپر ایسی بات جو بہت بھاری ہو حاصل مطلب کا یہ ہو کہ بعد اسکے پے در پے قرآن کو تم پر نازل کرینگے سو تمکو چاہیے کہ جسقدر قرآن تمپر اترا ہو اسکی تلاوت مین رات کو مشغول رہا کرو اور اِس عبادت خاص کے انوار سے اپنے تئین مشرف کرکے اِس فیض اعظم کی قبولیت کی استعداد اپنے مین حاصل کرو اور رابطہ اِمین قرآن شریف کے نازل ہونے کے وقت آپ پر بہت گرانی اور سختی گذرتی تھی اور اسکا طور یہ تھا کہ جب وحی کا نزول شروع ہوتا تھا تو پہلے ایک آواز گھنٹے کی سی آپ سُنتے تھے پھر اسی آواز مین بدون اعتماد خارج کے حرف اور کلمے ظاہر ہونے لگتے تھے اور وہ آواز تیز اور تند اسطرح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مین تاثیر کرتی تھی کہ آپ کے حواس ظاہری اور باطنی بالکل اِس عالم سے منقطع ہوکے اُس عالم کیطرف متوجہ ہوجاتے تھے اور ایسی حالت آپ پر ظاہر ہوجاتی تھی جسطرح روح بدن سے کھنچتی ہے اور بدن کے تمام اعضا کی روحین کھنچکے دماغ کی طرف جو فہم اور حافظہ کی قوت کا محل ہو چڑھ جاتی تھین اُن روحون کے جمع ہونے کے سبب سے بہت گرمی پیدا ہوتی تھی اور آپ کی پیشانی مبارک پر پسینہ آجاتا تھا اور آپ بیہوش ہوجاتے تھے اِسواسطے کہ ارواح دماغ کو صعود کرتے تھے اِس سبب سے سب اعضا بدن کے سُست ہوکر ثقل طبعی کی طرف عود کرتے تھے چنانچہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت آئی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جاڑونمین جسدن بہت ٹھنڈک ہوتی تھی وحی آتی تھی اور آپ کی پیشانی مبارک سے پسینہ نکل آتا تھا اور وحی نازل ہونے کے وقت اگر آپ اونٹ یا گھوڑے یا کسی جانور پر سوار ہوتے تھے تو وہ جانور گر پڑتا تھا مگر ایک اونٹنی خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جسکا عضبا اور قصوا نام تھا وہ گرتی نہ تھی لیکن اپنے پانون کو ٹیڑھا کرکے زمین پر ٹیک دیتی تھی اور گرتی نہ تھی اور اسکو اِس طور کی عادت ہوگئی تھی اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی آنے کے وقت کسی کی ران کو تکیہ دیے ہوتے تھے تو اُس ران کے ٹوٹنے کا خوف ہوتا تھا اور آپ کا چہرۂ مبارک مُسرخ ہوجاتا تھا اور دم

چڑھنے لگتا تھا اسطرح پر کہ دور سے اسکی آواز معلوم ہوتی تھی اور دوسری گرانی یہ کہ بدون لکھے کے سب قراتون اور وجوہ سے اسکو یاد رکھنا چاہیے تیسری گرانی یہ کہ ان دشمنون کے سامنے پڑھنا تھا جو ہمیشہ ہنسی مسخری کیا کرتے تھے اور قرآن کے مضمون کو جو نیا سنتے تھے ہر مجلس مین بیٹھکر اسکا ذکر کرتے تھے ہنسی کے طور پر بیہودہ اور پوچ باتین بکا کرتے تھے ان سب کو سننا چاہیے اور چوتھی گرانی قرآن شریف کے عجائبات اور باریک دقیقے سمجھنے مین اور اسکے اعجاز کے وجوہ دریافت کرنے مین کہ یہ چیزین بدون خوب فکر اور غور کرنے کے معلوم نہین ہوتین چنانچہ یہ باتین اب بھی بدون شمول فضل الٰہی کے میسر نہین ہین پانچوین گرانی قرآن شریف کی آیتون کی تفریق کرنے مین یعنی محکم اور متشابہ اور ناسخ اور منسوخ اور ظاہر اور مأول ان سب کو آپسمین جدا کرنا اور ہر ایک قسم سے جدے جدے حکم استنباط کرنا یعنی نکالنا کہ یہ بہت مشکل علم ہے چھٹی گرانی مسلمانون کی نسبت سے اسواسطے کہ قرآن شریف کے بموجب امر اور نہی کرنا نہایت سخت اور مشکل چیز ہے اسکے موافق عمل کرنا بدون تائید الٰہی کے ہرگز ممکن نہین ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ قرآن شریف مین ظاہری بھی حکم ہین اور باطنی بھی اور دونون کو جمع کرنا بہت مشکل اور دشوار ہے ساتوین قرآن شریف کا سننا کافرون پر بہت سخت اور دشوار تھا چنانچہ اگلی سورتون مین آیا ہے کہ کافر قرآن کے سننے سے ایسا ڈرتے ہین جسطرح گدھا شیر کے دیکھنے سے اور اسکی آواز سننے سے اور سورۂ فصلت مین بھی فرمایا ہے کہ فِیْٓ اٰذَانِہِمْ وَقْرٌ وَّہُوَ عَلَیْہِمْ عَمًی یعنے یہ قرآن کافرون کے کان مین بوجھ ہے اور یہ ان پر اندھاپن ہے یعنے پوشیدہ ہے آٹھوین قرآن شریف کا اترنا منافقون اور فاسقون پر بہت سخت اور گران تھا اسواسطے کہ انکے چھپے عیب اور پوشیدہ باتین اس مین رمز اور اشارہ اور تعریض اور کنایہ کے طور سے بیان کردی جاتی تھین اور حاضران مجلس اپنے ذہن کی تیزی اور قرینے سے بوجھ جاتے تھے کہ فلانے شخص کا حال ہے پھر وہ فضیحت ہوتے تھے چنانچہ سورۂ توبہ کے آخر مین اور سورۂ قتال مین اور دوسری سورتون مین ان احوالون کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے نوین قرآن شریف کے

ہر ہر حرف کا ایک ایک خادم ہو روحانی اور عزیمت پڑھنے والے جب اس کلام کو دعوت کی
سب شرطون کی رعایت سے پڑھتے ہین تو جتنے روحانی اسکے خادم ہین سب حاضر ہوتے ہین
پھر اُسوقت اِنکے سامنے ثابت اور برقرار رہنا بہت سخت اور دشوار ہو جاتا ہو اور قیامت کے
دن بھی جب میزان کھڑی ہوگی اور عمل تولے جاوینگے تو کوئی عمل نیک اس کلام کے برابر نہوگا
چنانچہ یہ بات حدیث شریف مین مذکور ہو اور عجائب تفسیرون سے وہ ہو جو بعضے صوفیہ نے کی
ہے یعنی قول ثقیل کی تفسیر مین توحید وجودی کے مسئلے کو بیان کیا ہے اسواسطے کہ اس مسئلے کا
سمجھنا عوام لوگون پر بہت بھاری ہو اور یون کہا ہو کہ هُوَ طَوْرٌ وَرَاءَ طَوْرِ الْعَقْلِ یعنے وہ ایک
مرتبہ ہو عقل کے مرتبے کے سوا اور بعضے واعظون نے قول ثقیل کی تفسیر شفاعت مطلقہ
کرکے کی ہو اور شفاعت کے کلمے کو اپنی زبان پر جاری کرنا جو خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے واسطے ہو اور دوسرے جتنے انبیا اور رسول ہین سب پر وہ کلمہ شاق اور گران ہوگا
اور قیامت کے دن اس کلمے کو اپنی زبان پر لانے سے عذر پیش کرینگے اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کو حق تعالی اس کلمے سے گویا کریگا اور یہ تفسیر سورۂ اسری کی آیت سے
مناسبت رکھتی ہو اور وہ آیت یہ ہو وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ عَسَىٰ أَن يَبْعَثَكَ
رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا یعنے حق تعالی فرماتا ہو اور تھوڑی رات جاگتا رہ اسمین یہ زیادتی ہے
واسطے تیرے شاید کھڑا کرے تجکو تیرا رب تعریف کے مقام مین اور جب قرآن شریف کو نماز
تہجد مین ترتیل سے پڑھنے کی وجہ کے بیان سے فراغت پائی تو اب نماز تہجد کی وجہ کو بیان
فرماتے ہین سو اِنَّ کا لفظ اِن تینون آیتون مین تعلیل کے واسطے ہو اور اِن تینون تعلیلون
کے درمیان مین حرف عطف کو نہین لائے اسواسطے کہ تعلیل ایک امر کی نہین ہو بلکہ مختلف
امرون کی تعلیل ہے جو پہلے کلام سے بُوجھی جاتی ہو سو قرآن کے ترتیل کے حکم کی
علت قول ثقیل کا القا ہو اور قیام لیل کے حکم کی علت یہ ہو کہ اِنَّ نَاشِئَةَ
اللَّيْلِ بیشک وہ عبادت اور تلاوت جو پیدا ہوتی ہو اور اُٹھتی ہو رات کو اور ناشی

لغت مین اُس چیز کو کہتے ہین جو نئی پیدا ہوئی ہو اور نئی اُٹھی ہو عرب مین بولتے ہین نَشَأَ
فَاشٍ یعنی بدلی نئی پیدا ہوئی اور نَشَأَتِ الرِّیحُ یعنے اُٹھی ہوا هِیَ اَشَدُّ وَطْئًا
وہ بہت سخت ہو نفس کے روندنے مین اور اسکی تاریکی کے دور کرنے مین وجہ سے
اوّل یہ کہ رات کا اُٹھنا اور قرآن کو بلند آواز سے پڑھنا اور وضو کرنا اور وضو کے اسباب
کو تلاش کرنا جیسے لوٹا پانی مسواک پھر نماز مین کھڑا ہونا اور سجدے مین جانا یہ سب نفس پر
بہت سخت اور بھاری ہین اسواسطے کہ رات چین اور آرام ٹھہرنے اور خاموش رہنے کا وقت
ہو اور آدمی کی پیدائشی یہ بات ہو کہ رات کو چلنے پھرنے جاگنے بات کرنے کو بالطبع
دوست نہین رکھتا خصوصاً جسوقت جورو بغل مین ہو اور بچے پیارے پاس ہون اور
نرم فرش ہو اور گرم لحاف اور ٹھنڈا ہوا اور چین والے بدن کو مل رہے ہون ایسے وقت
مین ان سب لذتون کو چھوڑنا اور ایسی بیچینی اور محنت مین اپنی جان کو ڈالنا ان سب
باتون کو سوچنا چاہیے کہ کیا نفس پر قیامت برپا ہوتی ہے اور اگر گرمی کا موسم ہے تو
دن بھر دھوپ کی سوزش اور گرمی کی حرارت بدن اُٹھائے ہوئے رات کو تھوڑی سی
مین آرام سے بدن ہوتا ہی پھر اس آرام کو چھوڑنا اور مشقت مین پڑنا خیال کیا چاہیے کہ
کیسی مشکل بات ہو دوسری وجہ یہ ہو کہ حقیقت مین وہ وقت انوار اور برکات الٰہی اور
ملکوتیہ کے نزول کا وقت ہے پھر جب ایسی عمدہ عبادت ایسے عمدہ وقت مین پائی گئی اور
قرآن کا نور اور ایمان کا نور ان تجلیون کے ساتھ ملکے ایک ستون نورانی بنکے قائم ہوا پھر
نفس کی تاریکی کیا مجال رکھتی ہے جو وہان ٹھہر سکے یا باقی رہے حدیث شریف مین آیا ہے
کہ یَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِينَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرُ فَيَقُولُ
مَنْ يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ مَنْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ مَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ حَتَّى
يَنْفَجِرَ الْفَجْرُ یعنے اُترتا ہی یعنے متوجہ ہوتا ہی ہمارا پروردگار بزرگ اور برتر ہر رات کو دنیا کے آسمان
کی طرف جب باقی رہتی ہی پچھلی تہائی رات کی پھر فرماتا ہی کون پکارتا ہی مجھکو کہ اُسکی پکار کو

پہنچون کو ن مانگتا ہی مجھ سے کہ دون مین اسکو کون مغفرت طلب کرتا ہی مجھسے کہ بخشون مین اسکو
رہا تک کہ ہو جاتی ہی فجر اور یہ بھی حدیث صحیح مین آیا ہی کہ اِنَّ فِی اللَّیْلِ سَاعَۃً لَا یُوَافِقُھَا
عَبْدٌ مُسْلِمٌ یَسْاَلُ اللّٰہَ تَعَالٰی خَیْرًا مِّنْ خَیْرِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اِلَّا اَعْطَاہُ اِیَّاہُ وَذٰلِکَ کُلَّ لَیْلَۃٍ
یعنے تحقیق رات مین ایک ساعت ہی نہین موافق ہوتا ہی کوئی بندہ مسلمان اس ساعت کو کہ مانگے
اللہ تعالٰی سے جو چیز بہتر ہی دنیا اور آخرت کی مگر دیتا ہی اللہ تعالٰی وہ چیز اسکو اور یہ امر ہر رات کو ہوتا ہی
سو وہ وقت خاص اپنے مالک کے دربار کا ہی نوکر کے حق مین اور معشوق کے جلوہ کا وقت ہی عاشق
کے حق مین اور بیع و شرا کی گرمی بازار کا وقت ہی تاجر کے حق مین اور صنعت اور مزدوری کے رواج کا
وقت ہی ہر پیشے والے کے حق مین کہ تھوڑی محنت مین بڑا عمدہ مطلب حاصل ہوتا ہی اور تھوڑی
ڈھیل اور سستی مین بڑا مطلب ہاتھ سے جاتا ہی حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہٗ سے
منقول ہی کہ بعضے لوگون نے بعد اُنکی وفات کے اُنکو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ کیا حال گذرا اُسکے
جواب مین یہ کہا کہ طَاحَتِ الْعِبَادَاتُ وَفَنِیَتِ الْاِشَارَاتُ وَمَا نَفَعَنَا اِلَّا رَکَعَاتٌ رَکَعْنَاھَا
فِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ یعنی بیکار ہو گئین عبادتین اور نیست ہو گئین اشارتین اور نہ کام آیا کچھ مگر دو رکعتین
جو آدھی رات کو پڑھتے تھے مین اور پچھلی رات کو خاص تجلی اور توجہ سے اسواسطے خاص کیا ہی کہ
آدمی کی روح اصل مین عالم پاک سے تھی دنیا کی نجاستون سے کچھ بھی آلودگی نہ رکھتی تھی پھر
اس عالم قدس اور پاکیزہ سے اس گندہ بازار مین اسکو کمال کے حاصل کرنے کے واسطے
بھیجا اس سبب سے اُس عالم قدس سے دور پڑا اور اس عالم مین جو قرب اسکو حضرت پروردگار
جل شانہٗ سے حاصل تھا وہ اسکے ہاتھ سے جاتا رہا سو اس قرب کی لذت کو یاد دلانے کے واسطے
بالضرور خود بدولت کی توجہ ہوتی ہی اور اپنے بندے مسکین غریب کے جھونپڑے کو نور قدوم کی
تجلی سے منور فرماتے ہین سو اس عنایت اور نوازش کے واسطے ایسا وقت چاہیئے کہ اس
روح کو اپنی حالت اصلی کا قرب حاصل ہو اور وہ وقت عالم قدس سے مشابہت رکھے سو دنیا
مین ایسا وقت کوئی نہین ہو گا سوا یہی پچھلی آدھی رات کا وقت اور اس اجمال کی تفصیل یہ ہی کہ دن

جو اسکی مشغولی کا وقت ہی کہ ہر حواس اپنے کام مین مشغول رہتا ہو جیسے باصرہ دیکھنے مین اور شامہ سونگھنے مین اور سامعہ سُننے مین اور ذائقہ چکھنے مین اور لامسہ چھونے مین اور اسیطرح حواس باطنی اپنے کام مین مشغول ہوتے ہین اس سبب سے آدمی کی فکر تشویش مین ہوتی ہی اور دُنیا ہی کے کارخانے کا خیال ہر وقت رہتا ہی اور اسباب اور مال اور دُنیا کی عزت اور آبرو کے حاصل کرنے مین اور جورو بچون کی محبت اور مالک اور آقا کی خدمت مین دن بھر گنواتا ہی اور اس سبب سے نہایت دُوری اُس عالم قدس سے حاصل ہوتی ہی اور پہلی رات کو تمام دن کی محنت اور کھانے پانی سے پیٹ بھر لینے کے سبب سے سُست ہو جاتا ہی اور غافل ہو کے جیسے مُردون کی مانند پڑتا ہی اور غذا کے ردی بخارات اُسکے دل اور دماغ کو پریشان کر دیتے ہین اور غذا فضلہ اور بدبو کی ہوا ہر ساعت اُس سے باہر نکلتی ہی اس حالت مین آدمی چارپایہ کے مانند ہوتا ہی عالم انسانیت کی طہارت کے مرتبے سے منزلون دُور ہو جاتا ہی عالم ارواح کی طہارت کے مشابہ ہونا تو بہت دُور ہی پھر جب پچھلی رات ہوتی ہی تو یہ سب رنج اور کدورتین دُور ہو جاتی ہین اور دن کے فاسد خیال بھی غفلت کی نیند حائل ہونیکے سبب سے اسکے ذہن مین نہین رہتے گویا روح اپنی خالص اصل کو پہونچی اور اپنے عالم اصلی کو پایا ایسے وقت مین اس روح کو اُن قرب کی لذتون سے چکھا کے سرفراز کرنا جو اس عالم مین خوگر ہو رہی تھی بہت مناسب ہوا وَّاَقْوَمُ قِيْلًا اور بہت مضبوطی ہی بات کے کہنے مین۔ حاصل کلام کا یہ ہے کہ قرآن شریف کی تلاوت کرنا پچھلی رات کو تدبر اور معانی کے بوجھنے کیواسطے بہت بہتر ہے دوسرے وقتون کی نسبت سے اسواسطے کہ اسوقت مین ذہن صاف ہوتا ہی اور غذا کے بخارات بھی کم ہو جاتے ہین اور غل اور شور باہر کا بھی حواس کو منتشر نہین کرتا ہی تاکہ دل اُس طرف متوجہ ہو اور معنون کے بوجھنے سے غفلت کرے اور رات کی تاریکی کے سبب سے آنکھ بھی اپنے کام سے بیکار ہو جاتی ہی اور رنگا رنگ چیزون اور روشنیون کے دیکھنے کے سبب سے دل کو مشوش نہین کرتی ہی یہی وجہ ہی کہ اسوقت مین علما کو کتاب بینی مین اور شاعرونکو

شعر کہنے میں جو مطلب سوجھتا ہو وہ صواب کے قریب ہوتا ہو اور یہی وجہ ہو کہ پچھلے پہر کے خواب اکثر سچے ہوتے ہیں چنانچہ حدیث شریف میں بھی آیا ہو کہ اَصْدَقُ الرُّؤْیَا بِالْاَسْحَارِ یعنی بہت سچا خواب سحر کا ہو اور ان ہی خصوصیتوں کے لحاظ سے جو رات کے واسطے حاصل ہیں حدیث صحیح میں آیا ہو کہ عَلَیْکُمْ بِقِیَامِ اللَّیْلِ فَاِنَّهٗ دَاْبُ الصَّالِحِیْنَ قَبْلَکُمْ وَقُرْبَةٌ اِلٰی رَبِّکُمْ وَمُکَفِّرَةٌ لِلسَّیِّاٰتِ وَمَنْهَاةٌ عَنِ الْاِثْمِ یعنی لازم پکڑو اور عادت ڈالو رات کے اٹھنے کی اسواسطے کہ یہ عادت صالحون کی ریاضت ہے قدیم سے یعنی اسوقت کو بہتر وقت سمجھ کے اٹھتے اور عبادت کرنے کی دلی اپنی عادت ڈالتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نزدیکی کا سبب ہے اسواسطے کہ اسوقت تجلی الٰہی کا نزول آسمان دنیا کی طرف ہوتا ہو اور تمھارے گناہوں کا کفارہ بھی ہو اسواسطے کہ اسوقت کے انوار قرآن شریف اور نماز کے انوار دن سے ملکر پڑھی ہوئی عملوں کی تاریکیوں کو دور کر دیتے ہیں وہ تاریکیاں جنھوں نے تمھارے نفس کو تاریک کر رکھا ہو اور تمکو گناہوں سے بھی مانع ہوگا اسواسطے کہ لطیفہ عقل کا دوسرے مدرکات سے خالی ہونے کے سبب سے قرآن شریف کے معنوں میں خوب تدبر کرتا ہو اور نصیحت اور جھڑکی کا مل اسکو حاصل ہوتی ہو اور لطیفہ قلب کا اس صفائی کے سبب سے جو اسوقت اسکو حاصل ہوتی ہو ساتھ کیفیت نورانی اُنس اور مناجات کے لبریز ہو جاتا ہو اور وہ کیفیت پورا رسوخ حاصل کرتی ہو اور وہ رسوخ گناہوں پر دلیر ہونے نہیں دیتا اور نفوس کامل اور ارواح پاک حضرات انبیا علیہم السلام کو انکی استعداد کی صفائی کے لحاظ سے ایسے منافع اور فوائد کے حاصل کرنے میں اگرچہ رات دن برابر ہو لیکن اِسکے دل کے اوقات دوسری طرح کی عبادتوں اور قسم قسم کی طاعتوں سے معمور اور پُر رہتے ہیں خالص ایک کیفیت یا ایک حالت کا پایا جانا اسوقت متصور نہیں ہو چنانچہ ارشاد ہوتا ہے اِنَّ لَکَ فِی النَّهَارِ سَبْحًا طَوِیْلًا ۝ بیشک تجکو دن میں بہت تیرنا ہے یعنے بہت کام کرنا ہو اور طرح طرح کی عبادتوں میں مشغول رہنا ہو دن کو اتنی فرصت تمکو نہیں ہے کہ مصاحبت اور مکالمت کی مجلس کو گرم کرو اور مناجات اور سرگوشی سے اپنے تئیں مشرف کرو

اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دن اکثر اس طور سے گذرتا تھا کہ بعد فجر کے اشراق تک نماز کے مکان مین ذکر اور فکر مین مشغول رہتے تھے اور آپ نے حضرت خضر علیہ السلام کو اسوقت اور عصر کے بعد سے آفتاب غروب ہونے تک مسبعات عشر پڑھنے کو حکم بھی فرمایا ہے پھر بعد اشراق کے چاشت تک دوسری قسم کی عبادتون مین آپ مشغول رہتے تھے جیسے مریضونکی عیادت کرنا اور مسلمانون کے جنازون کے ساتھ جانا اور غریب مسکین مسلمانون کی حاجت روائی کرنا اور طالب علمون کو علم تعلیم کرنا اور مسترشدون کو خدا کی راہ کے سلوک کے قاعدے ارشاد فرمانا اور فتوے پوچھنے والون کو فتوے دینا اور آپسمین جھگڑے قصون کا فیصل کرنا اور کافرون کے ساتھ جہاد اور قتال کے سامان کی درستی اور تدبیر مین رہنا اور دوسرے اس قسم کے کامون مین مشغول رہتے تھے پھر چاشت کے بعد گھر مین تشریف لیجاتے تھے اور اپنے اہل وعیال کی خاطرداری اور تسلی فرماتے تھے کہ یہ بھی ایک قسم ہے عبادت کی پھر کھانا کھاکے تھوڑا قیلولہ کرتے تھے پھر جب آفتاب ڈھلتا تو آپ اٹھتے اور پائخانے اور پیشاب سے فراغت کرکے وضو یا غسل کرتے اور چار رکعتین ایک سلام سے فی الزوال پڑھتے پھر جب ظہر کی اذان ہوتی تو آپ باہر تشریف فرما ہوتے اور ظہر کی نماز مسجد مین پڑھتے اور ظہر کے بعد سے عصر تک پھر دعوت اور تعلیم اور ارشاد اور افتا اور فیصلہ مین جھگڑون کے مشغول رہتے تھے پھر نماز عصر کی پڑھتے پھر قبلے کی طرف منھ کرکے بیٹھتے اور ذکر اور فکر مین مغرب تک مشغول رہتے پھر مغرب کی نماز پڑھ کے گھر مین تشریف لیجاتے پھر اہل وعیال کی تسلی اور دلاسے مین اور مہمانون اور مسافرون کے کھانا کھلانے مین خود متوجہ ہوتے اور اگر دنیا کے مال کی قسم سے کچھ گھر مین ہوتا تو اس کو اسی وقت مستحقون کو عنایت فرماتے کہ دنیا کا مال آپ کے گھر مبارک مین رات کو نرہے پھر اسکے بعد آپ کھانا نوش جان فرماتے اور جانورون کے دانے چارے کی خود آپ خبر گیری کرتے تاکہ ایسا نہو کہ کوئی جانور بے زبان بھوکا پیاسا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف کا بیان

رہ گیا ہو پھر اس کے بعد استنجا وغیرہ کرکے وضو کرتے اور مسجد مین تشریف فرما ہوتے اور نماز
عشا کی ادا کرتے اور وتر کو رہنے دیتے پچھلی رات مین پڑھنے کے واسطے پھر سونے
کے لیے تشریف گھر مین لیجاتے اور چار رکعتین نفل کی پڑھتے پھر تسبیح اور
تکبیر اور تحمید بجالاتے پھر قرآن شریف کی کئی سورتین پڑھتے جیسے سورۂ زمر اور
سورۂ اسری اور دوسرے چھون مسبحات یعنی سورۂ حدید اور سورۂ حشر اور سورۂ صف
اور سورۂ تغابن اور سورۂ جمعہ اور سورۂ اعلیٰ اور سورۂ اخلاص اور سورۂ فاتحہ اور معوذتین
اور سورۂ ملک غرض کہ یہ سب سورتین پڑھ کے آپ آرام فرماتے تھے پھر جب اس
طرح کے اوقات معمورا اور بندھے ہوئے ہون تو کسی قسم کے مجاہدۂ عظیم کی گنجائش
کہان ہے کہ اتنی دیر تک اس امر مین تم مشغول رہو اسیواسطے حق تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ ان کو
اگرچہ طرح طرح کی عبادتون مین مشغول رہتے ہو لیکن اسوقت کو یعنے پچھلے پہر کو بھی
عبادت سے خالی مت رکھو اسواسطے کہ اسوقت کا مجاہدہ مجاہدون کے دور کرنے اور
قرب اور نزدیکی کے حاصل کرنے مین اکسیر اعظم ہے کوئی عبادت اور کوئی شغل اسکو نہین
پہونچتا بلکہ جتنے شغل اور جتنی عبادتین ہین سب کو یہ مجاہدہ اور رونق دے دیتا
ہے سو ایسے وقت کو ہرگز مفت نہ کھویا چاہیے **وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ** تک
اور یاد کر نام اپنے پروردگار کا ہمیشگی کے طور پر ہر وقت اور ہر شغل مین اور ہر عبادت
مین خواہ اول خواہ آخر خواہ درمیان مین اس عبادت کے اور یاد خواہ زبان سے
ہو خواہ دل سے ہو خواہ روح سے خواہ بطور سر کے خواہ اخفی کے اور خواہ نفس سے
دن کو ہو یا رات کو اور ذکر لسانی جہری ہو خواہ خفیہ ہو اور پروردگار کا نام خواہ
اسم ذات ہو خواہ اسم اشارہ ہو یا اسماے حسنیٰ مین سے کوئی نام ہو جو سالک کے
نفس اور حال اور وقت سے مناسبت رکھتا ہو چنانچہ حضرت شیخ ابو النجیب سہروردی
رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہ سے منقول ہے کہ جسوقت کوئی اس راہ کا طالب انکے پاس آتا تھا

تو پہلے اُسکو ایک چلّے یا دو چلّے کرنے کا حکم فرماتے بعد اسکے اپنے سامنے اُسکو لے بیٹھتے
اور نود نہ نام پاک کو اُسکے سامنے آپ پڑھتے اور اپنی آنکھ اُسکی آنکھ سے لڑائے رہتے
اگر ان اسماے الٰہیہ سے کسی نام پر اسکا چہرہ متغیر ہوتا اور کانپ اُٹھتا یا اُچھل پڑتا تو
آپ اُسکو فرماتے کہ تیرے کام کی کشایش اِسی اسم سے ہوگی اور اِس نام کے ذکر کا طریقہ اُسکو
تعلیم کرتے اور اگر کسی اسم سے اِن اسماے الٰہیہ سے اُسکا چہرہ متغیر نہوتا اور کسی طور کی
جنبش اُسکے بدن مین نہ پائی جاتی تو آپ اُس سے کہدیتے کہ تجھ مین قرب اور جذب کی راہ
کے سلوک کی استعداد نہین ہے تجھے ابرار کے طریق کو اختیار کرنا چاہیے اور تجارت یا زراعت
یا کسی اور پیشے مین مشغول ہونا چاہیے اور اسم پروردگار کا خواہ تنہا خواہ تہلیل کے ضمن مین یعنی
نفی اور اثبات مین خواہ تسبیح اور تحمید اور تکبیر اور لاحول یا دوسرے مسنون ذکرون کے
ضمن مین ہو اور ذکر کی کیفیت بھی خواہ ایک ضربی ہو خواہ دو ضربی خواہ اس سے بھی زیادہ
ہو اور حبس دم کے طور پر ہو خواہ بے حبس ہو اور برزخ سے ہو خواہ بدون برزخ کے اور خواہ
سہ رکنی ہو خواہ ہفت رکنی اور خواہ شرائط عشرہ کے ساتھ ہو خواہ بدون ان شرائط کے اور
شرائط عشرہ عبارت ہے شد اور مد اور تحت اور فوق اور محاربہ اور مراقبہ اور محاسبہ اور مواعظ اور تعظیم
اور حرمت سے اور سواے اسکے دوسری خصوصیات بھی ہین جنکو اس طریق کے ماہرون
نے نکالا ہے اور معین کرنا ایک کا دوسرے اُن خصوصیات مذکورہ سے شیخ اور مرشد کی
راے پر مفوض نہین ہے جس چیز کو جس طالب کے حال کے موافق اور اصلح جانے وہی چیز اسکو
تلقین فرماوے اور پھر ایک خصوصیت سے دوسری خصوصیت کی طرف انتقال کرے
چنانچہ دوسری آیت مین فرمایا ہے فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ
یعنے پھر پوچھو ذکر والون سے اگر تمکو نہین معلوم ہے اور بہت عمدہ چیز اس مقدمے مین یہ ہے کہ
کسی لحظہ اور کسی دم غافل نرہے اور کوئی عمل اور کوئی شغل ہو لیکن اِس یاد کو نہ چھوڑے
چنانچہ دوسری آیت مین فرمایا ہے لَا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ

یعنی نہیں روکتی ہے ان لوگون کو سوداگری اور نہ بیع و شرا اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور اگر
خوف اس بات کا ہو کر فلانے شغل کے سبب سے یاد الٰہی سے غفلت ہو جائیگی تو لازم ہے کہ اُس
شغل اور اُس عمل کو چھوڑ دیوے وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ اور کاٹ اور علیحدہ ہو اس عمل سے جو
تجھکو یاد الٰہی سے مانع ہو اور اپنے پروردگار کی طرف رجوع کر تَبْتِيلًا کاٹنا اور علیحدہ
ہونا ایک طریق سے یعنی اُس عمل اور اُس شغل کے علاقے کو اپنی طرف اور اپنے اختیار
سے کاٹ ڈالنا چاہیے اسواسطے کہ بدون قطع کرنے اُس عمل اور اس شغل کے علاقے کو
آپ سے علیحدہ ہو جانا کبھی ظلم کا سبب پڑتا ہو اور خلاف شرع ہوتا ہے جیسے نوکر کہ بدون
نوکری چھوڑے اپنے گھر آپ سے بیٹھ رہے یا مرد بغیر قطع کرنے نکاح کے علاقے کے جورو سے
علیحدہ ہو جاوے اور اُسکی صحبت اور اُسکی خاطرداری سے اور نان نفقہ کی خبر گیری
سے علیحدہ ہو کر بیٹھ رہے تو یہ بات ظلم صریح ہے اور خلاف شرع کے اسیطرح دوسری چیزونکو
قیاس کر لینا چاہیے اور اُسی قید کی طرف اشارہ کرنے کے واسطے تبتیلا فرمایا اسواسطے کہ
اِس قسم کے انقطاع کا بیان کرنا منظور ہے جسکے قطع کرنے سے کسی طرح کا علاقہ حاصل نہو
انقطاع کی تاکید منظور نہیں ہے والا تبتلا فرماتے اور اِس قطع اور تبتل کے بہت فائدے
ہین پہلا فائدہ عین ذکر مین ہے یعنے ماسوای اللہ کے خطرے دل مین نہ آوین تاکہ جو
ذکر سے غرض ہے وہ حاصل ہووے اور جب خطرے دل مین آئے تو ذکر ذکر نہین رہتا اور
نہ ذکر کی طرف خالص توجہ کا سبب بھی نہین پڑتا ہے تاکہ تزکیہ اور تنبل اُس سے حاصل
ہووے دوسرا فائدہ ذکر کے اثر باقی رہنے مین ہے اسواسطے کہ کسی چیز کی طرف متوجہ
ہونے سے پہلی چیز کی طرف توجہ کا اثر مٹ جاتا ہے اور دوسرے خطرون کی طرح یہ
توجہ بھی بیفائدہ ہو جاتی ہے تیسرا فائدہ یہ ہے کہ تمام عبادتون مین فارغ البال
ہونا شرط ہے اور مخلوق کی طرف علاقہ رکھنا فراغ بالی کو مانع ہو چوتھا فائدہ یہ ہے
کہ بہت گناہون سے مخلصی حاصل ہوتی ہو جیسے زنا اور بدعت اور غیبت اور خوشامد

اور منہیات اور بدعات کا دیکھنا اور بُری صحبت کا اثر ہونا پانچوان فائدہ یہ ہے کہ ماسوی اللہ کی محبّت کو نفی کرتا ہے جسطرح ذکر الٰہی کا دل مین محبت زیادہ کرتا ہے پس تبتل تنقیہ کے حکم مین ہے دوائی کے استعمال کرنے سے پہلے تو جسطرح قبل استعمال دوائی کے تنقیہ شرط ہے اسیطرح قبل ذکر کے تبتل بھی شرط ہے یہان پر جاننا چاہیے کہ دُنیاوی علاقون سے علیحدہ ہونا اور اُنکی محبت کے رشتے کو اپنے دل سے کاٹنا ذکر الٰہی اور سلوک الی اللہ کی ابتدا مین شرط ہے یعنے ضروری ہے بدون اس انقطاع کے کچھ فائدہ نہین ہوتا لیکن انتہا مین یعنی جب استغراق اور اختلاط کے جمع کی قوت حاصل ہوئی تب شرط نہین ہے بلکہ اُسوقت مین اختلاط تبتل سے بہتر ہوتا ہے اسواسطے کہ اسکے سبب سے سیکھنا اور سکھلانا اور ادب دینا اور ادب لینا اور ہدایت اور نصیحت اور حقوق کی رعایت ہوتی ہے اور ان عبادتون کے ثواب حاصل کرنیکا سبب پڑیگا اور جو اختلاط پر موقوف ہین جیسے مریض کی عیادت کرنا اور جنازے کے ساتھ جانا اور محتاجون کی مدد کرنا اور اپنے خویش اور اقربا کے ساتھ سلوک اور عاجزی کرنا اور صبر کرنا اور خلق اللہ کی زیادتی کو سہہ لینا اور مسکینون کی خدمت کرنا اور مہمانداری کرنا اور حلال طریق سے مال حاصل کرنا تاکہ اسکو صدقون مین اور واجب نفقون مین اور مسجدون کی تعمیرون مین اور مسافر خانون کے بنانے مین صرف کرے اور بعضے فقہاؤن نے فَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ کو تکبیر تحریمہ پر اور تبتل کو رفع یدین پر حمل کیا ہے اسواسطے کہ دونون ہاتھ ابتداے نماز مین اُٹھانا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مین دونون جہان سے ہاتھ اُٹھاکے خدا کی یاد مین مشغول ہوا ہون اور بعضے صوفیہ نے تبتل کو ذکر کے وقت نفی ماسوی اللہ پر حمل کیا ہے اور طریقہ اُس تبتل کا یہ ہے کہ تاریک مکان مین بیٹھے اور سر اور مُنھ کو کپڑے سے لپیٹ لے اور آنکھین بند کرے اور زبان کو سواے ذکر کے نہ ہلاوے اور یہ اُسوقت کرے جب معدہ خالی ہو اور بھوک ہو لیکن بھوک کا غلبہ نہو اور کم کھانا اور کم سونا اختیار کرے اسواسطے کہ ان دونون

تبتل کے طریقہ کا بیان

چیزونکو دل کے منور کرنے مین بڑا دخل ہے اسوجہ سے کہ کم کھانا دل کے خون کو کم کرتا ہی اور جاگنا دل کی چربی کو پگھلاتا ہی اور کسی شخص کو مقرر کرے کہ ضروریات کی خبرگیری رکھے جیسے کھانے پینے کی اور کپڑے کی اور کھانے مین بڑی احتیاط کرے کہ حلال وجہ سے ہو اور فرض اور سنت کے ادا کرنے مین اور ذکر دائم مین مشغول رہے لیکن قبلہ رُو ہوکر طہارت سے اور حضور دل سے اوّل زبان سے ذکر کرے یہانتک کہ زبان سے حرکت رہجاوے اور دل اختیار ساتھ ذکر کے جاری ہو پھر اسکے بعد دل مین خیال کرنے سے ذکر کرے یہانتک کہ حرف بھی درمیان مین نہ رہین فقط معنی ذہن مین جمع جاوین پھر اسکی گنتی اور شمار نہین رہتا ہی بلکہ ذکر بھی ایک حالت ہوجاتا ہی اسکی دوسری حالتون سے پھر اسوقت اسکو شدت کی محبت پیدا ہوتی ہی اور مذکور کو یعنی جسکو یاد کرتا ہی اسکو یہ وقت بھول نہین سکتا بموجب قول شاعر شعر دن تو اُسکے ہی تصور مین گذر جاتا ہی رات کو خواب مین بھی وہ ہی نظر آتا ہی پھر اسکے بعد سب چیزون سے ظاہری ہون یا باطنی غیبت حاصل ہوتی ہی یہانتک کہ اپنے نفس سے اور نفس کی صفات سے بھی غائب ہوجاتا ہی اور اسی مرتبے کا نام قرب ہی پھر اسکے بعد تو یہ نوبت پہونچتی ہی کہ ذکر سے بھی غیبت ہوجاتی ہی فقط مذکور اور محبوب کا شہود اور حضور باقی رہتا ہی اور یہ رتبہ فنا کی سرحد ہی پھر جدا اسکے اُسکو ایسا اتصال اپنے محبوب کے ساتھ حاصل ہوتا ہی جسکی کیفیت بیان ہوسکے اور نہ وہ قیاس مین آوے اور یہ رتبہ ولایت کا ہی اس رتبے والے کو شاہ اور ولی اور واصل کہہ سکتے ہین اور اسکے ماقبل کے رتبے والونکو طالب اور مرید اور شوقین اور جویا کہتے ہین یہانتک تبتل کے طریق کا بیان ہوچکا اور جو اس جگہ پر ایک شبہہ کا گمان تھا کہ شاید کسی کی خاطر مین آوے کہ دنیاوی علاقون کو قطع کرنا کسیطرح متصور نہین ہی اسواسطے کہ دارالبحوثہ تو دنیا ہی اور جب تک دنیاوی علاقون سے تعلق باقی ہی تب تک ماسوی اللہ سے غفلت کلی اور بالکل متوجہ ہونا حضرت مولیٰ جلّ شانہ کی طرف کسی طرح ممکن نہین ہے سو اس شبہے کے دفع کی طرف متوجہ ہوکے ارشاد ہوتا ہی کہ دنیا مین افعال الٰہی کی طرف

خوب نظر کرکے دیکھو کہ دُنیاوی علاقون کے ساتھ تعلق رکھنا اور پھر ان ہی علاقون کو انقطاع کرنا ہر دن اور ہر رات مین موجود ہی اسواسطے کہ حق تعالیٰ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ پروردگار مشرق کا بھی ہی اور مغرب کا بھی ہی اور اُسنے مشرق کو دُنیاوی علاقون کے یاد دلانے کے واسطے بنایا ہی جسطرح مغرب کو دُنیاوی علاقون کے قطع کرنے کے واسطے مقرر کیا ہی یعنی جسوقت صبح ہوئی اور آفتاب کی روشنی مشرق سے نمود ہوئی پس دُوکاندارون کو بازار مین دکان کا علاقہ یاد آیا اور کاریگرون کو اپنے پیشون کے ہتھیار اور نوکرون کو اپنے آقا کا دربار اور کسان کو اپنا ہل اور بیل اور کھیت اور مالی کو اپنے لگائے ہوئے درخت اور ماں باپ کو اپنی اولاد اور لونڈی غلام کو اپنا مالک اور جورو کو خاوند اور خاوند کو جورو کا علاقہ یاد آیا اور ہر علاقے کے حکم ظاہر ہونے لگے چنانچہ مسافرون کو راہ چلنے کی فکر پیدا ہوئی کرایہ والونکے ساتھ خشکی کے ہون یا تری کے اور ساتھیون اور ہمراہیون کے ساتھ معاملہ کرنے لگے اور کسب والون کو اپنے کسب کی طمع دل مین پیدا ہوئی اور تاجرون کو اپنے مال بیچنے کی فکر نے سرگردان اور پریشان کیا یہانتک کہ آفتاب غروب ہوا پھر یہ جتنے علاقے ہین آہستہ آہستہ لوٹنے لگے کسان کھیتون سے اور دُوکاندار بازارون سے اور مسافر راہون سے اور نوکر نوکریون سے بھاگ بھاگ کر اپنے اپنے گھرون اور ٹھکانون پر آگئے تو اسوقت باہر کے علاقے منقطع ہوے مگر گھر کا اور گھر والون کا علاقہ باقی رہا پھر جب کھانے پینے سے فراغت ہوئی تو گھر کی اکثر چیزون سے بھی علاقہ منقطع ہوا مگر جورو بچون سے باقی رہا پھر جب بچھونے پر لیٹے تو بچون کا بھی علاقہ گیا فقط جورو سے علاقہ باقی رہا یہانتک کہ نیند آئی اور سو گئے تو وہ بھی علاقہ جاتا رہا بلکہ روح کا علاقہ بھی ظاہر بدن سے منقطع ہو گیا اپنے اعضا کی جنبش اور حرکت بھی روح کے اختیار مین نہ رہی پھر دوسری چیز کو کون پوچھتا ہے پھر اسوقت مین تم اے محمد اس مالک الملک کی ربوبیت کی شان کا تماشا کرو اور دیکھو کہ اُن سب کو حق تعالیٰ دُنیا مین زندہ رکھتا ہی اور ایک وقت ہر روز ایسا ہوتا ہی کہ کسی چیز سے علاقہ نہین

رکھتے ہین سو تم اپنے تئین عمر کی ہر ساعت اور ہر وقت مین اسیطرح کا بے اختیار سمجھ لو اور کسی چیز سے علاقہ مت رکھو اسواسطے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہین ہے کوئی معبود تمھارا ذکر اور عبادت مین مگر وہی حق تعالیٰ کہ قطع کرنا علاقون کا اور ثابت رکھنا ان ہی علاقون کا اسکی ایک شان ہے ربوبیت کی شانون مین سے پھر جب وہی تمکو تبتیل اور قطع علائق کا حکم فرماتا ہے تو پھر تمکو کیا فکر اور اندیشے کی جگہ ہے موجب اس مصرع کے ع خدا خود میر ساماں ست ارباب توکل اور بعضے عارفون نے اس آیت کے معنی یون کہے ہین کہ اگر تمکو دنیا کے ظاہری اسباب اور وسائط کے دیکھنے سے تبتیل اور قطع کرنا علاقون کا دشوار معلوم ہووے تو تمکو حقتعالے کی طرف نظر کرنا چاہیے جو رب ہے مشرق اور مغرب کا کہ اسکو اشیا مین ظہور بھی ہے اور بطون بھی ہے اسواسطے کہ اگر اسکو ظہور اور بطون معاً اشیا مین نہوتا تو اشیا کا وجود کسیطرح ممکن اور متصور نہ تھا اسواسطے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُو یعنی وجود حقیقی سواے اسکے کوئی نہین ہے پھر اگر اشیا مین وہ خود ظاہر نہوتا تو اشیا کا وجود بھی ظاہر نہ پایا جاتا اور اگر بالکل خود خود ہی ظاہر ہوتا تو بھی اشیا کا موجود ہونا محال تھا اسیواسطے ظہور کو بطون کے ساتھ ملایا ہے سو جسطرح سایہ بدون آفتاب کے پایا نہین جاتا اور آفتاب کے ساتھ بھی نہین ہوتا بلکہ آفتاب کو سایہ کے وجود مین دونون وجہ سے دخل ہے ظہور کی راہ سے بھی اور بطون کی راہ سے بھی اسیطرح سے اسباب اور وسائط کا اگرچہ ظلی وجود ثابت ہے لیکن بدون حق تعالے کے کوئی اپنا وجود فی حد ذاتہا نہین رکھتے پھر اس بات کے ملاحظے سے تمھارے نزدیک بھی اسباب اور وسائط کے واسطے استقلالی وجود نہوا اور جب اسباب اور وسائط درمیان سے اٹھ گئے اور علاقے بالکل منقطع ہو گئے فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا پھر لے اپنے پروردگار کو کارساز اور اپنے ضروری کامون کو اسی پر چھوڑ دے اور تو بے پروا ہو کے بیٹھ اور ان تمام علاقون کو اپنے سے منقطع کرنے کے سبب سے تشویش مین مت رہ اور فا کلمہ جو تعقیب بلا مہلت پر دلالت کرتا ہے اس جگہ پر لانا اس بات کی طرف اشارہ ہے

کہ علاقون کے قطع کرنے کے بعد جھٹ پٹ یہ کام کرنے لگو اور اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرو اسکو
تجربہ اور امتحان کا ہرگز مت کرو اسواسطے کہ عیان ہونے کے بعد تجربہ اور امتحان کی
کچھ احتیاج نہین ہوا اب باقی رہا یہان پر ایک شبہہ قوی اور وہ یہ ہو کہ متوکلون کے نزدیک
توکل کے تین مرتبے ہین اوّل مرتبہ یہ ہو کہ بندے کو اپنے پروردگار پر ایسا اعتماد
ہو جاوے جیسا متوکل کو وکیل پر بھروسا ہوتا ہو کہ اُسکی شفقت اور خیرخواہی کا بھی اسکو
یقین ہوتا ہو اور اپنے کام کے سرانجام دینے کی قدرت کا بھی اسکو اعتقاد ہوتا ہو اور اپنی
ضروری حاجتون کا خوب طرح سے اسکو واقف اور دانا بھی جانتا ہو دوسرا مرتبہ یہ ہو کہ
بندے کو اپنے پروردگار پر اسطرح کا اعتماد ہو جاوے جسطرح بچے کو اپنی ماں پر ہوتا ہو اور
یہ مرتبہ اوّل کے مرتبے سے اعلیٰ ہو اسواسطے کہ اوّل کے مرتبے مین تھوڑا التفات اپنے
اعتماد پر بھی ہوتا ہے اور متوکل کے دل مین ایسا آتا ہو کہ یہ کام جو مین نے فلانے شخص کے
سپرد کیا ہو تو اس کام کو ضرور وہ سرانجام کر ہی چکا بچا کچھ اسکی احتیاج نہین ہو کہ مین خود اسکے
کام پر متوجہ ہون بخلاف بچے کے کہ اسکو ماں پر اس طرح کا اعتماد اور بھروسا ہوتا ہو
بلکہ اسمین ایسا مستغرق ہوتا ہو کہ اپنے اعتماد سے بالکل غافل ہوتا ہو یہی سبب ہے کہ
متوکل اس کام کی تدبیر اپنے دل مین بھی سوچتا ہو اور بھی تدبیر بھی نہین کرتا اور کسی سبب
بھی کام نہین رکھتا تیسرا مرتبہ توکل کا یہ ہو کہ اعتماد اور استغراق کا بھی درمیان مین
نہو بلکہ اپنے تئین ویسا جانے جیسے مُردہ غسال کے ہاتھ مین جسطرح چاہے اسطرح پھیرے
اسکو کچھ بھی دخل نہو یہانتک کہ اس مرتبے مین سوال بھی نہین کر سکتا ہو بخلاف دوسرے
مرتبے کے کہ وہان سوال کا دروازہ کھلا رہتا ہو جسطرح بچے کی عادت ہوتی ہو ماں سے
سوال کرنے کی سو یہ مرتبہ توکل کا یعنی تیسرا مرتبہ جو سب سے اعلیٰ ہو حضرت ابراہیم خلیل اللہ
علیہ السّلام کو عنایت ہوا تھا یہی وجہ تھی کہ جسوقت کافرون نے آپکو آگ مین پھینکا تھا اور حضرت جبرئیل
علیہ السّلام نے آکے درمیان مین آپ سے کہا کہ حق تعالیٰ سے کچھ کہنا ہو تو کہدو کہ تمکو اس

بلا سے نجات حاصل ہو آپنے فرمایا کہ حَسْبِیْ مِنْ سُؤَالِیْ عِلْمُہٗ بِحَالِیْ یعنے بس ہے مجکو سوال کرنے سے آگاہی اُسکی میرے حال پر یعنی میرا حال اُسپر ایسا روشن ہی کہ کچھ کہنے کی احتیاج نہین ہی سو ایسے اولوالعزم پیغمبر کو اس جگہ پر پہلا مرتبہ توکل کا کیون بتلایا یعنی یون حکم ہوا کہ فاتخذہ وکیلا دوسرے جو اعلیٰ مرتبے تھے اُنکو کیون نہ بتلایا سو اس شُبہہ کا جواب یہ ہی کہ اِس سورۃ مین ابتدا سے انتہا تک سلوک الی اللہ کے مقام اِس طور کے بیان کیے گئے ہین جو مبتدی اور منتہی دونون کے کام آوین اور دونون کا مطلب حاصل ہو چنانچہ اوپر بیان ہو چکا ہی اور اگرچہ یہان جناب پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم مخاطب ہین لیکن منظور اُمت کو حکم کرنا ہی اور جو توکل کا پہلا ہی مرتبہ ہی اس مرتبے سے ترقی کرکے آہستہ آہستہ اُن دونون مرتبون کو پہونچے ہین اِسواسطے کہ پہلے اِسی مرتبے کو بتلایا کہ اس مرتبے کی ہمیشگی کے سبب سے وہ دونون مرتبے خود بخود حاصل ہو جاوینگے اور یہ بھی ہے کہ حضرات انبیا علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کا کمال ہوشیاری سے ہی اور تمام عالم کے احوال کا ملاحظہ کرنا اور خبردار رہنا تاکہ اسباب اور مسببات کے کارخانے کو اور توکیل الٰہی کو وکالت کے طور پر اپنی نظر مین رکھین اور اپنے محبوب کے بندون کے ارادون کے موافق اُنکے مطالب اور مرادون کے جاری کرنے مین کوشش کرین اور حقیقت مین بھی ایسا ہی ہی اگر خوب غور کرکے دیکھو تو کمال حقیقی اسی مرتبے مین ہے اور دوسرے دونون مرتبون مین سُکر اور بیہوشی کے سوے دوسری کوئی زیادتی نہین ہے جسمین نظام واقعی نفس الامری سے بھی بخبری اور بے پروائی ہوتی ہے ہان یہ مرتبہ ولایت کے کمالات مین البتہ معتبر ہی نبوّت کے کمالون سے نہین ہی اور یہی وجہ ہی کہ بچے کے اعتماد کو جو ماں سے رکھتا ہی اور اپنے مُردے کو غسال کے ہاتھ مین دنیا عاقلون کے نزدیک اسقدر اعتبار نہین رکھتا بخلاف سپرد کرنے مُوکل کے اپنے کامون کو وکیل مطلق کے تئین اور حضرت خلیل صلوٰۃ اللہ علیہ نے جو حسبی من سوالی علمہ بحالی فرمایا یہ تدبیر کے ترک پر دلالت نہین کرتا ہی بلکہ یہ تسلیم کا طور ہی اور اُنکا قول علمہ بحالی صراحۃً

توکل کے اول مرتبے پر دلالت کرتا ہی چنانچہ یہ بات پوشیدہ نہین ہی اور جب راہ خدا کے
سلوک کی شرطون اور خرقہ پوشی کے لوازم کے بیان سے فراغت پائی تو اب یہ حکم ہوتا ہی
کہ باوجود ایسی ریاضت اور مجاہدہ اور تبتل کے ہم نے تمکو خلق کی دعوت کرنے کو طرف حق
کے اور ناقصونکی تکمیل اور گمراہونکی ہدایت اور طالبون کی رہنمائی کے واسطے مقرر کیا ہے
اور اسیطرح ان لوگونکو جو تمھاری نیابت اور وراثت کے طور پر اس منصب کے ذمے بردار ہون
سو تمکو اور انکو سب کو چاہیے کہ تحمل کو لازم پکڑو اور خلق کی زیادتی اور ظلم کو اٹھاؤ اور بردباری
کو اپنا پیشہ کرو اور تبتل مین جو ان کامون سے باز رہتے ہین سو تم باز رہتے رہو اور اس طریقے
والے کو اکثر لوگ طعن اور تشنیع کیا کرتے ہین اور دشمنی سے پیش آتے ہین اور جو دل مین آتا ہی
کہہ بیٹھتے ہین غرض کہ ہر طرح سے ایذا پہونچاتے ہین سو تمکو چاہیے کہ انکی ایذا کو اٹھاؤ اور
تحمل کو اختیار کرو وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ اور صبر کرو اُس پر جو منکرین اور معاندین
تمھارے کہا کرتے ہین پھر وہ خواہ کافر ہون یا فاسق ہون یا منافق ہون اسواسطے کہ یہ سب
اس راہ سے بالطبع نفرت رکھتے ہین اور اس راہ پر چلنے والونکو چاہتے ہین کہ لوگون کے
نزدیک انکو ذلیل اور حقیر کر دیجیے اور یون لوگونکو سکھلاتے ہین کہ یہ لوگ ظاہر مین ایسی
باتین کرتے ہین ریا اور مکاری سے انکی نیتین خراب ہین انکے دلون مین دنیا کا لالچ
بھرا ہوا ہی اگرچہ ظاہر مین اپنے تئین تارک دنیا کہتے ہین علی الخصوص اُس شخص کو
جو انسے قطع علائق کرکے کچھ انکی پروا نہین رکھتا اسکو زیادہ تر مطعون خلائق کرتے ہین بلکہ
اُسکے خویش اور اقربا اور دوست اور حق والے بھی اُس سے نفرت کرنے لگتے ہین اور کبھی
بیمروتی اور خودغرضی کو اور کبھی عاجزی اور سستی کو اور کبھی غرور اور تکبر کو اسکی طرف نسبت کرتے
ہین غرض کہ اس قسم کی تہمتین لگایا کرتے ہین سو ایسون کی زبانی ایذارسانی پر صبر کرنا تبتل
کے لوازم اور شرائط سے ہی پس آپ جان لینا چاہیے کہ دشمنون اور حاسدون کی زبانی ایذا تین
قسم کی ہوتی ہے۔ اوّل یہ کہ اُسکے معبود اور پیر اور اُستاد اور مرشد کے حق مین زبان طعن کی

فائدہ ایذا تین قسم کی ہوتی ہے

دراز کرنا سو ایذا رسانی مین یہ قسم بہت سخت ہی دوسری قسم یہ ہی کہ خاص اُسی شخص کے حق
مین طعن کی زبان دراز کرنا تیسری قسم یہ ہی کہ اُسکے بچون اور یار دوستون اور اُسکی جورو
کے حق مین طعن کرنا اسواسطے کہ ان علاقون کے سبب سے اُنکی طعن بہت رنج اور ملال کا
سبب پڑتی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تینون قسمون کی ایذا اپنی اُمت کے
جاہلون اور منافقون اور کافرون سے انتہا درجہ کی پہونچی بخلاف دوسرے نبیون
کے کہ انمین سے ایک قسم یا دو قسم کی ایذا مین مبتلا ہوئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا
کی تفصیل یہ ہی کہ قسم اول کی ایذا یہ تھی کہ آپ کے رنج دینے کے واسطے حق تعالیٰ جلشانہ
کی جناب مین کافرون نے اسطرح کی بے ادبیان کین کہ جسکے سننے سے رونگٹے بدن پر
کھڑے ہوتے ہین چنانچہ بعضون نے کہا کہ حق تعالیٰ جورو رکھتا ہی اور بعضون نے
کہا شیطان خدا پر غالب ہی اور خلق کو گمراہ کرتا ہی اور بعضے طعن کے طور سے کہتے تھے کہ
محمدؐ کا خدا کہتا ہی کہ میرے محتاج بندونکو کھانا کھلاؤ اور زکوٰۃ دو تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ
فقیر ہی اور ہم غنی ہین اور سوائے اسکے بہت سے کفر کے کلمے بکا کرتے تھے اور قرآن شریف
کے بھی حق مین عجب عجب طرح کے فاسد احتمال اور جھوٹے خیال باندھا کرتے تھے اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین مین اور شریعت کے حکمون مین واہی شبہے نکالا کرتے
تھے چنانچہ بعضے کہتے تھے لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً یعنے یون کہتے
تھے کہ اگر یہ قرآن خدا کا کلام ہی تو ایک ہی مرتبہ کیون نہ اُتارا گیا شعر کی فکر کیطرح کہ کسی دن
کوئی غزل اور کسی دن کوئی رباعی اور کسی دن کوئی قطعہ تیار ہوکے کیون اُترتا ہی اور بعضے
کہتے تھے لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ یعنی ہرگز نہ مانینگے ہم اس
قرآن کو اور نہ اگلی کتابونکو اور بعضے کہتے تھے کہ سحر ہی اور بعضے کہتے تھے کہ کسی کاہن کا کلام ہی اور
بعضے کہتے تھے اپنی طرف سے جھوٹ باندھ لیا ہی اور بعضے کہتے تھے یہ شخص مجنون ہی بیفائدہ
ہذیان بکتا ہی اور مذبوح کی حلت اور میتہ کی حرمت مین تکرار کیا کرتے تھے اور کہتے تھے

کہ اپنے ہاتھ سے مارے ہوئے کو کھانا اور خدا کے مارے ہوئے کو نہ کھانا یہ بات یعنی ہے
اور دوسرے اسی قسم کے واہیات بکا کرتے تھے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے
حق مین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی استادی کا منصب رکھتے تھے انواع انواع
کی بے ادبیان بیہودی کیا کرتے تھے اور رافضیون کے فرقے سے ایک فرقہ ہے جو غرابیہ کر کے
مشہور ہے وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام پر لعن کرنا جائز رکھتے ہین اس سبب سے کہ وہ کہتے
ہین کہ وحی علیؓ کیواسطے آئی تھی جبرئیلؑ نے محمدؐ کو پہونچائی اس فرقے مین سے ایک شخص نے
اپنے اعتقاد کے بموجب یہ شعر کہا ہے شعر جبرئیل امین زبر قادر یکتا ۔ در پیش محمد شد و مقصود
علی بود ۔ شعر جبرئیلؑ کو مولا نے علیؓ پاس تھا بھیجا ۔ پہونچائی محمدؐ کو وحی جا کے انھون نے
اور دوسری قسم کی ایذا جو خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے متعلق تھی وہ یہ تھی
کہ آپکو ساحر اور شاعر اور جھوٹا اور دیوانہ کہا کرتے تھے اور آپکی ہجو کرتے تھے کہ اسمین آپکی طرف
برائیون کی نسبت کیا کرتے تھے اور آپکا نام ابی کبشہ رکھا تھا یعنے اپنے رضاعی دادا کا بیٹا ہے
اسی کی خو بو اختیار کی ہے اپنے باپ دادا کے طریقے سے پھر گیا تو گویا انکی اولاد ہی نہین
ہے اور یہ بھی کہتے تھے کہ اگر یہ پیغمبر ہے تو فقیر اور مفلس کیون ہے چنانچہ حق تعالے انکے قول کو
نقل فرماتا ہے مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ
مَعَهٗ نَذِيْرًا اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا یعنے کیا ہے حال اس رسول کا
کہ کھاتا ہے کھانا اور چلتا ہے بازارون مین کیون نہ اتارا گیا اسکے ساتھ کوئی فرشتہ کیون
نہ ڈالا گیا اسکی طرف خزانہ یا ہوتا اسکا کوئی باغ کہ اس سے کھایا کرتا اور اگر وحی آتے ہین
چند روز کا وقفہ ہوتا تو طعنہ دینا شروع کرتے اور یون کہتے کہ وَدَّعَهٗ رَبُّهٗ وَقَلَاهُ یعنے
رخصت کیا اسکو رب نے اسکے اور بیزار ہوا اس سے اور آپکی ہجو مین شعر کہتے تھے اور
گانے والون اور ناچنے والونکو سکھلا دیتے تھے تاکہ کافرون کی مجلسون مین اور محفلون مین
طبلے سارنگی پر گایا کرین اور لوگ مسخرہ پن کیا کرین اور تیسری قسم کی ایذا جو آنحضرت صلی اللہ

رافضیون کے غرابیہ فرقے کا اعتقاد کا بیان ۔

علیہ وسلم کے اہل و عیال سے متعلق تھی وہ یون تھی کہ مدینے کے منافق اور فاسق اور خیبر اور وفدک
اور نضیر اور قریظہ کے یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خویش اور اقربا اور اصحاب کے
حق مین طعن اور تشنیع کے مضمون بنایا کرتے تھے یہانتک نوبت پہونچی کہ آپ کے حرم محترم کے
حق مین بے ادبیان کین اور آپکی زوجہ طاہرہ مطہرہ طیبہ رضی اللہ عنہا کو زنا کی تہمت لگائی نعوذ باللہ من ذلک
اور آپکی وفات کے بعد اس اُمّت کے گمراہون اور منافقون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے اہل بیت اور اصحاب رضی اللہ عنہم کے حق مین کوئی بات اٹھا نہین رکھی طمّاع اور لالچی اور
خود غرض اور دُنیا کے طالب اور ظالم اور غاصب سب کچھ کہہ لیا اگر ان سب بدمذہبون کی باتین
جمع کرکے خوب غور کرکے دیکھیے تو بموجب اِنکے قولون کے ایسا ثابت ہوتا ہی کہ آپ کے
بعد جتنے اہل بیت اور اقربا اور صحابہ رضی اللہ عنہم اور متوسل باقی تھے سب کے سب حق راہ سے
پھر گئے اور باطل کو اختیار کیا اور دُنیا کی طلب مین دین کو چھوڑا بلکہ ایک قلم مُرتد اور کافر ہوگئے
معاذ اللہ من ذلک حق تعالی ان لوگونکو ہدایت نصیب کرے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
قول صادق ہوا کہ مَا اُوْذِیَ نَبِیٌّ مِثْلَ مَا اُوْذِیْتُ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ کوئی نبی اتنی ایذا نہین دیا گیا جتنی ایذائین دیا گیا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
سب ظلم اور زیادتی کا تحمل کیا اور خلق کی دعوت سے طرف حق کے اور انکی ہدایت اور
رہنمائی اور خیر خواہی سے باز نہ رہے تمام عمر شریف اسمین صرف کی اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ وَجَزِہٖ
عَنَّا اَفْضَلَ مَا جَازَیْتَ نَبِیًّا عَنْ اُمَّتِہٖ یعنی اے خدا رحمت بھیج اپنے اور جزا دے اِن کو
ہماری طرف سے بہتر اُس چیز کا جو جزا دی ہو تونے کسی نبی کو اُسکی اُمّت کی طرف سے اور وہ
جو مشہور ہے کہ اَلرَّسُوْلُ خیر خواہ دشمنان یہ مثل گویا ہمارے رسول مقبول کے حال کا بیان ہی
اور یہ سب باتین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ظہور مین آئین یہ حق تعالی کے امر کے اتباع
کے سبب سے ہوا یعنی صبر کے مامور تھے اور بدلہ لینے اور دل مین کینہ رکھنے سے ممانعت تھی یہانتک
کہ حکم ہوا تھا کہ اگر انکی ایذا رسانی کے سبب سے اُنکی صحبت مین تم رہ نہ سکو اور اختلاط ممکن نہو

تو انکی صحبت سے تمکو چاہیے کہ کنارہ کرو وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا ۝ اور چھوڑ انکی صحبت کو لیکن اچھی طرح کا چھوڑنا تاکہ اسمین تین چیزین نہوین اوّل یہ کہ ظاہر مین انکی صحبت کو ترک کرنا نہ باطن مین بلکہ باطن مین انکی صحبت کی طرف میلان رکھ اور انکے حال سے خبردار رہ کہ کیا کرتے ہین اور کیا کہتے ہین اور تجکو کس طور سے یاد کرتے ہین دوسری یہ کہ ان کی بدسلوکی کی شکایت کسی کے سامنے نہ کرنا اور عوض لینے مین انکو ظاہر نہ کرنا اور ان کے ساتھ گفتگو اور مقابلے کے وقت کج خلقی اور بدزبانی نکرنا تیسری شرط یہ ہو کہ باوجود جدائی اور مفارقت کے انکی نصیحت مین قصور نکرنا اور انکی دشمنی مت کرنا بلکہ جسطرح سے ہوسکے انکی ہدایت اور رہنمائی مین قصور نکرنا علماء نے کہا ہو کہ ہجر جمیل اسی کا نام ہو جسمین یہ تینون صفتین پائی جاوین اور اگر ایک صفت بھی ان تینون سے نہ پائی جاوے تو ہجر جمیل نہوگا اگرچہ دو صفتین پائی جاوین اور یہ بات بہت دشوار ہو اور جس شخص نے سیرت مطہرہ اور خصلت طیبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور سیر کی کتابون مین دیکھی ہو اسکو خوب معلوم ہوگا کہ جسطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس راہ کے منکرون سے حسن خلق اور خیرخواہی کیا کرتے تھے کسی بشر کی طاقت نہین ہو کہ اسطرح کرسکے یہی وجہ ہو کہ آپ کے اس عمل کی برکت سے ان مین سے بہت لوگ صلاحیت پر آگئے اور اس امر کا ان کو یقین کلی ہوگیا کہ اس شخص کو ہرگز نفسانیت اور انانیت نہین ہو جو کچھ کرتے ہین للہ کرتے ہین حق تعالیٰ کے حکم کے بموجب اسکے حکم مین سرمو تفاوت نہین کرتے آخر کو لاچار ہوکے آپکی فرمانبرداری اختیار کی اور آپ کی خدمت گذاری پر دل اور جان سے مستعد ہوگئے اور اگر شاید تمھارے خیال مین اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم یہ آوے کہ ان منکرون کی زبانی ایذارسانی پر صبر کرنے کا اور انسے علاقون کے قطع کرنے کا جو حکم ہوا ہو وہ تو مین نے دل اور جان سے قبول کیا لیکن یہ منکر بدذات اسطرح کے شریر ہین کہ دوسرون کو بھی اس راہ پر آنے نہین دیتے اور اگر کوئی ارادہ آنے کا کرتا ہو تو اسکو زبانی بھی سمجھاتے ہین اور اپنی مجلس

فائدہ مہمہ

ہین بٹھا کے اپنا حال بھی دکھلاتے ہین اور تن پروری اور دُنیا کی مزیداری اور نفس کو
راحت دینے کی رغبت دلا کے اِس راہ سے اُسکو پھیر دیتے ہین سو اُن لوگون سے بددعا
کرکے بدلا اور عوض نہ لون مین اور اُنکی ہلاکی کی دُعا نہ کرون مین تو یہ طریقہ ہرگز نہ رائج
ہوگا اور کوئی اِدھر رُخ نہ کریگا اور مجاہدۂ ظاہری اور باطنی کی طرف جو نفس پر بہت شاق ہے
اور شیطان کے فریب اور بُرے کو اچھا کر دکھلانے کے سبب سے اور بھی نفس پر بہت شاق
ہوگیا ہے کوئی پھٹکے گا بھی نہین پھر میری نبوّت کا فائدہ کچھ بھی نہوگا اور میری سعی اور کوشش
اس راہ مین بالکل بیفائدہ ہوجائیگی مجکو اِس گروہ شقاوت پژدہ سے بدلہ لینے کا حکم ہو تو
بہتر ہے کہ اِن پر بددعا کرکے اُنکو ہلاک کردون مین اسواسطے کہ یہ اِس راہ کے مخل ہین اِس
طریقے کو ہرگز جاری نہونے دینگے فقط میرے ہی موذی نہین ہین کہ مین صبر کیے بیٹھا رہون
سو حق تعالیٰ اِس خیال کے جواب مین فرماتا ہے کہ اِس امر مین بھی تم دخل مت دو بلکہ اسکو بھی
ہم ہی پر چھوڑ دو ذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ اور چھوڑ دے مجکو اور
اِس راہ کے مُنکرون کو جو ناز و نعمت کے اور عیش و آرام کے لوگ ہین اور تن پروری اور
عیش و عشرت کی محنت کے سبب سے رات کا اُٹھنا اور یادِ الٰہی مین اپنی عمر کو گذارنا اُنسے
نہین ہوسکتا اور لوگون کو اپنے حال اور قال سے فریب دیکے عیش اور عشرت کی طرف رغبت
دلاتے ہین سو اُن کے واسطے بھی تم کچھ مت کہو اور بددعا مت کرو اسواسطے کہ مین مالک
دو جہان کا ہون سو جسطرح اِس جہان مین بعضے لوگ ایسے ہین کہ مجاہدہ اور ریاضت
مین اور رنج اور مشقت مین مشغول ہین اور اپنے جسم نازپروردہ کو خدا کی راہ مین نیست اور
نابود کر رہے ہین اسیطرح اُس جہان مین بھی بعضے لوگ وہانکے رنج اور مشقت مین مُبتلا
ہونے کو چاہین پھر اگر یہان عیاشی نکرین تو وہانکے رنج اور مشقت کون اُٹھاوے
اور اگر اِس جہان مین سب لوگ مجاہدے اور ریاضت پر کمر باندھین تو اُس جہان مین جانیوالے
کہ سب لوگ چین اور آرام مین رہین تو دونون جہان متغیر اور تباہ ہوجاوین اسواسطے کہ

دونون جگہ رنج بے راحت اور راحت بے رنج پایا جاوے اور خالی ہونا ہر جہان کا احد المتقابلین سے اس جہان کے نقصان کا سبب ہے اور ہم تو جامع المتقابلات اور کامل علی الاطلاق ہین تو ہم سے ایسے نقصان کی بھی درخواست اور اس امر کی درخواست نکر کہ ان لوگون کو جلدی اور شتابی ہم اس جہان کے عذاب مین مبتلا کردین اور اس جہان کے آرام اور چین سے انکو محروم رکھین بلکہ فرصت دینا چاہیے وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا ۝ اور مہلت دے انکو اس جہان کے آرام و چین مین تھوڑی تاکہ اس جہان کے رنج اور مشقت کھینچنے کی استعداد پیدا کرین اسواسطے کہ ہم حکیم ہین استعداد اور لیاقت کے پہلے کسی کو کسی کام مین مشغول نہین کرتے ہین والا حکمت مین نقصان پایا جاوے اِنَّ لَدَيْنَا أَنكَالًا بیشک ہمارے پاس تیار ہین بھاری زنجیرین جو ان کے پاؤن مین ڈالینگے اسکے عوض مین جو یہ دنیا کے علاقون مین پابند ہوکے اس سے دست بردار ہونے اور قطع کرنے کو انکا جی نہین چاہتا تھا اور اسکی راحت مین ایسے مشغول ہوگئے تھے کہ رات کو اٹھکے نماز مین کھڑے ہونے سے دل چراتے تھے وَجَحِيمًا ۝ اور آگ ہو دہکتی ہوئی اہل مجاہدہ اور ذکر کے شوق اور عشق کی سوزش کے عوض مین جسطرح وہ دنیا مین اپنے تئین اس تپش مین جلاتے تھے اور اپنے دل کو اس آگ کی گرمی سے اوٹاتے تھے اور یہ منکر مرے اور چینین اڑاتے تھے وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ اور کھانا گلا پکڑنے والا عوض مین اس مشقت اور رنج کے جو اہل مجاہدہ اور اہل ذکر دنیا مین کھینچتے تھے چنانچہ بلند آواز سے ذکر کرنا اور تہجد مین قرآن شریف کی تلاوت کرنا اور ذکر اور قرأت کی تکرار مین اور اسمین شد اور مد اور فوق اور تحت کی رعایت کرنے مین بلغم گلے مین آکر اٹکتا تھا اور آواز کو بند کردیتا تھا اور انکو ایذا پہونچاتا تھا بلکہ کبھی خون بھی تھوکنے لگتے تھے اور اسکے بھی عوض مین جو دنیا مین یہ منکر اچھے اچھے روغنی کھانے کھاکے اور خوب ٹھنڈے اور میٹھے اور خوشبودار شربت پی کے اس کے

خمار مین مست ہو کر نرم بچھونون پر غفلت کے خواب مین پڑے سویا کرتے تھے وَّعَذَابًا
اَلِیْمًا ۝ اور عذاب دُکھ دینے والا۔ یہ دوسری قسم کا عذاب ہے جسمین بہت دُکھ ہی جیسے
دوزخ کے موکلون کی مار پیٹ یعوض مین اُس مشقت اور رنج کے جو مجاہدہ اور ذکر والے
دُنیا مین کھینچا کرتے تھے جیسے پنج وقتہ جماعت مین جانا اور جمعہ مین اور ذکر کے حلقونمین
اور قرآن اور حدیث اور علم اور وعظ کی مجلسون مین گرتے پڑتے اُٹھتے بیٹھتے جانا اور
لوگون کے اژدحام اور ہجوم کے صدمے اُٹھانا سو اِس راہ کے مُنکرون کو اسکے عوض مین
وہان دیا جائیگا اور طعن اور تشنیع اور طنز اور کنایہ جو مجاہدون کے ساتھ مخالف اور مُنکر
کیا کرتے تھے اور اسکے عوض مین دوزخ کے سانپ اور بچھوؤن کے ڈنک ہونگے اور وہان
اس عذاب مین مُبتلا کیے جائینگے پھر اگر انکو دُنیا مین مُہلت نہ دین ہم تاکہ طرح طرح کے چین
اور آرام جی بھر کے کرین تو ایسے رنج اور مشقت کھینچنے کی لیاقت اور استحقاق کہان سے پیدا
کرین پھر اِس عالم کے رنج اور مشقت کے اسباب جو ہم نے تیار کر رکھے ہین وہ سب معطل اور بیکار
رہ جاوین سو تمکو چاہیے کہ ہماری خدائی کے کارخانے مین دخل مت دو چنانچہ حافظ کہتے
ہین ؎ رموز مملکت و ملک خسران دانند ۔ گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش تا تمکو
لازم ہی کہ بموجب حکم الٰہی کے اُسکی یاد مین اور علاقون کے قطع کرنے مین اور طالبون کی ہدایت
مین دل اور جان سے مشغول رہو چنانچہ اس مضمون کو بھی حافظ نے بخوبی ادا کیا ہے ؎
سخن از مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو ۔ کہ کس نکشود و نکشاید ز حکمت این معما را ہان اتنا
البتہ تمکو معلوم کر لینا چاہیے کہ اِن مُنکرون کی گرفتاری کا وقت اُسوقت ہوگا جب دُنیا
مین اہل مجاہدہ اور اہل ذکر سے کوئی باقی نہ رہیگا اور راہ ولایت کی بالکل بند ہو جائیگی
اور غیبیہ سب خدمتین معطل اور بیکار ہو جاوینگی جیسے غوثیت اور قطبیت اور ابدالیت
اور اوتادیت ہی اور قطب مدار زمین سے مفقود ہو جاویگا اور ابدال اور اوتاد سب
اُٹھا لیے جاوینگے اسواسطے کہ باوجود باقی رہنے اِن لوگون کے دُنیا کو خراب کرنیکی کوئی

وجہ نہین ہی اسواسطے کہ دنیا جامع ہو دوام ذکر اور مجاہدہ مین اور عیش و عشرت اور آرام اور چین مین اور دونون بازارین اسکی گرم ہین اگر ایک بازار خراب ہوجاوے تو احد الفریقین سے اس عالم کا خالی ہونا لازم آوے اسیواسطے دوسرے عالم کے پیدا کرنیکی طرف متوجہ ہونا ضرور پڑیگا اور دنیا سے راہ دلالت کی مسدود ہوجائیگی اور دوام ذکر اور مجاہدہ کے منقطع ہوجانے کی علامت یہ ہی کہ دلالت کا بیج جسکا نام ایمان ہو جہان مین نرہیگا پھر جب ایسا ہوگا تو ولایت کے وجود کا احتمال بھی باقی نرہیگا اور یہ علامت پائی نہ جائیگی مگر یوم تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ جسدن کانپنے کی زمین اور پہاڑ قطب مدار اور اوتاد اور ابدال کی موت کے سبب سے جنکی برکت کے سبب سے عالم کا قیام اور ثبوت تھا وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ۝ اور ہوجائینگے پہاڑ ریت کے تودے کی طرح پھسلتے گویا انکی جڑون اور جزون مین پکڑ باقی نہ رہی اس جگہ پر عربیت کے قاعدے جاننے والے ایک سوال کرتے ہین کہ جبال جمع جبل کی ہو تو اسکی خبر مین کثیباً مہیلاً فرمانا چاہیے تھا لیکن اسکا جواب تفسیر سے معلوم ہوا کہ سب پہاڑ ملکر ریگ کے ایک تودے کی طرح ہوجائینگے جدائی اور امتیاز انمین نرہیگا اگر ہر ہر پہاڑ اپنی اپنی جگہ پر ریگ کے تودے کی طرح ڈھیر ہوکر رہجاتے تو وہ بہت ہوتے اور جمع کا لانا صحیح ہوتا اور اس صورت مین جمع کا لانا بلاغت کے خلاف ہی جسطرح اگر کئی نہرین ملکر ایک جگہ پر ہین تو اس جگہ یہ نہین کہتے کہ صَادَفْتُ الْاَنْهَارَ كُلَّهَا اَنْهَارًا غَزِيْرَةً بلکہ نَهْرًا غَزِيْرًا کہینگے اسیطرح یہان بھی بوجھ لینا چاہیے اور جب قرب اور وصال کی راہ کے سلوک کی تعلیم سے اور اسکی شرطون کے بیان سے فراغت پائی ایسی شرطین جو صبر اور تحمل اور رضا اور تسلیم اور تمام امورات کو حکمت الٰہی پر مفوض کرنے کی طرف منجر ہوئی تھین تو اب اس راہ کے منکرون کو خطاب پر عتاب ہوتا ہی کہ یہ امر اور نہی جو ہمنے اپنے پیغمبر کو کی ہی اور تمہارے اوپر بد دعا کرنے سے اور عوض لینے سے انکو منع کیا ہی اس سے یہ مت سمجھنا کہ یہ پیغمبر فقط قاصد آیا تھا پیغام پہونچا یا

اس سے یہ مت سمجھنا کہ یہ پیغمبر فقط قاصد آیا تھا پیغام پہونچا یا

اور چلا گیا اسکی نافرمانی مین ہمکو کچھ ضرر نہ پہونچے گا بلکہ یہ پیغمبر فقط قاصد تھا اسکی عرض معروض
اور گواہی تمھاری حق مین سنی جائیگی اگر کہین اس پیغمبر نے تمھارا گلہ شکوہ حق تعالی کی
درگاہ مین کیا تو غضب اور انتقام کا دریا جوش مین آجائیگا اور دنیا مین بھی بلاؤن اور
قحط اور وبا اور فقر اور رنج مین گرفتار ہو جاؤگے جسطرح اگلے پیغمبرون کے منکرون پر بھی اسیطرح
کی آفتین اور مصیبتین ہوئی تھین اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ بیشک
ہمنے جیسا تمھاری طرف رسول کو بھیجا کہ گواہ رہے تمپر اور ہمسے عرض کرے کہ فلانے شخص
نے اس طریقہ کو قبول کیا اور فلانے شخص نے اس سے انکار کیا تاکہ اُسکے اظہار کے موافق
ہر ایک منکر اور فرمان بردار سے اسی طور کا معاملہ کرین ہم كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ
رَسُوْلًا جسطرح کہ ہمنے فرعون کی طرف بھی اسی قسم کا ایک پیغمبر تاکہ اُس پیغمبر
(علیہ السلام) کی گواہی اور عرض اسکے حق مین قبول ہووے اور وہ رسول حضرت موسے
علیہ السلام تھے اور حضرت موسی علیہ السلام کے ذکر کی تخصیص اس مقام پر اسواسطے ہے کہ حضرت
موسی علیہ السلام کا تشریف لیجانا فرعون کی طرف بعضے تاریخ والون کے گمان مین فقط پیغامبری
اور ایلچی گری کے طور پر تھا اسواسطے کہ وہ پیغمبر بنی اسرائیل کے تھے اور فرعون قبط کے قبیلے
کا تھا اور حضرت موسی علیہ السلام کے بھیجنے سے فرعون کی طرف یہی منظور تھا کہ بنی اسرائیل
قید سے خلاصی پاوین ہدایت اور رہنمائی فرعون اور قبطیون کی انکی اصل نیت مین داخل
نتھی بلکہ بنی اسرائیل کے رسمون کی اصلاح اور انکے دلون کو منور کرنا مقصود تھا اور بس
بخلاف دوسرے انبیاؤن کے کہ جس قوم کیطرف سفیر اور رسول کرکے بھیجے جاتے تھے تاکہ
انکو پیغام الٰہی پہونچاوین تو اس قوم کی طرف بھی پیغام پہونچانا مقصود ہوتا تھا اور دوسرے
طالبون کی بھی ہدایت اور رہنمائی اور حق تعالے کے قرب کا طریقہ تعلیم کرنا اور انکے دلون کا
منور کرنا بھی مقصود ہوتا تھا سو وہ فقط رسالت نہ رکھتے تھے اور حضرت موسی علیہ السلام
فرعون کی نسبت سے فقط قاصد اور ایلچی تھے لیکن باوجود فقط اس

ایلچی گری کے انکی عرض فرعون اور قبطیون کی ہلاکی کے مقدمے مین قبول ہوئی اور دنیا
کے عذاب مین بہت جلدی مبتلا کیے گئے چنانچہ ارشاد ہوتا ہی فَعَصٰی فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ
پھر نافرمانی کی فرعون نے اُس اپنے رسول کی فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ہ
پھر پکڑا ہم نے اُس فرعون کو دُنیا ہی مین ایسا پکڑنا جو بہت وبال رکھتا تھا اِسواسطے
کہ اُسکو دریا مین تمام اُسکی فوج اور لشکر کے ساتھ غرق کیا ہم نے اور اُسکی سلطنت اور
مُلک اور مال اور مکانات اور باغات اور جواہرات اور سوائے اِسکے جتنے اُسکے عیش و
عشرت کے سامان اور اسباب تھے سب ایک دم مین اُس کے دشمنون کو حوالے کردیے
ہم نے اب اُسکو سوچو کہ فرعون کسطرح کی عظمت اور بزرگی رکھتا تھا لیکن اپنے وقت کے
رسول کی نافرمانی کے سبب سے ایسے وبال اور عذاب مین گرفتار ہوا تم تو اُسکا عشر عشیر
بھی مرتبہ نہین رکھتے ہو پھر تم کیون اپنے پیغمبر کو اسطرح رنجیدہ کرتے ہو اور اُسکے حکم
کو قبول نہین کرتے اگر بالفرض اِس پیغمبر کے کمال حلم اور بردباری کے سبب سے جو
حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی بہ نسبت زمین آسمان کا فرق ہی اور آگ اور پانی کا تفاوت
ہی اِس دُنیا کے عذاب سے تم بچگئے اور اِس کی بددعا سے محفوظ رہے فَكَيْفَ
تَتَّقُوْنَ پھر کیونکر بچوگے اور اپنے تئین عذاب سے محفوظ رکھوگے اِنْ كَفَرْتُمْ اگر
کافر ہوئے تم اور اپنے رسول کا کہا کسی طرح نہ مانا تم نے يَوْمًا جسدن بے گناہون سے
پوچھ پاچھ اور تکرار ہوگی اس سبب سے کہ گنہگارونکے ساتھ کچھ علاقہ رکھتے تھے اور بیگناہون
کے دلون مین بھی دہشت بیٹھ جائیگی یہانتک يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا ہ
کردیگا وہ دن چھوٹے بچون کو بڈھا سفید بال کا یعنی اسقدر خوف کھائینگے کہ اُنکے بال
سفید ہو جائینگے اور اِس دن بچون کے بال سفید ہوجانے کی وجہ یہ ہوگی کہ اپنے ماں
باپ اور بھائی بہنون کی گریہ اور زاری اور بیقراری اور گرفتاری دیکھکر رنج اور غم اور فکر
کا اُن پر غلبہ ہوگا اور یہ غلبہ اُنکے دل مین روح کے محبس اور بند ہوجانے کا سبب پڑے گا

اور حرارت غریزی ضعیف العمل ہو جائیگی اور خلط فجاجت پیدا کرینگے یعنی خامی اور بلغم متکرّج یعنے سڑا پھپوند لگا ہوا غالب ہو کے مسامون کی راہ سے یعنی بال نکلنے کی جگہون سے باہر نکل آویگا اور اس قسم کا رنج اور الم جو اُس دن بچّون کو ہوگا کچھ جزا اور عذاب کی راہ سے نہوگا جسطرح معتزلہ اپنی غلط فہمی سے بھی سمجھے الا پھر اسکا انکار کیا ہوا اور کلام کو تمثیل اور کنایہ پر حمل کیا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ رنج اُس عالم کے حکمون سے طبیعت کے طور پر ہوگا اور اسکا ہونا ضروری ہے جسطرح درد اور رنج بچون کو دُنیا مین ہوتا ہے لیکن بعضی تفسیرون مین یہ بھی مذکور ہے کہ یہ رنج خاص کافرون کے بچون کو ہوگا نہ مسلمانون کے بچّون کو سو ظاہر مین اس کی وجہ ایسی معلوم ہوتی ہے کہ کافرون کی گریہ وزاری اور بیقراری بہت ہوگی یہانتک کہ ان بچون کو بھی انکی تاثیر ہوگی بخلاف مسلمانون کے کہ یہ چیزین اُنپر اگر ہونگی تو بہت ہلکی اور خفّت کے ساتھ ہونگی اور جلدی اُنسے اُٹھائی جاوینگی اور باوجود اس کے ایک فرقہ دوسرا بھی ہے کہ مسلمانون کے بچّون کو اپنے ماں باپ اور خویش اور اقربا کا خلاص کرانا عذاب سے ممکن ہے اسواسطے کہ وہ سب ایماندار ہین اور شفاعت اور عفو کی شرط بھی ایمان ہے سو بچّون کو رنج اسی بات کا ہوگا کہ اپنے ماں باپ اور خویش اقربا کو عذاب مین مضطرب اور بیقرار دیکھینگے پھر انکی شفاعت کرنے مین اور انکی بخشش طلب کرنے مین مشغول ہونگے اور حق تعالیٰ انکی عرض اپنے فضل اور کرم سے قبول کریگا اور اُن سب کو عذاب سے نجات بخشے گا چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ جسکے تین بچے نابالغ دنیا مین مرے ہونگے دوزخ مین جانا اس پر حرام ہوگا اسواسطے کہ وہ بچے قیامت کے دن اسکو دوزخ مین نہ جانے دینگے اور حق تعالیٰ اپنی رحمت قدیم اور احسان عمیم سے انکی دعاؤن کو قبول کرے گا بخلاف کافرون کے بچّون کے کہ اپنے ماں باپ کا عذاب مین گرفتار ہونا دیکھینگے اور ان مین ایمان کے نہونے کے سبب سے اُنکی شفاعت کے واسطے بھی عرض نہ کر سکینگے اسواسطے کہ ایمان شرط ہے شفاعت کی سو ناچار ہو کے اسی رنج اور غم مین مبتلا رہینگے یہانتک کہ جب

یہ بہشت مین جائینگے اور بہشتیون کی خدمتگاری کا عہدہ اِنکو ملیگا پھر بہشت مین جانے
کے بعد سب خویش اور اقربا کا غم بھول جاوینگے اور بعضے مفسرون نے ایسا کہا ہے کہ
بال کی سفیدی اُس دن حرام زادگی کی علامت ہوگی یعنی جو بچے زنا سے پیدا ہوئے
ہین وہ اُس دن کے ہول اور دہشت مین گرفتار ہونگے اور انکے سوائے دوسرے بچے
اس آفت سے محفوظ رہینگے لیکن اِس تخصیص کے واسطے کوئی صحیح سند ضرور ہے اور
سوائے اسکے بیگناہ کی گرفتاری کی توجیہ طلب ہے اسواسطے کہ گناہگار زانی اور زانیہ
ہین بچہ جو زنا سے پیدا ہوا وہ بیگناہ ہے۔ حاصل کلام کا یہ ہے کہ اُس دن کا خوف تھوڑے
بھی گناہ کے علاقے سے غالب ہوگا یہانتک کہ گنہگارون کے مکانات بھی ڈھا دیے
جاوینگے اور جس مکان اور جس زمین مین گناہ ہوا ہوگا وہ سب خراب ہوجاوینگے بلکہ
نِ السَّمَآءُ آسمان بھی باوجود اسکے کہ آسمان مین کوئی گناہ نہین ہوا اور وہان کے
رہنے والے بھی سب معصوم اور پاک ہین لیکن گنہگارون کا رزق وہانسے نازل ہوتا تھا
اور ستارون کی روشنی اور آسمان کی گردش سے بھی گنہگارون کو فائدہ ہوتا تھا اِس
سبب سے وہ بھی منقلب ہوگا بلکہ اِس طرح کا برباد اور خراب ہوجاویگا کہ آسمان آسمان
نہ رہیگا تاکہ اسکی صفت مین تانیث کا لفظ بولا جاوے اسواسطے کہ ہر چیز کی تانیث اِسکی
صورت ذہنیہ کے لازمے سے ہے جو لفظ کے واسطے سے ذہن مین اِس صورت پر دلالت
کرتی ہے یہی وجہ ہے کہ جسوقت کسی لفظ سے کوئی معنی تعبیر کرتے ہین تو تذکیر اور تانیث
مین اُس صورت کا اعتبار ہے جو اس لفظ سے ذہن مین حاصل ہوئی ہے نہ وہ صورت جو
حقیقت مین پائی جاتی ہے جیسے مرد کو نفس یا جان کرکے تعبیر کرینگے تو مؤنث ہے اور عورت
کو اگر آدمی کرکے تعبیر کرینگے تو مذکر ہے سو جب یہ آسمان درہم برہم ہوگیا تو جو صورت کہ
آسمان کے لفظ کی مدلول تھی وہ ذہن مین نہ رہی تو اب جو نہایت اسکے حق مین کہا جاوے
وہ یہ ہے کہ یہ آسمان شئی منفطر بہ ہے ایک چیز ہے پھٹی ہوئی اس دن کے صدمے کے سبب سے

اسیواسطے منفطرۃ نہ فرمایا باوجود اس بات کے کہ آسمان مؤنث ہی گویا یہ اشارہ ہی اس بات
کی طرف کہ آسمان کو اسوقت آسمان نہ چاہیے کہنا اور نہ چاہیے بوجھنا جسطرح گھر کو اسکی دیوارین
اور چھت ڈھانے کے بعد گھر نہین کہتے بلکہ پڑا ہوا میدان کہتے ہین پھر جب آسمان آسمان
نہ رہا تو تانیث بھی کسواسطے رہے اور یہ بھی ہی کہ یہان مناسب نہ معلوم ہوا کہ آسمان کی
بقا پر اسکی تانیث دلالت کرے اور اگر اس جگہ پر کسی کے دل مین یہ سوال گذرے
کہ اگر ایسا تھا تو اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ اور اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ اور وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ
فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ مین کیون نہ اس بات کا اعتبار کیا گیا اور وہان تانیث کیون
لائے اسکا جواب یہ ہی کہ اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ اور اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ یہ دونون جملے
فعلیہ ہین اور فعل حدوث اور تجدد پر دلالت کرتا ہی اور ابتدا انفطار اور انشقاق مین آسمان
آسمان تھا اور اسکے جو جو صورت کے لازمے تھے تانیث وغیرہ وہ سب برقرار تھے تو اسواسطے
تانیث کی علامت ان فعلون مین ضرور ہوئی بخلاف اَلسَّمَآءُ مُنْفَطِرٌ بِهٖ کے کہ یہ فقط جملہ اسمیہ
ہی اور یہ استمرار اور ثبوت پر دلالت کرتا ہی اور دوام اور ثبوت کسی چیز کا بعد تمام ہونے اس
چیز کے ہی اور انفطار کے تمام ہونے کے بعد آسمان نہ رہا تاکہ اسکی صورت سمائیہ کے لازمے
قابل اعتبار کے رہین اور وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ مین وجہ یہ ہے
کہ ابتدائی انشقاق مین جو مدلول انشقت کا ہی اسوقت آسمان اپنے حال پر آسمان تھا اتنا
البتہ تھا کہ اسکے جزؤن مین انشقاق شروع ہوا تھا اور باقی جزڈھیلے اور بودے ہوکے
پھٹنے کے قریب ہوئے ہونگے سو وہی کے وقت کہ سستی اور بودے پن کو کہتے ہین صورت
سمائی آسمان سے جدا نہوئی تھی تاکہ اس صورت کے لوازمات کو اعتبار نکرین چنانچہ
وَالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا کا مضمون آسمان کی بقا پر صراحۃً دلالت کرتا ہی اور اگر منکر لوگ
یہ کہین کہ اسطرح کا دہشت ناک دن جو تم بیان کرتے ہو ایسا دن ہونا بہت بعید ہی عقل سے
اور اگر فرض کیا کہ ایسا دن ممکن ہی یعنی ہو سکتا ہی لیکن ہر ممکن سے خوف مین رہنا اور اسکی

دفع کی فکر مین پڑنا اور اپنے چین اور آرام کو کھونا عاقل کا کام نہین ہی اور اگر بالفرض اُس
دن کا ہونا اور ایسی بلاؤن کا اُس دن مین پایا جانا ہو تو اس لحاظ سے کہ جزا اور سزا اور ہر
کام کا بدلا ضروری ہی لیکن پھر بھی وہ بلا متوقع اور موعود ہی یعنی اسکے آنے کا وعدہ کیا گیا ہی اور
یہ مثل مشہور ہے کہ ع مترس از بلائے کہ شب در میان ست یعنی ایسی بلا سے ڈرنا نہ چاہیے
جسکے درمیان مین رات ہو یعنی اتنی دیر مین خدا جانے کیا ہو تیسرے کہ سوا اسطے اپنا چین اور
آرام اس وہمی خوف سے برباد کرین تو اسکے جواب مین ہم کہینگے کہ تمھاری سمجھ کی غلطی
ہے اسواسطے کہ جس بلا کا وقوع ہونا ضعیف قرینے اور بودے نشانون سے عقل کے
نزدیک ثابت ہوا ہی یا اُس بلا کا عام ہونا اور سب کو شامل ہونا ہر شخص کو معلوم ہو ایسی
بلاؤن سے نہ ڈرنا اور اُسکی پروا نہ رکھنا اگر ہودے تو کچھ چنداں مضائقہ نہین ہی لیکن جس
بلا کا وقوع ضروری اور یقینی ہو اور علی العموم سب کو شامل ہو تو ایسی بلا سے ڈرنا اور
اسکے بچاؤ کی تدبیر کرنا البتہ چاہیے عقل ہرگز ایسی بات کو نہ چاہیگی کہ ایسی بلا سے نڈر اور
بے پروا ہو کے بیٹھ رہیے اور اُس سے بچاؤ کی کچھ بھی تدبیر نہ کیجیے اور وہ قیامت کا دن اسی
قسم کا ہی اسواسطے کہ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ۝ ہر وعدہ اُس دن کا ہونے والا
اور عمل مین آنیوالا اسواسطے کہ یہ حق تعالیٰ کا وعدہ ہی اور حق تعالیٰ کے وعدے مین
خلاف ہونا محال ہے سو اُس دن کے آنے کو اگرچہ اُس دن کے لحاظ سے کہہ سکتے ہین
کہ ممکن الوقوع ہی لیکن حق تعالیٰ کی حکمت اور عدل کے لحاظ سے اور اسکے وعدے
کی سچائی کے لحاظ سے واجب الوقوع ہے اور موافق وعدے کے ہر سختی اور مصیبت اُس روز
کی عام ہی یعنی ہر شخص کو اپنے بچاؤ کی تدبیر کرنا چاہیے فقط اب جاننا چاہیے کہ اس سورۃ
کی ابتدا سے یہانتک جو سلوک الی اللہ کے ضروریات تھے اور جو اس راہ مین موانع کے
موانع تھے اُنکے دفع کرنے کے طریقے واضح دلیلون سے بیان فرمائے اور ظاہر مین
خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی طرف خطاب فرمایا تاسو اب ارشاد ہوتا ہی کہ

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ بیشک یہ سورۃ اور اس سورۃ کا مضمون حق تعالیٰ کے قرب
کی راہ حاصل کرنے کے واسطے یاددہی ہے ہر عاقل ذی روح کے واسطے کچھ خاص پیغمبر
ہی کے واسطے یہ حکم نہیں ہے فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۔ پھر جو چاہے لے اپنے
پروردگار کے قرب کی طرف کی سبیلاً ۔ ایک راہ کو ان راہوں سے اپنی استعداد
اور خواہش کے موافق یعنی اگر چاہے مجاہدۂ نفس اور ہمیشگی کے ذکر اور تبتل کی راہ کو اختیار
کرے اور اگر چاہے اختلاط اور دعوت اور نصیحت اور رہنمائی اور صبر کے طریقے کو اختیار
کرے اور اس بیان کو تذکرہ یعنی یاد دلا دینا اسواسطے کہا ہے اگرچہ یاد دلا دینا اس
جگہ پر کہتے ہیں کہ کوئی چیز پہلے سے معلوم تھی لیکن اب بھول گئی کہ روح بدن سے متعلق ہونے
کے پہلے اس عالم قدس اور پاکیزہ میں رہتی تھی اور اسکو اس عالم میں تھوڑا قرب حضرت
جل شانہٗ حاصل تھا دنیاوی علاقوں اور محتاجگی سے اور غذائی نجاستوں سے
اور جانوروں کی سی عادتوں سے پاک اور صاف تھی سوا اب جو بدن سے متعلق ہے اور ان
چیزوں کی قید میں گرفتار ہے تو اس قرب کی لذت کو بھول کے دنیاوی معاش کی تدبیر میں
چنانچہ کبھی کبھی وہ قرب اور صفائی بالکل اسکی یاد سے جاتی رہی سو اس سلوک کے طریقے کو
ہم اس لئے حاصل ہوا اسکو یاد دلاتے ہیں اور اسی اصلی ٹھکانے کا اسکو
لایق دلانے کے مشتاق کرتے ہیں چنانچہ کسی عارف باللہ نے کہا ہے ؎ میل ہر عنصر بسوئے
مرکز اصلیش ۔ جذبہ اصل ست سر شورش مستانہ ام ۔ یعنی ہر عنصر کی خواہش اپنی اصل کی
طرف ہوتی ہے چنانچہ آگ کی خواہش اوپر کو اور خاک کی خواہش نیچے کو سو ہماری شورش مستانہ
کا سبب بھی شوق ہوا اپنی اصل کی طرف یعنی وہی قرب الٰہی کی طرف اس جگہ پر جاننا چاہیے
کہ اصل میں یہ سورۃ اسی آیت پر تمام ہوئی تھی چنانچہ مفسروں نے حضرت ام المومنین
عائشہ صدیقہؓ اور دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایت کی ہے
کہ اس سورۃ کے اوّل میں شب بیداری کی بالکل یا اکثر حین اور مجاہدے اور تہجد کے

ادا کرنے کو بیان کیا ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرے آپکے رفیق صحابہ نے سلوک الی اللہ مین انتہا درجے کی کوشش کرنا شروع کیا بلکہ اس قسم کی عبادت کو اپنے اوپر لازم کر لیا اور ہمیشہ اسمین مشغول رہتے تھے یہانتک کہ بعضون نے تو رات کا سونا چھوڑ دیا اس خوف سے کہ مبادا کہین زیادہ ہم سو جائین اور اس مدت معین مین جو ہم پر مقرر ہوئی ہے یعنے آدھی رات یا کچھ اس سے تھوڑی کم یا زیادہ مین خلل واقع ہو جاوے اور زیادہ سونے اور آگے پیچھے اٹھنے کے سبب سے اس مدت کو پورا نہ کر سکین اور ہم تقصیر وار ٹھہرین چنانچہ ان لوگون کو بہت محنت اور مشقت ہوئی آخر کو ان لوگون کے پانوں پر ورم آگیا اور رنگ انکے زرد ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی حال تھا اور باقی ماندہ صحابہ بھی اسی خوف مین رہتے تھے کہ ایسا نہو کہ اس مدت مقرری مین ہم سے قصور واقع ہووے اور عہدے کی ذمہ داری سے ہم پاک نہوین چنانچہ یہ حکم اور اسی قسم کی محنت اور مشقت پوری ایک سال تک یعنی بارہ مہینے تک رہی پھر بعد ایک سال کے حق تعالے نے یہ اگلی آیت اس سورۃ پر زیادہ کر کے نازل فرمائی سو اس آیت کے نزول کے سبب سے مدت کی تعیین معاف ہوئی لیکن اصل تہجد کی نماز اور شب بیداری بغیر تعیین مدت کے اور بغیر تعیین عدد رکعتون کے اور بغیر تعیین قرأت کی قدر کے باقی رہی بلکہ سنت مؤکدہ ہوئی جو اس آیت کے نزول ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اور دوسرے اصحاب کو بھی حکم کرنا مختلف رہا جتنی جسکی قوت اور استعداد آپ دیکھتے تھے ویسا آپ حکم فرماتے تھے اور وقت کی کمی زیادتی دل کے لگنے پر موقوف رہی یعنی اگر دل زیادہ لگے تو زیادہ جاگنا اور عبادت مین مشغول رہنا بہتر ہے اور اگر دل بیچین اور بے آرام ہووے تو تھوڑے پر کفایت کر لینا چاہیے اسمین کچھ نقصان نہین ہے اور یہی آپ کا بھی طور رہا اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو آپ نے فرمایا تھا کہ تہجد کی نماز مین ایک ختم ہر مہینے مین کیا کر یعنی تہجد مین قرأت کو ایک سپارے کی قدر قرأت قرآن شریف کی ہوا کریگی اور بعضی راتون مین ختم قرآن شریف کا

چالیس رات مین بھی آیا ہے پھر جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی قوت اور رغبت اس امر
مین زیادہ دیہان کی تو آپ نے ایک ہفتہ انکے واسطے مقرر کیا یعنی ہر ہفتے مین ایک ختم کیا کرو پھر
اکثر صحابہؓ نے بھی اپنا یہی طور معمول کر لیا اور قرآن شریف کے سات حصے اس طور پر مقرر کر لیے تھے
جمعہ کی رات کو تین سورتین اور شنبہ کی رات کو پانچ سورتین اور یکشنبہ کی رات کو سات سورتین
اور دوشنبہ کی رات کو نو سورتین اور سہ شنبہ کی رات کو گیارہ سورتین اور چہارشنبہ کی رات کو تیرہ
سورتین اور پنجشنبہ کی رات کو سورۂ قاف سے آخر قرآن تک اور اسکو فی بشنوق کا ختم کہتے ہین یعنی
پہلے دن سورۂ فاتحہ سے سورۂ مائدہ تک پھر وہانسے سورۂ یونس تک پھر وہانسے سورۂ بنی اسرائیل
تک پھر وہانسے سورۂ شعرا تک پھر وہانسے سورۂ والصافات تک پھر وہان سے سورۂ
قاف تک پھر وہانسے سورۂ ناس تک اور حضرت امیرالمومنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ
جمعہ کی شب کو سورۂ مائدہ کی ختم کرتے تھے اور شنبہ کی شب کو سورۂ ہود کے آخر تک اور یکشنبہ
کی شب کو سورۂ مریم کے آخر تک اور دوشنبہ کی شب کو سورۂ قصص کے آخر تک اور
سہ شنبہ کی شب کو سورۂ یٰسین کے آخر تک اور چہارشنبہ کی شب کو سورۂ رحمن کے آخر تک
اور پنجشنبہ کی شب کو قرآن شریف ختم کرتے تھے اور اس ختم کو ختم کبیر کہتے ہین اور بعضے صحابہ
جیسے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آیتون کا شمار کرتے تھے اور ہر رات کو ہزار آیتین پڑھتے تھے
اور اس صورت مین بھی سات رات مین شب کو ختم ہوتا ہے اور حدیث شریف مین آیا ہے کہ جو شخص
ایک رات مین دو سو آیتین اور رکعتون مین پڑھتا ہے اسکو غافلون مین نہین لکھتے ہین اور
جو شخص ایک رات مین سو آیتین کی رکعتون مین پڑھے اسکو عابدون مین لکھتے ہین اور جو شخص ہزار آیتین
پڑھے اسکو عبدہ زاہدون سے لکھتے ہین اور بعضی روایتون مین آیا ہے کہ جو شخص قرآن
شریف کی پچاس آیتین تہجد مین پڑھتا ہے تو قیامت مین قرآن شریف اسکے
[illegible] ہوکر کہیگا اور نہین تو اس سے جھگڑے گا کہ تو نے مجکو ضائع کیا اور دری
[illegible] بعضی حدیثون مین آیا ہے کہ جو شخص رات کو آیتین سورۂ بقرہ

کے آخر کی تہجد کی نماز میں پڑھے تو اسکو کافی ہیں اور یہ بھی حدیث شریف میں آیا ہے کہ
ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ کیا تم سے نہیں ہو سکتا ہے کہ
تہائی حصہ قرآن شریف کا ہر رات کو پڑھا کرو صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ تہائی حصہ
قرآن شریف کا ہر رات کو پڑھنا بہت مشکل ہے کس سے ہو سکتا ہے پھر آپ نے فرمایا کہ سورۂ
قل ہو اللہ احد ثواب میں تہائی حصہ قرآن شریف کے برابر ہے اگر اس کو تم پڑھا کرو تو
تہائی حصہ قرآن شریف کا ثواب تمکو ملا کریگا اسی واسطے اکثر مشائخین نے قل ہو اللہ احد کو
تہجد کی نماز میں پڑھنے کی عادت ڈالی اور اسکے کئی طور ہیں پہلا طور یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بعد
ہر رکعت میں تین مرتبے اس سورۃ کو پڑھا کرے دوسرا طور یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ
فاتحہ کے بعد بارہ مرتبے اس سورۃ کو پڑھے پھر ہر رکعت میں ایک ایک مرتبے کمتی کرتا جاوے
یہانتک کہ آخر رکعت میں کہ بارھویں ہوگی ایک مرتبہ پڑھنا ہوگا تیسرا طور یہ ہے کہ
پہلی رکعت میں بعد سورۂ فاتحہ کے ایک مرتبہ پڑھے پھر ہر رکعت میں ایک ایک مرتبہ زیادہ
کرتا جاوے تا کہ بارھویں آخر رکعت میں بارہ مرتبے پڑھنا ہوگا لیکن فقہا کے نزدیک
یہ طور بہتر نہیں ہے اسواسطے کہ اس سورۃ میں ہر دوسری رکعت پہلی رکعت سے دونی
ہوگی اور یہ ترک اولیٰ ہے اور بعضے مشائخ ہر رکعت میں سورۂ مزمل کو سورۂ اخلاص کے ساتھ
ملا کے پڑھا کرتے ہیں اور حضرت خواجہ عزیزان قدس سرہ سے جو گروہ نقشبندیہ کے سرحلقہ
ہیں ایسا منقول ہے کہ اپنے یاروں اور مریدوں سے تہجد کی نماز میں سورۂ یٰسین پڑھنے کو
فرماتے تھے اور کہتے تھے کہ جب تین دل جمع ہوتے ہیں تو جلدی مطلب حاصل
ہوتا ہے ایک دل رات کا کہ آدھی رات کے بعد ہے اور دوسرا دل قرآن شریف
کا کہ سورۂ یٰسین ہے اور تیسرا دل ایماندار آدمی کا کہ ایمان سے پڑھے
حاصل کلام کا اس اخیر آیت کے نازل ہونے کے سبب سے نماز تہجد کے وقت کے اندازے
بدل اور اسکی کیفیتوں میں اور خصوصیتوں میں بڑی وسعت ہو گئی اور حقیقت میں بھی یہ نماز

متبرک اسی وسعت کے قابل ہی اسواسطے کہ وہ وقت نیند کے غلبے کا اور اسباب کے نہ پائے
جانے کا اور کمتی زیادتی رات کے نہ معلوم ہونے کا وقت ہی اگر اس مین اتنی وسعت
نہوتی تو اسکا ادا کرنا بہت مشکل ہوتا چنانچہ باوجود اس وسعت کے بھی اس نماز کا ادا
کرنا بہت دشوار ہی بدون غیبی توفیق اور ہمیشہ کے مداومت اور ہمیشگی اس نماز پر
ہونہین سکتی اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا بِہٖ فقط اِنَّ رَبَّکَ یَعْلَمُ اَنَّکَ تَقُوْمُ اَدْنٰی مِنْ
ثُلُثَیِ الَّیْلِ بیشک پروردگار تیرا جانتا ہی کہ تہجد کی نماز مین تم کھڑے رہتے ہو کبھی دو تہائی
رات کے قریب وَنِصْفَہٗ اور کبھی آدھی رات وَثُلُثَہٗ اور کبھی تہائی رات سو تم ہمارے
حکم کی فرمانبرداری کرتے ہو اور جو ہمنے کہا ہے اسکو بجا لاتے ہو اور قلیلاً کے لفظ کا مطلب
جو ہم نے ارشاد کیا تھا کہ اَوِ انْقُصْ مِنْہُ قَلِیْلًا اَوْ زِدْ عَلَیْہِ اسکو تم خوب سمجھے
کہ نقصان اور قلت کی حد کو چھٹے حصے تک پہونچایا اور یہی اس لفظ سے ہماری مراد تھی
اسواسطے کہ اگر چھٹے حصے سے کچھ زیادہ ناقص یا زائد کرتے تو نہوتا مگر ربع یعنی چہارم
حصہ اور چہارم حصہ آدھے کا آدھا ہے اور آدھی چیز پر تھوڑی کی اطلاق
نہین ہوتی ہے یعنے اسکو تھوڑا نہین کہتے ہین وَطَآئِفَۃٌ مِّنَ الَّذِیْنَ مَعَکَ
اور اسیطرح کھڑے رہتے ہین ایک گروہ اُن لوگون سے جو تمھارے ساتھ اور تمھاری رفاقت
مین سلوک الی اللہ پر مستعد ہین اور تمھارے عمل اور تمھاری بوجھ کی اتباع اور پیروی
ہر کام مین کرتے ہین اور اُن لوگون کو جو تمام رات جگا کرتے تھے اور عبادت الٰہی مین
مشغول رہتے تھے یہان ذکر نہ فرمایا اسواسطے کہ وہ ایک وجہ سے قابل تعریف کے
ہین یعنی عمل احتیاط پر کرتے ہین اور ایک وجہ سے عتاب کے سزاوار ہین یعنے پیغمبر صلی اللہ
علیہ وسلم کی بوجھ کی پیروی نہ کی اور اس اندازہ مقررہ و تحقیق کو معلوم کر لینا تم سے
اور تمھارے پیرو لوگون سے ہرگز ممکن نہین ہے اسواسطے کہ زیادتی اور نقصان
رات کا تمھارے ہاتھ اور اختیار مین نہین ہے وَاللّٰہُ یُقَدِّرُ الَّیْلَ

والنہار اور اللہ تعالیٰ وہ ہی جو اندازہ کرتا ہی اور مقدار بخشتا ہی رات اور دن کو چنانچہ چھ مہینے تک ہر روز رات کم ہوتی جاتی ہی اور دن مین زیادتی ہوتی جاتی ہی اور پھر چھ مہینے تک دن سے کمتی ہوتی جاتی ہی اور رات مین زیادتی ہوتی جاتی ہی سو کوئی رات سال مین دوسری رات کے بالکل برابر نہین ہوتی ہی پھر جب ایک رات پوری دوسری پوری رات سے برابر نہوئی تو اسکا نصف بھی دوسری کے نصف سے برابر نہوگا پھر اسی پر ایک تہائی اور دو تہائی اور چھٹے حصے کو بھی خیال کرلو کہ وہ بھی برابر ایک دوسرے سے نہوگا اسواسطے کہ ہر چیز کے متفرق جز بھی زیادتی اور کمتی مین اسی چیز کے تابع ہوتے ہین پھر تمکو سال بھر ہر رات کا نصف پہچاننے مین بہت محنت اور مشقت ہوگی پھر گھڑی اور گھڑیال کے اور علم ہیئت کے سیکھنے کے اور ہر سال کی تقویم زیچ سے نکالنے کے اور آسمانی حرکتون کا حساب درجے اور دقیقے اور ثوانی اور ثوالث پر کرنے کے محتاج ہوگے اور اس کام مین زیادہ مشغول ہونے کے سبب سے ملت حنفیہ سے دور ہو جاؤگے اسواسطے کہ آلی ہونا اس ملت کے لازم سے ہی اور صابئین اور یہود اور یونانیون اور دوسرے کافرون کے گروہون کی طرح تقویمون کے استخراج مین اور پڑھنے لکھنے مین تمھاری اکثر عمر بھی مشغول ہو جائیگی اور یہ بات بڑے دو فسادون کا سبب پڑیگی پہلا فساد یہ کہ مقصد کو چھوڑکے وسیلہ مین مشغول ہونا ہی اور اسی امر نے ایک عالم کو خراب کر رکھا ہی چنانچہ علم نحو اور صرف اور منطق اور معانی اور کلام اور اصول مین اسقدر توغل کرتے ہین کہ اصل مقصد سے محروم رہتے ہین پھر تبتل اور ریاضت اور رفع حجاب تو ان سے مسافتون اور منزلون دور رہتے ہین دوسرا فساد یہ ہی کہ یہ شغل انکو رفتہ رفتہ اسپر لاویگا کہ ستارون کی حرکات اور اتصالات اور انصرافات اور قرانات ہی کے تعمق مین رہا کرین گے اور اسی مین غور اور فکر کیا کرینگے پھر ستارون کی تاثیر کا اعتقاد ہو دیگا اور انکے سعد اور نحس ہونے کے معتقد ہو جاینگے آخر کو شرک کی سرحد کو پہنچینگے پھر بھی ہر دن

اور رات کی زیادتی اور نقصان کا علم انکو تقریبی رہے گا تحقیقی ہرگز حاصل نہ ہوگا اس واسطے کہ حق تعالے نے ازل ہی مین عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ جان لیا ہو کہ تم کوئی اس مقدار معین کو گھیر نہ سکوگے اس مین پیغمبر ہون خواہ اُمت انکی تو شب بیداری کے واسطے مدت معین کی تمکو تکلیف دینا تکلیف مالایطاق ہو یعنی تمھارے اختیار سے یہ بات باہر ہو اسواسطے مدت مین وسعت رکھی اور معین نہ کی آپ باقی رہے یہان پر دو سوال ہو اب طلب پہلا سوال یہ ہو کہ اگر شب بیداری کی مدت کی تعیین ساعتون اور دقیقون مستویہ اور برابر سے فرماتے تو ہو سکتا تھا اسواسطے کہ اسپر مطلع ہونا چنداں مشکل نہ تھا اور دریافت کرنا اور احاطہ کرنا اسکا ممکن تھا پھر مدت کی تعیین کو کیون موقوف کیا اسکا جواب یہ ہو کہ اگر تعیم کے ایک سال کی پوری مدتون مین اور مختلف موسمون مین خیال کیجیے اور پھر ساعتون اور دقیقون مستویہ کو دیکھیے تو معلوم ہو جاوے کہ کیا کیا نسبتین گوناگون پیدا ہوتی ہین بعضی اقلیمون مین بعضی فصلون مین جو ساعتین اور دقیقے آدھی رات کے اندازے سے پہنچتے ہین وہی دوسرے ملک مین دوسری فصل مین چہارم کے اندازے سے بلکہ اس سے بھی کم ہوتے ہین سو اسطرح کا فاحش اختلاف عام کی تکلیف مین کسی طرح مناسب نہین ہو اور باوجود اسکے جو شدت اور خرابیان شب کے اجزاے شایعہ متفرقہ کی تکلیف مین لحاظ کی گئی ہین وہی خرابیان یہان بھی موجود ہین چنانچہ لایعنی اور بیفایدہ علمون مین توغل کرنا اور مقصد کو چھوڑ کے وسیلون مین مشغول ہونا اور نجوم کی تاثیرون کے اعتقاد کا خوف ہونا یہ سب باتین یہان بھی موجود ہین پہلی تکلیف کو ترک کرنا اور اس تکلیف کو باقی رکھنا اور بجالانا ایسی مثل ہوئی جیسی عرب مین مشہور ہو کہ تَرْكُ الْمَطَرِ وَقْفٌ تَحْتَ الْمِيْزَابِ یعنی مینھ سے بھاگنا اور پرنالے کے نیچے جا کھڑا ہونا دوسرا سوال یہ ہو کہ اگر یہ تکلیف اب مفسدون کو شامل تھی بلکہ تکلیف مالایطاق تھی تو اول سورہ مین کیون نہ ذکر فرمایا اور پہلے اسطرح کی وسعت کیون نہ کر دی اور ایک سال بھر برابر کیسواے پیغمبر کو اور انکے یارونکو

محنت اور مشقت مین ڈالا اسکا جواب یہ ہو کہ علم الٰہی مین اس امت مرحومہ کے حال کیموافق یہی وسعت اصلح تھی لیکن صاحب مراد نہی کا دستور ایسا ہو کہ جب کوئی مشکل کام کسی سے کرانا منظور ہوتا ہو تو پہلے اس سے زیادہ مشکل کام کا حکم فرماتے ہین اور مقصود سے دون اسکو اس رنج اور مشقت مین رکھتے ہین پھر بعد اسکے وسعت اور تخفیف کو دیتے ہین تاکہ اس تخفیف کی نعمت کی قدر پہچانے اور یہ وسعت اسکے دل مین عظمت پیدا کرے اور اس کام کی محنت اور مشقت اسکے حوصلے کے سامنے ہلکی ہو جاوے اور یہ بوجھے کہ وہ کام جسطرح سخت تھا بدست ہونیکا اسواسطے تخفیف ہو گئی تو ہمیشہ شرمندگی اور خجالت اسکے پیش نظر رہیگی اور صاحب امر اور نہی کے الطاف اور کرم کا ہر وقت امیدوار رہیگا سو اگر پہلے اس کام کو جو مطلوب ہو حکم فرماتے تو یہ سہولت اور آسانی ہرگز حاصل نہوتی اور رات کے جاگنے اور نماز تہجد کے ادا کرنے مین باوجود اس وسعت اور تخفیف کے پھر بھی جو گرانی اور مشقت ہو کچھ چھپی نہین ہو اگر پہلے ہی سے اسی امر مخفف کی تاکید ہوتی تو لوگون پر بہت شاق اور گران ہو جاتا اور اگر کوئی شخص اس تمام محنت اور مشقت کو اٹھاکے اسکو ادا بھی کرتا تو تکبر اور غرور کے مرض مین مبتلا ہو جاتا سو ان سب فتون سے بچاؤ اسی صورت مین تھا کہ پہلے انکو مدت معین کی تکلیف دیجاوے پھر جب وہ ایکسال تک اس مدت معین کے دریافت مین رنج اور محنت اٹھالین اور رات کے انقلاب کو ہر موسم اور ہر فصل کے الٹ پھیر مین دریافت کرلین کہ کبھی چھوٹی ہو جاتی ہو اور کبھی بڑھ جاتی ہو اور اپنی عاجزی اور ضعف کے قائل ہون کہ مدت معین کی دریافت اور ماموریہ اقامت ہم سے کماحقہ نہین ہو سکتی تب مستحق اس بات کے ہوئے کہ ہمپر تخفیف اور وسعت کیجاوے اور معراج کی حدیث مین جو تو اتر سے ثابت ہو کہ پہلے پچاس نمازون کا حکم ہوا تھا پھر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے عرض معروض سے آہستہ آہستہ تخفیف کرکے پانچ نمازون کا حکم مقرر ٹھہرا اسکا بھید بھی اس تقریر سے کھل گیا اور اگر کوئی شخص دنیاوی معاملات مین جیسے بیع اور شرا اور خراج کی تحصیل اور قرضخواہون اور حق والون سے صلح کرنیمین تامل اور غور کرے تو اسکو اس بات کا یقین حاصل ہو جاوے کہ اپنے مافی الضمیر کو قول مرتب کھولکر کہدینا اکثر اغراض کا سبب پڑتا ہو

اور مقابل والا تیزی پر آجاتا ہی اور معاملہ خراب ہوجاتا ہی چنانچہ عامل اور تحصیلدار زمینداروں اور
کسانوں سے پہلے زیادہ طلب کرتے ہین پھر تھوڑے پر راضی ہوتے ہین اور اسیطرح سوداگر
اپنی چیز کی پہلے قیمت زیادہ کہتے ہین پھر تھوڑے پر راضی ہوتے ہین اور اسیطرح پر مدعی پہلے
زیادہ دعوی کرتا ہی پھر آخر کو تھوڑی پر صلح کرتا ہی اور جو یہ طور انسان کی جبلی اور پیدایشی چیز ہے
چنانچہ عرب مین مثل مشہور ہی کہ خُذْ بِالْوُدِّ حَتّٰی تَوَدّٰی بِالْحُمّٰی یعنی پکڑ موت پر تاکہ راضی
ہو بیماری پر سو تکلیف کے مقدمے مین حق تعالی کے معاملے بھی بندون کے ساتھ اسی طور پر
ظہور کرتے ہین بموجب اس ہندی مثل کے ؎ ہر کیسے چیسے سے تیسے اسی واسطے
حق تعالی فرماتا ہی کہ تمھاری عاجزی اور نادانی ہم نے دریافت کرکے تمپر رحم کیا فتاب
عَلَیْکُمْ پھر سہولت اور آسانی کی تمپر اور شب بیداری اور تہجد گذاری اور قرآن خوانی
کی مدت کی تعیین کو بالکل تم سے معاف کردیا اور لغت مین توبہ کے معنی رجوع کرنے کے
ہین عارضی حالت سے اصلی حالت کی طرف اور یہ لفظ جب بندون کے حق مین بولا
جاتا ہی تو گناہ سے بندگی کیطرف رجوع کرنا اس سے بوجھا جاتا ہی چنانچہ اس جگہ پر بھی یہی
مراد ہی اور جب سہولت اور آسانی تم سے مقصود ہوئی تو فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ
الْقُرْاٰنِ پھر پڑھو جو آسان ہو تمپر قرآن سے رات کو جاگ کے تہجد کی نماز مین اور کم سے کم
دس آیتین دو رکعت مین پڑھنا چاہیے چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہی کہ مَنْ قَامَ بِعَشْرِ اٰیَاتٍ فِیْ
جَوْفِ اللَّیْلِ کُتِبَ مِنَ الْغٰفِلِیْنَ وَمَا فِیْهِمَا یعنے دو رکعتین پڑھنا پچھلی آدھی رات کو بہتر ہی
دنیا سے اور جو کچھ دنیا مین ہی اور بہت بہتر اور اعلی طور یہ ہی کہ ساتوان حصہ قرآن شریف کا تیرہ
رکعتون مین پڑھے اگر وتر باقی ہو نہین تو بارہ رکعتون مین پڑھے اور بعضون نے تیسرا حصہ یعنی
دس پارہ تک ایک رات کو پڑھنا جائز رکھا ہی اس سے زیادہ بہتر نہین ہی اسواسطے کہ حدیث
شریف مین آیا ہے کہ جسنے قرآن شریف کو تین دن سے کم مین ختم کیا وہ بڑا کم فہم اور نادان ہی
اسواسطے کہ قرآن شریف کی [illegible] سے مطلب یہی ہی کہ اسکے معنون مین تدبر اور تعمق کرکے پوچھنا اور

تین دن سے کم مین اکثر لوگون کو یہ بات حاصل ہونا مشکل ہو اور سوائے اِسکے ترتیل اور تجوید تو
بالکل فوت ہو جاتی ہو پھر قرآن قرآن نہین رہتا ہو اور اگر تمھارے دلون مین اسی کامل ایمان والو
جو ریاضت اور مشقت پر حریص ہو ایسا خیال گذرے کہ شب بیداری کے واسطے مدت کی
تعیین خواہ اجزاے شایوع سے ہو خواہ معینہ سے ہو البتہ تکلیف مالا یطاق کے سبب تھی اور
جو جو مفسدے کہ مذکور ہوئے ہین اِنکے پائے جانے کا بھی سبب تھی لیکن مدت کی تعیین قرآن
شریف کی قسمت کی قدر تو ہمارے واسطے بہت مناسب تھی اور اِسمین کوئی مفسدہ بھی نہ تھا
پھر مدت کی تعیین کو بالکل کیون موقوف کردیا اگر قرآن شریف کے جزدن اور حزبون پر اِس
مدت کو منطبق کرکے مقرر کردیا ہوتا تو کیا اچھی بات تھی یعنی ارشاد ہوتا کہ مثلاً پانچ سیپارے یا چار
سیپارے یا ہزار آیتین یا پانچسو آیتین یا چار چار رکوع ہر رکعت مین پڑھا کرو تو اِس خیال
کا جواب حق تعالیٰ دیتا ہو کہ ازل الآزال مین حق تعالیٰ نے عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ
مَّرْضٰى جان لیا ہو کہ البتہ ہونگے تم مین سے بیمار اور بیماریان بہت مختلف ہوتی ہین
چنانچہ بعضی بیماری ایسی ہوتی ہو کہ اُسمین ایک آیت پڑھنے کی طاقت نہین ہوتی ہو
ایک سیپارہ یا ایک سورۃ کب پڑھی جاسکتی ہے وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ
اور کتنے دوسرے ہونگے جو سفر مارینگے زمین مین اور بڑے دور و دراز سفر کرین گے
لیکن وہ سفر ایسے نہین جو ممنوع اور حرام کردیے جاوین اسواسطے کہ اُن سفرون مین
يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ طلب کرتے اور ڈھونڈھتے ہونگے فضل خدا جلشانہ
کا یا ظاہری فضل جیسے رزق کی تلاش اور نوکری اور تجارت وغیرہ یا باطنی فضل
جیسے طالب علمی اور حج اور عمرہ صلحا اور اولیا کی زیارت تاکہ اُنکی صحبت سے دل کو
روشنی حاصل ہووے اور یہ امر ظاہر ہو کہ سفر مین ماندگی غالب ہوتی ہو اور آدمی تھک
جاتا ہو ایک ساعت کھڑا ہونا اور ایک سورۃ پڑھنا اُس سے دشوار ہوتا ہو پھر سو آیتین اور ہزار
آیتین کس سے پڑھی جاسکتی ہین وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور کتنے دوسرے ہونگے

کہ لڑائی اور جہاد کرینگے اللہ تعالیٰ کی راہ مین دین کے دشمنون سے ان لوگونکو اگر قرآن شریف
پڑھنے کی تعداد مقرر کرکے تکلیف دین ہم تو قتال اور جہاد مین قصور واقع ہو اور یہ تینون عذر جو
مذکور ہوئے ہین اعتبار کے قابل ہین اسواسطے کہ بیمار ہونا اپنے اختیار مین نہین ہی حفتعالے
کے ارادے سے متعلق ہی اور روزی کی طلب زندگی اور بدن کے قیام کے واسطے اور علم کی
طلب دین کی تکمیل کے واسطے آدمی کو ضروریات سے ہی اور جہاد کرنا اور دین کے دشمنون
سے لڑنا عقیدون اور عملون کی اصلاح کیواسطے اور اپنے نبی نفع کی تکمیل کیواسطے بھی ضرور ہی اور
ان تینون عذرون کا اس ترتیب سے بیان کرنا کی اسوجہ سے ہی جو ہر ایک مین بیان
ہوئی یعنی جو عذر کہ اپنے اختیار مین نہین ہو وہ سب پر مقدم ہی خصوصاً وہ چیز جو بدن سے علاقہ
رکھتی ہو جیسے بیماری اسواسطے کہ بدن آلہ اور واسطہ ہی عبادت کا اور جو عذر کہ اپنی ذات
کی معاش اور معاد کی تکمیل سے متعلق ہی وہ مقدم ہی اس سے جو نوع کی تکمیل سے علاقہ رکھتا
ہی اور جو تم مین سے بعضون کو بعذر مرض یا مضروری ہین اور واجبۃ الاعتبار ہین اس سبب سے
قرآن شریف کے ورد مین کی علی قدر تکلیف دینا مناسب ہوا فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ سو
سورہ جتنا آسان ہو تم پڑھو قرآن سے یعنی تہجد مین قرأت کے جسطرح پہلی تخفیف مین قرأت
کی مدت کی تعیین کی موقوف کیا قائم کرنے اور اگر اس شب بیداری اور تہجد گذاری کی مدت
کی تعیین [illegible] کا ہو کہ ایسا نہو کہ ہماری ریاضت اور
[illegible] اسواسطے کہ آدمی کا نفس بدن اور ریاضت کرنے
[illegible] ہو تو یہ خوف مت کرو اور خوب سوچو کہ حفتعالے
[illegible] ان ہی کے ادا کرنے مین جہانتک
[illegible] اور قائم رکھو نماز کو جو پانچ وقت
کی نماز کی تعیین ہم نے کی ہین اور زکاۃ کو ادا کرنا واجب ہوا اسواسطے کہ اقامت کے
معنی راست کرنے کے ہین اور نماز اسوقت راست ہوتی ہی جب کسی طرح کا خلل اسکے دل

اور زبان اور اعضا کے عمل مین فرق نہو پھر خواہ وہ عمل فرض ہو یا سنت ہو یا مستحب ہو
وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ اور دیتے رہو زکوٰۃ کو جو سال گذرنے کے بعد تمھارے مال مین ایک
اندازہ مقرر کر لیا ہی اور زکوٰۃ کا بھی ادا کرنا بہت بڑا مجاہدہ ہی اسواسطے کہ مال کی محبت کو
دور کرنا نفس پر بڑا شاق ہی اور اس سے بھی ایک بڑا مجاہدہ جو نفس پر بہت بھاری اور
شاق ہی وہ بھی ہم تمکو بتلاتے ہین وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا اور قرض دو حق تعالے کو
اچھی طرح کا قرض دینا حاصل کلام کا یہ ہی کہ اللہ تعالی کے محتاج بندون کو قرض حسنہ دو اور سود
اور فائدہ اسسے مت لو اور مانگنے کے وقت تنگی ہو تنگ دلی مت کرو اور کرائے سب نہو سکے
اور کچھ کم دیوین یا وعدے سے دیر ہو جاوے تو ان سب باتون کو اسنے قبول کرو اور بار بار
قرضدار پر منت اور احسان مت رکھو یہی وہ قرض ہی جسکے حق مین آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہی کہ مین نے معراج کی رات کو بہشت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا کہ جو خدا
کی راہ مین ایک درم خیرات کرے اسکے واسطے دس درم کا ثواب لکھا جاتا ہی اور جو شخص
اللہ تعالی کے واسطے ایک درم قرض کسی کو دیدے تو اسکے واسطے اٹھارہ درم کا ثواب لکھا جاتا
ہی آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ للہ قرض دینے کے ثواب کی زیادتی کی
کیا وجہ ہی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ جو شخص خدا کی راہ پر دیتا ہی تو کبھی اسکا دینا
محتاج کو پہونچتا ہی اور کبھی غیر محتاج کو اور آدمی قرض نہین مانگتا ہی مگر محتاج ہو کے اس
سبب سے قرض دینے کا ثواب صدقہ دینے سے زیادہ ہوا یہان پر جاننا چاہیے کہ اس
طرح کا قرض دینا نفس پر بہت بھاری اور دشوار ہی اور بڑا مجاہدہ چاہتا ہی اس واسطے کہ
آدمی کی پیدایشی یہ بات ہی کہ اپنے مال کو بدون اپنے نفع کے خرچ نہین کرتا ہے پھر وہ
منفعت دنیا کی ہو یا آخرت کی اور اس طور سے قرض دینے مین کسی طرح کی منفعت اس دینے
والے کے خیال مین نہین آتی ہی اسواسطے کہ یہ صدقہ بھی نہین ہی تاکہ صدقے کا ثواب ملیگا
اور یہ بدلا بھی نہین ہی تاکہ اس مال کے عوض مین کوئی دوسری چیز اسکے بدلے یا اس سے زیادہ

قرض دینے کا ثواب صدقہ سے زیادہ ہونے کا سبب

اسکو حاصل ہوگی بلکہ ظاہر مین اپنے مال کو بیوجہ قید مین ڈالنا اور پھنسانا ہی سو اسیوجہ کے
سبب سے اس قرض کے ثواب کو صدقے کے ثواب سے دونا کیا اور اسکے دونے ہونے کی
توجیہ یہ ہی کہ صدقہ دینے مین ایکدرم کا دس گنا ثواب ہوتا ہی اور یہان ایکدرم تو قرض دیا ہی
اور وہ درم جو قرض ہی تو اس تک پہیرکے بھی آویگا اسواسطے کہ اسکا مطالبہ بھی باقی ہی
تو ایک درم قرض حسنہ دینے مین گویا نو درم صدقہ دیے اور لو کو جو دونا کرو تو اٹھارہ ہوتے ہین
واللہ اعلم باسرار افعالہ یعنے حق تعالی اپنے فعلون کے بھید سے خوب واقف ہے وَمَا
تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ اور جو آگے بھیجوگے اپنی ذات کے نفع کے واسطے تاکہ
عاقبت کا ذخیرہ ہووے مِّنْ خَيْرٍ بہتری سے کسی جنس کی ہو خواہ نفل نماز ہو خواہ
نفل روزہ ہو اور خواہ نفل صدقہ ہو اور خواہ شب بیداری ہو یا دوسری کوئی عبادت بدنی
ہو یا مالی ہو یا عرضی ہو تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ البتہ پاؤگے اُسکے اثر کو اللہ تعالے
کے پاس هُوَ خَيْرًا وہ اثر بہتر ہوگا تمھاری ان نیکیون سے جنکو دنیا مین تم نے کیا ہوگا
اسواسطے کہ وہ اثر قرب انہی کا مزہ تمکو چکھاویگا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا اور بہت بڑا ہوگا از روے
ثواب کے آخرت مین کمیت مین بھی اور کیفیت مین بھی اور بقا اور عدم فنا مین بھی سو تمھارے
واسطے نفل اور تطوع کی عبادت مین بڑی گنجایش ہی نفس کے مجاہدے اور مشقت کے
واسطے اور اگر باوجود ان سب باتون کے پھر بھی تمکو گناہون کا خوف اور دہشت ہووے
تو اسکا علاج بھی ہم تمکو بتلاے دیتے ہین کہ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اور بخشش
طلب کرو اللہ تعالی سے اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بیشک اللہ تعالے ع ۱۴
بخشنے والا مہربان ہی تمھاری تقصیرون کو بندگیون کے ضمن مین بخشدے گا اور
ان بندگی اور عبادتون کے ثواب کو کامل اور پورا کرکے تمکو عنایت کرے گا اور
گناہون کی تاریکیون سے تمکو بالکل دھوڈالیگا اور دور کردیگا پس اتنا بوجھ لینا چاہیے
کہ استغفار تنقیۂ دائمی کے قائم مقام ہی یعنی جسطرح تنقیہ بدن کی صحت اور مرض سے بچاؤ

کے واسطے اکسیر اعظم ہے پھر جو ہمیشہ تنقیہ کیے جاتا ہو اسکو ریاضت اور ورزش کی بدن کی تندرستی کے واسطے کچھ احتیاج نہین ہو خود بخود اُسکا بدن صحیح رہیگا اور مرض پاس نہ آوے گا اسیطرح جو شخص استغفار کی مداومت کریگا وہ گناہون کی آلایش سے ہمیشہ پاک وصاف رہے گا

سُورَۃُ الْمُدَّثِّرْ

تمہید

یہ سورۃ مکی ہو اسمین چھپن آیتین اور دو سو پچپن ۲۵۵ کلمے اور ایک ہزار دس حرف ہین اور اس سورۃ کا اول ابتداے نبوّۃ مین اور قرآن شریف کے نزول کے شروع مین نازل ہوا ہو کہتے ہین کہ سورۂ اقرا کی اوّل آیتون کے بعد اسی سورۃ کی اول آیتین نازل ہوئی ہین اور بعضون کے نزدیک سورۂ نون والقلم اس سورۃ پر مقدم ہو نزول مین اور اس سورۃ کے اترنے کا سبب یہ ہوا کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۂ اقرا کے نازل ہونے کے بعد کمال اشتیاق قرآن شریف کے نزول کا پیدا ہوا لیکن باوجود اشتیاق کی زیادتی کے ایک مدت گذری کہ وحی نہ آئی اور اس وحی کو فترۃ الوحی کی مُدّت کہتے ہین اور وحی کے نہ آنے کے سبب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت رنج اور الم رہتا تھا چنانچہ کئی مرتبہ آپ اس ارادے سے گھر سے باہر نکلے کہ کسی پہاڑ پر چڑھ کے اپنے تئین نیچے گرا کے ہلاک کیجیے اور اکثر حرا پہاڑ پر جو اوّل سے آپکی عبادت اور اعتکاف کا مکان تھا جاتے اور وہان خلوت گوشہ نشینی اختیار کرتے ایک روز حرا پہاڑ سے لوٹتے ہوئے آپ گھر کو تشریف لاتے تھے راہ مین ایک آواز آسمان کی طرف سے آپکے گوش مبارک مین آئی آپ نے نظر اوپر کو اٹھائی دیکھا کہ وہی فرشتہ جو غار حرا مین آپ کے پاس آیا تھا آسمان اور زمین کے درمیان مین زرّین کرسی پر بیٹھا ہو اور اتنی بڑی شکل ہو کہ تمام کنارے آسمان اور زمین کے اُس سے بھر گئے ہین اور چھ سو پر لگے ہین اور ان سب پرون مین موتی اور یاقوت لٹکے ہوئے ہین یہ حال دیکھتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غش آ گیا اور زمین پر آپ گر پڑے تھوڑی دیر مین جو ہوش آیا تو جس طرح بنا

اپنے گھر میں آکر بی بی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپنے فرمایا کہ مجکو لرزہ
جاڑے سے معلوم ہوتا ہے کہ کپڑا اڑھا دو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپکو کئی کپڑے اڑھائے
اسیوقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آسمان سے نزول فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
سامنے ہوکر یہ آیتیں پڑہیں یا ایہا المدثر قم فانذر وربک فکبر وثیابک
فطہر والرجز فاہجر پھر وہی سلسلہ وحی کا آپر دوبارہ شروع ہوا اور اس سورۃ کے ربط کی
وجہ سورہ مزمل سے ظاہر اور کھلی ہوئی ہوا فرق ہے کہ اس سورۃ کے اوّل میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو سلوک راہ خدا کے لازمے اور نفس کا مجاہدہ اور حق تعالی کی نزدیکی حاصل
کرنے کو فرمایا ہو اور اس سورۃ میں خلق اللہ کی رہنمائی اور ہدایت کے لازمے کو فرمایا ہو اور مرتبہ کمال
کا تکمیل کے مرتبے پر سیوا سطے سورۃ مزمل کو اس سورۃ پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے مقدم
لکھا ہو اور کلام کی روش اور نظیں مستعمل اور مضمون متفرق دونوں سورتوں کے آپسمیں بہت مناسبت
رکھتے ہیں اس سورۃ کے اوّل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مزمل کے خطاب سے مخاطب فرمایا
ہو اور اس سورۃ میں مدثر کے خطاب سے اور یہ دونوں خطاب لفظوں کے لحاظ سے آپسمیں قریب
ہیں اس سورۃ میں فرمایا ہو قم اللیل اور اس سورۃ میں فرمایا ہو قم فانذر لیکن اس
سورۃ میں انذارات کا اپنے نفس کو کامل کرنے کے واسطے اور اس سورۃ میں خلق اللہ کو
کامل کرنے کے واسطے ہو اور اس سورۃ میں فرمایا ہو واصبر علی ما یقولون واہجرہم
ہجرا جمیلا اور اس سورۃ میں فرمایا ہو ولربک فاصبر اور اس سورۃ میں فرمایا ہے
وذرنی والمکذبین اولی النعمۃ ومہلہم قلیلا اور اس سورۃ میں ہو ذرنی
ومن خلقت وحیدا وجعلت لہ مالا ممدودا اور اس سورۃ میں قیامت کے
دن کے اوصاف میں یوں ارشاد ہوا ہو کہ یوم ترجف الارض والجبال وکونوا کثیبا
مہیلا اور اس سورۃ میں اسی قیامت کے دن کے اوصاف میں ایسا ارشاد
ہوا ہو فذلک یومئذ یوم عسیر علی الکافرین غیر یسیر اور اس سورۃ میں قرآن شریف کی

آیتون کے حق مین یون ارشاد ہوا ہی کہ اِنَّ ھٰذِہٖ تَذْکِرَۃٌ اور اس سورۃ مین بھی قرآن شریف
کے حق مین یون ارشاد فرمایا ہی کہ کَلَّآ اِنَّہٗ تَذْکِرَۃٌ فَمَنْ شَآءَ ذَکَرَہٗ اور اُس سورۃ کی تمامی
اِس آیت پر واقع ہوئی ہی کہ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا گویا
مسلمانونکو اِن عملون کی وصیت فرمائی ہے اور اس سورۃ مین جو قیامت کے دن اِن عملون کے ترک پر
حسرت اور افسوس کرکے کافر کہینگے سو اُنکے قول کو حکایت کے طور پر نقل فرمایا ہی کہ لَمْ نَکُ
مِنَ الْمُصَلِّیْنَ وَلَمْ نَکُ نُطْعِمُ الْمِسْکِیْنَ اور اُس سورۃ کو اس مضمون پر تمام فرمایا ہے کہ
وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اور اس سورۃ کو بھی اِسی مضمون پر تمام فرمایا ہی
ھُوَ اَھْلُ التَّقْوٰی وَاَھْلُ الْمَغْفِرَۃِ اور اس سورۃ کا نام سورۂ مدثر اِس سبب سے رکھا کہ اس سورۃ
کے اوّل مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مدثر کرکے خطاب فرمایا ہی اور مدثر عرب کے لُغت مین اُس شخص
کو کہتے ہین جو ایک کپڑا لانبا چوڑا کپڑون کے اوپر سے اوڑھ لے جیسے دوہر یا رزائی یا چادر یا کمل
تاکہ وہ کپڑا سردی اور لرزے کو دفع کرے سو یہ دلالت کرتا ہی اِس بات پر کہ وحی آلہی کا نزول
اِسقدر عظمت اور بزرگی رکھتا ہے کہ جو شخص تمام مخلوقات سے قوی تھا اور کسی چیز سے نہین
ڈرتا تھا اور شجاعت اور دلاوری اور حوصلہ کی کشادگی اُسکی تمام جہان مین مشہور تھی بلکہ
اِس بات مین سب لوگ اُسکی مثال دیتے تھے سو وہ شخص اِس وحی کے نزول سے اِسقدر
خوف مین آگیا کہ اُسکا بدن تھرتھرانے لگا اور اُس سے یہ خوف سنبھالا نہ گیا پھر جو لوگ
چاہتے ہین کہ ہمارے اوپر وحی نازل ہووے بلکہ یون کہتے ہین کہ اگر حق تعالیٰ کو ہماری
ہدایت اور رہنمائی منظور ہے تو ہمارے ہر ایک کے پاس وحی کیون نہین بھیجتا اور یون
کیون نہین کرتا اور دون کیون نہین کرتا سو اِن لوگون کو کیا وحی کی عظمت معلوم نہین ہی
کیون اپنے دل کے بودے پن اور اپنی بے صبری کو جان بوجھکر چھپائے ڈالتے ہین
اور دیکھ بھال کے اندھے بنے جاتے ہین چنانچہ اس سورۃ کے آخر مین اِن لوگون کی
بیہودہ گوئی کا بیان آویگا یعنے بَلْ یُرِیْدُ کُلُّ امْرِءٍ مِّنْھُمْ اَنْ یُّؤْتٰی صُحُفًا مُّنَشَّرَۃً ۵ اور

اشارہ اس بات کیطرف بھی ہو کہ جو شخص جس منصب کی پوشاک پہنتا ہو تو اس منصب کے لوازمات کو بجا لانا اُسپر ضروری ہو جاتا ہو جیسے مشیخت کا خرقہ اور جبہ اور قضا اور افتا کی چادر احتساب کا خلعت اور سوائے اُسکے دوسری جو شرعی خدمتیں ہین اور اگر پوشاک کسی منصب کی پہنکے اُسکا حق ادا نکرے تو وہ شخص جھوٹا دغاباز مکار ہو اللہ تعالے پناہ دے ہم سب کو ایسی بُری چیز سے سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب وحی کے فرشتے کو دیکھکر دہشت اور خوف کھا کر گھر مین تشریف لائے اور بالاپوش کو اوڑھا اور پہلے بھی اسی قسم کا معاملہ ہو چکا تھا تو گویا آپ کے اہل بیت کے نزدیک آپ کا بالاپوش کا اوڑھنا وحی کے نزول کا نشان ہو گیا اور اُنھون نے دریافت کر لیا کہ جب بالاپوش آپ طلب کرین تو جان لینا چاہیے کہ وحی کا نزول آپ پر ہوا اسیواسطے حق تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اب تو تم اس علامت سے مشہور ہو گئے کہ بار بار تم پر وحی آتی ہے اور اُس وقت تم بالاپوش اوڑھتے ہو تو اب تم کو چاہیے کہ اس خدمت کا حق ادا کرو اور اپنے کام پر مستعد اور تیار ہو جاؤ اور یہ بھی ہے کہ تاکہ محبوبیت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی پروردگار کی حضوری مین خلائق کے نزدیک ثابت اور مشہور ہو جاوے اور جو شخص اس سورۃ کو پڑھے یا سُنے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت کے کمال کے درجے کو دریافت کر لے یعنے جس طرح کسی عاشق کو اپنے معشوق کی اگر کوئی وضع یا ادا اچھی معلوم ہوتی ہے اور دل پر کھُب جاتی ہے تو اُسی وضع کرکے اسکو یاد کرتا ہے اور پکارتا ہے جیسے ع او دامن اُٹھا کے جانے والے ۔ یا او سُرخ پگڑی والے یا او بڑی زلفون والے ۔ سو اسی طرح سے حق تعالے جل شانہ کو یہ لباس اور یہ وضع اپنے محبوب کی بہت پسند آئی اسیواسطے اِسی وضع کرکے آپ کو مخاطب کرکے بار بار فرماتے ہین یَا اَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ

واللہ اعلم بحقیقۃ الحال

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۵

یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۱ اے شخص بالاپوش اوڑھے ہوئے وحی کے فرشتے کے آنے کے ڈر سے تمکو ڈرنا اور خوف کرنا نہ چاہیے بلکہ تمہارا حق اور تمہارے سزاوار تو یہ بات ہے کہ تم دوسروں کو ڈراؤ اور خوف حق تعالےٰ کا انکو دلاؤ قُمْ فَاَنْذِرْ ۲ اٹھو اور ڈراؤ لوگونکو حق تعالیٰ کے عذاب سے اور نبوت کا منصب اگرچہ دونون چیزونکو چاہتا ہے یعنی خوف دلانا اور خوشخبری سنانا لیکن جو ڈرانا عام ہے اسواسطے کہ کوئی فرد انسان کی تقصیر سے خالی نہین ہے بخلاف بشارت کے کہ یہ متقی اور نیکوکارون کے واسطے خاص ہے اور جس کام کا فائدہ عام اور سب کو شامل ہوتا ہے وہ بہت ضروری ہوتا ہے بخلاف اُس کام کے جو خاص ہوتا ہے اور یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو خوف کھاکے تھے تو ڈرانے کا بھی حکم بہت مناسب ہوا اور یہ بھی ہے جسوقت مین یہ سورۃ نازل ہوئی تھی اُسوقت تمام جہان کفر و بُرائیون سے بھرا ہوا تھا خوشخبری کی لیاقت کوئی نہین رکھتا تھا جو تھا وہ ڈرانے ہی کے لائق تھا ان باتون کے لحاظ سے اس جگہ پر فقط انذار ہی پر اکتفا فرمایا اور جو حق تعالےٰ کے عذاب سے لوگون کو خوف دلانا بغیر بیان کرنے اُس عذاب کی عظمت کے ممکن نہ تھا اور اسیطرح اِس عذاب کا متحمل ہونا اسکے دفع کی کوئی تدبیر کرنا بھی ممکن نہین ہے اور اس عذاب کی عظمت اور لاعلاجی بغیر بیان کرنے عظمت اُس ذات پاک کی جو عذاب کریگا متصور نہین ہے یعنی اُسکی قدرت کے برابر کوئی قدرت نہین رکھتا اور اُسکے علم کے برابر کسی کا علم محیط نہین ہے پھر اُس سے بھاگنا اور پوشیدہ ہونا اِس طور پر کہ اُسے معلوم نہو یہ کسی طرح ممکن نہین ہے سو تمکو ایک اور چیز بھی کرنا چاہیے وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۳ اور اپنے رب کو بزرگی اور عظمت سے یاد کرو اور ان لوگونکو بھی خوب طرح سے سمجھا دو کہ کوئی شخص اُسکے علم کے محیط ہونے مین اور اُسکی قدرت کے عام ہونے مین اُسکی برابری نہین کرسکتا اور کوئی چیز چھوٹی ہو یا بڑی اُسکی دانست سے باہر نہین ہے اور کیسی ہی مشکل چیز ہو لیکن اُسکی قدرت کے سامنے بے حقیقت محض ہے اور بعضون نے کہا ہے

کہ اس تکبیر سے نماز کی تکبیر مراد ہی جو ابتدائی تحریمہ سے نماز کے آخر تک ہر انتقال مین اللہ اکبر
اللہ اکبر کہا جاتا ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ اُسوقت اہل اسلام کے عرف مین تکبیر کہنا خوشی اور
شادی کی علامت تھی سو گویا یون ارشاد ہوتا ہی کہ اب خوش ہو اور خوف مت کرو کہ ایسا بڑا
منصب ہم نے تمکو عنایت کیا اور پیغمبری کا خلعت تمکو پہنایا اور اس تفسیر کو تائید دیتا ہی وہ
مضمون جو بعضی روایتون مین آیا ہی کہ حضرت جبرئیل علیہ السّلام سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے یہ آیت سُنی تو آپ نے پکار کر کہا اللہ اکبر پھر آپکی زبان سے سُنکر حضرت خدیجہ رضی اللہ
عنہا نے بھی تکبیر کہی پھر تمام آپکے گھر والون نے آپکی متابعت سے تکبیر کہی اور سب خوش ہوئے اور جانا
کہ یہ لرزہ اور خوف وحی کے نازل ہونے کے سبب سے تھا کوئی خوف کی بات نتھی پھر اُسوقت سے
مسلمانون مین تکبیر کہنا خوشی اور شادی کی علامت ٹھہر گئی یہی وجہ ہی کہ عیدین اور حج اور تشریق
کے دنون مین تکبیر واجب کردی گئی کہ ہر نماز فرض کے بعد پکار کر تکبیر کہا کرین اور تکبیر کا ان دنون
مین اور پنجوقتہ ہر نماز کے اوّل مین واجب ہونا اور تسبیح اور تحمید کا کسی وقت واجب نہونے کا
سبب یہ ہی کہ یہ ذکر خاص اہل توحید اور اہل اسلام کا ذکر ہی اسواسطے کہ حق تعالیٰ کے ساتھ کسی کمال کی
صفت مین کسی کو برابر جاننا خاص ایمانداروں اور موحدون کا اعتقاد ہی بخلاف تسبیح اور تحمید کے
مضمون کے کہ تمام بنی آدم کے گروہ اسکے معتقد ہین اور جو شخص حدیث کی کتابون کو اور صحابہؓ
کی سیر کو تتبع کریگا تو اُسکو اس بات کا یقین ہوگا کہ انکی کوئی مجلس اور کوئی نشست تکبیر سے
خالی نہین رہتی تھی ہر نعمت پر تکبیر کہتے تھے اور لڑائی اور دشمنو نکے مقابلے کے وقت بھی اسی
کلمے سے اپنے خاوند کی عظمت اور مقابل والون کی حقارت بیان کرتے تھے اور خوف کے وقت
بھی اس ذکر کی برکت سے استعانت اور مدد طلب کرتے تھے جیسے آگ لگنے کے وقت
اور جن یا بھوت یا دوسری بلاؤن مین پھنس جانے کے وقت چنانچہ اذان اور اقامت
مین بھی اسی کلمے کو سرفہرست کیا ہی سو اس امر الٰہی کے مضمون پر عمل کرنا رسول مقبول صلی اللہ
علیہ وسلم کے طفیل سے اس قدر اس اُمت مرحومہ مین رواج پایا تھا کہ حد اور حساب سے باہر تھا

لیکن افسوس کہ چنگیز خانیون اور ترکیون کے ملک اسلام پر غالب ہونے کے سبب سے اِس
امر کا رواج بلکہ تمام اسلام کی رسمون کا کم ہونا شروع ہوا یہانتک کہ اب اِس زمانے مین اِن
باتون کا نشان بھی باقی نہین ہی اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور حدیث
شریف مین آیا ہی کہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے وقت مین قسطنطنیہ کے قلعے کو مسلمانونکی
جماعت اِسی کلمے کے زور سے فتح کریگی اور اِس قلعہ کی پتھر کی دیوار اُن مسلمانونکی تکبیر کی
آواز کے صدمے سے گر پڑیگی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فتحون کے حال مین مذکور ہی کہ
اصطخر کے قلعہ کی دیوار حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے مسلمانونکی تکبیر کی آواز کے صدمے
سے جڑ سے گر پڑی تھی اور اسقدر اس کلمے نے تاثیر کی تھی کہ جب اُس دیوار کو اُٹھاتے
تھے تو غیب سے تکبیر کی آواز آتی تھی اور اِس آواز کے صدمے سے وہ دیوار جڑ سے
گر پڑتی تھی حاصل کلام کا یہ ہی کہ اِس کلمے کے مضمون کو ہر وقت خیال کے سامنے رکھنا
شرک کی سب وجہون سے نجات بخشتا ہی اسواسطے کہ حق تعالےٰ کے برابر کوئی چیز اسکی نظر مین نہ
ٹھہر یگی اور مصیبتون اور آفتون کے ہلکا کر دینے مین اور خوفناک چیزونکی دہشت دل سے دور
کر دینے مین بھی یہ کلمہ بڑے کام آتا ہی لیکن اِس کلمے کا مضمون ہر وقت اسکے سامنے جب رہتا ہے
کہ طہارت ظاہری اور باطنی دونون اِس شخص کو حاصل ہو دین اسواسطے کہ پاک چیز کی
عظمت اور ناپاک خیال دونون دل مین جمع نہین ہوتے تو اِس کلمے کا فائدہ حاصل کرنے کے
واسطے طہارت ظاہری اور باطنی ضرور ہوئی چنانچہ ارشاد ہوتا ہی وَثِیَابَکَ فَطَهِّرْ لاص
اور اپنے کپڑے سو خوب پاک کر اسواسطے کہ پہلے آدمی کے کپڑے ہی پر نظر پڑتی ہے پھر اسکے
بعد بدن پر اور جب کپڑا پاک ہوا تو بدن جو کپڑے سے چھپا ہوا ہی اب اُس جگہ بطریق اولےٰ
پاک ہوگا یہی وجہ ہے کہ بدن کی طہارت کو یہان پر ذکر نہین کیا اسواسطے کہ بدن کی پاکی بالضرور
بوجھی جاتی ہی یعنی کپڑے کو جو بدن سے علاقہ رکھتا ہی جب پاکی کا حکم ہوا تو بدن کو جو مقصود بالذات
ہی ضرور پاک رکھنا چاہیے کہ اب اِس جگہ عرب کے استعمال مین ثیاب کی لفظ دو قسم پر

بولی جاتی ہی ایک ثیاب ظاہری پر اور ایک ثیاب باطنی پر اور طہارت بھی دو قسم کی ہی ایک طہارت ظاہری اور ایک طہارت باطنی سو اس کلمے کی تفسیر مین چار احتمال ہو سکتے ہین اور ان چارون احتمالون کو اکھٹا ہی لینا چاہیے اگرچہ عموم مجاز کے طور سے سہی سو پہلا احتمال یہ ہی کہ اپنے ظاہر کپڑونکو نجاستون اور پلیدیون سے پاک رکھو اسواسطے ایماندار آدمی کو نماز فرض یا نفل مین یا ذکر الٰہی مین ہر وقت مشغول رہنا چاہیے اور ملائکہ اور پاک روحون سے مناسبت حاصل کرنا اسواسطے کہ اس سے یہی منظور اور مقصود ہی اور یہ بات بغیر اپنا ظاہر پاک رکھنے کے حاصل نہین ہو سکتی ہے اگرچہ اسمین کچھ فرق ہی تو اتنا ہی کہ یہ پاکی نماز مین فرض ہی اور نماز کے سوائے فرض نہین ہی اور جن چیزون سے کپڑا پاک رکھنا چاہیے وہ چیزین یہ ہین پیشاب اور غلیظ اور منی اور مذی اور ودی اور رتے اور خون اور پیپ اگر تھیلی کے برابر یا زیادہ اُن چیزون سے کپڑا بھرا ہوا ہو تو اس کپڑے سے نماز نہین درست ہی جبتک تین مرتبے نہ دھووے یا جھاڑ نہ لے اور دوسرا احتمال یہ ہی کہ اپنے ظاہری کپڑون کو معنوی نجاستون سے پاک رکھو اور معنوی نجاستین یہ ہین جیسے غصب اور چوری اور خیانت سے اور دوسرے حرام کسب سے وہ کپڑا نہ آیا ہو اور وہ چیزین جنکا استعمال حرام ہی وہ بھی نہ ہوین جیسے مرد کو ریشمی کپڑا پہننا یا کپڑا تیار کرنے مین اسراف کرنا جیسے پہننے کے کپڑے کو ٹخنے سے نیچے رکھنا کہ یہ سب چیزین ممنوع ہین ان سب سے بچنا اور پاک رہنا ضروری ہی اور تیسرا احتمال یہ ہی کہ کپڑے سے صفتین اور خلق مراد ہون اسواسطے کہ عرب کے لوگ کبھی کپڑے سے اُس شخص کی ذات مراد لیتے ہین اور کبھی آبرو اور کبھی نام اور مرتبہ اُس شخص کا چنانچہ بولتے ہین کہ اَلْکَرَمُ فِیْ بُرُوْدِہٖ یعنے کرم کی صفتین اسی پاس ہین اور یون بھی بولتے ہین کہ فُلَانٌ طَاهِرُ الذَّیْلِ یعنے فلانا شخص پاک دامن ہی وَ فُلَانٌ نَقِیُّ الثَّوْبِ وَنَقِیُّ الْجَیْبِ یہ سب مثالین اچھی صفتون پر دلالت کرتی ہین اور اسمین مناسبت کی وجہ یہ ہی کہ کپڑا آدمی کے سب بدن کو لپیٹ لیتا ہی اور دور سے وہی کپڑا دکھلائی دیتا ہے اور کپڑے ہی کے سبب سے

ایک آدمی کی دوسرے آدمی سے امتیاز اور پہچان حاصل ہوتی ہو تو گویا اسکی ذات اور
اسکی خاص صفتون کے حکم مین ہوا تو اس احتمال سے اس آیت کے معنی یون ہونگے کہ اے پیغمبر تم
اپنی ذات اور اپنی آبرو کو بدصفتون اور بد خلقون کی آلودگی اور بری تہمتون سے بچائے رکھو اور
چوتھا احتمال یہ ہو کہ کپڑے سے مراد وہ بدن ہو جو استنجے کا اور دوسرے اعضاے مستورہ کا
محل ہو اور تطہیر سے مراد پانی سے استنجا کرنا اور پیشاب اور غلیظ کو خوب طرح سے دھونا اور تمام
بدن کو ہر ناپاکی اور گندی چیز سے پاک صاف رکھنا الغرض ہر طرح سے ظاہری ناپاکی کو باطن کی
پاکی مین بڑی تاثیر ہے اور کپڑے کی صفائی دل کی صفائی کی ابتدا ہو خصوصاً اس شخص کی جسکی
عظمت و بزرگی دلون مین بٹھالنا اور اسکے کہنے کو واجب القبول کرنا منظور اور مقصود ہوتا ہو تو
اسکے کپڑے اور بدن کی پاکی مین زیادہ تر کوشش کرنا چاہیے تاکہ لوگون کے نزدیک گندگی کے
سبب سے حقیر نہو جاوے اور اسکے کہنے کا کوئی اعتبار نہ کرے لیکن اس جگہ کپڑے کی پاکی بیان
کرنا منظور ہے جو ایماندار کو عبادت اور اعتبار کے واسطے ضروری ہو نفیس اور گران قیمت کپڑا ہونا
مراد نہین ہے اسواسطے کہ یہ بات ایمانداری کے منافی ہو مگر حق تعالی کی نعمت کے اظہار کے
واسطے اور اسکے شکر کے ادا کرنیکے واسطے کہ اس نیت سے پوشاک نفیس پہننا مستحب ہو جاتا ہو اور
جب ظاہری طہارت کے بیان سے کہ یہ بھی مقدم ہو فراغت پائی تو اب باطنی طہارت کو جو مقصود
بالذات ہو بیان فرماتے ہین وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ اور جنبی پلیدی اور گندگی کی قسم ہین موجب
کو چھوڑ جیسے فاسد اعتقاد اور برے خلق اور جھوٹ بات اور سب برے کام اور دوسری معنوی
نجاستین جو کسی لذت کے ساتھ دل کے متعلق ہونے سے پیدا ہوتی ہین اور آدمی کی روح
کو گندہ کرتی ہین اور اگر ثِيَابَكَ فَطَهِّرْ سے بموجب بعضے اسکے احتمال کے باطن کی
طہارت مین ان امورات کو بھی شامل کر دیجے چنانچہ اوپر گذر چکا ہو تو اس سورۃ مین اس
آیت کے مضمون اور اس آیت کے مضمون مین فرق یہ ہوگا کہ اس آیت مین ان باطنی امرون
سے اجتناب منظور ہے جو ابھی حاصل نہین ہوئے ہین چنانچہ فاہجر کی لفظ اسپر دلیل

صرح ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہو کہ رجز سخت پلید کو کہتے ہین سو اس آیت مین اُن کامون سے احتراز اور دوری منظور ہو جو کبھی کبھی صادر ہوتے ہین اور انکی عادت نہین ہوتی اور اس آیت مین بھی اُن ہی کامون سے احتراز منظور ہو لیکن جب انکی عادت ہو جاوے جسکو ہندی مین کہتے ہین کہ لت لگ گئی یا اسکے قریب ہو جاوین غرض کہ ہر طرح سے آدمی کو طہارت ظاہری اور باطنی عالم قدس علوی کے مناسب کر دیتی ہو اور اُس عالم کے فیض کو حاصل کرنا ان کی کمال مناسبت کے سبب سے ہوتا ہو اور اس فیض سے مخلوقات کو فیضیاب کرنا بھی آسان ہو جاتا ہو اور جو روح کو گندہ کرنیوالی چیزون سے جو باطن کو بالکل خراب کر دیتی ہو دُنیا کی طمع ہو اسیواسطے خاص کر کے بیان فرماتے ہین کہ وَلَا تَمْنُنْ اور احسان مت رکھو کسی پر نہ قرآن کی تعلیم کا اور نہ احکام الٰہی کی تبلیغ کا اور نہ کارروائی اور حاجت برآری کا اور نہ کچھ دینے کا تَسْتَكْثِرُ اس غرض سے کہ شاگرد اور مُرید بہت سے ہو جاوین اور اس سبب سے بڑا نام اور بڑا مرتبہ حاصل ہووے اور پھر اس سبب سے بہت مال ہاتھ آوے بلکہ کوئی چیز کسی کو اس نیت سے مت دو کہ اسکی عوض مین دُونا زیادہ کر کے تمکو دیوے اسواسطے کہ یہ بھی ایک قسم ہے طمع کی جو باطن کے گندہ کر دینے مین نجاست کا حکم رکھتی ہو اور بعضے مفسرون نے کہا ہے کہ اس آیت کے معنی یون ہین کہ احسان کے وقت بھی کسی پر احسان مت رکھو اُس احسان کو بڑا احسان جان کے کہ مین نے فلانے شخص کے ساتھ ایسا اور ایسا کیا اسواسطے کہ احسان رکھنا ثواب کو مٹا دیتا ہو تمکو چاہیے کہ اُس احسان کی کچھ بھی حقیقت مت جانو بلکہ لینے والے کا احسان اپنے اوپر جانو کہ اس بے حقیقت چیز کو ہم سے قبول کیا اور ہمکو جزا اور ثواب کا مستحق کیا چنانچہ حضرت امیر المومنین مرتضی علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب کوئی فقیر آپ کے پاس سوال کرنیکو آتا تھا تو اُسکو فرماتے تھے مَرْحَبًا بِمَنْ يُحَمِّلُ زَادَنَا إِلَى الْآخِرَةِ یعنے خوش آیا تو تاکہ اُٹھا دے ہمارے آخرت کے توشے کو بے مزدوری سو یہ تیرا احسان ہو ہم پر اور جب دے دی کو یہ سب چیزین یعنی حق تعالی کی عظمت اور ظاہر اور باطن کی طہارت

اور دنیا سے بے طمعی حاصل ہوئی تو مشیخت اور ارشاد کی لیاقت آسمین پیدا ہوئی لیکن اس شخص کو باوجود ان سب چیزون کے حوصلے کی فراخی ضرور ہی تاکہ خلق اللہ کی جفاؤن کا تحمل کرے اور انکی ایذاؤن کو اٹھاوے اور انکی بدگوئی کو اپنے حق مین سننے کو گوارا کرے اور نفسانیت کو غالب نہ ہونے دے ورنہ آنکی صحبت کو چھوڑ کے بھاگے گا اور رہبانون اور صحرا نشینون کی طرح سے اکیلا اور تنہا ہو کے بیٹھے گا مشیخت اور ارشاد کا کام سرانجام نہ کر سکے گا اسواسطے اس امر کی بھی وصیت ارشاد ہوتی ہی کہ وَلِرَبِّكَ اور اپنے پروردگار کی رضامندی کے واسطے نہ خلقت کی خاطرداری کے واسطے فَاصْبِرْ سو صبر کرو اور انکی ایذاؤن کو اٹھاؤ اور باوجود رنج اور ایذا پہونچنے کے انکی صحبت سے کنارہ مت کرو تاکہ ارشاد اور رہنمائی کی خدمت سرانجام کو پہونچے اور ان دونون صبرون مین یعنی ایک حق تعالے کی رضامندی کیواسطے اور دوسرا خلق اللہ کی خاطرداری کے واسطے صبر کرنا ان مین فرق کی علامت یہ ہی کہ اگر غریبون اور مسکینون کی ایذا کا تحمل ویسا ہی کرتا ہی جیسا کہ حکومت والون اور توانگرون کی ایذا اور حقارت کا تحمل کرتا ہی تو معلوم ہوا کہ یہ صبر اور تحمل حق تعالے کی فرمانبرداری کے واسطے ہی اور اگر غریبون اور مسکینون کی ایذا کا تحمل کم کرتا ہی حکومت والون اور توانگرون کی نسبت سے تو معلوم ہوا کہ یہ صبر اللہ تعالی کے واسطے نہین ہے بلکہ خلق کی خاطرداری کے واسطے ہی اور اگر یہ خیال دل مین گذرے کہ کافرون کی ایذا کو اٹھانا اور اس پر صبر کرنے کا جو حکم ہوا تو بڑی سخت مصیبت مین ہم پھنسے اسواسطے کہ ہمکو نہ بدلہ لینے کا حکم ہی اور نہ بھاگ کر علحدہ ہو جانے کا حکم ہی بلکہ کافرون کو ہم پر غالب اور دلیر ہو جانے کی بات ہی اور ہماری مخالفت اور دشمنی اور ایذارسانی ان پر بہت آسان ہی تو اس خیال کے جواب مین حکم ہوتا ہی کہ یہ سختی تم پر اور آسانی ان پر دنیا کی زندگی کے چند روز ہی رہیگی فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ پھر جب پھونکا جائیگا نقارے مین اور کوچ کی آواز ہوگی اور آخرت کا سفر آپہونچیگا فَذَٰلِكَ يَوْمَئِذٍ سو وہ پھونکنا اور کوچ کی آواز دینا اس

دن کے واقعون سے گویا یَوْمٌ عَسِیْرٌ ہ ایکدن مستقل ہی جو نہایت سخت اور دشوار ہی اور اگرچہ اُسدن ایک ہی آواز ہوگی لیکن وہ آواز سختی اور شدت مین پورے دن کا حکم رکھیگی اسواسطے کہ اثر اُسکا دیر تک باقی رہیگا اور اُس دن کے واقعون مین سے کوئی واقعہ اس سے زیادہ سخت نہوگا اور بعضے مفسرون نے ناقور کو صور پر حمل کیا ہی دور کی تشبیہ کے سبب سے اسواسطے کہ صور مین بلکہ جتنی چیزین دم کشی کی ہین ان سب مین پھونکنے سے آواز نکلتی ہی اور جتنی چیزین کھال سے منڈھی ہوئی ہین جسطرح دف اور طبلہ اور ڈھول اور اسیطرح جتنی چیزین تاشہ کی ہین جیسے ستار اور طنبورہ اور بین سو ان سب مین نقر اور ٹھوکنے کے سبب سے آواز نکلتی ہی اور پہلے نفخ کو نقر کے ساتھ تشبیہ دی ہی پھر اسکے بعد صور کو ناقور کے ساتھ جو مابعد فیہ کے مضمون مین ہی سو اب نقر فی الناقور کے معنی یہ ہوے کہ نفخ فی الصور لیکن نفخ صور پر سختی اور دشواری موت کے وقت سے شروع ہوتی ہی نہ نفخ صور کی ابتدا سے سو اس عبارت کا حمل موت کے آنے پر تمثیل کے طور پر یعنے موت کی تمثیل لشکر کے کوچ کے ساتھ جنگ اور قتال کے واسطے مناسب معلوم ہوتی ہی اور حلیمی کتاب منہاج مین لایا ہی کہ نفخ صور کے سوائے نقر دوسری چیز ہے اسواسطے کہ اخبار مین آیا ہی کہ ارواحون کے عدد کے موافق صور مین سوراخ ہین سو نفخ صور کا تہیہ کرنے اور مارنے کے واسطے ہوگا اسیواسطے نقر اور نفخ صور دونون کرینگے تاکہ آواز شدت اور سختی پیدا کرے اور عالم کی خرابی اور ہلاکی کا سبب پڑے اور جب نفخہ ثانی دوسری مرتبہ ہوش مین لانے اور زندہ کرنے کے واسطے ہوگا تو اسوقت فقط نفخ ہوگا اسواسطے کہ نفخہ سے ارواح کا پہونچانا انکے بدنون کی طرف ہی اور [illegible] لیکن اس کلام مین بھی خدشہ ہی کہ نقر جو نفخہ اولی کا مقدمہ اور ملابس ہوا جو فزون پختگی کا سبب کسواسطے ہوا اسواسطے کہ کافر موت کو راحت جانینگے بلکہ اسکی آرزو کرینگے اور کہینگے یَالَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ہ اور اگر کافر فزون پختی اور شدت ہوگی تو دوسرے نفخہ سے ہوگی اسواسطے کہ زبردستی انکو حشر مین کھینچ لاوینگے اور حساب کتاب

ہین گرفتار کرینگے مگر یون کہا جاوے تو ہو سکتا ہی کہ وہی نفخۂ اولی کی شدت اس شدت کا مبدا ہے تو گویا شدت اور سختی کی ابتدا اسیوقت سے شروع ہوگی غرض کہ ہر طرح سے خواہ موت اور برزخ کی شدت مراد ہووے اور خواہ قیامت کے ہولون کی شدت اور سختی مراد ہووے لیکن حقیقی کی عنایت سے ایمانداروں مین اثر نکریگی بلکہ اسکی شدت اور سختی علی الکل کافرون کا فرہی ہو فقط اسواسطے کہ اوّل وہلہ مین اگرچہ ایماندار اور نیک بھی اس سختی مین گرفتار ہونگے لیکن ایمان کی تاثیر سے اور پیغمبرون اور قرآن کی شفاعت سے وہ سختی آسانی سے بدلا ہو جائیگی بخلاف کافرون کے کہ اس دن اپنے مبدم سختی کی زیادتی ہوتی جاویگی غَيْرُ يَسِيْرٍ ہرگز آسان ہونیوالی نہین ہی جسطرح ایمانداروں پر اس دن آسان ہو جاویگی یا جیسے دنیا مین کافرون پر آسان ہو جاتی تھی چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہی کہ آخرت کے سفر کی اوّل منزل قبر ہی جسنے اوّل منزل مین شدت دیکھی اور رنج کھینچا تو اسکو آگے چل کے شدت اور سختی اور زیادہ ہوتی جاویگی جس نے پہلی منزل مین اس سختی سے نجات پائی تو اسکو کل منزلون مین اس سے نجات ہو ویگی سو جب یہ بات معلوم کرلی تمنے کہ شدت اور سختی کا وقت کافرون پر ہی اور ہمارا مقصود ان کافرون سے عوض لینے کے واسطے اس جہان سے گذر جانے کے بعد یعنی موت کے بعد ہی نہ دنیا مین اور اس جہان کی زندگی مین اسواسطے کہ اگر اس جہان مین کافرون کو شدت اور سختی مین گرفتار کیے جاوین تو ان کافرون کو برائی کرنے کی فرصت اور مال اور اسباب اور دوسرے دنیاوی فائدون سے نفع حاصل کرنے کی قدرت حاصل نہووے اور امتحان اور آزمائش کے معنی ہی نپائے جاوین تو اب تمکو چاہیے کہ اپنے عوض طلب کرنے مین اور کافرون کی سزا انکو پہونچانے مین جلدی مت کرو بلکہ ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا چھوڑ دے مجھکو اور اسکو جسکو پیدا کیا ہم نے اکیلا کہ اسوقت نہ فوج رکھتا تھا نہ لشکر نہ جورو رکھتا تھا نہ اولاد نہ قوت رکھتا تھا نہ کپڑے اور نہ مال رکھتا تھا نہ اسباب وَجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا اور کر دیا ہم نے اسکے واسطے بہت سا مال کہ روز بروز زیادہ ہوتا جاتا ہی

علمانے کہا ہی کہ جو مال روز بروز زیادہ ہوتا جاتا ہی وہ تین قسم کا ہوتا ہی اوّل زراعت اور کھیتی
کا مال دوسرے مواشی کا مال تیسرے تجارت کا مال اسواسطے کہ ان تینون قسمون مین جو کچھ
کہ حاصل ہوتا ہی خرچ سے زیادہ ہوتا ہی بخلاف دوسرے مالون کے اور اس آیت مین ایک
کافر خاص کی طرف اشارہ ہی جو مال اور اسباب کی کثرت سے قریش مین مشہور تھا اسکا
نام ولید بن مغیرہ تھا اسکو حق تعالی نے تینون قسمون کا مال دیا تھا چنانچہ طائف مین باغات
اور کھیتیان اسکی بہت تھین ہر فصل کے میوے اسکے باغون مین افراط سے پائے جاتے
تھے اور ہر موسم کی کھیتی بھی اسکے یہان ہوتی تھی اور مواشی بھی بہت رکھتا تھا انکے دودھ
دہی گھی پنیر نسل سے بہت کچھ حاصل ہوتا تھا اور ہر قسم کی تجارت بزازی سے لیکر
موتی تک اسکے یہان ہوتے تھے اور غلام بھی بہت رکھتا تھا وہ غلام اور گماشتے ان کامون
پر معین اور مقرر کر دیے تھے کہتے ہین کہ ایک لاکھ دینار یعنی اسوقت کے چلن کی اشرفی
اور دس لاکھ درم یعنی اسوقت کے چلن کا روپیہ اسکے گھر مین موجود تھا اور جو اسقدر
مال کی کثرت بدون اولاد کے کچھ لطف نہین رکھتی ہی اور خوشی حاصل نہین ہوتی اور
نعمت نہین رہتی بلکہ رنج اور غم کا سبب پڑتی ہی اور عیش کو منغص کر دیتی ہے سو اپنی نعمت کے
پورا کر دینے کے واسطے اسکو اولاد بھی ہم نے دی وَبَنِيْنَ شُهُوْدًا ۝
اور کر دیے ہم نے اسکے واسطے بیٹے جو اولاد مین بہتر قسم ہین پھر وہ بیٹے ہمیشہ اس کے
پاس رہتے کبھی اس سے غائب اور علیحدہ نہ ہوتے یعنی مال کی کثرت اور بے پروائی
کے سبب سے روزی کی طلب کے واسطے سفر بھی نہین کرتے تھے تاکہ ان کی مفارقت
اور جدائی کا رنج اسکے عیش کو منغص کرے بلکہ ہر وقت اسکے سامنے رہتے تھے اور
ان کے دیکھنے سے ہمیشہ وہ خوش رہتا تھا اور زراعت اور تجارت کی خبر گیری کے
واسطے بھی انکو نہین بھیجتا تھا اسواسطے کہ غلام ہوشیار اور گماشتے امانت دار
موجود تھے بیٹون سے کچھ کام نہ تھا وہ ہر وقت اور ہر مجلس مین اسکے ساتھ رہتے تھے

اور اسکی عیش و عشرت کے شریک بلکہ خود سبب پڑتے تھے اور مجلس کی زینت اور ہر جلسہ کے مونس تھے بعضون نے کہا ہے کہ شہود کا لفظ شہادت سے مشتق ہے اور شہادت گواہی کے معنون مین ہے یعنی اسکے بیٹے اسکی ہر بات کو سچی ہو یا جھوٹی ثابت کرتے تھے اور اسکے سخن کی تصدیق کرتے تھے اس سبب سے اسکی ہر بات ہر مجلس اور ہر مقام پر سربسر رہتی تھی اسواسطے کہ اگر اولاد باپ کی مرضی کے موافق نہین ہوتی ہے اور ہر کام مین باپ سے علیحدہ رہتی ہے اور اسکے شریک رنج اور راحت کی نہین ہوتی ہے اور اسکی بات کو تصدیق نہین کرتی ہے تو ایسی اولاد باپ پر وبال ہو جاتی ہے اور وہی رنج باپ کو حاصل ہوتا ہے اور حقیقت مین ایسی اولاد اولاد ہی نہین رہتی اور اس ولید کی اولاد بھی بہت تھی چنانچہ ان مین سے سات شخص بڑے نامور مشہور ہین ولید بن ولید اور خالد اور عمارہ اور ہشام اور عاص اور قیس اور عبد الشمس اور انمین سے چار شخص دولت اسلام سے مشرف ہوئے تھے یعنی ولید اور خالد اور عمارہ اور ہشام اور تین شخص کفر کی حالت مین رہے اور جو مسلمان ہوئے تھے ان مین سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اسقدر جہاد کیا اور کافرونکو مارا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کی امیر الامرائی کا منصب انکو ملا اور آپنے انکو سیف اللہ کا خطاب دیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ اول کی خلافت مین بھی اسی منصب پر بحال رہے اور ملک شام اور عراق ان ہی کے ہاتھ سے فتح ہوا اور اکثر مرتدون کی معلون کا سر انکے ہاتھ سے ہوا اور ولید بن ولید کو انکے باپ اور بھائیون نے مکے مین روکا اور قید کیا تھا تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہونے نہ پاوین اور ہجرت کرنے نہ پاوین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی خلاصی کے واسطے فجر کی نمازمین قنوت بھی پڑھی ہے اور پکار کر آپ یہ دعا مانگتے تھے اَللّٰھُمَّ اَنْجِ الْوَلِیْدَ بْنَ الْوَلِیْدِ وَعَیَّاشَ بْنَ اَبِیْ رَبِیْعَۃَ وَسَلَمَۃَ بْنَ ھِشَامٍ وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ آخر کو ان ظالمون کے ہاتھ سے چھوٹ کے شرف صحبت فیض موہبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حاصل کیا اور آپ ہی کے قدمونپر اپنی جان کو

فدا کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ملبوس خاص مین یعنی قمیص مبارک مین کفنا کے دفن کیا چنانچہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے اُنکی وفات کے وقت یہ ندبہ فرمایا ہو ے اَبکِی الْوَلِیْدَ بْنَ الْوَلِیْدِ بْنِ الْمُغِیْرَۃِ ۔ اَبکِی الْوَلِیْدَ بْنَ الْوَلِیْدِ فِتَی الْعَشِیْرَۃِ ۔ اور اِن کے عجائبات معاملون سے ایک یہ ہو کہ کافرون کی زبردستی سے جنگ بدر مین جاکے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی فوج کے مقابل مین کھڑے ہوئے تھے جسوقت کافرون نے شکست کھائی اور مسلمانون نے کافرون کو پکڑ کے قید کیا اور فدیہ لیکر چھوڑا اسوقت ولید بن ولید رضی اللہ تعالے عنہ بھی پکڑے گئے تھے یہ بھی روپیہ دیکر چھوٹے پھر اپنا اسلام ظاہر کیا لوگون نے کہا کہ فدیہ دینے کے پہلے کیون نہ اسلام ظاہر کیا انھون نے جواب دیا کہ مین نے اندیشہ کیا کہ اگر فدیہ کے ادا کرنے کے پہلے مین اپنے اسلام کا اظہار کرتا ہون تو لوگ ایسا سمجھین گے کہ فدیہ کے معاف کرانے کے واسطے اسلام کا اظہار کیا ہو نہ حق تعالی کی رضامندی حاصل کرنے کے واسطے اور جب مین نے فدیہ کو ادا کیا تو یہ وہم جاتا رہا پھر بے دغدغہ اور دہشت کے اظہار اسلام کیا مین نے حاصل کیا کہ ولید کی اولاد سب ایسی قابل اور کامل دانا اور جوان اور خوش رو اور خوش شکل تھی کہ تمام قریش کے قبیلے مین انکی مثال دیجاتی تھی اور جو مال کی کثرت اور اولاد کی بہتایت بدون ریاست اور حکومت کے رونق نہین رکھتی ہو اسواسطے اسکو ریاست اور حکومت اور عزت بھی انتہا درجے کی دی ہم نے وَمَهَّدتُّ لَهُ تَمْهِيدًا اور تہا کی ہم نے اور مضبوط کی ہم نے اسکے واسطے سند ریاست کی جسی طرح کی بیاری چنانچہ تمام قریش ہر مشکل کام مین اسی کی طرف رجوع کرتے تھے اور اسکو اپنا حاکم جانتے تھے یہانتک کہ قریش کے قبیلے مین وہ ذو لقب کہے ملقب ہوا تھا ایک تو وحید اسواسطے کہ اپنے اوصاف کمال مین یکتا تھا اور قابلیت کے فنون مین جیسے شعر وغیرہ پورا کمال رکھتا اور اسکو ریحانۂ قریش بھی کہا کرتے تھے یعنی قریش کا گل اسکی خوش اخلاقی اور خوبصورتی کے سبب سے لیکن باوجود اسقدر کثرت نعمت

سلے مین و دیعت نظر من مذکورہ کو دونی ہوا اور اسکی جائداد مین سہایت ہوا مرد وجون ہوا سے قبل

ورثروت کے اپنے پروردگار کا بڑا ناشکر تھا کہ کبھی شکر کا کلمہ اسکی زبان سے نہ نکلا اور سوائے
بت پرستی اور لات اور عزیٰ کی پرستش کے دوسری چیز کچھ بھی نہیں جانتا تھا اور ہمیشہ مال
کی زیادتی کی فکر مین مصروف رہتا تھا اور اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اسکے سامنے
بہشت اور اسکی نعمتون کا ذکر فرماتے تو مسخرے کہتا تھا کہ یہ شخص اگر بہشت کی تعریف مین سچا ہی
تو یقین کامل ہو کہ حق تعالیٰ نے اس گھر کو میرے واسطے پیدا کیا ہو اسواسطے کہ میرے سوائے
اور کونسا شخص اس نعمت کا مستحق نہین ہو اس سے اسکی ناشکری اور حرص کی طرف اشارہ ہوتا
ہو کہ ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ ۝ پھر وہ جو ان نعمتون کے زیادہ رکھتا ہو اور اسکا شکر بھی
ادا نہین کرتا ہو پھر بھی امید اور طمع رکھتا ہو کہ اسکو دنیا اور آخرت کی نعمتین زیادہ کرینگے
كَلَّا ۖ ہرگز یہ طمع اسکو نہ رکھنا چاہیے اسواسطے کہ إِنَّهُ كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيدًا ۝ بیشک
وہ ہے ہمارے قرآن کی آیتون سے عناد کرنیوالا اور ہمارے کام سے دشمنی رکھنے والا
اور ہمارے کلام سے دشمنی گویا ہم ہی سے دشمنی ہے اور اپنے منعم اور محسن سے دشمنی رکھنا پہلی
نعمتون کے زوال کا موجب ہے پھر زیادتی نعمتون کی امید رکھنے کا کیا ذکر ہو تاریخ اور سیر
والون نے لکھا ہو کہ ان آیتون کے نازل ہونے کے بعد پے در پے اسکے مال اور اسباب
مین نقصان ہونا شروع ہوا یہانتک کہ فقیر ہو کے مرگیا اور عناد کے معنی کفر مین یہ ہین کہ
جان بوجھ کے حق کو باطل کرے اور حق بات کی مخالفت کے پیچھے پڑے اور کفر کی قسمون مین
سخت تر قسم یہ ہو اسواسطے کہ کفر کی تین قسمین ہین ان مین ایک تو کفر شک کا ہو چنانچہ اکثر آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے کافر اسی قسم کے تھے اور ان ہی کے حق مین یہ آیت قرآن
شریف کی نازل ہوئی ہو کہ بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِّن ذِكْرِي یعنی بلکہ وہ لوگ شک مین
ہین میرے ذکر سے اور دوسرا کفر جہل اور نادانی کا جو حق کو حق نہ جانے چنانچہ اکثر مکہ کے
مشرک اسی قسم کے تھے اور ان ہی کے حق مین قرآن شریف مین آیا ہو وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ
لَا يَعْقِلُونَ وَأَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَجْهَلُونَ یعنے حقتعالیٰ فرماتا ہو کہ اکثر انکے

بوجھتے نہیں ہین اور اکثر لوگ نہین جانتے ہین اور بلکہ وہ قوم نادان ہین اور تیسرا کفر جحود اور انکار کا کہ جان بوجھ کے اقرار نہ کرے اور اسکو نہ مانے چنانچہ اہل کتاب کے حق مین ارشاد ہوتا ہی کہ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنْهُمْ لَیَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ یعنے حق تعالیٰ فرماتا ہی کہ جن لوگونکو ہی ہمنے کتاب وہ پہچانتے ہین اس رسول کو جیسا کہ پہچانتے ہین اپنے بیٹون کو اور بیشک ایک فرقہ ان مین سے ہر آئینہ چھپاتا ہی حق کو اور حال یہ ہی کہ وہ جانتے ہین اور فرعون اور اسکی قوم کے حق مین بھی یہی مضمون ارشاد ہوا ہی کہ جَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَیْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا یعنے انکار کیا اُس معجزے سے اور یقین جانا اُسکو جانون اُنکی نے ظلم اور تکبر کے سبب سے اور جو تھا کفر عناد ہی جو باوجود پہچاننے حق کے اسکے انکار پر اڑ جاوے اسکے باطل کرنے کے پیچھے پڑے اور واہی تباہی شبہے نکال کے حق دلیلون کو اُڑا دیوے اور بالکل حق کے مقابلے مین آ جاوے اور ولید پلید کا بیان یہ ہی کہ ایک روز مکہ معظمہ کی مسجد مین یہ بھی بیٹھا تھا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی تشریف رکھتے تھے اسوقت سورہ حٰمٓ السجدہ آپ پر نازل ہوئی اور آپ کی عادت شریف ایسی تھی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے قرآن شریف سُننے کے بعد آپ اُسے دوہراتے تھے اسی عادت کے بموجب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورۃ کو پڑھنا شروع کیا اور جب آپ نے دیکھا کہ ولید بھی سُنتا ہی تو آپ نے پھر اس سورۃ کو اُسے سُنایا اور بعضی روایتون مین ایسا آیا ہی کہ سورہ حٰمٓ المؤمن کو ابتدا سے الیہ المصیر تک آپنے اسکو سُنایا اور اسنے بھی خوب تامل اور غور کرکے سُنا اور اپنی قوم یعنی بنی مخزوم کے لوگون سے کہا کہ مین نے آج جو کلام محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سُنا ہی انصاف تو یہ ہی کہ یہ کلام نہ آدمی کا ہی نہ جن کا اسواسطے کہ اس کلام مین ایسا لطف اور مزہ ہی کہ کسی کلام مین یہ بات پائی نہین جاتی اور اس کلام پر تو اور چمک رہے ہین اور اس کلام کی شاخین میوے سے پُر ہین

اور اس کلام کی جڑ بڑی موٹی اور مضبوط ہی اور یہ کلام سب کلامونپر غالب ہی اور یہ کلام
ہرگز مغلوب ہونیوالا نہین ہے پھر جب وہ اُس مجلس سے اُٹھکے چلا گیا تو یہ خبر لوگون نے
ابوجہل کو پہونچائی اور کہا کہ آج تو ولید کو بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی باتون کا فریفتہ کرلیا اور ولید
نے بھی محمدؐ کے دین کی طرف میلان کیا اِس بات کے سُنتے ہی ابوجہل دوسرے قریش کے کئی
رئیسون کو اپنے ساتھ لیکر ولید کے گھر مین گیا اور کہا کہ مین نے ایک عجیب بات سُنی ہی کہ تم بھی
محمدؐ کے دین کی طرف جُھکے اور روٹی اور شوربا جو ابوقحافہ کا بیٹا یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ محمد
صلے اللہ علیہ وسلم اور اُنکے ساتھیون کے واسطے پکا کر لاتا ہی اور وہ سب ساتھ مِل کے کھاتے
ہین اُسکے کھانے کی رغبت تمھارے بھی دل مین پیدا ہوئی یہ بات سُنتے ہی ولید غصّے مین آیا اور
کہنے لگا کہ میری ثروت اور مالداری کا حال تجکو خوب معلوم ہی کہ محمدؐ اور اُسکا یار ابوقحافہ کا بیٹا
میرے دروازے کے فقیر کی بھی برابری نہین کرسکتے ہین مجکو اُنکے کھانے کی کیا پروا ہی ابوجہل
نے کہا اگر حقیقت مین یہی بات ہی اور اپنی بات مین سچے ہو تو تم اسیوقت مسجد مین چلو اور مین
سب قریش کے قبیلے کے سردارونکو جمع کرتا ہون تاکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدمہ مین
مشورہ کرین پھر اسیوقت ولید اُٹھکر کھڑا ہوا اور ابوجہل کے ساتھ مسجد مبارک مین آیا اور جتنے
قریش کے قبیلے اور اسکے سردار تھے سب جمع ہوئے جیسے ابوجہل اور ابولہب اور ابوسفیان اور
نضر بن الحارث اور امیہ ابن خلف اور عاص بن وائل اور یہ سب سردار ولید کیطرف متوجہ
ہوئے اور کہا کہ ہمکو ایک سخت مشکل درپیش ہوئی ہی اور وہ یہ ہی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبوّت کا دعوے
کرتے ہین اور ایک کلام پڑھتے ہین اور کہتے ہین کہ یہ کلام خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھپر نازل
ہوتا ہی اور اب حج کا موسم آپہونچا ہی ہزارون لوگ ہر طرف کے اِس شہر مین آوینگے اور
اُنکے احوال اور اُنکے دعوے اور اس کلام کے حال سے ہم سے پُوچھینگے سو ہم مین سے
بعضے تو اس شخص کو شاعر کہتے ہین اور اِس کے کلام کو شعر کہتے ہین اور بعضے اِس شخص کو مجنون
اور دیوانہ کہتے ہین اور اِس کلام کو ہذیان اور بیہودہ گوئی کہتے ہین اور ان دونون باتون

مین آسمان زمین کا تفاوت ہے اور اگر اسی طرح کا اختلاف لوگ ہم سے سُنین گے تو ہم کو نافہم اور
ناداں کہینگے ایک بات کو مقرر کیا چاہیئے تاکہ جو شخص باہر سے آوے اور ہم سے پوچھے تو ہر
شخص ہم مین سے وہی ایک بات کہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سنکے لوگ فریفتہ ہو جاوین
اور اسی کی طرف میلان کرین اور تمکو حق تعالی نے ہم سب مین بڑا کیا ہے اور عقل اور دانائی
اور تجربہ اور منگون مین پھرنا اور بستیون کی سیر کرنا ان سب چیزون مین تمکو ہمپر امتیاز دیا ہے
اسواسطے ہم سب نے تمھاری طرف رجوع کی ہے سو اس امر مین جو ایک بات تم ٹھہراؤ اسیطرح ہم اس
شہر مکہ مین منادی کر دین کہ سوائے اس بات کے کوئی اپنی زبان پر دوسری بات نہ لاوے
سب وہی ایک بات کہین ولید یہ بات سُنکر سرنگون ہوا اور چُپ رہا پھر تامل کے بعد کہنے لگا
کہ اگر تم اس کلام کو شعر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر کہوگے تو اُسی وقت ملزم ہو جاؤگے
اسواسطے کہ مین نے عبید بن الابرص اور امیہ بن ابی الصلت اور دوسرے قدیم شاعرون کے
شعر سُنے ہین اور مین نے اُنمین خوب غور کیا سو یہ محمد کا کلام شعر ہرگز نہین ہے اور محمد کو شعر
کہنے کا سلیقہ بھی نہین ہے اور اگر اس کلام کو کہانت کہوگے اور محمد کو کاہن ٹھہراؤگے تو بھی
الزام کھاؤگے اسواسطے کہ کاہن کا کلام کبھی سچ ہوتا ہے اور کبھی جھوٹ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کے کلام مین کبھی ہم نے جھوٹ سُنا ہی نہین اور اگر اس کلام کو ہذیان اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو
مجنون کہوگے تو بھی خفیف اور ذلیل ہوگے اسواسطے کہ مجنون ہمیشہ بیہودہ بکا کرتا ہے اور
محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین کونسی علامت جنون کی تم نے پائی ہے جو اس کو مجنون کہوگے اور
اسکے کلام مین تو بالکل نصیحت اور حکمت بھری ہوئی ہے اور اگر اس کلام کو سحر کہوگے اور
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ساحر کہوگے تو یہ بھی تمھاری بات بن نہ پڑے گی اس واسطے کہ سحر مین
بعضے کلمے مہمل اور بیمعنی ہوتے ہین اور ساحر ہمیشہ اپنے سحر سے دُنیا کا نفع چاہتا ہے اور مال
کماتا ہے اور یہ کلام معنون سے پرے ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مال کی اور دُنیا کے نفع کی کچھ پروا
بھی نہین ہے پھر ان سب پہلوون کو بیان کرنے اور باطل کرنے کے بعد بہت غور اور تامل کیا

اور داہنے بائین اپنے دیکھا اور نہایت فکر اور رنج سے غصے مین آیا آخر کو چپ ہو کے بیٹھ رہا
قریش کے سردارون نے جب اسکا یہ کلام سُنا اور اسکا یہ حال دیکھا تو کہنے لگے کہ پھر اسنے بیر
اسکی کیا ہے ہم لوگون سے کیا کہین ولید پلید نہایت فخر اور تکبّر سے کہنے لگا کہ اصل
حقیقت یہ ہے کہ یہ بابل کا جادو ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی صحیح سے پہونچا ہے
اور یہ بابل کا جادو اور جادوون کے سوا ہے اور اسکے جادو ہونے پر بڑی قوی دلیل
یہ ہے کہ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے اور اُنکے کہنے کو سُنتا ہے وہ اپنے باپ ماں جورو
اولاد سے بیزار ہو جاتا اور سب کو چھوڑ دیتا ہے اور یہی سحر کی خاصیت ہے کہ جورو خاوند مین
اور باپ بیٹے اور ماں بیٹی مین جدائی اور تفرقہ ڈالدے جتنے قریش کے سردار تھے اس
بات کے سنتے ہی اس پلید سے بہت شادان اور فرحان ہوئے اور اس کی عقل اور
دانائی پر تحسین اور آفرین کی کہ خوب ہی بات سوچی تم نے پھر اسیوقت مکے کے شہر مین
منادی کر دی کہ آج سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ساحر کہا کرو شاعر اور کاہن اور دیوانہ کوئی
مت کہو سو اس قصے سے معلوم ہوا کہ اُسنے قرآن کی حقیقت اور اسکے نزول کی کیفیت کو
خوب دریافت کیا تھا لیکن باوجود اس دریافت کرنے کے اسکی حقیقت کے باطل کرنے مین
کوشش کرتا تھا اور جو لوگ اس سے اس کام کی تدبیر کو پوچھتے تھے اُنکو کفر کی تلقین کرتا تھا
سو باوجود اس عناد اور دشمنی کے اپنے منعم کے کلام سے اور اسکے رسول سے اسکی زیادتی
نعمت اور بخشش کی توقع کس طرح رکھتا ہے سو جسطرح وہ کفر مین ترقی کر کے اعلیٰ مرتبہ کفر کو
پونہچا ہے یعنے کفر و عناد کو جو ابلیس کا منصب ہے اسطرح سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا نزدیک ہے
کہ دوزخ مین اسکو تکلیف صعود کے اوپر چڑھنے کی دینگے ہم اور صعود نام ہے دوزخ کے پہاڑ کا
جو دہکتی آگ سے بنایا ہے اور حدیث شریف مین آیا ہے کہ چڑھائی اسکی پچاس برس کی راہ ہے
جو کافر معاند ہے اسکو دوزخ کے موکل فرشتے زبردستی اوپر اسکے چڑھاوینگے اور اس کی
سوزش کا یہ حال ہے کہ جون ہی کافر اسپر ہاتھ رکھیگا بس رکھتے ہی جلکے بھسم ہو جاویگا اور پھر اسیوقت

بنیانے گا اور پھر جلیگا اور اسیطرح انکے پانون کا حال ہوگا کہ اسپر رکھتے ہی جل جائینگے اور پھر
نئے بنینگے اسی تکلیف اور مشقت سے اسکو زنجیرون سے فرشتے کھینچینگے پھر جب اس پہاڑ
کی چوٹی پر پہونچیگا تو اسکو اوپر سے نیچے کو ڈھلکا دینگے کہ نیچے آگریگا پھر اسکو مار مار کے اوپر
چڑھاوینگے اور پھر گرادینگے اور اسی عذاب مین ابدالآباد تک رہیگا اور اس معاند
کافر کو خاص اس قسم کے عذاب مین مبتلا کرنا اس سبب سے ہوگا کہ وہ بھی اپنی فکر کی حرکت مین
درجہ بدرجہ مطالب سے مبادی کو صعود کرتا تھا اور پھر قرب حق سے اپنے تئین پائین مین گراتا تھا
اور اپنی قدیم کی جہل مرکب مین غوطے کھاتا تھا اور حق پر قائم نہ رہتا تھا سو اسطرح کا عذاب اسکے
افعالون کے موافق سزا ہے اور اس اجمال کی تفصیل یہ ہے اِنَّهٗ فَكَّرَ بیشک اسنے فکر کرنا
شروع کیا قرآن مجید کے حال مین کہ آیا یہ قرآن حق تعالے کا کلام ہے وَقَدَّرَ اور اپنے
ذہن مین جتنے احتمال اور شبہے ہین سب کو جمع کیا اور اندازہ کیا یعنی کہنے لگا کہ قرآن شریف
ان احتمالون سے خالی نہین ہے یا تو شاعر کا کلام ہے یا ساحر کا کلام ہے یا کاہن کا کلام ہے
یا مجنون کا اور ان احتمالون مین حصر کی وجہ یہ ہے کہ یہ کلام یا کسی بڑے فکر اور خیال والے آدمی
کا ہے تو احتمال پہلا ہے یا کسی نادان فاسد خیال والے آدمی کا ہے تو احتمال چوتھا ہے اور یا یہ کلام
جن کا ہے آدمی کا نہین ہے پھر آیندہ کے حادثون کا علم اگر آدمی پر القا کرنا منظور ہے تو تیسرا احتمال
ہے جسکو کہانت کہتے ہین اور اگر کسی تاثیر کو عالم مین حادث کرنا منظور ہے تو احتمال دوسرا ہے یعنی
سحر ہے فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ پھر مارا جائیو اور لعنت ہو جیسا اسپر کیا بے ربط اندازہ کیا کہ واقعی
چیز کو احتمال کے طور پر بھی خاطر مین نہ لایا یعنے یہ شبہے اور احتمال سے بھی نہ کہا کہ یہ کلام کلام
الٰہی ہے آدمی اور جن کا کلام نہین ہے سو اس احتمال کو چھوڑنا انتہا درجے کی عناد پر دلالت کرتا ہے
اور اسمین احتمال کے چھوڑنے کے سبب سے لعنت اور پھٹکار کا مستحق ہوا ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ
قَدَّرَ پھر لعنت کیجاوے اُسپر کیا بُرا اندازہ کیا اسواسطے کہ شقون کے بیان کرنے کے
مقام مین اور احتمالات کے بیان شروع کرنے مین جو احتمالات ظاہر الفساد ہین انکو ذکر کرنا فکر

اور نظر سے صراحۃً خارج ہی اور یہ جتنے احتمال بیان کیے ہین ان سب کا فساد ظاہر ہی اسواسطے
کہ قرآن شریف مین شعر اور روی کی علامتون سے قافیہ کا التزام تو البتہ پایا جاتا ہے اور
سواے اسکے کوئی علامت شعر کی اسمین نہین ہی اور متخیلہ مقدمات سے مرکب بھی نہین ہے
بلکہ قافیہ کا التزام بھی جو اسمین پایا جاتا ہی سو شعر کے قافیہ کے دستور کے خلاف ہی چنانچہ
یہ بات تامل اور غور کرنے سے معلوم ہوتی ہی پھر جو علامتین نہین ہین انکی طرف خیال
نہ کرنا اور ایک علامت جو فی الجملہ پائی جاتی ہی اسی کو پکڑ لینا اور اسی احتمال کو ترجیح دینا
یا کمال غفلت سے ہی یا کمال عناد سے اور سحر کی علامتون سے اس کلام الٰہی مین ایک
تاثیر تو انتہا درجے کی پائی جاتی ہی اور سواے اسکے جتنی علامتین سحر کی ہین انکا لگاؤ بھی اسمین
نہین پایا جاتا ہی چنانچہ شیطانونکے نام لینا اور انسے مدد چاہنا اور انکی التجا کرنا جو سحر کے لوازمات
سے ہی اسکی بُو بھی اس کلام مین نہین ہی اور مہمل اور بے ربط لفظون سے یہ کلام پاک
بالکل بری ہے سو فقط تاثیر کے لحاظ سے اس کام اعجاز نظام کو سحر کہنا وہی مثل ہوئی
کہ جو سیف ہے سو کپڑا ہی اور جو گوکل ہی سو طشت ہی بلکہ یہ کلام پاک تو شیطانون کی
بُرائی اور سحر کی مذمت اور شیطانون سے استعانت کی ممانعت اور انکی اتباع اور
پیروی سے اپنے تئین بچائے رکھنے مین پُر ہے اسکو سحر نہ کہیگا مگر معاند اور کہانت
کی علامتون سے اس کلام پاک مین غیب سے خبر دینا تو البتہ پایا جاتا ہی لیکن کاہن
جز ئیہ کونیہ سفلیہ معارف سے خبر دیتا ہی اور یہ کلام اعجاز نظام کلیہ الٰہیہ علویہ معارف کا نشان
بتلاتا ہی اور گذری اُمتون کے قصے اور حشر اور نشر اور معاد کے واقعون اور احوالون
کو بیان کرتا ہی اس کلام کو کہانت کی تہمت لگانا وہی زرباف اور بُوریا باف کی
حکایت ہی اور مجنونون کے ہذیان کی علامتون سے اس کلام پاک مین وہ اُمورات
جو عقل سے دُور ہین البتہ پائے جاتے ہین لیکن اس کلام مین ان امرون کو جو عقل مین
نہین آتے ہین واضح دلیلون اور قوی بُرہانون سے ثابت بھی کیا ہی اور اسطرح توضیح

کی ہے اور ایسی ایسی تمثیلین اسکی بیان کی ہین کہ وہ استبعاد اور عقل مین نہ آنا بیخ اور بنیاد سے اُکھڑ گیا پھر بھی اس کلام پاک کو مجنون کا کلام کہنا گل کو خار اور یار کو اغیار جاننا ہے سوا ایسے احتمالون کے ذکر کرنے سے جنکا بطلان صراحۃً ظاہر ہے پھر دوسری مرتبہ بعنت کا مستحق ہوا اور سوائے اِسکے اِسنے اسقدر پر بھی اکتفا نہ کیا بلکہ ثُمَّ نَظَرَ لا پھر دیکھا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حال مین کہ ان احتمالون کے لوازمات ان مین پائے جاتے ہین جیسے یہ کلام شعر ہے تو چاہیئے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم عروض اور قافیہ اور شعر کی موزونی کو سیکھے ہوویں اور شعر کہنے کی مشق کی ہو اور اس فن کے ماہرون کے پاس برسون آمد و رفت رکھی ہو اور انکی شاگردی کی ہو اور اگر سحر ہے تو چاہیئے کہ ساحرون کی صحبت مین رہے ہون اور جن اور شیطانونکی تسخیر کے علمون کو انسے سیکھا ہو اور اگر کہانت ہے تو چاہیئے کہ بت خانون مین اور دوسری شیطانی مجلسون مین آپ نے برسون آمد و رفت کی ہو اور عام اور خاص کے سوالونکے جواب دیتے رہے ہون اور آپکی خبرین کبھی جھوٹی کبھی سچی ہوتی رہی ہون جسطرح کاہنون کی عادت ہے اور اگر ہذیان جنون کا ہے تو چاہیئے کہ سوداوی خلط کا غلبہ اور نادانی اور بے تمیزی اور خبط اور مختلط کلام آپ مین پائے جاتے ہون ثُمَّ عَبَسَ پھر منہ کو بگاڑا اپنے اور تیور چڑھائے اِس سبب سے کہ ان لوازمات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک مین کوئی بات نہ پائی گئی تاکہ اس احتمال کو مقرر کرکے ترجیح دیوے وَبَسَرَ لا اور چین برجبین ہوا کہ مجکو احتمال متروک اختیار کرنا پڑا یعنی اب یہ کہنا پڑا کہ یہ کلام حق تعالیٰ کا کلام ہے اور فرشتے کیواسطے سے پونہچا ہے اور یہ بات اپنے اور اپنی قوم کے مذہب کے خلاف ہے اور جو احتمال والی شقون کے لوازمات کے اثبات سے ناامیدی اور شق متروک کے اختیار کرنے کا رنج ایک ہی زمانہ مین تھا اسواسطے ثُمَّ کے کلمے کو عبس اور بسر کے درمیان مین نہ لائے بلکہ واو کو لائے تاکہ اجتماع پر دلالت کرے ثُمَّ اَدْبَرَ پھر پیٹھ دی اور پھرا اس شق سے جو واقعی اور حق تھی اور اپنی عروجی کی حرکت سے نزول کیا اور اُن ہی احتمالون سے جو اسکے ذہن مین جمے ہوئے تھے اور پہلے انکو باطل کر چکا تھا

ایک کو اُن مین سے عناد اور تعنت کی راہ سے اختیار کر لیا اور رجعت قہقری کی یعنی اُلٹا پھرا
وَاسْتَكْبَرَ اور تکبر کیا اِس سے کہ کوئی مجکو اس شق کی طرف رجوع کرنے سے طعن اور
تشنیع کریگا اور یہ کہیگا کہ اپنی باطل کی ہوئی شق کی طرف پھرنا مناظرے والون کے نزدیک بہت
معیوب بات ہے سو تم کیون اِسکی طرف پھرے اسواسطے کہ مین کسی کی پروا نہین رکھتا ہون یا اس
سے مراد یہ ہے کہ تکبر کیا شق حق کے اختیار کرنے سے باوجود اسکے متعین ہونے کے گویا کہ اُسکے
نفس نے تکبر کے سبب سے اس بات کو گوارا نہ کیا کہ اس شق کو اختیار کرے اور اقرار کرے اس
بات کا کہ مین اتنی مدت دراز خطا پر تھا بلکہ یہ بھی نہ کیا کہ اس باطل احتمال کو تردد کے مقام مین
ذکر کرے اور یہ کہے کہ ابتک یہ احتمال اور یہ شق بالکل میرے دل سے زائل نہین ہوا ہے اسکے
ابطال مین مجکو دغدغہ ہے بلکہ اس باطل احتمال مین حصر کا دعوی کر بیٹھنا اور حق کے احتمال کو اسطے
تصور کی بھی گنجائش نہ چھوڑی فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ پھر بولا نہین
ہے یہ کلام مگر جادو نقل کیا گیا ہابل سے یا عجم سے یا دوسرے پہلے ساحرون سے اور یہ قید
اس واسطے بڑھائی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حال دیکھکے اس کی بات کو کوئی جھٹلا
نہ ڈالے اسواسطے کہ آپ کا حال ساحرون کے مخالف تھا پھر نتیجہ کاٹنے کے وقت بھی حق احتمال کی
مطلق نفی کر دی اور کہا کہ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۝ نہین ہے یہ کلام مگر کہا ہوا
آدمی کا کاٹکے یون کہتا کہ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ اَوْ كَلَامُ الْبَشَرِ ۝ یعنے نہین ہے یہ کلام مگر جادو
یا اللہ تعالی کا کلام ہے تو کچھ بھی بوجھنے بوجھانے کی راہ کھلی رہتی اور اسکو بھی دوسری مرتبہ
غور اور تامل کرنے مین جو شق کہ حق ہے اسکی ترجیح ممکن ہوتی اور اسنے اس پانچون شق سے
جو حق اور واقع ہے اسطرح کا انکار اور تکبر کیا تو اعراض اور استکبار کی جزا مین بالضرور سَاُصْلِيْهِ
سَقَرَ ۝ قریب ہے کہ داخل کرینگے ہم اُسکو دوزخ مین جسکا نام سقر ہے اور یہ دوزخ کا پانچوان طبقہ ہے
اور حق تعالی کے غضب اور قہر کا مظہر اتم ہے اور غضب الہی کے عظمت کے آثار جو اس طبقے
مین ظہور کئے ہین کسی بشر کو اسکا حال معلوم نہین ہے وَمَآ اَدْرٰىكَ اور کیا جانا تم نے

اگرچہ تمام مخلوقات مظاہر آلہیہ کے جمالیہ ہون یا جلالیہ تم اعلم ہو کہ مَا سَقَرُ ۃ کیا ہی سقر انتہا
اِسکی تعریف اور توصیف مین جوکہہ سکتے ہین وہ اِسقدر ہی کہ لَا تُبْقِیْ ہرگز باقی نہین
رکھتی کسی کو جو اسمین ڈالا جاتا ہی یہانتک کہ اُسکو بالکل نیست اور نابود کردیتی ہی وَلَا تَذَرُ ۃ ج
اور نہین چھوڑتی اِسکو جلانے کے بعد بھی بلکہ پھر اسکو درست کرتی ہی اور پھر جلاتی ہے ابدالآباد
تک یعنی ہمیشہ یہی کام اسکا ہی جسطرح یہ معاند یعنی ولید ملید شق باطل کو نہ ثابت کرسکتا تھا
اور نہ اسکو چھوڑتا تھا اور اِس سقر مین ایک صفت دوسری بھی ہی کہ لَوَّاحَۃٌ لِّلْبَشَرِ ۃ
جلانیوالی اور تعرض کرنیوالی ہی فقط آدمیون کو نہ موکل فرشتونکو اور نہ وہان کے سانپ بچھونکو
اور نہ مکھی اور کلنی کو اور نہ سینڈھ کے درخت کو بلکہ اِنسے کچھ بھی تعرض نکریگی اگر ان چیزونکو
بھی جلادیتی تو ان چیزون کے عذاب سے آدمیونکو نجات ہوتی اور تھوڑی تخفیف عذاب
مین ہو جاتی اور لواحۃ کا لفظ ماخوذ ہی عرب کے قول سے یعنی لَاحَتِ الْعَطَشُ سے یہ اسوقت
بولتے ہین جب اندر جل جاوے اور مُنھ سیاہ ہو جاوے اور بعضے مفسرون نے اِس جگہ پر بشر
کو جمع بشرہ کی کہا ہی جو ظاہر بدن کے پوست کے معنون مین ہی لیکن لاتبقی ولاتذر کے بعد
جلانے اور جلاکے سیاہ کردینے کا ذکر مناسب نہین ہی اسواسطے کہ قوی تاثیر کے بعد ضعیف
تاثیر کو ذکر کرنا بلاغت کے آئین سے دُور ہی اور قرآن شریف مین بشر کی لفظ بشرہ کی جمع ہی کہین
مستعمل بھی نہین ہوئی ہی نہ یہان نہ دوسری سورتون مین پھر اس لفظ کو غریب معنون مین
مستعمل کرنا بہتر نہین ہی اور اِن عذابون کے سوائے ایک عذاب مستقر دوزخ مین
دوسرا ہی سب سے زیادہ یعنی دوزخ کے موکلون کی تعدی اور زبردستی کہ آگ کے گرزون سے ماریگے اور
آگ کی زنجیرون اور طوقون سے اِنکو جکڑینگے اور کبھی گھسیٹینگے اور کبھی ڈھکیلینگے اور اپنی دہشت ناک
شکلین دکھلاکے اِنکا دم ناک مین کرینگے اور ہر وقت اور ہر لمحہ موت کا مزہ چکھا دینگے
اِسواسطے کہ عَلَیْہَا اِس دوزخ پر داروغہ مقرر ہین تِسْعَۃَ عَشَرَ ہ اُنیس ۱۹ شخص
فرشتون سے اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ ان فرشتون کی آنکھین برق کی طرح چمکتی ہونگی

اور اُنکی آواز تُندر رعد کی سی ہوگی اور اُنکے دانت بارہ سینگے کے سینگ کی طرح اور اُنکے بال اسقدر دراز ہونگے کہ دامن کی طرح زمین پر گھسیٹتے ہونگے آگ کے شعلے فوارے کی طرح اُنکے مُنھ سے نکلتے ہونگے ایک کاندھے سے اُنکے دوسرے کاندھے تک ایک سال کی مسافت ہوگی ہتھیلی اُنکی اسقدر دراز ہوگی کہ سترہزار آدمیون کو ایک مرتبہ مُٹھی مین لیکر جہان چاہین وہان پھینکدیوین مہربانی اور نرمی اُنکے دل سے نکال لیڈالی گئی ہے اور ان فرشتون کے اُنیس ۱۹ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ دوزخ غضب الٰہی کے ظہور کا محل ہے سو جسطرح رحمت الٰہی کسی امر کے سرانجام پر جسوقت کہ متوجہ ہوتی ہے تو تمام مخلوقات کی روحانیات اِس رحمت الٰہی کے کارخانے کو سرانجام دینے کے واسطے خادم ہوجاتے ہین تاکہ مشیت اور خواہش الٰہی خلعت ظہور کا پہن کے جلوہ گر ہووے چنانچہ اِسی مضمون کو اِس قطعہ مین بیان کیا ہے **نظم** ابر و باد و فلک و شمس و قمر کام مین ہین ؎ کہ تو روٹی کو جو پیدا کرے غفلت سے نہ کھائے ؎ ہینگے سرگشتہ و محکوم یہ سب تیرے لیے ؎ منصفی یہ نہین ہے حکم سے تو یون پھر جائے ؎ اِسیطرح جب غضب اور قہر الٰہی کسی کام کے جاری کرنے مین متوجہ ہوتا ہے تو بھی تمام مخلوقات کی روحانیات کو اس خدمت کے سرانجام سے چارہ نہین سو غضب الٰہی کے کارخانے کو جو دوزخ ہے کئی فرشتون کا ہونا اسکے سرانجام کیواسطے ضروری ہوا سو پہلا فرشتہ وہ ہے جو عرش مجید کی روحانیات سے علاقہ رکھتا ہے اور اسکا نام مالک ہے کہ تمام عمر اسکو ہنسی نہین آئی بلکہ اسکے چہرے پر خوشی کے آثار ہرگز کبھی معلوم نہین ہوے اور یہ فرشتہ دوزخ مین بادشاہون کے قائم مقام ہے اور دوسرے سب فرشتے اِسکے محکوم اور تابعدار ہین حکم کرنے کی خدمت اِسکو سپرد ہے اور دوسرا فرشتہ وہ ہے جو کرسی کی روحانیات سے علاقہ رکھتا ہے اور دوزخ کے طبقون پر لوگونکو تقسیم کرنا اور عذاب کا اندازہ ہر ایک کے واسطے مقرر کرنا اسکا منصب ہے اور یہ مالک کے دیوان اور دفتردار کے قائم مقام ہے اور تیسرا فرشتہ وہ ہے کہ ساتوین آسمان کی روحانیات سے علاقہ رکھتا ہے جو زحل کا مکان ہے اور

دوزخیون کے بدنون کو محفوظ رکھنا تاکہ دوزخ کے عذاب کے صدمے سے بالکل نیست نہو جاوین اور ان بدنون کو ہمیشگی کے وجود کا مستعد کرنا اور ہر ساعت اور ہر لمحہ نیا چمڑا درست کر دینا اور انکے جلے ہوے بدنون کو ہر وقت نیا کر دینا اسکا کام ہے اور وہ مالک کے میر عمارت کے قائم مقام ہے اور چوتھا فرشتہ وہ ہے کہ چھٹے آسمان کی روحانیات سے علاقہ رکھتا ہے جو مشتری کا مقام ہے اور دوزخیون کے آپسمین جھگڑا ڈال دینا اور تابع اور متبوعون کو آپس مین لڑا دینا اور ایک کا دوسرے پر لعنت کرانا یہ اسکا کام ہے چنانچہ قرآن شریف مین کئی جگہ یہ مضمون مذکور ہے اور وہ مالک کے قاضی کے قائم مقام ہے اور پانچوان فرشتہ وہ ہے کہ پانچوین آسمان کی روحانیات سے علاقہ رکھتا ہے جو مریخ کا مکان ہے اور دوزخیون کو پکڑنا اور باندھنا اور کھینچنا اور مارنا اور زخمی کرنا اسکے ذمہ ہے اور وہ مالک کے کوتوال اور جلاد اور میر عذاب کے قائم مقام ہے اور چھٹا فرشتہ وہ ہے کہ چوتھے آسمان کی روحانیات سے علاقہ رکھتا ہے جو آفتاب کا مکان ہے اور دوزخیون کے باطل اعتقاد اور برے کام کو ظاہر کرنا اور ندامت اور شرمندگی ان پر ڈالنا تاکہ عذاب روحانی مین گرفتار ہو دین یہ سب اسکا کام ہے اور وہ اس عالم کے میر تعلیم اور اتالیق کے قائم مقام ہے اور ساتوان فرشتہ وہ ہے کہ تیسرے آسمان کی روحانیات سے علاقہ رکھتا ہے جو زہرہ کا مکان ہے اور دوزخیون کو رونا اور پیٹنا اور چلانا اور واویلا کرانا اور نہیب اور شہیق یاد دلانا اسکا کام ہے اور وہ اس عالم کے رقاصون کے قائم مقام ہے اور آٹھوان فرشتہ وہ ہے کہ دوسرے آسمان کی روحانیات سے علاقہ رکھتا ہے جو عطارد کا مکان ہے اور دوزخ والونکے احوال ایک فرقہ کے دوسرے فرقہ کو پہونچانا اور عذاب کی کیفیت ایک دوسرے کو سنانا تاکہ خویش اور اقربا اور دوستون کے دل اس احوال کے سننے سے رنج اور الم اور حسرت مین گرفتار ہو دین یہ سب اسکا کام ہے اور وہ اس عالم کے جاسوس اور ہرکارے اور قاصدون کے قائم مقام ہے اور نوان فرشتہ وہ ہے کہ پہلے آسمان کی روحانیات سے علاقہ رکھتا ہے جو ماہتاب کا سیر گاہ ہے اور دوزخیون کے زخمونکو پکانا اور پیپ اور خون اور بدبو اسمین پیدا کرنا

اور انکو پھوڑ کے بہانا اسکا کام ہے اور وہ اس عالم کے جراحون کے قائم مقام ہے اور دسوان[۱۰] فرشتہ وہ ہے جو آگ کے کرہ کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہے اور دوزخ مین آگ دہکانا اور پگھلیان اس سے اُڑانا اور دوزخیون کے بدنون کو پکانا اس سے متعلق ہے اور وہ اس عالم کے پاوچی کے قائم مقام ہے اور گیارھوان[۱۱] فرشتہ وہ ہے جو ہوا کے کرہ کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہے اور دوزخیون کا اُٹھانا اور دوزخیون کے مساموں مین پہونچانا اور گرم ہوا زہریلا کو بہانا اسکا کام ہے اور وہ اس عالم کے فراش کے قائم مقام ہے اور بارھوان[۱۲] فرشتہ جو پانی کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہے اور زہریلے طبقے کو آراستہ اور دُرست کرنا اور ٹھنڈک اور کپکپی دوزخیون کے بدنون مین پیدا کرنا اسکا کام ہے اور وہ اس عالم کی سیر سقائی کے قائم مقام ہے اور تیرھوان[۱۳] فرشتہ وہ ہے جو خاک کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہے اور دوزخیون کے بدنون اور ہر ہر عضو کو بڑا اور بھاری کرنا چنانچہ کافرون کے ہر ہر دانت پہاڑ کے برابر اور اسیطرح سے ہر ران اِنکی بڑے پہاڑ کے برابر ہوجائیگی تاکہ چلنا پھرنا اُنپر دُشوار ہوجاوے اور اپنے عضوون کو ملامتہ سکین اور جو گالی اور بُرائی مُنھ سے نکالتے ہین اُنکو گرم راکھ کا سفوف کرکے پھنکانا یہ سب اِسکے ذمہ پر ہے اور وہ اس عالم کے پہلوانون کے قائم مقام ہے اور چودھوان[۱۴] فرشتہ جو معدنون کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہے اور طوق اور زنجیرون کا دُرست کرنا اور دوسرے لوہے کے اسباب تیار کرنا اور اِن سب کو آگ مین ڈال کے تاؤ دینا اور سونے چاندی کی تختی بنانا اور انکو بھی تاؤ دیکر پیشانی اور پیٹھ اور پہلو دوزخیون کو داغ دینا یہ سب اِسکا کام ہے اور وہ اس عالم کے لوہارون کے قائم مقام ہے اور پندرھوان[۱۵] فرشتہ جو جھاڑ اور درختون کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہے اور سینڈھ اور دوسرے خاردار اور کڑوے زہر آلودہ درختون کا اُگانا اور اُنکو پرورش کرنا تاکہ دوزخیون کے کھانے مین صرف ہووین یہ سب اِسکا ذمہ ہے اور وہ اِس عالم کے کسانون اور کھیتی والون کے قائم مقام ہے اور سولھوان[۱۶] فرشتہ جو حیوانون کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہے اور سانپ اور بچھو اور کلنی اور کھی اور مچھر وغیرہ دوزخیون پر مسلط کرنا اسکا کام ہے اور وہ اس عالم کے سیر شکار کے قائم مقام ہے اور سترھوان[۱۷] فرشتہ کہ لطیف طبع

کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہی اور اسکا مقام جگر ہی اور بھوک اور پیاس کی دوزخیون پر شدت
کرنا تاکہ اس بلا مین گرفتار ہوکے الجوع الجوع اور العطش العطش پکارین اوسینڈھ کھلانا
اور گرم کھولتا پانی پلانا اسکا کام ہی اور وہ اس عالم کے طبیب کے قائم مقام ہی اور اٹھارھوان
فرشتہ دل کے لطیفہ کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہی اور اسکا محل مضغہ صنوبری ہی اور دل کو
رنج دینے والی کیفیتین جیسے خوف کی زیادتی اور بہت گھبراہٹ اور شرمندگی دوزخیون پر ڈالنا
اسکا کام ہی وہ اس عالم کے مرشد اور مشائخ کے قائم مقام ہی اور اُنیسوان فرشتہ عقل کے لطیفہ کی
روحانیت سے علاقہ رکھتا ہی اور اسکا محل دماغ ہی اور اپنی اپنی خطاؤن اور چوکون پر حکم اور
عمل مین کی تھین مطلع اور خبردار رہونا اور امورات حقیقیہ واقعیہ کو دریافت کرنا اور ان دلیلون
کی قوت کو بوجھنا اور اپنے شبھون کے فساد کو دریافت کرنا اور بزرگی اُس چیز کی جسکو حقیر
جانتا ہی اور حقارت اُس چیز کی جسکو بزرگ جانتا تھا بوجھنا یہ سب چیزین اسی کی تعلیم سے
دوزخیونکو حاصل ہونگی اور وہ اس عالم کے حکیم اور فلسفی کے قائم مقام ہی اور جو ظاہری اور
باطنی عذاب اور قہر الٰہی کا کارخانہ بدون جمع ہونے ان روحانیات کے سرانجام نہین پاسکتا
ہی اس سبب سے ان سب کا جمع ہونا ضرور ہوا لیکن یہ اُنیسون شخص اس عالم کے رئیسون کے
قائم مقام ہین چنانچہ دُنیا مین بھی یہی اُنیسون شخص رحمت الٰہی کے کارخانے کو سرانجام دیتے ہین
سو دوزخ مین انکے خادم اور فرمانروا اسقدر ہین کہ کوئی اُنکی گنتی اور شمار کرنہین سکتا جسطرح دُنیا
مین ان اُنیسون روحانیات کے لشکر کا شمار محال ہی چنانچہ حقتعالیٰ فرماتا ہی وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ
رَبِّكَ اِلَّا هُوَ یعنے اللہ تعالیٰ کے لشکر کی کوئی گنتی نہین جانتا ہی سوائے اُسی ذات پاک کے
اور بعضے محققین نے یون بیان کیا ہی کہ دوزخ تو مجمع ہی نحوستون اور برائیون کا سو اسی مین ہر چیز
کی نحوست کا ظہور چاہیے اور عالم مین نحوست کے اسباب اُنیس چیزون مین منحصر ہین سات
ستارے اور بارہ برج سو ان اُنیسون چیزونکی نحوست پہونچانے کے واسطے اُنیسون فرشتے مقرر ہونگے
جسطرح بہشت کے مؤکل فرشتے نکوئیان اور برتین ان اُنیسون چیزونکی بہشتیون کے واسطے

بہشت مین پہونچائینگے لیکن جو بہشتیون کی سعادت کے اسباب ان ہی اُنیس چیزون مین منحصر نہونگے بلکہ اِنکے واسطے اِن نکو ئیون اور سعادت کے سوائے حقتعالیٰ کی رحمت مخفیہ کے خزانون سے بہت سی سعادتین ظہور کرینگی اِس سبب سے بہشت کے محافظون کی تعداد ان ہی اُنیسون مین منحصر نہوئے اور حکمانے یون کہا ہی کہ نفس انسانی کے فساد کی جزا دوزخ ہے اور نفس انسانی کا فساد دو قوتون مین لاحق ہوتا ہے ایک قوت نظریہ اور دوسری قوت عملیہ اور اس فساد کے سبب سے نفس انسانی قوای حیوانیہ اور طبعیہ کو اپنے اپنے محل مین استعمال نہین کرتا ہی بلکہ وہ قوے جنکے واسطے مخلوق ہوے ہین اِنکے ضد مین صرف کرتا ہے اِس سبب سے جتنی قوتین اِسنے ضائع کی ہین اِس ہر قوت کے مقابل مین ایک ایک فرشتہ پیدا ہوگا تاکہ اِس قوت کے ضائع کرنے پر اُسکو اُس عذاب مین گرفتار کرے اور قوای حیوانیہ بارہ ہین پانچ ظاہری حواس اور پانچ باطنی حواس اور ایک قوت شہویہ اور ایک قوت غضبیہ اور قوای طبعیہ سات ہین جاذبہ اور ماسکہ اور ہاضمہ اور دافعہ اور غاذیہ اور نامیہ اور مولدہ تو یہ سب اُنیس ہوئین اور فن حساب کے ماہرون نے یون کہا ہے کہ عدد کی دو قسمین ہین ایک قلیل اور اسکا اطلاق ایک سے نو تک ہوتا ہی اور دوسرا کثیر اور اسکا اطلاق دس سے بے انتہا تک سو اِن فرشتون کے شمار مین عدد قلیل کی انتہا کو یعنے نو کو اور عدد کثیر کی ابتدا کو یعنے دس کو ان دونو نکو جمع کیا ہی اور علماے کلام نے یون کہا ہی کہ دوزخ کے دروازے سات ہین ان مین سے ایک دروازہ ایماندار گنہگار اور فاسقون کے واسطے ہی اور اِس دروازے پر ایک فرشتہ موکل ہی اسواسطے کہ فاسقون کی ایک ہی سبب سے تعذیب ہے یعنی عمل کے ترک کرنے سے فقط اور باقی ہر چھ دروازون پر تین تین فرشتے مقرر ہین اسواسطے کہ کافرون پر تین سبب سے عذاب ہوگا ایک اعتقاد کے ترک کرنے پر اور دوسرا اقرار کے ترک کرنے پر اور تیسرا عمل کے ترک کرنے پر اور چھ کو تین مین ضرب کرو تو اٹھارہ ہوتے ہین اور ایک مل کے اُنیس ہوئے اور واعظون نے یون بیان کیا ہی کہ دن کی بارہ ساعتین اور

رات کی بارہ ساعتین سب مل کے چوبیس ہوئین ان مین سے پانچ ساعتین پانچون نمازکی کرامت کے سبب سے معاف ہوگئین رہین انیس جنکو مرضی الٰہی کی مخالفت مین صرف اوضائع کیا ہے سو ان ہر ایک کے عوض مین ایک ایک فرشتہ مقرر ہوگا تاکہ ان پر عذاب کرے اور یہ کلام حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہے اور معتبر تفسیرون مین منقول ہے اور فقہا رحمۃ اللہ علیہم نے یون کہا ہے کہ اس عدد کی تعیین کا بھید عقل دریافت نہین کر سکتی ہے جسطرح تمام شرعی توفیقی عددین کہ انکا بھید بھی سوائے حق تعالے کے کسی کو معلوم نہین ہے جسطرح آسمانون کے عدد اور زمین کے طبقون کے عدد اور ستارون کے عدد اور ہفتے کے سات دن اور دوسو درم مین نصاب زکوٰۃ کا ہونا اور کفارون کی تعیین اور نماز کی رکعتین بلکہ نماز کا پانچ وقتون پر ہونا یہ سب اسی قسم سے ہین واللہ اعلم بالصواب اور معتبر تفسیرون مین مروی ہے کہ یہ آیت جب نازل ہوئی تو ابوجہل ملعون نے تمام قریش کے مردون کو دار الندوہ مین جمع کیا اور کہا کہ کچھ تم نے سنا فقط انیس پیادون کے بھروسے پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگونکو قیامت سے خوف دلایا کرتا ہے اور تم لوگ تو اسقدر جماعت کثیر ہو اور اپنی شجاعت اور بہادری کے برابر کسیکو بھی سمجھتے نہین ہو سو کیا تم لوگون سے اسقدر بھی نہو سکیگا کہ دس دس آدمی ایک ایک پیادے سے چمٹ جاوین اور اسکو مغلوب اور عاجز کردین ایک پہلوان انمین بڑا نامی مشہور تھا اسکو ابو الاسدین کہا کرتے تھے وہ اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ سترہ شخصونکو تنہا مین کفایت کرونگا باقی رہے دو سو اون دونون کا تمہارا ذمہ ہے سو حق تعالیٰ جل شانہ نے انکی اس سخری کے جواب مین اس آیت کو نازل فرمایا ہے کہ وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اور نہین کیا ہے ہم نے دوزخ والونکو یعنی جنکے حوالے مین دوزخ ہے اور لوگونکو دوزخ مین ڈالنا اور نکالنا ان ہی کا ذمہ ہے اور صاحب جسطرح ہمنشین کو کہتے ہین اسیطرح مالک اور متصرف کو بھی کہتے ہین چنانچہ مشہور ہے کہ صاحب گھر کا اور صاحب مجلس کا فلانا شخص ہے اور اسجگہ پر صاحب ان ہی معنون مین مستعمل ہے اِلَّا مَلٰٓئِكَةً فرشتے ہین

اور فرشتون کا زور اور قوت تمکو خوب معلوم ہے اسواسطے کہ ان ہی مین سے ایک فرشتہ وہ ہے جسکا نام عزرائیل ہے یعنے ملک الموت کہ ہزارون کی جانین ایک لمحے مین قبض کرلیتا ہے اور اسکے مقابلے کی طاقت بڑے بڑے لشکر بلکہ تمام جہان والے نہین رکھتے ہین اور دوزخ پر فرشتونکو مقرر کرنیکی وجہ ایک یہ بھی ہے کہ مجنس ہونے کے سبب سے آدمیون اور جنونپر مہربانی نکرین اور انکے دل رقت اور نرمی نکرین جسطرح دنیا کے بادشاہونکو جب کسی شہر والونکو یا کسی فرقے کو انتقام اور سزا دینا منظور ہوتا ہے تو اسی شہر اور اسی فرقے کے غیر جنس کے حاکم انپر مسلط کرتے ہین تاکہ جنسیت اور مناسبت کی طرف میلان کرکے انتقام مین سستی نکرین اور یہ بھی ہے کہ فرشتونکو اللہ تعالی نے معصوم پیدا کیا ہے گناہ انسے ہو نہین سکتا ہے سوا انکو جن اور انس کے گنہگارون کی سزا دینے کے واسطے مقرر کیا ہے اسواسطے کہ انسے حکم مین خلاف نہوگا اور اگر حیوانات یا انسان مین سے جو گنہگار ہین انکو دوزخیون کی تعذیب کے واسطے مقرر فرماتے تو ان گنہگارونکی سزا ان گنہگارونکو نہ پہونچتی اور اگر انکو بھی دوزخ مین معذب رکھتے تو انکی تعذیب کے واسطے دوسرے لوگ مقرر ہوتے پھر یہ سلسلہ بڑھتا تسلسل لازم آتا اور اگر دوزخیون کی تعذیب کے واسطے نیکونکو مقرر کرتے تو باوجود انکی بیگناہی اور خطاؤن کے عفو ہو جانے کے انکی تعذیب لازم آتی اسواسطے کہ آدمی اور جن کا جسم آگ کی نزدیکی کو ہمیشگی کے طور پر متحمل نہین ہو سکتا ہے اور سوائے اسکے اپنے مجنسون اور اپنے قریبون اور دوستون کا عذاب دیکھکے جسمانی عذاب سے زیادہ تر روحانی عذاب مین گرفتار ہوتے بلکہ ان لوگون سے ہرگز نہو سکتا کہ اپنے خویش و اقربا بھائی بندون کو اسطرح کی سختی اور تکلیف مین گرفتار کرین بلکہ یہ تکلیف مالایطاق انپر لازم آتی بخلاف فرشتون کے کہ یہ چیزین انمین پائی ہی نہین جاتین اور اگر کسی کی خاطر مین یہ شبہہ گزرے کہ دوزخ کے امور کی کارپردازی اور سرانجام جب فرشتون کو سپرد ہوا اور اس کام پر فرشتے مقرر ہوئے اور فرشتونکی قوت معلوم ہو چکی کہ ایک فرشتہ تمام جہان کے ہلاک کر دینے کے واسطے کافی ہے پھر انمین فرشتونکو مقرر کرنے کی کیا حاجت تھی تو اسکا جواب ارشاد ہوتا ہے کہ وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اور نہین مقرر کی

ہمنے گنتی ان فرشتونکی کہ اُنیس ہین اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا واسطے جانچنے
اور عذاب کرنے کے کافرون پر جو کفر کی حالت مین مرے ہین تاکہ ہر قسم کے عذاب مین
گرفتار ہووین اور اگر ایک یا دو یا تین شخصونکو دوزخ پر مقرر کرتے ہم تو وہ ایک قسم یا دو
قسم یا تین قسم کا عذاب کرسکتے سو اُنیس کا مقرر کرنا اسواسطے ہی کہ اُنیس قسم کے عذاب کو
سرانجام دیوین اور عذاب کی قسمین بھی اُن ہی اُنیس مین منحصر ہین چنانچہ انحصار کی وجہ اوپر
گذر چکی ہے تو گویا جتنی عذاب کی قسمین ہین سب دوزخیون کے حق مین ثابت ہوچکین اور فرشتے
کی قوت علون کی کثرت مین از روے کمیت کے اور علون کی شدت مین از روے کیفیت
کے اگرچہ وفا کرسکتی ہے یعنی ہزارون مشکل کام کرسکتا ہی اور ایک فرشتہ جکام لاکھون آدمیون
سے نہوسکے کرسکتا ہی لیکن ایک فرشتہ تمام اعمال مختلفہ کی قسمون کو سرانجام نہین دیسکتا
ہی بلکہ ایک فرشتہ ایک قسم یا تین قسم کا کام بھی سرانجام نہین کرسکتا ہی چنانچہ ملک الموت علیہ السلام
ماں کے پیٹ کے اندر کے بچے مین جان نہین ڈال سکتے ہین اور حضرت جبرئیل علیہ السلام
پانی نہین برسا سکتے ہین اور حضرت میکائیل علیہ السلام وحی نہین لاسکتے ہین جسطرح
سے کان دیکھ نہین سکتا ہے اور آنکھ سن نہین سکتی ہی اگرچہ اپنے قسم کے کام کتنے ہی سخت
ہون کرسکتے ہین جیسے کان سے ہوسکتا ہی کہ ہزارون آوازین سن لے اور مانگی اُسے حاصل
نہو اور آنکھ سے ہوسکتا ہی کہ ہزارون رنگ کو دیکھ لے اور عاجز نہو سو اسیطرح اگر ایک فرشتہ عذاب
کے واسطے دو زخیون پر مقرر ہوتا تو اس سے ایک قسم کا عذاب سب دوزخیون کے واسطے
ہوسکتا تھا لیکن دوسری قسم کا عذاب جو اس سے متعلق نہین ہی وہ اُس سے نہوسکتا اور اسطرح
سے ہر ہر قسم کے عذاب مین کافرون کو مبتلا کرنا اور ہر ہر قسم کے عذاب کیواسطے علیحدہ فرشتہ مقرر
کرنا لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ اسواسطے ہی کہ تاکہ خوب یقین حاصل کرین وہ
لوگ جو دئے گئے ہین کتاب اسواسطے کہ اہل کتاب کو معاملات الٰہیہ کے بھیدون کی بوجھ اور فرشتونکے
افعال اور احوال پر اطلاع اور انکی قوتون کی دریافت کہ کس کس چیز مین انکو کمال حاصل ہی اور

چیز مین نہین ہی اور کامل علی الاطلاق اور قوی اور متین حقیقی سوائے ذات پاک باری تعالے
عزاسمہ کے کوئی نہین ہی ان سب چیزونکی خبر انکو بخوبی حاصل ہی اور یہ بھی ہے کہ اگر اپنی کتابون
مین اس گنتی کو بتلاوے لیکن اس عدد پر منحصر ہونے کی وجہ کو نہین بوجھتے ہین تو اس نکتے سے بوجھین کہ
ان عددون سے عذاب کی سب قسمونکو گھیرنا منظور ہی اور اس بات کے دریافت کرنے سے
انکی خاطر کو تسلی ہو اور عمدے پر پورا اطمینان انکو حاصل ہو سکے اور اس نکتے کا اور اس کلام
الٰہی کا جو تازہ اترا ہی احسان مانین اور دل اور زبان سے اسکو قبول کرین پس لام تعلیل کا جو
لیستیقن اور اسکے معطوفات مین پایا جاتا ہی وہ اس کلام سے متعلق ہے جو مانافیہ اور پہلی
استثنا سے ذہن مین حاصل ہوا ہے یعنے وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا لِيَسْتَيْقِنَ
الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ یعنی سوائے اسکے نہین کہ ہم نے گنتی ان فرشتون کی جانچ کافرون
کے واسطے تاکہ یقین کرین جو لوگ کتاب دیے گئے ہین وَيَزْدَادَ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا
اور تاکہ زیادہ ہون وہ لوگ جو پہلے سے تم پر ایمان لا چکے ہین اپنے ایمانون مین اور خوب
معلوم کرلین کہ کفر بہت بری چیز ہے ہر قسم کے عذاب مین گرفتاری کا سبب پڑتا ہے اور
ایمان مین کمال پیدا کرین اور کفر سے بہت دور رہین وَلَا يَرْتَابَ الَّذِينَ
أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْمُؤْمِنُونَ اور نہ شک کرین جو لوگ دیے گئے ہین کتاب اور
ایمان دار انیس ۱۹ عدد کی تعیین مین اور یہ بات زبان پر نہ لاوین کہ اگر ایک فرشتہ سقر
دوزخیون پر عذاب کر سکتا تھا تو ایک ہی کافی تھا اور اگر ایک سب کے واسطے کافی نہ تھا تو
کرورون دوزخیون کے مقابلے مین انیس ۱۹ سے کیا ہو سکتا ہی اسواسطے کہ اس بیان سے انکو
معلوم ہو جائیگا کہ انیس ۱۹ کا مقرر کرنا ہر قسم کے عذاب کو گھیرنے کے واسطے ہے نہ عذاب
کیے گیون کے مقابلے کے واسطے وَلِيَقُولَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ
اور تاکہ کہین وہ لوگ جنکے دلون مین جہل کا روگ بھرا ہوا ہے اور اس جہل کے سبب سے
انکا ایمان بھی ضعیف اور بودا ہو گیا ہی وَالْكَافِرُونَ اور کافر بھی کہین بیٹھے دلون مین

ایمان کی بو بھی نہین ہی اور جہل مرکب اِن مین مضبوط ہوگئی ہی کہ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰہُ بِھٰذَا مَثَلًا کیا ارادہ کیا ہی اللہ تعالیٰ نے اِس گنتی سے جو کافرون کے عذاب کرنے کے واسطے مقرر کی ہی مثلت مثلاً اسواسطے کہ اگر دوزخیون کا مقابلہ اور انکو مغلوب کرنا ارادہ کیا ہی تو اُنیس ۱۹ سے بھی کچھ نہین ہوسکتا ہی اور اگر تعذیب کے اسباب کو سرانجام کرنا اور لکڑیان اور کنڈے آگ مین جلانے کے واسطے جمع کرانے کا ارادہ کیا ہی تو یہ بھی کام اِتنے تھوڑے گنتی کے شخصون سے نہو سکے گا اور اگر یون ارادہ فرمایا ہی کہ مین اپنی قدرت کاملہ سے اِن فرشتون کے ہاتھون سے عذاب کرونگا تو فرشتون کا ہونا اور نہونا دونون برابر ہے اور اگر اسباب ظاہری کی رعایت سے اِنکو مقرر فرمایا ہی تو ایک یا دو بھی کافی تھے اِسقدر ضرور نہ تھے اور اگر بالفرض عدد ہی معین کرنا منظور تھا تو دوسری عدد جو مشہور اور معتبر ہین جیسے دس یا بیس کہ یہ عدد کے عقود ہین یا پندرہ یا سترہ یا بارہ مقرر فرمانا تھا یہ عدد یعنی اُنیس ۱۹ جن کا کسی جگہ اور کسی فرقے کے نزدیک اعتبار نہین ہی کسواسطے مقرر فرمائے ہین اور یہ بھی احتمال ہی کہ مثلاً کی لفظ تمییز واقع ہوئی ہو نسبت ایقاعیہ سے جو اَرَادَ کی طرف مَاذَا کی ہی یعنی کونسی تمثیل ارادہ فرمائی ہی اِس عدد سے گویا یون کہتے ہین کہ ظاہر اِس عدد کا تو بالیقین مُراد نہین ہی تو معلوم ہوا کہ اِس عدد کا ذکر کسی دوسری چیز کی تمثیل کے واسطے ہی لیکن وہ چیز کیا ہی اِسکو بیان کرنا چاہیئے تاکہ ہماری خاطر جمعی ہوجاوے لیکن پہلی توجیہ مین یعنی مثلاً کو جہان فعل محذوف کا مفعول گردانا ہے یعنے مثلت کا سو وہان ایک اشارہ بہت ہی لطیف اور پاکیزہ حاصل ہوتا ہے یعنے تمام حق تعالےٰ کے معاملات مین اور اللہ تعالیٰ کے وقائع عجیبہ مین یہ لوگ یعنے ضعیف الایمان اور کافر اِسی قسم کے شکوک اور شبہے پیدا کرتے رہتے ہین اور بحث اور اعتراض کیا کرتے ہین اور اس واقعے مین دو فرقون کو یعنی مومنین اور اہل کتاب کو ہدایت پر ہدایت زیادہ ہوئی اور دو فرقون کو یعنی ضعیف الایمان اور کافرون کو گمراہی پر گمراہی زیادہ ہوئی سو حق تعالیٰ لوگون کو عبرت اور نصیحت کے طور پر فرماتا ہی کہ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ

ن یَّشَآءُ اسیطرح ہر واقعہ مین گمراہ کرتا ہی اللہ تعالی جسکو چاہتا ہے اسی طور سے کہ اس
قعہ کے بھید سے اسکی نظر کو بند کر دیتا ہی اور اسکے ظاہر ہی پر اس شخص کے فہم کو قاصر
ھتا ہی آخر کو شک یا تردد مین پڑ جاتا ہی یا اسکا انکار کر بیٹھتا ہے اور اسکے ساتھ مسخری کرنے
ا ہی اور ضلالت اور گمراہی کے بھنور مین پڑکے ہلاک ہوتا ہی وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اور راہ
علاتا ہی اور مطلب کو پہونچاتا ہی جسکو چاہتا ہی اس طور سے کہ اسکی نظر کو اس واقعہ کے بھید
پہونچاتا ہی اور اسکی حقیقت کو وہ دریافت کر لیتا ہی اس سبب سے اسکا اطمینان اور یقین
ذربروز بڑھتا جاتا ہی وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ اور نہین جانتا ہی تیرے
ورد گار کے لشکر کو کوئی مگر وہی چنانچہ اسکے لشکرون سے بعضے وہ ہین کہ تن تنہا لاکھون
دمیون کو کافی ہین جیسے ملک الموت اور جیسے آفتاب اور ماہتاب دنیا مین روشنی کیواسطے
ر بعضے وہ ہین کہ دو دو مل کے کام کرتے ہین جیسے کرام کاتبین اور دو آنکھین اور دو کان
ر بعضے وہ ہین کہ تین تین مل کے کام کرتے ہین جیسے مواليد ثلثہ یعنے نباتات اور جمادات
ر حیوانات اور بعضے وہ ہین کہ چار چار مل کے کام کرتے ہین جیسے عناصر اربعہ اور بعضے
نچ پانچ جیسے حواس خمسہ اور خمسہ متحیرہ یعنے آفتاب اور ماہتاب کے سوائے پانچون ستارے
ی زحل اور مشتری اور مریخ اور زہرہ اور عطارد اور بعضے چھ چھ جیسے چھ طرفین اور بعضے
ت سات جیسے ساتون آسمان اور ساتون ستارے اور بعضے آٹھ آٹھ جیسے آٹھ مزاج
ر آٹھ بہشتین اور علی ہذا القیاس سو ایماندار کو مجمل اتنا اعتقاد کرنا ضرور ہی کہ دوزخ کا کارخانہ
للہ تعالی کی حکمت مین بدون جمع ہونے انیس ۱۹ کے تمام نہین ہوتا ہی اس سبب سے اس عدد کو
ق تعالے نے دوزخ کے کارپردازون کے واسطے مقرر فرمایا ہی اور حق تعالی کی حکمتون کی
صیل جو ہر قول اور ہر امر مین مرعی اور مقصود ہی بیان کرنے کے لائق نہین ہی اسواسطے
اکثر عوام کی فہم سے باہر ہی اور جو جو غرض کہ قرآن مین دوزخ کے ذکر سے اور پیغمبرون کے
ن سے منظور ہے وہ اس حکمت کے بیان پر موقوف بھی نہین ہے وَمَا هِیَ اِلَّا

ع ۱۵ ذکری للبشر ۱۵ اور نہین ہو وہ دوزخ مگر عبرت اور پند آدمیون کے واسطے ہو تاکہ اُس کا احوال سنکے غضب اور قہر الٰہی سے ڈرین اور اُسکی نافرمانی نکرین اور اگر کافر یون کہین کہ اس عدد مقرری کی حکمت اگرچہ ہماری فہم مین نہین آسکتی ہو لیکن اس عدد کا خلاف حکمت ہونا ظاہر ہے اسواسطے کہ یہ عدد بہت قلیل ہین اور یہ عدد قلیل عبرت اور خوف کے سبب نہین ہو سکتے ہین تو اسکے جواب مین ہم کہتے ہین کہ کلا اس عدد کو ہرگز تھوڑا مت جانو والقمر کا قسم کھاتا ہون مین ماہتاب کی جسکا نور تمام مہینے مین اُنیس رات خوب معلوم ہوتا ہو اسواسطے کہ آفتاب سے مجتمع ہونے کے وقت مین اسکا نور ہرگز معلوم نہین ہوتا ہو اور اس اجتماع کے پیچھے بھی چار دن ضعیف اسنور رہتا ہو چنانچہ دوسرے ستارون مین اور اسمین چندان امتیاز نہین رہتا ہے اور اس اجتماع کے بعد بھی بطلمیوس کے قانون پر کچھ اوپر تین دن اسمین کار رہتا ہی باقی رہین اُنیس راتین کو اتنی راتون مین چاند کی روشنی کی کفایت تاثیر کرتی ہو اور تمام جہان کو اپنے نور سے بھر دیتی ہو چنانچہ ہزارون میوے اسکی تاثیر سے بڑھتے ہین اور ہزارون لاکھون دانے کھیتون مین مغز سے پر ہو جاتے ہین اور دریاؤن مین اور اُگنے والی چیزون مین اور حیوانون کے جسمون مین اور انکے خلطون اور رطوبتون اور گوشتون اور چربیون مین رطوبتون کی زیادتی اسی کے سبب سے حاصل ہوتی ہو سو اے جہان اُنیس عدد کی تاثیر کو دیکھو کہ کس قدر عظمت اور بزرگی رکھتی ہے کہ جہان کو ایسا دریا اور ایسے بڑے کارخانے کو سرانجام دیدیا والليل اذا ادبر قسم کھاتا ہون مین رات کی جب کہ پیٹھ دے کے بھاگتی ہو آفتاب کی روشنی قاہرہ کے سبب سے اگرچہ آفتاب اسوقت افق کے نیچے ہوتا ہو اور مجموعہ ظلمی زمین مین اور قرص آفتاب مین اُنیس درجے کا فاصلہ ہوتا ہو سو آفتاب کے نور سے اس اُنیس درجے کے مضمن مین اسقدر تاثیر قوی کی زمین کے تمام خطوط کو جو آدھے جہان پر غالب ہو سکے متصرف ہوا تھا اپنے ایک ایک پرتو سے شکست دی اور بھگا دیا اور تمام جہان کو تاریکی سے خلاصی دیکر روشن کر دیا اور جسکے سبب سے کارخانے نے سرانجام پایا اور گویا موت کے بعد

زندگی کی صورت نمود ہوئی وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ۱۸ اور قسم کھاتا ہوں مین صبح کی جسوقت
کہ روشن ہوتی ہو اور اپنے نور سے تمام جہان کو منور کردیتی ہو اور قوت باصرہ کو بیکار ہوجانے کے
بعد پھر کام مین لگاتی ہو اور یہ بھی آفتاب کے نور کی تاثیر کے سبب سے ہو اگرچہ تا بمیس ۲۰ درجے
افق کے نیچے واقع ہے سو ان عمدہ تین کارخانون کے ساتھ جو انیس ۱۹ عدد کی تاثیر سے زمانے
اور مکان مین سرانجام کی صورت قبول کرتے ہین ہم دلیل پکڑتے ہین اسپر کہ اِنَّهَا لَاِحْدَى
الْكُبَرِ ۳۵ بیشک وہ دوزخ بھی ایک عمدہ کارخانہ ہو خدائی عمدہ کارخانون سے کہ حقتعالے
کی عدالت اور انتقام کا ظہور اسی کارخانے مین ہے سو یہ کارخانہ بھی اگر انیس ۱۹ فرشتون
سے سرانجام پاوے تو کچھ عجب نہین ہو اسواسطے کہ اسکی قدرت کے بہت سے عمدہ کارخانے
اسی عدد سے سرانجام پاتے ہین نہایت امر یہ ہو کہ دوزخ نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ ۳۶ ڈرانیوالی
ہے آدمیون کے واسطے یعنی آدمی اسکے اوصاف جو سنتے ہین تو وہ سننا اسکے خوف کا سبب
پڑتا ہو بخلاف دوسرے کارخانون کے جیسے آفتاب سے نور کی تاثیر اور رات کا جانا اور
صبح کا آنا ان مین سے کوئی چیز اسکے خوف کا سبب نہین پڑتی ہے سو اس کارخانے کے
خوف کے سبب سے اسکے حال مین تامل نہین کرتے ہین اور اس کی حقیقت کو دریافت
نہین کرتے ہین بلکہ انکار کرتے ہین اور دوسرے کارخانون مین جو تھوڑے سے نفع کی
امید ہے تو اس طرف رغبت سے تامل اور خطر کرتے ہین اور اسکے اسباب کو بھی خوب
بوجھتے ہین بلکہ حکمت اور مصلحت کی باتون مین کچھ چھوڑ رکھتے ہین اس سبب سے ان کارخانون مین
تعجب اور انکار نہین کرتے ہین اور ان کارخانون مین اگر کچھ خوف اور ڈر بھی ہوتا ہے تو
خاص بعضے آدمیون کو ہوتا ہو جیطرح چور کو چاندنی کی روشنی اور رات کے جانے اور
صبح کے آنے سے خوف کرتے ہین اور چورون کے سوا اسے کوئی خوف نہین کرتا ہو بخلاف
دوزخ کے خوف کے اسواسطے کہ وہ عام ہو لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ ۳۷ ہر شخص کے
واسطے تم مین سے جو چاہو آگے بڑھے بہتری مین یا برائی مین اَوْ يَتَاَخَّرَ ۳۷ یا چاہے

پیچھے ہٹے اچھائی مین یا برائی مین اسواسطے کہ برے کام مین آگے بڑھنے سے دوزخ کا خوف لاحق ہوتا ہی اور اچھے کام مین تاخیر کرنے سے بھی دوزخ کا خوف ہوتا ہی اور ہر کار خیر مین آگے بڑھنے والا اور برے کام سے پیچھے ہٹنے والا بہت کمیاب اور نادر الوجود ہوتا ہے والنادر کالمعدوم مثل مشہور ہی اور اکثر بنی آدم کا حال یہ ہی کہ اگر ایک برے کام کو چھوڑتے ہین تو دوسرے کو پکڑتے ہین اور اسیطرح اگر ایک نیک کام مین پیشقدمی کرتے ہین تو دوسرے نیک کام سے تاخیر ہوتی ہی اسی سبب سے دوزخ کا خوف سب کو لاحق ہوتا ہی یہی سبب ہی کہ دوزخ کی دھر پکڑ قیامت کے دن عام ہوگی اسواسطے کہ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ہر جان بدلے مین اُسکے جو کمایا ہی برائی کے کرنے سے اور نیکی کے کرنے سے اور نیکی کے نہ کرنے سے رَهِينَةٌ گرو ہوگی دوزخ مین اور دوزخ کے مؤکلون کے ہاتھون مین اور جو حاصل کرنے کے آلات اور اسباب ہر نفس مین اُنیس چیزین ہین دو ہاتھ اور دو پاؤن اور زبان اور دل اور پیشاب اور پائخانے کا مقام اور پیٹ اور پیٹھ اور حواس خمسہ یعنی باصرہ سامعہ لامسہ ذائقہ شامہ اور فکر اور عقل اور شہوت اور غضب اسی سبب سے دوزخ مین اُنیس فرشتے اُسپر عذاب کرینگے اور ایذا پہونچاوینگے اور کوئی شخص ان چیزون کے استعمال مین بے تصور نہین بچا ہے ہر شخص تقصیر وار ہی یا ان چیزون کے غیر محل مین صرف کرنے سے یا اُس محل مین صرف نکرنے سے یہی سبب ہے کہ دوزخ کے مؤکلون سے کسی شخص کو خلاصی بھی متصور نہین ہے اِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ مگر داہنی طرف والے جو میثاق کے دن حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے داہنی طرف سے نکلے تھے اور دُنیا مین بھی سیدھی چال چلے تھے اور موقف مین بھی عرش کے داہنی طرف جدھر بہشت ہے کھڑے ہوئے تھے اور اسی طرف روانہ بھی ہوئے اور انکے نامۂ اعمال بھی داہنے ہاتھ مین آئے تھے سو ان لوگون نے تو البتہ اپنے حقوق واجبات کو ادا کرکے اس گروہ سے خلاصی حاصل کی اور آپ بری الذمہ ہوے اور دوزخ کے مؤکلون کے ہاتھ سے نجات پا کے

سعانقہ

داخل ہوئے فِيْ جَنّٰتٍ ط باغون مین اس سبب سے کہ انکی روحانیت غالب آئی اور انکو دوزخ کے موکلون کے ہاتھ سے چھڑا لائی اور یہ لوگ ان باغون مین بیحد بے خوف اور فارغ البال اور چین مین ہونگے کہ آپس مین يَتَسَآءَلُوْنَ لا عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ لا پوچھینگے گنہگارون کے حال سے کہ وہ لوگ کہان گئے اور کیا ہوئے جو نظر نہین آتے ہین گویا انکو کچھ بھی انکے حال کی خبر نہین ہے کہ وہ لوگ کس بلا اور مصیبت مین گرفتار ہین اور جب سُنینگے کہ گنہگارونکو دوزخ مین داخل کیا اور آگ مین جھونکا تب ان گنہگارون کی طرف متوجہ ہوکے توبیخ یا تعجب سے خطاب کرینگے اور پوچھینگے کہ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ۝ کونسی چیز لائی تمکو دوزخ مین باوجود عقل اور کمال دانائی کے تم سے اتنا نہو سکا کہ دوزخ کی طرف کھینچنے والی چیزون کو اپنے سے دور کردو یعنی قوای حیوانیہ اور طبعیہ کی خواہشون کو اپنی قوت روحانیہ کے زور سے اپنے سے دفع کرو تاکہ تمکو دوزخ کے موکل فرشتے کہ وہ بھی مثل ان قوتون کے ہین کھینچکر دوزخ مین نہ لیجاتے حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے روایت آئی ہے اصحاب الیمین سے مراد اس آیت مین ایماندارون کے بچے ہین جو دنیا سے بیگناہ گئے ہین اور دوزخ کے موکلون کے گروہ اور قید مین نہ پڑینگے اور بعضے مفسرین نے اس قول کی تائید مین یون کہا ہے کہ یہ انکا سوال کرنا یعنے مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ خود انکے بچپن پر دلالت کرتا ہے کہ دوزخ مین داخل ہونے کے سبب کو ابتک نہین پہچانتے ہین اور یہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ بچے جب کافرون کا جواب سُنینگے کہ ہم اس سبب سے دوزخ مین پڑے کہ نماز نہین پڑھتے تھے اور فقیرون اور مسکینونکو کھانا نہین کھلاتے تھے اور برون کی صحبت مین بیٹھتے تھے اور لایعنی بیہودہ شغل مین اپنا دن گذارتے تھے اور قیامت کے دن کا انکار کرتے تھے تب وہ بچے کہینگے کہ ہم بھی یہی کام کرتے تھے لیکن قیامت کا انکار ہم نہین کرتے تھے سو معلوم ہوا کہ قیامت کے دن کے انکار سے تم اس بلا مین گرفتار ہوئے

حاصل کلام کا یہ ہو کہ اگر اصحاب الیمین سے مراد نیجت ہین جیسا کہ قرآن مجید کا عرف بھی یہی چاہتا ہو تو یہ سوال بطریق تعجب کی راہ سے ہوگا یا توبیخ کی راہ سے اور اس سوال کے جواب مین گنہگار دوزخ کی یون قائل ہونگے کہ ہم سے علم اور عملی قوی کو عالم علوی کی طرف جذب کرنا اور کھینچنا نہ ہوسکا اسواسطے کہ لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ہم نہ تھے ہم نماز پڑھنے والون سے اگرچہ نماز کی فرض کتنی دن اور رات مین کل انیس ۱۹ تھین ۱۷ فجر کی اور چار ظہر کی اور چار عصر کی اور تین مغرب کی اور چار عشا کی ہین مگر تین ۳ فرض اصلی ہین اور وتر تین رات کی نماز ہے جن طاق کی رعایت کے سبب سے ایک رکعت اور زیادہ کرکے دو ۲ کرنا پڑا اس سبب سے یہ تین ۳ ہوگئین سو اگر ہم نماز پڑھنے والون سے ہوتے تو وہ انیس ۱۹ رکعتین آج کے دن ہمارے کام آتین اور ان انیسون ۱۹ دوزخ کے موکلون سے ہمکو خلاص کرتین اور یہ بھی ہو کہ دن اور رات کی ساعتین چوبیس ۲۴ ہین ان مین سے پانچ ساعتین نماز کے واسطے مقرر ہین تاکہ باقی انیس ۱۹ ساعتون کی یہ پانچون ساعتین کفارہ ہوجاوین اور جو ہم سے ان پانچون ساعتون مین نماز ادا نہ ہوئی تو باقی انیس ۱۹ ساعتون کا کفارہ بھی ہم کو حاصل نہ ہوا اس واسطے ہر ساعت کی غفلت کے عوض مین ایک ایک موکل دوزخ کا ہم پر مسلط ہوا اور یہ بھی ہو کہ نماز کے ارکان اور شروط سب مل کے انیس ۱۹ چیزین ہین بدن کی طہارت اور کپڑے کی طہارت اور حدث اصغر اور اکبر سے ظاہر ہونا استقبال قبلہ کا ستر عورت قیام رکوع سجود قعود تکبیر تحریمہ رفع الیدین کے ساتھ قرأت اذکار کی تسبیح سے ہو یا تکبیر سے تشہد درود اور دعا حضور دل کی نیت سلام ہر رکن مین اطمینان کلام اور عمل منافی کو ترک کرنا اپنے بائین التفات کو ترک کرنا اور جتنے نماز کو ترک کیا تو یہ انیس چیزین بھی ہم سے ترک ہوگئین سو اس سبب سے انیس موکلون نے ہمکو گرفتار کیا وَكُنَّا نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ اور نہ کھانا کھلاتے تھے ہم فقیر محتاج کو اسواسطے کہ اگر ایک وقت بھی پیٹ بھر کے مسکین کو کھانا کھلاتے ہم تو اسوقت انیس ۱۹ ساعت تک خاطر جمعی سے اسکو گذرتی اور جو انیہ اور طبیعہ انیسون قوتین اسکی انیس ۱۹ ساعت تک زندہ اور تازہ رہتین اور اگر ان انیسون ساعتون مین ان اپنی انیس قوتون

سے کوئی کام بہتر کرتا تو ہماری نامۂ اعمال مین اسکا ثواب لکھا جاتا اسواسطے کہ ہم ہی اسکے باعث پڑے تھے اور یہ بھی ہی کہ پکا کر کھانا کھلانا تب جر کامل کا باعث ہوتا ہی جب یہ نیس چیزین پائی جاتی ہین اول جو تنا بیج چھپکانا سینچنا کھیتی کی محافظت کرنا جانورون سے اور کاٹنا اسکا اور منڈی کرنا۔ اور دانے کو بھوسے سے علیحدہ کرنا۔ اور کھریان کو بچانا۔ اور غلے کو کھیت سے اٹھا کر آبادی یا گھر مین لانا۔ اور پیسنا۔ اور چلنی سے چھاننا آٹے کا۔ اور خمیر کرنا اور پکانا۔ اور نمک ڈالنا اور روٹی کے ساتھ کے واسطے سالن ہم پہونچانا۔ اور اس کھانے کو اٹھا کے عزت اور حرمت سے مسکین کے سامنے جا رکھنا۔ اور اسکو پیٹ بھر کے کھانے دینا جلدی نہ کرنا اور عزت اور حرمت سے اس فقیر کو رخصت کرنا۔ اور اسکا احسان اسکے اوپر نہ رکھنا اور بار بار اسکو یاد بھی نہ کرنا سو اگر ایک فقیر کو بھی اس طرح سے کھانا کھلاتے ہم تو وہ نیس چیزین یہان ان نیس کلون سے ہمکو بچاتین اور ہمارے کام آتین وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ۝ اور تھے ہم دھنسے بدصحبتون مین ساتھ دھنسنے والون کے اور ان صحبتون مین انیس آفتین اور برائیان تھین پہلی برائی بیہودہ بکنا جیسے عورتون کے حسن کا ذکر کرنا اور دولتمندون کے عیش اور آرام سے تکبر اور انکی شان اور تجمل کے اسباب اور صحابہ کی آپس مین جنگ و جدل کی گفتگو اور باطل مذہبون کا چرچا اور فاسقون کے فسق کا بیان کرنا دوسری برائی آپس کے کلام مین نکتہ گیری اور عیب چینی کرنا اور اس کلام کے عیب کو بیان کرنا تیسری برائی تعصب کی راہ سے مذہبون مین اور مذہب کے قولون مین لڑائی جھگڑا اور اپنی سخن وری کرنا اور شریعت کے حکم سے زیادہ اپنے حقوق کے لینے مین جھگڑا کرنا چوتھی برائی کلام کو وزن اور قافیہ اور استعارہ اور خوش تقریری سے آراستہ کرنا اور اچھائی کی ہجو اور برائی کی تعریف کے اشعار پڑھنا اور اس مضمون سے لذت حاصل کرنا پانچوین برائی فحش بکنا جماع یا جماع کے اعضا یا پائخانہ کے مقدمۂ ننگ کے ذکر سے یا پردہ نشین عورتون کا نام لیکر چھٹی برائی آپس مین سخت گوئی کرنا جیسے بیحیا احمق جاہل وغیرہ کسی کو کہنا ساتوین برائی گالی دینا اور

کسی کی آبرو لینا آٹھوین برائی لعنت کا استعمال کرنا خصوصًا غیر مستحق پر نویں برائی ہنسی مسخری کی زیادتی کرنا ہنسی کے اندازہ سے جو دوسرے کو رنج اور ملال کا سبب ہے دسویں برائی تہمت اور بہتان لگانا اور بیگناہ کی طرف برائی کی نسبت کرنا گیارھویں برائی مسلمانون کے حرکات اور سکنات پر ہنسنا مسخری کی راہ سے اور مسلمانون کے عیب بیان کرکے دوسرونکو ہنسانا بارھویں برائی وعدہ خلافی کرنا تیرھویں برائی جھوٹ بکنا پھر اسپر مبالغہ کرنا چودھویں برائی آدمیون کے چھپے بھیدون کو کھولنا اور لوگونکی چھپی گھر کی باتون کو سرکے سامنے ظاہر کرنا پندرھویں برائی بددعا کرنا سولھویں برائی نیت بد کرنا سترھویں برائی ادھر کی اُدھر لگانا اٹھارھویں برائی منھ پر کسی کی تعریف کرنا انیسویں برائی اپنا اور اپنی قوم کا اور اپنے بزرگون کا فخر زور شور سے بیان کرنا سو ان انیس آفتون نے ہمکو ان انیس بلاؤن مین ڈالا یعنے دوزخ مین انیس ملکون کے ہاتھ مین گرفتار ہوے وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ اور تھے ہم جھٹلاتے قیامت کے دن کو اور قیامت مین انیس واقعے بہت سخت ہین اور کٹھن ہین انمین سے چھ وہ ہین جو نفخہ اول کے بعد واقع ہونگے چنانچہ پہلا واقعہ آسمان کا پھٹنا اور دوسرا زمین کا بھونچال اور تیسرا ستارون کا منتشر ہونا اور بکھر جانا چوتھا چاند سورج کا بے نور ہوجانا پانچوان پہاڑون کا اڑنا چھٹا دریامین آگ لگ جانا اور تیرھویں واقعے وہ ہین جو نفخہ ثانی کے بعد واقع ہونگے چنانچہ پہلا مُردون کا زندہ ہونا اور دوسرا گروہ گروہ کرکے انکا محشر کے میدان کیطرف ہانکنا تیسرا دھوین کا زیادہ ہونا یہانتک کہ سب طبقہ الون کو گھیر لیگا چوتھا دوزخ اور آفتاب کی گرمی سے لوگون کے بدنون سے پسینے کا دریا بہنا پانچوین سایہ کا کہین نہونا چھٹا موقف مین کھڑا رہنا ساتوین قہر الٰہی کی تجلی کا ظہور آٹھوان سوال حساب کا توان عملونکو وزن کرنا دسوان نامۂ اعمال کا دینا سیدھے ہاتھ مین یا الٹے ہاتھ مین گیارھوان روانہ ہونا موقف سے بہشت یا دوزخ کی طرف بارھوان پل صراط سے گذرنا تیرھوان داخل ہونا جنت مین یا دوزخ مین سو جب ہمنے قیامت کے دن کا انکار کیا تو گویا ان انیسون چیزون کا انکار کیا ہم نے

سو ہر واقعہ کے انکار کی سزا میں ایک دوزخ کا مؤکل ہمارے پیچھے پڑا اور ہمکو اس بلا میں گرفتار کیا
کاشکے ابتدائی عمر میں ان چیزون کا انکار کرکے پھر آخر عمر میں توبہ کی ہوتی ہمنے تاکہ اس پہلے
انکار پر ہم سے مواخذہ نہوتا لیکن ہم اپنی شامت سے ان بُرے کامونکو عمر بھر کرتے رہے
حَتّٰۤى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ۝ یہانتک کہ آن پہونچی ہمکو موت پھر موت کے بعد خبردار
ہونا اور پچتانا کچھ ہمارے کام نہ آیا اسواسطے کہ عمل اور توبہ کرنے کا وقت نہ رہا اور حق تعالے
فرماتا ہے کہ ان لوگون نے نہ اپنی خلاصی کی فکر آپ کی نہ کہیں دوسری طرف سے انکو
مدد اور اعانت کی امید باقی رہی فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ۝
پھر نہ نفع کریگی انکو شفاعت شفاعت کرنیوالون کی اسواسطے کہ شفاعت کرنیوالے
یا بدنی عمل ہین یا مالی سو بدنی عملون مین سردار نماز ہے اور مالی عملون مین سردار مسکینون
کو کھانا کھلانا ہے پھر جب یہ دونون عمل انکے دشمن ہونگے اور انسے عوض لینے کو
مستعد اور تیار ہونگے سفارش کا کیا ذکر ہے اور پھر جب یہ سردار کینہ کشی پر مستعد
ہونگے تو دوسرے بدنی اور مالی عملون کی کیا طاقت ہے کہ اس مقدمہ مین دم مار سکین
اور یا شفاعت کرنیوالے پیغمبر ہین یا قرآن مجید سو قیامت کے انکار کرنے کے سبب سے جو
پیغمبرون اور قرآن مجید کا عمدہ مطلب ہے پیغمبر اور قرآن شریف انکی صورت سے بیزار ہونگے
پھر انکی سفارش کرنے کا کیا ذکر ہے اور یا شفاعت کرنیوالے اولیا اور علما اور شہدا ہین سو
ان لوگون کی بدصحبتون مین بیٹھنے کے سبب سے اور بیہودہ گوئی اور حرام چیزون کے مرتکب
ہونے اور لعن اور طعن کرنے اور نیکبختون کے آئین اور وضع سے مخالفت کرنیکے سبب سے
اولیا اور علما اور شہدا بھی انسے بیزار اور متنفر ہونگے اسواسطے کہ دنیا مین کبھی انکی صحبت
کی طرف میلان نہ کیا اور انکی نصیحت کو نہ سنا بلکہ انکی وضع اور آئین کی مخالفت ہی مین
عمر بھر گذرانی سو جب اس قسم کا دن آفت اور مصیبت بھرا ہوا انکے سامنے ہے اور اعانت
اور مدد کی کسی سے توقع بھی اس دن انکو نہین ہے تو انکو چاہیے کہ اس دن کی سختیون کی تدبیر

قیامت کے دن شفاعت کرنیوالون کا بیان

پوچھیں اور جو شخص انکو اون کی سختیون اور مصیبتون کا علاج بتلاوے تو اسکا احسان مانین اور پند اور نصیحت کی تلاش مین اپنے مقدور بھر سعی اور کوشش کرین فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ کیا ہوا ہی انکو جو قرآن شریف کی پند اور نصیحت سے اعراض کرنیوالے ہین اور منھ پھیر نیوالے اور یہ اعراض انکا انتہا درجے کو پہونچا اسواسطے کہ امر خیر سے اعراض کرنا کبھی بے فہمی اور نادانی کے سبب سے ہوتا ہی جیسا کہ بچے کا اعراض کرنا علم کی تحصیل سے اور کبھی طبیعت کے نفرت کرنے سے ہوتا ہی اگرچہ اسکا نفع اور مصلحت بوجھتا ہی جسطرح بیمار کا اعراض کرنا مفید دوا کے کھانے سے اور کبھی وہمی نقصان کے خوف سے ہوتا ہی اگرچہ عقل اسکو یقین نہین کرتی ہی لیکن عقل وہم کی مغلوب ہوجاتی ہی اور اس چیز سے بھاگتی ہی چنانچہ مریض کا خوف کرنا فصد اور پچھنے لگانے سے بدکنے کا وہم کے غلبے کے سبب سے سو انھون نے ان تینون قسمون کے اعراض کو جمع کیا ہی اس نصیحت اور پند کے نہ سننے کے سبب سے كَأَنَّهُمْ گویا کہ یہ نادانی اور حمق اور نفرت طبعی اور خوف وہمی مین قرآن شریف کی پند سے حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ ۝ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ ۝ گدھے بھاگے ہوئے ہین بڑے شیر نر قوی ہیکل کے دیکھنے سے اور اسکے نعرے کی آواز سننے سے کہ ہرگز اپنا چہیا پھیرکے نہین دیکھتے ہین کہ کچھ بھی احوال کی تحقیق نہین کرتے ہین بھاگے ہی چلے جاتے ہین اور یہ انکے اعراض اور بھاگنے کا سبب یہ ہی کہ انکا تکبر اور غرور اس بات کو گوارا نہین کرتا ہی کہ دوسرے پر نازل ہوئی پند کو قبول کرین اور اس سے مستفید اور منتفع ہوون بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ بلکہ چاہتا ہی ہر ہر واحد انکا اَنْ يُؤْتَىٰ صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ۝ یہ کہ دیا جاوے اللہ تعالی کی طرف سے صحیفے کھلے ہوئے بادشاہون کے فرمانون کی طرح نہ انکے لپیٹے ہوئے شقون کیطرح اسواسطے کہ لپیٹے ہوئے شقے بادشاہون کے بہت اعتبار اور شکوہ کے قابل نہین ہوتے ہین بخلاف کھلے ہوئے فرمانون کے کہ ایسے فرمان جسکے نام پر صادر ہوتے ہین تو اسکی عزت اور بزرگی زیادہ ہوتی ہی اور اسکا مرتبہ بلند ہوتا ہی اور یہ انکی درخواست ایسی ہی جیسے کسان اور گنوار

دیہاتی چاہین کہ انکے ہر ایک کے نام پر علیحدہ علیحدہ بادشاہ کا فرمان آوے اور ہمین کسی صوبہ دار فوجدار کا واسطہ نہووے اور یون کہین کہ جب تک ہمارے ہر ایک کے نام پر جدا جدا بادشاہی فرمان معتبر المہیون کی معرفت سے نہ آویگا تب تک ہم اس صوبہ دار اور اس فوجدار کی اطاعت نکرینگے اور اسکی کچہری مین حاضر نہ ہونگے اور اسکی بات کو ہرگز نہ مانینگے مفسرین نے روایت کی ہے کہ مکہ معظمہ کے کافر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ ہم ہرگز تمہاری پیروی نکرینگے اور تمہاری بات کو نہ مانینگے جبتک ہمارے ہر ایک کے واسطے ایک ایک فرمان ہمارے نام کا تمہارے واسطے کے نازل نہووے اور صبح کے وقت ہمارے ہر ایک کے سرہانے سے ظاہر نہووے اور اسکے لفافے پر سرنامے کے طور پر لکھا ہووے کہ یہ فرمان رب العالمین کی طرف سے ہے فلانے شخص فلانے کے بیٹے کی طرف اور اس نامے مین تمہاری اطاعت اور پیروی کا حکم ہووے تو البتہ ہم قبول کرین اور پیروی تمہاری کرین سو حق تعالی اس انکی باطل فرمائش کے رد مین فرماتا ہے کہ کَلَّا ہرگز ایسی خواہش نکرین اور اس مقصد کو طلب نکرین اسواسطے کہ جب کسی بلا اور آفت سے اپنی جان کی خلاصی کی فکر پڑتی ہے تو اسوقت تکبر اور غرور کچھ کام نہین آتا ہے چنانچہ بیمار قریب المرگ نہین کہتا ہے کہ ہمارا مرتبہ نہین چاہتا ہے کہ ہم طبیب کی دوا کرین اور طبیب کے کہے پر عمل کرین بَلْ لَّا یَخَافُوْنَ الْاٰخِرَۃَ بلکہ یہ لوگ نہین ڈرتے ہین آخرت سے اور ہرگز یقین نہین کرتے ہین اس بات کا کہ اس عالم مین انکے بدفعلون کی سزا انکو ملیگی تاکہ اول خلاصی کی فکر کرین اور اسکی تدبیر کسی سے پوچھین اور کسی کی نصیحت سنین پھر حکم ہوتا ہے کہ اس انکے کلام مین ایک خلل دوسرا ہے کَلَّآ ہرگز ایسا نہ ہووے کہ یہ نازل ہوئی نصیحت انکے غیر کے واسطے ہے بلکہ اِنَّہٗ تَذْکِرَۃٌ بیشک یہ قرآن نصیحت عام ہے سب ایک کے واسطے مخصوص نہین ہے کہ فقط اسکے واسطے مخصوص ہو بلکہ جو ڈرتا ہے اسی کے واسطے ہے اسواسطے کہ یہ آدمی کا کلام نہین ہے بلکہ کلام الٰہی ہے اپنے بندون کی ہدایت اور رہنمائی کے واسطے بھیجا ہے حضرت پیغمبر اور حضرت جبرئیل علیہما السلام

اور دوسرے قاری اور استاد بیچ میں واسطہ پڑے ہیں سو یہ قرآن شریف تذکرہ حق تعالیٰ کا ہے جسطرح
کسی ایک شہر کا تذکرہ لکھدیتا ہے پھر جس قاصد پاس اُسے لیجاؤ اس نہ مانے میں نہ آگے چل کے
وہ اسپر عمل کریگا فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهُ سو جو چاہے یاد کرے اس قرآن کو اور اسکے
معنوں میں غور کرے اور اسپر عمل کرے وَمَا يَذْكُرُوْنَ اور خوب یاد نہیں کرتے
ہیں اس قرآن کو باوجود اسقدر وسعت اور کھلی بوجھ کے اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ط مگر جب وقت
چاہیگا اللہ تعالیٰ حاصل کلام کا یہ ہے کہ یعنے ان لوگوں سے جب لڑ جھگڑ لینگے
اور جنگ و قتال کرلینگے اور اس قرآن کے امر و نہی کی مخالفت کرنے سے خوب
طرح سے خرابی اور ذلت حاصل ہولیگی اور کنبہ و قبیلہ قتل ہولیگا اور مال اور عزت کا
نقصان قرار واقعی اس نعمت عظمیٰ اور عطیہ کبریٰ کے انکار اور کفران کی شامت سے ہولیگا
تب اس نعمت کی قدر جانینگے اور اسکو یاد کرینگے اور اسکے پند اور نصائح پر عمل کرینگے اور اس سے
نفع حاصل کرینگے لیکن وہ ایسا غفور رحیم ہے کہ اسوقت بھی انکے اقرار کو اور اس قرآن کی
نصیحت پر چلنے کو انسے قبول کریگا اور انکو ہدایت کریگا اور انکے پچھلے گناہ معاف کریگا
اسواسطے کہ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ وہ اللہ تعالیٰ لائق تقویٰ کے ہے
اس سے تقویٰ کرنا چاہیے اور وہی آمرزش و کرم کے لائق ہے یعنی آدمی کتنا ہی گناہ کرے
اور عمر بھر حق تعالیٰ کی نافرمانی کرے اور اسکے خلاف مرضی چلے لیکن جب تقویٰ کی راہ
چلیگا اور اس سے ڈریگا تو وہ اسکے سب گناہ بخشدیگا اور اسکی رجوع کو قبول کریگا اور یہ اسکے
نہایت لطف اور رحمت کا سبب ہے انس بن مالک کے خادم خاص اور دوسرے صحابہ کرام
رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپنے حضرت رب العزت
تعالیٰ شانہ و جل سلطانہ سے اس مقام پر حاشیہ منتہیہ کے طور پر ایک عبارت اس آیت کی
تلاوت کے بعد نقل فرمائی ہے اسکے الفاظ یہ ہیں قَالَ رَبُّكُمْ عَزَّوَجَلَّ اَنَا اَهْلُ اَنْ اُتَّقٰى فَلَا
يُشْرَكُ بِيْ شَيْءٌ فَاِذَا اتَّقَانِيْ الْعَبْدُ فَاَنَا اَهْلٌ اَنْ اَغْفِرَ لَهٗ یعنی میں قابل اس کے ہوں

ع ۱۶ ۲ ۱۵ ثلثۃ ارباع

کہ مجھسے ڈرے بندہ اور میرے ساتھ کسی کو کسی کام مین شریک مقرر نکرے اور جب بندہ مجھسے ڈرا
اور شرک سے پاک ہوا تو مین قابل اور سزاوار اس کے ہون کہ اسکے گناہونکو مین بخشدون
اور حاصل اس منہیہ کا دفع دو دخل مقدر کا ہی جو سننے والے کی خاطر مین گذرتے ہین اوّل کا
مضمون یہ ہی کہ قابل تقوے کے وہ شخص ہی جسکا غضب اور دبدبہ غالب ہو اور قابل
مغفرت کے وہ شخص ہی کہ رحمت اور لطف اسکا غالب ہو سو ان دونون صفتون کا جمع ہونا
اگر ہر ہر بندے کی نسبت سے خیال کیجیے تو اجتماع ضدین کا لازم آتا ہی اور اگر سب بندون
کی نسبت سے ہے یعنی ایک جماعت سے تقوی طلب کرتے ہین اور غضب اور
دبدبہ اپنا دکھلاتے ہین اور ایک جماعت سے عفو اور بخشش کا معاملہ کرتے ہین اور اسکے گناہ اور
اسکی برائیان معاف کرتے ہین تو یہ بات یا خلاف حکمت کے ہوگی یا خلاف عدل و انصاف
کے اور یہ معاملہ جزا کا جزافی ہو جائیگا اسواسطے کہ ایک قاعدے پر نہ رہا سو اس منہیہ
مبارکہ سے اس پہلے دخل کا جواب ایسا بوجھا گیا ہی کہ ہر بندے کی نسبت سے ایک ہی معاملہ
ہو اس طور سے کہ پہلے اس سے تقوی طلب کرتے ہین اور جب اسنے تقوی پر کمر باندھی
اور جو سب گناہون مین بڑھکے ہی یعنی شرک اسنے چھوڑا اور حق تعالی کے حکمون کی
فرمانبرداری اور مناہی سے دوری کو اختیار کیا اور دل و جان سے اسپر مستعد ہوا تب
اسکے ساتھ لطف اور کرم کا معاملہ کرتے ہین پھر اسکی تقصیرون سے درگذر کرتے ہین اور
اسکے گناہون کو معاف کرتے ہین اور بندون کا مختلف ہونا مغفرت استحقاق اور
عدم استحقاق مین مغفرت کی شرط تحصیل کرنے کے اختلاف سے ہی اور وہ شرط تقوے
پر مستعد ہونا اور شرک سے بچنا ہی تو یہ معاملہ جزافی نہوا اور حکمت اور عدالت کے مخالف بھی
نہوا اور دوسرے دخل کا مضمون یہ ہی کہ جب ایک شخص نے تقوی کیا تو مغفرت کی
احتیاج اسکو نہ رہی اسواسطے کہ تقوی اسی کا نام ہی کہ گناہ سے بچا رہے اور اسکے امر کو
بجا لاوے اور اگر اسنے تقوی نہ کیا تو اسکو مغفرت کا مژدہ دینا گویا گناہ پر دلیر کرنا ہے

لہ جزاف کہتے ہین کام کو جو بے

اور وہ مغفرت کے لائق بھی رہا اور اس دوسرے دخل کا جواب بھی اسی منہیۂ مبارک سے ایسا ہو جاتا کہ تقوے کے مرتبے بہت متفاوت ہین پس اہل تقوی کا جو شرط اور مغفرت کا ہی وہ اسیقدر ہے کہ شرک اور کفر سے بچا رہے اور اسکے اوامر کی فرمانبرداری اور نواہی سے اجتناب کا قصد مصمم کرے اگرچہ بہت سی تقصیرون مین مغفرت کی حتیاج اسکو ہنوز باقی ہی واللہ اعلم بامرارکلامہ

سُوْرَۃُ الْقِیٰمَۃِ

تمہید یہ سورۃ مکی ہی اسمین چالیس آیتین اور ایک سو[191] ننانوے کلمے اور چھ سو[600] دو حرف ہین اور اس سورۃ کے ربط کی وجہ سورۂ مدثر سے یہ ہی کہ سورۂ مدثر مین قیامت کے ظاہری واقعے کی ابتدا مذکور ہی یعنی صور کا پھونکا جانا چنانچہ حق تعالی فرماتا ہی فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ اور اسکی انتہا بھی مذکور ہی یعنی سَاُصْلِیْہِ سَقَرَ اور کُلُّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ رَهِیْنَةٌ اِلَّآ اَصْحٰبَ الْیَمِیْنِ ہ فِیْ جَنّٰتٍ یَتَسَآءَلُوْنَ عَنِ الْمُجْرِمِیْنَ مَا سَلَكَكُمْ فِیْ سَقَرَ اور اس سورۃ مین قیامت کے باطنی واقعے کی ابتدا مذکور ہے جو عقل اور روح کو متحیر کریگا چنانچہ حق تعالی فرماتا ہے فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ وَخَسَفَ الْقَمَرُ اور اسکی انتہا بھی مذکور ہی یعنے وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ وَوُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ تَظُنُّ اَنْ یُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ پس وہ سورۃ قیامت کے ظاہر کے بیان مین ہی اور یہ سورۃ قیامت کے باطن کے بیان مین اور یہ بھی ہی کہ قیامت کے واقعون سے اس سورۃ مین جو اول مذکور ہے وہ نقر ناقور ہی یعنی آواز نقارے کی جو اول کان پر آویگی پھر کان سے دل پر رنج پہنچاویگی اور متحیر کردیگی اور اس سورۃ مین قیامت کے واقعون سے جو اول مذکور ہی وہ برق بصر ہی جو اول آنکھ پر آویگا پھر یہ آنکھ سے دل پر پہونچکر دل کو گھبراہٹ کے بھنور مین ڈالدیگا اور ظاہر کی تقدیم باطن پر اور کان کی تقدیم آنکھ پر اس کلام اعجاز نظام مین جا بجا رعایت کی گئی اور منظور ہے اور یہ بھی ہے کہ قیامت کے دن پہلے صور کی آواز تمام عالم کو زیر و زبر کرڈالے گی پھر اسکے بعد نور الہی کی قہری تجلی گناہگارون سے بدلا لینے اور نیکون پر انعام کرنے کے واسطے ظہور کرے گی تو وقوع کے

اعتبار سے بھی اس سورۃ کے مضمون کو اس سورۃ کے مضمون پر تقدیم حاصل ہے اور باوجود اسکے کلام کی روشنی اور متعلق لفظین دونون سورتون کی بھی آپس مین مشابہت رکھتی ہین پہلی سورۃ مین ایک کافر کے حق مین دنیا مین فرمایا ہے کہ عَبَسَ وَتَوَلّٰی اور اس سورۃ مین کافرون کے حق مین قیامت کے حال مین ارشاد ہوتا ہے وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ تو گویا ترش روئی اور تیوری چڑھانا اس جہان کا سزا ہے اس جہان کی ترش روئی اور تیوری چڑھانے کی جو قرآن کی آیتون کو سنکے یہ بنایا کرتے تھے اور اس سورۃ مین فرمایا ہے بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً اور اس سورۃ مین فرمایا ہے بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ اور اس سورۃ مین کافرون کو حسرت کرنا قیامت کے دن ایمان کے ترک کرنے پر اور نیک عملون کے ترک کرنے پر جیسے نماز اور روزہ ہے اس عبارت سے مذکور ہے کہ لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ اور اس سورۃ مین کافرون کو حضر پہونچنا موت کے بعد ایمان اور نیک عمل کے ترک کرنے کے سبب سے اس عبارت سے مذکور ہے کہ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى اور اس سورۃ مین کافر کی لعنت اس تکرار اور اس عبارت سے مذکور ہے کہ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ اور اس سورۃ مین بھی معنی اس تکرار اور اس عبارت سے ارشاد ہوئے ہین کہ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ اور بھی بہت سی مناسبتین لفظی و معنوی ان دونون سورتون مین پائی جاتی ہین اگر تھوڑا بھی تامل و تفکر اس مین کیا جاوے تو معلوم ہو جاوے اور کیا اللہ تعالیٰ کی عنایت اور احسان تھا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر جسطرح کی عقل اور دانائی اور سمجھ انکو عنایت ہوئی تھی کہ ان سب مناسبتون کو ترتیب کے وقت پہلی ہی نظر مین دریافت کر لیا کیا اچھا علم تھا اور کیا خوب سمجھ تھی انکی اور اس سورۃ کا نام سورۂ قیامت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس سورۃ مین قیامت کے آنے کو ایسی واضح دلیلون سے بیان فرمایا ہے جسکا بوجھنا بہت آسان ہے

اور ہر شخص کو عام ہو یا خاص جب اپنے دل کی طرف رجوع اور اندک فکر و تامل کرے
تو یہ بات اُسکی سمجھ مین آسکتی ہی اور اس اجمال کی تفصیل یہ ہی کہ آدمی کا معمول ایسا ہی کہ
جب کسی کام کرنے کا ارادہ اُسکے دل مین آیا اور اُسکا شوق پیدا ہوا اور رغبت
صادق اُسکے واسطے پائی گئی اور اُسکو اچھا جان کے اُسنے کرنا شروع کیا پھر اسوقت
اسکو کتنا ہی سمجھاؤ اور اسکے انجام کی قباحتین بیان کرو کہ اس قسم کی بُرائیان اسکے
پیچھے لگی ہوئی ہین لیکن وہ شخص ہرگز نہین سمجھتا ہی اور ایسا اُسپر ڈوب جاتا ہی کہ اس کا
اگا پیچھا یا بایان داہنا کچھ بھی نہین دیکھتا ہی سب طرف سے اندھا ہوکے اس مین
مشغول ہوتا ہی پھر یکایک جب اسکی بُرائی پر مطلع ہوا اور اس کام کے نقصان
اور ضرر اُسکے سامنے آئے اور ہر طرف سے اُسکی بُرائیون نے آگھیرا تو اسوقت
ایسی ایذا اُسکو ہوتی ہی اور ایسا رنج اُسکو پہونچتا ہی کہ گویا روحانی قیامت اس پر
قائم ہوتی ہی پھر اپنے تئین آپ لعنت ملامت کرنے لگتا ہی اور اپنے ہاتھ
پانون آنکھ ناک کان پر غصہ کرنے لگتا ہی خصوصًا وہ اعضا جنسے وہ کام کیا تھا انکا
خود دشمن بن جاتا ہی اور چاہتا ہی کہ مین ان اپنے اعضا کو سزا دون اور یون کہنے لگتا
ہی کہ کیا کرون آنکھ کو پھوڑ ڈالون اور ہاتھ کو کاٹ ڈالون کچھ بن نہین پڑتا ہے
اور اس اپنے بخت دل کو کیا کرون جس نے ایسی حرکت کروا کے مجکو اس مصیبت
مین پھنسایا سو اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کے کام خود آدمی کو فریب دیتے
ہین اور کبھی بُرے کام کو اپنے اچھا کرکے دکھلاتے ہین اور کبھی اچھے کام اپنی ہی
شکل سے اسکے سامنے نمودار ہوتے ہین کہ وہ انکی صورت سے بھاگتا ہے اور
قیامت کے معنی بھی یہی ہین کہ اچھے اور بُرے عمل اپنی اپنی حقیقی صورت پر سامنے آکے
اپنا بدلہ اور انتقام لین گے اور جزا کے واسطے سب اعضا اور آلات کا پھر بنا کر
حاضر کرنا ضروری ہوا اور اعضا کے واسطے پھر بدن کا بنانا بھی ضروری ہوا اور بدن

کے واسطے روح کا داخل کرنا بھی ضروری ہوا فرق اتنا ہے کہ دنیا مین آدمی لعنت
ملامت اور ندامت اپنے دل مین جو پاتا ہی سو ایک ایک کام پر ہوتی ہی اور
مرنے کے بعد جتنے عمر بھر کے کام ہین ان سب پر ملامت اور ندامت حاصل ہوگی
اسی واسطے موت کو قیامت صغریٰ کہتے ہین اور حشر اور نشر کے دن نوع انسان کے
جتنے کام ہین سب پر اسی کو ندامت حاصل ہوگی اور تمام اولین اور آخرین نوع
انسانی کی فردین اور ہر ایک کی ملامت کے اسباب ہر ایک کی جزا دینے کے واسطے
اُس دن ضرور جمع ہونگے اسیواسطے اسکو قیامت کبریٰ کہتے ہین سو آدمی قیامت کے
انکار مین اسقدر غفلت رکھتا ہی کہ اپنے وجدانیات سے بھی غافل ہوجاتا ہی اور کچھ بھی
اسمین فکر اور تامل نہین کرتا اور یہ نہین بوجھتا ہی کہ ہر لحظہ اور ہر لمحہ قیامت کا نمونہ
مجھ مین موجود ہی اور اسکا سبب دو چیزین ہین ایک تو حق اور واقع چیز کے دریافت کرنے
کی استعداد کا پایا جانا بعضے وقتون مین اور دوسری اس دریافت مین خطا واقع ہونا بعضے
وقتون مین یون بوجھنا چاہیے کہ یہ دونون چیزین میری ذاتی خاصے ہین بجز انکے دوسری
مخلوقات کے اسواسطے کہ ان مین سے بعضے وہ ہین جو اس دریافت کی استعداد نہین رکھتے
ہین جیسے حیوانات اور جمادات اور بعضے وہ ہین جنکے ادراک مین خطا پائی نہین جاتی جیسے
فرشتے سو میری واسطے قیامت کا ہونا ضرور ہی والا اپنی ذاتیات سے ہین یکال فی الاجابون
بلکہ انسان ہی ہون اور اس سورۃ کے سورۂ قیامت نام رکھنے کی وجہ یہ بھی ہی کہ اس مین
قیامت صغریٰ اور قیامت کبریٰ دونون بیان ہوئی ہین چنانچہ اول سے کَلَّآ اِذَا
بَلَغَتِ التَّرَاقِیَ تک قیامت کبریٰ کا بیان ہی اور کَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِیَ سے
اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی تک قیامت صغریٰ کا بیان ہے
اور اس سبب سے اس سورۃ کو سورۂ قیامت کہنا اولیٰ اور انسب ہوا اسواسطے
کہ یہ سورۃ تمام اقسام قیامت کو محیط ہی اور خوب واضح دلیلون سے اسکو ثابت کرتی ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ملث لَآ اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ ۙ یعنی قسم کھاتا ہون مین قیامت کے دن کی اپنی تقصیر پر آدمی کے
حسرت واقع ہونے پر اسواسطے کہ یہ حسرت آدمی کو دنیا مین لاحق ہوا کرتی ہی اور متحیر کردیتی ہے وَلَآ
اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۙ اور قسم کھاتا ہون مین آدمی کے نفس ملامت کرنیوالے کی
کہ اسکے دافع ہونے پر یا نفس قیامت قائم ہونے کا سبب ہے اسواسطے کہ آدمی اپنے نفس کی
حقیقت سے بیخبر و غافل ہی یہ نہین جانتا ہی کہ یہ نفس مجکو قیامت کے دن گرفتار کروا دیگا اور پریشان
کی جزا چکھنے کا بھی سبب ہوگا اور قسم کھانے کے واسطے ایسی چیز چاہیے کہ مخاطب کی نظر مین وہ چیز
اپنے لوازمات اور ثمرات سے ظاہر اور نمایان ہو تاکہ اسکی دلیل پکڑے مقسم علیہ کے مضمون
کو سمجھا جاوے مفسرین کو نفس لوامہ کے معنون مین اختلاف ہی سو جو مفسرون مین محقق ہین
انھون نے یون بیان کیا ہی کہ آدمی کا نفس ایک چیز ہی لیکن اسکی تین حالتین ہین اگر
عالم علوی کی طرف مائل ہوا اور عبادت اور فرمانبرداری مین اسکو خوشی حاصل ہوئی اور
شریعت کی پیروی مین اسکو تسکین اور چین ہوئی تو اس نفس کو مطمئنہ کہتے ہین اور اگر عالم سفلی
کی طرف اسنے میلان کیا اور دنیا کی خواہشون اور دلولون مین عار اور ننگ اور انتقام اور
کینہ کشی کی طرف رغبت کی اور شریعت کی پیروی سے بھاگا اسکو نفس امارہ کہتے ہین
اسواسطے کہ روح کو برائی کا حکم کرتا ہی اور اگر کبھی عالم سفلی کی طرف میلان کرتا ہے
اور شہوت اور غضب مین مبتلا ہوتا ہی اور کبھی عالم علوی کی طرف میلان کرتا ہی
اور شہوت اور غضب کو برا جانتا ہی اور اس سے دور بھاگتا ہی اور شرمندہ ہوتا ہی
اور اپنے تئین آپ ملامت کرتا ہی اسکو نفس لوامہ کہتے ہین اور بعضے مفسرون نے یون
کہا ہی کہ [illegible] اور نفس مقدس جسکو روح الٰہی بھی کہتے
ہین اور نفخت فیہ من روحی یعنی پھونکا ہی مین نے ان مین اپنی روح کو اسی کی
طرف اشارہ ہی اور قل الروح من امر ربی بھی یعنی کہدے کہ روح ہمارے پروردگار کا حکم ہی

آتی کا یقین ہوا وہ ہمیشہ یاد الٰہی میں مطمئن ہوا اور اسکی محبت میں مستغرق ہوا اور اُسکے حکم کا فرمانبردار ہوا اور دوسرا نفس منطبعہ ہے جو بدن کی تدبیر میں ہمیشہ رہتا ہوا اور جو جو شہوت اور غضب کی خواہش کرنیوالی چیزیں ہیں انکو بالطبع چاہتا ہوا اور روح کو ان ہی لذتوں کے حاصل کرنیکے واسطے بار بار حکم کرتا ہوا ہی سبب سے اسکو امارہ کہتے ہیں اور تیسرا نفس ناطقہ ہے کہ ظاہری اور باطنی حواس سے علم اور ادراک جمع کرتا اور روح کے سامنے انکو عرض کرنا اسکا کام ہوا اور اسکو نفس لوامہ کہتے ہیں اسواسطے کہ نفس امارہ سے جب کبھی امر نامناسب واقع ہوتا ہے تو اسکو یہ ملامت کرتا ہے اور کاموں کی خوبی اور بدی نفس امارہ کو سوجھاتا ہوا اور اسکو ملہمہ بھی کہتے ہیں اسواسطے کہ روح کی دلیل سے جو امور کہ عقل اور صداقت میں وہ سب الہام ہوتے ہیں اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن ہر نفس واسہ ہوگا اور اپنے تئیں ملامت کریگا اسواسطے کہ اگر نیک ہے تو اپنے تئیں ملامت کریگا کہ نیکی زیادہ اور کیوں نہ کی اور بعضے اپنے وقتوں کو بیفائدہ کیوں گنوایا اور اگر بد ہوگا تو اپنے تئیں اسپر ملامت کریگا کہ کیوں برائی کی ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جنتی والوں کو کسی چیز کی حسرت نہوگی مگر ایک چیز کی ہو دنیا میں کوئی ساعت بے یاد الٰہی کے گذاری ہوگی اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ دنیا میں بھی ایماندار آدمی کا یہی نشان ہے کہ ہمیشہ اپنی ملامت میں رہے اسواسطے کہ کوئی آدمی تقصیر سے خالی نہیں ہے پھر وہ تقصیر معرفت الٰہی اور اسکے مبادی میں ہے یا عبادت اور تقوی میں اسکے شرائط اور آداب میں ہو اور بعضوں نے یوں فرق بیان کیا کہ نفس مطمئنہ نفس نبیا اور اولیائے کاملین کے ہیں جنھوں نے حق تعالی کی یاد اور اسکی محبت میں چین اور اطمینان پیدا کیا ہے اور وسوسوں اور خطروں کی کشمکش سے خلاصی پائی ہے اور نفس ملہمہ عام ایماندار دل اور ابرار دل کا نفس ہے اور نفس لوامہ گنہگار دل تائب اور عصیاں شعار دل کا نفس ہے اور نفس امارہ کافروں کا نفس ہے اور ان فاسقوں کا جو فسق پر اڑے ہیں اور بعضوں نے یوں کہا ہے کہ نفس لوامہ متقیوں کا نفس ہے جو دنیا میں گنہگاروں کو ملامت کرتے ہیں اور آخرت میں بھی ملامت کرینگے اور حق یہ ہے کہ آدمی کے

نفس کی پیدائشی یہ بات ہے کہ ملامت اور ندامت کرتا ہی کسی طرح کا ہو اچھا ہو یا برا چنانچہ اوپر
تفسیر مین گذر چکا ہی اور سبب یہ بات ثابت ہوئی کہ اس حسرت اور ندمت پر جو قیامت کے
دن ہوگی اوپر کچھ قسم کھانے کی حاجت نہین ہے اور اسطرح کافرون کی غفلت کے سبب سے قیامت کے
آنے پر ساتھ نفس لوامہ کے قسم کھانا بھی مفید نہین ہے تو اب فرماتے ہین کہ ان دونون قسمون کو
جو مطلب کے ثابت کرنے مین عمدہ دلیل تھی چھوڑ کے قیامت کے آنے مین کافرون کے شبہے کو
دور کرتے ہین اور انسے پوچھتے ہین ہم کہ اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ کیا گمان کرتا ہی آدمی
باوجود عقل و فہم کے جسکے سبب سے تمام مخلوقات سے ممتاز ہی اور نظر اور فکر کو اور ایک چیز کو
دوسری چیز پر قیاس کرنے کو پہچانا خاصہ جانتا ہی اور اس سبب سے اپنے کو بڑا جانتا ہی اور اسپر ناز
کرتا ہی اور باوجود اس عقل اور دانائی کے ایسا اعتقاد کرتا ہے اَنْ لَّنْ نَّجْمَعَ
عِظَامَهٗ اس بات کا کہ ہرگز نہ جمع کرینگے ہم ہڈیان اسکی قیامت کے دن
دوبارہ زندگی دیکر قیامت مین مفسرون نے کہا ہی کہ اس رقعہ کے نازل ہونے کا سبب
یہ تھا کہ احدی ابن ربیعہ جمحی ان شریرون کا داماد جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمسایہ مین
رہتا تھا اور آپ کو بہت ایذا پہونچاتا تھا چنانچہ ان دونون کے حق مین آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے یہ دعا مانگی تھی کہ اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ جَارِيَ السُّوْءِ یعنی اے بار خدایا کافی ہو مجکو تو
میرے برے ہمسایہ سے اسواسطے کہ اسنے مجکو بہت ایذا پہونچائی ہی سو وہ ایک دن آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ تم جو ہمکو قیامت کے آنے سے
ڈرایا کرتے ہو بھلا اسکا کچھ حال تو مجھ سے بیان کرو مین دونون کھیون میری عقل مین آتا
ہی یا نہین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ قیامت کا حال اس سے بیان فرمایا کہ
جتنے مردے جہان مین مٹی ہوگئے جاوینگے اور جو کچھ دنیا مین کیا ہی سب کا حساب دینا
پڑیگا اس لمبخنے نے کہا یہ ایسی بات ہے کہ اگر مین اپنی آنکھ سے دیکھون تو بھی یقین نہ کرون
اور اسکو جانا جانون بلکہ یون کہون کہ یہ سب نظر بندی اور خیال ہین حقیقت

ہین کچھ بھی نہین ہی اسواسطے کہ میری عقل ہرگز اس بات کو تجویز نہین کرتی ہی کہ ہزارون
سال کے مردون کی ہڈیان جو تمام جہان مین پھیل گئی ہین انکو اللہ تعالی جمع کرکے
زندہ کریگا سو یہ سورۃ اسکے اس امر کے تعجب اور بعید جاننے کے رد کیواسطے نازل
ہوئی اور ارشاد ہوا کہ بیشک البتہ ہم جمع کرینگے آدمی کی سڑی ہوئی ہڈیون کو اور
آدمیون کی منتشر ہڈیان جمع کرنا ہماری قدرت کے نزدیک کیا چیز ہی ہم تو اس سے بھی
زیادہ تعجب کی چیزین کرینگے چنانچہ ہر ہر عضو اور فرد کو یعنی گوشت اور پوست اور
ٹوٹی اور چورا ہوئی ہڈیونکو ہم درست کرینگے قَادِرِیْنَ عَلٰٓی اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَہٗ
قادرین ہم اسپر کہ برابر اور درست کرین انگلیون کے پورون کے چمڑے کو یعنی حکیمون
اور طبیبون نے سب انسان کے اعضا مین اعدل اور متوسط عضو ٹھہرایا ہی اور اسکا
درست کرنا بدون اعادہ اس اعتدال کے جو حقیقی اعتدال کے قریب ہے ممکن نہین ہے
اور یہ بھی حکما کہتے ہین کہ آخر اس چیز کا جسپر خلقت انسان کی تمام ہوتی ہے یہی
چمڑا ہی اور انسان کے بدن کے سب چمڑے مین یہ سب سے نازک ہے اور اسکے حس اور دریافت
کی قوت بہت زبردست ہی اسیواسطے طبیعت اپنے خالق کے اذن سے برودت
اور حرارت اور رطوبت اور یبوست کی کیفیتون کے دریافت کرنے مین اسی کو حاکم
کرتی ہی اور اسکے حکم کے موافق کام کرتی ہی اور یہ بھی ہی کہ انسان کے بدن کے
طبقون مین انتہا درجے مین یہ طبقہ واقع ہوا ہی اور ہڈیون سے کئی مراتب عروق اس
طرف سے اسواسطے کہ چمڑے کے اور ہڈی کے درمیان مین گوشت اور چربی ہے اور
عروق اور جان کی رگین اور اوردہ اور رباطات اور پٹھے اور عضلات اور بعد اسکے ہڈی
ہوتی ہی سو جب ہماری قدرت کسی کام کے بنانے پر متوجہ ہوتی ہی تب اسکے نزدیک ہڈیون کا
جمع کرنا کیا چیز ہی بلکہ اس سے جو سخت اور مشکل اور عمدہ کام ہین وہ سرانجام دیسکتی ہے
اور اس دعوے کی دلیل ظاہر اور کھلی ہے اسواسطے کہ جس شخص نے مشکل اور باریک کام

اُس سے دوسرے مرتبے وہ کام بہت آسانی سے ہوسکتا ہی پس معلوم ہوا
رت کے آنے کا انکار کرتا ہی اور مردوں کے زندہ کرنے پر اللہ تعالی کے قادر
ہونے کو محال جانتا ہی سو یہ انکار اس راہ سے نہین ہی کہ یہ مسئلہ بہت مشکل ہے اور اسکا
ماخذ بہت دقیق ہی اور اسکی دلیل پوشیدہ ہی اس سبب سے اسکی سمجھ مین نہین آتا ہی بل
یُرِیْدُ الْاِنْسَانُ لِیَفْجُرَ اَمَامَہٗ بلکہ چاہتا ہی آدمی کہ بے باک ہوکے فسق
وفجور کرے اپنی اگلی عمر مین جو باقی ہی اسواسطے کہ اگر قیامت کا اقرار کریگا اور اس دن
مین اعمال کے حساب کتاب کا خوف اپنے دل مین بٹھاویگا تو اسقدر بیباکی اور ڈھٹائی
فسق وفجور مین اُس سے نہوسکے سو فسق وفجور کی محبت سے نہین چاہتا ہے کہ
قیامت کی بات سُنے یا اُسکے ماخذ اور دلیل مین کچھ غور اور فکر کرے اسی سبب سے
اسکی طرف خیال ہی نہین کرتا ہی اور بے غور اور فکر کیے اس خیال کو اپنی خاطر مین آنے
نہین دیتا ہی کہ اس خیال سے اسکی عیش منغص نہ ہوجاوے اور لذت مین خلل پڑے اسی
واسطے تعنت اور سینہ زوری کی راہ سے یَسْاَلُ پوچھتا ہی پیغمبرون اور واعظون
اور نصیحت کرنیوالون سے جو اسکو قیامت کے آنے سے ڈرایا کرتے ہین اور ہمیشہ اسکو
سمجھایا کرتے ہین کہ اس دلیل مین غور کرو اور اس چیز کو دیکھو اور فکر کرو تاکہ قیامت کے
آنے کی تصدیق تمکو حاصل ہو اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ کب ہوگا قیامت کے دن کا
آنا اسواسطے کہ جب تک تاریخ کی قید سے اسکو بیان نہ کروگے تب تک مین ہرگز
یقین کرونگا اور کسی دلیل مین بھی غور اور تامل نکرونگا سو یہ سوال بھی اسکا تعنت
اور سینہ زوری کی راہ سے ہی کہ کہتا ہی کہ جب تک اسکے آنے کا وقت بیان کروگے
تب تک مین اسکو سچا نہ جانونگا اور خوف والی چیز کا یقین آنا اسکے آنے کے وقت کے
دریافت ہونے پر موقوف نہین ہوتا ہی چنانچہ یہ بات ظاہر ہی اور یہ اسکے بوجھ کی
غلطی ہی جو کہتا ہی کہ شہرون اور لشکرون کی خبر تبھی گرے جب تاریخ کے بیان کرنے مین

توچندان قابل اعتبار کے نہین ہوتی ہین اور اگر تاریخ اور وقت کی قید کے ساتھ ہوتی ہین تو البتہ
اکثرون کے نزدیک اعتبار کے قابل ہوتی ہین سو اس خبر کو بھی اسی پر قیاس کرکے تاریخ اور
وقت سے سوال کرتا ہی اور یہ نہین بوجھتا ہی کہ تاریخ اور وقت کی قید اُن چیزون مین ہوتی ہی جو
گذر چکی ہین سو اسطے کہ یہ قید اس بات پر دلالت کرتی ہی کہ یہ خبر دینے والا اس واقعہ سے
خوب خبردار ہی اور اس خبر دینے والے کے صدق اور کذب کی تحقیق آسان ہوجاتی ہی بخلاف ان
چیزون کے جو آگے چل کے ہونیوالی ہین سو اسطے کہ انکا ظہور ابتک ہوا نہین ہی جو وقت معلوم
ہووے اور ایسی خبر مین تاریخ اور وقت معین کرنے کی تکلیف دینا محض بیجا ہی ایسی چیزون کے
صدق اور کذب کی تحقیق مین دلیل کی قوت اور خبر دینے والے کے علم کے ماخذ کی قوت پر
اعتماد کرنا چاہیے چنانچہ اطبا کی خوف دلانیوالی باتین اور نجومیون کی باتین ہونیوالی چیز کے
دریافت مین اسی طور سے تحقیق کرتے ہین حاصل کلام کا یہ سوال انکا خواہ تعنت
کی راہ سے اور خواہ انکی بوجھ کی غلطی اور نادانی کی راہ سے ہو اس سے قیامت کے دن حاصل ہوگا
کہ اس دن ایسا سوال کرنیوالا متحیر ہوکے اور گھبرا کے اس سوال کا اُلٹا سوال کرنے لگے گا جو یہان
بالکل بیجا اور بیفائدہ ہوگا اور اس دن کی سختیون کو دیکھ کے اپنی مخلصی کا طریق اور
بھاگ بچنے کی جگہ کو پوچھے گا چنانچہ حق تعالی فرماتا ہی فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝ پھر جب
چوندھیانے لگے گی آدمی کی بینائی جیسے دنیا مین بجلی کی چمک دیکھکے آنکھ چوندھیا جاتی ہی
سو اس دن آدمی کو یہ چوندھیانا حق تعالی کی قہری تجلی کی روشنی کی چمک سے ہوگا جو کافر اور
فاسق کی بینائی کی قوت کو متحیر اور مقہور کردیگی چنانچہ سورۂ زمر مین حق تعالی نے فرمایا ہی
وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا یعنی اور چمکی زمین اپنے رب کے نور سے وَخَسَفَ
الْقَمَرُ اور بے نور کردیا جائیگا چاند اور شبیر کی بجلی کی طرح ہوجائیگا تجلی الٰہی کی چمک
کی شدت سے نہ اسکے اور آفتاب کے درمیان مین زمین یا کسی دوسری چیز کے آجانے کے سبب سے
جیسا کہ دنیا مین ہوا کرتا ہی اور اس سبب سے گہن پڑا کرتا ہی سو اسطے کہ یہ بے نوری جو

چاند کو لاحق ہوگی وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ایسے حال میں ہوگی کہ جمع کیے گئے ہونگے آفتاب اور ماہتاب ایک جگہ پر اور انکے درمیان میں کوئی چیز حائل نہوگی تاکہ وہ چیز آفتاب کی شعاع کے انعکاس کو ماہتاب میں مانع ہو سو ایسے وقت ماہتاب کا بے نور ہونا صریح دلیل ہے اس بات پر کہ آفتاب بھی بالکل بے نور ہوگا جیسے پنیر کی چکنی اور اگر ایسا نہ ہوتا تو آفتاب کے نور سے ماہتاب البتہ روشن ہوتا اسواسطے کہ ماہتاب کا جسم صیقلی ہے اور کوئی دو جسم حائل بھی نہیں ہے اور دنیا میں آفتاب اور ماہتاب جب ایک سمت اور ایک درجے میں جمع ہوتے ہیں تو اس وقت چاند میں گہن کسی طرح ممکن نہیں ہے ہاں محاق اسکو البتہ لاحق ہوتا ہے یعنی چاند کی روشنی کم ہو جاتی ہے اس طور سے کہ اسکی تکیہ طرف آفتاب کی طرف ہوتی ہے اور جو طرف بے نور ہے وہ زمین کی طرف ہوتی ہے پس نہیں ہے کہ اسکا نور بالکل جاتا رہتا ہے سو دنیا میں جتنے نور کے اسباب ہیں وہ سب خراب ہو جائینگے اور نیز اعمال کی شمع اور دنیا کے چوندھیا جانے سے روشنی کو آدمی دیکھ نہ سکیگا آخر کو اچنبھا ہو کے بہت متحیر ہوگا پھر اسوقت یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ کہیگا آدمی اس دن کہ اس قیامت کی روشنی کو جسے اسکو متحیر کر دیا ہے ہر مکان میں تلاش اور پراگندہ دیکھے گا اَیْنَ الْمَفَرُّ کس طرف ہو بھاگ بچنے کی جگہ کہاں ہوگی اس حیرت اور دہشت سے خدا ہی پناہ میں رکھے پھر اسوقت وہ دنیا کا سوال جو کیا کرتا تھا کہ اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ کب ہوگا اور اس دن سے خلاصی کی راہ پوچھنے لگے گا اور بسبب دنیا میں کمال غفلت اور عناد کے بے سمجھے لفظ ایان کے قیامت کے وقت سوال کرتا تھا اور یہ لفظ ایسی ہے کہ اس سے اور مشکل غیر متوقع سے استفہام کرتے ہیں اس دن اپنے بھاگنے کی جگہ کو اَیْنَ کے لفظ سے استفہام کر گا جیسے وہ امور جنکا حصول آسان ہے اور انکا وقوع متوقع ہوتا ہے پوچھتے ہیں اور حال یہ ہے کہ قیامت کا وقوع متوقع اور یقینی تھا اور قیامت کے دن بھاگ بچنے کی جگہ کا حاصل ہونا کسی طرح ممکن نہیں ہے سو حیرت اور دہشت کے سبب سے اسکے کلام میں خبط واقع ہوا ہے چنانچہ دنیا میں نہایت غفلت اور عناد کے سبب سے خبط کرتا تھا

اور یہ بھی ہے کہ پیغمبر اور دیگر مخلوق سے انکے لزام دینے کے واسطے سوال اعتراض کے طور پر قیامت کے وقت سے پوچھا کرتا تھا اور قیامت کے دن آنکھ کے چوندھیا جانے اور عقل کے متحیر ہونے کے سبب سے پناہ کی جگہ کا پتا بتلانے والا کسی کو نہ پائیگا تو خود بخود زبان کے طور پر بکنے لگے گا کہ اَیْنَ الْمَفَرُّ اَیْنَ الْمَفَرُّ اور جب انسان کا حال حیرت اور خطا سے اس مرتبے کو پہنچیگا کہ زبان کے طور پر بکنے لگے گا تب اس سے کہا جائیگا کہ کَلَّا ایسا بیجا سوال مت کر اور یہی پوچھ جا چھ لا یعنی سے باز آ لا وَزَرَ کہ نہیں ہے پناہ کہیں بلکہ جس چیز سے تو بھاگتا ہے وہی جگہ تجھکو جانا پڑیگا اِلٰی رَبِّکَ تیری رب کی تجلی قہری کی طرف یَوْمَئِذِ نِ الْمُسْتَقَرُّ اس دن جائے قرار ہوا وہ کہ کوئی شخص اسکی تجلی کی نزدیکی کی حضوری سے مخالفت نہیں کر سکتا ہو یا اپنی خوشی سے جائیگا یا بال کھینچتے ہوئے زبردستی اسکو لیجائینگے اور جب چار ناچار آدمی اس جگہ پر حاضر ہوگا تو حیرت اور دہشت دوسری سے زیادہ کرینگے یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ خبردار کیا جائیگا آدمی اس دن بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ اس چیز کے جو پہلے بھی نیکی اعمال کی قسم سے ہو یا افعال کی قسم سے پھر وہ اعمال اور افعال لائق تقدیم کے تھے جیسے وضو کرنا نماز کے پہلے اور نماز پڑھنا روزی کی تلاش سے پہلے اور زکوٰۃ کا ادا کرنا مال پر سال گذرنے کے پہلے اور عمرہ حج کے پہلے اور سنت فرض کے پہلے اور اپنے اہل و عیال کو صدقہ دینا غیر فقیروں سے پہلے اور درود پڑھنا دعا سے پہلے اور قرض کا ادا کرنا وصیت جاری کرنے سے پہلے یا وہ اعمال اور افعال لائق تقدیم کے نہ تھے جیسے وقت تنگ سے پہلے نماز پڑھنا اور رمضان کے پہلے شک کے دن روزہ رکھنا اور عید الاضحیٰ کو نماز کے پہلے قربانی کرنا اور عشا کے پہلے وتر کی نماز پڑھنا اور قرض اور اپنے اہل و عیال کے ضروری حق ادا کرنے کے پہلے صدقہ دینا اور والدین کی خدمت اور اہل و عیال کی خبر گیری کے پہلے جہاد کا یا نفل حج کا یا نفل علم کی طلب کا سفر کرنا اور عدت گذرنے کے پہلے نکاح کر لینا اور علیٰ ہذا القیاس وَاَخَّرَ اور جیسے چھوڑا تھا اپنے اعمال اور افعال سے پھر وہ لائق تاخیر کے تھے جیسے حق تعالیٰ کے فرض ادا کرنے کے بعد

والدین کی خدمت کرنا اور اپنی ضروری حاجتون کے پورا کرنے کے بعد خیرات کرنا اور اپنے
خویش و اقربا کے احسان کرنے کے بعد غیرون پر احسان کرنا لائق تاخیر کے نہ تھے جیسے وقت
گذر جانے کے بعد نماز پڑھنا اور سال گذر جانے کی مدت کے بعد زکوٰۃ ادا کرنا اور توبہ کا وقت
پاکے توقف کرنا اور علیٰ ہذا القیاس اور جب آدمی کو اسکے عملون کی تقدیم اور تاخیر پر
اعمال نامے دیکر اور آسمان اور زمین اور دن اور رات کے گواہون کو کھڑا کرکے خبردار کرینگے
تب حیرت مین ہوگا اور اس بات کو سوچے گا کہ جب اس ترتیب اور تقدیم اور تاخیر کو نہین چھوڑتے
ہین اور خبر دینے کے واسطے اسکو لکھ رکھا ہے اور ان باتون کو پوچھتے ہین اور اس پر جزا
دیتے ہین تو میرے اصل عمل اور فعل نیکی اور بدی سے جو ہین کیونکر نہ لکھے ہونگے اور اسے
کیونکر نہ پوچھین گے اور اسپر کیونکر نہ جزا دینگے اس سوچ سے بڑی دہشت اسپر غالب ہوگی
اور اپنے دل مین کہیگا کہ بہت وقت بے ڈھب ہے اور بعضے مفسرون نے یون کہا ہے کہ
مَا قَدَّمَ سے مراد وہ عمل ہین جو کرچکا ہے خواہ وہ نیک ہون یا بد ہون اور مَا اَخَّرَ سے
مراد وہ عمل ہین جو نہین کیے ہین خواہ وہ عمل نیک ہون خواہ بد ہون اور بعضون نے
یون کہا ہے کہ مَا قَدَّمَ سے مراد وہ مال ہے جو بھیجدیا اور عاقبت کے ذخیرے کے واسطے آگے
بھیجا اور مَا اَخَّرَ سے وہ مال مراد ہے جو وارثون کے واسطے پیچھے چھوڑا ہے اور بعضون نے یون
کہا ہے کہ مَا قَدَّمَ سے مراد وہ عمل ہین جو آپ کرگیا ہے خواہ نیک ہون یا بد اور مَا اَخَّرَ
سے مراد وہ رسم اور طریقہ ہے جو اپنے پیچھے چھوڑ گیا ہے اور لوگ اس رسم اور طریقے پر چلتے ہین
اور کام کرتے ہین پھر خواہ وہ رسم نیک طریقے کی ہو اور اس شخص کے قیامت تک اجر اور
ثواب کا سبب پڑے یا بد ہو جو قیامت تک اس شخص کے عذاب اور رنج کا سبب پڑے
چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ جو شخص نیک طریقہ یا نیک رسم لوگون مین رائج کرتا ہے تو جتنے
اس رسم اور طریقے پر چلتے ہین ان سب کے برابر ثواب اس شخص کو بھی ملے جاتا ہے بدون اسکے کہ
ان عمل کرنیوالون کے ثواب مین کچھ نقصان ہووے اور جو شخص بد طریقہ اور بد رسم لوگون مین

رائج کرجاتا ہی تو اسکون سب کے برابر وبال ہوجاتا ہی جو اسپر چلتے ہین وبال رہا ہے کہ ان
لوگون کے وبال سی کچھ کم ہووے اور یہ بھی حدیث شریف مین آیا ہی کہ جو دنیا مین ناحق خون کرتا
ہی تو اسکا وبال قابیل حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے پر بھی لکھتے ہین اسواسطے کہ پہلے
اسی نے اس کام کو کیا تھا اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہین کہ مَا قَدَّمَ سی مراد وہ عمل ہین
جو جوانی اور ابتدائے شباب مین کیے ہین اور مَا اَخَّرَ سے مراد وہ عمل ہین جو بڑھاپے اور آخر عمر
مین کیے ہین حاصل کلام کا ہر طرح سے آدمی کو ہر حرکت اور ہر سکون اور ہر قول اور فعل پر آگاہ
کرینگے تاکہ اسی کے موافق اسکو جزا دیوین اگرچہ یہ خبردار کرنا اور نامۂ اعمال کھلانا اور گواہون
کو گذارنا اُسکے حق مین کچھ حاجت نہین ہی بَلِ الْاِنْسَانُ بلکہ آدمی خود بخود اپنے سب
عملون پر مطلع اور خبردار ہوجائیگا اسواسطے کہ وہ آدمی عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ اپنی
جان پر حجت کامل اور گواہ عادل ہی اسواسطے کہ اپنے کیے ہوے عملون کی شکلین اسکے
نفس مین راسخ اور ثابت ہین اور اس عالم مین جو اسکی دریافت قوی اور صاف ہوگی
اس سبب سے ان سب عملون کی شکلون کو دریافت کرلیگا بلکہ اپنے وجدان اور دریافت
کی طرف رجوع کی احتیاج بھی نہ ہوگی اسواسطے کہ عالم روح کے شائع اور پراگندہ
ہونے کے سبب سے وہ شکلین خود بخود ظہور کرینگی اور اعضا کی صفتین اور صورتین ہوجائینگی
بعضے چہرے کی تاریکی اور مُنہ کی سیاہی پیدا کرینگی اور بعضے چہرے کی رونق اور
سرخروئی پیدا کرینگی اور اسیطرح تمام اعضا اور اجزا مین ظہور کرینگی چنانچہ منکروانون
کے چہرے اور ہاتھ پانون روشن اور چمکتے ہونگے اور زیور پہنے ہوے لاوینگے۔
اور خیانت کرنیوالون کو جس چیز کی خیانت کی ہی اسکو اسی کی گردن اور کاندھے پر
لادے ہوے لاوینگے اور شہیدون کو خون سے رنگین لاوینگے اور زانیون کو اُن کی
شرمگاہون سے پیپ بہتا ہوا بدبو آتی ہوئی لاوینگے یہانتک کہ ہر ہر عضو آدمی کا جس سے
جو گناہ کیا ہی وہ خود گواہی دیگا اور آپ بولے گا پھر سوا اقرار کرنے کے آدمی کا کچھ

بس نہ چلے گا وَلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَہٗ کہ اگر یہ لاڈالیگا تو کش کے تیرون کی طرح تمام اپنے عذر اور بہانے کو حدیث شریف مین آیا ہی کہ آدمی کو قیامت کے دن اپنے اپنے عملون پر مطلع اور خبردار ہونا تین مرتبہ ہوگا پہلی مرتبہ ہر ایک کے نامۂ اعمال فرشتے پڑھ کے ہر ایک کے ہاتھ مین دینگے اور کہین گے کہ اِقْرَأْ کِتَابَکَ ۚ کَفٰی بِنَفْسِکَ الْیَوْمَ عَلَیْکَ حَسِیْبًا ۵ یعنے پڑھ اپنی کتاب تو آپ کافی ہی اپنی جان کے واسطے آج کے دن اپنے اوپر حساب لینے والا اسوقت آدمی اپنے بُرے کامون کا انکار کرینگے اور کہینگے کہ ہمنے ہرگز یہ کام نہین کیے ہین یہ ہم پر جھوٹ لکھدیا ہی پھر دوسری مرتبہ آسمان اور زمین اور دن اور رات اور ہر ہر عضو بدن کا ان کامون پر گواہی دیگا اور انکے کئے ہوے وہ چیزین ثابت کرینگے اور انسے کہینگے کہ تمنے یہ کام کیے ہین پھر اسوقت یہ بھی اقرار کرینگے اور کہینگے کہ ہان ہمسے یہ کام ہوے لیکن عذر پیش کرینگے اور کہین گے کہ فلانا کام ہمسے اس سبب سے ہوا اور فلانا کام اس سبب سے اور اکثر انکے عذر نادانی اور جہالت ہوگی اور یہ کہ ہمارے پیشوا ہمارے واسطے دین اور آئین اور رسم اور طریقے مقرر کر گئے تھے سو ہم ان کی تقلید اور پیروی سے اس بلا مین گرفتار ہوے چنانچہ قرآن شریف مین جابجا اسی قسم کے عذر ناموں انکی زبان سے حکایت کے طور پر حق تعالی نے بیان فرمائے ہین اور جسلئے انکے عذرون کو بھی باطل اور نامسموع کرینگے پھر تیسری مرتبہ یہ حکم ہوگا کہ ہر ایک کا نامۂ اعمال اگر اچھا ہے تو سیدھے ہاتھ مین اور اگر بُرا ہی تو الٹے ہاتھ مین دیکر اپنے اپنے ٹھکانون پر انکو پہونچاوینگے تب فرشتے نیکون کے نامۂ اعمال انکے سیدھے ہاتھ مین دیکر موقف کے داہنی طرف جو بہشت کا رستہ ہی روانہ کرینگے اور بُرون کو الٹے ہاتھ مین دیکر موقف کے بائین طرف جو دوزخ کا رستہ ہی مارمارکے اور گردنون مین ہاتھ دیکر ہانکینگے اور بعضون کو زنجیرون وطوق سے جکڑکے لیجائینگے اور بعضونکو منھ کے بل گھسیٹتے ہوے لیجائینگے اور جب آدمی کی غفلت کے بیان سے فراغت پائی یعنی آدمی ایسا غفلت مین پڑا ہوا ہے کہ

قیامت کے دن آدمی اپنے عملنامہ کا ہی مین مختار ہوں

قیامت کے آنے کا انکار کرتا ہو اور واہی نامعقول شبہے نکالتا ہو اور پھر قیامت کے دن
تجلی قاہرہ الٰہی کے نور کے ظہور کے وقت حسرت اور افسوس کریگا اور اس فرمان کے موافق
مضطرار و بیقرار ہوویگا اور تقدیم اس چیز سے جسکی تاخیر ضروری تھی اور تاخیر اس چیز
جسکی تقدیم ضروری تھی خبردار کیا جائیگا اور ان سب چیزوں کی اصل پرستش کی نسبت
بات میں بات نکل آنے کے طور پر اپنے پیغمبر سے حکم ہوتا ہے کہ اس بیان سے تجھکو یہ
ہو چکی کہ جسکی تقدیم ضروری ہو اسکو مؤخر کرنا اور جسکی تاخیر ضروری ہو اسکو مقدم کرنا
مذموم اور برا ہے اگرچہ یہ کام خیر کے بیان میں ہو سو تجھکو لازم ہے کہ اپنے تئیں ان دونوں
چیزوں سے بچائے رکھو خصوصاً قرآن شریف اور اسکی تفسیر کے سیکھنے میں اسواسطے کہ
اس علم کا جو نہایت شوق تجھکو ہے اور اسپر بہت حریص ہو اس سبب سے یہ دونوں چیزیں
تجھسے صادر ہوتی ہیں اور تم یہ چاہتے ہو کہ اس علم کے سیکھنے میں جسقدر عجلت اور شتابی
ہو وہ بہتر ہے اسواسطے کہ خوف بھول جانے کا لگا ہوا ہے سو تجھکو چاہیے کہ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ
لِسَانَكَ مت ہلا اپنی زبان قرآن کے پڑھنے میں اپنی زبان کو بوقت حضرت جبرئیل
علیہ السلام پڑھتے ہیں لِتَعْجَلَ بِهٖ تاکہ جلدی کرے اس قرآن کے لفظ کے یاد رکھنے
میں اس خوف سے کہ اول میں سے آخر سبق کے سننے تک دیا ہوا سبق یعنی الفاظ تمھارے
یاد سے جاتے رہیں اور جبرئیل علیہ السلام ایک سبق پڑھکے چلے جاویں اور تجھکو وہ
الفاظ بھول جاویں اور اس مانع سے کہ وحی کے سبق کے سننے میں ایسی جلدی
اور شتابی کرنا یعنے آپ بھی پڑھنے لگنا ہمکو نہ چاہیے ہم تمھارے سینے میں خلل ڈالتا ہو نہ اول اچھے
طور سے سنا جاتا ہے نہ آخر اسواسطے کہ دل دوسری طرف یعنی پڑھنے کی طرف متوجہ
ہوتا ہے تو سننے سے رہ جاتا ہے سو اگر تجھکو بھول جانے کا خوف ہے اس سبب ایسی جلدی
کرتے ہو تو اس خوف کو دل سے نکال ڈالو اور خاطر جمع رکھو اسواسطے کہ اِنَّ
عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ہمیشہ ہمارا ذمہ ہے کہ تمھارے سینے میں کرینگے تمام جس کا تم کو سینہ

اور جانتے ہیں اول سے آخر تک پڑھنا اسکا تمہاری زبان سے فَاِذَا قَرَاْنٰهُ پھر جب پڑھنے لگیں
ہم اسکے تعلیم اور سنانے کے واسطے جبرئیل کی زبان سے جو ہمارا ایلچی اور بھیجا ہوا ہے اور اسکا پڑھنا گویا ہمارا پڑھنا
ہے فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ پھر پیروی کرو اسکے پڑھنے کی یعنی پہلے چپ بیٹھے اسکا پڑھنا سنا کرو پھر جب وہ
پڑھ چکے تب تم پڑھنا شروع کرو اُن ہی مخرجوں سے اور اسی شد اور مد سے تاکہ اس طور کے پڑھنے سے
یعنی جبرئیل کے پڑھنے کو سننے سے اور تمہارا پڑھنا جبرئیل کے سننے کے سبب سے تمہارا سبق پکا
ہو جاوے اور بعضے لفظوں کے بھول جانے کا یا کسی حرف کے رہ جانے کا یا مخرج سے ادا نہ ہونے کا
یا شد اور مد کے رہ جانے کا یا وصل اور وقف کی رعایت نہ ہونے کا خوف بالکل جاتا رہے اور
تمہارا خاطر جمع ہو بے سوا سکو پوچھو کہ جبرئیل علیہ السلام کے پڑھنے کے درمیان میں قرآن کو پڑھنے لگنا
وہ چیز ہے جسکی تاخیر واجب ہے اور تم اسکو مقدم کرتے ہو اور جبرئیل علیہ السلام کے پڑھنے کو سننا اور اسی طرف
کان لگانا وہ چیز ہے جسکی تقدیم واجب ہے اور تم اسکو موخر کرتے ہو اور دوسرے یہ بھی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام
کے پڑھنے کے درمیان میں قرآن کے مشکل معنی تم پوچھنے لگتے ہو اور اسکی تحقیق کرنے لگتے ہو اور تم ایسا
سمجھے ہو کہ اگر جبرئیل علیہ السلام قرآن پڑھنے سے فراغت پاکے چلے جائینگے اور مجکو اس سبق کی تفسیر
معلوم نہوگی تو تبلیغ کے وقت اگر مجھسے اسکے معنی لوگ پوچھینگے تو میں انکو کیا جواب دونگا سو
ارشاد ہوتا ہے کہ اس امر سے بھی تم خاطر جمع رکھو اسواسطے کہ ثُمَّ قرآن کی لفظوں کی تعلیم کے
بعد اور حرفوں کے مخرج اور شد اور مد اور وصل اور وقف کی تصحیح کے بعد اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ بیشک
ہمارا ذمہ ہے اسکے معنوں کے بیان کرنے کا بھی سو اسکو بھی پوچھو کہ قرآن کے پڑھنے کے وقت
اسکے معنوں کو جبرئیل علیہ السلام سے پوچھنا ایسی چیز ہے جسکی تاخیر واجب ہے اور تم اسکو مقدم کرتے ہو
اور قرآن کی لفظوں کی تصحیح کی طرف متوجہ ہونا ایسی چیز ہے جسکی تقدیم واجب ہے اور تم اسکو موخر
کرتے ہو سو ایسا مت کرو یعنی قرآن کے سیکھنے اور سکھلانے کے وقت جس چیز کی تاخیر واجب ہے
اسکو مقدم اور جسکی تقدیم واجب ہے اسکو موخر مت کیا کرو اور اسیطرح جتنی بہتر چیزیں ہیں ان میں
یہ بات مذموم اور بری ہے سو اسطے کہ یہ بات قرآن کے اصل علم کے سیکھنے میں نقصان لاتی ہے اور

اس سبب سے استاد اور شاگرد دونون کا ذہن منتشر ہوجاتا ہی سیواسطے اس آیت سے استنباط کیا ہے
یعنی اس حکم کو نکالا ہی کہ علم کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہی کہ کتاب کی عبارت پڑھنے کے وقت جو
استاد کے قائم مقام ہی سننے والون پر لازم ہی کہ سوا سننے کے دوسری طرف مشغول
نہ ہووین اور قاری کے ساتھ پڑھنے نہ لگین پھر قاری کے پڑھنے کے بعد اگر چہ چاہین تو اسکو
دوہرالین پھر جب استاد یا قاری ترجمہ تحت اللفظ بیان کرنے لگے تو اسوقت بھی مالہ اور ماعلیہ
کی تحقیق نہ کرنے لگین پھر جب لفظ کی صحت یعنی عبارت صحیح قاری پڑھ چکا اور لفظی ترجمہ بھی
بیان ہوچکا پھر اسوقت مالہ اور ماعلیہ کی تحقیق شروع کرین یعنی اس عبارت مین یہ لفظ مناسب
تھا اور فلانے لفظ پر یہ اعتراض ہوتا ہی اور اسیطرح بحث کے درمیان مین یا اعتراض سے
معترض نہ ہووین بلکہ بحث کے تمام ہونے کے بعد اگر کچھ شبہہ باقی رہے تو اسکی تحقیق کرلین اور یہ سب
چیزین آدمی کی طبعی عجلت کے سبب سے ہین یعنی آدمی کی خلقت اسیطرح پر ہوئی ہی چنانچہ
قرآن شریف مین دوسرے مقام پر ارشاد ہوا ہی کہ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ یعنی پیدا کیا گیا
ہی آدمی عجلت سے سو یہ امر فقط تمہارا خاصہ نہین ہی بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ بلکہ تم سب
ہی آدمیون دوست رکھتے ہو جلدی والے نفع کو جو جلدی ہاتھ مین آوے اور شتابی حاصل
ہووے سو یہ بات بشری جبلت کے تقاضے سے ہی اور اس چیز مین سب آدمی برابر ہین اتنا
فرق ہی کہ نیک لوگ اس جلدی حاصل ہونیوالی منفعت کو دوست رکھتے ہین جو نیک ہے اور
بُرے لوگ اس شتابی حاصل ہونیوالی منفعت کو دوست رکھتے ہین جو بد ہی حضرت عبداللہ
بن عباس اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت آئی ہی کہ ابتدا مین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نزول وحی کے سبب سے بہت تکلیف کھینچتے تھے اس سبب سے کہ جب
حضرت جبرئیل علیہ السلام آتے تھے اور قرآن شریف کی آیتون کو پڑھنا شروع کرتے
تھے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت جبرئیل علیہ السلام کے پڑھنے کے ساتھ اپنی زبان
اور لبون کو آہستہ آہستہ جنبش دیتے تھے تاکہ ایسی آواز بلند نہو کہ حضرت جبرئیل کا پڑھنا آپ کی

سماعت مین نہ آوے اور آپکو یہ بھی خیال رہتا تھا کہ ہر ہر لفظ جبرئیل علیہ السلام کی قرأت کے
مطابق اپنی بھی زبان سے نکلے اور اسطرح یاد رہے تو آپکو یہ دونون مختلف کام یعنی سننا اور پڑھنا
ایک ہی وقت مین بہت بھاری معلوم ہوتے تھے سو حق تعالیٰ جل شانہ نے اس تکلیف اور
رنج کے دفع کرنے کے واسطے اس چیز کو منع فرمایا ہے کہ اس تکلیف مین مت پڑو اور خاطر جمعی
بھی آپ کی فرمادی کہ تمکو بدون اس رنج اور تکلیف کے قرآن یاد ہوگا اور اچھی طرح تم سے پڑھا جائیگا
پھر اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت رب العزت عز اسمہ کے ارشاد کے بموجب حضرت
جبرئیل علیہ السلام کے پڑھنے کے وقت چپ رہتے اور کان دھر کے انکی قرأت کو سنا کرتے تھے
اور جب حضرت جبرئیل علیہ السلام پڑھ چکتے تھے تب بعینہٖ اسی عبارت کے بے تفاوت
دوہرا کے انکو سنا دیتے تھے سو اس آیت یعنی لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ سے ہی امر اور
نہی کو تمام امور خیر مین تقدیم اور تاخیر کی رعایت پر متفرع فرمایا ہے اور اسی سے منافع
عاجلہ کی حب کی طرف انتقال فرمایا ہے اور حاصل مطلب یہ ہے کہ تمکو چاہیے کہ منافع دنیا کے
تحصیل کرنے مین بہت جلدی نہ کرو جیسے کہ اس چیز سے کہ اسکا نہ ہونا اس جہان سے کوئی
دوسرا امر جو فوت ہوا چاہتا ہے (کذا فی الاصل) [illegible]
اس عبارت مین تمام آدمیون کی طرف خطاب فرمایا ہے اور منافع عاجلہ کی یعنی دنیا کی منفعت
کی محبت مین گرفتار ہو کَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ۝ اور چھوڑتے ہو آخرت کو اور اسکی فکر کچھ
بھی نہین کرتے ہو اسواسطے کہ تم اسکو دور سمجھتے ہو اور دنیا کے منافع کی محبت اور
آخرت کے منافع سے غفلت کرنا بڑے فساد کا باعث ہے چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ
ح حُبُّ الدُّنْيَا رَاْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ یعنی دنیا کی محبت اصل ہے سب برائیون کی اور بڑی
مشکل ہے کہ ان دونون چیزون کی محبت ایک جگہ جمع نہین ہوتی ہے بلکہ ایک کی محبت
بہری چیز کے بغض کا سبب ہوتی ہے چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہے مَنْ اَحَبَّ دُنْيَاهُ اَضَرَّ
ح بِاٰخِرَتِهٖ وَمَنْ اَحَبَّ اٰخِرَتَهٗ اَضَرَّ بِدُنْيَاهُ فَاٰثِرُوْا مَا يَبْقٰى عَلٰى مَا يَفْنٰى

ہو جس شخص نے دوستی کی دنیا سے تو نقصان کیا اپنی آخرت کا اور جسنے محبت کی اپنی آخرت
سے نقصان کیا اپنی دنیا کا پھر چاہیے کہ اختیار کرے وہ اس چیز کو جو باقی رہنے والی ہے
اسپر جو فانی ہونیوالی ہو اور حضرت امیر المومنین مرتضی علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے
کہ آپ نے فرمایا ہے اَلدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃُ ضَرَّتَانِ اِنْ رَضِیَتْ اَحَدُھُمَا سَخِطَتِ
الْاُخْرٰی یعنی دنیا اور آخرت دونوں سوتنیں ہیں اگر ایک ان دونوں میں سے راضی
ہوتی ہے تو دوسری ناراض ہوجاتی ہے اسی کلمہ کی طرف اشارہ کرنے کے واسطے قَالَ رَبُّنَا
الْاٰخِرَۃَ کو تحبون العاجلۃ پر عطف ملامت فرمایا ہے لَا تُحِبُّوْنَ الْاٰخِرَۃَ نہ فرمایا
گویا یوں حکم ہوتا ہے کہ اس عاجلہ کی محبت اور دوسری کی محبت کے ترک کا سبب ہے
اور حال یہ ہے کہ آخرت کی نعمتیں اور حضرت ہزاروں درجے اس دنیا کی منفعت اور
معرفت سے بڑھکے ہیں یہانتک کہ ان دونوں میں کچھ نسبت نہیں ہے اسواسطے کہ وُجُوْهٌ
کتنے چہرے یَوْمَئِذٍ ناضِرَةٌ اس دن تر و تازہ اور روشن دمکتے ہونگے
اس سبب سے کہ انکے نیک اعتقادوں کا نور اور نیک عملوں کی روشنی انکے چہروں پر ظہور
کریگی اور انکے باطن کا نور ظاہر پر مددگار ہوگا اور اس نور کی قوت کے سبب سے
جو انکی آنکھ کی روشنی کی مدد کریگا اِلٰی رَبِّهَا اپنے پروردگار کے نور کی تجلی کی طرف
نَاظِرَةٌ نظر کرنیوالی اور بڑی لذت پانے والی ہونگی اور انکی آنکھ اس تجلی کے
دیکھنے سے ہرگز نہ چوندھیاویگی اور متحیر اور خوفناک بھی نہ ہوگی وَوُجُوْهٌ اور
کتنے چہرے یَوْمَئِذٍ اس دن حیرت اور وحشت میں پڑے ہونگے اگرچہ اس تجلی کے
سامنے کھڑے ہونگے لیکن اسکو دیکھ نہ سکینگے پھر اسکے دیکھنے سے چین پانا اور لذت
اٹھانا تو بہت دور رہا اسواسطے کہ وہ چہرے اپنے حال میں گرفتار ہونگے بَاسِرَةٌ
اداس روٹھے شکل سے ہونگے سو ظاہر انکا ایسا خراب ہوگا اور انکے دل میں
عجب طرح کا رنج اور غم غالب اور بھرا ہوگا تَظُنُّ اَنْ یُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ

یقین رکھتے ہونگے کہ کیا جائیگا انکے ساتھ معاملہ پیٹھ کی ہڈی توڑنیوالا اور اس خیال
سے انکے حواس بجا نہ ہونگے تاکہ تجلی الٰہی کے نور کی رویت سے بہرہ مند اور مشرف
ح ہون چنانچہ حدیث صحیح متواتر مین جسکو بہت صحابیون نے روایت کیا ہی آیا ہی کہ انکم
سترون ربکم کما ترون القمر لیلۃ البدر لیس دونہ حجاب یعنے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ تم دیکھوگے اپنے پروردگار کو یعنی قیامت کے دن
جسطرح دیکھتے ہو چودھوین رات کے چاند کو ایسے وقت مین کہ اسوقت مین بدلی یا
دھوان یا غبار تمھارے اور چاند کے درمیان مین حائل نہو اور حق تعالے کے
دیدار سے مشرف ہونے مین آپسمین ایک دوسرے کا مزاحم اور مانع بھی نہ ہوگا جسطرح
ح چاند کے دیکھنے مین ایک دوسرے کا اوٹ نہین ہوتا ہی اور یہ بھی حدیث صحیح مین آیا ہی کہ تم
لوگ حق تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوگے لیکن اگر ہوسکے تو فجر اور عصر کی نماز کو بہت
احتیاط سے اپنے وقت پر ادا کرتے رہو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان دونون
نمازون کا نور حق تعالیٰ کے دیدار مین مدد اور اعانت کریگا اب یہان پر جاننا چاہیے کہ
یہ آیت صریح دلیل ہی اس بات پر کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ کا دیدار نیک لوگون کو
نصیب ہوگا اور حدیث صحیح متواتر جسکو بہت صحابیون نے صحیح اسنادون سے روایت کیا ہی
وہ بھی اس نص کے مضمون کی تاکید کرتی ہی تو حق تعالیٰ کی رویت کا اعتقاد ہر مسلمان کو
لازم و فرض ہی اور حق تعالیٰ کے دیدار کے منکر اس آیت کے معنون مین بہت گھبرائے ہین
اور ہاتھ پانون مار رہے ہین اور عجیب و غریب تاویلین کی ہین کہ اکثر وہ تاویلین کتاب اللہ کی
تحریف کو پہونچتی ہین اور مفسرون پر تحریف کا رد واجب ہے اس سبب سے ان چیزون کا ذکر اس
مقام پر کرنا ضرور ہوا ورنہ اس تفسیر کے طرز کے لحاظ سے اس گفتگو کا لانا اس جگہ مناسب
نہ تھا ناچاری ہی ذکر کیا جاتا ہی اور اس ذکر کے پہلے ایک مقدمہ ضروری بیان ہوتا ہی اسکو کان
کھول کے سننا چاہیے اور اس مقدمہ کا حاصل یہ ہی کہ کلام اللہ کی تفسیر اسکو کہتے ہین کہ تین

اللہ تعالیٰ کی رویت کی حقیقت کا بیان

چیزون کی رعایت ہمین پائی جاوے اول یہ کہ ہر کلمہ کو قرآن شریف کے اسکے حقیقی معنون پر حمل کرنا چاہیے
یا مجاز متعارف اور مشہور پر دوسری یہ کہ اس کلمے کے سیاق اور سباق کو اور کلام کے نظم کو
اول سے آخر تک ملاحظہ کرنا اور نگاہ رکھنا چاہیے تاکہ کلام بے نسق اور بے ربط نہو جاوے
تیسری یہ کہ نزول وحی کے گواہون کا فہم اس تفسیر کے مخالف واقع نہو اور وہ گواہ پیغمبر صلی اللہ
علیہ وسلم اور صحاب کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہین پھر اگر ان تینون چیزون سے ایک فوت ہو جاوے
اور دو سری باقی رہین تو اسکو تاویل کہتے ہین سو اگر پہلی فوت ہو جاوے لیکن دوسری
اور تیسری باقی رہین تو اسکو تاویل قریب کہتے ہین اور اگر دوسری فوت ہو جاوے لیکن
پہلی اور تیسری باقی رہین یا تیسری فوت ہو جاوے لیکن پہلی اور دوسری باقی رہین
تو ان دونون صورتون کو تاویل بعید کہتے ہین اور اگر یہ تینون فوت ہو جاوین تو اسکا نام
تحریف اور نسخ ہے معاذ اللہ من ذلک پھر جب یہ مقدمہ معلوم ہو چکا تو اب جاننا چاہیے
کہ اللہ تعالیٰ کی رویت کے منکرون کے کلام مین جسکو وہ بہت عمدہ جانتے ہین اور اس
گروہ کے مفسر اسپر ناز اور فخر کرتے ہین وہ یہ ہے کہ نَاظِرَةٌ کو مُنْتَظِرَةٌ کے معنون مین
کہتے ہین چنانچہ ھَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاوِیْلَهٗ وَانْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ مین واقع
ہوا ہے یعنی نہین منتظر ہین مگر اسکی تاویل کے اور مہلت دو ہمکو کہ ہم بھی سلگالین تمھاری روشنی
سے اور الیٰ کو کہتے ہین کہ یہ حرف جر کا نہین ہے بلکہ نعمت کے معنون مین ہے الاء کا مفرد ہے
اصل مین الیٰ تھا نون کے ساتھ جب رَبِّهَا کی طرف اسکو مضاف کیا تو نون جاتی
رہی الیٰ رہ گیا اس سبب سے حرف جر سے مشابہ ہو گیا تو انکے نزدیک اس آیت کے
معنی یون ہوئے کہ اپنے پروردگار کی نعمت کے منتظر ہونگے تو انکے نزدیک اس آیت نے
رویت پر دلالت نہ کی سو اب اس آیت کے معنون مین تامل اور غور کرنا چاہیے کہ اول تو
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فہم کے یہ معنی مخالف ہین بلکہ
اس کہنے والے کے پہلے جتنے زمانے گذرے ہین ان سب لوگون کے یہ قول مخالف ہے

کسی شخص کو یہ بات نہ سوجھی سوائے اس شخص کے اور دوسرے یہ کہ قرآن شریف کے استعمال کے بھی
مخالف ہے سواسطے کہ دو جگہ تو اسی سورۃ مین الی کا لفظ واقع ہی چنانچہ الی ربک
یومئذ المستقر، والی ربک یومئذ المساق اور سوائے اسکے اگر تمام قرآن شریف
مین یہ لفظ تلاش کیا جاوے تو ہزار جگہ سے زیادہ نکلے گا چنانچہ الی ربک منتہاھا
ارجعی الی ربک راجعون الی ربک الی ربک یومئذ یصدر الناس اشتاتا لیروا اعمالھم والیہ
الیہ راجعون اور سوائے بہت جگہ یہ لفظ آیا ہے پھر کیونکر یہ کہا جاوے کہ اس لفظ
نعمت کے معنون مین مستعمل نہین ہوا ہے کہ لفظ تمام قرآن شریف مین نعمت کے
معنون مین واقع نہین ہوا ہے اور خاص اس کلام مین بھی یہ لفظ ان معنون مین مستعمل
نہین ہے اور اکثر اہل عربیت نے اس لفظ کو تحقیق کیا ہے اور کہا ہے کہ الی کا فتحہ الف کی
ہمزہ کے فتحہ سے قیاس کرکے ہے کہ ان پر الف مقصورہ کی کسرہ ہے اور یہ جو کہتے ہین کہ اعشی
نے اپنے شعر مین اس لفظ کو بھی وزن اور قافیہ کے معنون مین استعمال کیا ہے چنانچہ اسکا شعر
یہ ہے ابیت اللعن لا یرقد بالھدا الی ولا یطعم رحمًا ولا یغشون الی یعنے
گورانگ نہین چوری کرتا ہے اور عزی کا اور نہین قطع کرتا ہے رحم کو اور نہ خیانت کرتا ہے
نعمت مین سو یہان پر کس دلیل سے ثابت ہوا ہے کہ الی اس شعر مین ہمزہ کے زیر سے ہی
زیر سے نہین ہے کہ دلیل پر ساقط ہوجاوے اور سوائے اسکے اگر یہ شاعر نے اپنے شعر مین ایک نادر کلمہ کو
استعمال ہی کیا تو وہ کلمہ شاعر نے اختیار کیا ہے کہ اسکا استعمال بھی وحشی اور غریب
نہ چاہیے جو کلام افصح ہو اعتماد اسی کے فصاحت اور بلاغت مین واقع ہی سو اسکو
غریب وحشی کلمون کے استعمال پر تنزل کرنا اسکی فصاحت اور بلاغت مین بٹا لگانا ہی خصوصًا
ایسے مقام پر جہان الف اور شہور ترکیب استعمال کا غالب ہو بلکہ یقین ہو وہان
وحشی غیر مستعمل کیطرف پھیرنا گویا قرآن شریف پر جہالت اور پہیلی کی تہمت لگانا ہے
حاشا کلام اللہ من ذالک یعنی بہت دور ہو کلام الٰہی ایسی چیزون سے قرآن شریف کا

نزول تلبیس اور اشتباہ کے دفع کرنیکے واسطے ہی نہ فریب دینے اور غلطی میں ڈالنے کے واسطے سوالی
کے معنی حقیقی نعمت کے کہنا مجاز اور کنایہ سے ہزار درجہ مرتبہ بعید ہی بلکہ الی کو اپنی اصل سے
خارج کرنا ہی یعنی حرفیت سے نکال کے اسمیت میں داخل کرنا ہی اور اسیطرح غیر حقیقی اور غیر
متعارف معنون پر کسی کلمہ کا حمل کرنا تاویل کے قریب ہونے کا سبب ہی اسیطرح کسی
کلمہ کو اسکے معنون پر حمل کرنا بسبب وضع کلمہ کے صحیح اور سبب وضع کے جو رائج
اور مشہور ہی نکل کے اسمیت یا فعلیت میں داخل ہونے کے غیر متعارف اور غیر مشہور ہی یہ بھی تاویل
کا مرتکب ہونا ہی بلکہ یہ تحریف ہے مثل زید و عمرو یحرفون الکلم عن مواضعہ اور باوجود ایسی
مخالفتوں کے اس کلام کی [illegible] العاجلۃ سے اس آیت کے آخر تک
کوئی لفظ [illegible] سے کلام [illegible] ہو سو یعنی
اس نے [illegible] اور مخالف [illegible] کلام [illegible] بلکہ بل تحبون العاجلۃ
وتذرون الآخرۃ کا [illegible] کرنا ہو کہ تم لوگ کمارہ چیز کو دوست رکھتے ہو
اور اسکے چھوڑنے کو [illegible] اور اسکے [illegible] کے واسطے اگر ایسی پیشین
مخصوص [illegible] ہو [illegible] کرین تو یہ دعوی درست
نہ ہوا اور [illegible] کرنے میں [illegible] کا دیدار نصیب ہوگا
اور ایسی چیز جو کہ کوئی نعمت اور کوئی [illegible] آدمی کے وہم و خیال میں
نہیں آسکتی ہی تو آخرت کی عمدگی ثابت ہوئی اور اگر نعمت الہی کے انتظار کو بیان کرین
تو اس غرض کے منافی اور مخالف ہو جاوے اسواسطے کہ حق تعالی کی نعمت کا انتظار دنیا میں
بھی حاصل ہی بلکہ بیرون کو نیکوں سے زیادہ حاصل ہے اسواسطے کہ الدنیا سجن المؤمن
وجنۃ الکافر یعنی دنیا مومن کا قیدخانہ اور کافر کا باغ ہوا سواسطے کہ جیرون کی تازگی اور
رونق اور چمک دمک ناس کی جتنی کافرون کو حاصل ہی ایمانداروں کو ہرگز میسر نہیں ہے
تو آخرت کی زیادتی دنیا پر کیا ہوئی جسکے واسطے دنیا کی محبت اور آخرت کے ترک پر ملامت فرماتے ہین

بلکہ اسوقت مین تو بُرون کو کہنے کی جگہ ہی کہ ہم لوگ دنیا کو اس سبب سے دوست رکھتے ہین اور آخرت کی
فکر کچھ بھی نہین رکھتے کہ چہرون کی شگفتگی اور تازگی اور گوناگون نعمتون کا انتظار ہمکو دنیا مین
حاصل ہی اور دنیا کی نعمتین نقد اور نزدیک ہین اور آخرت کا حال معلوم نہین ہی کہ یہ نعمتین
ہمکو وہان حاصل ہون یا نہ ہون اور رسوا اسکے آخرت موعود اور نسیہ ہی پھر بعد اسکے وجوہ کے لفظ مین
قیاس کرنا چاہیے کہ اگرچہ وجوہ کے لفظ سو اس جگہ ذات اور اشخاص مراد ہین لیکن بلاغت والون
کا یہ قاعدہ ہی کہ اگر کسی چیز کو ساتھ کسی لفظ کے تعبیر کرتے ہین تو جو کچھ اس لفظ کے مناسب
ہوتا ہی لاتے ہین جیسے اسکی صفتین یا اسکے کام چنانچہ وُجُوہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ اور
وُجُوهٌ یَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ اور قُلُوبٌ یَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ مین واقع ہی اور یہ بات ظاہر ہے کہ
وُجُوهٌ کا کام نظر کرنا اور دیکھنا ہی نہ انتظار کرنا نعمتون کا اسواسطے کہ یہ قلب کا کام ہے
سو اگر انتظار مراد ہوتی تو یون کہنا تھا کہ قُلُوبٌ یَّوْمَئِذٍ مَّسْرُوْرَةٌ لِنِعْمَةِ رَبِّهَا مُنْتَظِرَةٌ
یعنے بہت دل اس دن خوش ہونگے اپنے رب کی نعمت کے منتظر پھر یَوْمَئِذٍ کے لفظ
مین تامل کرنا چاہیے اسواسطے کہ جو چیز کہ خاص اس دن کے واسطے ہی اسی کو یہ لفظ
چاہتی ہی سو اگر نَاظِرَةٌ مُنْتَظِرَةٌ کے معنون مین ہو اور الی نعمت کے معنون مین تو یہ
چیز ان اس دن سے کچھ خصوصیت نہین رکھتی ہین اسواسطے کہ دنیا مین بھی نعمت الٰہی کا انتظار
حاصل ہی اور نضارت اور تازگی مُنہ کی بالیقین دنیا اور آخرت مین مشترک ہی اگر ایسی
کوئی چیز بیان نہ کی جاوے جو اُس دن کے واسطے خاص ہی تو یَوْمَئِذٍ کا لفظ بالکل
بیکار ہوجاوے پھر ناظرۃ کے لفظ مین غور کرنا چاہیے کہ چہرے کی تازگی اور چمک اور
دمک لذت کے حاصل ہونے مین ہوتی ہی یا حصول کے انتظار مین بلکہ لذت کے حصول کا
انتظار تو خود ایک عذاب ہے جس سے روحی رنج حاصل ہوتا ہی پھر یہ عذاب کسطرح چہرے
کی تازگی اور خوشی کا سبب پڑیگا چنانچہ شاعر کہتا ہی شعر ہندی تیغ روم کا خنجر
نہ کرے جو کہ انتظار کرے ۔ پھر اسکے مقابلے مین وُجُوهٌ یَّوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ تَظُنُّ

ان یفعل بہا فاقرۃ کو تامل کرنا چاہیے اسواسطے کہ یہ مضمون کمال جدائی پر ان دونون گروہون کی دلالت کرتا ہی پھر اگر اچھے بھی انتظار نعمت کے رنج مین گرفتار ہوون تو رنج مین بُرون کے شریک ہوون اگرچہ بُرون کو بلا کا انتظار ہی اور نیکون کو عطا کا اسواسطے کہ انتظار عطا کا بھی رنج کا سبب ہے جسطرح بلا کا انتظار رنج کے حاصل ہونے مین ان دونون مین کچھ فرق نہین ہی انتہی اور ایک دوسرا فرقہ منکر رویت کا ہی اسنے یون کہا ہی کہ کسی طرف آنکھ کو متوجہ کرنے کو نظر کہتے ہین پھر خواہ وہ نظر مین آوے یا نہ آوے چنانچہ عرب لوگ بولتے ہین نظرت الی الہلال فلم اراہ یعنے نظر کی ہمنے چاند کی طرف پر نہ دیکھا ہمنے اسکو اور قرآن شریف مین بھی آیا ہی تراھم ینظرون الیک وھم لایبصرون یعنے تم دیکھتے ہو انکو کہ وہ دیکھتے ہین تمھاری طرف اور وہ ہرگز نہین دیکھتے تو اب اس تاویل سے اس آیت کے معنی یون ہوگئے کہ اپنے پروردگار کیطرف نظر کو متوجہ کرینگے اگرچہ اسکو نہ دیکھینگے اور وہ دیکھنے مین نہ آوے اب انکے اس کلام مین عاقل کو تامل کرنا چاہیے کہ کیا پیچ بکتے ہین اسواسطے کہ ان لوگون نے انکار رویت کا اسواسطے کیا تھا کہ دیکھنے کے واسطے مقابلہ اور جسکو دیکھتا ہی اسکا مکان اور آنکھ سے اشارہ کرنا اسکی طرف اور شعاع کا پہونچنا اُس تک ضرور ہی اور یہ چیزین اللہ تعالی کے حق مین محال ہین لیکن جب انھون نے نظر کا متوجہ کرنا حق تعالی کی طرف جو نیک لوگون سے آخرت مین واقع ہوگا جائز رکھا تو گویا یہ سب چیزین حق تعالی کے حق مین ثابت کرچکے تو اب پھر وہی عرب کی مثل سچی ہوئی کہ فرّ من المطر ووقف تحت المیزاب یعنی برسات کی بوندون سے بھاگا اور پرنالے کے نیچے جا کھڑا ہوا اور علاوہ اسکے یہ ہوا کہ کلام الٰہی نے اس بے حاصل کے تصرف سے رکاکت پیدا کی اسواسطے کہ کسی چیز مرغوب کو ڈھونڈھنا اور نہ پانا نہایت رنج اور بیمزگی کا باعث ہوتا ہی پھر ایسی چیز کو نیکون کی تعریف مین بیان کرنا کیا مناسب تھا اور یہ بھی سہی لیکن ان چہرون کی تازگی اور روشنی کی کیا وجہ اسواسطے کہ باوجود سعی اور تلاش کے انکو حرمان اور

ناامیدی حاصل ہو اور یہ خود ترش روئی اور رنجیدگی کا سبب ہے پھر خوشی کی کیا وجہ ہو اور بعضے دوسرے جو رویت کے منکر ہیں انھوں نے یوں کہا ہے کہ اس جگہ مضاف محذوف ہے اصل میں یوں تھا کہ اِلٰی ثَوَابِ رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ یعنی اپنے رب کے ثواب کی طرف دیکھنے والے ہونگے یہ اس سے بھی زیادہ پوچ اور بے معنی ہے اسواسطے کہ نعمت کا دیکھنا خوشی اور چہرے کی تازگی کا سبب نہیں ہوتا ہے بلکہ نعمت کا حاصل ہونا البتہ ان چیزوں کا سبب پڑتا ہے سو چہروں کی تازگی کی وجہ میں نعمت کے دیکھنے کو بیان کرنا بلاغت کے منافی ہے اور اسطرح بعضے دوسرے اس فرقے کے یوں کہتے ہیں کہ نَظَرْتُ اِلٰی فُلَانٍ توقع اور طمع کے معنوں میں بھی مستعمل ہوتا ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ فلانا فلانے کے ہاتھ کو دیکھتا ہے یعنی اس سے انعام کی توقع رکھتا ہے اسواسطے کہ طمع اور توقع تشویش اور تردد کے سبب پڑتے ہیں نہ خوشی اور سرور کے اور اس لفظ کو اکثر اس جگہ پر استعمال کرتے ہیں جہاں اس چیز کے حصول کا یقین بالکلیہ نہیں ہوتا ہے چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے ؎ اِلَیْکَ اِلَیْکَ لِمَا وَعَدْتَّ نَاظِرٌ + نَظَرَ الْفَقِیْرِ اِلَی الْغَنِیِّ الْمُوْسِرِ یعنی میں تیری طرف بسبب وعدہ دینے تیرے کے دیکھنے والا ہوں یعنی منتظر ہوں جسطرح فقیر محتاج دیکھتا ہے غنی تونگر کی طرف اور دوسرے شاعر نے یوں کہا ہے ؎ وَجُوْہٌ نَاظِرَاتٌ یَوْمَ بَدْرٍ + اِلَی الرَّحْمٰنِ یَاْتِیْ بِالْفَلَاحِ یعنی بہت منھ دیکھنے والے ہیں بدر کے دن رحمٰن کی طرف کہ لاویگا فلاح کو اور عرب لوگ جب کوئی تنگی اور فکر میں پھنس جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ عَیْنِیْ مُمْدُوْدَۃٌ اِلَی اللّٰہِ وَاَنَا شَاخِصُ الطَّرْفِ اِلٰی فُلَانٍ یعنی میری آنکھ دراز ہے اللہ تعالیٰ کی طرف یعنی حقیقت میں امید اسی سے ہے اور میں دیکھنے والا ہوں فلانے کی طرف سو جتنی یہ مثالیں مذکور ہوئی ہیں ان سب میں خوف اور رجا کی مزاحمت مرعی اور منظور ہے اب تاویل ہے اس آیت کے معنوں میں دوسرا اختلاف پیدا ہوا وہ یہ ہے کہ ان لوگوں کو اپنے حال کا یقین حاصل نہیں ہے کہ ہمارے ساتھ کیا ہوگا پھر باوجود ایسی بے یقینی کے ان لوگوں کے دل کے پیالے کہاں سے

خوشی اور بے غمی کی شراب سے لبریز اور چھلکتے ہونگے جسکے سبب سے اس طرح کی خوشی اور خرمی اور تازگی اور سرخی رنگت کی انکے چہروں سے پھوٹی نکلتی ہوگی غرض کہ ایسی باتین چبلانا اور ایسا بیہودہ دیکھنا بلاشبہہ کتاب اللہ کی تحریف کرنا ہی اور حقتعالی کے حکم کو پھیرنا ہی نعوذ باللہ من ذالک اور جو اس کلام مین آدمی کی فہمید کا حال بیان ہوا کہ اس سبب سے لوگ دنیا کی محبت مین گتھے ہوئے ہین اور آخرت کی فکر سے غافل اور بیخبر ہین اور دنیا کو نزدیک اور نقد سمجھتے ہین اور آخرت کو دور اور نسیہ جانتے ہین اسواسطے نقد کو چھوڑکے نسیہ کی طرف مائل نہین ہوتے سو اب اس فاسد اعتقاد پر زجر اور توبیخ اور جھڑکی ہوتی ہی کہ کَلَّا آخرت کو ہرگز دور مت سمجھو اسواسطے کہ آخرت اس سفر کا نام ہی جسمین روح اپنے پروردگار کی طرف مسافرت کرتا ہی اور اس سفر کی ابتدا موت کا وقت ہی گویا روح اسوقت اپنے گھر سے نکل کے اس سفر کی منزلین طے کرنے مین مشغول ہوتی ہی اور انتہا اس سفر کی قیامت کے دن حق تعالی کی قہری تجلی کی حضوری مین حاضر ہونا ہی چنانچہ اس سورۃ مین اِلٰی رَبِّکَ یَوْمَئِذِ نِ الْمُسْتَقَرُّ کی تفسیر مین بیان ہوچکا ہی اور سفر کی دوری اور نزدیکی ابتدا سے شمار کرنا چاہیے نہ اسکی انتہا سے اور اس سفر کی ابتدا بہت نزدیک ہی کہ دنیا کی زندگانی سے ملی ہوئی ہی جسوقت یہان سے قدم اٹھایا اس جہان پر رکھا سو حقیقت مین آخرت کا شروع اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِیَ سے اسوقت ہی کہ جب پہنچتی ہی آدمی کی جان اسکے سینے کی ہڈیون مین جو گردن کے متصل ہی اور اسوقت کو احتضار اور سکرات اور غرغرے کا وقت کہتے ہین اور اسوقت روح حیوانی اپنے مسکن اور ٹھکانے سے باہر نکلنے کو ہی یعنی دل سے اگرچہ ابتک تمام بدن سے باہر نہین نکلی ہی جسطرح جب مسافر اپنے گھر سے باہر نکلا اگرچہ بستی کے کلی کوچے سے نہین نکلا ہی اور شہر کے دروازے سے باہر نہین ہوا لیکن مسافر ہوچکا اور روح حیوانی بھی متعلق نفس کے ہی اور یہ روح جبتک بدن مین اپنے مقام پر ہی تب تک زندگانی دنیا کی حاصل ہی اور جب اپنے ٹھکانے سے بے ٹھکانے ہوئی تو زندگی بھی منقطع ہوئی چنانچہ ایسے وقت مین

اپنے بیگانے سب مایوس ہو جاتے ہیں اور یہ جو لیتے ہیں کہ اس میت کی روح نے آخرت کا سفر کیا
وَقِيلَ مَنْ رَاقٍ ۵ اور اسوقت کہا جاتا ہے کہ کون ہے جھاڑنے پھونکنے والا تاکہ اس
روح بے ٹھکانے ہوئی کو اپنے ٹھکانے پر پھیرے اور ایسے وقت میں حکیموں کی تدبیر سے اور مزاج کے
علاج سے ہاتھ اٹھا لیتے ہیں اس گمان سے کہ یہ سخت واقعہ غیب سے لاحق ہوا ہے تو شاید روح
غیبیہ کا توسل جو افسون پڑھنے سے حاصل ہوتا ہے اس امر کے دفع کرنے میں کچھ کام آوے اور
بعضے مفسرین نے جیسے حضرت عبداللہ بن عباس اور کلبی اور سدی نے رضی اللہ عنہم نے
ایسا کہا ہے کہ مَنْ رَاقٍ اُن فرشتوں کا کلام ہے جو ملک الموت کے ساتھ روح نکالنے کے
وقت آتے ہیں اور وہ سات ہوتے ہیں سات اندام کے عدد کے برابر زیادہ ہوتے ہیں
اور وہ اسواسطے ہمراہ آتے ہیں تاکہ ملک الموت روح کو قبض کرکے انکے حوالے کردیں پھر
وہ فرشتے آپس میں پوچھتے ہیں کہ مَنْ رَاقٍ یعنی کون اس مردے کی روح لیجائیگا رحمت کے
فرشتے یا عذاب کے سو اس صورت میں رَاق مشتق رقی سے ہوگا جو اوپر چڑھنے کے معنوں
میں ہے نہ رقیہ سے جو افسون کے معنوں میں ہے وَظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ۶ اور گمان کرتا ہے
وہ شخص خود بھی یعنی جو روح کا صاحب ہے کہ یہ وقت جدائی کا ہے گھر بار سے اہل و عیال سے
مال سباب سے اور ظن کے لفظ کو جو گمان کے معنوں میں ہے اس مقام پر ایک لطیفہ تہکمی کے
واسطے استعمال فرمایا ہے گویا ایما و یوں ارشاد ہوتا ہے کہ آدمی دنیا کی زندگانی پر اور اسکی
لذتوں کے حاصل کرنے پر ایسا شدت سے حریص ہے کہ اس حرص کے سبب سے اس حالت میں بھی
موت کے آنے کا یقین نہیں کرتا ہے انتہا درجہ یہ ہے کہ گمان غالب اسوقت حاصل ہوتا ہے
وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۷ اور لپٹنے لگی پنڈلی پنڈلی سے یعنی اس مردے
کی ایک پنڈلی دوسری سے لپٹ گئی اسواسطے کہ نیچے کے بدن سے روح کا اثر بالکل منقطع
ہو چکا پنڈلیوں کا ہلانا اور ایک دوسرے سے جدا رکھنا اسکے اختیار میں نہ رہا اور بعضے
مفسرین نے یوں کہا ہے کہ عرب کی اصطلاح میں ساق کا لفظ کنایہ ہے سخت

مصیبت سے سو معنی اس آیت کے یون ہین کہ ملی ایک سختی دوسری سختی کے ساتھ اسواسطے
کہ مردی کو اسوقت مین دو سختیان اکٹھا پیش آتی ہین پہلی شدت دنیا سے جانا اوال و
اسباب اہل و عیال و رجاہ و حشم سب کو چھوڑنا اور دشمنون کی خوشی و رطعنہ زنی اور دوستون
کا رنج اور دوسری شدت آخرت کے احوال کی جیسے منکر نکیر کا سوال و رگور کی تاریکی اور
فرشتون کی زجر اور توبیخ یعنے جھڑکی اِلٰی رَبِّكَ یَوْمَئِذِ الْمَسَاقُ تیرے ۱۲ ع
پروردگار کی طرف ہی اس دن کھینچ لیجانا جیسے بھاگے ہوی کو اسکے خاوند کے پیادے
کھینچ لیجاتے ہین تو معلوم ہوا کہ آخرت کی ابتدا اسی دن سے شروع ہوتی ہی یعنی موت کے
دن سے اگرچہ انتہا اسکی قیامت کے دن واقع ہوگی جسکا بیان اِلٰی رَبِّكَ یَوْمَئِذِ الْمُسْتَقَرُّ
مین گذر چکا ہی لیکن افسوس کہ آدمی اس آخرت کی نزدیکی کو نہین بوجھتا اور اپنے توشہ کی فکر
جو سفر مین کام آوے اور ہدیہ اور سوغات سے جو اپنے خاوند کی حضوری مین مشرف
ہونے کے بعد اسکی سرخروئی اور مالک کی خوشی کا سبب پڑے بالکل غافل ہی فَلَا
صَدَّقَ سو نہ سچا جانا قرآن کی آیتون کو اور حق تعالی کے رسولون کو تاکہ اس سے
اعتقاد تو درست اپنے ساتھ لیجاتا اور قرآن و پیغمبر اسکے شفیع ہوتے وَلَا صَلّٰى ۃ اور
نہ نماز پڑھی اسواسطے کہ حضرت رب العالمین کی حضوری مین سب سے پہلے ہی عبادت
کی پرسش ہوگی چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہی اَوَّلُ مَا یُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ مِنْ اَعْمَالِهِ ح
الصَّلٰوةُ یعنی پہلے جس چیز سے کہ حساب کیا جائیگا بندہ اپنے عملون سے وہ نماز ہی اور اس
مضمون کو کسی شاعر نے کہا ہی شعر روز محشر کہ جان گداز بود + اولین پرسش نماز بود +
تاکہ فی الفور پہلی ہی پرسش مین خجل و شرمندہ ہو اور یہ بھی ہی کہ یہ عبادت نشان ہی
جدائی کا کافر اور ایماندار مین یعنی اگر نماز پڑھتا ہی تو ایمانداروں کے گروہ مین شامل ہوگا اور
یہ بھی ہی کہ یہ عبادت توجہ الی اللہ کی صورت ہی اس عبادت کا بجالانا گویا بھاگنے سے
رجوع کرنا ہی جسطرح کوئی غلام اگر اپنے خاوند سے بھاگا ہو لیکن جب اپنے خاوند کا مکان دیکھتا ہے

تو اسکو سلام کرلیتا ہی اور اسکی تعظیم بھی کرتا ہی تو یہ بات خاوند کے غضب کے جوش کو کچھ تھوڑا ہلکا کردیتی ہی اور اس شخص نے فقط اس عبادت کے نہ کرنے پر اکتفا نہ کیا وَلٰکِنْ کَذَّبَ لیکن جھٹلایا قرآن کی آیتوں کو اور پیغمبر کی خبر کو عوض میں سچا جاننے کے وَتَوَلّٰی اور پیٹھ دی اور منہ پھیرا عوض میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کے ثُمَّ پھر باوجود ایسی تقصیروں کے نام نہوا بلکہ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى گیا اپنے گھر کی طرف اینٹھتا اور اکڑتا ہوا گویا پیغمبر اور قرآن کو جھٹلا کے اور نماز کے ترک کرنے میں حق تعالیٰ سے لڑائی اور مقابلہ کرکے بہت آیا سو اپنی قوت بازو پر پھول رہا ہی اور اکڑتا ہی تو ضرور ایسے شخص سے مرنے کے بعد کہا جائیگا کہ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۝ خرابی ہو جیو تیری پھر خرابی ہو جیو یہ دونوں خرابیاں قہر اور غضب کے عالم میں اسکے واسطے موعود ہیں پہلے نہ سچا جاننے اور نماز کے چھوڑنے پر اور دوسرے جھٹلانے اور منہ پھیرنے پر ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۝ پھر قیامت کے دن خرابی ہو جیو یہ دونوں خرابیاں اسکے واسطے ان ہی دونوں سببوں سے قیامت کے دن موعود ہیں اور جو یہاں تک بیان کیا گیا کہ آدمی اس طرح قیامت اور موت سے غفلت میں گرفتار ہی کہ ہرگز کسی کے خبردار کرنے اور نصیحت کرنے سے آگاہ نہیں ہوتا اور اس غفلت کی نیند سے ہشیار نہیں ہوتا تو اب جھڑکی سے اس سے پوچھتے ہیں کہ تجکو ایسی غفلت کس سبب سے ہی کونسے شبہے نے تیرے دل میں قرار پکڑا ہے اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى کیا گمان کرتا ہے آدمی کہ چھوڑا جائیگا جانوروں کی طرح کہ جو چاہتے ہیں سو کرتے ہیں اور ان سے اس بات کی پرسش نہیں ہی نہ مرنے کے بعد نہ حشر کے دن سو آدمی کا یہ گمان غلط ہے اور فساد اسکا ظاہر ہی اسواسطے کہ اگر اپنی خلقت میں تامل اور غور کرے تو دریافت کرسکتا ہی کہ جب میں مکلف ہوا یعنی کرنے نہ کرنے کی مجکو تکلیف دی گئی تو مجکو ہر عمل کی جزا کا چکھنا اور ہر چیز کی پرسش مجھ سے ہونا ضرور ہی ہوا نہایت اسکی یہ ہی

کہ اعمال کی جزا کی پرسش لوگون کے مرنے اور بہت سا ن پر گذرنے کے بعد زندہ
کرنے پر موقوف تھی اور یہ یعنی مدت دراز کا گذرنا اور پھر زندہ ہونا کچھ تردد اور انکار کی
جگہ نہین ہی اسواسطے کہ اسکا سچا ہونا ادنی غور اور تامل سے معلوم ہوسکتا ہی الم یک
کیا نہ تھا آدمی اپنے باپ کی پیٹھ مین نُطفَۃً نطفہ یعنی ذرا سا بوند مِن مَّنِیٍّ منی کے
پانی کا جو چوتھے ہضم کا فضلہ ہی یعنے باقی ماندہ ہی اور طبیعت اس سے مستغنی اور بے پروا
ہوچکی ہی اور حیوان کے فضلات حیات کے قبول کرنیسے بہت دور ہوتے ہین بخلاف اسکے
اخلاط کے اسواسطے کہ اسکو طبیعت بدن کا جز کردیتی ہی اور زندگانی کی خلعت پہناتی ہی
خصوصًا وہ منی کا قطرہ جس سے انسان پیدا ہوتا ہی اور حیوان کے بدن مین بھی نہین رہتا ہے
تاکہ زندگانی کا قبول کرنا اس سے متوقع ہو بلکہ یُمنٰی ٹپکایا گیا جماع کی حرکت کے سبب سے
انثیین اور قضیب کی راہ سے اور حکمت کا قاعدہ ہی کہ جس چیز کو اسکے معدن اور ٹھکانے سے
جدا کرتے ہین تو پھر معدن کی طبیعت اسکی تدبیر اور پرورش سے دست بردار اور
علیحدہ ہوجاتی ہی جسطرح شاخ درخت سے جدا ہوئی نشو ونما نہین قبول کرتی ہی اسی سبب سے
حدیث شریف مین آیا ہی کہ مَا اُبِیْنَ عَنِ الْحَیِّ فَھُوَ مَیِّتٌ یعنی جو عضو جدا کیا گیا ح
زندہ سے وہ مردے کے حکم مین ہی اور اسکا کھانا حرام ہی جیسے دنبہ کی چکتی اور اونٹ کا
کوہان کہ اگر انکو انکی زندگی مین کاٹ لین تو کھانا حرام ہی اور دودھ کے حلال ہونے کا
سبب یہ ہی کہ اسکو طبیعت بچہ کی غذا کے واسطے پیدا کرتی ہی یہ نہ دودھ والی کا جز ہی
اور نہ اسکا فضلہ ہی جیسے درخت کا میوہ حیوان کی غذا کے واسطے درخت مین پیدا ہوا
اسیطرح دودھ ایک حیوان کی غذا کے واسطے دوسرے حیوان کے بدن مین پیدا ہوا
ثُمَّ کَانَ عَلَقَۃً پھر ہوا وہ ٹپکا ہوا پانی لہو کی پھٹکی سو وہ بھی حیات کی قابلیت
نہین رکھتی ہی بخلاف رقیق بہنے والے لہو کے جسکو دم مسفوح کہتے ہین اور وہ رودون
مین اور نسون مین دوڑتا پھرتا ہی اور وہ حیوان کی غذا کے بھی کام آتا ہے اور

اسکے بدن کا جز بھی ہوتا ہی فَخَلَقَ پھر پیدا کیا اسکو اللہ تعالی نے اگرچہ پسندگانی کی استعداد
مطلق نہ رکھتا تھا فَسَوّٰی پھر اسکو برابر مزاج کا معتدل کر دیا یہانتک کہ تمام
حیوانون سے اعتدال حقیقی کے یہ بہت نزدیک ہو گیا ہی سبب سے نفس ناطقہ کے تعلق
کی لیاقت پیدا کی اور ہو سکتا ہی کہ اعضا کی برابری اُن منافع کے واسطے ہو جو
منافع ان اعضا سے مقصود ہین یا اعضا کے مقدار کی برابری مراد ہو جو قریب قریب ہین
یعنی ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ کے ساتھ اور پانون کو پانون کے ساتھ اور آنکھ کو آنکھ کے
ساتھ اور کان کو کان کے ساتھ اور دانتون کو دانتون کے ساتھ برابر کیا تاکہ بدنمانہ
معلوم ہووین اور تصویر اور تشکیل کی باریکیون کو انسان کی پیدایش مین مرعی فرمایا سو ایک
نطفے سے اتنی چیزین مختلف کہ ہر ایک کے منافع علیحدہ ہین پیدا کین اور وہ کام جو انتہا درجے کی
آپسمین اختلاف رکھتے ہین وہ اس نطفے سے لیے چنانچہ سننے اور دیکھنے مین کسقدر تفاوت ہے مین
اور سمان کا ہی اسیطرح ہر عضو کا کام دوسرے عضو مین ممتنع الحصول ہی نظم پانون سے کب
ہو سکے ہی سر کا کام + جلیحہ کا کب لے سکے ہی آنکھ نام + کان کب دیدار کا پاوے مزا + کیا
تری قدرت ہی اے رب العلا + بلکہ آدمی کی اصل پیدایش مین کسقدر اختلاف کر دیا ہی جسکا
کہین ٹھکانا نہین ہی جَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ پھر کر دیا آدمی کی جنس سے دو
قسمین الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى نر اور مادہ کہ ہر ایک کی صورتین جدا ہین اور اعضا جدا
اور صفتین جدا ایک قسم کے کام دوسرے قسم سے ممکن نہین ہین مردون کے کام عورتون سے
نہین ہو سکتے اور عورتون کے کام مردون سے اور اسیطرح کا آپسمین تفرقہ اور امتیاز کر دیا ہی کہ
کسی طرح ایک دوسرے مین مل نہین سکتے اگر ایک قسم والا ہزارون تدبیرین کرکے چاہے کہ
اپنے تئین دوسری قسم مین ملاوے تو ہرگز اسکی تدبیر چل نہین سکتی اور دوسری قسم مین مل نہین سکتا
سو حقتعالی نے یہ تدبیر عجیب دنیا کے آباد کرنے کے واسطے کی ہی تاکہ عورت خانگی اور
جزئی سرانجام دیوے جیسا کھانا پکانا اور کپڑے کا قطع کرنا اور سینا اور دھلے کا بٹنا

اور اولاد کو پرورش کرنا اور گھر مین جھاڑو دینا فرش بچھانا اور گھر کے اسباب کو اپنے
موقع سے نگاہ رکھنا اور سوائے اسکے اسی قسم کی چیزین بہت ہین اور مزدمعاش
کی تلاش کرے اور کلی کامون کو سرانجام دیوے جیسے زمین کو کھود کے سونا
چاندی جواہرات نکالنا کھیتی کرنا درختون کو لگانا تاکہ میوے کی کثرت ہووے
نہر اور کوئین کا کھودنا دشمنون سے لڑائی اور قتال کرنا علم کو حاصل کرنا پھر اسکو یاد رکھنا
معاندون اور دشمنون کو مغلوب اور مقہور رکھنا چورون اور لٹیرون کو دفع کرنا
اور سوائے اسکے اس قسم کے کام بہت ہین اَلَیْسَ ذٰلِکَ کیا نہین ہے
ایسا خالق زبردست جسنے دنیا کی آبادی کے واسطے آدمی کو اس قسم کا پیدا کیا
بِقَادِرٍ عَلٰٓی اَنْ یُّحْیِیَ الْمَوْتٰی قادر اس بات پر کہ زندہ کرے مردون کو ع ۲ ۱۰ ۱۸
آخرت کی تعمیر اور اس جہان کی آبادی کے واسطے اور اُس جہان کی زندگانی
مین بھی لوگون کو مختلف کرے کسی کو کامل کرے اور کسی کو ناقص بعضون کو دوزخ
بھرنے کے واسطے اور بعضون کو بہشت کے چین اور مزے اڑانے کے واسطے
حدیث شریف مین آیا ہی کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم جب اس آیت کو ح
تلاوت فرماتے تھے بعد اسکے یہ کلام فرماتے تھے سُبْحَانَکَ اَللّٰھُمَّ بَلٰی یعنی پاک ذات ہے
تیری اے اللہ تعالیٰ اس سے کہ تو اس کام کی قدرت نہین رکھتا ہی البتہ تو قادر ہی اس پر
اسی سبب سے ہر قاری کو سنت ہی کہ اس آیت کی تلاوت کے بعد اس دعا کو پڑھے نمازمین ہو
خواہ باہر نماز کے لیکن آواز بدل کے اسطرح پڑھے کہ عوام لوگون کو اس طرح کا شبہہ نہ ہو
کہ یہ بھی قرآن کی آیت ہی اور اگر نمازمین ہے تو آہستہ اس دعا کو پڑھے۔

سُوْرَۃُ الدَّھْرِ

یہ سورۃ مکی ہی اسمین اکتیس آیتین اور دو سو بیالیس کلمے اور ایک ہزار چار سو حرف ہین
اور اسکا نام سورۂ انسان ہی اور اسکو سورۂ دہر بھی کہتے ہین اور سورۂ ابرار بھی

اور اس سورۃ کے ربط کی وجہ سورۂ قیامت کے ساتھ یہ ہے کہ سورۂ قیامت مین قیامت
کی علامتین اور اسکے وقائع بیان کرتے کرتے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس دن آدمی دو قسم پر
ہوجائینگے چنانچہ ارشاد ہوا ہے کہ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ وَوُجُوهٌ
يَوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ تَظُنُّ أَن يُفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ہ اور دوسری قسم کا احوال یعنے
نافرمانون کا تھوڑا اس سورۃ مین تفصیل کے طور پر بیان ہوا اور پہلی قسم کا احوال یعنے
فرمان بردارون کا باقی رہا تھا سو اس سورۃ مین پورا تفصیل سے بیان فرمایا اور ان
دونو سورتون کے متفرق مضمونون مین بھی مناسبت اور اتحاد موجود ہے چنانچہ
انسان کی خلقت اس سورۃ مین اس عبارت سے مذکور ہوئی ہے اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّن
مَّنِيٍّ يُمْنَىٰ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوَّىٰ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ
اور اس سورۃ مین اس عبارت سے بیان ہوئی ہے إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ
أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا اور اس سورۃ مین ارشاد ہوا ہے كَلَّا بَلْ
تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَتَذَرُونَ الْآخِرَةَ ہ اور اس سورۃ مین یون ارشاد ہوا ہے کہ إِنَّ
هَٰؤُلَاءِ يُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُونَ وَرَاءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلًا ہ اور اس سورۃ مین
فرمایا ہے وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ہ اور اس سورۃ مین فرمایا ہے وَلَقَّاهُمْ نَضْرَةً وَسُرُورًا ہ
اور اس سورۃ مین إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ واقع ہوا ہے اور اس سورۃ مین إِنَّا نَحْنُ
نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنزِيلًا ہ اور سوائے اسکے دوسری بھی مناسبتین ہین اور
مفسرون کو اس امر مین اختلاف ہے کہ یہ سورۃ مکی ہے یا مدنی اور سچ یہ ہے کہ إِنَّا نَحْنُ
نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنزِيلًا ہ سے آخر سورۃ تک بلاشبہہ مکی ہے اور اسکے سوائے جو باقی ہے
اسمین احتمال اس بات کا ہے کہ مدنی ہو اور آیت يُوفُونَ بِالنَّذْرِ جو قصہ حضرات
اہل بیت رضی اللہ عنہم مین ہے سو اسکے سبب نزول کی روایت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ
یہ آیتین مدنی ہوئین واللہ اعلم اور اس سورۃ کا نام سورۂ انسان اسواسطے رکھا ہے

کہ اس سورۃ کی ابتدا مین دو فائدے مذکور ہین جو انسان کی خلقت سے حضرت رب العالمین کو منظور ہی سو ہر ایک انسان کو چاہیے کہ اپنے مین دیکھے اگر وہ فائدہ اپنے مین پاوے تو اپنے تئین انسان جانے اور انسانیت پر رہے والا قایمین کے شیر اور لکڑی کے گھوڑے کی طرح فقط نام کو اپنے تئین انسان جانے اور حقیقت مین کچھ بھی نہین ہی اور انسان کو یہ بھی لازم ہی کہ اپنی ابتدائے پیدایش سے انتہائے آسایش تک جو بہشت مین پاویگا اپنی ترقیات کو ملاحظہ کرے اور جان لے کہ حقیقت مین انسان وہی لوگ ہین جو اس آسایش اور آرام کو پہونچے ہین اور نہین تو دنیا مین جو مجمع برائیون اور رنج کا اور گھر غم اور روگون کا ہی گدھے اور بیل کی طرح رنج اٹھانا اور غم مین مبتلا رہنا کیا فائدہ اور اگر اس دو روز دھوپ سے کچھ لذت چار دن کی ہزارون کدورت اور رنج بھری حاصل ہوئی تو بھی دوسرے حیوانون سے کچھ امتیاز اور جدائی نہ ہوئی اسواسطے کہ وہ بھی اسی قسم کی لذتین اٹھاتے ہین اور باز پرس کا خوف نہین رکھتے اور اس سورۃ کا نام سورۂ دہر اسواسطے رکھا ہی کہ اس سورۃ کے شروع مین دہر کے عقیدے کو باطل کیا ہی اسواسطے کہ اس باطل عقیدے کا عام ہی کہ جو کچھ اختلاف اور تغیر عالم مین حادث ہوتے ہین وہ سب آسمان اور ستارے اور زمانے کی گردش سے ہوتے ہین جو عالم سفلی مین تاثیر کرتے ہین بعضی موجودین ہر دن اور رات مین متبدل ہوتی ہین اور بعضی ہر مہینے اور ہر برج مین اور بعضی ہر فصل مین آور بعضی ہر سال مین آور بعضی قرانات مین کہ بڑے ہون وہ قران یا صغیرہ ہون وسطی ہون یا عظمی اور طرح طرح کے انقلاب اور قسم قسم کے تغیر اور تبدل ہوتے جاتے ہین اور بعضی موجودین وہ ہین جو بہت قرنون مین متبدل ہوتی ہین جنکو اکوار اور ادوار کہتے ہین سو وہ بڑے انقلابون کی سبب پڑتی ہین اور عجیب وغریب قسمون کی تولد کی باعث ہوتی ہین چنانچہ دریا کی جگہ خشکی ہوجاتی ہی اور خشکی کی جگہ دریا اور آبادی کی جگہ ویرانہ ہوجاتا ہی اور ویرانہ کی جگہ آبادی اور پہاڑ جنگل ہوجاتے ہین اور جنگل پہاڑ اور انسان کی قسم اور دوسرے تمام حیوانات پیدا ہوتے ہین اور بعضی عین منقطع اور فانی

ہوجاتی ہین سو جب ثابت ہوا کہ ایک زمانہ وہ تھا کہ نوع انسان کا نام بھی نہ تھا اور کوئی اسکا ذکر بھی نہین کرتا تھا تو یہ معلوم ہوا کہ اس نوع کا تولد کسی زمانہ کی خواہش سے نہین ہے والا وہ وضع کسی وقت مین ان وقتون سے اس نوع کے تولد کو خواہش کرتی اور لوگ اس نوع کے تولد اور انقطاع کے بعد دوسری مرتبہ سکو یاد کرتے کہ فلانے دور مین یہ نوع ظاہر ہوکے منقطع ہوگئی تھی بھلا اور نہین جنات اور فرشتے تو ضرور نام اور نشان سے اس قسم کو پہچانتے اور اگر دہریے یون کہین کہ جو وضع اس نوع کے تولد کو خواہش کرتی تھی اسکے پہلے زمانے کی گردش مین نہوئی تو اسکے جواب مین ہم کہینگے کہ یہ امر تمھارے مذہب کے خلاف ہے بواسطے کہ تمھارے نزدیک ہر نوع قدیم ہے ان معنون سے کہ اگلے زمانے کی گردش کی وضعون نے بھی اس نوع کی خواہش کی تھی اگرچہ درمیان مین منقطع ہوگئی ہو اور یہ بھی ہے کہ زمانے کی گردش کی وضعین تمھارے نزدیک اجل کی طرف انتہا نہین رکھتی ہین تو ضرور ہوا کہ ہر وضع صدہا مرتبہ واقع ہوئی ہو اور اپنے آثار اور نشانیون کو خواہش کیا ہو اور وضع جدید کا ظہور جسکی مثل پائی گئی ہو تمھارے نزدیک محال ہے اور یہ بھی یقینی معلوم ہے کہ زمانے کی گردش کی وضعین اس قسم کے انقلابون کے وقوع کے وقت مین اور انواع کے تولد اور جمع کثیر کی ہلاکی کے وقت مین تقویم اور زیج کے قواعد کے موافق اسقدر قدرت اور اعجوبہ پن نرکھتی تھین کہ وہ وضع یا اسکے مانند یا اس سے قوی کبھی واقع نہوئی تھی تاکہ پھر دوسری مرتبہ پائی جاوے بلکہ کثیر الوقوع ہین اور کثیر الثبوت تو معلوم ہوا کہ یہ سب چیزین فاعل مختار کے ارادے اور خواہش کے سبب سے ہین کہ عالم کے حوادث رنگا رنگ اور انقلابات گوناگون اسی کی قدرت سے وابستہ ہین اور اس سورۃ کے سورۂ ابرار ہونے کی وجہ ظاہر اور کھلی ہوئی ہے کچھ بیان کی احتیاج نہین ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۵

ھَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّھْرِ کیا گذرا ہے انسان پر کوئی وقت زمانے سے کہ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا نہ تھی کوئی چیز

جو ذکر کیجاتی حاصل اسکا یہ ہی کہ ایک وقت ایسا تھا کہ انسان کی نوع کا عالم مین وجود نہ تھا بلکہ
اسکا نام اور نشان بھی ذہن مین اور زبان پر فرشتون اور جنون کی جاری نہ تھا یعنے
وجود ذہنی اور وجود لفظی بھی نہ رکھتا تھا پھر وجود خارجی کہان سے پایا جاتا اور اصل مین
شی ثابت چیز کو کہتے ہین جیسے موجود اور عند الاطلاق یعنی بلا قید جب یہ لفظ بولا
جاتا ہی تو ثبوت اور تحقق خارجی جو آثار کا مبدء ہی بوجھا جاتا ہی اور کبھی قید کے سبب سے
وجود ذہنی اور لفظی کو بھی شامل ہوتی ہی جسطرح اس آیت کریمہ مین مذکور کی صفت کے ساتھ
مقید ہونے کے سبب سے بوجھا گیا اور نفی قید کی طرف راجع ہوئی اور مطلق شیئیت کا سلب
جو خارجی ہی وہ تو بطریق اولی بوجھا گیا گویا یون ارشاد ہوا کہ ایک وقت ایسا تھا کہ انسان
نہ وجود ذہنی رکھتا تھا نہ لفظی پھر وجود خارجی کا کیا ذکر ہی اور یہ سلب مطلق علم الٰہی
مین انسان کے تحقق کو منافی نہین ہی اسواسطے کہ علم الٰہی ظرف ذہن سے بالاتر ہے
اور اسی طرح شیوا فی اثبات اللہ تعالی کے مرتبے مین اور اعیان ثابت کا مرتبہ بھی اس سلب
مطلق کے منافی نہین ہی اسواسطے کہ اس جگہ وجود انفکاکی کی نفی ہی اور اس مرتبے مین
وجود اتحادی رکھتا تھا اسیواسطے حضرت امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے
صحیح روایت مین مروی ہی کہ جب اس آیت کو قاری سے سنتے تھے تو فرماتے تھے
یا لیتہا تمت یعنی کاشکے یہ حالت تمام ہوتی اور جس مکان سے سفر کرکے آئے ہین ہم
وہان پھر جاکے پہنچین اور کثرت وحدت مین متلاشی اور طالبین اور حباب کی طرح
دریاے بے پایان ازل مین غیب اور نابود ہوجائین ہم اور علمانے ظاہر اس روایت کو
دوسرے معنون پر حمل کرتے ہین اور کہتے ہین کہ مراد حضرت امیر المومنین کی اس کلام
سے یہ ہی کہ کاش وہی حالت ہمیشہ رہتی اور انسان مخلوق نہوتا تو اس خوف اور رجا کے
بھنور مین گرنے کو پہنچتا اور اس تکلیف کا بوجھ کاہے کو اٹھاتا اور اس بلا مین کاہے کو
گرفتار ہوتا لیکن عاقل پر پوشیدہ نہین ہی کہ انسان کے پیدا کرنے مین جو حکمتین الٰہی ہین

وہ ایسے عارف کاملون کے ہر وقت سامنے رہتی ہین پھر ایسی آرزو انسے کسی طرح متصور نہین ہی اور جو جواب اس سوال کا یعنے ہل اتی الخ کا مخاطبون کو اپنی عقل کی طرف تھوڑا تامل کرنے مین معلوم ہو سکتا تھا اوسطے جواب کے ذکر سے عدول فرما کے مقصد کیطرف متوجہ ہو کے فرماتے ہین کہ انسان کو نیستی کے پردے سے باہر نکال کے ظہور کے تخت پر جلوہ گر کرنیوالے ہم ہین اور ہماری قدرت کے ہاتھ نے اسکو یعنی اسکے دل کو آئینہ مصفے کیا ہی تاکہ غیب کی شعاعون کا عکس اسمین پڑ کے خلافت کبریٰ کے لائق ہو اور تمام موجودات کا خلاصہ اور سب غایتون کی انتہا ہو اور اگر انسان اپنی نوع کی ابتدا خلقت سے خبر نہین رکھتا ہی کہ کس کس عالم کی تسخیر کے واسطے اسکو پیدا کیا ہی اور کون کون لطیفہ اسمین تعبیہ کیا ہی لیکن اسقدر تو ظاہر اور کھلا ہوا ہی کہ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ بیشک پیدا کیا ہمنے آدمی کو جسکی پیدایش کو تم سب دیکھتے ہو اور اسکی کیفیت کو خوب پہچانتے ہو مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ باپ ماں کے نطفے سے جو مختلف اور مرکب ہے یعنے جو مل کے بنا ہی تمام موالید سے یعنی جتنی بڑھنے والی چیزین ہین اسواسطے کہ نطفہ غذا سے ہوتا ہی اور غذا ماں باپ کی غلہ اور گوشت اور دودھ اور دہی اور گھی اور نمک اور مصالحہ مین سے پیدا ہوی ہون یا پہاڑ سے یا باغ سے غرض کہ سب چیزین جمع ہو کے انسان کے تمام اعضا مین مضم کے مرتبے طے کر کے پہونچتی ہین اور پیدایش کے کارخانے کے مؤکل ہر ہر عضو سے خلاصہ انکا کھینچ کے نطفہ کر دیتے ہین پس معلوم ہوا کہ معادن اور نباتات اور حیوانات کہ مختلف الطبایع ہین اپنے اجزاء متبائنہ سے وہ سب مفردات ہین اس معجون کے اور بسیط ہین اس مرکب کے اور جو خلاصہ غذا کا تمام اعضا مین سیر کرتا ہی تو ہر عضو کی روح اسمین اثر کرتی ہی اور وہ روح اس قوت کی حامل ہی جو اس عضو کی خاص ہی جیسے تعقل اور تخیل اور توہم اور احساس یعنے دریافت خواہ آنکھ سے ہو یا کان سے یا ناک سے یا زبان سے چکھ کر یا ہاتھ سے ٹٹول کر

اور تیری قوتین جتنی عالم مین ہین سب کو محیط ہین چاہ عالم ملک ہو یا ملکوت ہو یا اور اسکے
اوپر اور وہ روح اسکے حالات مختلفہ کی بھی حامل ہے جیسے شہوت اور غضب اور حیا اور حلم اور
طیش یعنی سبکی اور محبت اور خوف اور عشق اور ذلت یعنی عشق کی زیادتی مین عقل سے
خارج ہوجانا بس وہ خلاصہ ان سب کاموان کی استعداد اور لیاقت پیدا کرتا ہے اور یہ
اس خلاصہ مین ایسے پیچیدہ اور لپٹے ہوئے ہوتے ہین جیسے درخت کے اجزا درخت مین
پیچیدہ اور لپٹے ہوئے ہوتے ہین اور عجیب خواص اسکی گٹھلی اور بیج مین ظاہر ہوتے ہین
اسی سبب سے وحدت اسکی ایسی کثرت پر مشتمل ہے جسکی انتہا پائی نہین جاتی بخلاف نطفہ
دوسرے حیوانون کے کہ نہ انکی غذا مین یہ تمام موالید کا پورا جمع ہونا پایا جاتا ہے
اور نہ انکی ارواح اور قوی مین اس قسم کا احاطہ تمام عالمون پر ہے یہی سبب ہے کہ علما
کی اولاد سے علم کی استعداد کی توقع بہت ہوتی ہے اور اولیا اور مشائخ کی اولاد سے
خدا کی درگاہ کا سلوک اور سلوک کے مرتبون کے طے کرنے کی امید زیادہ ہوتی ہے اور جری
اور شجاعون کی اولاد سے لڑائی پر جرأت کرنے کی امید زیادہ ہوتی ہے اور تیز طبیعت
غیور سے چالاک غیرت والے پیدا ہوتے ہین تو معلوم اور ثابت ہوا کہ اس مخلوق کو جو شرف
اور جمع تمام موالید کا ہے بیفائدہ اور بیکار نہین پیدا کیا ہے ہمنے بلکہ بڑا فائدہ اسکے پیدا
کرنے سے منظور ہے اور فائدہ یہ ہے کہ نَبْتَلِیْہِ آزماتے ہین ہم اسکو اور اس ابتلا اور
آزمایش کی حقیقت یہ ہے کہ ایک چیز کو اختیار اور شعور دیکر نیک کام کا حکم کرتے ہین ہم
اور بدکام سے منع کرتے ہین ہم تاکہ دوسری مخلوقات دیکھین کہ یہ شخص اپنے اختیار سے کیا
کام کرتا ہے پھر اگر موافق ہمارے حکم کے بجا لایا تو ثواب اور انعام کا مستحق ہوا اور اگر اسکے
خلاف کیا تو ذلت اور اہانت اور عذاب کے لائق ہوا اور اگر ابتلا اور آزمایش سے یہ معنی
مراد نہ ہوین تو حضرت عالم الغیب والخفیات کے حق مین امتحان اور آزمایش کچھ معنی نہین
رکھتے ہین اور جو یہ فائدہ اس مخلوق کی پیدایش سے ہمکو منظور تھا کہ تو بوجھنے اور سمجھنے کے

اسباب بھی اسکو دینا ضرور ہوا فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا پھر کر دیا ہمنے اُسکو
سننے والا دیکھنے والا حاصل اس کلام کا یہ ہی کہ انسان کو اسقدر شنوائی اور بینائی مین
فراخی اور کشادگی دی ہمنے کہ اسکے مقابلے مین دوسرے حیوانات گویا شنوائی اور بینائی
نہین رکھتے ہین اندھے اور بہرے ہین اسواسطے کہ یہ مخلوق آواز کے ساتھ حروف اور
لفظون کے مخرجون کے دقیقون کو بھی سنتا ہی اور الحان مین تمیز کرتا ہی اور ان لفظون کے معنونون کو
اور اس الحان کے خواص کو بھی بوجھتا ہی اور ہر لفظ کی مختلف وضعون کو بھی سمجھتا ہی یہی سبب ہے
کہ اسکا مرتبہ اس بلندی کو پہونچا کہ جناب رب العالمین کا مخاطب ہوا اور حق تعالیٰ جل شانہ کے
ہمکلامی کی صنعت سے سرفرازی پائی بخلاف دوسرے حیوانون کے کہ وہ سوائے آواز محض کے
اور کچھ نہین بوجھتے اور اسیطرح ہر چیز کی روشنی اور رنگ کے دیکھنے کے ساتھ اس صنعت اور
شکل کے دقیقے اور روشنی کے مرتبون کو اور رنگ کو خوب غور اور تامل سے دریافت کرلیتا ہے
اور خط کے نقشون کو بوجھتا ہی اور اس سبب سے جو مر چکے ہین انکے علمون سے فائدہ حاصل کرتا ہی
اور اگلے زمانے کے لوگون کے احوال پر جو ہزارون برس اس سے پہلے گذرے ہین
مطلع اور خبردار ہوتا ہی اور عجیب و غریب استنباط اس سے ہوتے ہین یعنی ایک چیز پر
قیاس کرکے دوسری چیز کا حکم اُس سے نکالتا ہی اب اسی جگہ سے معلوم ہوا کہ الزام حجت اور
اتمام نعمت کے مقام مین اکثر جگہ قرآن شریف کے درمیان مین ان دونون حاسون کا ذکر یعنی سمع
اور بصر کا جو آیا ہی تو اسکی وجہ یہی ہی کہ عالم امکان کے حقائق کے دریافت کا طریقہ اپنے
غیر سے اور اس دریافت کو اپنے غیر پر القا کرنا یعنی دوسرے کو سکھلانا اس حقائق کا لفظی
وجود ہی یا وجود خطی ہی جو لفظون کے مقابلے مین وضع کیا گیا ہی اور یہ دونون طریق
ان ہی دونون حاسون سے یعنے سمع اور بصر سے مسلوک اور روان ہوتے ہین اور یہ بھی ہی
کہ معرفت اور عبادت کا طریقہ یا انبیا اور اولیا اور عارفون اور عالمون کے کلام سننے سے
ماخوذ ہوتا ہی یعنی نکالا جاتا ہی یا انکے طور اور وضع دیکھنے سے ان کی زندگانی مین

یا حدیث کی کتابین اور مشائخون کے ملفوظات اور علما کی ہر فنون مین کتابین جمع کی ہون
اور حقائق اور معارف کے رسالے عارفون کے انکے مرنے کے بعد مطالعہ کرنے سے سو یہ دونون
کام بھی ان ہی دونون حاسون سے یعنی سمع اور بصر سے تعلق رکھتے ہین بخلاف دوسرے
حواسون کے کہ معرفت اور عبادت کی تحصیل مین یہی دونون چیزین یا تبلا سے مقصود ہین
گو وہ کچھ دخل نہین رکھتے ہین لیکن اکثر ان حاسون کی انتفاع معاش کے ضروریہ امور کے دریافت
مین ہی سو اس امر مین دوسرے حیوان بھی شریک ہین یا سیواسطے کہا ہی کہ دلیل انقلی ہی
یا عقلی سو نقلی دلیل دیکھنے سے ہرگز دریافت نہین ہوتی مگر سمع کے حاسہ سے البتہ دریافت
ہوتی ہی اور دلیل عقلی جو معرفت اور عبادت کی راہ کے سلوک کو اکثر ممد اور معاون
ہوتی ہی وہ انبیا کے معجزے دیکھتا ہی یا اولیا کی کرامات دیکھتا ہی اور یہ دونون چیزین
بینائی کے حاسے سے علاقہ رکھتی ہین اور حق تعالی کی قدرت کے عجائب و غرائب
مصنوعات کا دیکھنا بھی اسی حاسے سے تعلق رکھتا ہی اور نقلی دلیلون پر مطلع ہونا جو اگلے
لوگ کتابون مین اور رسالون مین جمع کر کے لکھ گئے ہین وہ بھی اسی حاسے سے حاصل ہوتا ہی
سو آدمی کو ان دونون حاسون کے کامل ہونے کے بعد دین کی معرفت اور راہ خدا کے
سلوک مین چندان احتیاج باقی نہین رہتی ہی مگر فہم اور عقل البتہ چاہیے سو یہ دل کا کام ہی
نہ ہاتھ پانون کا اور جو اس امر مین نقلی دلیلون سے زیادہ احتیاج ہوتی ہی اور کلام الہی کا
سننا اور اسیطرح کلام رسول کا سننا اور وعظون اور ناصحون کا کلام سننا اور عالمون کی تقریر
اور خطیبون کی پند اور ارشاد اور اولیا اللہ کی رمزین اور عارفون کے حقائق اور معارف
ان سب چیزون کو اس کام مین بڑا دخل ہی اور یہ سب چیزین سمع کے حاسے سے علاقہ
رکھتی ہین اور اس حاسے کو جا بجا ہدایت اور ارشاد کی نعمت کے بیان مین بصر کے حاسے
پر مقدم لاتے ہین چنانچہ اس آیت کریمہ مین بھی یہی طور موجود ہی اور یہ بھی ہی کہ حاسہ
سمع کا ایسی خاصیت رکھتا ہی جو کسی دوسرے حاسے مین وہ خاصیت پائی نہین جاتی ہے

اور وہ خاصیت یہ ہو کہ جتنے دوسرے حاسے ہین جیسے بصر اور شم اور ذوق اور لمس ان سب کے مدرکات اسی کے توسط سے دریافت ہوتے ہین پس اس حاسے کو حکم حواس خمسہ مین ایسا ہی جیسے ہوا کا حکم عناصر اربعہ مین ہی اور عطارد کا حکم سبعہ سیارہ مین یعنی خود بھی کارآمدنی ہین اور غیر کے احوال کو بیان کرنیوالے بھی ہین چنانچہ بصر کے مدرکات کو ان لوگون کو جواز روے زمان یا مکان کے اس سے دور ہین پہونچاتا ہی تو بصر کا کام بھی بدون اسکے تمام نہین ہی اور وہ یعنے سمع مدرکات بصری کے ادراک کا وسیلہ ہی اور یہ قاعدہ کلیہ ہی کہ وسیلہ مقصد پر مقدم ہوتا ہی اور وجود آلات و ادوات کے اسباب اس مخلوقات مین جسکو آزمایش کے واسطے پیدا کیا ہی اسقدر جمع ہوے ہین کہ اگر حق تعالی کی معرفت اور عبادت کی راہ ان اسباب کے وسیلے سے ڈھونڈھتے اور اپنے منعم کے شکر کے ادا کرنے کا طریقہ جاننا چاہیے تو بدون بتلانے کے بھی یہ بات اسکو ممکن ہی لیکن حق تعالی فرماتا ہی کہ ہمنے ایسا نہین کیا اور اسیقدر پر اکتفا نہین کی بلکہ اِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ بیشک ہمنے ہدایت کی اسکو یعنی بتلادی اسکو اپنی معرفت کی راہ اور اپنے شکر کے ادا کرنے کا طریقہ اور اس راہ کے تجسس اور تلاش کو اسی کے ذمہ پر نہین چھوڑا تاکہ اپنے قصور مین بہانے نہ کرے پھر اپنے رسولون کو پے در پے بھیجا ہمنے اور انکے ہاتھون سے معجزے دکھلائے ہمنے اور ایسی کتابین نازل کین ہمنے جنکی دلیلین واضح ہین اور جو اس کتاب کی مجمل اور متشابہ آیتین ہین انسے جو کچھ مراد ہو اسکے بیان کو رسولون کی زبان پر جاری کیا ہمنے اور انکے بعد جو انکے شاگرد رشید ہین یعنے ہر وقت کے مجتہد عالمون کے بیان پر موقوف رکھا ہمنے تاکہ شنوائی اور بینائی اس مخلوقات کی بدون رنج اور کلفت اٹھانے کے ہماری عبادت اور معرفت کے کام مین مصروف ہووے اور ہمنے جو اسکو پیدا کیا ہی اور ہدایت کی ہی اسکا شکر ادا کرے لیکن یہ مخلوق باوجود ایسی ہماری تعلیم کے ایک اور ہی بلکہ برعکس ہو گیا اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُورًا

شکر ادا کرنیوالا ہو ہماری خلقت اور ہدایت کی نعمت کا اور اس نعمت کو قبول کرنیوالا اور
ناشکری اور ناحق شناسی اور کفران نعمت کرنیوالا ہو اور کبھی اوپر نہ آنیوالا ہی بلکہ اس راہ
قبول نہین کرتا ہو اور اس امر کے باطل کرنے کے واسطے ہمیشہ شبہے اور شیطانی گمراہی
مقابلے مین لاتا ہو اور اپنی شنوائی اور بینائی کو ہماری مخالفت اور عناد مین خرچ کرتا ہو اسلیے
اسکے ساتھ امتحان اور آزمایش کا معاملہ شروع کرتے ہین ہم اسواسطے کہ اگر اس عناد اور
مخالفت پر اسکو سزا دین ہم تو دوسری مخلوقات کی نظر مین امتحان اور آزمایش کا فائدہ
کچھ بھی ظاہر نہو وے اور ہماری حکمت اور عدالت مین بٹا لگ جاوے اسواسطے کہ بضرورت
اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ بیشک ہمنے آمادہ اور تیار کر رکھی ہین اپنی ہدایت کی
نعمت کے ناشکرون کے واسطے سلاسِلًا دنیاوی علاقون کی زنجیرین تاکہ دنیا کی
زندگی مین ان ہی زنجیرون مین مقید رہین اور معرفت اور عبادت کی راہ ہرگز نہ چل سکین پھر
بعضونکو مال کی محبت کے سلسلے مین اور بعضونکو عورت اور اولاد کی محبت کے سلسلے مین اور کسی کو
باغون اور کھیتون کے سرسبز کرنے اور بڑی عمارت بنانے کی محبت مین باندھدیا اور کسیکو
فوج اور لشکر جمع کرنے کی اور ملکون کو فتح اور اپنا حکم جاری کرنے کی محبت مین جکڑدیا
ہمنے اور بعضونکو دوسری متجددہ منفعتون کے حاصل ہوجانے کی امید اور فکر اور غم مین گرفتار
کردیا ہمنے اور بعضونکو نئی نئی منفعتون کے نکالنے مین اور ریاضی فن کے عجائب آلات
بنانے کی محبت مین اور اسطرح ہر ایک کو ایک سلسلے مین گرفتار اور مقید کردیا ہمنے پھر
یہی سلسلے قیامت کے دن آگ کی زنجیرون کی شکل ہوکے ان ناشکرون کے
مین لپٹین گے اور یہ لوگ ان زنجیرون مین جکڑے جاینگے چنانچہ دوسری جگہ قرآن شریف
مین ارشاد ہوا ہو فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ اور ان
چیزون کے ناشکرون کو جو دنیاوی علاقون کی محبت کی زنجیرون مین گرفتار ہین جون
توسل کسی عمدہ اور نفع سے بسبب پاس یہ چیزین موجود ہونے کے میسر

نہیں ہوسکتی ہیں سو ناچاران شکرون کے واسطے ایک چیز دوسری بھی تیار کرکھی ہے ہمنے
وَاَغْلٰلًا اور طوق بھاری جوانکی گردنون مین ہونگے تاکہ سر نہ اٹھا سکین اور معرفت اور
عبادت کی راہ کی طرف التفات بھی نہ کرسکین بلکہ داہنے بائین بھی اس راہ کے دیکھ نہ سکین سو
بعضونکی گردنون مین امیرون اور بادشاہون کی نوکری کا طوق ڈالا ہے اور بعضون کی گردنون
مین ساہوکارون اور مہاجنون کی خوشامد اور چاپلوسی کرکے قرض لینے کا طوق ڈالا ہے اور
بعضون کی گردنون مین قاضیون اور مفتیون کی منت کا اور حیلہ سازروایت ضعیف
نکالدینے والون کی خوشامد کا طوق ڈالا ہے اور بعضون کی گردنون مین دفتر کے متصدیون
کی اور عاملون چکلہ دارون کی حضرباشی کا طوق ڈالا ہے اور دوسرون کو اسی پر قیاس
کرلینا چاہیے یہانتک کہ بعضونکی گردنون مین کنچنیون کی بندگی اور غلامی کا طوق اور
بعضون کی گردنون مین اونٹ گھوڑے خچر گاے بیل کی خدمت کا طوق ڈالا ہے ہمنے سو یہ جتنے
طوق ہین قیامت کے دن سب آگ کے طوق ہوجاوینگے اور ان لوگونکی گردنون کو گرانبار اور
بھاری کردینگے اور جو اکثر ناشکرون کو باوجود ان طوقون کے پہننے کے اور ان علاقون
مین پھنسنے کے بھی مطلب حاصل نہ ہوگا اور اگر کچھ تھوڑا مطلب حاصل ہوا تو بھی انکی حرص
اور آرزو کے موافق حاصل نہ ہوا سو ناچارانکے واسطے ایک دوسری چیز بھی تیار کی ہے
ہمنے وَّسَعِيْرًا اور سوزش اور جلن سینہ کی اپنے مطلب کے نہ ملنے کے رنج کے سبب سے
تاآنکہ جبتک دنیا مین رہین اسی سوزش مین جلتے رہین جیسے کیمیا کے مہوس اور اگر ایک
طرف سے سوزش کم ہوتی ہے تو دوسری طرف سے اور بھڑکتی ہے سو ہم یہ انکی لطیف
پیدائش انسانی کو درہم برہم کردیتے ہین نیچے کا بدن زنجیر سے گرفتار ہے اور اوپر کا بدن
طوق سے گرانبار اور بیچ کا بدن یعنی سینہ اور دل سوزش سے بیقرار ہے اور یہ وہی سوزش
ہے جو قیامت کے دن دوزخ مین آگ کی صورت بنکے انکے اندر اور باہر کو جلاویگی سو اس
دن اپنی پیدائش کی نعمت کی اور ہدایت الٰہی کی نعمت کی سزا چکھینگے اور اگر

یہان پر کسی کے دل مین شبہہ گذرے کہ ان علاقون مین گرفتار ہونا اور ان طوقون کا پہننا
اور دنیا کے مطالب حاصل نہ ہونے کے سبب سے رنج اور سوزش کا ہونا دنیا کی زندگانی کے
لوازمات سے ہے اور حق تعالی کی نعمت کے شکر گذارون کو بھی اسی دنیا مین اپنی زندگانی کے
دن کاٹنا ہین اور دنیا مین بدون گرفتاری ان علاقون کے اور بدون پہننے ان طوقون
کے اور بدون سہنے اس سوزش کے گذر کرنا ممکن نہین ہے پھر ان چیزون کی تخصیص شاکرون
کے ساتھ ہونے کی کیا وجہ ہے تو اسکے جواب مین ہم کہینگے کہ شاکرون کو اگرچہ ان علاقون
کی گرفتاری کے اسباب اور ان طوقون کے پہننے کے باعث اور ان سوزشون کا چکھنا دنیا
کی پیدایش کے تقاضے سے درپیش ہوگا اور آگے آویگا لیکن انکو ان چیزون کی گرفتاری
اور طوق کا پہننا اور سوزش حاصل نہ ہوگی اسواسطے کہ شاکر لوگ تین گروہ ہین ایک
ابرار جنکا اصحاب الیمین بھی لقب ہے اور دوسرے مقربین اعمال جنکا عباد اللہ و عباد اللہ
بھی لقب ہے اور تیسرے مقربین اوال جنکو مقربین مطلق بھی کہتے ہین اور سابقین بھی
انکا لقب ہے سو پہلے ہم ابرار کا حال بیان کرتے ہین جو پس خوردہ کھانے والے
مقربین اعمال کے ہین پھر انکے بعد مقربین اعمال کے حال کے بیان کی طرف انتقال
کرینگے ہم تاکہ مقربین اوال کا حال بطریق اولی اسپر قیاس کرلیا جاوے ان
الابرار تحقیق نیکوکار جو ہر گز اپنے مقدور بھر کسی کا حق تلف نہین کرتے اور
اپنے حق مین اور اپنے دوسرے بنی نوع کے حق مین احسان منظور رکھتے ہین اور حق تعالے
کی تمام امر اور نہی کی فرمان برداری کا قصد کرتے ہین جبتک دنیا مین زندہ ہین یشربون
پیتے ہین ایک وقطرے مین کاس اس پیالے سے جو محبت الہی کی شراب سے
اور اس جناب کی حضوری کے شوق سے بھرا ہوا ہے مقربون کے ہاتھ سے اور اس
ایک دو قطرے پینے کے سبب سے انکو بیخودی حاصل ہوتی ہے پھر دنیا دی علاقون
کی طرف التفات باقی نہین رہتا ہے لیکن اس قدر پینا اتنی تاثیر ان مین نہین کرتا

کہ یہ حالت ہمیشہ ان مین باقی رہے سو تقویت کرتے اور اس شراب کے جام کے اثر ہمیشہ
باقی رہنے کے واسطے کَانَ مِزَاجُهَا ہوگی ملونی اسکی یعنی اس شراب کے پیالے کی
جیسے گلاب یا کیوڑا شربت کے اوپر سے ملا دیتے ہین کَافُوْرًا کافور جو روح کا بھی
مقوی ہی اور دل کا مفرح اور خوشبو بھی اسمین پائی جاتی ہی اور رنگ بھی نورانی رکھتا ہی اور
دنیا کے مطلب حاصل نہ ہونے کے رنج کو اور دنیا دنی علاقون کی طرف التفات کو سرد کر دیتا ہی
اور فاسد نیتون کی عقدتون کو اور باطل خطرون کو اصلاح دیتا ہی شیخ بوعلی سینا نے
قانون کی مفردات مین لکھا ہی کہ آدمی کے بدن اور روح مین کافور کی تاثیر ایسی ہی جیسے
عالم مین شمالی ہوا کی تاثیر ہی کہ ہر چیز کے جوش کو بجھا دیتی ہی اور بدبو کو بالکل دور کر دیتی ہی
اور ہر فساد کی اصلاح کرتی ہی اور روح کے مزاج کو ایسا بنا کر دیتی ہی کہ ہرگز جوش اور تیزی
اسمین نہین ہوتی اور یہ طب کا قاعدہ ہی کہ جس دوا کی منفعت کسی خاص عضو کیواسطے ہوتی ہی اور
چاہتے ہین کہ اس دوا کی تاثیر جلدی اس عضو کو پہونچاوین تاکہ کبدی اور معدی ہضم مین دیر
نہ کھینچے اور اسکی قوت ضعیف نہ ہونے پاوے تو شراب مین ملا کے دیتے ہین اسواسطے کہ شراب
سرعت نفوذ مین اور مجاری کی تفتیح مین مثل ہی اور جو کافور کو شراب مین ملا کے انکو دینگے
تو بہت ہی جلد انکے رگ و ریشہ تک پہونچ جاویگی اور اسکا اثر بہت قوی ہوکے روح
اور دل کو پہونچیگا اور خبر دلاقون سے اور دل سرد ہو جانا تمام خواہشون سے اور
مطلب کے حاصل نہ ہونے کا رنج پاس نہ آنا اور ان سب چیزون کا استقرار اور رسوخ پیدا
کریگا لیکن یہ کافور دنیا کا کافور نہین ہی جسکی تاثیر فقط ظاہر بدن مین اور اعضا اور اخلاط
اور ارواح مین خاص ہی بلکہ ہماری مراد اس کافور سے عَیْنًا ایک چشمہ ہی عالم روحانی
مین کہ ان ہی کیفیتون اور خاصون سے اسکا پانی پیتا آدمی کے باطن مین کہ نفس کے لطیفے
اور نفسانی قوتین اسکی ہین تاثیر کرتا ہی یَشْرَبُ بِهَا پئین گے اپنے پیالے بھرے
چھلکتے ہوئے اور اس چشمہ کے پانی کی ملونی اسمین ملی ہوئی ہی عِبَادُ اللّٰهِ

اللہ کے خاص بندے جو کسی کی فرمانبرداری کا طوق اپنی گردن میں نہ رکھتے تھے اور اپنے ہر کام میں اور ہر حرکت اور سکون میں اپنی نظر کو اللہ تعالیٰ کی طرف رکھتے تھے اور اسی کی رضامندی کو چاہتے تھے بلکہ وہ اپنے عملوں پر بھی اعتماد نہ رکھتے تھے اور ثواب اور جزا کی طرف بھی انکو التفات نہ تھا یُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ۝ جاری کرتے تھے ان چشموں کو اپنے ہر عمل میں جیسا جاری کرنا چاہیے تو گویا وہ چشمہ خاص انکی ملک ہے اور ان ہی کے تصرف میں ہے اور ہر عضو کے عمل اور ہر قوت کے پیدا کرنے میں اس چشمے کے پانی کا اثر کھینچ کے لیجاتے ہیں اسقدر دنیا کے علاقوں سے اور ماسوا اللہ کی طرف التفات کرنے سے دل سرد ہوئے ہیں کہ انکو اپنے نیک عملوں پر اور اپنی نیک عادتوں پر ہرگز اطمینان اور دل کا چین حاصل نہیں ہے بلکہ ان عملوں کی نامقبولی کا خوف اور ان عادتوں کی غیر اختیاری کا ہراس جناب الٰہی میں اسقدر انکے دل میں بیٹھ گیا ہے کہ کسی وقت یہ خیال انسے علیحدہ نہیں ہوتا چنانچہ اس حال پر یہ بات انکی گواہ ہے کہ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وفا کرتے ہیں نذر کو یعنی جو چیز کہ اپنے ذمے پر لازم کر لیتے ہیں جیسے نفل عبادت اور کوئی وظیفہ اور درود اور صدقہ اور خیرات سو اُن چیزوں کو جیسا لازم کیا ہے اسیطرح شرطوں کے ساتھ آخر عمر تک ادا کرتے ہیں پھر جب ایسی چیزیں جو حق تعالیٰ کی طرف سے واجب تھیں بلکہ اپنے ذمے پر خود آپ لازم کر لی تھیں اسکو اس احتیاط سے ادا کرتے ہیں تو وہ چیزیں جو حق تعالیٰ کیطرف سے ان پر واجب ہوئی ہیں انکو بطریق اولیٰ پورا ادا کیا ہوگا اور باوجود ایسے مستقیم کے تمام واجبات اصلی اور التزامی ادا کرنے پر پھر بھی ان عبادتوں پر جنکو ادا عمدہ نہیں کہتے ہیں بلکہ ہمیشہ خائف اور ہراسان رہتے ہیں وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ۝ اور ڈرتے ہیں اس دن سے کہ ہوگا شر اسکا منتشر اور پھیلا ہوا جیسے طوفان اور رہولے کے دن کی آگ کا لگنا کہ تمام بستی کو اپنے اپنے گھروں کا خوف ہوتا ہے کہ مبادا ہوا کی شدت سے آگ ادھر آپہونچے اور ان لوگوں کو یہ خوف اور ہراس اس سبب سے ہوگا کہ شاید واجبات کے ادا کرنے میں

کچھ ہمسے قصور واقع ہوا ہو جیسے سستی اور دل نہ لگنا اور اس سبب سے طبیعت کی تاریکی نے
اس طاعت مین مل کے کچھ خرابی کردی ہو اور آج قیامت کا دن ہی اور اس دن کا اثر
گنہگارون کی شامت سے اسقدر پراگندہ اور پھیل رہا ہی کہ بیگناہ بھی اس بلا مین گرفتار ہورہے
ہین جیسے آسمان اور زمین اور پہاڑ اور دریا اور آفتاب اور ماہتاب اور باقی ستارے سو
ایسے وقت شاید وہ طاعت اس تاریکی کے سبب سے قبول نہو اور عتاب اور عقاب کا سبب پڑے
سو اسقدر بے اعتمادی انکو اپنے عملون پر صریح دلیل ہی اس بات پر کہ خوف کا غلبہ انپر بہت
ہوگا اور خوف دل کی سردی کی دلیل ہی جسطرح دل کی گرمی کے وقت مین جرأت اور
بیباکی غلبہ کرتی ہی سو یہ اثر اسی کافور کا ہی جو شراب محبت مین ملاکے نوش کیا ہی چنانچہ
شاعر کہتا ہی شعر ازین قبیل ساقی درے افگند حریفان انہ سرماندونہ دستار ہندی
یہ کیا ساقی نے مے مین چیز ڈالی کہ پیتے ہی ہوئے بدمست و سرشار اور یہ چیز اسبات پر بھی
دلیل صریح ہی کہ ان لوگون کو ان عملون کے ساتھ جو اپنے مطلوب کے شوق مین کیے ہین کچھ علاقہ
نہین رہا اور ان عملون سے دل سرد ہوگئے ہین تو دنیاوی علاقون سے جو انکے مطلوب کے
منافی تھے یقینًا انقطاع کلی رکھتے ہونگے اور یہ اس بیخودی کا اثر ہی جو محبت الٰہی کی شراب پینے
سے انھون نے حاصل کی ہی اور اس انکے احوال پر دوسرا گواہ یہ ہے کہ وَيُطْعِمُونَ
الطَّعَامَ اور کھلاتے ہین کھانے کو باوجود اس بات کے کہ نقد دینے سے کھانا پکاکر
کھلانا بہت بھاری ہی اسواسطے کہ آدمی کا نفس جو چیز قریب النفع اور حاضر المنفعت ہے اسکے
دینے مین بخیلی کرتا ہی بخلاف اس چیز کے جو منفعت مقصود سے دور واقع ہوئی ہی اسیواسطے
غلے کا دینا اکثر آدمیون کے نزدیک سہل ہی آٹا دینے سے اور آٹا دینا سہل ہی روٹی
دینے سے اور کوئی وقت ایسا بھی ہوتا ہی کہ آدمی کھانا دینے مین دیر کرتا ہی اور نقد یا
جنس دینے مین جی چراتا ہی سو اسکا سبب یہ ہی کہ کھانے سے اسوقت وہ سیر ہوتا ہی اور پکا کھانا
سوائے کھا لینے کے اور کسی کام کا نہین ہی اور جلدی بدبو کر اٹھتا ہے رکھ چھوڑنے کے

قابل نہین ہی بخلاف نقد اور جنس کے اسواسطے کہ یہ کام کی چیز ہی اور رکھ چھوڑنے کے بھی
قابل ہی لیکن یہ لوگ کھانا کھلاتے ہین علی حبہ باوجود اس کھانے کی محبت کے بھوک کی شدت
اور قوت کی نایابی کے سبب سے اور ایسے وقت مین ع شلغم پختہ بہ از نقرۂ خام ہوتا ہی یا نفیس
اور مزیدار ہونے کے سبب سے وہ کھانا محبوب ہوتا ہی اور باوجود بے احتیاجی کے بھی اسکو بیفایدہ
صرف نہین کرتے ہین بلکہ رکھ چھوڑتے ہین تاکہ دوسرے وقت اسکو کھاوین یا اس شخص کو کھلاتے
ہین جس سے بڑی منفعت کی امید ہوتی ہی اور یہ لوگ اس کھانے کو محتاجی کی حالت مین کھلاتے
ہین مسکینا مسکین محتاج کو جو قوت کی تحصیل سے خود عاجز ہی اور اس سے کسی طرح کی منفعت
کی توقع بھی نہین ہی بلکہ اسکو کیا رکھلانے کے سبب سے اسکی خو پڑگئی کہ ہر روز قرض خواہ کی طرح
پیچھا نہین چھوڑتا ہی اور سخت سخت باتین سنا کے دل کو شوش کرتا ہی ویتیما اور یتیم کو
جو مسکین سے بھی عاجز زیادہ ہی اسواسطے کہ مسکین مین ان مین قوت رکھتا ہی اور عقل بھی کامل
رکھتا ہی اگر ایک وقت اسکو قوت میسر نہو تو دوسرے وقت کوشش کرکے گلی کوچے پھر کے کچھ
نہ کچھ تھوڑا بہت پیدا کرکے اپنی جان تھامنے کی تدبیر کریگا اور یتیم نہ عقل کامل رکھتا ہے
اور نہ بدن قوت والا اور نہ مانگ کھانے کا وقوف رکھتا ہی اور نہ اس سے کچھ منفعت
کی توقع ہی وَاَسِیْرًا اور قیدیون کو جو کسی کی قید مین گرفتار ہین اور کسی طرح سے
قوت کے حاصل کرنے کی قدرت نہین رکھتے ہین بلکہ اس سے اتنا بھی نہین ہوسکتا ہے
کہ مسکین اور یتیم کی طرح کسی کے سامنے جا کھڑا ہووے تاکہ وہ شخص اسکا حال دیکھکر کچھ رحم
کرے اور اسکو کچھ دیوے اور باوجود اسبات کے کہ اس قسم کے لوگون کو اپنی خواہش اور
رغبت کے ہوتے ہوئے کھانا کھلانا بڑا احسان ہی اور خالص عبادت ہے جس مین
ریا کا نام بھی نہین ہی لیکن خدا کے خاص بندے اس عمل پر بھی اعتماد نہین کرتے
ہین بلکہ ڈرا کرتے ہین کہ ایسا نہو اس کھانا کھلانے کے سبب سے مسکین یا یتیم یا
قیدی کچھ ہماری تعریف یا تعظیم یا سلام یا کوئی اور ثنا اور صفت کریں اور اس سبب سے

ہمارا نفس خوش ہووے تو پھر وہی طبیعت کی تاریکی اور یہ عمل بجاوے اسواسطے کھانا کھلانے
کے وقت کھل کے صراحۃً انسے کہدیتے ہین کہ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ بیشک
سوائے اسکے نہین ہی کہ ہم کھلاتے ہین تم کو خالص حق تعالیٰ کی خوشنودی اور
رضامندی حاصل کرنے کے واسطے لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً ہم نہین چاہتے ہین
تم سے کچھ بدلا اس کھانے کے بعد جیسے سلام کرنا یا تعظیم کرنا یا اپنے حق مین تم سے کی
کچھ دعا چنانچہ حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہی کہ جب آپ
کچھ صدقہ کسی کے اہل بیت کو بھیجتی تھین تو آنے کے بعد اپنی خادمہ سے آپ پوچھتی
تھین کہ اس صدقہ لینے کے بعد اُن لوگون نے کیا کہا تھا اگر خادمہ کہتی تھی کہ ان لوگون نے
یہ دعا آپکے حق مین کی تھی تو جناب صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی اس گھر کے حق والون کے
حق مین اسیطرح کی دعا کرتی تھین اور فرماتی تھین کہ یہ اسواسطے ہی کہ ایسا نہو کہ انکی دعا
میرے صدقہ کے عوض مین محسوب ہوجاوے اور میرے صدقے کے ثواب مین نقصان
آجاوے سو اسواسطے انکی دعا کی عوض مین مین نے بھی اُنکے واسطے دعا کردی تاکہ
دعا کا بدلہ دعا ہوجاوے اور میرے صدقے کا ثواب قرار رہے وَلَا شُكُوْرًا
اور نہین چاہتے ہین ہم تمسے شکرگذاری کہ لوگون کے سامنے کچھ ہماری ثنا یا صفت کرتے رہو
کہ فلانے نے ہمارے اوپر ایسا احسان کیا اور ایسا کھانا کھلایا اسواسطے کہ اگر یہ چیزین ان
کامون سے چاہین ہم تو پھر وہی طبیعت کی تاریکی ہمین در آوے اور وہی خوف پھر
لاحق حال ہووے اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا بیشک ہم ڈرتے ہین اپنے پروردگار
سے يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ایک دن اُداسی سخت کو یعنی وہ ایسا دن ہی کہ
اس مین بالکل اداسی چھائی ہوئی ہی اور یہ کنایہ ہی حق تعالیٰ کی قہری تجلی سے جو اسدن
ہوگی سوا اس تجلی کے آداب کی رعایت سے اس دن کو عبوس اور قمطریر کرکے موصوف
کیا اور جس طرح جو شخص عبوس قمطریر ہوتا ہی یعنی غصے مین بھرا ہوا ذرا سی بات

مین غصہ مین آجاتا ہی اسیطرح اس روزکہ نفیر اور قطمیر کا ماخذہ ہوگا یعنی ذرا ذرا بات پوچھی
جائیگی اس سبب سے وہ دن خوفناک اور دہشت بھرا ہوا ہی اور یہ انکا عمل کہ خوف شدید سے
ہی دونون چیزون پر دلیل صریح ہی یعنی ایک دنیا وی علاقون کا انقطاع اور دوسری دل سردی اور
بے اعتمادی کا غلبہ واحدی اور دوسری تفسیرون مین مذکور ہی کہ حضرات حسنین رضی اللہ تعالی عنہما
ایک مرتبہ بیمار ہوئے سو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انکی عیادت اور بیمار پرسی کے
واسطے تشریف فرما ہوئے اور آپکے ساتھ صحابہ کرام بھی بہت آئے ان مین سے ایک
شخص نے حضرت امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تمہارے فرزندون کو بہت
سخت بیماری ہی تمکو چاہیے کہ حق تعالی کی نذر اپنے اوپر مقرر کرو حضرت علی نے کہا کہ مین نے
تین روزے خدا کے واسطے اپنے اوپر نذر مقرر کیے حضرت خاتون جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ
عنہا نے بھی تین روزے نذر اپنے اوپر مقرر کیے آپ کی لونڈی جسکا نام فضہ تھا اسنے
بھی تین روزے اپنے اوپر مقرر کیے پھر حق تعالی نے اپنے فضل و کرم سے دونون
صاحبزادون کو شفا دی تو تینون شخص موافق نذر مقررہ کے روزہ دار ہوئے اس دن
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر مین کھانے کی چیز کوئی نہ تھی آپ تیسون یہودی کے پاس
جو خیبر کا رہنے والا تھا اور وہان غلہ بیچا کرتا تھا تشریف لے گئے اور کچھ قرض اس سے
طلب کیا اسنے اسلام کی عداوت کے سبب سے قرض دینے مین تامل کیا آخر کو بڑی
تکرار اور فہمایش سے بارہ سیر جو آپکو قرض دیے آپنے وہ جو گھر مین آکر دیے حضرت
خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے تین سے چار سیر جو چکی مین پیسے اور لونڈی نے
گھر کے آدمیون کی گنتی کے برابر پانچ روٹیان پکا کر تیار کین پھر افطار کے وقت
وہ پانچ روٹیان لاکے ان سب حضرات کے سامنے رکھین انھون نے چاہا کہ تین سے
لقمہ توڑ کے منھ مین ڈالین اتنے مین دروازے پر ایک فقیر نے آکر سوال
کیا اور کہا کہ حق تعالی کی سلامتی پہنچے اے اہل بیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے

ایک فقیر مسلمان تمھارے دروازے پر آیا ہے اور اسکے گھر میں پانچ آدمی ہیں کچھ اسکو کھلاؤ
حقتعالیٰ تمکو جنت کے خوانوں سے کھلاویگا اُن پانچوں حضرات نے وہ پانچوں روٹیاں
اُس فقیر سائل کو حوالے کردیں اور آپ سب پانی پی کر سو رہے پھر صبح کو روزہ رکھا اور
اسی طرح اُن دن بھی جو کچھ میسر ہوئیں کے پانچ روٹیاں پکائیں افطار کے وقت ایک
یتیم آیا اسکو وہ روٹیاں دیدیں تیسرے دن ایک قیدی آیا اُن دن اسکو حوالے
کیں چوتھے دن صبح کو جو اٹھے تو بھوک کی شدت سے طاقت ہلنے کی نہ تھی اور مرغ کے چوزہ
کی طرح بدن کانپتا تھا اُن دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرات حسنین کے دیکھنے کو جو
تشریف لائے یہ حالت سب کی دیکھکے آپ کو بہت بیتابی ہوئی پوچھا کہ میری بیٹی
فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کہاں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مصلے پر نماز میں مشغول ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکے پاس
تشریف لے گئے دیکھا کہ پیٹ پیٹھ سے لگ گیا ہے اور آنکھیں اندر گھس گئی ہیں یہ حالت
دیکھکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو جاری ہوئے اسی وقت حضرت جبرئیل
علیہ السلام یہ سورہ لیکر نازل ہوئے اور کہا کہ لو اے پیغمبر اس سورۃ کو تم کو اور تمھارے
اہل بیت کو مبارک ہو جبرئیل نے یہ آیتیں پڑھکے سنائیں پھر بعد اسکے حضرت رب
العزت نے ظاہری فتوح عنایت کیے اور پھر کبھی ایسی فقر کی شدت میں مبتلا نہ ہوئے
ایسا کہتے ہیں کہ ان تینوں دنوں میں فقیر اور یتیم اور اسیر کی شکل بنا کے حضرت جبرئیل
علیہ السلام آئے تھے اہل بیت کے صبر کے امتحان کے واسطے اسی وجہ سے کہا ہے حضرت
امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے ملک عمرو کو اپنی مناجات میں یا یعنی تیرے کی نوک سے
یعنی جہاد کرکے اور ملک عنبی کو مناجات میں حرمدیا یعنی تیرے ویلون سے آب یہاں پر
جاننا چاہیے کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نذر کو وفا کرنا واجب ہے اگر وہ نذر گناہ نہ ہو
اور اگر کسی گناہ کی نذر کی ہو تو اس نذر کی وفا واجب نہیں ہے بلکہ ممنوع ہے چنانچہ حدیث صحیح

مین آیا ہی کہ من نذر ان یطیع اللہ فلیطعہ ومن نذر ان یعصی اللہ فلا یعصہ
یعنی جسنے نذر کی اللہ تعالی کی طاعت اور فرمان برداری کی تو چاہیے کہ ادا کرے اسکو
اور جس نے نذر کی گناہ اور خدا کی نافرمانی کی تو چاہیے کہ چھوڑے اسکو اور اس گناہ
مین مبتلا نہوا سواسطے کہ نذر کی حقیقت یہ ہی کہ جو چیز واجب نہین ہی اسکو اپنے اوپر
واجب کرلینا اور اگر وہ چیز گناہ ہوئی اور اسنے اسکو اپنے اوپر لازم کیا تو حکم الٰہی کی
مخالفت کی اور حق تعالی کی مخالفت کرنا نہ چاہیے اور اگر بالفرض کسیکے منھ سے
ایسی بات نکل گئی اور گناہ کی نذر کی تو اسکو اسیوقت لازم ہی کہ اس سے توبہ اور
استغفار کرے اور اسکو ہرگز ادا نہ کرے اور یہ بھی جان لینا چاہیے کہ نذر اس چیز مین
درست ہی جو طاعت کی قسم سے ہی جیسے نفل نماز اور نفل روزہ اور ذکر اور تسبیح اور
قرآن کی تلاوت اور درود اور حج اور عمرہ اور نیک لوگون کی زیارت اور دینی علم کی
طلب اور جہاد اور صدقہ اور خیرات اور دعوت اور جو اس قسم سے ہون کیونکہ ہر چیز طاعت
کی جنس سے نہین ہی اور نذر منعقد نہین ہوتی یعنی کہنے سے لازم اوپر نہین ہوجاتی جیسے فلانا
کھانا کھانا اور دھوپ مین بیٹھنا اور کھڑا رہنا اور منھ سے بولنا اور سایہ کے نیچے
نہ آنا اور سوا اسکے اور جن کچھ اسکے ذمہ پر لازم نہین ہوتا اور اگر نذر مبہم کی ہے
جیسے یون کہا کہ اگر مین یہ کام کرون تو مجھ پر نذر ہی پھر وہ کام کیا تو اوپر قسم کا کفارہ لازم
ہوتا ہی اور یہی حکم ہی اس نذر کا جو اسکی طاقت سے خارج ہو اور یہ بھی جان لینا چاہیے
کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہی کہ مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلانا عبادت ہے
پھر وہ مسکین اور قیدی اہل اسلام سے ہوا کافر حربی لیکن یہ کوئی اور نذر اور کفارے کا کافر کو
دینا درست نہین ہی اور اگر مسکین اور قیدی اور کافر حربی القتل ہون تو بھی انکو
کھانا کھلانا باعث اجر کا ہی سواسطے کہ جو حربی القتل کو بھوکا قتل کرنا درست نہین ہے
حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت آئی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

فائدہ اس چیز مین نذر درست ہی جو طاعت کی قسم سے ہو اور اگر گناہ کی نذر کی تو اسکو پورا کرنا حرام ہی اور کفارہ لازم ہی

فائدہ نذر مبہم مین کفارہ یمین ہی

فائدہ کسی کافر حربی کو کھانا کھلانا اور نذر اور کفارہ کا دینا درست نہین ہی

کافرون کو قید کرکے لاتے تھے اور مسلمانون کے حوالے کرتے تھے اور فرما دیتے تھے کہ انکے
ساتھ احسان کرنا یعنی کھانے پینے کی تکلیف نہ دینا بموجب حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
وہ مسلمان ان قیدیون کو اپنے گھر والون سے بہتر اور زیادہ خوش رکھتے تھے اور آپ سے اچھا
کھانا کھلاتے تھے یہانتک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکے حق مین قتل کرنے کا یا لونڈی
غلام کر رکھنے کا یا مال لیکے چھوڑ دینے کا یا بے لیے چھوڑ دینے کا حکم فرماتے اور یہی حکم ہے جسکے
ذمے پر قصاص واجب ہوا ہو اور قتل کا مستحق ہوا ہو اسکو بھی بھوکا پیاسا مارنا جائز نہین ہے
اور جو ان آیتون مین ذکر کیا گیا کہ حق تعالی کے خاص بندون کو قیامت کے دن کے شر کے پھیل
پڑنے سے ہمیشہ خوف رہتا ہے اور باوجود ایسے عمدہ عملون کے جو آمیزش ریا سے بالکل
خالص ہین ہمیشہ ہراسان و خوفناک رہتے ہین سو اسواسطے ضرور ہوا کہ اس خوف کا ثمرہ
جو آخرت مین پھیلنے والا ہے بیان کیا جاوے پھر اسکے بعد انکے عملون کی جزا کے بیان کی طرف
انتقال کیا جاوے سو پہلے انکے خوف کے ثمرے کے بیان مین ارشاد ہوتا ہے کہ
فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ پھر بچا دیگا انکو اللہ تعالی اس دن کی برائی سے
باوجود اس بات کے کہ شر اس دن کا پراگندہ اور پھیلا ہوا ہوگا اور اس بچانے کی صورت
یہ ہوگی کہ وہ لوگ صفت رضا کی تجلی سے سرفراز ہونگے اور انکو اس تجلی کے مشاہدے کے
استغراق مین مشغول کریگا چنانچہ سورۂ قیامت مین تصریح سے بیان ہو چکا ہے وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ
نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ اور فرشتون کے جھنڈ کے جھنڈ انکے پاس آوینگے اور ان کو
خوش خبریان سناوینگے چنانچہ سورۂ انبیا مین مذکور ہوا ہے لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ
وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ یعنی نہ غمگین کریگی انکو گھبراہٹ
بڑی اور ملاقات کریگے انسے فرشتے اور کہینگے کہ یہ تمھاری بہتری کا دن ہے جسکا تم وعدہ
دیے جاتے تھے اور حدیث صحیح قدسی مین واقع ہے کہ اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِيْ جَلَالِيْ لَهُمْ مَنَابِرُ ح
مِنْ نُّوْرٍ يَغْبِطُهُمُ النَّبِيُّوْنَ وَالشُّهَدَاءُ یعنی حق تعالی فرماتا ہے کہ جو لوگ دنیا مین آپس مین

دوستی کرتے تھے ہماری راہ مین انکو قیامت کے دن منبر ہونگے نور کے اسطرح کی عظمت
کے کہ رشک کرینگے انکا حال دیکھ کے پیغمبر اور شہید اسواسطے کہ پیغمبرون کو اور شہیدون کو
امت پر گواہی دیکر انکو موقف سے اور اس دن کے ہول سے خلاص کرنے کی فکر ہوگی
اس سبب سے کہ وہ تشویش مین ہونگے اور ان لوگون کو اسی سے علاقہ نہ رکھنے کے سبب سے
فراغت کلی حاصل ہوگی اور یہ سبب نہ رکھنے کی دنیا کے علاقون کو منقطع کرنے کے سبب سے
حاصل ہوگی وَلَقّٰىهُمْ اور آگے لاویگا انکو وہ جو دنیا مین اس دن کی ترش روئی اور
برائی سے خوف کیا کرتے تھے نَضْرَةً تازگی اور چہرے کی رونق جو ظاہر انکے بشرے پر
نمودار ہوگی وَسُرُوْرًا اور خوشی دل کی جو انکے باطن مین بھری ہوگی عوض میں اس
غم اور اندوہ کے جو اپنے دین کے واسطے دنیا مین رکھتے تھے اور ہمیشہ آخرت کی فکر مین
اپنی اوقات گذارتے تھے اور فقط اسیقدر نعمت پر انکے حق مین اکتفا نہ کی جاویگی یعنے
اس دن کے شر کا خوف ان سے جاتا رہے اور امن اور چین انکو حاصل ہو اسواسطے
کہ یہ تو انکے ترس اور خوف کا پھل ہی بلکہ انکے دوسرے عملون کو بھی رحمت کی نظر سے
دیکھینگے اور انکے سب عملون کا مدار صبر پر پاوینگے وہ صبر جو دنیاوی علاقون اور جسمانی
لذتون کے ترک کیا تھا اور طاعتون کی مشقت کے تحمل پر اور آفتون اور بلاؤن کے
کھینچنے پر جو صبر کیا تھا پھر انکے صبر کی جزا منظور ہوگی وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا
اور جزا دیگا انکو انکے صبر کرنے پر جو فضا کے مکانات اور دل لگن باغات اور عمدہ عمارتون
کے ساتھ اپنے دل کو متعلق نہین کیا تھا جَنَّةً بہشت کشادہ اور بافضا جسکا عرض
زمین اور آسمان کے عرض کے برابر ہے اور محل اور مکانات منقش اور رنگین وَّحَرِيْرًا
اور کپڑا ریشمین جو انکی پوشاک مین صرف ہوگا اور فرش فروش مین بھی اور در و دیوار اور
پردے اور چھت گیری کی پوشش مین اور ہانڈیون اور جھاڑون اور دیوار گیرون کے
غلاف مین انکے کام آویگا اور یہ انکے اس صبر کی جزا ہے جو دنیا مین پھٹے پرانے پیوند لگے ہوئے

کپڑے پہنتے تھے اور راستین نبی اور دہ ان کو راز نہیں کرتے تھے اور خالص ریشمی کپڑے
سے دنیا میں پرہیز کرتے تھے ان سب چیزوں کے عوض میں یہ جزا انکو ملیگا اور بہت
سی روایتوں میں ایسا آیا ہے کہ ادنیٰ بہشتی کو ہر صبح اور شام کو ستر جوڑے حریر کے جنکے
رنگ مختلف ہونگے اور نفیس اور منقش سوا سکے خادم اسکے سامنے لایا کرینگے تاکہ ان میں سے
جو مرغوب اور خوش معلوم ہووے وہ اسکو پہنے اور باریکی میں وہ کپڑے ایسے
ہونگے جیسے پھول کی پتی مُتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ سے تکیہ دیے بیٹھے ہونگے
اس بہشت میں تختوں پر اور ریشمی توشکیں ان تختوں پر بچھی ہونگی اور وہ تخت سایہ دار
ہونگے جیسے دنیا کے بادشاہوں کے تخت ہوتے ہیں اور یہ جزا ہے انکے اس صبر کی
جو دنیا میں تنگدستی اور تاریک حجروں میں اور خانقاہوں میں اور مدرسوں میں چٹائیوں
پر بیٹھے رہا کرتے تھے اور علوم دینی کے درس کی مجلسوں میں اور ذکر اور توجہ کے
حلقوں میں سب کے پاؤں میں بیٹھا کرتے تھے لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا
وَّلَا زَمْهَرِيرًا نہ وہ بہشت میں گرمی آفتاب کی اور نہ سردی چلے کے جاڑوں
کی ہوا سے کہ بہشت کی ہوا معتدل ہوگی نہ گرمی ہوگی نہ سردی اور آفتاب وہاں نہ ہوگا
تاکہ اسکے نزدیک ہونے کے سبب سے گرمی زیادہ ہووے یا اسکے دور ہو جانے کے
سبب سے سردی کچھ اثر پہونچاوے بلکہ عرش معلی کا نور اس عالم کو ہمیشہ روشن رکھے گا
اور جس وقت پردے اٹھا دینگے تو جانینگے کہ دن ہوا اور سیر گاہوں میں نکلینگے
اور بازار قائم ہونگے اور آپس میں ایک دوسرے کی ملاقات کرینگے اور خدمت
کے واسطے لڑکے اور غلمان حاضر ہونگے اور جب پردے چھوڑ دینگے اور محل
اور مکانوں کے اندر داخل ہونگے تو معلوم کرینگے کہ رات ہوئی اور حوریں انکے
آرام اور صحبت کے واسطے حاضر ہونگی اور یہ جزا ہے انکے اس صبر کی جو دنیا میں
جو انکا مالک کہ فرمانروا ہے ہم نے کہا تھا جیسے روزے کے گرمی اور جمعہ کے دن دوپہر کو

جامع مسجد مین جانا اور حج اور عمرہ اور جہاد اور طالب علمی اور بزرگون اور نیکون کی زیارت
کے واسطے سفر کرنا اور انکی صحبت سے ظاہری اور باطنی فیض کو لینا یعنے یہ چیزین دنیا
مین گرمی کے دنون مین کرکے اس گرمی پر صبر کیا تھا اور اسیطرح سردی کے دنون
مین وضو یا غسل تہجد کے وقت اور فجر یا عشا کی نماز جماعت سے ادا کرنے کے واسطے
اور حج اور عمرہ اور جہاد اور طالب علمی اور بزرگون کی زیارت کا سفر جاڑون مین
کرتے تھے اور اس رنج پر صبر کیا کرتے تھے حدیث شریف مین آیا ہے کہ
هَوَاءُ الْجَنَّةِ سَجْسَجٌ لَا حَرٌّ وَلَا قَرٌّ یعنے بہشت کی ہوا نہایت اعتدال کی ہے
نہ اس مین گرمی ہے نہ سردی اور زمہریر لغت مین بہت سردی کو کہتے ہین اور ظاہر
یہ ہے کہ میم اور ہ اس مین اصلی ہین اسواسطے کہ اگر کوئی ان دونون سے زائد ہوتا
تو کلام عرب مین اس لفظ کا نظیر نہ نکلتا اور فعلیل کے وزن بہت پائے جاتے
ہین چنانچہ منظر پر جو اوپر بیان ہو چکا ہے اور بہشت کی ہوا کے معتدل ہونے کا سبب
یہ ہے کہ وہان کے رہنے والون نے دنیا مین اپنے اعمال اور اخلاق معتدل کیے تھے
اور بہشت وہی دنیا کے اعمال اور اخلاق معتدلہ کی صورت ہے افراط اور تفریط نہین ہے
یعنے زیادتی اور کمی انمین کسی طرح ممکن نہین ہے وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلَالُهَا
اور نزدیک ہوگا ان پر سایہ اس بہشت کے درختون کا اور یہ انکے اس صبر کی جزا ہے
جو غریبون اور مسافرون اور مظلومون اور یتیمون کو اپنے سایۂ امکانون مین جگہ دیتے
تھے یا اپنے عدل اور انصاف اور حمایت اور رحمت کے سایہ مین انکو رکھتے تھے اور اسجگہ
مفسرین کا ایک اشکال مشہور ہے اسکا مضمون یہ ہے کہ بہشت مین جب آفتاب نہ ہوگا
پھر سایہ کہانسے ہوگا اسواسطے کہ حقیقت مین مضی بالذات یا مضی بالعرض کے ثانی صورت
سایہ کہتے ہین جو روشن کرنیوالے اور روشن ہونیوالے کے درمیان مین جسم کثیف کے حائل
ہونے کے سبب سے پیدا ہوتا ہے اور اسکا جواب ہے کہ آفتاب کا نہ ہونا ان باتون کو مستلزم نہین ہے

کہ دوسرا نور بھی نہ ہووے اور نور سایہ نہ پیدا کر سکے لیکن البتہ ہی کہ وہ نور اس جنس سے نہیں ہے
کہ مزہ دیوے اور لوگ اس سے سایہ میں بھاگیں بلکہ کبھی درخت کے سایہ کے نیچے بیٹھنا لذت
اور آرام لینے کے واسطے ہوتا ہی نہ گرمی کی اذیت دفع کرنے کے واسطے سو بہشتیوں کا درختوں
کے سایہ کے نیچے بیٹھنا اسی قسم سے ہوگا اور بعضے مفسرون نے یون کہا ہی کہ بہشت کے
درخت اسطرح انکی طرف جھکین گے اور ان درختون کی شاخین اور پتے اور پھل ایسے ان
بہشتیون کے نزدیک ہو جاوینگے کہ اگر بالفرض آفتاب وہان ہوتا تو سایہ ان درختون کا انکے
نزدیک بہت ہوتا اور کسی مفسر نے بہشت کے درختون کا سایہ نزدیک ہونے کے معنی ذکر نہین
کیے ہین اور یہ بات ظاہر ہی کہ اگر سایہ نے کسی شخص کو گھیر لیا تو نزدیک اور دور دونون برابر
ہی اور اگر نہ گھیرا تو وہ سایہ نہ دور ہی نہ نزدیک پس تحقیق بات یہ ہی کہ بہشت کے درخت شعور
اور ارادہ رکھتے ہین اور جب بہشتیون کو جو اپنے آراستہ تختون پر مجلسون یا مکانون مین
بیٹھے ہونگے وہ درخت چاہین گے کہ اپنے پھل اور پتیون سے ان کو نفع پہونچاوین تو
اپنے ارادے سے قصداً حرکت کر کے ان بہشتیون کے نزدیک ہو جاوینگے اور
اپنے پھول اور کلیان انکے سامنے کرینگے تاکہ انکو توڑ کے کھاوین پس وہان کے
درختون کے سایہ کے نزدیک ہونے کے یہی معنی ہین چنانچہ اس آیت کی تمامی اسی
بات کو چاہتی ہے کہ وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا ۝ اور تابع کیے گئے میوے
اس بہشت کے بہشتیون کے واسطے جیسا چاہیے تابع کرنا یعنے پست کر دیے
گئے خوشے اسکے جیسے ہلا ہوا جانور بار بار اپنے خاوند کے پاس آتا ہے اور سواری
یا کھیل یا جو نفع اس جانور سے اسکے خاوند کو منظور ہے وہ ادا کیا چاہتا ہے
حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت آئی ہی کہ بہشت کے میوے ایسے
نزدیک ہو جاوینگے کہ اگر کھڑا ہوا چاہے تو اسکے بھی نزدیک اور اگر بیٹھا ہوا چاہے
تو اسکے بھی نزدیک اور اگر لیٹا ہوا چاہے تو اسکے بھی نزدیک ہون گے اسواسطے

خود بخود میوے بہشتیون کے منہ مین پہونچینگے اور یہ انکے اس صبر کی جزا ہے جو دنیا
ین پرہیزگاری اور احتیاط کے سبب سے دنیا کے میوون سے احتراز رکھتے تھے کہ شاید
یوے والون کے مالون مین کچھ آمیزش شبہہ یا حرام کی ہو اس سبب سے نہ کھاتے تھے
ور صبر کرتے تھے اور گاہ گاہ شلغم ہی پر قناعت کرتے تھے اب یہانتک بہشتیون کی
عمتین مذکور ہوئین جو تمام روے زمین کی تسخیر سے اور اسکے نفس کے استخدام سے
نکے کام کے واسطے پیدا ہونگی اور جس طرح دنیا مین انکو خلافت کبری عنایت ہوئی تھی
تمام عالم کے اجزا ارکان کو تصرف کرتے تھے اور انسے نفع لیتے تھے اسی طرح
بہشت مین بھی ان اجزا اور ارکان کی روحین انکے واسطے مسخر اور تابع کرینگے
ور وہ انکے خادم ہونگے لیکن دنیا وی اور بہشتی تسخیر مین فرق اتنا ہوگا کہ دنیا
ی تسخیر ممتری اور قہری اور کد اور کاوش پر موقوف تھی اور بہشت کی تسخیر ارادی
ور اختیاری ہوگی اسمین بہشتیون کو کچھ بھی رنج اور محنت نہ ہوگی اور ایک فرق
یہ بھی ہے کہ دنیا کی تسخیر عام تھی مسلمان اور کافر اور نیکوکار اور بدکار سب کو شامل
تھی اور بہشت کی تسخیر خاص ایماندار اور نیکوکارون کے واسطے ہوگی اسواسطے
کہ وہ جزا امتیاز کے واسطے ہے چنانچہ سورۂ اعراف کی آیت مین یہی مضمون ارشاد فرمایا
ہے قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَۃَ اللّٰہِ الَّتِیْ اَخْرَجَ لِعِبَادِہٖ وَالطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ
قُلْ ھِیَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا خَالِصَۃً یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ کَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ
لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ یعنے کہو تم اے محمد کس نے منع کی ہے رزق اللہ تعالی کی جو پیدا کی
نے اپنے بندون کے واسطے اور ستھری چیزین کھانے کی تم کہو وہ ہے ایمان والون
کے واسطے دنیا کی زندگی مین نری انکی ہے قیامت کے دن یون بتاتے ہین
ہم آیتین جن لوگونکو بوجھ ہے **فائدہ** یعنے نعمتین سب مسلمانون کے واسطے ہین
نیا مین کافر بھی شریک ہوگئے قیامت مین نری ان ہی کے واسطے ہین اور شیم

اگرچہ ظاہر مین حیوانی معلوم ہوتا ہی اسواسطے کہ کیڑے کے لعاب سے نکلتا ہی لیکن تحقیق یہ بات ہی کہ ریشم کی پیدایش درختون کے پتون کے پچھوڑے سے ہی جسکو ریشم کا کیڑا اپنے واسطے مکڑی کے جالے کی طرح تنتا ہی اور اس کیڑے کو سوائے اس تن دینے کے اور کچھ دخل نہین ہی ریشم اس کیڑے کا جز نہین ہی تاکہ ریشم حیوانات مین شمار کیا جاوے بخلاف گوشت اور کھال اور اون اور بال اور دودھ اور گھی کے کہ یہ سب حیوانون کے جز ہین اور شہد کا حال بھی اگرچہ مثل ریشم کے ہی لیکن شہد کی مکھی اسکو غذا کے واسطے مہیا کرتی ہی سو اس سے شہد کا حیوانی ہونا غالب ہوا نباتی ہونے سے آب یہان سے بہشتیون کی وہ نعمتین بیان ہوتی ہین جو معدن کا نفس کلیہ یعنی خادم اور خزینہ کے مہیا اور موجود کرے گا وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِآنِيَةٍ اور بار بار لائے جاتے ہین انکے سامنے برتن مین فضہ چاندی سے انکے اس حبر کے عوض مین جو دنیا مین پینے اور غسل اور وضو کے واسطے برتنون مین پانی بھر کے طہارت کی ہیچگی کے واسطے بار بار لاتے تھے اور ان نجاستون سے بچاتے تھے اور اگر غسل اور وضو کا برتن کچھ مستعمل ہو جاتا تھا تو احتیاط کے واسطے اسکو بدل ڈالتے تھے سو اس سبب سے انکو کوچہ و بازار مین پھرنا پڑتا تھا وَأَكْوَابٍ اور آبخورے بغیر ٹونٹی اور دستے کے یہ انکے اس حبر کے عوض مین ہوگا جو بار بار پانی کے سرد کرنے کے واسطے مٹی کے آبخورے بازار سے لاکر پانی بھر کے رکھتے تھے تاکہ گرمیون کے روزہ کے افطار کے وقت کام آوین لیکن انکو بہشت مین جو آبخورے ملینگے وہ نزاکت اسکی صفائی مین کانچ سے بھی کہین بڑھ کر ہونگے شیشے سے کہ اندر کی چیز انکے باہر سے معلوم ہووے اور نظر آوے لیکن حقیقت مین وہ شیشے نہین ہین بلکہ قَوَارِيرَا مِنْ فِضَّةٍ وہ شیشے چاندی سے بنائے گئے ہین تاکہ سفیدی اور چمک دمک مین چاندی ہووین اور شفافی اور صفائی اور سبکی مین شیشہ ہووین اور انکو چاندی سے اس واسطے بنایا ہے

عوض مین وضو کے برتنون کے انکو دینگے اور وضو کا پانی انکے وضو کے اعضا کو سفید
چمکتے نورانی کردیگا چنانچہ حدیث صحیح مین آیا ہے اِنَّ اُمَّتِیْ یَأْتُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ غُرًّا مُّحَجَّلِیْنَ
مِنْ اٰثَارِ الْوُضُوْءِ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بیشک میری
مت کے لوگ آوینگے قیامت کے دن اس شکل سے کہ انکے چہرے سفید اور روشن ہونگے
وردونون ہاتھ اور دونون پاؤن بھی سفید اور روشن ہوونگے وضو کے نشان سے
پھر جو برتن وضو کے برتنون کی عوض مین انکو دیا جاویگا وہ بھی سفید اور روشن ہوگا
لیکن چاندی سے ہوگا نہ سونے سے اور چاندی کے ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ پانی
وغیرہ پینے کی چیز ہے جسقدر سفید شفاف برتن مین لطف اور رونق دیتی ہے اس قدر
سونے کے برتنون مین رونق نہین دیتی اور سونے کا رنگ پیلا ہے اور چاندی کا رنگ
سفید ہے اور زردی شرمندگی اور ندامت کا نشان ہے اور منھ کا سفید اور روشن ہونا
مطلب حاصل ہونے کا نشان ہے اور دنیا مین سونا جو چاندی سے گران قیمت ہے اسکا
سبب یہ ہے کہ دنیا مین سونے کی کان کمیاب ہے اور چاندی کی کانین بہت ہین اور عالم
آخرت مین کسی چیز کی کمیابی نہین ہے تاکہ اس سبب سے سونے کی قیمت بڑھ جاوے اور نفیس
ہوجاوے اور انکے آبخورے بھی جنت مین چاندی کے بیان فرمائے ہین اسواسطے کہ ان
آبخورون مین شراب قوی السکر ان کو دینا منظور ہے چنانچہ اسکا بیان آگے آتا ہے اور
جامع بغدادی مین لکھا ہے کہ تفریح اور تقویت مین چاندی کا اثر قریب یاقوت کے اثر سے
اور شراب جب چاندی کے برتن مین رکھی جاتی ہے تو وہ شراب بہت جلد نشہ کرتی ہے اور
اسکے نشہ مین بہت تلذذ اور مزا ہوتا ہے انتہی اور جہان کہین شراب کا پلانا منظور نہین ہے تو
وہان سونے کے آبخورے بیان فرمائے ہین چنانچہ سورۂ زخرف مین ارشاد ہوا ہے
یُطَافُ عَلَیْھِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَھَبٍ وَّاَکْوَابٍ یعنے لیے پھرتے ہین ان پاس
کابیان سونے کی اور آبخورے اور دنیا کے آبخورون مین جو خادم شراب

بھرلاتے ہین تو ان مین ایک عیب ہوتا ہی کہ پینے والے کی رغبت سے کبھی کم ہوتی ہے اور
کبھی زیادہ سو اس عیب کے دفع کے واسطے ارشاد ہوتا ہی کہ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ۝
اندازہ کرکے بتایا ہی اُن آبخورون کو معاون کی ارواح کے کاریگرون نے اچھا اندازہ
کرنا بہت احتیاط سے اسواسطے کہ وہ آبخورے انکو ان آبخورون کے عوض مین
عنایت ہوئے ہین جو مٹی کے آبخورے افطار کے واسطے پانی یا شربت بھرکے
رکھتے تھے اور دنیا مین باوجود شدت رغبت کے اسراف سے پرہیز کرتے تھے
اور اعتدال کی راہ چلتے تھے سو اسواسطے وہان بھی انکے ساتھ اعتدال کا
معاملہ کیا جاوے بلکہ وضو کے برتنون مین بھی اعتدال کی رعایت کرتے تھے
اور اسباغ کی حد سے کم نہ کرتے تھے اسراف بھی نہ کرتے تھے سو ان برتنون مین
بھی اعتدال کی رعایت ہوگی وَيُسْقَوْنَ اور پلائے جائینگے وہ لوگ فِيْهَا
ان آبخورون مین جو چاندی کے ہین شفاف جیسے شیشہ كَاْسًا شراب اور کاس کی
لفظ اگرچہ اصل مین پیالہ کا نام ہی لیکن اکثر عرب کی اصطلاح مین شراب کے معنون مین
مستعمل ہوتی ہی كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ۝ ہوگی ملونی اس شراب کی سونٹھ
جو شراب کو خوش ذائقہ اور مزیدار کردیتی ہی اور شراب کی لطافت کو اسکی سوزش ہلکا کردیتی
ہے اور نشہ کی زیادتی اور پاکیزگی کا سبب پڑتی ہی اور بدن مین حرارت پیدا کرتی
ہے اور یہ سونٹھ کی آمیزش اسواسطے ہی تاکہ دیدار الٰہی کا شوق ان پر غلبہ کرے
اور اس غلبہ کے سبب سے اس نعمت دیدار کی آگ بھڑکے اور اس غلبہ مین اس نعمت سے
جو مشرف ہوین تو خوب لذت حاصل کرین اسواسطے کہ جو چیز شوق اور طلب کے بعد
حاصل ہوتی ہی تو بہت لذت دیتی ہی لیکن وہ سونٹھ یہ دنیا کی سونٹھ نہین ہے جسکی تاثیر
آدمی کے فقط ظاہر بدن مین پائی جاتی ہی اس سونٹھ سے مراد ہماری عَيْنًا فِيْهَا
ایک چشمہ ہی بہشت مین جو تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ۝ نام رکھا جاتا ہی سلسبیل اور اس نام

رکھنے کا سبب یہ ہو کہ اصل وہ چشمہ مقربین احوال کے واسطے خاص ہو اور مقربین اعمال کو ملونی کے طور تھوڑا سا مین سے دیتے ہین اور مقربین احوال جو ہین وہ ہمیشہ شوق کے غلبہ مین مستغرق ہین اور انکو ہرگز ٹھہرنا کسی حال اور کسی مقام مین گوارا نہین ہو بلکہ ہمیشہ ترقی کی طلب مین رہتے ہین اور انکی زبان حال کی ہمیشہ اس کلام کو رٹ رہی ہے اور اس ترانہ سے مترنم ہو کہ سَلْ سَبِیْلَ یعنی پوچھ اپنے معشوق کی راہ اس سبب سے اس چشمہ کا نام بھی یہی رکھدیا تاکہ اشارہ ہو اس بات کی طرف کہ جو اس چشمہ کا پانی پیتا ہو اسکو اس راہ کی طلب کا شوق غلبہ کرتا ہو جسطرح شیراز مین ایک پہاڑ ہو بہت بلند اسکا نام اللہ اکبر رکھا ہو اسواسطے کہ جو شخص اس پر چڑھتا ہو تو اسکی بلندی دیکھ کے بے اختیار اسکے مُنھ سے اللہ اکبر نکلتا ہے اور بعضے مفسرون نے یون کہا ہو کہ سلسبیل مشتق ہو سلاست سے جو نرمی اور آسانی کے معنون مین ہو چنانچہ عرب لوگ بولتے ہین مَآءٌ سَلْسٌ وَسَلْسَلٌ وَسَلْسَالٌ وَسَلْسَبِیْلٌ یعنے پانی شیرین آسانی سے گوارا ہو کے اترجانیوالا حلق اور حلقوم مین سو اب اس صورت مین بے اور یے زائد ہوگی مبالغہ کے واسطے اور اس زیادتی کے سبب سے یہ کلمہ خماسی ہوگیا لیکن اس وجہ مین ایک خدشہ باقی رہتا ہو وہ یہ ہو کہ انکے نزدیک یہ حروف زوائد مین سے نہین ہین غرض کہ اس تفسیر کے بموجب یہ کلام یعنے لَسْعُ سلسبیلا اس وہم کے دفع کے واسطے ہو جو زنجبیل کی لفظ سے پیدا ہوتا ہے یعنی جب شراب مین سونٹھ کی ملونی ہوئی تو گلے کو جلاوے گی اور آسانی سے نہ اتریگی سو اس وہم کے دفع کے واسطے یہ کلام فرمایا کہ وہ سونٹھ اس سونٹھ سے منافع رکھتی ہو لیکن اس مین سوزش اور گلوگیری نہین ہو بلکہ اس چشمہ کا نام ایسا ہو جو سوزش اور گلوگیری کے منافی ہو اور جب معاون کی روح کی خدمت سے جو بہشتیون کے واسطے ہوگی اور وہ فرشتے جو معاون پر مقرر ہین انکی خدمت بھی بہشتیون کے واسطے

جو ہوگی اس سب کے بیان سے فراغت پائی تو اب ان نعمتون کا بیان ہوتا ہی جو آسمان کے
ستارون کی روحون کی تسخیر اور تابعداری سے انکو نصیب ہوگی اور اس تسخیر کی صورت
یہ ہی کہ ستارون کی روحین انکے جرمون سے جدا ہونگی پھر ان مین جو قوی التاثیر ستارون
کی روحین ہین اور نفوس واسعہ اور خیالی قوی وافر اور کثیر محیط رکھتی ہین وہ بہشتیون
کی ارواح سے مختلط ہوکے انکی عقل اور خیال اور حرکات اور اعمال مین مدد کرین
اور جو ضعیف التاثیر ستارون کی روحین ہین وہ ان ہیکلون انسانی کے لباس
مین در آوینگی جو کم عمر ہونگے اسواسطے کہ اس عمر مین وہ وڈر دھوپ اور جامہ زیبی اور
دلفریبی اور سادہ پن اور حسن وجمال اور رنگ کی تازگی بہت ہوتی ہی سو وہ روحین ان
ہیکلون مین در آکے بہشتیون کی خدمت کے واسطے مستعد ہونگی اور انکو اپنی ہمجنسی کے
سبب سے انکی خدمت کرنے مین انس اور محبت بھی ہوگی سو اب یہ مضمون
ارشاد ہوتا ہے کہ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ اور پھرینگے اور آمد ورفت کرین گے انکی
حضوری مین انکی خدمت کے واسطے جیسے پانی کے آبخورے اور شراب کے
جامون کو لانا اور لیجانا وِلْدَانٌ لڑکے خوش رو جو مُخَلَّدُونَ ہمیشہ اسی
لڑکپن کی عمر مین رہنے والے ہونگے کبھی جوان اور بڈھے نہ ہون گے اور ان کا
حسن اور جمال جوانی کی سختی اور بڈھے پن کی ضعیفی اور سستی سے متغیر اور متبدل
نہ ہوگا اور کسی کام مین دیر نہ لگانا اور بہشتیون کے سامنے خوش خرم اٹکھیلی سے
دوڑکے جانا اور دوڑکے آنا انسے ہمیشہ ہوا کریگا اسواسطے کہ انکے بدنون کی مدبر
ستارون کی روحین ہونگی جو ایک حالت کو بدن مین نور اور ضیا اور فہم اور
فراست کی کثرت اور قوت کے ساتھ ہمیشہ محفوظ رکھ سکتی ہین اور سیر اور دوڑ
بے انتہا اور کھانے پینے سے بے احتیاجی اور بحاضر وراور بیشمار اور جتنے فضلات
حیوانی ہین انسے پاکی اور بدن کو گھٹنے اور پرانے ہونے اور پھٹنے اور ٹوٹنے اور گلنے

اور سڑنے اور جتنی آفتیں عنصری مزاجوں میں پائی جاتی ہیں خصوصًا حیوانی میں ان سب سے بچائے رہتے ہیں وہ کمال رکھتی ہیں اِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ جو دیکھے تو ان نئی عمر کے لڑکوں کو کہ باوجود اس حسن اور جمال اور نزاکت اور صفائی اور چمک اور دمک رنگ کے خدمت کے واسطے مستعد ہیں ایک جاتا ہے اور دوسرا آتا ہے ایک کسی خدمت کے واسطے ایک طرف کھڑا ہوا ہے اور دوسرا دوسری خدمت کے واسطے دوسری طرف کھڑا ہے ایک کے چہرے کا عکس دوسرے کے چہرے میں پڑتا ہے جسطرح ایک آئینہ دوسرے آئینے کے مقابل ہوتا ہے حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا گمان کرے تو ان لڑکوں کو جیسے موتی کے دانے چھٹکے ہوئے اور ایک کی روشنی کا عکس دوسرے میں پڑنے سے کے رنگ کی چمک دونی ہو گئی ہے اور نظر کو ہر طرف سے لذت ملتی ہے بخلاف موتی کے دانوں کے کہ انکو لڑی میں گوندھ کے جو دیکھتے ہیں تو یہ کیفیت نہیں ہوتی ہے اور یہ حکمت کا قاعدہ ہے کہ جب لذت کی تجدید منظور ہوتی ہے تو ہر حاسہ کے مدرکات لذیذہ کو منتشر اور متفرق کر دیتے ہیں تاکہ وہ مدرکات بار بار اس متحرک پر وارد ہوویں اور اسکے واسطے سے حس کو ہر لحظہ نیا مزا حاصل ہووے اور جب لذت کا دوام منظور ہوتا ہے تو اسوقت ہر حاسہ کے مدرکات لذیذہ کو مجتمع اور منتظم کرتے ہیں تاکہ خیال اور حافظہ اس ہیئت اور معنی کو اپنے میں جگہ دیکے بار بار نفس پر عرض کرے اور اس لذت کو یاد دلاوے اور اس مقام میں لذت کی تجدید منظور ہے نہ دوام اسکا وَاِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ اور اگر دیکھے تو اس مقام کو کہ سلسبیل کا چشمہ اس جگہ جاری ہے اور متقربین احوال جو اسکے مالک ہیں وہ اپنے اپنے مرتبے سے درجہ بدرجہ بیٹھے ہوئے ہیں رَاَیْتَ نَعِیْمًا دیکھے تو ایک نعمت کو جسکا وصف ہرگز بیان نہیں ہو سکتا اور مقربین اعمال کی جتنی نعمتیں اوپر بیان ہو چکی ہیں ان سب سے بڑھکے ہیں وَمُلْكًا كَبِيْرًا اور دیکھے تو ایک عمدہ بڑی بادشاہت کو اسواسطے کہ وہ لوگ ابرار اور مقربین اعمال پر بھی حاکم ہیں اور اپنے اس چشمہ سلسبیل سے

بیواسطہ یا بواسطہ ان لوگون کو ملونی کے واسطے دیتے ہین اگرچہ مقربین اعمال اور ابرار بھی
خلافت کبریٰ کا استحقاق اور حکومت علی الاطلاق رکھتے ہین لیکن سواسطے کہ تمام روحین معاون
اور نباتات اور ستارون کی اور سب فرشتے انکے خادم اور فرمانبردار ہین پس ابرار اور مقربین
اعمال کا حکم ایسا ہے جیسے بادشاہون کا حکم ہوتا ہے اپنے اپنے ملکون پر اور مقربین احوال کا
حکم ایسا ہے جیسے شاہنشاہون کا حکم ہوتا ہے ہفت اقلیم پر اور انکو یہ مرتبہ اسمائے الٰہی کے تخلق
سے حاصل ہوا ہے اور ان اسماؤن کی تحقیق سے انکے درمیان مین اس طور سے کہ اسمائے
الٰہی انکے صفات ہوگئے ہین بلکہ انکے لباس ہوگئے ہین چنانچہ عَالِيَهُمْ انکے اوپر
یعنے جیسے بادشاہون کے خلعت عنایت کیے ہوئے کو کپڑون کے اوپر سے پہن لیتے
ہین ثِيَابُ سُنْدُسٍ سبز کپڑے ہین ریشم کے چمکتے ہوئے بہت باریک سواسطے
کہ جو اسمائے لطیفۃ الظہور ہین انھون نے اس جامہ کی شکل ہوکے انکو آراستہ
کیا ہے خُضْرٌ سبز رنگ تاکہ انکی سرسبزی پر دلالت کرین وَّاِسْتَبْرَقٌ
اور کپڑے ریشم کے چمکتے ہوئے گاڑھے سنگین سواسطے کہ جو اسمائے تامۃ الظہور
ہین انھون نے اس جامہ کی شکل ہوکے انکو مزین کیا ہے وَحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ
مِنْ فِضَّةٍ اور زیور پہنایا جاوے گا انکو کنگن بہشت کی چاندی کے جو
وہان کی تمام معدنیات سے افضل ہے تاکہ انکی دوستی کی صفائی پر دلالت کرے
وہ دوستی جو حق تعالیٰ سے رکھتے تھے اور طبیعت کی خواہشون اور وہم اور دوسری
کدورتون سے وہ دوستی صاف تھی وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ اور پلاویگا انکو حق تعالیٰ
اپنی ذات پاک اور قدرت کے ہاتھ سے بغیر واسطے لڑکون اور غلمانون اور
فرشتون کے شَرَابًا طَهُوْرًا وہ شراب جو پاک کرنیوالی ہے اندر اور باہر کو
اور نفس کا لگاؤ بھی باقی نہین رکھتی ہے تاکہ کسی طرف سے وہ ظاہر ہونے پاوے
حدیث شریف مین آیا ہے کہ ادنیٰ بہشتی کو ہزار سال کی راہ کی سلطنت دیوین گے

اور وہ بہشتی اپنی جگہ سے اپنے تمام ملک اور خادمون اور عیش و عشرت کے سامان اور اسباب کو دیکھے گا اور اپنے آخر کے ملک کو ایسا دیکھے گا جیسا اپنے نزدیک کو دیکھتا ہے یعنے دور اور نزدیک یکسان معلوم ہوگا اور کوئی مخلوق بدون اسکی پروانگی کے اسکے ملک کی حد مین قدم نہ دھریگا اور جو بہشتی کی خاطر مین گزریگا وہ اسی وقت ہوجاے گا اور یہ بھی حدیث شریف مین آیا ہے کہ بہشتی جب کھانے پینے سے اور میوے خوری اور شراب پینے سے فراغت حاصل کرینگے تو آخر کا جام حضرت رب العالمین کی جنوی سے انکو عنایت ہوگا وہ مثل شراب طہور کے ہوگا اسکے پیتے ہی جتنا کھایا پیا ہے سب عرق ہوکے نکل جاویگا اور اس عرق کی خوشبو ایسی ہوگی جیسے مشک کی اور پھر انکے پیٹ خالی ہوجاوینگے اور کھانے پینے کی خواہش پیدا ہوگی اور ان سب نعمتون سے علاوہ اور سب سے بڑھکے ایک نعمت دوسری ہے وہ یہ ہے کہ بہشتیون کو انکے پروردگار کی طرف سے پیغام پہونچاوینگے کہ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً بیشک یہ سب نعمتین تھین واسطے تمھارے تمھارے عملون کی جزا جسکے تم مستحق ہوچکے تھے اس قسم کی یہ نعمتین نہین ہین کہ بے عمل کیے حق تعالی نے تمکو دی ہون اور بخشش محض کی ہو وَكَانَ سَعْيُكُمْ اور ہوئی کوشش تمھاری جو اللہ تعالی کی محبت مین اور اسکے اخلاقون کی عادت ڈالنے مین اور دنیوی علاقون سے صبر کرنے مین اور اسکی راہ کے مقامات اور احوال کی سیر مین تم نے کی تھی مَّشْكُوْرًا قدردانی کی گئی یعنے ہر ایک عمل نیک تمھارے پر ہزارون ثواب عنایت ہوے اور تمھارے عمل بہت مقبول ہوے پس اس مژدے کے سننے سے بہشتیون کو خوشی پر خوشی حاصل ہوگی اور ان نعمتون کی لذت دوبالا ہوجائیگی رَزَقَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى ذٰلِكَ بِمَنِّهٖ وَكَرَمِهٖ یعنے عنایت کرے اللہ تعالی یہ نعمت ہمکو بھی اپنے کرم

اور فضل سے یہان پر یہ بھی جان لینا چاہیے کہ بہشت مین پینے کی چیزین جو قرآن شریف
مین جابجا متفرق مذکور ہین ان سب کی تفصیل یہ ہی کہ ایک نہر کوثر ہی بہشت مین اور وہ خاص
حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہی چنانچہ اسکی شرح سورۂ کوثر مین مذکور ہے
اور چار نہرین دوسری ہین متقیون کے واسطے ایک نہر پانی کی اور دوسری نہر شہد کی
اور تیسری نہر دودھ کی اور چوتھی نہر شراب کی چنانچہ سورۂ محمد صلے اللہ علیہ وسلم
مین یہ چارون مذکور ہین اور دو چشمے جاری ہین مقربین مین خوف والون کے واسطے
چنانچہ سورۂ رحمن مین مذکور ہین کہ فِيهِمَا عَيْنَانِ تَجْرِيَانِ یعنے اُن دونون بہشتون
مین دو چشمے ہین بہتے ہوئے اور دو چشمے دوسرے ہین اصحاب الیمین کے واسطے
جو اُن مین خوف والے ہین وہ بھی اسی سورۃ مین مذکور ہین فِيهِمَا عَيْنَانِ نَضَّاخَتَانِ
یعنے اُن دونون بہشتون مین دو چشمے ہین ابلتے ہوئے اور ایک شراب رحیق
مختوم ہی ابرار کے واسطے جسکا ذکر سورۂ مطففین مین ہے اور ایک چشمہ تسنیم
کا ہی وہ مقربون کا ہی لیکن ابرار کی شراب رحیق مین اُسکو بھی ملاوین گے اسکا بھی
ذکر اسی سورۃ مین ہی اور ایک چشمہ کافور کا ہی جو اس سورۃ مین عباد اللہ کے واسطے
مقرر ہی اور ابرار کو تین ملا کے پلاوینگے اکثر مفسرون کے نزدیک یہ چشمہ بہشت مین ہے
اگرچہ دنیا مین بھی کمال والون کو اس سے معنوی حصہ ملتا ہی اور ایک چشمہ زنجبیل کا
ہے جسکو سلسبیل بھی کہتے ہین وہ عباد اللہ کے واسطے ملونی اور اوپر سے ڈالنے
کے واسطے مقرر ہی کہتے ہین کہ اصل اس چشمہ کی اہل بیت نبوی صلے اللہ علیہ وسلم
سے ہے اور انکے متوسل مقربین احوال ہین اور شراب طہور بھی انکے واسطے موعود
ہی اور محققون نے یون کہا ہے کہ وہ شراب عرف شہود ہے غیریت کا لگاؤ اور
دوری کا امکان اسکے کھانے سے باقی نہین رہتا ہے اور گندے وجود سے گندگی
بالکل پاک کرکے وجود قدسی کی سرحد کو پہونچا دیتی ہے اور حق بات یہ ہی کہ ان

شراب کے پینے کے قبل اسکی حقیقت معلوم نہین ہوسکتی ع ذوق این مے نشناسی بخدا تا نچشی ہندی لذت اس مے کی نہ پہچانوگے جبتک نہ پیو ہم قسم کھاکر خدا کی یہ کہدیتے ہین + فائدہ اول سورۃ سے یہان تک سات مطلب عمدہ بیان ہوئے ہین سو اس لحاظ سے کہ ایسا نہوان مطلبون سے غفلت واقع ہو ویسے حال کے طور پر پھر ان مطلبون کو بتلائے دیتے ہین تاکہ بھولنے نہ پاوین سو پہلا مطلب یہ ہی کہ انسان معدوم محض تھا پھر اسکو پیدا کیا ہی اور دوسرا مطلب یہ ہی کہ ہر ایک آدمی کو ایسے نطفے مختلط سے پیدا کیا ہی جو خلاصہ ہی والدین ثلثہ کا اور تیسرا مطلب ہی کہ آدمی کی پیدایش تکلیف اٹھانے اور امتحان اور آزمایش کے واسطے ہوئی ہی بخلاف دوسری مخلوقات کے اور چوتھا مطلب یہ ہی کہ آدمی کو جو امتحان اور آزمایش کے واسطے ضروری تھا وہ سب اسکو عنایت ہوا ہی بلکہ اسکے سلوک کی راہ بھی بتلادی ہی اس طور سے کہ سیدھا رستہ کا غذ باقی نہین رہا اور پانچوان مطلب ہی کہ انجام کار آدمی کا دو حالت سے خالی نہین ہے یا شکر ہی یا کفران یعنی ناشکری اور چھٹا مطلب ہی کہ شکر نیکی ہے اور ثواب کا مقتضی ہے اور کفران سزا اور عقاب کا سبب ہے اور ساتوان مطلب ہی کہ شاکر لوگ ادائے شکر کے مرتبے مین مختلف اور متفاوت ہین اور رنگا رنگ کمالات رکھتے ہین اور ایسے مرتبے والے ہر ایک قرب اور منزلت مین اللہ تعالی کے نزدیک ایک حد معین رکھتے ہین جو انکی جزا کے اندازے سے ظاہر ہی اور اللہ تعالی کو انسان کی پیدایش سے اور امتحان اور آزمایش کا معاملہ اسکے ساتھ کرنے سے ان کمالات کے ظہور کا بیان منظور ہی ان سب باتون مطلبون کو مدنظر رکھنا چاہیے اسواسطے کہ اکثر قرآن شریف مین ان ہی مطلبون کا شرح اور بسط سے بیان ہی اور اگر ان مطلبون مین خوب طرح سے غور اور تامل کیا جاوے تو تمام مسئلے مبدا اور معاد اور وسط کے جنکا نام شریعت اور دین ہی ظاہر اور کھلا وین واللہ الموفق یعنی توفیق دینے والا اللہ تعالی ہی مفسرین نے ذکر کیا ہی کہ قرآن مجید مین جو جنت کی نعمتین

بیان ہوئی ہین انکو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کرنا اور آیتون کو لوگون کو سُنانا
شروع کیا تب کافر اس مضمون کو سنکے آپسمین بیٹھکے یہ مشورہ کرنے لگے کہ اس شخص کو
یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نعمت اور عیش کی لذت پیدا ہوئی ہی سیواسطے بار بار ان ہی
لذتون کا ذکر کرتا ہی اور لوگونکو ایسی لذتون کا وعدہ دیکے انکے دین اور آئین سے پھیرنا ہی
سو آؤ ان ہی لذتون کی طمع اور لالچ اسکو دیکر اس کام سے باز رکھین تاکہ لوگونکو اپنے
دین اور آئین سے پھیرنے سے باز آوے اور مطلب کو پہونچے یہ تدبیر ٹھان کے دوسرے دن
کوائن مین سے چنکے اس کام کے واسطے مقرر کیا ایک عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس اور دوسرا
ولید بن مغیرہ مخزومی پھر وہ دونون سردار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب مین حاضر
ہوئے اور عرض کیا کہ ہم تمسے بہت نزدیکی کی قرابت رکھتے ہین اور ہمارا اور تمھارا
گوشت پوست سب ملا ہوا ہی کسی طرح کی جدائی ہمارے تمھارے مین نہین ہی سو خدا کے
واسطے ہم تمسے ایک بات کہتے ہین کہ اگر تمکو خوبصورت عورتون کا اور دنیا کی نعمتون کا
شوق ہوا ہو جیسے عمدہ کھانے اور پاکیزہ لباس اور موتی اور چاندی اور سونا اور کم عمر
لڑکے خدمت کے واسطے جنکا ذکر بار بار کیا کرتے ہو اور ان چیزون کی طرف تمھارے
دل نے رغبت کی ہو تو بے تکلف ہمسے کہدو کہ ہم سب یہ چیزین موجود کرین چنانچہ
عتبہ نے کہا کہ میری ایک بیٹی ہی کہ حسن اور جمال مین اسکا ثانی اس شہر مین نہین ہے
وہ لڑکی مع جہیز اور اسباب بے شمار تمکو مین دیتا ہون لی اور تمھارے ساتھ اُس کا نکاح
کر دیتا ہون اور ولید نے کہا کہ میری مالداری کا حال تمکو خوب معلوم ہی کہ مکہ معظمہ سے
طائف تک تمام باغات اور زراعت اور مواشی میری ہین لی اور سوائے اسکے مین نے موتیون
کی بھی تجارت شروع کی ہی اور غوطہ خورون کو نوکر رکھا ہی سو وہ دریا سے عمدہ موتی
نکالتے ہین اور مین شام اور مصر کی طرف اُنکو بھیجتا ہون اور اس مین بے انتہا
نفع حاصل ہوتا ہی سو مین آدھا اپنا مال اور موتی تمکو دیتا ہون لیکن اس شرط سے

کہ بت پرستی سے لوگونکو منع مت کرو اور ہمارے بتون کی اور ہمارے بزرگونکی برائی ہرجگہ
پر بیٹھکے مت کیا کرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ انکا کلام سنکے نہایت متحیر ہوے کہ ان
لوگون نے آیات قرآنی کی تبلیغ کو کس چیز پر حمل کیا جو ایسا سوال مجھ سے کرتے ہین
اب اگر مین انکو کچھ زجر اور توبیخ کرتا ہون تو بن نہین پڑتی ہے اسواسطے کہ قرابت کا
علاقہ درمیان مین ہے اور اتنا بڑا سردار عمدہ اپنی بیٹی کو کھل کے مجکو دیتا ہے اگر قبول
نہین کرتا ہون تو اپنے قبیلے کے لوگ مجکو طعنہ دینگے اور اگر قبول کرتا ہون تو ایک
شر طافاسد اسکے ساتھ لگی ہوئی ہے اور ایک جھوٹی تہمت اسکے ہمراہ ہے آپ اسی
سوچ مین تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ آیتین لیکے نازل ہوے کہ اِنَّا نَحْنُ
نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ۝ بیشک ہمنے نازل کیا ہے تیرا اس
قرآن کو آہستہ آہستہ تدریج سے تاکہ رفتہ رفتہ آہستگی سے تجکو ملک اور ملکوت کی
حقائق پر خبرداری اور ذات اور صفات کی حقیقت اور معاد اور کاملین کے مرتبہ
کا احوال اور انکے صفات محمودہ پر اطلاع حاصل ہووے اور اپنے کو تم بھی ان ہی
صفتون سے متصف کرو اور جو کچھ بہشتیون کی نعمت اور لذتون کا حال قرآن شریف
مین بیان کیا ہے ہمنے سو جان بوجھ کے کیا ہے پھر تجکو اسکی تبلیغ مین عار کی کیا وجہ ہے
اسواسطے کہ تم اپنے پروردگار کا کلام بیان کرتے ہو اپنی طرف سے کچھ نہین کہتے ہو
تاکہ اس بیان کرنے مین کچھ تمھاری طمع ان چیزون مین بوجھی جاوے اور اگر بالفرض
یہ کافر تم پر اس بات کی تہمت کرتے ہین فَاصْبِرْ تو صبر کرو انکی اس تہمت اور
ظلم پر لِحُكْمِ رَبِّكَ اپنے پروردگار کے حکم کی فرمان برداری کے واسطے
اسواسطے کہ تابعدار کو اپنے خاوند کے حکم کی فرمانبرداری کرنا چاہیے اگرچہ اسمین
طمع اور حرص کی تہمت بھی ہووے چنانچہ شاعر کہتا ہے **بیت** گر طمع خواہد
تو من سلطان دین ۔ خاک بر فرق قناعت بعد ازین یعنی مالک قناعت پسند ہے

اسواسطے قناعت کرنا بہتر ہی اور اگر مالک کو طمع پسند ہو تو پھر جو قناعت کرے وہ بڑا احمق ہی
غرض کہ جس شخص کو اپنے محبوب کی فرمانبرداری کا خیال ہی اسکو معاندون کے طعن اور
تشنیع پر صبر کرنا ضرور ہی **بیت** ہر آنکہ عشق یکے دردش گرفت قرار نہ دارد کہ تحمل کند
جفاے ہزار یعنی جس کسی کے دل کو عشق نے چور کیا تو اسکو ناز برداری معشوق
کی ضرور ہوئی چنانچہ اسی سورۃ مین اللہ کے بندون کے صبر کی جزا سُن چکے ہو اور جو
کچھ دُنیوی علاقون کو قطع کرنے مین انکو عنایت ہوا ہی اسکو بھی معلوم کر چکے ہو سو
تمکو بھی چاہیے کہ اُن لوگون کی قرابت اور دوستی کے علاقون کے قطع کرنے پر صبر کرو
وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا اور ہرگز تابعداری مت کر یعنے کہا
مت مان ان مین سے کسی گنہگار ناشکرا کہتے ہین کہ مراد آثم سے عتبہ ہی جو فسق و
فجور مین انتہا درجے کو پہونچا تھا اور مراد کفور سے ولید ہی جو کفر مین بہت سخت تھا اور
باوجود اسقدر انتہا نعمتون کے جو حق تعالی نے اسکو دی تھین ہرگز شکر نہ کرتا تھا اور حرص
اور طمع کی تہمت کو اپنے سے دفع کرنے کے واسطے ایک کام دوسرا کیا کرو تاکہ اُسکے
سبب سے یہ تہمت بالکل تم سے دور ہو جاوے اور ان لوگون کو بالکل یقین ہو جاوے
کہ یہ شخص دنیا کی طرف ہرگز مبل اور خواہش نہین رکھتا ہی اور ان نعمتون اور لذتون کا
ذکر محض واسطے تبلیغ قرآن کے کرتا ہی اور وہ کام یہ ہی کہ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ اور
یاد کر نام اپنے پروردگار کا نماز مین خواہ تہلیل اور تکبیر مین اور خواہ ذکر قلبی مین
بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا صبح اور شام کو مراد اس سے ہمیشگی ہی جو غیر کی محبت کو
دل سے بالکل قطع کر ڈالی ہی اور دنیوی علاقون کے تعلق کو دل سے نفی کر دیے
مین تریاق اعظم ہی چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہی کہ سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ قَالُوْا ح
وَمَا الْمُفَرِّدُوْنَ قَالَ الَّذِيْ خُفِّفَ الذِّكْرُ عَنْهُمْ اَثْقَالَهُمْ یعنی رسول اکرم
صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ سیر کرو اسواسطے کہ مفرد لوگ سبقت لیگئے

صحابہؓ نے عرض کیا کہ مفرد کون لوگ ہین آپنے فرمایا کہ وہ لوگ ہین جنکے گناہ اور دنیاوی علاقون کے بوجھ ذکر الٰہی نے ہلکے کر دیے یعنی اسقدر ذکر مین مشغول ہوئے کہ دنیا اور مافیہا سے غفلت حاصل ہوئی اسیواسطے مشائخ نے اجماع کیا ہے اس بات پر کہ خدا کی راہ کے سلوک مین جسکا حصول علاقون کے قطع اور خطرات کی نفی پر موقوف ہی کوئی عمل بہتر ذکر سے نہین ہی وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ اور تھوڑی رات سے اٹھ کے سجدہ کیا کر اپنے پروردگار کے واسطے تاکہ تجکو اس درگاہ کا قرب اور رب الارباب کی حضوری حاصل ہووے اس واسطے کہ دن بے پردگی اور دوسرے کامون کا وقت ہی حضوری سے غیبت کا حکم رکھتا ہی سو اسوقت مین ذکر مناسب نہین اور رات خلوت اور بے شغلی کا وقت ہی مجرا اور تعظیم اسوقت مناسب ہی گویا کہ حضوری اسوقت حاصل ہے وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا اور تسبیح کر اپنے پروردگار کی بہت رات تک اس حکم سے مراد یہ ہی کہ تہجد کی نماز مین ہر چار رکعت کے بعد ترویح کرنا چاہیے اور اس ترویحہ مین تسبیح مین مشغول ہونا چاہیے اور پھر اس نماز سے فراغت ہونے کے بعد بھی اسطرح تسبیح مین مشغول ہونا چاہیے اور ان تسبیحون مین دیر تک مشغول رہنا چاہیے اور جب تم دن اور رات دونون عملون سے اپنی اوقات کو معمور رکھوگے تو یہ لوگ خود بخود تمھاری صحبت سے نفرت کرینگے اور دوستی اور قرابت کا علاقہ جو انسے ہی وہ خود بخود منقطع ہو جائیگا اسواسطے کہ یہ لوگ تمھاری دوستی اور قرابت کی لیاقت نہین رکھتے ہین اسواسطے کہ دوستی اور قرابت آدمی اسیواسطے چاہتا ہی کہ اگر کوئی سخت کام یا کوئی مشکل بات کو ارادہ کرے تو دوست اور قرابتی اسمین اسکی مدد کرین سو یہ لوگ ہرگز اس قابل نہین ہین بلکہ انکی صحبت اور بھی ضرر کا سبب ہے اسواسطے کہ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ بیشک یہ گروہ یعنی کفار قریش کے جو تم سے قرابت قریبہ رکھتے ہین اور تم ہمیشہ ان ہی مین رہے ہو اور انکے ساتھ دوستی

اور محبت رکھتے ہو یُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ دوست رکھتے ہین دنیا کی لذتون کو اور جو چیز
کسی کی محبوب ہوتی ہی اسکا چھوڑنا اُسکو مشکل ہوتا ہی علی الخصوص جسوقت اُس
ترک کے ساتھ نامرغوب چیز کا تحمل ہونا بھی ہووے چنانچہ بیان ہی کہ دنیا کو چھوڑنا
نفس سے مجاہدہ کرنا اور ذکر کی مداومت کرنا اور شب بیداری کرنا ہی وَيَذَرُوْنَ
اور چھوڑتے ہین وَرَآءَهُمْ پیچھے پیٹھ اپنی کے يَوْمًا ثَقِيْلًا وہ دن سخت بھاری
کو اور ہرگز اس دن کی فکر نہین رکھتے ہین اور حال یہ ہی کہ اس دن کو اگرچہ یہ لوگ
پیٹھ پیچھے ڈالتے ہین لیکن وہ دن آگے آگے اُنکے آتا ہے نَحْنُ خَلَقْنَاهُمْ
ہمنے پیدا کیا ہی انکو چنانچہ اسی سورۃ کی ابتدا مین کہا ہی اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ
مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ سو انکی بعد اوسکے مرتبون کو بھی جانتے ہین
ہم اور جس چیز کی طرف انکا دل میلان کرتا ہی اور اُس چیز کا چھوڑنا اُن پر دشوار
ہی اُسکو بھی جانتے ہین ہم وَشَدَدْنَآ اُسکو ہمنے اور ہمنے خوب سخت اور
مضبوط کر دی ہی گرفتاری اور پابندی اُنکی دنیاے فانی کی لذتون مین اور دنیا کی
عیش و عشرت کی محبت مین چنانچہ اس سورۃ کی ابتدا مین کہہ چکے ہین ہم کہ
اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا وَاَغْلٰلًا سو اسسے خدا کے دین کی اعانت اور
مدد کی امید ہرگز نہین ہی اور ذکر پر مداومت کرنا اور شب بیداری اور نفس کا مجاہدہ
کرنا یہی تمھارا کام ہی سو اسکی تقویت کی بھی امید اُنسے نہین ہے وَاِذَا نَشَآءُ
اور جب چاہین گے ہم کہ اس تمھارے قبیلے سے دین کی مدد اور تمھارے کام کی
تقویت اور اعانت کراوین ہم بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ انکے بدل مین لاوینگے
ہم اُسی قبیلہ سے اُن لوگون کو جو اسی قسم کے ہونگے حسب اور نسب مین اور
ہمت کی بلندی اور ذہن کی تیزی اور فہم کی سرعت مین تَبْدِيْلًا بدل انا
ظاہر مین جنکو ہر شخص دیکھے گا اور سمجھے گا چنانچہ یہی ہوا کہ حذیفہ کو عتبہ کی عوض مین

لائے ہم کہ وہ مہاجر یا دلین سے ہوئے اور زہد و تقوی اور پرہیزگاری اور نفس
کے مجاہدے مین وہ ایک آیت تھے اللہ تعالی کی آیتون سے اور خالد بن ولید کو
ولید بن المغیرہ کے عوض مین لائے ہم کہ صدہا لڑائیان کفار کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے زمانے مین اور آپ کی وفات کے بعد انکے ہاتھ سے فتح ہوئین یہانتک کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو سَیْفٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ کر کے ملقب کیا اور عکرمہ
بن ابوجہل کو ابوجہل کے عوض مین لائے ہم جو جہاد ظاہری اور باطنی مین اپنا ثانی
نہ رکھتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم معاملہ مین بشارت ہوئی تھی
کہ انکے واسطے انگور کے خوشے بہشت مین موجود ہین اور اسی طرح سے دوسرے
لوگ اسی قریش کے قبیلے سے پیدا ہوئے کہ دین کے ہر کام کو خوبی سرانجام
دیا اور دوسرے لوگون کو تلوار کے زور سے مار مار کے اور تقریر اور حجت سے
اور وعظ اور نصیحت سے دین کی راہ پر لائے اور ایک جہان کو انوار ظاہری اور
باطنی سے منور کر دیا اور سورۂ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے آخر مین جو
مذکور ہے کہ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ ثُمَّ لَا یَکُوْنُوْٓا اَمْثَالَکُمْ یعنے
اگر تم پھر جاؤگے تو بدلے مین لاویگا اللہ تعالی لوگ سوائے تمھارے پھر
وہ نہونگے تمھاری طرح سو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ تمھاری طرح کے گردن کش اور
ناشکر اور نافرمان حق بات نہ ماننے والے نہ ہونگے اور مماثلت جو اس جگہ مذکور ہے
اس سے حسب اور نسب اور نیک خلق اور جوانمردی اور بات کا پورا ہونا اور ذہن
کی تیزی کی مماثلت مراد ہے سوائے اسکے کہ یہ چیزین اسی قبیلے کے واسطے مخصوص ہین
بس اس جگہ یہ نقض کا وہم کرنا بیجا ہے اِنَّ هٰذِهٖ بیشک یہ قرآن کی آیتین
تَذْکِرَةٌ پند اور نصیحت ہین جن مین قرب الٰہی کے فوائد اور اس درگاہ سے دوری
کے نقصان بیان کیے گئے ہین یہ کچھ کھانے کا حصہ اور برادری کا سلوک

نہین ہی کہ اپنے قبیلے سے ہر ایک کو پہونچایا جاوے اس پند اور نصیحت اور ہدایت
اور ارشاد کی تقسیم مین استعداد اور رغبت کی رعایت کرنا چاہیے فَمَنْ شَآءَ
پھر جو چاہے اپنا لہو یا بیگانہ دور رہو یا نزدیک اِتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝
لے اپنے پروردگار کی طرف ایک راہ ان راہون سے جس سے اس جناب پاک تک
پہونچنا ممکن ہو یعنی خواہ اسکی راہ کو اختیار کرے خواہ عباد اللہ کی جو مقربین ہین
وَمَا تَشَآءُوْنَ اور تم اپنی خودی سے اس راہ پر نہین چل سکتے ہو اِلَّآ اَنْ
يَّشَآءَ اللّٰهُ مگر یہ کہ چاہے اللہ تعالی اسواسطے کہ تمھاری مشیت اسکی مشیت کے
تابع ہو لیکن حق تعالی نے ہر شخص کے واسطے نہین چاہا ہی کہ اس راہ کے سلوک
کی خواہش کرے اسواسطے کہ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ بیشک حق تعالی
دانا حکمت والا پھر اگر بے استعدادون کو بھی اس راہ کی خواہش جبر اور قہر سے دیوے
تو امتحان اور آزمایش کی حکمت درہم برہم ہو جاوے اسواسطے کہ مجبوری اور بے
اختیاری مین امتحان اور آزمایش نہین ہی امتحان اور آزمایش کے واسطے اختیار
ضروری ہی اور باوجود اسکے اس کارخانہ کو بیکار بھی نہین رکھا ہی اور مستعد لوگون کو
امداد غیبی سے محروم نہین رکھتا ہے بلکہ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ
داخل کرتا ہی جسکو چاہتا ہی اپنی رحمت مین یعنی جسکو اس راہ کے سلوک کا مستعد جانتا ہی
تو اسکو اس راہ کے سلوک کی توفیق عنایت فرماتا ہی اور دمبدم غیب سے الہام خوشی
کے اسکو پہونچاتا ہے تاکہ اسکی خواہش قوی ہوتی جاوے اور اس
سلوک کو تمام کرے اور قرب اور وصول کی حد کو پہونچے وَالظّٰلِمِيْنَ
اور ظالمون کو جو حق تعالی کی ہدایت اور ارشاد کی نعمت کو تلف کرتے ہین اور اپنے
منعم کا شکر بجا نہین لاتے ہین اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ مہیا اور تیار کیا ہے ع ۹ ۲۰
انکے واسطے عذاب دکھ دینے والا تاکہ دونون اسکے کارخانے یعنی رحمت اور عذاب کے

سرانجام پاوین اور دونون کارخانے بہشت اور دوزخ کے معمور ہووین اور جو چیز آدمی کی پیدایش سے مقصود ہے وہ ظاہر ہووے

سُوْرَۃُ اَلْمُرْسَلَاتِ

تمہید

یہ سورۃ مکی ہی اس مین پچاس آیتین اور اکاسی کلمے اور آٹھ سو سولہ حرف ہین اور اس سورۃ کے ربط کی وجہ سورۂ دہر سے یہ ہی کہ سورۂ دہر کی ابتدا مین کافرون کو سخت وعید فرمائی ہے چنانچہ فرمایا ہے کہ اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا اور اسی سورۃ کے آخر مین بھی ظالمون کو واسطے عذاب الیم کا وعدہ کیا ہی سو اس وعدے کی تحقیق مین کافر اور ظالم لوگ شک کرتے تھے اسواسطے کہ دنیا مین وہ امر ہوتے دالا نہین ہی اور عالم برزخ کو کوئی دیکھ کے پھر انہین آتا کہ وہان کی تحقیق بات معلوم ہووے سو حق تعالے اس وعدے کے وقوع کے وقت کی قسم کھا کے فرماتا ہے کہ اسکے وقوع کا وقت یوم الفصل ہی نہ دنیا اور برزخ اور دوسرے متفرق مضمون بھی ان دونون سورتون کے آپس مین مناسبت اور اتحاد رکھتے ہین چنانچہ اس سورۃ کی ابتدا مین آدمی کی پیدایش کو اس عبارت سے بیان فرمایا ہی کہ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا اور اس سورۃ مین اس عبارت سے بیان فرمایا ہے کہ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ الٰی آخرتک اور اس سورۃ مین ابرار مقربین کے حق مین جنکا لقب عباد اللہ ہے یون فرمایا ہی کہ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا اور اس سورہ مین متقیون کے حق مین ارشاد ہوا ہی کہ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ اور اس

سورۃ مین قیامت کے دن کے حق مین یون ارشاد ہوا ہی کہ یَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِیْرًا وَیَذَرُوْنَ وَرَآءَھُمْ یَوْمًا ثَقِیْلًا اور اس سورۃ مین اس دن کے حق مین یون ارشاد ہوا ہی کہ لِاَیِّ یَوْمٍ اُجِّلَتْ ۝ لِیَوْمِ الْفَصْلِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الْفَصْلِ ۝ وَھٰذَا یَوْمُ لَا یَنْطِقُوْنَ وَھٰذَا یَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِیْنَ پس اس سورۃ مین اُس دن کی عبوست اور ثقل کی شرح بیان ہوئی ہی جو اُس سورۃ مین مجمل تھی تو گویا یہ سورۃ اُس سورۃ کی شرح کے حکم مین ہی اور وہ سورۃ گویا متن کے حکم مین ہوا اور مقال اقول کی ترتیب مین متن کو شرح پر مقدم کرتے ہین اور متن کے پیچھے شرح کو لکھتے ہین اور اس سورۃ کا نام سورۃ مرسلات اسواسطے رکھا ہی کہ اس سورۃ کے اول مین ہوا کے پانچ کاموں کی قسم کھائی ہی کہ ہر ایک کام اُن مین سے سبب بڑا ہوا احسان کے منقلب ہونے کا انتقام کے ساتھ بطریق دلیل ہونی اس بات پر کہ حق تعالیٰ کا عائلہ بندون کے ساتھ منقلب ہوگا اور پرورش اور رحمت احسان سے پھرکے خرابی اور بلا کی اور انتقام اور غضب کی طرف رجوع کریگا اور جس کام کو اول اس سورۃ مین یاد فرمایا ہی اور اسکو مرسلات کرکے تعبیر کیا ہی وہ ان پانچون مین زیادہ تر عوام کے قریب کھانے اور غرہ ہونے کا سبب ہے اور سب اسکو خبر محض جانتے ہین اور کسی طرح سے وہم بھی نہین آتا کہ اس کام سے کچھ خرابی یا برائی ظاہر ہوگی اور جو حق تعالیٰ کے کام آدمیون کے ذہنون مین ہوا سے بہت مشابہت رکھتے ہین اسلیے کہ افعال الٰہی ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منقلب ہونے کے باعث ہوتے ہین اسیواسطے بولتے ہین کہ اس نے ملک مین جہان کی ہوا پھیری ہوئی ہی یا بدلی ہوئی ہی اور یون بھی بولتے ہین کہ ٹھہرو تاکہ ہوا صاف ہوجاوے اور اسوقت کی ہوا کو فلانا دیکھتا ہی سو اسواسطے ہوا کے افعال مختلفہ کرکے دلیل پکڑنا بہت مناسب ہے تاکہ اس ہوا کے اختلاف سے افعال الٰہی کے اختلاف کیطرف پہونچ جاوین اور حق تعالیٰ کے انتقام کے وعدے کے منکر نہ ہوجاوین اور یہ سمجھین

اگر حق تعالیٰ کی مخلوقات میں ایک ادنیٰ چیز ہوا ہے جس طرح کا زور اور قوت ہے کہ ایک
جہان کے تغیر اور تبدل کا سبب پڑتی ہے پھر حق تعالیٰ کے افعال تو بطریق اولیٰ یہ کام
کر سکتے ہیں اور اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ عناصر اربعہ میں ہوا بہت لطیف اور بے رنگ ہے
اور اسکی کیفیتیں اکثر تابع اس چیز کے ہوتی ہیں جس چیز پر یہ گذر کرتی ہے اسلیے کہتے ہیں کہ
اَلرِّیْحُ اٰخِذَۃٌ مِمَّا تَمُرُّ بِہٖ یعنے ہوا لیتی ہے
اثر اس چیز کا جس پر سے گذرتی ہے بدبو سے بدبو اور خوشبو سے خوشبو سو یہ اُس کے
کمال لطافت کے سبب سے ہے بخلاف آگ کے کہ وہ اپنی ذات میں حرارت اور
یبوست کی کیفیت غالب رکھتی ہے سوائے جلانے اور ہلاک کرنے کے کچھ اور
اس سے نہیں ہوتا اور مرکبات کے مزاج کو درہم برہم کر دیتی ہے بخلاف پانی
اور خاک کے کہ یہ دونوں اپنی کثافت اور بھاری پن کے سبب سے دوسرے
مخلوقات کی کیفیات کو قبول نہیں کر سکتے ہیں اور حرکت کرنا اور ایک جگہ سے
دوسری جگہ جانا اور ایک مخلوق کی کیفیت دوسری مخلوق کو پہونچانا ان سے ممکن
نہیں ہے اگرچہ پانی اس امر میں خاک کی نسبت سے کچھ فوقیت رکھتا ہے اور ہوا
کے ساتھ کچھ مشابہت رکھتا ہے لیکن جو لطافت ہوا میں ہے کہ ہر چیز کے اندر در آسکتی ہے
وہ بات اس میں پائی نہیں جاتی اسواسطے حق تعالیٰ نے اس عنصر کو یعنے ہوا کو بعضی
مخلوقات کی کیفیتوں کو بعضے دوسروں کی طرف پہونچانے کے واسطے تعین
فرمایا ہے اور تین حاسے جو بڑے عمدہ ہیں یعنے سمع اور بصر اور شامہ انکے ادراک
کا آلہ اسی عنصر کا گردانا ہے اس واسطے کہ سمع کو ادراک نہیں ہوتا ہے مگر اصوات
کے واسطے سے اور جو کچھ کیفیتیں اصوات کو لاحق ہیں انکو صوت درک نہیں کر سکتی ہے
مگر ہوا کے تموج اور بہنے سے اور کان تک اس سبب سے پہونچنے اور اس
کیفیت کو کان کے سوراخ تک پہونچانے کے سبب سے اور بصر کو بینائی حاصل

نہین ہوتی ہی مگر شعاع کے خروج کے سبب سے مذہب قوی کے موافق اور شعاع کا
حامل سوائے عنصر لطیف بے رنگ کے کوئی نہین ہوسکتا سو ایسا عنصر نہین ہے
مگر ہوا اور شامہ کا ادراک بھی ہوا کے سبب سے ہی اسواسطے کہ ہر بو والی چیز پر ہوا
گذرتی ہی اور اسکی کیفیت کو ناک کے اندر پہونچاتی ہی یعنے اپنے تئین قوت شم
کے محل کے متصل پہونچاتی ہی اور لمسی احساس مین بھی امداد اور اعانت ہوا کی
بہت ہے اسواسطے کہ ہر چیز کی حرارت اور برودت اور رطوبت اور یبوست
کو یہ خود اٹھا کے جلد کے مسام کے اندر پہونچاتی ہے پس ہوا دو وجہ سے لمس کو
مدد کرتی ہی اول تو یہ کہ دوسری چیزون کی حرارت اور برودت اور رطوبت اور
یبوست لامس کو دریافت نہین ہوسکتی مگر اسی عنصر کے توسط سے دوسری وجہ یہ ہے
کہ بدن کے اندر کے اعضا کو ان کیفیتون پر اطلاع حاصل نہین ہوسکتی مگر مسامون
کے اندر ہوا کے در آنے سے اور علاوہ ان سب چیزون کے ہر ذی حیات کے
دم کی آمد و رفت اسی عنصر پر موقوف ہی اور یہ عنصر گویا روح ہوائی کی پہلی غذا ہی
کہ زندگی اسی سے قائم ہی اسی واسطے کہا ہی **نظم** سُبْحَانَ مَنْ خَصَّ لَقَدِيْدَ بِعِزَّةٍ ؕ
وَالنَّاسُ مُسْتَغْنُوْنَ عَنْ اَجْنَاسِهٖ ؕ وَاَذَلَّ اَنْفَاسَ الْهَوَاءِ وَكُلُّ ذِیْ
نَفْسٍ مُفْتَقِرٌ اِلٰی اَنْفَاسِهٖ یعنے پاک ذات ہی اسکی جس نے خاص کیا
گوشت خشک کو ساتھ عزت کے اور لوگ بے پرواہین اسکی جنس کے سبب سے
یعنے تازہ گوشت ملنے کے سبب سے اور ذلیل کیا ہوا کے نفسون کو یعنے ہر ذلیل
اور خبیث پر گذرنے کے سبب سے لیکن ہر جاندار محتاج ہی اسکے نفسون کا یعنے
بے ہوا زندگی محال ہی کہ اگر جاندار کو جیتے جی زمین مین دفن کرین یا پانی مین غوطہ
دیوین اس طور سے کہ ہوا اس تک پہونچے تو اسی وقت مرجاتا ہی اور اسکا دم منقطع
ہوجاتا ہی پس ربوبیت الٰہی کا ظہور حیات کی بقا کی طرف سے اور احساس حواس سے

اسی عنصر مین ہے اور بعضے مخلوقات کو بعضے دوسرے مخلوقات کی کیفیت سے فائدہ
پہونچانا اسی عنصر کا کام ہو سو یہ عنصر اپنے تاثیرات اور افعال مین غیبیہ قدسیہ
تاثیرون کے ساتھ بہت مشابہت رکھتا ہو اور اسکا انقلاب کھلی ہوئی دلیل ہے
افعال الٰہی کے انقلاب کی سیواسطے اس سورۃ کی ابتدا مین اس عنصر کے پانچ
کامون کی قسم کھاکے اپنے انقلاب کے وعدے کو حق تعالےٰ نے ثابت کیا ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۝ قسم کھاتا ہون مین ان ہواؤن کی جو بھیجی جاتی ہین خلق اللہ کے
نفع کے واسطے اور خلق اللہ کے نفع جو ہین وہ اسقدر ظاہر اور کھلے ہوے ہین کہ ان کے
بیان کرنے کی کچھ احتیاج نہین ہو چنانچہ اوّل ہر جاندار کے دم کی آمد و رفت اسی کے
سبب سے ہو دوسرے بدن کے اندر ٹھنڈک پہونچانا اور زمین کے اندر کا بڑھنا اور درخت
میوے کا لگنا اور ہر ایک سبزی کا زمین پر جمنا اور بڑھنا اسی کے سبب سے ہو تیسرے بدلی کا
آنا اور پانی کا برسنا اسی کے سبب سے ہو چوتھے سمندر مین کشتیون کا چلنا ہر چار طرف تجارت
اور دوسری منفعت کے واسطے اسی سے ہے پانچوین وہ چیزین جو ہوا کے چلنے پر
موقوف ہین وہ بھی اسی سے ظاہر ہوتی ہین فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۝ پھر
تند ہونے والیان اپنے چلنے کے وقت مین زور سے جسکے سبب سے انقلاب عظیم ظاہر ہوتا ہی
اور نیکی بدی سے متبدل ہو جاتی ہی اور کھیتی کا غلّہ کھلا جاتا ہے اور درخت جڑ سے
اکھڑ جاتے ہین اور میوہ خراب ہو جاتا ہے اور آدمیون کے بدنون مین ریاح اور
بخارات غلبہ کرتے ہین اور زخم سر نو سے تازے ہو جاتے ہین گویا اسیوقت صدمہ پہونچا ہی
اور پانی کا برسنا بالکل موقوف ہو جاتا ہی اور کشتیان ڈوبنے کے قریب ہو جاتی ہین اور
مسافرون کو راہ چلنا دشوار ہو جاتا ہی اور تمام سبزہ زمین کا خشک ہو جاتا ہی اور درختون

کے پتے جھڑ پڑتے ہین ننگے بدن کی طرح وہ درخت بے رونق ہوجاتے ہین اور سبزے کا رنگ
زرد اور سرخ رنگ سیاہ ہوجاتا ہے اور جو پہلے ہوا کا بہنا آہستگی سے ہوتا ہے اور اسی سے ہزارون
منفعتون کی امید ہوتی ہے پھر رفتہ رفتہ وہی ہوا آندھی اور طوفان ہوکے خرابی کردیتی ہے
اسی واسطے فلک کے لفظ کو فاعلا صفات مین لائے ہین گویا ان دونون کا مون کی مل کے
قسم کھاتے ہین یعنی آہستہ آہستہ چلنا ہوا کا اور پھر تند ہوکے چلنا اور ایک حال بدل کے
دوسرا حال ہوجانا اسکو سمجھاتے ہین اور یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ ہوا کے
نرم اور آہستہ بہنے پر فریب نہ کھانا چاہیے اسواسطے کہ وہی ہوا یہ کام بھی کرتی ہے
وَالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا اور قسم کھاتے ہین ہم ان ہواؤن کی جو منتشر کردیتی ہین منتشر
کرنا اور ہوا کا عمدہ کام منتشر کرنا ہے اسواسطے کہ ہر چیز کے لطیف جزون کو لے کے اپنے
ساتھ اڑاتی ہے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجاتی ہے گویا ہوا ہر مخلوق کے اجزا کو
لوٹنے والی ہے کہ ہر نفیس جنس لوٹ کے لیجاتی ہے اور ایک بستی سے دوسری بستی مین
پہونچاتی ہے اور یا مثل بنجارے کے ہے کہ ایک شہر کا اسباب خرید کے دوسرے ملک مین
پہونچاتا ہے اور اگر یہ واسطہ ہوا کا درمیان مین نہو تو ہرگز کوئی مخلوق دوسرے مخلوق کے
اجزا سے بہرہ ور نہووے اور ایک کا حال دوسرے کو معلوم نہووے اور جمع اور تالیف کا
کارخانہ بند ہوجاوے اور کیفیتون کی نقل اور تحویل کا ظہور نہووے ایسی کیفیتین جسکے حامل
اجزاے لطیفہ ہر مخلوق کے ہین فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا پھر جدا اور فرق کرنے والیان
فرق کرنا کر کے کیفیت اور کیفیت والی چیز کے درمیان مین اور لطیف اور کثیف
کے درمیان مین ایک ہی چیز کے اجزا سے اور یہی فرق اور جدائی ہے جسکے سبب سے
کہتے ہین کہ فلانی چیز ترشک ہے اور فلانی چیز گرم سرد اور فلانی چیز نرم سخت ہے اور دانہ
بھوسی سے صاف ہوا اور پانی کا گندلا پن گیا اور جو متفرع اور مترتب ہین فرق نشر پر ہے
اسواسطے ان دونون کے درمیان مین فا کو لائے تاکہ تفرع اور ترتیب پر دلالت کرے

اسواسطے کہ فرق و جدائی ایک مکان مین اجزا جمع ہونے کا منتشر ہوجانے کے سبب سے ہی یعنے
جو منتشر ہوگئے وہ باقی ماندہ سے متفرق ہوگئے اور ان دونون فعلون کو بھی ایک ہی قسم مین
لائے اور ایک بڑے انقلاب کی طرف اشارہ فرمایا ہی جو ہر چیز کے اجزا مین ان دونون فعلون
سے ملکر واقع ہوگا فَالْمُلْقِيَاتِ ذِكْرًا ۝ پھر قسم کھاتے ہین ہم ان ہواؤن کی جو ذکر کو القا
کرتی ہین اور یہان ذکر عبارت ہی کلام اللہ کے لفظی وجود سے جسکو قرآن بھی کہتے ہین
چنانچہ قرآن شریف مین جا بجا اسی لفظ سے قرآن کو تعبیر کیا ہی اور اصل لغت مین اگرچہ
ہر چیز کے لفظی وجود کو ذکر کہتے ہین اور ہوا ہر چیز کے لفظی وجود کے پہونچانے مین یکتا ہی
اور اگر ہوا نہو تو لفظی وجود کسی چیز کا جہان مین ظہور نہ کرے اسواسطے کہ بات کرنا ایک
کیفیت ہی جو آواز کو عارض ہوتی ہی اور آواز ہوا پر سوار ہوکے کان کے سوراخ مین
پہونچتی ہی لیکن کلام اللہ کے وجود لفظی کو پہونچانا بڑا عمدہ منصب ہی جو ساتھ ہی پیک
رسان کے مخصوص ہی گویا کہ یہ عنصر سب عنصرون مین حق تعالی کے رسالت کی خدمت
رکھتا ہی اور کلام اللہ کو ہر شخص کے کان مین پہونچاتا ہی یعنی قرآن کے احکام اور کتاب کے
پہلے سننے والے کے کان مین پہونچاتا ہی پھر بعد اسکے خیال مین پھر خیال کے بعد عقل
مین پھر وہان سے دل مین پھر دل اپنی استعداد کے موافق اس سے اثر قبول کرتا ہے اور
فائدہ مند ہوتا ہی بس یہ عنصر گویا ایک شعبہ ہے حقیقت جبرئیل علی صاحبہا الصلوٰۃ
والسلام کے شعبون سے اب اس جگہ سے بھید اس بات کا ظاہر ہوگیا کہ حقیقت جبرئیلی
کو اس عنصر کے ساتھ کیا مناسبت ہی جو شرع شریف مین وارد ہوا ہے کہ جبرئیل
مُوَكَّلٌ عَلَى الرِّيَاحِ یعنی جبرئیل موکل ہین ہوا پر اور سامع کے کان مین کلام الہی کے
پہونچنے کے سبب سے ایک انقلاب عظیم اسکی روح مین پیدا ہوتا ہی پھر اس سبب سے
یا خیر کی طرف میلان کرتا ہی اور ابدی سعادت حاصل کرتا ہی یا شر کی طرف جھکتا ہی
اور ہمیشگی کے زیان مین پڑکے خرابی حاصل کرتا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے عُذْرًا

عذر کرنے کو یعنی کلام الٰہی عذر کرنے کے واسطے ہے تاکہ اعمال کی بازپرس کے وقت
اس شخص کے واسطے عذر اور دستاویز ہووے کہ مین نے یہ کام حق تعالیٰ کے حکم کے
بموجب کیا اور اس کام کو اسکے حکم کے بموجب تب کیا سو یہ اس صورت مین ہے کہ کلام
الٰہی حکمون اور امر اور نہی کے متضمن ہووے یا صحیح اعتقادون کو متضمن ہووے ذات
اور صفات کے مبحث سے یا نبوت اور معاد کے مبحث سے اَوْ نُذْرًا یا ڈر سنانے اور خوف دلانے کے واسطے ہے اور یہ اس صورت مین ہے کہ جب کلام
الٰہی اگلی امتون کے قصص اور اخبار کو متضمن ہووے یا قبر اور حشر اور نشر اور عملون کے وزن
اور صراط سے گذر کرنا اور بہشت کی نعمتون اور دوزخ کے ہول اور عذاب کے بیان کو
متضمن ہووے سو اسواسطے کہ بیان ان چیزون کا فقط خوف اور ڈرانے کے واسطے ہے
اور بشارت کا بیان اس جگہ پر نہ فرمایا سو اسطے کہ اس صورت مین خاص کفار مخاطب ہین
اور کفار بشارت کے قابل نہین ہین اور یہ بھی ہے کہ عذر دونون چیزون کو شامل ہے یعنے
عذاب سے نجات پانا اور رتبہ مرتبون کو پہونچنا سو اسطے کہ احکام الٰہی پر عمل کرنا ان
دونون چیزون کے طلب کی دست آویز ہے جس سبب سے آدمی قیامت کے دن یہ دونون
چیزین طلب کرے گا اب یہان پر یہ بھی جان لینا چاہیے کہ ہواؤن کی پہلی صفت یعنے
وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا یہ ایک شعبہ ہے میکائیلی حقیقت کے شعبون سے جس سے بدنون
کی پرورش اور کھیتی کی اصلاح اور رزقون کا پہونچانا متعلق ہے اور دوسری صفت
یعنے عَاصِفَاتِ یہ ایک شعبہ ہے عزرائیلی حقیقت کے شعبون سے کہ بدنون کی خرابی
اور منتظم جزون کا بگاڑنا اور ملے ہوے جزون کو جدا کرنا اسی سے علاقہ رکھتا ہے
اور تیسری اور چوتھی صفت یعنی فَالنّٰشِرٰتِ اور فَالْفٰرِقٰتِ یہ ایک شعبہ ہے اسرافیلی
حقیقت کے شعبون سے کہ صور کا پھونکنا اور ارواحون کا منتشر کرنا تاکہ اپنے اپنے
بدنون مین در آوین پھر فرق کرنا ہر مذہب اور ملت والون مین اور ہر طریقے

اور ہر خلق و عمل دونون مین ان ہی کا کام ہی جسکا وعدہ کیا گیا ہی اور دنیا مین بھی ارواح
کا منتشر کرنا تاکہ پیٹ کے اندر کے بچہ کے بدن مین در آوے اور فرق اور امتیاز کرنا روحون
کے درمیان مین کہ اس روح کو فلانے بدن مین متعلق کرنا چاہیے اور اس روح کو
فلانے بدن مین یہ سب ان ہی کا کام ہے اور پانچوین صفت یعنے فَالْمُلْقِيَاتِ
ذِكْرًا عُذْرًا اَوْ نُذْرًا یہ ایک شعبہ ہی حقیقت جبرئیلی کے شعبون سے کہ پہونچانا
احکام الٰہی کا اور ڈرانا اور خوف کا کلام حق تعالیٰ کی طرف سے اسکے رسول کے دل پر
القا کرنا تاکہ وہان سے لوگون کے کانون مین پہونچے یہ سب ان ہی کا ذمہ ہے اور
جو یہ صفت بہت عالی قدر اور بلند مرتبہ ہی تو اسواسطے فا تعقیب کی اس پر لائے
گویا یہ ارشاد ہوا کہ پہلی چارون صفتون کے بعد اس صفت کی قسم کھانے مین ہم مخالف
اس فا تعقیب کے جو فَالْعَاصِفَاتِ اور فَالْفَارِقَاتِ مین لائی گئی ہے اسواسطے
کہ وہ فا فعل کی تعقیب کے واسطے ہی پہلے فعل پر نہ واسطے تعقیب قسم کے قسم پر سو
اس کلام مین تین قسم حقیقت مین مذکور ہین اور ہر قسم ساتھ دو فعل کے ہے چنانچہ
پہلی قسم ہوا کے نرم بہنے اور تند بہنے پر اور دوسری قسم ساتھ نشر اور فرق کے اور تیسری
قسم ساتھ عذر کرنے اور خوف دلانے کے لیکن تیسری قسم کو پہلی اور دوسری قسم پر فا
کے ساتھ عطف کیا ہی تاکہ قسم مین ترقی پر دلالت کرے اور پہلی اور دوسری قسم کے
دونون فعلون کو بھی ساتھ حرف فا کے عطف کیا ہی تاکہ دلالت کرے اس بات پر
کہ ایک متفرع ہی دوسرے فعل کی اور تیسری قسم کو مجمل ایک ہی کلمہ سے بیان کرکے
حرف او کے ساتھ تقسیم کیا ہی تاکہ خبردار کرے اس بات پر کہ یہ ذکر ان دونون قسمون پر
منقسم ہی واللہ اعلم باسرار کلامہ یعنی اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہی اپنے کلام کی تہ کو اور مفسرون
کو ان پانچون فعلون کے ماصدق علیہ کی تعیین مین بڑا اختلاف ہی بعضون نے ان
پانچون کو ہواؤن پر حمل کیا ہی اس تفصیل سے کہ مرسلات عرفا وہ ہوائین ہین جو بدلی

اچھی معلوم ہوتی ہیں اور عاصفات وہ تند ہوائین جو بدن کو نقصان پہونچاتی ہین اور کشتیون کو ڈبوتی ہین اور ناشرات اور فارقات اور ملقیات وہ ہوائین ہین جو پانی برسانے پر مقرر ہین سب سے پہلے ابر کے مادے کو جو بین یعنی آسمان اور زمین کے درمیان ہین منتشر کرتی ہین اور پھر جب بدلی برس کے فارغ ہوتی ہے تو اس بدلی کو چیر پھاڑ کر ادھر اُدھر کر دیتی ہیں اور بارش کے سبب سے لوگ ذکر الٰہی مین مشغول ہوتے ہین سو لوگون کا ذکر اس وقت مین دو غرض سے ایک کے واسطے ہوتا ہے یعنے یا شکر ادا کرنے کے واسطے اگر برسات بہتر اور نافع ہوئی تو انکا عذر اس نعمت کے ادا کرنے مین ہوتا ہے اور یا خوف اور ڈر کے واسطے ہوتا ہے اگر برسات سے کچھ ضرر اور نقصان ہوا اور حضرات صوفیہ کہتے ہین کہ مرسلات عرفا سے ربانی دواعی اور الہامات مراد ہین جو سالک کے نفع کے واسطے اُسکے دل پر آتے ہین تاکہ راہ خدا مین سلوک کی اعانت کرین اور عاصفات سے جذبہ کوشش کے ریاح مراد ہین جو سالک کے دل سے ماسوی اللہ کے حب کو دور کرتے ہین اور اسکے شوق کی آگ کو اور بھڑکاتے ہین اور ناشرات سے اشغال اور اذکار مراد ہین جو اپنے آثار اور انوار کو ذاکر اور شاغل کے تمام جوارح اور اعضا مین منتشر کرتے ہین اور فارقات سے واردات الٰہیہ مراد ہین جو ناسوتی وجود کی فنا کے سبب پڑتے ہین اور حقیقی اور مجازی وجود مین تفرقہ اور جدائی کرتے ہین اور ملقیات ذکر سے وہ معارف و علوم مراد ہین جو بعد حاصل ہونے مرتبۂ بقا کے فائض ہوتے ہین اور اس سبب سے مستفیدون کو ذکر حق تعالیٰ کا حاصل ہوتا ہے خواہ محبت کے طریق سے یعنے شوق سے یا خوف کی راہ سے یعنی ڈر سے اور واعظون کہتے ہین کہ ان پانچون چیزون سے فرشتون کے گروہ مراد ہین چنانچہ مرسلات عرفا سے اُن فرشتون کے گروہ مراد ہین جو کسی کام کے سرانجام کے واسطے بھیجے جاتے ہین اور اس صورت مین

عرفًا کے معنی متتابع کے واسطے پے در پے آنے کے ہونگے چنانچہ عرب کے استعمال میں ہوتے ہیں کہ جاءوا عرفا واحدا یعنی آے اکٹھا ہوکر پے در پے اور اصل میں یہ لفظ نکالی گئی ہے عرف الفرس سے جو گھوڑے کے ایال کے معنوں میں ہے اور گھوڑے کے ایال یعنی بال بہت سے مجتمع ہوتے ہیں اور نظر میں پے در پے آتے ہیں جس طرح بہت لوگ کسی کام کے واسطے شتر قطار کی طرح چلیں تو ان بالوں کے مشابہ ہونگے اور جب کسی جگہ کسی کام کے واسطے بہت لوگ ازدحام کرتے ہیں تو وہاں بھی عرب لوگ بولتے ہیں کہ ھم علیہ کعرف الضبع یعنی انھوں نے اس کام پر ایسا ہجوم کیا ہے گویا بجو کے ایال کے بال ہیں اور عاصفات سے وہ گروہ فرشتوں کے مراد ہیں جو کسی کام کے واسطے بہت تیز اور تند ہو جاتے ہیں اور یا مرسلات عرفا سے رحمت کے فرشتے مراد ہیں اور عاصفات سے عذاب اور غضب کے فرشتے مراد ہیں جو کسی ملک یا لشکر یا گھر کی خرابی کے واسطے آتے ہیں اور ناشرات سے وہ گروہ فرشتوں کے مراد ہیں جو وحی اور الہام اور دوسرے حکم الٰہی کے سننے کے واسطے اپنے پر کھول کر کھڑے ہوتے ہیں یا وہ فرشتے مراد ہیں جو رحمت الٰہی کے آثار اور انوار اور برکات اور نیک الہامات تمام عالم میں صلحا اور مومنین کے دلوں میں منتشر کرتے ہیں اور فارقات سے بھی یہی گروہ مراد ہیں یا دوسرے فرشتے جو حق اور باطل اور فرمان بردار اور سرکش میں فرق کرتے ہیں یا سحر اور معجزے میں امتیاز اور فرق کر دیتے ہیں اور ملقیات ذکرا سے وہ فرشتے مراد ہیں جو انبیا و ملن کی طرف وحی کو القا کرتے ہیں یعنے لاتے ہیں تاکہ اہل حق کے واسطے عذر ہووے اور نافرمان اور بدمذہبوں کے واسطے خوف اور ڈر ہووے اور بعضے واعظ یوں کہتے ہیں کہ ناشرات سے وہ فرشتے مراد ہیں جو قیامت کو مردوں کو زندہ کرینگے اور فارقات سے وہ فرشتے مراد ہیں جو حشر کے میدان میں ہر ملت

اور مذہب والوں کو جدا جدا کرکے چلا دینگے اور قاری لوگ یون کہتے ہین کہ قرآن شریف کی آیتون کی جو پانچ صفتین ہین وہ اس سے مراد ہین یعنی قرآن کی آیتین خلق اللہ کے نفع کے واسطے پے در پے نازل ہوئی ہین اور جتنے باطل ملت اور مذہب والے ہین انپر تندی اور شدت کرتی ہین اور انکے معتقدات کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینکدیتی ہین جیسے طوفان کی ہوا کہ پرانی عمارتون کو ڈھا دیتی ہی اور کھوکھلے درختون کو اکھاڑ کے پھینک دیتی ہی اور ہدایت اور حکمت کے انوار کے آثارون کو عالمون اور مستعدون کے دلون مین منتشر کرتی ہین پھر حق اور باطل اور خطا اور صواب کے درمیان مین فرق کرتی ہین پھر حق تعالی کی یاد کو ہر مومن کے دل مین بٹھا دیتی ہین اور یہ کام قرآن کی آیتون کے ہین پھر جو مومن ہین اور ان آیتون کے موافق عمل کرتے ہین اور ان ہی آیتون پہ بھروسا کرتے ہین انکے واسطے عذر ہین اور جو اس سے اعراض کرتے ہین اور نہین مانتے ہین انکے واسطے نذر ہین اور بعضے ارباب تفحص نے یون کہا ہی کہ ملقیات انبیا اور مرسلین کی صفتین مراد ہین جو اللہ تعالی کی طرف سے خلق اللہ کے سوال اور نفع کے واسطے بھیجے گئے ہین اور مخالفون اور معاندون کو غضب اور قہر کرتے ہین اور دعوۃ الی اللہ کو تمام خلائق مین منتشر کرتے ہین اور حق اور باطل مین فرق کرتے ہین اور اللہ تعالی کا ذکر اور توحید لوگون کو القا کرتے ہین تاکہ انکے واسطے عذر ہووے تبلیغ اور رسالت کے حق کے ادا کرنے مین یا خوف دلانا ہو گنہگارون اور منکرون کو اور بعضے اہل تفسیر نے ان پانچون صفتون کو کئی موصوفون پر حمل کیا ہی چنانچہ پہلی دونون صفتون کو ہواؤن پر اور پچھلی تینون صفتون کو فرشتون پر اسواسطے کہ ہواؤن اور فرشتون مین بہت مناسبت پائی جاتی ہی چنانچہ یہ دونون یعنے ہوا اور فرشتے لطافت اور بے رنگی اور نظر نہ آنے مین اور حرکت کی سرعت اور قوی عملون کے قادر ہونے پر باوجود لطافت بدنیہ کے

یعنے جسم ۱۲

ایک دوسرے کے مشابہ ہی اور عطف کا سیاق کلام الٰہی مین اس حمل کو تائید دیتا ہی یا پہلی
صفت کو رحمت کے فرشتون پر اور دوسری صفت کو عذاب کے فرشتون پر اور باقی
آیتون کو قرآنی آیتون پر حمل کرتے ہین حاصل کلام کا جب قسم کی تاکید سے فراغت
پائی تو اب مطلب ارشاد ہوتا ہی اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ تحقیق جو کچھ تم وعدہ دیے
جاتے ہو اپنے نیک اور بد کامون پر جنکو تم ہوائی سمجھتے ہو کہ ان کامون کو کوئی ہمسے
نہ پوچھے گا اور یہ ایسے عرض ہین کہ ہرگز باقی نہ رہینگے جو کوئی باز پرس کرے اور
یہ نہین سمجھتے ہو کہ یہ اعمال کس انقلاب کی اچھائی یا برائی کے سبب پڑین گے
لَوَاقِعٌ البتہ واقع ہونے والا ہی جس طرح ہوا اچھائی یا برائی کا سبب پڑتی ہی
اور بڑا انقلاب کردیتی ہے اور کسی کے گمان مین نہین آتا ہے کہ ہوا عالم کی
اچھائی یا برائی کی کس طرح سبب پڑیگی فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ پھر جب
تارے بے نور کردیے جاوین اور جو روح تارون کے جرمون کی مدبر تھی اور
تارون کا نور اسکی تاثیر سے قائم تھا وہ روح ان جرمون سے جدا ہو جائے
جس طرح بنیائی کی روح موت کے وقت جدا ہو جاتی ہی اور آنکھون سے کچھ سوجھ نہین
پڑتا اور اسی حالت مین دوسری جگہ قرآن شریف مین اس عبارت سے ارشاد ہوا ہی
کہ اِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ یعنی جب تارے میلے ہو جاوین پھر بعد اسکے تارون
کے جرم اپنے اپنے ٹھکانون سے کم زور ہوکے گر پڑینگے اور پراگندہ ہو جاوینگے
اور اس حالت سے دوسری جگہ یون ارشاد ہوا ہے وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ
یعنی اور جب تارے جھڑ پڑین اور جو نجوم کی لفظ مین اہل لغت کے بموجب ظہور اور
طلوع مفہوم ہوتا ہی اسواسطے مطمس اور انکدار کے بیان مین نجوم کی لفظ ارشاد ہوئی
اور کواکب کے لفظ مین اہل لغت کے بموجب ثبوت اور استقرار بوجھا جاتا
ہے اس واسطے پراگندہ ہونے اور گرنے کے بیان کی جگہ کواکب کی لفظ کو

اختیار فرمایا ہی تاکہ حالت لاحقہ اور حالت سابقہ مین منافات روشن اور ظاہر ہوجاے
اور جو کواکب کی روح انسے جُدا ہوجائیگی تو اس روح کا اثر بنی آدم کے صورِ مثالیہ کے
اظہار اور تنویر کے واسطے اُنکے عقلیہ و خیالیہ مدارک پر غالب ہوگا وَاِذَا السَّمَآءُ
فُرِجَتْ ۝ اور جب آسمان پھاڑا جاوے اور اس حالت کو دوسری جگہ پر
انفطار اور انشقاق کرکے تعبیر فرمایا ہے اور اس حالت کے پہلے آسمان کو سستی
اور جوڑ بند کا ڈھیلا پن لاحق ہوگا جسکو سورۂ حاقہ مین یون بیان فرمایا ہے
وَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ اور نفوس سماویہ جو اُنکے جرمون سے منقطع ہوجاوینگے
اور بنی آدم کے نفوس کے ممد اور معاون ہونگے اس سبب سے بھی بنی آدم کی عقلی اور خیالی
دریافت دونی ہوجائیگی بلکہ بہت ترقی قبول کریگی اور افعال غیر متناہیہ کی قوت بھی
انکو حاصل ہوگی شدت مین بھی اور درازگی مین بھی اور تعداد مین بھی اور ہمیشگی کی جزا کے
چکھنے کے قابل ہونگے وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۝ اور جسوقت پہاڑ ہوا مین اڑائے جاوین
عرب کی بولی مین نسف اس چیز کو کہتے ہین جس سے غلہ کو گھانس اور کوڑہ وغیرہ سے پاک
کرتے ہین اور اسکو ہندی بولی مین چھاج کہتے ہین اور پہاڑون کے حق مین قرآن مجید مین
کئی طرح کی عبارت واقع ہوئی ہی چنانچہ سورۂ طٰہٰ مین یہی معنی ارشاد ہوے ہین کہ يَسْـَٔلُوْنَكَ
عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا یعنے پوچھتے ہین تجھسے حال پہاڑون کا سو تو کہہ کہ
انکو بکھیر دیگا میرا رب اُڑاکر اور دوسری سورۃ مین دوسری طرح کی عبارت آئی ہی ان سب
مضمون مختلفہ مین جمع کی وجہ یہ ہی کہ پہلے زمین کے زلزلے کے سبب سے پہاڑ آپس مین
ٹکراوینگے چنانچہ سورہ حاقہ مین ارشاد ہوا ہی کہ وَحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً
وَّاحِدَةً اور پھر پہاڑ رنگین اون دھنی ہوئی کیطرح ہوجاوینگے چنانچہ سورۃ القارعہ مین یون
ہوا ہی پھر پہاڑ کے مانند ہوجاوینگے چنانچہ سورۂ واقعہ مین واقع ہوا ہی فَكَانَتْ هَبَآءً
مُّنْۢبَثًّا یعنی ہوجاوینگے پہاڑ جیسے گرد اُڑتی پھر ہوا اون کو پہاڑون پر مسلط کرینگے

اور یہی حالت کا نام نسف ہی اور پہاڑ اپنے اپنے ٹھکانون سے اڑجاوینگے پھر جو دور سے انکو دیکھے گا کہے گا کہ پہاڑ ہین وہ جب نزدیک پہونچے گا معلوم کریگا کہ سختی اور ٹھوس پن اُنکے جزون مین باقی نہین ہا ہو بدلی کی طرح ہوا مین اڑتے پھرتے ہین چنانچہ سورۂ نمل مین اسکا مذکور ہی کہ وَتَرَی الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِیَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ یعنی اور دیکھے تو پہاڑون کو تو جانے تو کہ وہ جم رہے ہین اور وہ چلینگے جیسے بدلی اور سورۂ تساول مین بھی مذکور ہی کہ وَسُیِّرَتِ الْجِبَالُ فَکَانَتْ سَرَابًا پھر جو زمین پہاڑون کے نیچے دبی تھی وہ ظاہر ہووے گی چنانچہ سورہ کہف مین مذکور ہی کہ وَیَوْمَ نُسَیِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَی الْاَرْضَ بَارِزَةً یعنی اور جسدن ہم چلاوین پہاڑ اور تو دیکھے زمین کھل گئی اور پہاڑون پر یہ حالت طاری ہونے کے سبب سے زمین کے اجزا جو سخت ہین وہ بھی زمین سے جُدا ہوکے بنی آدم کے بدنون مین مختلط ہوجاوینگے پھر انسان کا بدن ان اجزا کے ملنے کے سبب سے طول اور عرض اور قوت اور سختی مین بہت زیادہ ہوجائیگا جسکا وصف بیان ہو نہین سکتا وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ۵ اور جب رسولونکو وقت مقرر کردیا جاوے تاکہ آگے پیچھے اس اپنے وقت مقرر کے موافق اپنی اپنی امتون کے ساتھ حشر کے میدان مین آکے حاضر ہووین اور حساب اور عملون کا وزن کرنا اور مظلومون کا حق ظالمون سے پورا دلانا اور پل صراط سے پار اُتارنا رسولون کی حاضری اور گواہی سے ظہور پاوے اور جن لوگون نے رسولون کے پیغام کو قبول کرکے اس کے موافق عمل کیا تھا وہ جدا ہوجاوین ان لوگون سے جنھون نے رسولون کے کہے کو نہ مانا تھا اور اُسپر عمل نہ کیا تھا غرضکہ جو جس لائق ہی اور جس چیز کا مستحق ہی ویسا ہی معاملہ اُسکے ساتھ کیا جاوے گا اور اذا جو حرف شرط کا ہی اسکی جزا محذوف ہی اور محذوف پر قرینہ ماسبق کا دلالت کرتا ہی یعنی جب یہ امور واقع ہونگے تو وہ وعدہ بھی واقع ہوگا اور اگر قیامت کے جو منکر ہین وہ پوچھین کہ لِاَیِّ یَوْمٍ اُجِّلَتْ ۵ کس دن کے واسطے ان چیزونکی

تاخیر کی ہی سیوقت کیون نہین یہ چیزین واقع ہوتی ہین تاکہ جزا کا وعدہ بھی ثابت ہوجاوے
اور ہمارا شک اور انکار بھی دفع ہوجاوے تو اسکے جواب مین چاہیے کہنا کہ
لِيَوْمِ الْفَصْلِ ۚ واسطے آنے روز فصل کے ان چیزون کی تاخیر کی گئی ہی اور فصل کا
دن اس طرح کا نہین ہی کہ اسکی تاخیر کے بھید کو آسانی سے بوجھ لو چنانچہ سورۂ تساولون مین
اس دن کے تاخیر کی بعضی وجہین مذکور ہین وَمَآ أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۝
اور کیا جانا تو نے کہ کیا ہی دن فصل کا اسواسطے کہ عقل اسکی دریافت سے عاجز ہے اور
اگر غیب کی طرف سے اسکو بیان کرین تو اسکا بیان نہوگا مگر اُن ہی عظیم حادثون کے
ساتھ جو اس مین واقع ہونگے سو پھر یہ کہینگے کہ ان حادثون کو کس واسطے اس روز
پر موقوف رکھا ہی اسواسطے یہی اولی اور انسب ہے کہ اس روز سے خوف دلایا جاوے
اور کہا جاوے کہ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝ بڑی خرابی ہی اُسدن جھٹلانے
والون کو اب اس جگہ پر جاننا چاہیے کہ قیامت کے منکرون کو اس واقعہ کے واقع
ہونے کے وقت دس طرح سے سختی آگے آویگی پہلی سختی یہ کہ جس چیز کی امید نہ تھی وہ
یکایک آن پہونچی اور اُسکے آنے سے مدہوش اور متحیر ہوجاوینگے اور یہی وہ سختی ہی
کہ ہر ایک قیامت کے منکر کو قیامت کے آنے کے وقت لازم ہی اور سخت مصیبت سے
جو اس آیت مین مذکور ہی یہی سختی مراد ہی اور اسکے بعد دوسری نو سختیان جو قیامت کے
منکرون کے واسطے خاص ہین اور اُنکے آگے آوینگی سو اس سورۃ کے آخر تک بیان
فرمائی ہین اور ان سختیون کے اسباب کی طرف بھی اشارہ کیا ہی بس اس آیت کو اس
سورۃ مین فقط تاکید کے واسطے مکرر سمجھنا تامل اور فکر کے قصور سے ہی سو دوسری
اور تیسری اور چوتھی سختی کی وجہ یہ ہی کہ منکر لوگ اپنے جہل مرکب اور مقدمات مزخرفہ
فاسدہ پر یکایک مطلع اور خبردار ہوینگے جن مقدمات کے انکار پر بہت اصرار کرتے تھے
سو اُسوقت اپنی غلط فہمی اور قصور دانش پر آگاہ ہوینگے اور معلوم کرینگے کہ ہمکو ذات اور صفات الٰہی

کے عقائد دنیا مین ہر گز تیقن نہ تھے اور حق تعالی کی قدرت اور اسکی تاثیر سے بالکل بیخبر ہوہم
بس دوسری وجہ اس سختی کی یہ ہوگی کہ وہ لوگ دنیا مین حق تعالی کو ایسا قادر نہ جانتے تھے
کہ کروڑون بلکہ بے انتہا آدمیون سے بدلہ لے سکے گا اور کہتے تھے کہ یوم الفصل کے آنے کو
انبیا اور رسول بعد بالکل ہلاک ہوجانے نوع انسان کے بیان کرتے ہین اور یہ بات کسیکی
عقل مین نہین آتی ہے کہ تمام نوع انسان کی ایک وقت مین فنا ہوجاوے اور ہلاک ہوجاوے
اسواسطے کہ جو حادثہ دنیا مین واقع ہوتا ہے تو اس سے بعضے لوگ اپنی قوت کے زور سے یا
مکان کی مضبوطی سے یا کسی تدبیر اور حیلے سے نجات پاتے ہین کبھی دنیا مین ایسی کوئی آفت
نہین آئی کہ سب اس آفت مین گرفتار ہوکے ہلاک ہوجاوین سو حق تعالی انکے اس شبہہ
کے جواب مین ایک تمثیل بیان فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ اس بات کا سمجھنا اور
شبہے کا دفع کرنا تم پر بہت آسان ہے اسواسطے کہ ہلاک کرنا ایک آدمی اور ہزار آدمی کا
برابر ہے اور جو تم نے لاکھون کروڑون آدمیون کا مرنا مختلف زمانون مین دیکھا اور سنا
تو اسی پر قیاس کرلو کہ تمام نوع انسان کی ایک وقت مین موت سلب ہوسکتی ہے چنانچہ
دوسری جگہ پر فرمایا ہے مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ یعنی نہین ہے پیدا
کرنا تمھارا اور نہ مارکے پھر جلانا تمھارا مگر جیسے ایک جان کا مارنا اور جلانا اور اگر تمکو
لاکھون کروڑون کے ہلاک مین جو مختلف زمانے مین ہلاک ہوئے ہین کچھ شبہہ ہووے
تو ہم کہتے ہین کہ اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ۝ کیا نہین ہلاک کیا ہم نے پہلون کو
حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے اب تک سب مسلوب الروح اور ہلاک
ہوچکے ہین ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ۝ پھر انکے پیچھے لیجاتے ہین ہم پچھلون
کو اسواسطے کہ ہر وقت مین مردے مرتے چلے جاتے ہین اور جب ہلاکی اسقدر
انبوہ کثیر کی مختلف زمانون مین ثابت ہوئی تو ثابت ہوا کہ كَذٰلِكَ
نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ایسا ہی کرینگے ہم گنہگارون کے ساتھ پہلے مرتبہ

صور کے پھونکنے کے وقت یعنے سب کی روح ایک ہی وقت مین سلب ہوگی اور اسکے پہلے
سب نوع انسان کی روح جو ایک وقت مین سلب نہین ہوتی ہے سو اسکا سبب یہ ہے
کہ انمین بیگناہ بھی بہت ہوتے ہین اور گنہگار نیک نطفے کو اپنی پیٹھ مین رکھتے ہین اور
اسکی نسل سے معرفت اور عبادت کی امید ہے اور جسوقت نفخ صور کا ہوگا اسوقت سب
گنہگار ہونگے اور سلسلہ توالد اور تناسل کا منقطع ہوجائیگا اسواسطے کہ جالینوس کہ پہلے
سے بنی آدم مین عقم لاحق ہوگا یعنی سب عورت مرد بانجھ ہوجاوینگے نیک اولاد کی امید
بھی نہ رہیگی اس سبب سے سب قابل ہلاک کے ہونگے چنانچہ صحیح حدیثون مین مضمون
موجود ہے کہ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى لَا يُبْقٰى فِي الْاَرْضِ اَحَدٌ يَقُوْلُ اللّٰهَ اللّٰهَ یعنی ح
رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نہ قائم ہوگی قیامت یہانتک کہ
نہ باقی رہیگا زمین پر کوئی جو کہیگا اللہ اللہ یعنی اللہ تعالی کا نام لینے والا کوئی باقی نہ رہیگا
وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ بڑی خرابی ہے اُسدن جھٹلانے والونکو اپنے
عقیدون کے فساد پر اور اپنے شبہون کے بطلان سے خبردار ہونے پر جسکو اگر دنیا مین
چاہتے تو ادنی تامل سے دور ہوسکتا تھا سو نہ کیا اور وہان اپنے ہاتھونکو ندامت سے
کاٹینگے لیکن کچھ فائدہ نہوگا اور تیسری سختی کی وجہ اُسدن یہ ہوگی کہ کافر دنیا مین یہ اعتقاد
نہین رکھتے ہین کہ حق تعالی مُردون کو زندہ کریگا تو گویا حق تعالی کی دوام ربوبیت
کے اپنے نزدیک منکر ہین اور کہتے ہین کہ تم لوگ آخرت کے انتقام کو دنیا کے انتقام
پر قیاس کرکے کہتے ہو اور اس سبب سے آخرت کے انتقام کو ثابت کرتے ہو لیکن
یہ قیاس مع الفارق ہے اسواسطے کہ دنیا مین انتقام زندون سے ممکن ہے کہ انکو رنج اور
دکھ پہونچا سکتے ہین بلکہ ہلاک بھی کرسکتے ہین لیکن مرے ہوون سے کسی طرح عوض لینا
ممکن نہین ہے مگر دوبارہ کے زندہ کرنے کے بعد اور زندگی کے واسطے شرط ہے کہ مادہ قابل
زندگانی کے ہووے لکڑی اور پتھر کو زندہ کرنا ممکن نہین ہے اور مردون کا بدن قیامت کے

آنے تک مٹر گل کے ریزہ ریزہ ہوکے منتشر ہوجائیگا اور زندگی کے قبول کرنے سے بہت
دوری پیدا کریگا پھر زندگانی کا اعادہ اسمین کسطرح تصور کیا جاوے سو حق تعالی انکی اس غلط فہمی اور
انکی کوتہ نظری پر انکو خبردار کرتا ہی کہ یہ عقیدہ تمہارا باطل ہی قیامت کے دن اس عقیدے کا فساد
اور اس شبہے کی سستی تمکو معلوم ہوویگی اسواسطے کہ اپنی پیدایش کی ابتدا کو خوب جانتے ہو
کہ کیسی گندہ بدبو چیز سے ہوئی ہی اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ کیا نہین پیدا کیا ہم نے
تمکو ایک پانی حقیر بے قدر سے اور وہ نطفہ ہی کہ پیشاب کی راہ سے نکلتا ہی اور بدن اور کپڑا
اسکے سبب سے بخس ہوجاتا ہی اور اسکی بدبو دماغ کو پریشان کرتی ہی اور وہ اسطرح کا بیقدر ہی کہ جتنے
مرتبے ہضم کے ہین انکو طے کرکے آخر ہضم کا فضلہ ہوا ہی اور طبیعت نے اپنے خالق کے اذن سے
اسکو ہر ایک عضو ہی کھینچکے خصیتین کی راہ سے نائزہ کے سوراخ سے باہر ڈالا ہی اسواسطے
کہ بدن کی غذا کے قابل اسکو نہ پایا سو اس سے بے پروا ہوکے پائخانے اور پیشاب کی طرح
اسکو باہر ڈالدیا اور یہ بات ظاہر ہی کہ اگر طبیعت اسمین کچھ بھی زندگی کی قابلیت پاتی تو اسکو
اسطرح ڈھیل کرکے پھینکنے مین نخل کرتی جس طرح خون اور دوسری خلطون مین کرتی ہی کہ انکو
ہرگز اس حقارت سے نہین پھینکتی ہی فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ پھر کردیا ہمنے اس بیقدر
پانی کو اپنی عنایت سے ایک ٹھہراؤ کی جگہ محفوظ مین جو مکان ہونے کی قابلیت رکھتی ہے
یعنی ماں کا رحم جسکو ہندی مین بچہ دان کہتے ہین اور وہ ایک عضو ہی عصبانی اسکا طول مدت
حمل کے بارہ انگلیون کے برابر ہوتا ہی اسی شخص کی انگلیون سے اور معدہ کے متصل مثانہ
کے نیچے آنتون کے اوپر مستقیم ہی اور اسمین دو خلنے بنائے ہین تو اسمین کے تولد کے واسطے اگر
اتفاق پڑے اور ہر خانہ اسکا ایک سوراخ رکھتا ہی ناف کی طرف چھاتیون تک
کہ بچے کی غذا کیواسطے خون حیض اسی راہ سے آتا ہی اور جب بچہ اسمین پیدا ہوتا ہی تو طول
اور عرض مین اس بچہ کے جسم کی برابر وہ بھی بڑھتا ہی اور اس عضو کی پٹھے رباطات سے مضبوط
باندھدی ہی سو ان ہی رباطات کے سبب سے بچہ جننے کے وقت پیٹ سے نکل آتا ہے اور اسکا منھ

فرج کے سوراخ کے متصل ہی اور مرد کا نائرہ جماع کے وقت اسمین داخل ہوتا ہی سو نطفہ ایسی محفوظ مکان
مین کہ پٹھے اندر اعصاب کی طنابون سے مضبوط بندھا ہوا ہی جیسے سنگین جو بلی ناف شہر کے محاذ مین
اور کوچہ غیر نافذہ مین سب آفتون سے بچی ہوئی ہوتی ہی ایسی جگہ اسکو رکھا ہمنے اِلٰی قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ
ایک مدت معین تک کہ اکثر وہ مدت تو مہینے کی ہوتی ہی کمی بیشی اسمین بہت کم ہوتی ہے
فَقَدَرْنَا پھر اندازہ کیا ہمنے اتنی مدت مین ہر چیز کا یعنے جو شرطین اور لوازمات اسکی
زندگی کے کمال مین مطلوب اور ضرور تھے فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ پھر کیا اچھا اندازہ
کرنے والے ہین ہم اسواسطے کہ اتنی مدت مین کوئی چیز ضروری رہ نہین جاتی ہی اور کوئی
چیز زائد اور بیکار پیدا نہین ہوتی بخلاف دوسرے اندازہ کرنے والون کے کہ جب کسی
مہم کی برآورد کرتے ہین تو اسمین بعضی ضروری چیزین رہ جاتی ہین اور بعضی زائد اسمین
مل جاتی ہین اسواسطے جب اس کام سے فرغت ہوتی ہی تو برآورد اور واقع مین بڑا
تفاوت ظاہر ہوتا ہی اور پھر جمع اور خرچ کے تغیر اور تبدل کی طرف محتاج ہوتے ہین اس
اجمال کی تفصیل یہ ہی کہ جب بچہ دان عورت کا معتدل منی سے پر ہو جاتا ہی تب اسکا منہ بند
ہو جاتا ہی پھر کوئی چیز اسکے اندر جا نہین سکتی تاکہ اس منی کو فاسد نہ کر دیوے پھر اس منی سے جو بچہ دان
کے اندر کی جلد سے ملی ہوئی ہوتی ہی اسکو باریک جھلی کی صورت کر دیتے ہین جسکو عربی مین
غشاء اور ہندی مین جھلی کہتے ہین تاکہ اسمین جان کی گرمی در آسکین اور انکے در آنے کے سبب سے
خون کا پہونچنا آسان ہووے اور اس جھلی کو عرب لوگ مشیمہ کہتے ہین اور ہندی لوگ جھر
کہتے ہین اور اُس جھلی کے اندر ناف سے مثانہ تک ایک پردہ دوسرا اسی طرح کا تن دیا جاتا
ہی تاکہ فضلات کو دفع کرتا رہی اور پھر اسکے اندر ایک پردہ اور رطوبات کی محافظت
کے واسطے بنایا جاتا ہی اور فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ جو سورۂ زمر مین واقع ہوا ہی اس سے بھی
تینون پردے مراد ہین اور جو اس منی کا خلاصہ ہوتا ہی وہ بچہ دان کے اندر کے خانون
مین جو اسکے منہ سے ملے ہوئے ہوتے ہین چپک جاتا ہی اور آہستہ آہستہ جمنا شروع ہوتا ہی

بچہ کے اندر کی پیدائش کے بیان

اور اس جمنے کے وقت میں اس مکان کی حرارت کے سبب سے جوش بھی مارتا ہی پھر اُس جوش سے
کف نکلتا ہی اور وہ کف اسکے بیچ میں ٹھہر جاتا ہی وہی دل ہوتا ہی اور یہ کف منی کے رحم
میں جانے کے بعد تیسرے دن ظاہر ہوتا ہی پھر چوتھے روز ایک سیاہ نقطہ اسکے اوپر ظاہر
ہوتا ہی وہ دماغ ہوتا ہی پھر چھٹے روز ایک نقطہ دوسرا پیدا ہوتا ہی وہ اسی طرف اس کف کے
جسنے بیچ میں قرار پکڑا ہی اور یہ جگر ہوتا ہی سو اُس مدت تک اکثر دسوین روز یہ امر واقع ہوتا ہی
اس نطفۂ منی کو رغوہ اور کف کہتے ہین پھر اس ہفتہ کے گذر جانے کے بعد رگون کے خط
کھینچے جاتے ہین اور اکثر دسوین روز یہ امر واقع ہوتا ہی اور رنگ منی کا اسوقت میں سرخی
پر آتا ہی غرضکہ پندرھوین روز خوب سرخ ہو جاتا ہی پھر اسوقت اسکو علقہ کہتے ہین یعنی خون جما
اسواسطے کہ سوائے ان تینون جھلیون کے باقی سب سرخ ہو جاتا ہی اسواسطے بعضے ماہر طبیبون
نے کہا ہی کہ وہ تینون پردے جو خاص عورت کی منی سے ہوتے ہین مرد کی منی سے نہین ہوتے
اور جب بائیسوان دن آتا ہی تب وہ خون بستہ جسکا نام علقہ ہی سخت ہونے لگتا ہی اور دماغ
دونون کاندھون سے جدا ہو جاتا ہی اور آہستہ آہستہ اعضا کا ڈول بڑھنے لگتا ہے
یہانتک کہ اکتالیسوین دن مختلف اعضا کی صورتین نمودار ہو جاتی ہین پھر اس وقت
اعضاے رئیسہ سے اعضاے خادمہ جمتے ہین اور شرائین یعنی گرین جان کی پیدا ہوتی ہین اور
ان پردون ہین در آکے رحم کی شرائین ہین چپک جاتی ہین اور پھر پینسٹھ دن گذرنے
کے بعد خون سے غذا لینا شروع کرتا ہی اور رد موی اعضا جیسے گوشت وغیرہ پیدا ہونا
شروع ہوتے ہین اور اسکے اور وہ ماںکے اور وہ سے مل کے خون پینا شروع کرتے ہین
یہانتک کہ تہتر روز تمام ہونے کے بعد اسکا تمام بدن اور گوشت اور پوست کی پوشش سے
تیار ہو جاتا ہی اسکا منہ ماں کی مٹیہ کی طرف ہوتا ہی اور دونون ہتھیلیان اسکے ہاتھ کی
دونون زانوون پر اور دونون طرف دونون پاؤن کے درمیان سر کو جھکا کے بیٹھتا ہی
اور جسقدر روز بڑھتا جاتا ہی اسی قدر بچہ دان بھی کشادہ ہوتا جاتا ہی اور روح طبعی اور

حرارت اسکے بڑھانے مین مشغول ہوتی ہی پھر منی کے وقوع سے نوے دن گذرنے کے بعد
حیوانی قوتین اسمین پیدا ہوتی ہین سو پہلے مہینے مین معاون کا حکم رکھتا تھا کہ کسی طرح حرکت
نہ کرسکتا تھا پھر دوسرے مہینے مین مانند گھانس کے تھا کہ بڑھنے اور غذا کرنے کی حرکتین
اس مین بے ارادہ ظاہر ہوتی تھین پھر تیسرے مہینے مین حیوان کا حکم پیدا کیا پھر جب نوے دن
پورے ہوتے ہین تو اسکی حیوانی قوت دماغ کو پہونچتی ہی اور حرکت ارادی ضعیف سی اسمین
پیدا ہوتی ہی جسطرح کوئی نقیہ یا ضعیف کہ ملنے ڈلنے کی قوت نہ رکھتا ہو اور پھر ایک سو دس
دن کے بعد اس شخص کے مانند ہوتا ہی جو کچھ جاگتا اور کچھ سوتا ہی یہانتک کہ ایک سو بیس
دن کے بعد قوت حیوانی اسمین کامل ہو جاتی ہی اور جو حدیث شریف مین آیا ہی کہ تین چلے
گذرنیکے بعد بچے مین روح آتی ہی اور جان پڑتی ہی سو اسی حالت کی طرف اشارہ ہی کہ بعد گذرنے
اکیسویں روز کے روح انسانی اسمین آتی ہی سو اسطے کہ حقیقت مین روح وہی ہی اور پہلی اسکو
ایک حیوان تھا دوسرے حیوانون کیطرح کا اور جب اس حد سے تجاوز کرتا ہی تو حرکت اسکی پیٹ کے
اوپر سے معلوم ہوتی ہی یہانتک کہ سات مہینے مین ہمیشہ اسکے ملنے ڈلنے کے سبب سے اسکے
اعضا سخت ہو جاتے ہین اور کچھ قوت پکڑتے ہین گویا کہ اتنے دنون اس سے ورزش اور
محنت لیتے تھے پھر بعد اسکے جھلی کے تینون پردے پھاڑنے پر قادر ہوتا ہی اور اپنی گون
کو مان کی گون سے جدا کرنے کی قوت پیدا کرتا ہی پھر چاہتا ہی کہ کسی طرح مین اس تنگ
مکان سے نکلون یہانتک کہ نوین مہینے حق تعالی کے حکم سے باہر آتا ہی اور نجومی لوگ
یون کہتے ہین کہ جبتک نطفہ پانی کی شکل جما ہوا رہتا ہی تب تک زحل و مشتری کی
تربیت مین رہتا ہی زحل کی برودت اور مشتری کی رطوبت کی تاثیر سے اور جب سرخی
پکڑتا ہی اور خون کا سا رنگ ہوتا ہی تب مریخ اسپر غالب ہوتا ہی اور یہ تینون ستارے لمبا دور
کرنیوالے ہین پھر انکے بعد جن ستارون کا دور نزدیک ہے وہ اسکی تربیت کرتے ہین اور
وہ ستارے آفتاب و زہرہ اور عطارد ہین اور جب اسمین روح پھونکی جاتی ہی تب چاند کی

تربیت مین آتا ہی پھر زحل کی تربیت مین آتا ہی اسواسطے کہ وہ نوان گھر نقل اور حرکت کا ہی
اور یہ اندازہ معین جو بیان کیا گیا ہی یہ اس صورت مین ہی کہ کوئی دوسری خصوصیات اسکو
لاحق نہ ہوون جیسے والدین کے مزاج کی حرارت یا منی کی حرارت یا موسم گرمی کا ہووے
یا شہر جنوبی ہووے یا ان سب کی ضد ہوون تو ان سببون سے اس بچہ کے بچہ دان مین
رہنے کی مدت مین کمی زیادتی لاحق ہووے گی اور اسکا قاعدہ یہ ہی کہ فعل اور تاثیر مین برودت
سے حرارت قوی اور زبردست ہی اور تاثیر یعنی اثر کے قبول کرنے مین رطوبت یبوست
سے اقوی ہی سو اگر مان باپ سکے جوان ہونگے اور انکا مزاج بھی محرور ہوگا اور منی بھی شہد
یا دوسری کوئی گرم چیز سے پیدا ہوئی ہوگی اور گرمیون کے دنون مین نطفہ ٹھہرا ہوگا اور
شہر بھی گرم ہوگا تو اسمین حرارت اور یبوست بہت ہوگی اور اسکے عکس مین برودت اور
رطوبت کا غلبہ ہوگا سو ان چارون کیفیتون سے دو کیفیتون کے جمع ہونے سے حمل کی مدت مین
تفاوت ہوجائیگا لیکن جمع مہینے سے کم اور دو سال سے زیادہ اور بعضی روایت مین چار سال سے
زیادہ کبھی واقع نہین ہوا ہی اور جو زندہ کرنا نطفے کا باوجود اس حقارت اور ناچیزی کے اور
بوے بد اسمین سے آنے کے اللہ تعالی کے نزدیک کچھ حقیقت نہین رکھتا ہی بلکہ کس مرتبہ اور
کمال کو اسکو پہونچاتا ہی پھر مُردون کی سڑی ہوئی ہڈیان اور گلے ہوئے اجزاون کو مدت دراز
گذرنے کے بعد زندہ کرنا اسکے نزدیک کیا چیز ہی اسواسطے کہ نطفے کا حال بھی مُردون کے
بدن اور ہڈیون سے کم نہین ہی پھر نو مہینے پیٹ مین رہنے سے کسقدر کمال کو پہونچتا ہے پھر
اسی طرح مُردون کے بدن بھی کچھ مدت زمین مین رہ کے اگر انتہا درجے کے کمال کو پہونچین تو یہ بات
کچھ عقل کے خلاف نہین ہی سو جب یہ بات ظہور پاوے گی تب وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝
بڑی خرابی ہی اسدن اس قدرت کے منکرون کی کہ باوجود اس قدرت کے آثار دن
رات دیکھنے کے کہ ہمیشہ لوگ پیدا ہوتے جاتے ہین پھر بھی متنبہ اور خبردار نہین
ہوتے ہین اور چوتھی وجہ اُس دن کی سختی کی منکرون پر یہ ہی کہ یہ لوگ

افعال انہی کو اپنے اسباب بلا توقف کا مقید بوجھتے ہین اور اس مالک الملک علی الاطلاق کو اپنی طرح اسباب اور آلات کا مقید جانتے ہین گویا کہ اسباب کو تاثیر مین اُس کا شریک گردانتے ہین اور بدون اسباب کے اُسکو عاجز سمجھتے ہین یہی وجہ ہی جو کہتے ہین کہ نطفے کا مان کے پیٹ مین جانا اور کامل ہوکے نکلنا بچہ دان کی خاصیت سے ہی اسواسطے کہ اگر نطفہ کو زمین پر ڈال دیوین تو آدمی کی پیدایش اس سے کسی طرح متصور نہو سوحق تعالی انکے اس عقیدے کو بھی باطل کرتا ہی اور ارشاد فرماتا ہی کہ قیامت کے دن اس اپنے عقیدے پر بھی بہت افسوس کرینگے اور اپنی غلط فہمی اس روز بوجھین گے کہ ہمنے دنیا مین کچھ بھی غور اور فکر نہ کی اور یہ نہ بوجھے کہ زمین بھی مان کے بچہ دان کی خاصیت رکھتی ہی اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ۙ کیا نہین کیا ہمنے زمین کو جمع کرنے والی اَحْيَآءً بہت سے زندون کو جیسے حشرات کہ بغیر مان کے بچہ دان کے پیدا ہوتے ہین وَّاَمْوَاتًا ۙ اور بہت سے مُردون کو یعنی جمادات کو جو اپنی خوش وضعی اور خوش رنگی مین اور مرغوب اور محبوب ہونے مین کچھ زندہ آدمیون سے کم نہین ہین جیسے یاقوت اور الماس اور زمرد اور نمک کی کانین اور دوسری کانین ہر چیزین جو تاثیر مین تمام نباتات سے بہتر ہین سو جب زمین کی تربیت سے ایسی چیزین ظاہر ہوتی ہین پھر اگر مُردون کی سڑی ہوئی ہڈیون کو تربیت کرکے زندہ نکالے تو کیا عجب ہے اور اگر منکر لوگ یون کہین کہ زمین اگرچہ تربیت زندون اور مُردون کی کرتی ہی جیسے حشرات اور کانی چیزین کہ یہ البتہ پیدا ہوسکتی ہین لیکن انسان کا تولد اسکی تربیت سے کسی طرح ممکن نہین ہی اسواسطے کہ انسان کا جسم ایسی چیزون سے مرکب ہی جو آپس مین بڑا اختلاف رکھتی ہین چنانچہ بعضی چیزین نہایت سخت اور کرخت اسمین واقع ہین جیسے ہڈیان اور بعضی بہت ہی لطیف اور باریک ہین جیسے ہوا سی روح اور بعضے ان دونون کے درمیان مین ہین منعقد اور جمی ہوئی جیسے دوسرے اعضا اور بعضی بہنے والی اور جاری ہونیوالی ہین جیسے غلیظ فضلات یعنے پیشاب

اور غلیظ وغیرہ سو زمین نے شعور کی طبیعت سے اس قسم کے افعال مختلف اور تصویرین نگارنگ
کس طرح یقین کرین ہم کہ زمین ایسی چیز پیدا کرسکتی ہو تو اسکے جواب مین ہم کہینگے کہ ہان زمین
باوجود اس بے شعوری کے اس قسم کے عجائبات پیدا کرسکتی ہو جسطرح بچہ دان عورت کا
اسواسطے کہ بے شعوری مین دونون برابر ہین دونون مین افعال کا رنگ برنگ ہونا ہمارے
ارادے اور خواہش سے ہو وَجَعَلْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ شَامِخَاتٍ اور کردیے
ہمنے زمین مین پہاڑ بہت بلند جنکی بلندی انتہا کو پہونچی اور ان پہاڑون کے نیچے نہرین اور
چشمے جاری کیے ہمنے وَأَسْقَيْنَاكُمْ مَاءً فُرَاتًا ۝ اور پلایا ہمنے تمکو ان ہی
پہاڑون کے دامن سے پانی بہت میٹھا جو تمھاری پیاس کو بجھاتا ہو تو معلوم ہوا کہ زمین کی
ترکیب سے بھی بعضی چیزین بہت سخت جیسے پتھر اور بعضی بہت نرم اور لطیف جیسے پانی پیدا کرنا
ممکن ہے پھر جب یہ ثابت ہوا تو وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۝ بڑی خرابی ہو
اُسدن جھٹلانے والون کی جو آدمی کے زندہ ہونے کو زمین سے انکار کرتے ہین اور نہین
بوجھتے ہین کہ زمین مین لطیف اور کثیف دونون قسم کی چیزین موجود ہین اور ہر ایک چیز
ان مین سے زمین کی طبیعت کی خاصیت سے دوسری قسم کا لباس پہنتی ہو پھر کیا تعجب ہے کہ
مُردون کے بعضے جز نطفہ ہونے کی لیاقت پیدا کرین اور بعضے لطیف ہوکے روح
ہوائی ہوجائین اور بعضے کثیف اور غلیظ ہوکے اعضا اور ہڈیون اور رگ پٹھون کی
شکلین ہوجاوین اور پھر صور کا پھونکنا ارواح مجردہ کا بدنون کے ساتھ متعلق ہوجانیکا
سبب ہو جسطرح پیٹ کے بچے کے اندر روح پھونکی جاتی ہو اور پانچوین جز اُس دن کی سختی
کی منکرون کے واسطے یہ ہوگی کہ آفتاب کو اُسدن نزدیک لا دینگے اور دوزخ کی گرمی
اور اسکے بخارات اُٹھے ہوئے یہ سب جمع ہوکے حشر کے میدان کو تنور کی طرح دھوئین اور
چنگاریون سے پُر کردینگے اور لوگ اس گرمی سے تنگ ہوکے سایہ کے ڈھونڈھنے کو اِدھر اُدھر
دوڑینگے اور کہین سایہ کا نشان نہ پاوینگے تاکہ کچھ آرام پاوین اور جو مومن کامل الایمان ہونگے

وہ حق تعالیٰ کے عرش کے سایہ مین جگہ پاوینگے اور کافرون کے سامنے عذاب کے فرشتے
آگ کے گرزے کے خوفناک شکلون سے نمودار ہونگے اور کہینگے کہ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰی
مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝ آؤ چلو اُس چیز کی طرف جسکا تم انکار کرتے تھے اور کہتے تھے
کہ یہ ہرگز ہونیوالی نہین ہی اور وہ چیز جدائی اور امتیاز اور تفرقہ ہی نیکون کی اور بدون کے
درمیان میں اور پہلی چیز امتیاز اور جدائی کی آج کے دن تم دونون فرقون مین یہ ہی کہ نیک
لوگ کیسے عمدہ سایہ مین ہین جسکے سبب سے جناب رب العالمین کا قرب اُنکو حاصل ہی اور تم
لوگ اس بلا مین مبتلا ہوا اور تمھارے واسطے جو سایہ مقرر ہوا ہی اسکا حال چل کے دیکھو
اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰی ظِلٍّ ذِیْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ۝ چلو سایہ تمھارے کی طرف جسکی
تین شاخین ہین قتادہ اور دوسرے مفسرون نے روایت کی ہی کہ کافرون اور منکرون کے
سایہ کے واسطے ایک دھوان دوزخ سے اٹھے گا کہ ہر شخص کو اُن مین سے تین طرف سے
گھیر لیگا ایک ٹکڑا اسکے اوپر سائبان کی طرح ٹھہر لیگا اور ایک ٹکڑا داہنے اور ایک ٹکڑا بائین
ہو جائیگا اور تمام حساب سے فراغت ہونے تک وہ لوگ اسی سایہ کے نیچے رہینگے اور ایماندار
نیک کردار عرش معلی کے سایہ کے نیچے آرام سے کھڑے ہونگے اور محققین عاقلون نے یون
کہا ہی کہ وہ آگ کا دھوان منکرون کو گھیر لیگا وہ انکے بُرے عملون کی صورت مثالی ہوگی
جو اس تاریک شکل سے ظاہر ہوکے انکو تین طرف سے آگھیرے گی جسطرح دنیا مین
انکے نفس کو ان ہی تینون طرف سے گھیرا تھا چنانچہ ایک شیطانی قوت کی تاریکی اور اس سے
وہ عقل مراد ہی وہم مین پھنسی ہوئی ہی اور اسکا نشاء دماغ ہی جو سب بدن کے اوپر ہی
اور دوسری غضبیہ قوت جسکا منشا دل ہی جو بدن کے بائین طرف واقع ہی اور تیسری شہویہ
قوت جسکا منشاء جگر ہی جو بدن کی داہنی طرف واقع ہی اور صوفیہ قدس اللہ اسرارہم کے
نزدیک قوت غضبیہ و شہویہ دونون دل مین ہین لیکن قوت غضبیہ داہنی طرف دل کے متعلق
ہی اور قوت شہویہ بائین طرف دل کے متعلق ہی اس سبب سے جو دھوان قوت غضبیہ کی تاریکی سے

اٹھے گا وہ بدن کی دہنی طرف ٹھہر یگا اور جو دھواں قوت شہویہ و حرص کی تاریکی سے
اٹھے گا وہ بدن کے بائین طرف ٹھہر یگا اور ابو مسلم اصفہانی نے کہا ہی کہ ذی ثلث شعب کے
معنی یہ ہین کہ وہ دھوان تین صفتین رکھتا ہوگا یعنے ایک صفت اسکی لَا ظَلِیْلٍ اور دوسری
صفت اسکی لَا یُغْنِیْ مِنَ اللَّهَبِ اور تیسری صفت اسکی اِنَّهَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ کَالْقَصْرِ
لیکن اسکی صفت مین اِنَّهَا کی تانیث کی واسطے کوئی وجہ چاہیے کہ لفظ ظل کی جو اسکا مرجع
ہی وہ مذکر ہی لیکن یون کہہ سکتے ہین کہ ظل کو جو ذی ثلث شعب کرکے موصوف کیا تو ان
صفتون کے سبب سے جمع کے معنی آ مین پائے گئے تو معنون کی راہ سے وہ لفظ مؤنث ہوئی
اسواسطے کہ جو جمع ہی وہ مؤنث کے حکم مین ہی اور بعضون نے یون کہا ہی کہ انہا کی ضمیر
شعب کی طرف راجع ہی ظل کی طرف نہین ہی فقط اور جو ظل کا حال بیان فرمایا کہ ہرگز
جہت اس سے حاصل نہوگی اور آگ کے شعلونکو دفع نکریگا اور اسکی تعلیم کے مقام مین ترقی کے
طور پر ارشاد فرمایا ہی کہ اسکے تینون شعبے بڑی بڑی چنگاریان پھینکینگے پھر ایسے سایہ
سے نفع کی امید کسطرح رکھا چاہیے غرضکہ ہر طرح سے کافرون کا سایہ اسدن مومنون کے
سایہ کے خلاف ہوگا چنانچہ لَا ظَلِیْلٍ نہ منع کریگا یعنے نہ روکے گا وہ سایہ آفتاب کی
گرمی کو یہ مشتق ہی ظل ظلیل سے جو عرب کا قول ہی یعنی سایہ بہت انبوہ کا ہی اور اس مین
سوراخ ہین جنکی راہ سے آفتاب کی شعاع پہونچتی ہی اور سایہ کے فائدہ مین نقصان کرتی ہی
وَلَا یُغْنِیْ مِنَ اللَّهَبِ ۝ اور نہ دفع کریگا آگ کے شعلون سے کچھ یا اندر کی تپش
کو جو پیاس کے غلبہ سے ہوگی اور سایہ مین ان ہی دو چیزون کا فائدہ ہی یعنی اوپر کی گرمی کو
بچانا اور اندر کی سوزش کو تسکین دینا پھر جب دونون چیزین اسمین نہوین تو گویا وہ سایہ
ہی نہین ہے بلکہ دوزخ کی آگ کا دھوان ہی اور جو بدلی اور سائبان کی صفت دور سے نمودار
ہوگا اسواسطے کہ اِنَّهَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ بیشک وہ دوزخ پھینکے گی بڑی بڑی چنگاریونکو
کہ ہر ایک چنگاری اسکی طول اور عرض مین کَالْقَصْرِ جیسے بادشاہون اور امیرون

کا محل کہ دنیا مین بہت عمدہ سایہ ان ہی کے محل کا ہوتا ہی اور ہوا کی گرمی کے وقت کافر اکثر ایسے محلون اور مکانون کی آرزو کیا کرتے تھے سو اسوقت انکی وہ آرزو اشکال سے سامنے آویگی اور جلدی اور پے در پے آنے مین وہ چنگاریان کَاَنَّہٗ گویا کہ وہ چنگاریان جِمَالَتٌ صُفْرٌ زرد رنگ کے اونٹون کی قطار ہین کہ ایک کے بعد ایک جلدی چلے جاتے ہین اور دنیا مین کافر جب جنگل مین یا سفر مین ہوتے تھے تو یہ بھی آرزو کرتے تھے کہ کاشکے بادشاہون اور امیرون کی طرح ہمارے ساتھ بھی اونٹون کی قطار ہوتی اور سر پر خیمے اور رمگیرے اور سائبان لدے ہوئے ہوتے کہ جہان چاہتے ہم وہان اترتے اور اُنکے سایون مین آرام کرتے چنانچہ شیخ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہین ؎

پہاڑ اور بن مین عاجز صاحب نعمت نہین ہرگز + بنالے خوانگہ خیمے سے اپنے چاہے وہ جس جا۔ سو یہ آرزو بھی اُن دن اس صورت سے انکے آگے آویگی اور دونون قسم کا سایہ یعنے سفری اور مقامی انکے واسطے اس دھوپ مین موجود ہوگا اور جمالٰت جمل کی جمع ہے جمع کے معنون کی تاکید کے واسطے تے کو زیادہ کرکے استعمال کرتے ہین اور حجارۃ جو حجر کی جمع ہی اسمین بھی تے کو زیادہ کیا ہی اور جو قیامت کے دن پہلا تفرقہ اور امتیاز نیک و بد مین ہی ہوگا اور جس جس چیز کے وقوع کا اسدن وعدہ دیا گیا تھا اُسکا وقوع اور ظہور شروع ہوگا وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ ۝ بڑی خرابی ہی اُسدن منکرون کے حال پر اسواسطے کہ اول اس طرح کا رنج اور غم دیکھینگے اور دوسرے ان بات کو بوجھ لینگے کہ جو کچھ اس دن کی سختی اور مصیبت اور دہشت اور نیکون اور بدون مین جُدائی کا احوال ہم سنتے تھے وہ سب واقع ہونیوالا ہی گویا اسوقت تک اسدن کی انکار کی حسرت مین اور اپنے معتقدات کے بطلان مین سختی اور مصیبت کھینچی تھی اور اسدن کے وقائع اور حادثون کی فکر جو بہت ہی سخت اور مشکل ہے اُنکے کریبان حال کو پھاڑیگی اور سختی پر سختی زیادہ کریگی چھٹی اسدن کی سختی کی وجہ منکرون کے

حق میں ہوگی کہ جب کوئی شخص یکایک کسی مصیبت میں پھنس جاتا ہی اور یہ بھی گمان ہوتا ہی کہ اسکے
بعد دوسری مصیبت اس سے بھی سخت اور آنیوالی ہی تو سب کا مون سے پہلے اس مصیبت کے
دفع کرنے اور آنیوالی کے روکنے میں دل وجان سے متوجہ ہوتا ہی اور اگر کوئی شخص کسی
گناہ یا کسی جرم میں پکڑا جاتا ہی تو پہلے چاہتا ہی کہ کسی تقریر سے اسکا انکار کرون اور کوئی
بات بنا کے اس الزام کو اپنے اوپر سے دور کرون پھر جب دیکھتا ہی کہ انکار بن نہیں پڑتا
تو عذر و پیش کرتا ہی کہ مجھ سے تقصیر ہوئی تاکہ اسکے مواخذے سے درگذر کریں اور اپنی
چرب زبانی سے اس بلا سے خلاصی پاوے سو ہر شخص پہلے اسی طور سے دفع کرنا چاہتا
ہواسطے کہ یہ طور دفع کا آسان ہی اور اسمیں دوسرے کی طرف استعانت کی حاجت نہیں
پڑتی ہی سو کافر بھی جب قیامت کی آمد دیکھینگے بلکہ اسکی نشانیان بھی بعض دیکھینگے جیسے
سایہ کی تقسیم کہ ایمانداروں کے واسطے یہ عزت ہوئی اور انکے واسطے ایسی کالی بلا پیش
ہوئی تو ارادہ کرینگے کہ اپنے گناہون کے واسطے کوئی عذر پیش کریں اور بعضے گناہون
سے انکار کر بیٹھینگے سو انکو اس تدبیر فریب آمیز سے بھی مایوس کر دیتے ہیں کہ هٰذَا
یہ دن جسکا اس کلام فیصل انجام میں مذکور ہی اور اسی واسطے اس دن کو حاضر قرار دیکے
ساتھ صیغۂ اشارہ کے جو قریب متوسط کے واسطے ہی متعین فرمایا یَوْمُ لَا یَنْطِقُوْنَ ۙ
ایسا دن ہی جسمیں ہرگز دم نہ مارینگے اور بات نہ کرسکینگے کہ ہمسے ایسی کونسی تقصیر صادر
ہوئی ہی جسکے سبب سے ہمکو اس دھوئیں کے سایہ میں لیے جاتے ہیں طرح طرح کے سخت اور
عذاب ہمکو دکھلاتے ہیں ناقع بن الازرق نے جو خارجیون کے علماء سے ہے
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ اس آیت میں حق تعالیٰ
ارشاد فرماتا ہی کہ کافر اسدن بات نہ کرسکینگے اور دوسری آیتون میں اسکے خلاف
ارشاد ہوا ہی چنانچہ سورۂ انعام میں ارشاد ہوا ہے کہ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا
مُشْرِكِيْنَ یعنے کہینگے کافر قسم ہی اللہ تعالیٰ کی جو ہمارا کہ نہ تھے ہم مشرک

اور سورۂ زمر میں یوں فرمایا ہے کہ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ یعنی پھر تم اے کافرو حق تعالیٰ کے روبرو آپس میں جھگڑو گے تابع اپنے پیشواؤں کو ملامت کرینگے اور پیشوا اُنکے اپنے تابعداروں سے بیزار ہونگے اور دوسری آیتوں میں بھی کافروں کا بات کرنا اور جھوٹے عذر پیش کرنا بہت مذکور ہے پھر ان آیتوں کے مختلف مضمونوں میں تطبیق کسطرح ہوسکتی ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن مقامات مختلف اور مجلسیں متعدد پیش ہونگی سو بعضی جگہوں اور بعضی مجلسوں میں کافروں کو بات کرنے کی ممانعت نہوگی سو ان جگہوں میں کچھ بیہودہ گوئی کرینگے اور بعضی جگہوں اور بعضی مجلسوں میں اُنکو بات کرنے کا حکم نہوگا سو وہاں لب بھی نہ ہلا سکینگے بس ان مضمون کا اختلاف زمانے اور موقعوں کے اختلاف کے سبب سے ہے اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے اُس خارجی کے جواب میں ایسا کہا ہے کہ جو کافر اور بدکار دلیل مضبوط اور عذر سننے کے قابل نہ لاوینگے تو انکا بات کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر ہوا اور اسیطرح سے عذر مسموع کا پیش کرنا نہ کرنا دونوں برابر ہے کسی جگہ پر انکی ظاہر بیفائدہ گفتگو کے لحاظ سے انکو بولنا نہ ہونا فرمایا ہے اور انکی واہیات اور بیہودہ باتیں بیان فرمائی ہیں اور بعضی جگہ پر شفاعت اور اہل معصیت پر مہربانی فرماکے انکی گونگا اور بہرا کرنا فرمایا ہے تو اب ان دونوں مضمونوں میں تناقض اور اختلاف نہ رہا وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ اور نہ پروانگی دیجاویگی انکو اپنے گناہوں کے عذر کے بیان کرنے کی اسواسطے کہ یہ تو اول سے معلوم ہے کہ یہ لوگ کوئی عذر قابل سننے کے اپنے پاس نہیں رکھتے ہیں کچھ بیفائدہ بکینگے فَيَعْتَذِرُوْنَ وہ پھر عذر بیان کرینگے اسواسطے کہ عذر صحیح مسموع انکے پاس نہیں ہے اور عذر واہی مسموع وہاں کوئی نہ سنے گا یہاں پر موافق عربیت کے قاعدے کے ایک اشکال متصور ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ فَيَعْتَذِرُوْنَ کیوں نہ فرمایا یعنے نون کو نصب کے سبب سے ساقط کیوں نہ کیا تاکہ نفی کا جواب

ہوسکتا جس طرح وَلَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِم مِّن عَذَابِهَا میں واقع ہوا ہے اور اس اشکال کا حل یہ ہے کہ اگر
نون کو حذف کرکے ارشاد ہوتا تو معلوم ہوتا کہ انکا عذر کرنا ہی سبب تھا کہ انکو اجازت
نہوئی والا عذر معقول اور موجہ انکے پاس موجود تھے وہ درپیش کرتے اور حال یہ ہے کہ حقیقت
میں ایسا نہیں ہے بلکہ انکے پاس حقیقت میں کوئی عذر نہیں ہوگا تاکہ اسپر اعتماد کرین اور اسکو درپیش
کرین سو کلمے کا غَيْرُ يَعْتَذِرُونَ میں فقط عطف کے واسطے ہے بدون بیت کے پھر جب سبب
کا ثبوت نہوا تو نفی کا جواب بھی نہیں ہوسکتا ہے اسواسطے ایفی کے جواب کے واسطے بسببیت
ضروری ہے حاصل کلام کا اُن کا فراس قسم کی باتیں بنانے سے اور حیلہ اور
فریب سے بھی عاجز ہونگے وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝ بڑی خرابی ہے اُسدن
منکرون کی اسواسطے کہ اسدن کی مصیبت رد کرنے کے واسطے کوئی حیلہ اور تدبیر بھی
نپاوینگے بلکہ بالکل مایوس ہونگے اور ساتھ ہی اسکے اسدن کی سختی کی منکرون کے حق میں ہوگی
کہ جب سخت عذاب دیکھینگے تب بھی مایوس ہونگے اسی طرح اُسدن کی مصیبتون اور
سختیون سے اپنا بچاؤ نہ دیکھینگے تب ناچار ہوکے اپنے ہم جنس و ہم نوع کی طرف عملین کے
اور اس بلا سے نجات کی تدبیر اُنسے پوچھینگے اور یہ خیال کرینگے کہ جس طرح دنیا میں سخت
مصیبت اور شدت میں پھنس جاتے تھے اور اسکے رہائی کی کوئی تدبیر نہ سوجھتی تھی کوئی
جوبڑے دانا اور زور آور ہوتے تھے انسے آکر کے اسکی رہائی کی تدبیر پوچھتے کے
اس مصیبت سے بچاؤ کی کوئی تدبیر کرلیتے اسیطرح یہان بھی شاید اس شکل کی کشایش
اس حیلہ سے ہوسکے سو حق تعالی انکو اس تدبیر سے بھی مایوس اور ناامید کردے گا اور
فرشتون کی زبان سے انکو یہ حکم پہنچے گا کہ هَٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۝ یہ دن فیصل
اور جدائی کا ہے تم لوگون اور اچھون سے سو ہر چیز میں ہم جدائی اور امتیاز کرینگے
ان دونون میں اور فیصل اور جدائی بغیر نیکون اور بدون کے ایک مکان اور ایک زمان میں
جمع کرنے کے متصور اور ممکن نہیں ہے اسواسطے کہ جو معاملہ آخرت کسی کے حق میں واقع ہوئے

اسکو سب خاص و عام دیکھ لیوین اور یہ بھی ہی کہ بعضے نیکون اور بدون کے حقوق آپس مین ایک
کے دوسرے پر ثابت اور متحقق ہین اور حقدار کا حق دوسرے سے دلوانا بدون حاضر ہونے
مدعی اور مدعی علیہ کے حکم کی مجلس مین ممکن نہین ہی اور یہ بھی ہی کہ بعضے نیکون اور بدون
کا علاقہ مضبوط اور زبردست دوسرے شخصون سے ثابت ہی اور وہ لوگ اس علاقہ
کے سبب سے بڑی بڑی امیدین اعانت اور شفاعت کی دوسرون سے رکھتے ہین جیسے
قرابت نسبی اور سسرالی اور دوستی اور پیری اور مریدی اور استادی اور شاگردی اور پیشوائی اور
پیروی اور سوا اسکے اور اسطرح یہ علاقہ اپنے ہمعصرون سے رکھتے ہین اسی طرح اپنے
اگلون سے بھی رکھتے ہین بلکہ نسبی علاقہ اپنی نوع کے اول فرد سے یعنے حضرت آدم
علیہ السلام سے متحقق ہی اور اسی علاقہ کے سبب سے امداد اور اعانت کی امید رکھتے ہین
اسواسطے اول دہلہ مین تمام مخلوقات حضرت آدم علیہ السلام کی طرف رجوع کرینگے
اور کہینگے کہ تم ہمارے سب کے باپ ہو اور ہم سب اس بلا مین مبتلا ہین ہماری خلاصی
اور رہائی کی کوئی تدبیر کرو کہ اس بلا سے ہمکو نجات ملے چنانچہ یہ مضمون حدیث صحیح
سے ثابت ہی سو بدون جمع کرنے اولین اور آخرین کے ایک مجلس اور ایک مکان
اور ایک وقت مین نیکون اور بدون مین ایسی جدائی اور فصل کہ پھر وہ حکم کسی سعی
اور سفارش اور عرض اور معروض سے تغیر اور تبدل نہ پاوے ممکن اور متصور
نہین ہی سو اسواسطے جَمَعْنٰکُمْ وَالْاَوَّلِیْنَ ۝ جمع کیا ہمنے تمکو اور اگلون کو
اسواسطے کہ بلا مین پھنسنے اور اسکی دفع کے عاجز ہونے کے وقت اپنے اگلون
کو ضرور یاد کرتے کہ اگر ہمارے پیشوا اسوقت مین ہوتے تو وہ کسی تدبیر سے ہماری
اس مصیبت اور مشکل کو ٹالتے اور اسوقت مین ہمارے کام آتے چنانچہ بادشاہ اپنے
ملک کے بندوبست سے عاجز ہونے کے وقت سکندر اور تیمور کو یاد کرتے ہین اور
وزیر لوگ اسطو اور برزجمہر کو اور پہلوان رستم اور اسفندیار کو اور طبیب لوگ جالینوس

اور بقراط کو اور نجومی ابوریحان اور ابو معشر کو اور اسی طرح ہر فرقہ اپنے اگلوں کو جنکے کمال کے معتقد ہین اپنی عاجزی کے وقت یاد کرتے ہین اور ہر مشکل کو انکی قدرت اور کفایت پر حوالہ کرتے ہین یعنی یون کہتے ہین کہ افسوس اسوقت فلانے نہ ہوئے تاکہ اس کام کو بخوبی سرانجام کو پہونچاتے سو حق تعالی گویا فرماتا ہی کہ ہمنے تمھارے سب اگلون اور پچھلون کو اسوقت تمھارے سامنے اکھٹا کیا ہی تاکہ اس دن کی مصیبتون سے خلاصی کی تدبیر کے لیے اگر انکی طرف رجوع کرنا ہو تو کرو اور سب ملکے مشورہ کرکے کوئی بات نکالو فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ پھر اگر ہووے واسطے تمھارے بچنے کے تمھارے پاس کوئی مکر اور حیلہ جسکے سبب سے آج کی سختی تم سے دور ہو جاوے فَكِيْدُوْنِ ۵ پھر وہ حیلہ یا مکر ہمارے ساتھ کرو اور دیکھو کہ وہ پیش جاتا ہی یا نہین سو جب کافر آپس مین دوڑ دھوپ کے اس قسم کے حیلے اور تدبیر سے بھی عاجز ہو جاوینگے وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۵ بڑی خرابی ہی اس دن منکرون کی کہ اس دن کی مصیبتین دفع کرنے کے واسطے ہر حیلے اور تدبیر سے عاجز اور مایوس ہونگے اور آٹھوین وجہ اس دن کی سختی کی منکرون کے حق مین یہ ہوگی کہ جتنے ان کے مخالف اور دشمن تھے ان سب کو انکے سامنے طرح طرح کی عنایات اور مہربانی سے نوازین گے اور انکو یعنے کافرون کو کہینگے کہ دیکھو اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ بیشک جو لوگ ڈرتے تھے حق تعالی سے اور قیامت کے دن سے اور اس خوف کے سبب سے جتنے گناہ اور بری چیزین ہین سب سے پرہیز کرتے تھے اور بندگی اور عبادت مین ہمیشہ لگے رہتے تھے سو وہ آج کے دن فِيْ ظِلٰلٍ عمدہ سایون مین ہین پہلے تو یعنی حشر کے میدان مین رب العالمین کے عرش کے سایہ کے نیچے ہونگے پھر پل صراط سے گذرنے کے وقت اپنے اپنے صدقون اور خیراتون کے سایہ کے نیچے ہونگے یہانتک کہ اگر کسی نے آدھا خرما خدا کی راہ مین دیا ہوگا تو اس دن وہی آدھا خرما

ع ۱ ۱۴

اسکے کام آویگا اور دوزخ کی آگ کی لپٹ سے اسکے واسطے ڈھال ہوجاوے گا اور اسکو
بچاوے گا پھر جب بہشت میں داخل ہونگے تو طوبیٰ اور دوسرے بہشت کے درختوں
کے سایہ کے نیچے ہونگے پھر جب اپنے محلوں و مکانوں میں داخل ہونگے تو وہاں
اپنے محلوں کے اور عرفوں کے تختوں کے سایہ میں ہونگے وَعُيُوْنٍ اور جاری
چشموں میں ایسے چشمے کہ کسی سے کافور کی خوشبو آتی ہو اور کسی میں سونٹھ کا مزہ ہوگا اور
کسی کا نام تسنیم ہوگا سو ان چشموں کے سبب سے انکو ہر گز پیاس نہوگی بخلاف تمہارے
کہ آب کے دھوئیں کا سایہ تمہاری تشنگی اور سوزش کو اور بھی زیادہ کر رہا ہے
وَفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ اور میووں میں اس قسم کی چیزیں کہ انکے دل
رغبت رکھتے ہیں کچے اور میٹھے اور سرد اور گرم اور سردسیری اور گرمسیری بہار کے
اور خزاں کے گدارے اور پکے سب وہاں موجود ہونگے تاکہ ان میووں کے سبب سے
بھوک کی گرمی انکے باطن میں بھی اثر نہ کرے بس اگلی ہوا اور انکا پانی اور انکے
میوے ہر ایک انکی گرمی کے دفع کرنے کے واسطے ایک دوسرے کے معاون
معاون ہیں بخلاف تمہارے کہ میووں کے حوض میں دوزخ کی آگ کے انگارے ہیں اور
اندر اور باہر سے گرمی اور حبس کی زیادتی ہے اور سبب تفرقہ اور جدائی ہوا سطے کے
کہ تم لوگوں نے اس جہان میں کے شک اور انکار کی گرمی کو اپنے دل میں جگہ دی اور ان لوگوں
نے یعنی متقیوں نے یقین کی ٹھنڈک سے اپنے دل کو بیچین میں رکھا سو آپکا ان
ہر شخص کو ہی میسر آیا بواسطے اختیار کیا تھا اور متقیوں کے حق میں علاوہ ان سب باتوں
کے یہ زیادتی ہوگی کہ میووں کی طرح طرح کی قسمیں اور نعمتیں اگلی ہوئی اور پکا کھانے پینے کے
واسطے تیار و تجویز کر لیگے اور کہیں گے کُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا کھاؤ اور پیو گوارا
ہو جیو اور تم جو جو کہ بجائے دنیا کے کھانے اور پینے کے کرو ان تمہیں اور یہ مضمی اور ہضم کا
ذوق بھی لگا ہوا تھا اور یہ کھانا اور پینا تمہارے واسطے بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ

عوض میں اسکے ہو جو تم عمل کرتے تھے چنانچہ گرمیون میں روزے رکھتے تھے اور خدا کے واسطے روزے کے دنون میں بھوکے پیاسے رہتے تھے اور اچھے اچھے کھانے اللہ تعالے کی راہ میں فقیرون محتاجون کو کھلاتے تھے اور ٹھنڈا میٹھا پانی مسکین روزہ دارون کو پلاتے تھے اور وہ عمل تمھارے دنیا میں اگرچہ چند روزہ تھے انکے عوض میں اسقدر جزا تمھارے خیال میں نہین آ سکتی تھی لیکن ہماری عادت ایسی ہے کہ جسکو جزا کی منفعت پہونچایا چاہتے ہین سو اسکو اسطرح وہ چیز جسمین نقصان کا نام بھی نہو اور کمال کے ایسے اعلے مرتبے کو پہونچے کہ اس سے زیادہ متصور نہو عنایت کرتے ہین ہم اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ہ بیشک ہم اسیطرح بدلا دیتے ہین نیکوکارون کو کہ ایک کے عوض مین دس بلکہ سات سو تک بلکہ اس سے بھی زیادہ عنایت کرتے ہین اور ہم فانی چیز کے عوض مین جو باقی اور دائم ہے اور ناقص کے عوض مین کامل عنایت فرماتے ہین ہم ان باتون کے سننے کے سبب سے متقیون پر کو خوشی پہ خوشی زیادہ ہوگی اور اکرام عقلی ساتھ اکرام حسی کے جمع ہوگا اور انکو یقین ہوگا کہ ہمارے سب کام مقبول ہوئے اور اسکا یہ ثمرہ ظاہر ہوا ہے اور جو اس حال کے منکر لوگ دور سے اس حال کے دیکھنے سے یا اس کلام ارشاد و نظام کے سننے سے معلوم کرینگے تو وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ہ بڑی خرابی ہوگی اس دن منکرون کی اس سبب سے کہ انکو معلوم ہوگا کہ متقی لوگ جنکے معتقد ہونے کے سبب سے اس نوازش سے سرفراز ہوئے اور ہم لوگ اس روز کے انکار سے اس رنج اور مصیبت مین گرفتار ہوئے اور نوبت یہان تک پہونچی کہ اس دن کے عذاب کی منکرون کو یہ ہوگی کہ دنیا مین قیامت کے انکار کرنے کے سبب سے طرح طرح کے کھانے اور پینے کی لذتون کے مزے اڑاتے تھے اور اس امر مین بہت اسراف اور بیباکی کرتے تھے اور جب متقی پرہیزگارون کو دیکھتے تھے کہ قیامت کے خوف سے دنیا کی اچھی مزیدار چیزون سے کنارہ کش ہین اور اسکی لذت سے فائدہ نہین اٹھاتے ہین تب اپنے دل مین

کہتے ہین کہ اسی عقیدے نے ان لوگون کو دنیا کی لذتون سے محروم رکھا ہی سو یہ بڑے نادان ہین ہم لوگ بہت خوب سوچے ہین کہ اس عقیدے کے معتقد ہی نہین بلکہ اس سے ہم بیزار ہین اسی سبب سے دنیا کی نعمتون کی لذتین اڑاتے ہین اور خاطر خواہ چین کرتے ہین سو قیامت کے دن انسے کہا جاویگا کُلُوْا وَ تَمَتَّعُوْا کھاؤ اور فائدہ لو دنیا کے حرام اور حلال سے بیباک اور بے دہشت ہوکے اور صیغہ امر کا اس جگہ پر رضی کے معنون مین ہی اور یہ عرب کا قاعدہ ہی کہ جب فعل ماضی کو ایسے مقام مین ذکر کرتے ہین جہان اس بات کا بیان کرنا منظور ہوتا ہی کہ یہ کام امر اور نہی کی لیاقت رکھتا ہی تو اسکو امر اور نہی کے صیغہ سے بیان کرتے ہین چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے شعر

اِخْوَتِیْ لَا یَبْعَدُوْا اَبَدًا ۔ وَ بِلَادُ اللّٰہِ قَدْ بَعُدُوْا یعنی بھائی میرے نہ دور ہوون یعنی نہ دور ہوئے کبھی اور بستیان اللہ کی تحقیق دور ہین حاصل کلام یہ ہی کہ دنیا مین تمنے کھایا اور پیا اور فائدہ لیا قَلِیْلًا تھوڑے دنون یعنی اپنی عمر بھر سو وہ تمھارا کھانا اور پینا اور بہرہ مند ہونا ایماندار متقیون کی نسبت سے کچھ بھی حقیقت نہین رکھتا ہی اسواسطے کہ انکے پرورش کے زمانے کی امید کی طرف انتہا نہین ہی اور منتہی ہونیوالی چیز کو غیر منتہی کے ساتھ کیا نسبت ہے سو تمنے قدر قلیل فائدہ کو جو خالص اور کامل بھی نہ تھا عوض مین ایسے عمدہ منافع کے اختیار کیا کہ کامل اور دائم اور غیر منتہی ہی اور ایسی عمدہ چیز کو ہاتھ سے دیکر ایسی ناقص کو خرید کیا اسیواسطے کہا جاتا ہے کہ اِنَّکُمْ مُجْرِمُوْنَ ۵ بیشک تم لوگ گنہگار رہو چنانچہ اس کھانے اور پینے اور فائدہ لینے کو بھی تمنے گناہ مین صرف کیا سو یہ اور بھی عذاب کی زیادتی کا سبب پڑا اور جب کافرون کو اس بات کی خبر ہوگی کہ قیامت کے انکار کرنے کے سبب سے دنیا کا کھانا پینا اور عیش و عشرت کرنا سب ہمارے حق مین زہر قاتل ہوگیا اور جو کچھ ہمنے کھایا اور پیا تھا وہ سب فاسد خلط ہوکے آگ کی صورت ہوگیا وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ

لِلْمُكَذِّبِينَ ۝ بڑی خرابی ہو اس دن منکرون کی جب اپنے معاملے کے نقصان
اور زیان پر مطلع ہونگے اور یوجھین گے کہ ہمنے اپنے پانؤن مین آپ ہی کلھاڑی
ماری اور کالے ناگ کو پھولون کا ہار سمجھ کے اپنی گردن مین ڈالا جسکے سبب سے
اس مصیبت مین گرفتار ہوئے اور اس دنی منفعت کو جو حقیقت مین مضرت تھی
اختیار کرکے ان منافع حقیقیہ دائمہ کو اپنے ہاتھ سے کھو دیا سو یہ سب چیزین انکو اچھی
بات نہ سننے کے سبب سے حاصل ہونگی سو اسی سبب سے دسوین وجہ کافرون پر اس دن کی
سختی کی یہ ہوگی کہ اچھی بات نہ سننے پر اپنا ہاتھ کاٹینگے اور افسوس کرینگے اسواسطے
کہ ان کافرون کی عادت دنیا مین یہی ہو کہ پیغمبرون کے فرمودہ کو ہرگز نہین سنتے ہین
اور مرشدون اور واعظون کا کہنا ہرگز نہین مانتے ہین بلکہ ضد سے انکے کہنے کا الٹا
کرتے ہین یہانتک کہ اگر کوئی سہل کام کا بھی حکم انکو کرتے ہین تو بھی یہ قبول نہین
کرتے وَاِذَا قِيلَ لَهُمُ ارْكَعُوا اور جب کہا جاتا ہو ان کافرون کو کہ رکوع کرو
اپنی عبادت مین تاکہ مسلمانون کے گروہ مین داخل ہوا سواسطے کہ رکوع خاصہ ہے
مسلمانون کی عبادت کا اور سوائے مسلمانون کے دوسرون کی عبادت مین قیام
ہو اور سجدہ رکوع نہین ہو اور حقیقت مین رکوع دل کے انقیاد کا نام ہے امانت
الٰہی کے بوجھ کے اٹھانے کے واسطے ہی واسطے اس شکل کو یعنے رکوع کو اس
شریعت مین عبادت گردانا ہو تاکہ رکوع کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ ہم نے
امانت الٰہی کے بوجھ کو اپنی پشت پر اٹھایا ہو باوجود اس بات کے کہ اس نے ہمکو
مستقیم القامۃ پیدا کیا ہو لیکن جو اس بوجھ اٹھانے کا ہمکو حکم کیا تو ہمنے اپنے قد کے
سیدھا ہونے پر غرور نکیا بلکہ گھوڑے خچر اونٹ بیل کی طرح اپنی پیٹھ کو اسکے سامنے
ٹیڑھا کر دیا ہمنے تاکہ وہ جو چاہے ہمارے اوپر لاد دیوے اسیواسطے قرآن شریف
مین دوسری جگہ پر فرمایا یہ کہ اَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝

پس رکوع کرنا نماز مین مسلمانی کی علامت ہی اور کافر اگر اس چیز کو دنیا مین کرتے رہتے تو قیامت کو جو جدائی اور امتیاز کا دن ہی اس علامت کے سبب سے اہل اسلام کے گروہ مین شمار تو کیے جاتے لیکن یہ لوگ لَا یَرْکَعُوْنَ ۝ ہرگز رکوع نہین کرتے ہین بلکہ اپنے تئین مسلمانون کی مشابہت سے دور رکھتے ہین چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہی کہ جب بنی ثقیف کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری مین آکر حاضر ہوئے اور اپنے اسلام کا اظہار کیا آپ نے انکو نماز پڑھنے کی تقید فرمائی اور نماز پڑھنے کا طور انکو تعلیم کیا تب ان لوگون نے کہا کہ ہم سب ارکان نماز کے بجالاوین گے لیکن رکوع نہ کرینگے اسواسطے کہ یہ فعل نہایت ننگ اور عار کا سبب ہی یعنے بنی آدم باوجود قد کی رسائی کے جانورون کی طرح اپنی پیٹھ کو ٹیڑھا کرکے اوندھا ہووے تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَا خَیْرَ فِیْ دِیْنٍ لَیْسَ فِیْہِ رُکُوْعٌ یعنے کچھ بھی بہتری نہین ہے اُس دین مین جس مین رکوع نہ ہووے اس واسطے کہ دین کی تحقیق انسانیت کے معنون مین ہی اور انسانیت اسی بات کو چاہتی ہی کہ اپنے خداوند تعالے کے حکمون کو یعنی امر اور نہی کو خوشی اور رغبت سے قبول کرلے وہ اور اس بوجھ کے اٹھانے کے واسطے اپنی پیٹھ کو ٹیڑھا کردیوے اسواسطے کہ عرف عام مین تعظیم اور سلام کے مقام پر اپنی پیٹھ کو ٹیڑھا کردیتے ہین گویا اشارہ کرتے ہین اس بات کی طرف کہ تمھارے احسان کا بوجھ اپنی پیٹھ پر رکھا ہمنے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہی کہ یہ واقعہ قیامت کے دن ہوگا اسواسطے کہ تجلی الٰہی سے کشف ساق کا ہوگا اور سب لوگون کو حکم ہوگا کہ سجدہ کرو پس ایماندار اسی وقت سجدے مین گر پڑینگے اور منکرون کی گردن اور پیٹھ ایک لوہے کا تختہ ہوجائیگی کہ اس سبب سے ہرگز پیٹھ ٹیڑھی نہ کرسکین گے چنانچہ سورۂ نون مین گذر چکا ہے لیکن اس تفسیر مین دو خدشے بڑے قوی اور زبردست وارد ہوتے ہین پہلا خدشہ یہ ہی

کہ اس سورۃ مین رکوع کا ذکر ہی اور سورۂ نون مین سجود کا ذکر آیا ہی سو رکوع اور چیز ہی اور
سجود اور چیز ہی اسکا حل اسپر کس طرح ہوسکتا ہی اور دوسرا خدشہ یہ ہے کہ لا
یَرْکَعُوْنَ سے بوجھا جاتا ہی کہ کافر اپنے اختیار سے رکوع نہین کرتے ہین اور سورۂ نون
مین لا یَسْتَطِیْعُوْنَ مذکور ہی اس سے یہ بوجھا جاتا ہی کہ کافر نہ کرنے مین بے اختیار
اور مجبور ہین حاصل کلام کا قیامت کے دن رکوع اور سجدہ کرنیوالون کی جب بزرگی
اور نوازش دیکھینگے تب یاد کرینگے کہ ہمکو بھی دنیا مین آسان کام کا حکم ہوتا تھا جسکے
سبب سے یہ نوازشین اور سرفرازیان ہوئی ہین لیکن ہمنے نصیحت کرنیوالون کا کہنا
نہ مانا اور انکی بات کو نہ سنا اور ایسے چین اور آرام کو اپنے ہاتھ سے مفت کھودیا
وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ ۵ بڑی خرابی ہی اس دن منکرون کی جو اپنی
الٹی بوجھ پر اسدلی افسوس کرینگے اور ہاتھ ملین گے کہ ہمنے کیسی آسان چیز کے
نہ کرنے سے ایسی عمدہ چیز اپنے ہاتھ سے کھودی اور نہ خریدی اور جب یہ کافر اسطرح
کے گھمنڈ اور حمق ہین کہ ایسے آسان حکم کو یعنے رکوع کو بجا نہین لاتے ہین اور اپنی
پیٹھ ٹیڑھی نہین کرتے ہین فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَہٗ یُؤْمِنُوْنَ ۶ پھر اب ع ۱۰
کون سی بات پر بعد اسکے ایمان لاوینگے اور کون کون تکلیف آلہی کو اپنے اوپر قبول ۲۲
کرینگے اسواسطے کہ یہ ذرا سی بات ہو نہین سکتی ہی بس یہ شریر جانور کی طرح کے ہین
جو اپنی پیٹھ کو ٹیڑھا نہین کرتا ہی پھر دوسرے بوجھ لادنے کی امید اس سے محال ہے
اور بعضے مفسرون نے کہا کہ بعدہ کی ضمیر قرآن کی طرف راجع ہی اگرچہ اسکا مذکور
اوپر نہین ہوا ہی لیکن قرآن شریف کی تلاوت کے وقت ہر شخص کا ذہن اسی
قرآن ہی کی طرف دوڑتا ہی یعنے جب قرآن شریف کے آنے کے بعد بھی یہ کافر ایمان
نہ لائے باوجود اس بات کے کہ قرآن کا بیان واضح ہی اور کتب آلہیہ کا خاتم ہی کہ اسکے
بعد آسمان سے کوئی کتاب نازل ہونے کی امید باقی نہین ہی اسپر بھی نہ مانا اور قائل نہوئے

پھر اب اس قرآن کے بعد کونسی بات کے منتظر ہین جسپر ایمان لاوینگے اسواسطے کہ اب کوئی دوسری کتاب آسمان سے نازل ہونیوالی نہین ہی اور دنیا مین دوسری کتابین جو آدمی لکھتے ہین اس کلام مین تاثیر پائی نہین جاتی ہی اور حدیث مین آیا ہی کہ جو شخص اس آخر کی آیت کو پڑھے نماز مین یا نماز کے باہر اسکو لازم ہی کہ اسکے بعد کہے اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَحْدَہٗ یعنی ایمان لایا مین اللہ کا جو ایک ہی اور وحدہ لاشریک ہی فقط

خاتمۃ الطبع

الحمد للّٰہ ربّ العالمین والعاقبۃ للمتقین ولا عدوان الا علی الظالمین وصلّی اللّٰہ علی سیّدنا محمّدن خاتم النبیّین وامام المرسلین ورسول ربّ العالمین وصاحب الشفاعۃ یوم الدّین وعلی اٰلہ الطیّبین الطّاہرین اما بعد کتاب مستطاب پسندیدۂ ہر شیخ وشاب یعنی **بستان التفاسیر** المعروف بہ تفسیر **فتح العزیز** مصنفۂ شیخ الطریقہ ومعدن السلوک والحقیقہ وقطب ائمۃ المحققین وسلطان العارفین وبرہان الواصلین وصاحب الکشف والتحقیق والمرشد السبیل الی اقوم الطریق ومحیی معالم الطریق بعد دروسہا ومظہر آیات التوحید بعد افول قمارہا وشموسہا سیدنا مولانا جناب شاہ **عبدالعزیز** صاحب روح اللہ روحہ ونوّر مضجعہ چونکہ ایک عرصہ سے نایاب ہوگئی تھی اور شائقین کی کثرت نے اس بات پر مجبور کیا کہ اس گوہر بے بہا کو پھر چھاپ کر شائقین کی خواہشین پوری کیجاوین لہذا بحکم جناب حاجی **محمد سعید** صاحب تاجر کتب کلکتہ خلاصی ٹولہ نمبر (۸۵) کمترین **محمد شفیع** نے اپنے اہتمام سے مطبع **مجیدی** واقع کانپور مین بماہ ربیع الاول ۱۳۴۵ھ مطابق اکتوبر ۱۹۲۶ء چھاپ کر شایع کیا شائقین وقارئین سے امید ہی کہ محرک ومہتمم ومصحح وغیرہم کو دعاے خیر سے یاد وشاد فرماتے رہین وآخر دعونا ان الحمد للّٰہ ربّ العالمین والصّلوٰۃ والسّلام علی رسولہ محمّد وآلہ واصحابہ اجمعین

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائیگا۔

جامعہ عثمانیہ

۱۔ امتحان میں کامیابی کے لئے کم سے کم ۳۵ فیصد نمبرات حاصل کرنا ضروری ہے۔

۲۔ ہر پرچہ کے لئے ۳ گھنٹے کا وقت دیا جائے گا۔

۳۔ امتحان میں کامیاب ہونے والے طلباء کو ڈگری دی جائے گی۔

۴۔ ہر پرچہ کے لئے ۱۰۰ نمبرات مقرر ہیں۔

۵۔ ہر پرچہ کے لئے ۱۰ سوالات دیئے جائیں گے۔ ان میں سے ۷ سوالات کے جواب لکھنا ضروری ہے۔

۶۔ ہر سوال کے لئے ۱۰ نمبرات مقرر ہیں۔

۷۔ ہر پرچہ کے لئے ۱۰ نمبرات مقرر ہیں۔

۸۔ ہر پرچہ کے لئے ۱۰ نمبرات مقرر ہیں۔

۹۔ ہر پرچہ کے لئے ۱۰ نمبرات مقرر ہیں۔

۱۰۔ ہر پرچہ کے لئے ۱۰ نمبرات مقرر ہیں۔